سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

جمعۃ المبارک، پیر 14-17 جون 1996ء

(آدینہ، دو شنبہ 27-30 محرم الحرام 1417ھ)

جلد : 35 ـــــ شمارہ : 1-2

(بشمول شمارہ جات 1 تا 11)

مندرجات

	صفحہ
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ	1
چیئرمینوں کا پینل	3
وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر	4
میزانیہ بابت سال 97-1996ء کا پیش کیا جانا	19
ضمنی میزانیہ بابت سال 96-1995ء کا پیش کیا جانا	19
مسودہ قانون، مالیات پنجاب بابت سال 1996ء (جو پیش کیا گیا)	20

پیر' 17 جون 1996ء

شمارہ : 2

صفحہ

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------- 1

مسئلہ استحقاق،

سینیٹر وزیر کا ایوان میں حقائق کے برعکس بیان ---------- 3

وائس چانسلر' بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی' ملتان کا رکن اسمبلی کے ساتھ توہین آمیز رویہ ---------- 5

انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے چیئرمین کا رکن اسمبلی

کے ساتھ توہین آمیز رویہ ---------- 11

سالانہ میزانیہ بابت سال 97-1996ء پر بحث ---------- 15

اجلاس کی طلبی کا فرمان

I

In exercise of the powers conferred under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, Lt Gen (Retd) Raja Saroop Khan, Governor of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on Friday, 14th June, 1996 at 4:00 p.m. in the Assembly Chambers, Lahore.

II

In exercise of the powers conferred under Rules 107 and 118 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab, 1973, I, Lt Gen (Retd) Raja Saroop Khan, Governor of the Punjab, hereby appoint Friday, 14th June, 1996, for the presentation of the Annual Budget 1996-97 and the Supplementary Budget for the year 1995-96.

Dated Lahore.
6th June. 1996.

LT GEN (RETD) RAJA SAROOP KAHN
Governor of the Punjab

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا پینتیسواں اجلاس)

جمعۃ المبارک 14۔ جون 1996ء

(آدینہ' 27۔ محرم الحرام' 1417ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں سہ پہر 4 بجے منعقد ہوا جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ
الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي
الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ
اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ
الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

سورۃ البقرۃ آیت 177

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلاَّ الْبَلاَغ ٥

چیئرمینوں کا پینل

جناب سپیکر، سیکرٹری اسمبلی صدر نشینوں کے اسمائے گرامی پڑھ کر سنائیں۔

سیکرٹری اسمبلی، قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب ۱۹۷۲ء کے قاعدہ ۔ ۱۴ کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اجلاس ہذا کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل بحسب ترتیب و تقدیم ذیل صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

۱۔ میاں ریاض حشمت جنجوعہ

۲۔ چودھری محمد وصی ظفر

۳۔ میاں مناظر علی رانجھا

۴۔ جناب تاج محمد خان زادہ

جناب سپیکر، میرے پاس صحافیوں کی ایک عرض داشت آئی ہے اور انھوں نے کوئی اس طرح کی بات کی ہے کہ وہ واک آؤٹ کر رہے ہیں۔ وہ ہمارے ہاؤس کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ،

"چھٹے ویج بورڈ کے ایوارڈ کے نفاذ میں جس کا اعلان تین ماہ قبل ہو چکا ہے اب تک ایوارڈ پر عمل در آمد نہیں کیا گیا۔ اخبارات و جرائد کے مالکان کی جانب سے اس ویج بورڈ ایوارڈ کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں دائر رٹ درخواست میں بھی فاضل عدالت عالیہ نے رولنگ دے دی ہے کہ عدالت نے ویج بورڈ ایوارڈ کے نفاذ کے خلاف حکم امتناعی جاری نہیں کیا اس لیے اس ایوارڈ پر عمل در آمد کی راہ میں عدالت کی جانب سے بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ معزز ایوان اس امر سے بخوبی آگاہ ہوگا کہ اخبار نویسوں کا ویج بورڈ ایوارڈ پانچ سال کی مدت کے لیے آتا ہے جب کہ سرکاری اور دیگر ملازمین کی تنخواہوں میں تقریباً ہر سال اضافہ ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ بورڈ ایوارڈ کے نفاذ کے نام پر اخبارات کی قیمتوں میں دو بار اضافہ کر چکا ہے۔ سرکاری اشتہارات کے نرخ بھی بڑھائے جا چکے ہیں اور کاغذ کی در آمد پر عائد ڈیوٹی نرم کرائی جا چکی ہے۔ اب ویج بورڈ ایوارڈ جاری ہوا ہے تو اس پر بھی عمل در آمد ہونا چاہیے۔ اس ایوارڈ کو ہائی کورٹ میں چیلنج کرنے کے لیے وکلاء کو تو پچاس لاکھ روپے دیے گئے ہیں، مگر کارکن صحافیوں کے اقتصادی مسائل کی جانب توجہ دینا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

ہم ارکان پریس گیلری اس افسوس ناک صورت حال کی جانب آپ کی وساطت سے وفاقی حکومت کی توجہ مبذول کرانے کے لیے آج پانچ منٹ تک پنجاب اسمبلی کی کارروائی سے احتجاجی نو کن واک آؤٹ کر رہے ہیں۔ ہم اس معزز ایوان سے توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے اقتصادی مسائل کا احساس کرتے ہوئے اخبار نویسوں کے ویج بورڈ ایوارڈ پر عمل درآمد کے لیے آپ بھی اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں گے اور اخبارات کے مالکان پر کم از کم اپنا اخلاقی دباؤ ضرور ڈالیں گے۔"

میں نے ہاؤس کے سامنے پریس گیلری کے ارکان کی گزارشات رکھ دی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر ہاؤس توجہ دے گا۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! اجازت ہے۔

جناب سپیکر، جی ہاں۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! پنجاب میں پہلی دفعہ اخبارات کے بل---------- (قطع کلامیاں)۔

MR SPEAKER: I call the House to order.

وزیر اعلیٰ، پہلی دفعہ اخبارات کے بل ہر ماہ ادا ہو رہے ہیں۔ پہلے چھ چھ سات سات مہینے ان کے بل ادا نہیں ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ اگر انھیں کوئی شکایت ہے تو ابھی اجلاس کے بعد جب میں اپنے چیمبر میں جاؤں گا یہ میرے پاس تشریف لائیں۔ جو بھی ان کے جائز مطالبات ہیں ان کے لیے میں ان کے ساتھ شامل ہوں گا۔

جناب سپیکر، میں سمجھتا ہوں کہ پریس گیلری واپس آ جائے۔

وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر

جناب سپیکر، اب میں وزیر خزانہ کو دعوت دیتا ہوں (قطع کلامیاں) آپ تشریف رکھیں۔ No point of order تشریف رکھیں۔ اب میں وزیر خزانہ کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ تقریر کریں۔

وزیر خزانہ (چودھری محمد افضل سندھو)، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر!

حکومت پنجاب کے سالانہ مالی تخمینہ کے لیے میں اس معزز اور باوقار ایوان میں حاضر ہوں۔ ہر سال اعلان بجٹ کا یہ لمحہ مایوسی اور امید کے جلو میں طلوع ہوتا ہے اور ایک نئی منزل کی خبر دے کر

ماضی کے اندھیرے میں جا اترتا ہے۔ یہ لمحہ کشمکش حیات کا آئینہ دار ہے۔ میں اس لمحے کا پیامبر بن کر آپ کے روبرو کھڑا ہوں۔ میرا دامن بھی آج ماضی کی طرح پھولوں اور کانٹوں سے لبریز ہے۔ پھول ان کامیابیوں کی نوید ہیں جنہوں نے ہمارے قدم چومے اور کانٹے اس خلش کا اظہار ہیں جو خوابوں کی تعبیر نہ پا کے بیدار ہوتی ہے۔

2۔ جناب سپیکر! ہر سال بجٹ کی گزارشات کا آغاز مالی مشکلات کے تذکرے اور سیاسی نزاکتوں کے اظہار سے ہوتا ہے۔ اس امر کا کیا علاج کہ یہ مشکلیں تو اب ہمارا مقدر بن چکی ہیں۔ ماضی کے حکمرانوں کی کم نظری آج ہمیں اس مقام پر لے آئی ہے کہ ہر طرح معاشی ابتری اور غیر یقینی کی فضا طاری ہے۔ مسائل کا ایک بارگراں ہے۔ مشکلات کا ایک سمندر ہے اور دکھوں کی دائمی برکھا ہے۔ ہر شخص یہی سوال کرتا ہے کہ " کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد۔" حکومت مقدور بھر کوششوں کے باوجود اپنی منزل مراد تک رسائی نہیں پا سکی۔ لیکن ہم ان مشکلوں سے رنجیدہ خاطر نہیں۔ یہ صعوبتیں ہمارے لیے مہمیز کا کام دیتی ہیں۔ تائید خداوندی اور عوامی قوت کے سہارے انہیں مشکلوں میں سے گزرتے ہوئے ہم اس منزل تک پہنچیں گے جس کا خواب قائد اعظم اور تحریک پاکستان کے لاکھوں کارکنوں نے دیکھا اور جس کی تعبیر پانے کے لیے پی ڈی ایف' وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو اور وزیر اعلیٰ پنجاب سردار محمد عارف نکئی کی قیادت میں شب و روز کوشاں ہے۔

3۔ جناب سپیکر! آج سے 24 سال قبل آپ نے اسی معزز ایوان میں بجٹ پیش کرتے ہوئے بجا طور پر یہ کہا تھا کہ " پنجاب کی خوشحالی محض ایک سراب ہے۔ غربت کے بحر بیکراں میں کہیں کہیں خوشحالی کے جزیرے نظر آتے ہیں۔ لیکن کیفیت یہ ہے کہ دیہات کی بات ایک طرف ہمارے بڑے بڑے شہروں کا ہر پانچواں شخص پینے کے پانی' بجلی اور رہائش جیسی بنیادی ضرورتوں سے محروم ہے۔" آج بھی یہ حقیقت اتنی ہی درست ہے جتنی 24 سال قبل تھی۔ ان چوبیس برسوں میں شب و روز کے بہت سے تارے ٹمٹمائے اور بجھ گئے۔ انقلاب کے ان گنت نعرے بلند ہوئے' زندگی نے کتنا ہی سفر طے کیا لیکن ہم ہیں کہ اسی مقام پر کھڑے ہیں۔ ترقی کا ہر خواب ادھورا ہے۔ کروڑوں لوگ غربت اور پسماندگی کا شکار ہیں۔ بستیاں زندگی کی بنیادی سہولتوں سے بے بہرہ ہیں۔ تعصب اور جہالت سکہ رائج الوقت ہیں۔ معاشی اور معاشرتی انصاف کے بلند بانگ دعوے اپنے معنی کھو رہے ہیں

اور ترقی کی کوششیں محض چند خطوں اور طبقوں تک محدود ہو چکی ہیں۔

4۔ جناب سپیکر! مسائل کا یہی وہ انبار ہے جو ہمیں وراثت میں ملا اور جس سے چھٹکارا پانا ہماری حکومت کا نصب العین ہے۔ پی ڈی ایف کی گزشتہ تین سال کی جدوجہد اسی عزم کی آئینہ دار ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ترقی ایک ایسا ہمہ گیر اور جامع تصور ہے جس میں امیر و غریب کی کوئی تمیز روا نہیں رکھی جاتی۔ ہمارے نزدیک دور دراز کے دیہاتوں اور کچی بستیوں کے تہی دامن مکین بھی اسی عزت و احترام کے مستحق ہیں جس قدر شہروں کے نسبتاً مراعات یافتہ لوگ! ہم ترقی کو محض معاشی بہبود کی کوششوں سے ہم آہنگ خیال نہیں کرتے بلکہ ہماری نگاہ میں ترقی کا آغاز معاشی بہبود کے ساتھ ساتھ معاشرتی انصاف اور مساوات سے ہوتا ہے۔ ہماری ترجیحات کا نکتہ آغاز کھیت اور کھلیان ہیں۔ ہماری توجہ کا اصل محور مزدور اور محنت کش ہیں۔ ہم استحصال سے پاک ایسے معاشرے کی تشکیل کے خواہاں ہیں جہاں جمہوریت اور مساوات کا بول بالا ہو۔ یہی اصول ہماری سیاست کا طرہ امتیاز ہیں اور انہی اصولوں پر ہم نے اس سال کے مالی تخمینہ کی بنیاد رکھی ہے۔

5۔ جناب سپیکر! پنجاب میں پی ڈی ایف کی حکومت نے برسراقتدار آتے ہی حکومتی اخراجات میں میانہ روی اور مالیاتی نظم و ضبط کی جو راہ اختیار کی تھی اس کے مثبت اثرات مرتب ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ قرض کی معیشت کسی بھی حکومت کے لیے زہر قاتل سے کم نہیں۔ ماضی میں سٹیٹ بینک آف پاکستان سے اوور ڈرافٹ ہمارے وسائل پہ ایک گراں بوجھ بن جاتا تھا۔ اس بوجھ سے یکسر نجات پانے کے بعد اب قرض پہ انحصار بھی رفتہ رفتہ کم کیا جا رہا ہے۔ گویا ہم پورے اعتماد سے ایک ایسی منزل کی طرف گامزن ہیں جہاں ہم اپنے وسائل پہ مکمل بھروسہ کر سکیں گے۔ جاری اور ترقیاتی بجٹ' ہر دو سطح پر ہم نے کفایت شعاری کی یہی حکمت عملی اپنائی ہے تاکہ وطن عزیز کے گلی کوچوں اور ایوانوں میں روشن چراغ' ہمیشہ فروزاں رہیں اور ان کی روشنی کے لیے ہمیں دہقانوں اور مزدوروں کا لہو مستعار نہ لینا پڑے۔

6۔ جناب سپیکر! سال رواں کے دوران وفاقی حکومت کے بعض فلاحی اقدامات کی وجہ سے حکومت پنجاب کے خزانہ پہ بوجھ پڑا ہے۔ سرکاری ملازمین کو سات فیصد الاؤنس کی ادائیگی کے لیے دو ارب روپے کے اضافی اخراجات درکار تھے۔ میڈیکل الاؤنس میں اضافہ کی بدولت پنجاب حکومت کو 30 کروڑ روپے کا بوجھ اٹھانا پڑا۔ پنشن کی نئی شرح اختیار کرنے کی بناء پر مزید 40 کروڑ روپے درکار تھے

اور واپڈا کو ادائیگی کے لیے وفاقی محصولات سے کٹوتیوں کی وجہ سے تقریباً چار ارب روپے صرف ہوئے۔ لیکن ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہم نے یہ مصارف اپنے موجودہ اخراجات کو کم کر کے ہی پورے کیے ہیں۔

7۔ یہ امر باعث اطمینان ہے کہ نظرثانی شدہ بجٹ 96-1995ء میں حکومت کے وسائل میں 3 ارب روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ قابل تقسیم وفاقی محاصل و گرانٹ میں 2 ارب 59 کروڑ روپے کا اضافہ متوقع ہے۔ مزید برآں ہماری کاوشوں' بہتر مالیاتی نگہداشت اور ٹیکسوں کی بہتر وصولیوں کی وجہ سے صوبائی محاصل قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ 1990ء اور سال رواں کے متعینہ اہداف سے 41 کروڑ روپے زیادہ ہیں۔

8۔ جناب سپیکر! ہم ماضی کے حکمرانوں کی شاہ خرچیوں کے برعکس خود انحصاری اور بچت کو اپنا وتیرہ بنا رہے ہیں۔ اس ضمن میں ہماری کامیابی کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ رواں مالی سال کے آغاز میں ہمیں جاری بجٹ سے 2 ارب 51 کروڑ روپے کی بچت متوقع تھی۔ لیکن وفاقی حکومت کی جانب سے اضافی وسائل کی فراہمی اور صوبائی محاصل کی وصولی میں بہتری کی بناء پر ہماری یہ بچت تقریباً 5 ارب روپے تک جا پہنچی ہے۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی اس سے روشن مثال اور کہاں ملے گی۔ جب سے پی ڈی ایف نے عنان حکومت سنبھالی ہے' سالانہ اور ضمنی بجٹ کے اخراجات کے تناسب میں بتدریج کمی ہو رہی ہے۔ رواں مالی سال کے دوران ان اخراجات کا تناسب صرف 6.17 فیصد ہے جبکہ 91-1990,92-1991 اور 93-1992 میں یہ تناسب علی الترتیب 14.02 فیصد ' 12.92 فیصد اور 9.22 فیصد تھا۔ اخراجات کے تناسب میں یہ مسلسل کمی ہمارے اس مالیاتی نظم و ضبط کی نشاندہی کرتی ہے جس کی جانب میں نے پہلے اشارہ کیا اور جو ہماری محنت اور کارکردگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

9۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کا مجموعی حجم صرف ۵ ارب ۶۷ کروڑ روپے ہے ۔ اس میں تقریباً اٹھائیس کروڑ روپے مالیت کے Charged اخراجات شامل ہیں ۔ ۱۹ مطالبات زر محض علامتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی مالیت صرف دس روپے ہے ۔ چیدہ چیدہ مطالبات زر مائنرز کی فلاح و بہبود کے لیے ۲ ارب ۲۲ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں ۔ اس رقم میں اضافہ اس امر کی بناء پر ہوا کہ ۹۶-۱۹۹۵ء میں ریٹائر ہونے والے افراد کی تعداد گزشتہ سال سے کہیں بڑھ کر ہے ۔ گندم کی خریداری کے لیے قرضوں پر عائد سود کی ادائیگی کے لیے ۱۸ کروڑ روپے مختص ہوئے ۔ ۔ اضافہ شدہ [illegible]

کی وجہ سے ہوا۔ ۷ کروڑ روپے کے مطالبات زر ان قرضوں کی ادائیگی کے لیے مختص ہیں جو ہمیں قرضوں کی ادائیگی کے ضمن میں وفاقی حکومت کو ادا کرنا پڑے ۔ اس رقم میں اضافہ روپے کی قیمت میں کمی کے باعث نا گزیر تھا۔ ترقیاتی کاموں کے لیے ۱۱۳ کروڑ اور آب پاشی کے نظام میں بہتری کے لیے ۳۷ کروڑ روپے اضافی خرچ کیے گئے ۔ جبکہ خود مختار اداروں کو قرضوں کے طور پر تقریباً ۵۵ کروڑ کی رقم ادا کی گئی۔ ان خود مختار اداروں میں پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن ' ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی ' واسا ' پنجاب ڈیری کارپوریشن اور ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن شامل ہیں ۔

10۔ جناب سپیکر! مالی سال ۹۷۔۱۹۹۶ء کے بجٹ میں وسائل کا تخمینہ ۸۴ ارب ۵ کروڑ روپے لگایا گیا ہے ۔ یہ تخمینہ رواں مالی سال سے ۱۶.۶۳ فیصد کی شرح سے ۱۱ ارب ۹۸ کروڑ روپے زائد ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) ان وسائل میں وفاق کی جانب سے فراہم کردہ ۱۰ ارب ۳۲ کروڑ روپے کے محاصل و گرانٹ اور صوبائی محاصل کے ۱۲ ارب ۷۳ کروڑ روپے شامل ہیں ۔ اس اعتبار سے ہمارے کل محاصل کا ۸۵ فیصد وفاقی اور ۱۵ فیصد صوبائی محاصل پر مشتمل ہے ۔ قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ ۱۹۹۰ء کی پروجیکشن کے مطابق صوبائی محاصل ۸ فیصد سالانہ کی شرح سے بڑھنا چاہییں لیکن ہم نے آئندہ مالی سال کے لیے صوبائی محاصل میں اضافے کا تخمینہ ۱۲.۸۶ فیصد لگایا ہے۔ ان محاصل کی وصول یابی کے لیے ہم نے ایک جامع اور منظم طریق کار ترتیب دیا ہے جس کی بناء پر امید واثق ہے کہ اصل محاصل تخمینہ جات سے کسی صورت کم نہ ہوں گے ۔

11۔ جناب سپیکر! جاری اخراجات کا کل تخمینہ ۷۷ ارب روپے ہے ۔ جو مالی سال ۹۶۔۱۹۹۵ء کے مقابلہ میں صرف ۱۲.۴۴ فیصد زائد ہے ۔ حالانکہ قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ ۱۹۹۰ء کے تحت یہ اضافہ کم از کم ۱۴ فیصد ہونا چاہیے تھا ۔ لیکن ہمارا اصول اسراف سے احتراز اور کفایت شعاری کی راہ اپنانا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت بھی ایک کنبے اور خاندان کی مانند ہے جو اسراف کی راہ اختیار کرے تو اس کی معاشی بدحالی نا گزیر ہوجاتی ہے۔ مجوزہ بجٹ برائے مالی سال ۹۷۔۱۹۹۶ء کے پس پردہ یہ حکمت عملی کارفرما ہے کہ غیر ترقیاتی اخراجات کو کنٹرول کر کے ترقیاتی بجٹ کے لیے زیادہ سے زیادہ فنڈز مختص کیے جائیں۔ محکموں کو مستعد اور فعال بنانے کے لیے ان کی بنیادی ضرورت کو پورا کیا جائے اور قومی ترقی وبہبود کے لیے کلیدی حیثیت رکھنے والے شعبوں یعنی تعلیم' صحت اور پبلک ہیلتھ وغیرہ کے لیے وسائل کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے ۔

12۔ جناب سپیکر! ترقی یافتہ ممالک کے لیے تعلیم کی اہمیت کا اندازہ نہیں کہ یہی وہ بنیادی جوہر ہے جو رزم گاہ حیات میں انسان کی پہلی ضرورت ہے۔ تعلیم، ہر شہری کا حق بھی ہے اور ایک قومی و ملی تقاضا بھی ۔ ہماری حکومت اس تقاضے کی اہمیت سے بھر پور آگاہی رکھتی ہے اور ہماری ترجیحات میں فروغ تعلیم کو بہت بلند مقام حاصل ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ۹۷۔۱۹۹۶ء کے دوران ہم نے تعلیمی شعبہ کے لیے ۲۳ ارب ۹۷ کروڑ روپے رکھے ہیں۔ جو رواں مالی سال سے ۲ ارب ۲۵ کروڑ روپے زائد ہیں اور کل جاری اخراجات کا ۳۱ فیصد ہیں۔ اس مختص شدہ رقم میں سے ۱۵ ارب ۴۶ کروڑ یعنی ۶۵ فیصد سوشل ایکشن پروگرام اور بقیہ ۸ ارب ۵۱ کروڑ روپے یعنی ۳۵ فیصد معمول کے پروگراموں کے لیے ہیں ۔ سکولوں میں بنیادی سہولتوں ، تعلیمی مواد ، نقشہ جات ، چاک ، تختہ سیاہ وغیرہ کی فراہمی کے لیے ۵۰ ۱۲ روپے فی کلاس روم کے اعتبار سے ۱۴ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ سکولوں کی عمارات کی ناگفتہ بہ حالت ہمارے لیے کسی المیہ سے کم نہیں۔ ان عمارات کی مرمت اور تزئین نو کے لیے آئندہ سال کے دوران ۳۲ کروڑ روپے خرچ ہوں گے ۔ بیرونی اداروں کی امداد سے زیر تکمیل، پنجاب مڈل سکولنگ پراجیکٹ کے تحت آئندہ مالی سال کے دوران دور دراز کے پسماندہ دیہاتی علاقوں میں تقریباً ایک ہزار نئے مڈل سکول کھولے جائیں گے ۔ یا پہلے سے موجودہ پرائمری سکولوں کا درجہ بڑھا کر انہیں مڈل کی سطح تک لایا جائے گا اور ایلیمنٹری سطح کے ہزاروں اساتذہ کی جدید خطوط پر تربیت کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

13۔ جناب والا! ہمارا تعلیمی نظام کئی ایک دیگر مسائل کے علاوہ نچلی سطح پر انتظام و انصرام اور نگہداشت کی بہت سی خامیوں کا شکار ہے ۔ حکومت سمجھتی ہے کہ ان نقائص کا ازالہ صرف اسی صورت میں ممکن کہ ہے جب درد دل اور مثبت فکر کے حامل مقامی افراد سکولوں کے نظم و نسق سے وابستگی اختیار کریں اور حکومتی وسائل کے اشتراک سے فروغ تعلیم کی جدو جہد کا آغاز ہو ۔ اس مقصد کے پیش نظر ہم نے سکول اور گاؤں کی سطح پر سکول مینجمنٹ کمیٹیوں کو منظم کیا ہے جو تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے مقامی تعاون اور سرپرستی کے حصول کی جانب ہمارا پہلا قدم ہے ۔

14۔ جناب سپیکر! افراد کی اچھی صحت ایک توانا اور متحرک معاشرے کی تعمیر کے لیے بنیادی شرط ہے۔ اسی امر کے پیش نظر ہم نے صوبہ میں صحت عامہ کی سہولتوں کی فراہمی کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ۹۶۔۱۹۹۵ء کے دوران ان مقاصد کے لیے مختص ۴ ارب ۷۴ کروڑ روپے کے مقابلہ میں ۹۷۔۱۹۹۶ء

میں ۵ ارب ۷۰ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۲۰ فیصد کی شرح سے ۹۶ کروڑ روپے کا یہ اضافہ ہمارے اس دعویٰ کی تائید کرتا ہے ۔ اس رقم میں سے دو ارب ۶۱ کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے لیے اور تین ارب ۹ کروڑ روپے دیگر پروگراموں کے لیے مخصوص ہوں گے۔ ہمارا اصل مطمع نظر صحت کے میدان میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے تاکہ کم ترقی یافتہ اور پسماندہ علاقوں کے افراد مستفید ہو سکیں ۔ جاری بجٹ میں بھی ہم ان امور کی جانب زیادہ توجہ دے رہے ہیں جن سے پسماندہ بستیوں میں علاج کا معیار بلند ہو سکے ۔ اس ضمن میں ادویات، ایکسریز مشینوں اور دیگر لوازمات کی فراہمی سر فہرست ہے ۔ انتظامی امور کو بہتر بنانے اور ڈاکٹرز کے مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ لیڈی ہیلتھ وزیٹرز کے لیے کیرئر سٹرکچر بھی تجویز کیا جا رہا ہے ۔ بنیادی طبی سہولتوں کی فراہمی کے علاوہ حفظان صحت کی صورت حال میں بہتری کی خاطر پبلک ہیلتھ کے لیے ۹۷-۱۹۹۶ء میں ۷۵ کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ یہ رقم رواں مالی سال کے مقابلہ میں اس بار ۴۰ کروڑ روپے تجویز کیے جا رہے ہیں تاکہ صاف پانی کی فراہمی کا نظام خوش اسلوبی سے چلتا رہے ۔

15۔ جناب سپیکر! ترقی اور خوشحالی کا جواب اس وقت تک حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتا جب تک کہ گھر اور بستیاں امن اور آشتی کا گہوارہ نہ بنیں ۔ اگر درسگاہوں سے شعلے اور گھروں سے سسکیاں بلند ہوتی رہیں تو ترقی کی ہر جدو جہد صدا بصحرا ثابت ہو گی۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ مخصوص بین الاقوامی صورت حال کی وجہ سے ہمارا دشمن ہمارے ہی گھر کوچوں میں نقب لگائے بیٹھا ہے آئے دن کے دھماکے ، قتل و غارت اور ڈکیتیاں اسی سلسلے کا شاخسانہ ہیں ۔ اس گھمبیر صورت حال کے لیے ہمیں ایک موثر انتظامیہ کے علاوہ جدید تربیت ، تنظیم اور اسلحہ سے لیس وہ جواں ہمت سپاہی بھی درکار ہیں جو اپنی جان پہ کھیل کر وطن عزیز کو امن کا گہوارہ بنا سکیں ۔ امن عامہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس مد کے لیے ہم نے اگلے مالی سال کے لیے ۵ ارب ۱۵ کروڑ روپے رکھے ہیں ۔ ہماری حکومت نے ان اداروں کو سماج دشمن عناصر کے خلاف آزادانہ کارروائی کی جو اجازت دی ہے ، اس کے نہایت مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں ۔ صوبہ بھر میں اشتہاری مجرموں کی گرفتاری، ناجائز اسلحہ کی دستیابی اور منشیات فروشی کا قلع قمع اس کا واضح ثبوت ہیں ۔ شرپسندی کی وارداتوں اور دھماکوں کے باوجود محرم الحرام کے دوران مکمل امن و سکون بھی حکومت کی پیش بینی ، بہتر حکمت عملی اور تدبر کا اظہار کرتا ہے۔

16۔ جناب سپیکر! ہم ایک مکمل جمہوری ماحول اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی سیاسی نظام کو جمہوری قبا پہنانے کی ایسی ہی ایک عملی کوشش ہے۔ یہ وہ دیرینہ مطالبہ تھا جسے ماضی کی حکومتیں مصلحتوں کی صلیب پر لٹکاتی رہیں۔ بالآخر ہمیں ہی یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ایک متروک عدالتی اور انتظامی ڈھانچے پہ خط تنسیخ کھینچ کے عدل و انصاف کی آسان راہیں استوار کر سکیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) عدلیہ اور انتظامیہ کی اس علیحدگی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہم اعلیٰ اور ماتحت عدالتوں کی ضروریات سے مکمل آگاہ ہیں اور آئندہ مالی سال کے دوران ان ضروریات کی تکمیل کے لیے تمام ضروری اقدام اٹھائے جائیں گے۔ عدلیہ کے علاوہ انتظامیہ، پولیس اور وکلاء ایوان عدل کا اہم ستون ہیں۔ ان اداروں کو درپیش مسائل کے حل کے لیے ہم نے انتظامیہ اور پولیس کے ساتھ ساتھ لاہور ہائی کورٹ اور پنجاب بار کونسل کو بھی خطیر امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

17۔ جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ قومی ترقی کا مقصود محض دولت کی پیداوار میں اضافہ نہیں بلکہ یہ تو اس دولت کو ہم وطنوں میں تقسیم کرنے کا نام ہے۔ اگر ہم ترقی کے ثمرات بانٹنے سے قاصر رہے تو لوگ یہ ثمرات چھیننے پہ کمربستہ ہو جائیں گے۔ معاشرتی اور سماجی بہبود کی کوششیں اور بیت المال جیسے ادارے اسی معاشی ناہمواری کو دور کرنے کا عزم ہیں۔ آئندہ مالی سال کے لیے ہم اس مد میں 15 کروڑ روپے فراہم کرنے کا ارداہ رکھتے ہیں۔ صنعتی کارکنوں کی بچیوں کی شادی اور جہیز کے اخراجات کے لیے تین کروڑ پچیس لاکھ روپے کی مختص شدہ رقم بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ سرکاری ملازمین جو ترقی کے خوابوں اور ان کی عملی تعبیر کے درمیان پل کا کام دیتے ہیں، کی بہبود بھی ہمارا مطمع نظر ہے۔ اس بار ہم نے ان کی حالت زار بہتر بنانے کی دوسری کوششوں کے علاوہ گھروں کی تعمیر اور سواری کی خرید کے لیے قرضوں کی ایک سکیم کا اجراء کیا ہے اور اس سکیم کے لیے 8 کروڑ روپے مخصوص کیے ہیں۔ ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی پنشن کی ادائیگی کے سلسلے میں 626 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔

18۔ جناب سپیکر! حکومت پنجاب کے مختلف اثاثہ جات کئی دہائیوں کی سرمایہ کاری اور نگہداشت کا حاصل ہیں۔ ان کے تحفظ اور انہیں شکست و ریخت سے بچانے کے لیے محکمہ شاہرات کے لیے 115 کروڑ، محکمہ تعمیرات کے لیے 94 کروڑ، محکمہ انہار کے لیے 38 کروڑ، سکارپ اور دیگر ٹیوب ویلز کے لیے 20 کروڑ، فلڈ کنٹرول کے لیے 9 کروڑ، ڈرینیج سکیموں کے لیے 3 کروڑ اور مراکز صحت کے لیے

12 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔وفاقی حکومت کو قرضہ جات کی واپسی کے لیے 14 ارب اور گندم کی سب سڈی پر اٹھنے والے اخراجات کے لیے ایک ارب 41 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ قطعی محاصل سرمایہ اور پبلک اکاؤنٹ کے حسابات کے بعد جاری بجٹ سے 5 ارب 65 کروڑ روپے کی بچت ہو گی۔ یہ خطیر رقم ترقیاتی بجٹ کی جانب منتقل کرنے کی تجویز ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

19۔ جناب سپیکر! غالب نے کہا تھا کہ "میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی" لیکن جناب والا! ہم تعمیر اور ترقی کی سیاسیت کے اس انداز میں تعبیر نہیں کرتے ہمارے نزدیک تعمیر، خرابی کی کوئی صورت نہیں بلکہ نقش جہاں سنوارنے کا نام ہے۔ اسی بناء پر ہم نے تعمیری اور ترقیاتی پروگراموں کو اپنی اولین ترجیح کا درجہ دیا ہے۔ رواں مالی سال کا ترقیاتی بجٹ 13 ارب 50 کروڑ روپے پر محیط تھا جبکہ 97-1996ء کا بجٹ 15 ارب 75 کروڑ روپے پر مشتمل ہو گا۔ دو ارب 25 کروڑ روپے کا یہ اضافہ ہماری انہی ترجیحات کا اظہار کرتا ہے۔ اب میں مختلف سیکٹرز میں مجوزہ تعمیری سرگرمیوں کا تفصیل سے ذکر کروں گا۔

20۔ جناب سپیکر! تعمیر وطن یا تعمیر جہاں کی ہر کوشش کا نکتہ آغاز فروغ تعلیم سے ہوتا ہے۔ علم کی روشنی چار سو پھیلانے کی خاطر تعلیمی شعبہ کے لیے آئندہ سال کے دوران دو ارب 72 کروڑ روپے مہیا کیے جانے کی تجویز ہے جس میں سے ایک ارب 92 کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے تحت خرچ ہوں گے اور 80 کروڑ روپے معمول کے پروگراموں پر خرچ ہوں گے۔ آئندہ مالی سال میں 1204 نئے پرائمری سکولوں اور 1172 بغیر عمارات پرائمری سکولوں کو عمارات مہیا کی جائیں گی جبکہ مکتب سکولوں کو پرائمری کا درجہ دیا جائے گا۔ 6200 پرائمری سکولوں میں بجلی فراہم کی جائے گی اور 933 پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا جائے گا۔ 1200 پرائمری اور 1200 مڈل سکولوں کو فرنیچر مہیا کیا جائے گا۔ 800 پرائمری سکولوں میں اضافی کمرے تعمیر کیے جائیں گے جبکہ 2005 پرائمری سکولوں کے لیے چار دیواری مہیا کی جائے گی۔ سات انٹرمیڈیٹ و ڈگری کالج قائم کیے جائیں گے اور 13 کالجوں میں اضافی عمارات تعمیر کی جائیں گی۔ علاوہ ازیں اس سال کے دوران 6 ووکیشنل اداروں کی تعمیر بھی مکمل ہو گی تاکہ صوبہ میں ہر طرح کی تعلیمی سہولتیں بہم پہنچائی جا سکیں۔

21۔ جناب سپیکر! تعلیمی معیار کی بلندی صرف عمارتوں اور فرنیچر کی فراہمی سے ممکن نہیں۔ ہمارا اصل اثاثہ ذہین طالب علم اور محنتی اساتذہ ہیں جو ایک روشن اور خوشحال مستقبل کی بنیاد بھی فراہم

کرتے ہیں۔اس جوہر یکتا کی آبیاری کے لیے صوبہ بھر میں 38 ہزار طلباء کو سکالر شپ اور پنجاب مڈل سکولنگ پراجیکٹ کے تحت ایلیمنٹری سطح کے تقریباً دو ہزار اساتذہ کو ان کی بہتر کار کردگی کی بناء پر مالی انعامات پیش کیے جائیں گے ۔ امید ہے کہ یہ اقدامات اس کشتِ ویراں کی زرخیزی کا باعث بن سکیں گے جس کی نمی کی تمنا اقبال نے کی تھی ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

22۔ جناب سپیکر! صحت کے شعبہ کے لیے ایک ارب 26 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی جا رہی ہے جس میں سے ستر کروڑ روپے کی رقم معمول کے پروگراموں اور 56 کروڑ روپے کی رقم سوشل ایکشن پروگرام کے تحت استعمال کرنے کی تجویز ہے ۔ آئندہ مالی سال کے دوران میوہسپتال ' جناح ہسپتال لاہور ' الائیڈ ہسپتال فیصل آباد ' جنرل ہسپتال راولپنڈی اور نشتر ہسپتال ملتان میں ایک ایک سو بیڈ کے Burn Unit قائم کیے جائیں گے ۔ لاہور میں میڈیکل یونیورسٹی قائم کرنے کے منصوبہ کا آغاز کیا جائے گا۔ گوجرانوالہ ' ڈی جی خان اور سرگودھا کے ضلعی ہسپتالوں میں امراض قلب کے مراکز قائم ہوں گے ۔ جبکہ میوہسپتال میں انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی قائم کیا جائے گا ۔ لیہ اور راجن پور کے ضلعی ہسپتالوں میں ٹی بی کے مریضوں کے لیے 72 بستروں کا اضافہ کیا جائے گا۔ جبکہ مختلف ضلعی ہسپتالوں میں 120 بستروں کا اضافہ بھی ہو گا ۔ سوشل ایکشن پروگرام کے تحت 6 کروڑ 63 لاکھ روپے کی رقم سے 13 تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال مکمل کیے جائیں گے ۔ جبکہ 11 کروڑ 84 لاکھ روپے کی رقم دیہی مراکز صحت اور بنیادی مراکز صحت کی تکمیل کے لیے رکھی گئی ہے ۔ اس رقم سے 5 دیہی مراکز صحت اور 26 بنیادی مراکز صحت مکمل ہوں گے ۔ جبکہ صوبہ کے چند منتخب مراکز میں ہومیوپیتھک اور یونانی ڈسپنسریاں بھی قائم ہوں گی ۔ صحت کے شعبہ میں 31 کروڑ 84 لاکھ روپے کی رقم نرسنگ اور پیرا میڈیکل سکولوں کی تعمیر اور نرسوں اور دائیوں کو وظائف کی ادائیگی پر خرچ ہو گی ۔ NGOs کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک کروڑ روپے کی رقم پنجاب ہیلتھ فاؤنڈیشن کے لیے بھی مختص کی جا رہی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

23۔ جناب سپیکر! زرعی شعبہ کے لیے آئندہ مالی سال میں 32 کروڑ 50 لاکھ روپے فراہم کرنے کی تجویز ہے جو کہ رواں مالی سال سے دس فی صد زائد ہے ۔ زرعی تحقیق کے شعبہ کی تنظیم نو اور نجی شعبہ کے تعاون سے زرعی نظام کی بہتری کے لیے حکمت عملی ترتیب دی جائے گی ۔ قابل کاشت رقبہ کی بحالی کے لیے تین کروڑ روپے کی رقم سے پنجاب لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی اپنے ماسٹر پلان پر کام

جاری رکھے گی ۔ اس ماسٹر پلان کے تحت آئندہ سال چار سو ٹیوب ویل نصب ہوں گے ۔ یہ جمود ہمارے لیے تشویش کا باعث ہے کہ صوبہ میں گنے کی شرح پیداوار ایک عرصہ سے جمود کا شکار ہے۔ اس کے تدارک کے لیے ہم کئی ایک تحقیقی سرگرمیوں کا آغاز کر رہے ہیں ۔ چاول کی کاشت اور کٹائی کے نظام کو جدید تحقیق کی روشنی میں نئے خطوط پر استوار کیا جائے گا اور کپاس کی پیداوار میں اضافہ اور چناؤ کے عمل کو بہتر بنانے کے لیے مشینوں کے استعمال کی حوصلہ افزائی بھی کی جائے گی ۔ رنگین اور نامیاتی کپاس کے بیجوں کو متعارف کروانے کے لیے آئندہ مالی سال کے دوران کئی ایک تحقیقاتی سرگرمیوں کا آغاز بھی کیا جا رہا ہے ۔ کھالوں کی اصلاح کے پروگرام کے تحت 97-1996ء میں 2017 کھالوں کی اصلاح کی جائے گی ' 14138 ایکڑ اراضی کو زرعی مقاصد کے لیے ہموار کیا جائے گا اور آبپاشی کے لیے پانی کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے سبسڈی پروگرام کے تحت 11 سو نئے ٹیوب ویل نصب کیے جائیں گے ۔ پسِ پردہ محرک یہ ہے کہ خاکِ وطن کا ہر ذرہ رشکِ بہشت بن سکے۔

24۔ جناب سپیکر ! اقبال نے کبھی کہا تھا کہ "پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار" لیکن اس دور میں پھول ' محض صحنِ چمن کی آرائش کا باعث ہی نہیں ' حصولِ زر کا ذریعہ بھی ہیں ۔ وسیع پیمانے پر ان کی پیداوار اور برآمد قیمتی زرمبادلہ کے حصول کا سبب بھی بن سکتی ہے ۔ اس مقصد کے لیے ہم نے پنجاب کے جنوبی علاقوں میں تربیت باغبانی کا ایک پروگرام وضع کیا ہے تاکہ زمینداروں کو پھولوں کی کاشت و نگہداشت کی طرف مائل کر کے برآمدات میں اضافہ کیا جا سکے ۔ اس مد میں پہلے سال دس لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے ۔

25۔ جناب سپیکر ! پنجاب کی نہروں' راجباہوں اور کھالوں میں بہتا ہوا پانی ہماری معیشت کے لیے آبِ حیات سے کم نہیں ۔ اس نظام کی اہمیت کے پیش نظر اور اس شعبہ میں ترقیاتی منصوبوں پر رفتار تیز تر کرنے کے لیے آئندہ مالی سال کے لیے 160 کروڑ روپے کی رقم مختص کی جا رہی ہے جو کہ رواں مالی سال 96-1995ء کے مقابلہ میں تقریباً تین گنا زائد ہے ۔ پاکستان کی ہردلعزیز وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کی ہدایت پر 96-1995ء کے دوران 140 کروڑ روپے کی لاگت سے تھل نہر کو Remodel کرنے کا منصوبہ شروع کیا گیا ۔ منصوبہ کی تکمیل پر اس نہر کی استعداد سات ہزار پانچ سو کیوسک سے بڑھ کر نو ہزار کیوسک ہو جائے گی ۔ جس سے تقریباً 21 لاکھ ایکڑ زرعی رقبہ کے کاشت کاروں کو نہری وارہ بندی سے نجات مل جائے گی ۔ 97-1996ء میں اس منصوبہ کے لیے ایک کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں ۔ وزیراعظم کی ہی ہدایت پر بی آر بی نہر کے مشرقی کنارے کے ساتھ لفٹ اری گیشن سکیم کا

منصوبہ تیار کیا گیا ہے ۔ جس سے ہماری مشرقی سرحد کے ساتھ 80 دیہات کا 70 ہزار ایکڑ رقبہ نہری پانی سے سیراب ہو سکے گا ۔ اسی طرح میانوالی ضلع میں سنبل وال اور پائی خیل میں لفٹ اری گیشن سکیموں پر کام شروع کیا جا چکا ہے ۔ امداد باہمی کے اصول پر عالمی بینک کی اعانت سے صوبہ میں ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت مشترکہ ٹیوب ویل لگانے کی ترغیب دینے کے لیے 30 ہزار روپے فی ٹیوب ویل کی مالی امداد کے علاوہ فنی رہنمائی بھی فراہم کی جائے گی ۔ اس مد میں نئے مالی سال کے لیے دو کروڑ پچاس لاکھ روپے رکھے گئے ہیں ۔ علاوہ ازیں ایشیائی ترقیاتی بینک کے تعاون سے لاہور ، قصور اور اوکاڑہ میں نہری پانی کی قلت کو دور کرنے کے لیے مراد راوی لنک کینال کی استعداد کو بحال کرنے کا منصوبہ بھی شروع کیا جا رہا ہے ۔ وفاقی حکومت کے اشتراک سے نیشنل ڈرینیج پروگرام کے لیے ایک ارب دو کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے ۔ آئندہ مالی سال کے دوران 20 کلو میٹر لمبی نہروں کی توسیع، 200 کلومیٹر نہروں اور راجباہوں کی بحالی، پچیس کلومیٹر سیم نالوں کی بحالی اور بیس کلومیٹر نہروں کی Remodelling کا کام بھی کیا جائے گا جبکہ پچاس کلومیٹر نہروں کو پختہ بنایا جائے گا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

26۔ جناب سپیکر ! وہ دن خواب ہوئے جب ہماری بستیوں میں زیر زمین پانی شہد کی طرح میٹھا اور ماحول کی تمام آلائشوں سے پاک ہوتا تھا ۔ اچھے پانی کی فراہمی کو سہل بنانے کے لیے ہم نے دیہی علاقوں میں پینے کے پانی اور نکاسی آب کی سہولتوں کے لیے دو ارب 19 کروڑ روپے کی رقم رکھی ہے۔ جس سے دیہی آب رسانی کی 1062 جاری شدہ سکیموں اور نکاسی آب کی 1751 جاری شدہ سکیموں پر عمل درآمد ہو گا۔ آئندہ مالی سال میں آب رسانی کی 587 اور نکاسی آب کی 491 سکیمیں پایہ تکمیل تک پہنچنے کی توقع ہے ۔ ان اقدامات کی بناء پر 90 لاکھ کی مجموعی آبادی اچھے پانی اور صاف ماحول کی نعمت سے مستفید ہو سکے گی ۔ دیہی آبادی کے علاوہ قصبوں میں بھی ان بنیادی سہولتوں کے لیے 25 کروڑ روپے مختص کیے جا رہے ہیں ۔ جس سے آب رسانی کی 115 اور نکاسی آب اور سیوریج کی 43 سکیموں پر عملدرآمد ہو گا ۔ ان کوششوں کے نتیجہ میں آئندہ مالی سال کے اختتام تک آب رسانی کی تیرہ اور نکاسی آب و سیوریج کی گیارہ سکیمیں مکمل ہوں گی جس سے تقریباً چھ لاکھ کی اضافی آبادی فیض یاب ہو گی ۔

27۔ جناب سپیکر ! ہمارے شہروں میں زندگی کی بنیادی سہولتوں کا فقدان خوشگوار ماحول کی راہ میں سنگِ گراں کی طرح حائل ہے ۔ ان سہولتوں کی فراہمی کے لیے آئندہ مالی سال میں ایک ارب چالیس کروڑ روپے کی رقم مختص کی جا رہی ہے جو رواں مالی سال کے 46 کروڑ 77 لاکھ کے مقابلہ میں تقریباً

تین گنا ہے ۔ شہر لاہور پنجاب کے ماتھے کا جھومر ہے ۔ اس شہر میں بڑھتی ہوئی آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل کے حل کے لیے تقریباً 6 کروڑ روپے کی رقم سے اہم سڑکوں کی تعمیر و مرمت ، گڑھی شاہو پل کی تعمیر ، فیروز پور روڈ پر انڈر پاس اور نئے ایئر پورٹ ٹرمینل تک سڑک کی تعمیر اور تکمیل کے منصوبہ جات ہمارا ہدف ہیں ۔ پینے کے پانی کی کمی کو دور کرنے کے لیے شہر کے مختلف علاقوں میں 1996-97ء کے دوران پانچ ٹیوب ویل نصب کیے جائیں گے جس سے لاہور کی کم ترقی یافتہ آبادیوں کا کثیر حصہ مستفید ہو گا ۔ فیصل آباد میں آب رسانی اور سیوریج کے عظیم تر منصوبہ کا پہلا حصہ آئندہ مالی سال میں مکمل ہو جائے گا جس کے لیے 50 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے ۔ اس منصوبہ کی تکمیل کے بعد فیصل آباد کی 80 فی صد آبادی آب رسانی ، 33 فی صد سیوریج اور 80 فی صد آبادی نکاسی آب کی سہولتوں سے بہرہ ور ہو گی ۔ اسی طرح فیصل آباد سیوریج اور نکاسی آب کا منصوبہ بھی 5 کروڑ 26 لاکھ روپے کی مختص شدہ رقم سے مکمل ہو جائے گا ۔ ڈجکوٹ روڈ پر آئندہ مالی سال کے دوران پل کی تعمیر مکمل ہونے سے ٹریفک کی بگڑتی ہوئی صورت حال بھی بہتر ہو جائے گی ۔ ملتان شہر کی ترقیاتی سکیموں کے لیے سات کروڑ 87 لاکھ روپے مختص کیے جا رہے ہیں ۔ جس میں سے ایک کروڑ 90 لاکھ روپے فراہمی آب اور سیوریج کی سکیموں کے لیے اور 5 کروڑ 97 لاکھ سڑکوں کی تعمیر اور شمالی بائی پاس کی تعمیر پر خرچ ہوں گے ۔ راولپنڈی میں آب رسانی ، نکاسی آب اور ڈرینیج کی سہولتوں کی فراہمی کے لیے 8 کروڑ 21 لاکھ روپے مختص کیے جا رہے ہیں ۔ جس میں سے 2 کروڑ پچاس لاکھ روپے آب رسانی اور حفظان صحت کے منصوبہ کے مرحلہ اول کے لیے مختص ہیں ۔ جبکہ خان پور ڈیم سے پانی کے حصول کے منصوبہ کے لیے چار کروڑ روپے کی رقم رکھی جا رہی ہے ۔ گوجرانوالہ میں موجودہ سڑکوں کی تعمیر و بحالی اور سیوریج سسٹم کی تعمیر کے لیے 2 کروڑ 66 لاکھ روپے کی رقم مہیا کی جا رہی ہے جس سے یہاں کے روز افزوں شہری مسائل حل کرنے میں مدد مل سکے گی ۔ وزیراعظم کے خصوصی شہری ترقیاتی پیکج کے تحت پانچ بڑے شہروں لاہور ، فیصل آباد ، راولپنڈی ، ملتان اور گوجرانوالہ کی ترقی کے لیے 90 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے ۔ وفاقی حکومت کی جانب سے ملنے والے 50 کروڑ روپے کی امداد اس کے علاوہ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

28۔ جناب سپیکر ! صوبہ میں آمدورفت کی سہولتوں کو بہتر بنانے اور ترقی کی رفتار تیز تر کرنے کے لیے شاہرات کا ایک ایسا وسیع اور مضبوط نظام درکار ہے جو ہمیں وقت کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کر سکے ۔ اس کے لیے آئندہ مالی سال کے دوران 93 کروڑ 50 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں جو رواں

مالی سال کے مقابلہ میں دس فی صد زائد ہیں ۔ آئندہ مالی سال میں 284 کلومیٹر موجودہ سڑکوں کی توسیع اور بہتری عمل میں لائی جائے گی اور 47 کلومیٹر نئی سڑکیں تعمیر ہوں گی ۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری ترقی کا نکتہ آغاز ہمارے کھیت ہیں ۔ اس لیے صوبہ میں کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر کا پروگرام بھی ہماری اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ اس کے لیے آئندہ مالی سال میں ایک ارب 10 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں ۔ جس سے تقریباً 250 جاری شدہ سکیموں کی تکمیل پر 950 کلومیٹر لمبی نئی پختہ سڑکیں تعمیر ہوں گی ۔ ایشیائی ترقیاتی بینک کی اعانت سے کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر کا دوسرا مرحلہ بھی مکمل ہو جائے گا جبکہ حکومت جاپان اور ایشیائی ترقیاتی بینک کی مدد سے دیہی سڑکوں کی تعمیر کے نئے منصوبہ کے پہلے مرحلے پر بھی کام شروع کیا جائے گا اس منصوبہ کے لیے 8 کروڑ 41 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

29۔ جناب سپیکر ! ہمارا ایمان ہے کہ ترقی کا سورج ان پسماندہ بستیوں کے افق سے طلوع ہو گا جنھیں ماضی کے حکمرانوں نے حقیر سمجھ کر فراموش کر دیا تھا ۔ اسی کوتاہی کے تدارک اور صوبہ کے پسماندہ علاقوں کو نسبتاً ترقی یافتہ علاقوں کے ہم سر لانے کے لیے مختلف ترقیاتی اداروں کی سرگرمیوں کو تیز تر کیا جا رہا ہے ۔ اس مقصد کے لیے آئندہ مالی سال میں 17 کروڑ 87 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے ۔ ان اداروں میں بہاول پور ' مری کہوٹہ ' ڈیرہ غازی خان اور چولستان کے ترقیاتی ادارے اور آباد شامل ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

30۔ جناب سپیکر ! بے روزگاری کا عفریت ایک مدت سے ہماری معیشت کو ڈس رہا ہے ۔ اس اہم مسئلے پر قابو پانے کے لیے دیہی صنعتی پروگرام اور سیلف ایمپلائمنٹ سکیم کے نام سے چھوٹی صنعتوں کے قیام کے لیے ہم نے آسان شرائط پر قرضے فراہم کرنے کے منصوبہ جات شروع کیے ہیں۔ امید ہے کہ ان منصوبوں سے صوبہ بھر میں صنعتی ترقی کے ایک نئے باب کا اضافہ ہو گا ۔ صنعتی کارکنوں کی محنت ہماری معاشی ترقی کے لیے ایندھن کا کام دیتی ہے ۔ ان کی بہبود میں ہی ہماری خوشحالی کا راز پنہاں ہے ۔ صوبہ میں صنعتی کارکنوں کے لیے 28 لیبر کالونیاں قائم کی جا رہی ہیں جن کے لیے وفاقی حکومت ورکرز ویلفیئر فنڈ سے رقم فراہم کرتی ہے ۔ اس منصوبہ کے تحت تین مرلہ کے تقریباً 35 ہزار پلاٹ تیار کرنا مقصود ہیں ۔ پہلے مرحلہ میں سرگودھا ' فیصل آباد ' بورے والا ' ٹوبہ ٹیک سنگھ ' گوجرانوالہ اور ساہو کی ملیاں میں 8 لیبر کالونیاں مکمل ہونے پر 8529 پلاٹ الاٹ کر دیے گئے ہیں ۔ اسی طرح دوسرے مرحلہ میں ساہیوال ' فیصل آباد اور کمالیہ میں چار کالونیاں مکمل کی گئی ہیں ۔ جہاں آسان اقساط پر سات ہزار پانچ

سو پلاٹ کارکنوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ آئندہ مالی سال میں لاہور، رحیم یار خان، بہاولپور، مظفر گڑھ، جھنگ، سیالکوٹ، جوہر آباد اور گجرات میں آٹھ کالونیوں پر کام شروع ہو گا۔ جن کی تکمیل تقریباً بیس ہزار رہائشی پلاٹوں کی دستیابی کا باعث بنے گی۔

31۔ جناب سپیکر! آتش شکم کی سیری کے بعد جو تمنا سینے میں مچلتی ہے اس کا نام اپنا گھر ہے۔ صوبہ کے ہزاروں لاکھوں لوگ آج بھی اپنے گھر کی نعمت سے محروم ہیں۔ کم آمدنی کے حامل افراد کو رہائشی پلاٹ مہیا کرنے کے لیے 10 کروڑ 27 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ دوران سال چیچہ وطنی اور تاندلیانوالہ میں تین مرلہ ہاؤسنگ سکیم کی تکمیل پر 1225 پلاٹ میسر ہوں گے۔ وزیراعلیٰ پنجاب سردار محمد عارف نکئی کی خصوصی ہدایات پر لاہور میں 500 ایکڑ اور فیصل آباد، ملتان اور راولپنڈی میں دو دو سو ایکڑ رقبہ پر کم آمدنی والے گھرانوں کے لیے ہاؤسنگ سکیموں پر کام شروع کرنے کے لیے ایک معقول رقم مختص کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ صوبہ کی دیہی بستیوں میں جناح آبادیوں کے نام سے پانچ مرلہ سکیمیں بھی شروع کی جائیں گی تاکہ ہمارے کسان اور دیہی مزدور اپنی چھت کے بنیادی حق سے محروم نہ رہیں۔ پاپولیشن ویلفیئر پروگرام پر عمل درآمد وفاقی حکومت کی امداد سے ہوتا ہے۔ رواں مالی سال کے دوران یہ امداد 52 کروڑ روپے کے لگ بھگ تھی۔ جبکہ مالی سال 1996-97ء کے دوران وفاقی حکومت اس پروگرام کے لیے 75 کروڑ روپے مہیا کرے گی۔

32۔ جناب سپیکر! آزادی کے ایک طویل عرصہ بعد بھی جب تحریک پاکستان کے تقاضوں کی تکمیل نہ ہوئی تو فیض نے کہا تھا کہ

نجات دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

ہم نجات دیدہ و دل کی اسی منزل کے متلاشی ہیں۔ اس منزل کی راہیں بہت دشوار گزار ہیں۔ ان کو طے کرنے کے لیے خون جگر اور جرأت رندانہ درکار ہے۔ مزدور کے ہاتھ میں محنت کا تیشہ اور کسان کے سینے میں مچلتی ہوئی آرزوئیں ہمارا زاد راہ ہیں۔ اس منزل تک پہنچنے کے لیے ہمیں کئی قربانیاں دینا ہیں اور کئی کٹھن فیصلے کرنا ہیں۔ یہ چند فیصلے ہم فنانس بل کی صورت میں معزز ایوان کی خدمت میں پیش کریں گے۔ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اسی جذبے سے فنانس بل میں مجوزہ ٹیکسوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

33۔ جناب سپیکر! وسائل کی کمی، ضرورتوں کا ہجوم اور خواہشوں کی یلغار یہ چند الفاظ ہماری کہانی کا خلاصہ ہیں۔ لیکن ترقی یافتہ اقوام کا تجربہ شاہد ہے کہ دل اگر سوز و ساز سے آشنا اور وطن کی محبت میں دھڑکتا ہو تو مشکل منزلیں بھی آسان ہو جاتی ہیں۔ ہم فکر اقبال کے خوشہ چیں ہیں۔ قائد اعظم کے فرامین ہمارا ایمان ہیں اور شہید ذوالفقار علی بھٹو سے ہم نے قربانی اور جدو جہد کا درس لیا ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ ہمارا تعلق اس قبیلے سے ہے جو پسے ہوئے لوگوں کا ترجمان ہے، جو جمہوریت اور مساوات کا داعی ہے، جو ظلم اور استحصال کو کفر سمجھتا ہے اور جس کا مقصود ترقی کی وہ منزل ہے جہاں خوشیوں کا سورج ہر گھر کے آنگن میں اترتا ہے۔ آئندہ سال کا بجٹ انھیں جذبوں، امنگوں اور عزائم کا ترجمان ہے۔ یہ بجٹ گو ہمارے ہر خواب کی تعبیر نہیں لیکن حصول تعبیر کے سفر کا آغاز ضرور ہے۔ اندیشہ فیض کے برعکس نجات دیدہ و دل کی گھڑی اب دور نہیں، منزل کا عکس دکھائی دیتا ہے اور بقول شاعر

اک ذرا صبر کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں

پاکستان زندہ باد

مہربانی، جناب سپیکر! میں آپ کا، اپوزیشن بنچز کا اور اپنے ساتھیوں کا شکر گزار ہوں۔

میزانیہ بابت سال 97-1996ء کا پیش کیا جانا

جناب سپیکر، اب وزیر خزانہ میزانیہ بابت سال 97-1996ء پیش کریں۔

MINISTER FOR FINANCE: Mr Speaker Sir I present:-

The Annual Budget for the year 1996-97.

جناب سپیکر، میزانیہ بابت سال 97-1996ء پیش کر دیا گیا ہے۔ اب وزیر خزانہ ضمنی میزانیہ بابت سال 96-1995 پیش کریں۔

ضمنی میزانیہ بابت سال 96-1995ء کا پیش کیا جانا

MINISTER FOR FINANCE: Mr Speaker Sir I present:-

The Supplementary Budget for the year 1995-96.

جناب سپیکر، ضمنی میزانیہ سال 96-1995ء پیش کر دیا گیا ہے۔ اب وزیر خزانہ مسودہ قانون مالیات

پنجاب بابت 1996ء پیش کریں۔

مسودہ قانون مالیات پنجاب بابت سال 1996ء (جو پیش کیا گیا)

MINISTER FOR FINANCE: Mr Speaker Sir, I introduce -

The Punjab Finance Bill, 1996

جناب سپیکر، مسودہ قانون مالیات پنجاب بابت 1996ء پیش کر دیا گیا ہے۔ اب یہ اجلاس بروز سوموار مورخہ 17 جون 1996ء چار بجے شام تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا پینتیسواں اجلاس)

پیر' 17۔ جون' 1996

(دو شنبہ' 30 ۔ محرم الحرام 1417ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر' لاہور میں شام 4 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ
مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّیْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾
لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ
مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا
بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ
مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا
وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ
یَّشَآءُ وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

سورۃ الرعد آیات 10 تا 13

کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلے اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا اور وہی تو ہے جو تم کو ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا۔ اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے اور رعد اور فرشتے سب اس کے خوف سے اس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ بڑی قوت والا ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔

سید محمد عارف حسین بخاری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، فرمائیے

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا قدر! نہایت نیک نیتی سے اور دینی خیر خواہی کے جذبہ سے، جس میں یقین فرمائیے کہ سیاست کا شائبہ تک نہیں ہے۔ میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا قدر! آپ قران کے طالب علم ہیں اور بہت حد تک اسلامی روح سے واقف بھی ہیں۔ ہم سب نے آئین کے تحفظ اور اسلامی نظریہ حیات کی پاسداری کا حلف لیا ہوا ہے اور ہمارا آئین ہمیں یہ ضمانت دیتا ہے کہ مملکت خداداد میں کوئی قانون سازی قرآن و سنت کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ جناب والا قدر! وفاقی کابینہ نے جو عورت کی سزائے موت ختم کرنے کے بارے میں عندیہ دیا ہے۔ جناب والا! اسلامی حدود و تعزیرات میں عورت اور مرد کی سزا یکساں ہے۔ اس پر متعدد آیات اور بے شمار احادیث اور اجماع امت صاحب عادل ہے۔ میری آپ سے دردمندانہ التماس ہے کہ آپ ہماری یہ معروضات وفاقی حکومت تک پہنچائیں کہ وہ ایسی کسی قانون سازی سے رجوع نہ کریں جو قرآن و سنت کے مطابق نہ ہو۔ مہربانی شکریہ۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، چھٹی کی درخواستیں اگر ہیں تو پیش کریں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ چھٹی کی درخواستیں نہیں ہیں۔ اب تحاریک استحقاق شروع کرتے ہیں۔ ملک انتصار حسین بھٹی صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ ایک فرمائش آئی ہے کہ اسے بدھ تک کے لیے ملتوی کیا جائے تو اس کو بدھ تک کے لیے روک لیتے ہیں۔۔۔۔۔۔

جناب امتیاز احمد، جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق تھی اس کو مہربانی کرکے آؤٹ آف ٹرن لے لیا جائے۔

جناب سپیکر، آپ کی تحریک استحقاق کو سرکولیٹ کرنے کا میں نے آرڈر کیا ہے۔ شاید آج ہی آرڈر ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس اجلاس کے دوران ہی سرکولیٹ ہوجائے۔ تشریف رکھیے۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، معزز رکن پیر سید محمد عارف حسین بخاری نے آپ کی توجہ جس آئینی، قانونی اور اسلامی نقطہ نظر کی طرف مبذول کروائی تھی۔ اس پر آپ کی کیا رولنگ ہے؟

جناب سپیکر، اس میں فوراً اس طرح سے رولنگ تو نہیں دے سکتا۔ انھوں نے فرمائش کی ہے میں ان کی یہ بات سنوں اور متعلقہ اتھارٹی تک یہ بات پہنچاؤں۔ میں نے سنی ہے میں اپنے طور پر اسے پہنچا دوں گا۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، اگر آپ اس پر رولنگ دے دیں تو کیا ہرج ہے؟

جناب سپیکر، نہیں میں رولنگ نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ یہ ایسا مسئلہ ہے اور اس پر غور و فکر کرنا چاہیے اور دوسرے یہ یہاں پر زیر بحث نہیں ہے۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، یہ قرآن و سنت سے متصادم ہے۔ آپ اس پر کیا غور و خوض فرمائیں گے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اوپر سے انسٹرکشن لیں گے تو پھر یہاں پر رولنگ دیں گے۔

جناب سپیکر، نہیں ایسا بھی نہیں ہے آپ تشریف رکھیے۔ میں غور و فکر کروں گا تو پھر بات کروں گا۔ اب حاجی مقصود احمد بٹ کی تحریک استحقاق ہے۔ تشریف رکھتے ہیں۔ نہیں۔ چلیے اس کو pending کر لیتے ہیں۔ اب حافظ محمد اقبال خان خاکوانی کی تحریک استحقاق ہے۔ تشریف رکھتے ہیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، کاپی دے دی جائے۔

جناب سپیکر، کاپی دیجئے۔ نمبر 10

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، آپ کی مرضی 10 نمبر بنائیں یا ایک نمبر بنائیں اللہ نے آپ کو اختیار دیا ہے۔

جناب سپیکر، بسم اللہ کیجیے۔

چیئرمین وزیر کا ایوان میں حقائق کے برعکس بیان

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری

دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 14 مئی 1996ء کو سینئر وزیر ملک مشتاق احمد اعوان نے اس ایوان میں یہ فرمایا تھا کہ میونسپل کارپوریشن ملتان کی طلبتی گاڑی لینڈ کروزر MNR 227 نہ تو انکے ذاتی استعمال میں ہے۔ اور نہ ہی سرکاری طور پر زیر استعمال ہے۔ حالانکہ متذکرہ گاڑی ان کے صاحب زادے کے زیر استعمال ہے اور وہ دن رات اسے چلاتے پھرتے ہیں۔ سینئر وزیر نے ایوان میں غلط بیانی سے کام لے کر نہ صرف میرا آئینی استحقاق مجروح کیا ہے بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں نہایت ہی مختصراً عرض کروں بجائے اس کے کہ میں اس کو کوئی سیاسی رنگ دوں۔ آپ نے میرے اس سوال کے موقع پر خود بھی تنبیہہ کرتے ہوئے سینئر وزیر کو کہا تھا کہ یہ ایک روایت بن چکی ہے کہ یہ کہیں گے اور ہم انکوائری کریں گے۔ اب جب کہ آپ کے نوٹس میں بات آ چکی ہے تو آپ خود اس کی انکوائری کیوں نہیں کرتے؟ جس پر سینئر وزیر نے یہ کہا تھا کہ جناب میں خود بھی انکوائری کروں گا اور یہ گاڑی میرے زیر استعمال نہیں ہے۔ جناب والا! میں نے اس دن بھی کہا تھا کہ بدقسمتی سے ملتان شہر کے تمام ایم پی ایز اور ایم این ایز چونکہ اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے نہ تو ملتان کو کوئی ترقیاتی فنڈ مل رہا ہے۔ نہ ہی اس کی ترقی کے لیے کوئی اور کام ہو رہا ہے۔ میونسپل کارپوریشن کی ایک اکلوتی گاڑی سینئر منسٹر صاحب بطور منسٹر لوکل گورنمنٹ وہ گاڑی منگوا کر اپنے زیر استعمال لا رہے ہیں وہ اپنے فلیٹ میں اس کو استعمال کر رہے ہیں۔ اور اس وقت جو میری شنید میں ہے وہ ملتان میونسپل کارپوریشن کے ایڈمنسٹریٹر ایک اور گاڑی وہاں پر پرچیز کرنا چاہ رہے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ جناب والا! آپ ہماری یہ گاڑی واپس کر دیں۔ اور آپ لاہور سے بے شک جتنی مرضی گاڑیاں اپنے پاس رکھ لیں۔ فلور آف دی ہاؤس سینئر منسٹر نے کہا تھا کہ میرے پاس کوئی گاڑی نہیں ہے' میرے بیٹے یا میرے گھریلو استعمال میں کوئی گاڑی نہیں۔ جناب والا! میں with proof بتا رہا ہوں کہ ان کے بیٹے اور ان کی بیگم صاحبہ کے ذاتی استعمال میں وہ سفید رنگ کی لینڈ کروزر جو کہ 35 لاکھ روپے مالیت کی ہے جس کا نمبر MNR 227 ہے۔ شیخوپورہ اور لاہور کے درمیان وہ ہر وقت استعمال ہو رہی ہے۔ اور وہ یہاں فلور آف دی ہاؤس کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ذاتی استعمال میں نہ ہے۔ (اپوزیشن کی طرف سے آواز شیم شیم) میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی غلط بیانی ہے اور آج آپ مہربانی کر کے یہ فیصلہ فرما دیں اور اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد فرمائیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، لاء منسٹر صاحب کچھ فرمائیں گے؟

وزیر قانون (میاں محمد افضل حیات)، جناب والا! جس گاڑی کا یہاں ذکر کیا گیا ہے یہ ملتان کارپوریشن کی گاڑی ہے اور اس کے ایڈمنسٹریٹر کے زیر استعمال ہے۔ اور سینئر منسٹر نے یہاں جواب میں بھی یہی کہا تھا کہ یہ میرے ذاتی استعمال میں یا میرے بیٹے کے استعمال میں یہ گاڑی نہیں ہے۔ اور آج بھی میں نے فلور آف دی ہاؤس ان سے یہی پوچھا ہے۔ اور بات یہ ہے کہ یہ گاڑی ایڈمنسٹریٹر ملتان کے پاس ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ چونکہ ایڈمنسٹریٹر ہیں اور لاہور بھی آتے ہیں وہ گاڑی کو لاہور بھیجتے بھی ہیں اور بھی شہروں میں یہ گاڑی جاتی ہو گی۔ یہ گاڑی جس کے بھی زیر استعمال ہے وہ ہے مگر یہ گاڑی سینئر منسٹر کے ذاتی استعمال میں ہر گز نہیں ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! میں اس کے جواب میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اتنا شریف ترین لاء منسٹر بھی اگر اتنی غلط بیانی سے کام لے اور ان کی پردہ پوشی کے لیے یہ الفاظ استعمال میں لائیں۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب لاءمنسٹر سے گزارش کرتا ہوں کمیونسپل کارپوریشن کی گاڑی بائی لاز میونسپل کارپوریشن کے تحت کارپوریشن حدود سے باہر نہیں جا سکتی اور آپ کہتے ہیں کہ وہ لاہور آسکتی ہے اور دوسرے شہروں میں جاسکتی ہے۔ یہ غلط ہے۔ جنابوالا! یہ بات غلط ہے اور وہ گاڑی سینئر وزیر کے زیر استعمال ہے۔ خدا کے لیے یہ گاڑی واپس کروائیں اور سینئر منسٹر صاحب یہاں آ کر معافی مانگیں۔

جناب سپیکر، نہیں اگر آپ لاء منسٹر کی شرافت کی بھی بات کرتے ہیں انھوں نے ہاؤس کے فلور پر کھڑے ہو کر یہ یقین دہانی کروا دی ہے تو ہمیں اس کو قبول کرنا چاہیے۔ I rule it out of order

ملک محمد اسحاق بچہ صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

ملک محمد اسحاق بچہ، جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ۔

وائس چانسلر بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان کا رکن اسمبلی کے ساتھ توہین آمیز رویہ

ملک محمد اسحاق بچہ، جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل

اندازی کا متقاضی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان کا سنڈیکیٹ کا رکن ہوں۔ اور یونیورسٹی میرے حلقہ PP 165 میں آتی ہے۔ مجھے 22 مئی 1996ء کو سنڈیکیٹ کے اجلاس مورخہ 25 مئی 1996ء کا دعوت نامہ اور ایجنڈا ملا۔ میں نے ایجنڈے پر تیاری کی اور مورخہ 25 مئی کو اجلاس میں پہنچ گیا۔ میں نے وائس چانسلر سے پوچھا کہ تمام ممبران سنڈیکیٹ کو اجلاس کا ایجنڈا پندرہ ایام پہلے ملنا چاہیے تھا۔ جبکہ مجھے یہ ایجنڈا صرف دو یوم پہلے ملا ہے۔ کیونکہ ممبران نے ایجنڈے پر تیاری کرنی ہوتی ہے اس لیے آپ کو ایجنڈا پہلے بھیجنا چاہیے تھا۔ اس پر وائس چانسلر کا موڈ خراب ہو گیا۔ اور پھر جب میں نے ممبران کی توجہ وائس چانسلر کے غیرقانونی کاموں کی طرف دلائی تو وائس چانسلر بیخ پا ہوگئے اور انھوں نے غلط قسم کی زبان استعمال کرنی شروع کر دی۔ بطور ممبر سنڈیکیٹ، بطور جسٹس آف پیس اور ممبر بطور صوبائی اسمبلی پنجاب میں نے ان سے کہا کہ آپ میرا استحقاق مجروح کر رہے ہیں۔ جس پر وائس چانسلر صاحب اور زیادہ بیخ پا ہوگئے اور کہنے لگے کہ میں اسمبلیوں کو کیا سمجھتا ہوں یہاں تو ایسے پھڈے باز قسم کے ممبران کو یونیورسٹیوں کا ممبر بنا دیا جاتا ہے۔ جس پر میں جب احتجاج کر کے جانے لگا تو مجھے ڈاکٹر شبیر ناصر ممبر سنڈیکیٹ نے ٹھہرا لیا اور کہا کہ بچہ صاحب آپ نہ جائیں۔ کیونکہ وائس چانسلر آپ کے جانے کے بعد اپنی مرضی کے مطابق ایجنڈے کو پاس کروا لے گا۔ آپ مہربانی کر کے یونیورسٹی کے مفاد کے لیے یہاں پر ہی ٹھہریں۔ میں ٹھہر گیا تو وائس چانسلر بدستور میرے متعلق، ممبران اسمبلی کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرتا رہا۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میری اس تحریک استحقاق کو منظور کرتے ہوئے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، any short statement چونکہ آپ کی تحریک کافی لمبی ہے بیان چھوٹا ہی ہو تو اچھا ہے۔

ملک محمد اسحاق بچہ: جناب والا! میں بالکل تھوڑا ختم لوں گا مجھے معلوم ہے کہ یہ بجٹ کا اجلاس بہت اہم ہے۔ جناب والا! مجھے بہت دکھ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان کے وائس چانسلر جو ایک ماہر تعلیم ہیں اور ایک دانشور ہیں ان کے منہ سے ایک منتخب نمائندے ایم پی اے اور مشیر کے خلاف تو کجا ایک عام شخص کی بابت ایسے الفاظ کہنا باعث شرم ہیں۔ میں یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ وائس چانسلر کی مدت ملازمت ختم ہو چکی ہے اور نو دس ماہ پہلے ختم ہو چکی ہے انھیں ایک حکم

نامے کے ذریعے اس وقت تک کام کرنے کو کہا گیا ہے جب تک کہ ہمیں اس قسم کا تہذیب یافتہ شائستہ زبان بولنے والا وائس چانسلر پنجاب سے نہ مل سکے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب میں دانشوروں اور بے روزگاروں کی کمی نہیں ہے۔ نو مہینے میں تو بہت کچھ پیدا ہو جاتا ہے' مجھے معلوم نہیں کہ اس کے پیچھے کون سے عوامل کار فرما ہیں کہ ابھی تک بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی میں نیا وائس چانسلر نہیں لگنے دیا جا رہا۔ میں اگر یہاں وائس چانسلر کی بدعنوانیوں کا ذکر کروں تو مجھے بولنے کے لیے کم از کم ایک دن چاہیے لیکن میں اس معزز ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ اجلاس بہت اہم ہے جو بجٹ کے سلسلے میں بلوایا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میری آپ سے استدعا ہے اور اس معزز ایوان سے استدعا ہے کہ میری تحریک استحقاق کو منظور کیا جائے اور اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ میں وائس چانسلر کی بدعنوانیوں اور اس کے ناجائز کاموں کو بذات خود استحقاق کمیٹی کے سامنے پیش کر سکوں لہٰذا میری تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے آپ کی بہت مہربانی۔

جناب سپیکر، جناب وزیر قانون!

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! چونکہ یہ مسئلہ ہمارے ملتان سے متعلق ہے میں بھی اس بارے میں یہ گزارش کروں گا کہ وائس چانسلر جن کی گزشتہ دس ماہ سے مدت ملازمت ختم ہو چکی ہے۔ قانونی طور پر وہ وہاں نہیں بیٹھ سکتے لیکن اخلاقی طور پر انھیں سیٹ چھوڑ دینی چاہیے تھی لیکن شاید ان کا کوئی کلا مضبوط ہے یا پیچھے کوئی سیاسی شخصیت ہے جس کی بنا پر آج وہ علی الاعلان فرماتے ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں جائیے مجھے یہاں سے ٹرانسفر کروا دیجیے' جائیے وزیر اعلیٰ کے ایک مشیر اور باقی ممبران کی مجھے کوئی پرواہ نہیں اور ملتان میں جو بات مچی ہوئی ہے میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ واقعی ملک اسحاق بچہ صاحب کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ان کی تحریک استحقاق منظور کی جائے۔

جناب سپیکر، مہربانی' تشریف رکھیے۔ جی' وزیر قانون۔

وزیر قانون (میاں محمد افضل حیات)، جناب والا! محترم اسحاق بچہ نے جو فرمایا ہے اور جو وائس چانسلر نے صفائی میں اپنا جواب لکھ کر بھیجا ہے اس میں کئی باتیں تو مشترک ہیں تھوڑا سا فرق ہے اگر آپ اجازت دیں تو اس کی صفائی کا بیان میں پڑھ دیتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، خاموشی اختیار کیجیے۔ I call the House to order. کیا آپ کو اس بات پہ بنیادی طور پر اعتراض ہے کہ یہ معاملہ کمیٹی کے سپرد کیا جائے؟

وزیر قانون، اس میں دو مسئلے ہوتے ہیں ایک ٹیکنیکل' ایک factual position ۔ ٹیکنیکلی دیکھا جائے تو یہ تحریک استحقاق بنتی ہے۔ factual position تو کمیٹی دیکھ سکتی ہے۔

جناب سپیکر، تو چلیے اگر آپ کو اعتراض نہیں ہے تو کمیٹی دیکھ لے گی اور ہاؤس کا عندیہ بھی لگتا ہے تو اسے منظور کیا جاتا ہے' un order قرار دیا جاتا ہے اور تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے ایک مہینے کے اندر اس کی رپورٹ آنی چاہیے۔ جناب امجد حمید دستی صاحب!

سردار امجد حمید خان دستی، ایک بڑی اہم شخصیت جسٹس خلیل الرحمٰن کی طرف سے اخبار میں یہ خبر آئی ہے کہ پارلیمنٹ سمیت تمام ادارے سیاسی عیاشیوں کے سامان کی فراہمی میں مصروف ہیں۔ میں گزارش کرتا ہوں میری اٹھتر سال عمر ہو گئی ہے پانچویں دفعہ اسمبلی میں آ رہا ہوں۔

جناب سپیکر، لگتا تو نہیں ہے۔

سردار امجد حمید خان دستی، مجھے تو آج تک آپ نے عیاشی کا کوئی سامان مہیا نہیں کیا۔(قہقہے)

When will you provide me this opportunity? Let me know Sir.

جناب سپیکر، میں جسٹس خلیل الرحمٰن صاحب سے پوچھ کر آپ کو بتاؤں گا۔ آپ کو بھی یہی کہہ رہے؟

میاں فضل حق، جناب! یہ جو تحریک استحقاق کمیٹی کو refer ہو رہی ہیں کچھ عرصے پہلے میں نے بھی آپ سے گزارش کی تھی کہ ایک مہینے کا آپ جو وقت دیتے ہیں ایک تو وہ بہت کم ہے اور ultimately میں اس ہاؤس کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ جناب! ہچانوے فی صد تحاریک کا وہاں جا کر patch up ہو جاتا ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ جناب! بات یہ ہے کہ اسمبلی کا پیسہ خرچ ہوتا ہے' سارا کچھ ہوتا ہے ہماری کمیٹی کو ایسی powers ہونی چاہییں کہ اگر ہم کوئی decision لینا چاہیں تو وہ لیں' کوئی ایکشن ہو۔ جناب! وہاں صرف یہ ہوتا ہے کہ I am member of that committee and I have seen it myself for last three years and nothing has happened.

جناب سپیکر، نہیں نہیں' ایسا نہیں ہے۔ مجھے یاد ہے گھر کی صاحب کا یہاں لاہور کا ایک معاملہ تھا اس کا تبادلہ ہوا ہے دیر سے ہوا لیکن بالآخر ہو گیا۔

میاں فضل حق، جناب! میں اس میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ممبران جو وہاں بیٹھ کر جو patch up کی بات کرتے ہیں وہ نہیں ہونا چاہیے۔ جو آدمی تحریک استحقاق پیش کرتا ہے وہ پھر stand لے

اور دوسرا نمبر آپ اس کا جو وقت دے رہے ہیں اس کو ذرا بڑھا دیں دو مہینے ہو جایا کریں کیونکہ بار بار extension لینا پڑتی ہے۔

جناب سپیکر، چلیے آئندہ میں اس کا خیال کروں گا۔ میاں صاحب! آپ نے جو پوائنٹ اٹھایا ہے چونکہ مجھے یہ اندازہ ہے کہ یہ بجٹ سیشن چل رہا ہے پندرہ دن تو اسی میں گزر جاتے ہیں اس لیے میں اپنے فیصلے کو اس تحریک استحقاق کی حد تک revise کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ اس کی رپورٹ دو ماہ کے اندر آنی چاہیے۔ جی' نیازی صاحب!

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری بھی کچھ گزارش ہے۔ جناب سپیکر! میں نے دو تحاریک استحقاقات پیش کی تھیں۔ ایک ایس ایس پی کے خلاف تھی اور ایک ڈی ایس پی الطاف شاہ کے خلاف تھی۔ جناب سپیکر! کرنے والی بات یہ ہے کہ جو ایس ایس پی کے خلاف تھی میں حیران ہوں کہ اس شخص نے کمیٹی کے سامنے یہ admit کیا تھا کہ وہ وہاں پہ نشے میں بیٹھا ہوا ہے اس کے بعد اس کے پورے محکمے نے اس کو support نہیں کیا۔ میری جتنی بھی دلیلیں تھیں اور جتنے ثبوت تھے وہ اس کے خلاف گئے۔ اس کے باوجود ہمارے چیئرمین صاحب نے اتنا lenient decision لیتے ہوئے محکمے کو refer کر دیا اور جس پر میں نے سیکرٹری صاحب کو in writing دیا کہ یہ decision مجھے قابل قبول نہیں ہے آپ برائے مہربانی اسے آپ کمیٹی کو refer back کریں لیکن آج تک ایک تو مجھے کچھ نہیں پتا کہ کمیٹی نے اس summary پر کیا decision کیا؟ اور اس کا کیا انجام ہوا؟ دوسرا الطاف شاہ ڈی ایس پی نے پوری کمیٹی کے سامنے جس بدتمیزی کا مظاہرہ کیا' پوری کمیٹی اس چیز کی گواہ ہے اور میں بار بار اس بات پہ insist کرتا رہا کہ آپ اس بدتمیزی کا نوٹس لیں لیکن جناب! ہمارے چیئرمین صاحب کو یا تو بی کمپلیکس کا انجیکشن لگانا پڑے گا' ان کو اٹھانا پڑے گا۔ جناب سپیکر! اس بات کی پوری کمیٹی گواہ ہے۔ ہم ان لوگوں سے کیوں ڈر رہے ہیں؟ ہمیں کون ڈرا رہا ہے؟ جناب سپیکر! کون ہمارے ہاتھ روک کر بیٹھا ہوا ہے؟ اگر ایک شخص کلاشنکوف لے کر ایک ممبر کے سینے پہ تان لے اور گولی چلانے کی بات کرتا ہے تو اس شخص کو یہاں پہ کیسے معاف کیا جا رہا ہے اور آج تک اس کے بعد نہ مجھے کمیٹی میں بلایا گیا' نہ کسی میٹنگ میں بات کی گئی۔ جناب سپیکر! اگر استحقاق کمیٹی کے اندر اس قسم کا حال ہو اور جس طرح فضل حق صاحب نے کہا کہ وہاں پہ صلح صفائیاں ہو رہی ہیں۔ میں آپ سے ایک چھوٹی سی گزارش کروں گا اس استحقاق کمیٹی کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ اس کو ختم کر دیں اور

ممبران کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور بیورو کریسی کو اور پولیس کے ان غنڈوں کو آپ غنڈہ گردی کرنے دیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا آپ میری بات کا نوٹس لیں۔ یہ میری دو تحاریک استحقاق ہیں۔ آپ براہ مہربانی سیکرٹری صاحب سے بات کر کے ان کا مجھے جواب دیں کہ ان کا کیا جا ہے۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیے آپ نے جو باتیں کی ہیں میں آپ کی دونوں تحاریک استحقاق کے بارے میں ان کا ریکارڈ منگوا کر دیکھتا ہوں۔

وزیر انٹی کرپشن، جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اس ڈی ایس پی کے ساتھ میرا بھی واسطہ رہا ہے۔ یہ سیاسی کارکنوں کا بہت زیادہ دشمن ہے۔ انعام اللہ نیازی صاحب کی گزارش کو ضرور مانا جائے اور ایسے ظالم اور کرپٹ آفیسر سے جان چھڑائی جائے۔

سردار حسن اختر موکل، میں نے تحریک استحقاق جمع کرائی تھی۔ کافی عرصہ ہو گیا ہے کہ وہ آئی نہیں۔

جناب سپیکر، میرے ریکارڈ پر نہیں آئی۔ میں دیکھ لیتا ہوں۔ خانزادہ صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب اس ہاؤس میں ایک ایم پی اے کے ساتھ ایک اے ایس آئی کی بدتمیزی پر آئی جی کو جو وہاں حاضر بھی نہ تھا معطل کیا گیا تھا۔ اب حکومتی بنچوں کا ایک معزز ممبر اور ہمارے معزز ممبر نے یہ کہہ دیا ہے کہ ڈی ایس پی بد اخلاق ہے تو میں اپیل کرتا ہوں کہ اس کو آج ہی معطل کیا جائے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر۔ اس سے پہلے جناب سپیکر کہ بات کسی اور طرف چلی جائے۔ ایک خبر کی طرف جناب میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، یہاں تحریک استحقاق کے حوالے سے پوائنٹ آف آرڈر آ سکتا ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! یہاں پوری قوم کا استحقاق مجروح ہو رہا ہے۔ آپ ایک ممبر کی بات کر رہے ہیں اور میں پوری قوم کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، ابھی تقریروں کا وقت آئے گا تو تقریر کر لیجئے گا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، تقریر تو ہمارے قائد نے کرنی ہے۔ میں تو صرف ایک خبر کی بات کر

رہا ہوں۔ جناب سپیکر! کل "خبریں" اخبار میں اور آج "پاکستان" اخبار میں اور آج سے 4 دن پہلے "THE NEWS" کے اندر ایک خبر بڑی خوبصورتی سے بڑے نمایاں طریقے سے لگائی جا رہی ہے کہ ٹولنٹن مارکیٹ کا سودا ہو گیا ہے۔ جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب صفائیاں دے رہے ہیں کہ مجھے نہیں پتا اور بلدیات کی اس کروڑوں اربوں روپے کی پراپرٹی کی قیمت سات ارب روپے لگی ہے۔ اس کو انھوں نے پچاس کروڑ کمیشن کے عوض بیچ کر اس قسم کی خبر ہی نہیں ہے۔ جناب سپیکر! میں آج آپ کی توجہ اس پوائنٹ کی طرف دلاؤں گا کہ جس اتنی بڑی ٹولنٹن مارکیٹ کو بیچتے وقت نہ ٹینڈر نکلا اور نہ ہی کسی کو پتا چلا اور ایک منسٹر کے بھائی نے جو انگلینڈ میں موجود ہے اس نے انگلینڈ کے یہودی کے ساتھ یہ سودا کرایا ہے۔

جناب سپیکر، نیازی صاحب آپ اس کو مناسب طریقے سے لے آئیں تو discussion کا موقع دے دیں گے۔ جناب ڈھلوں صاحب!

انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے چیئرمین کا رکن اسمبلی کے ساتھ توہین آمیز رویہ

برگیڈیئر (ریٹائرڈ) ذوالفقار احمد ڈھلوں، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کیلئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ گڑھیال کلاں ہائی سکول تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ میں طلباء اور طالبات کا امتحانی سنٹر سال ہا سال سے قائم تھا مگر گزشتہ دو تین سال سے اس سنٹر کو ختم کر کے نارنگ منڈی میں قائم کر دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں طلباء و طالبات کو پندرہ بیس میل کا فاصلہ سڑک کے ذریعے طے کر کے اس سنٹر میں پہنچنا پڑتا ہے۔ جو ان کے لیے انتہائی تکلیف کا باعث ہے۔ بچوں کے والدین الگ پریشان رہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس تکلیف کے ازالے کے لیے پچھلے دنوں بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے چیئرمین سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ یہ سنٹر دوبارہ گڑھیال کلاں ہائی سکول میں شروع کر دیا جائے۔ مگر چیئرمین نے میرے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا اور نازیبا لہجے میں مجھے کہا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں میں کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ ایک جسٹس آف پیس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرنے سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

Well, Sir, facts about the case are that I made a written request to the Board Authority which they investigated and prepared a report. When I contacted the gentleman, who is known as Controller of Examinations, he told me that this was not feasible and that a decision regarding this will have to be taken by the Chairman. I asked could I go and meet the Chairman in regard to this case. He not only directed but accompanied me also. In the discussion that ensued, I said look here if there is a problem about the boys' examination I do not insist. I am interested only in the girls' centre (Interruptions)

MR. SPEAKER: I call the House to order

BRIG:(Rtd.) ZULFIQAR AHMED DHILLUN: I said I am interested only in the girls' centre because they, being grown up girls and belonging to farming community, cannot be tied up with adults for those many days Therefore, keeping in view their difficulty you may kindly consider re-opening the centre at least to the extent of girls. In the ensuing discussion I found his behavior, arbitrary and quite discretionery, which I would say in many respects was untenable and unbecoming After that, I even approached the Additional Secretary Education who talked to him and the Additional Secretary told me that he was sorry because the man concerned did not seem to be mending his ways. I then requested Mian Ata Muhammad Maneka, the Minister for Education, also. He got a report from him and that report was also inflated, exaggerated and full of lies. I requested the Minister.....

جناب سپیکر، ویسے بریگیڈیئر صاحب! انگریزی بولنے کا یہ نقصان ہے۔ آپ اردو میں بولتے تو ان کی توجہ آپ کی طرف ہوتی۔

BRIG:(Rtd.)ZULFIQAR AHMED DHILLUN: I am sure the Education

Minister understands that but in any case .I will speak in Urdu.

میں جناب آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس مسئلے کو کمیٹی کے سپرد کریں۔ تاکہ وہ اس کو examine کرے۔ چاہے آپ اسے ایجوکیشن کمیٹی کے سپرد کریں۔ مجھے کوئی شوق نہیں کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے ہی سپرد کیا جائے اور نہ ضد ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کا یہ رویہ ایسا arbitrary, discretionary, unbecoming تھا کہ مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی۔

جناب سپیکر، لاء منسٹر صاحب آپ یا ایجوکیشن منسٹر صاحب اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون(میاں محمد افضل حیات)، جناب والا! محترم برگیڈیئر صاحب چیئرمین سیکنڈری بورڈ کے دفتر میں تشریف لے گئے۔ چیئرمین کا کہنا ہے کہ ان کو پورے ادب و احترام کے ساتھ سنٹر منسوخ کرنے کی وجوہات بیان کی گئیں۔ اگر اجازت دیں تو وہ عرض کر دیتا ہوں۔ سیکنڈری بورڈ کے question paper حبیب بنک کی وساطت سے سنٹروں کو بھیجے جاتے ہیں اور اس سنٹر سے حبیب بنک تقریباً سترہ کلو میٹر دور ہے۔ یہ سنٹر سیکنڈری بورڈ کی حدود کے بالکل آخر میں آتا ہے۔ ماضی میں اسی وجہ سے امتحانوں کے دوران نقل اور دوسرے under hand means استعمال ہوتے تھے۔

جناب سپیکر، جی' میاں عبدالستار!

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! اس سے پہلے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ جب بھی کسی تحریک استحقاق یا تحریک التوائے کار کا جواب دینے کا موقع آئے گا تو متعلقہ وزیر جواب دیں گے۔ یہاں اس وقت وزیر تعلیم موجود ہیں۔ تو میرے خیال میں بہتر تھا کہ وزیر تعلیم جواب دیتے۔

جناب سپیکر، میں معافی چاہتا ہوں میاں صاحب۔ ایسا نہیں ہے۔ لاء منسٹر صاحب کسی بھی محکمے کا جواب دے سکتے ہیں۔ البتہ اگر خود منسٹر متعلقہ آئیں میں طے کر کے چاہیں تو لاء منسٹر کو کوئی ممانعت نہیں ہے۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! اس وقت وزیر تعلیم موجود ہیں۔ اگر وہ موجود نہ ہوتے تو پھر لاء منسٹر جواب دیتے۔

جناب سپیکر، نہیں' یہ کوئی اصول نہیں۔ لاء منسٹر ہمیشہ جواب دیتے ہیں۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! وہ اپنے محکمے کے بارے میں زیادہ بہتر باتیں جانتے ہیں۔

جناب سپیکر، جی نہیں۔میں اس کو تسلیم نہیں کررہا۔ آپ تشریف رکھیں۔جی۔

وزیر قانون، یہ جو بات فرمارہے ہیں یہ تحاریک التوائے کار کے سلسلے میں ہے کہ اگر وزیر متعلقہ موجود ہوں تو وہ جواب دیں۔

جناب سپیکر، پریولج کا مسئلہ نہیں ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! جب یہ سنٹر موجود تھا تو اس کے رزلٹ کچھ ایسے تھے کہ ۱۹۹۰ء میں سو فی صد رزلٹ آیا۔ ۱۹۹۱ء میں سو فی صد رزلٹ آیا۔ ۱۹۹۲ء میں سو فی صد رزلٹ آیا۔ ہوتا یہ تھا کہ باہر کے طلبہ بھی جا کر اس سنٹر پر امتحان دیتے تھے۔ لیکن اس وجہ سے کہ یہاں پر نقل بہت زیادہ ہوتی ہے اس سنٹر کو منسوخ کر دیا گیا۔ اسی سنٹر کے طلبہ نے جب نارنگ منڈی میں جا کر امتحان دیا تو ۱۹۹۳ء رزلٹ صفر فی صد آیا۔ ۱۹۹۴ء میں تیرہ فی صد آیا۔ ۱۹۹۵ء میں سولہ فی صد رزلٹ آیا۔ تو ان وجوہات کی بناء پر کہ جہاں بھی سنٹرز میں غلط طریقے استعمال ہوتے ہیں اس دفعہ بھی تین سنٹرز بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن نے منسوخ کیے ہیں۔ اور یہ سنٹر بھی صرف اس لیے منسوخ کیا گیا تھا کہ جہاں پہ پرچے ہوتے تھے وہاں سے یہ سنٹر سترہ کلومیٹر دور ہے اور وہاں پر اگر بچیوں کا امتحان رکھا جائے تو پھر چونکہ سپرنٹنڈنٹ بھی خاتون ہی ہیں' ان کے لیے بھی یہ سفر اور امتحان کے لیے جانا بڑی مشکل بات ہے۔ اسی لیے اس سنٹر کو منسوخ کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر، بریگیڈیئر صاحب! آپ نے یہ وضاحت سنی ہے۔ کیا اس کے بعد بھی آپ اس پر اصرار کرتے ہیں؟

بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ذوالفقار احمد ڈھلوں، جناب والا! میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ محترم لاء منسٹر صاحب نے ان کا جو argument تسلیم کر لیا ہے کہ نقل ہوئی ہے' یا اور 'یہ حکومت کا reactionary قدم ہے۔ ان کا کام ہے گورنمنٹ کی writ کو establish کرنا۔ اگر ادھر کوئی unlawful activity ہے تو گورنمنٹ withdraw کر کے لوگوں کو punish کرے۔

I do not understand. This is a new concept of governmnet The government has to exert its authority and establish its writ rather than withdraw. And that is what I told that gentleman. I said, if you have any complaint about the boys, why don't you let it operate in case of girls.

جناب سپیکر ، میرا خیال یہ ہے آپ نے ایک پوائنٹ raise کیا ہے۔ گورنمنٹ نے اس کی cognizance لی ہے۔ وہ اس بات کے لیے بھی تیار ہوں گے اور وزیر تعلیم بھی موجود ہیں۔ میں ان سے بھی خاص طور پر کہتا ہوں کہ اس مسئلے کی cognizance ذاتی سطح پر بھی لیں اور بریگیڈیئر صاحب نے جو شکایت کی ہے اس کو دیکھ لیں اور اس کی اصلاح کر لیں' کیونکہ وہ خود بھی ضروری نہیں سمجھتے کہ استحقاق کمیٹی کے پاس جائے۔ وہ صورت حال کی اصلاح چاہتے ہیں۔ تو آپ مہربانی سے اس کے مطابق اقدامات کرنے کا وعدہ کریں تو ہم اس کو نمٹا دیتے ہیں۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! آپ کے حکم کے مطابق بریگیڈیئر صاحب کی موجودگی میں chairman کو بلا کر جو بھی صورت حال ہے اس کی اصلاح یقیناً کی جائے گی۔ لیکن جہاں تک اس سنٹر کا تعلق ہے' میں نے بریگیڈیئر صاحب سے گزارش کی تھی انہی حقائق کی روشنی میں جو آپ کے سامنے پیش ہوئے ہیں۔ آپ دیکھیے کہ ایک طرف وہاں پر سو فی صد' سو فی صد' سو فی صد رزلٹ۔ ۱۹۹۲ء سے وہ سنٹر ختم ہوا ہے۔ اس کے بعد نتیجہ دیکھ لیجیے' صفر' تیرہ اور سو فی صد۔ تو نقل کے رجحانات کا قلع قمع بھی کرنا ہے اور دیگر عوامل بھی ہیں کہ کچی سڑک ہے' رستہ بھی نہیں ہے۔ باقی جو ان کی شکایت ہے رویے کی' اس کے بارے میں بھی اور جو ان کی اس بارے میں تجاویز ہوئیں ان کی روشنی میں اگلے برس کے امتحانات کے لیے ہم بہتر لائحہ عمل طے کر سکیں گے بریگیڈیئر صاحب کے مشورے سے کریں گے۔

جناب سپیکر ، بہت اچھی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دونوں وزراء صاحبان کی اس وضاحت کے بعد اس کو کمیٹی کے سپرد کرنے کی ضرورت نہیں' It is disposed of. تحریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔ جی' آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں؟

میاں عبدالستار، جی ہاں۔ میں وہی بات پھر دہرا رہا ہوں کہ اگر وزیر تعلیم اس وقت فرما دیتے تو شاید دوبارہ وزیر تعلیم کو بات کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

جناب سپیکر، جی' تشریف رکھیے۔ لیکن قاعدہ وہی ہے۔

سالانہ میزانیہ بابت سال ۹۷-۱۹۹۶ء پر بحث

جناب سپیکر، اب سالانہ میزانیہ بابت سال ۹۷-۱۹۹۶ء پر بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ میں اپوزیشن کی طرف

سے قائد حزب اختلاف میاں شہباز شریف صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

خواجہ ریاض محمود، میں آپ کی توجہ ہاؤس میں وزیر اعلیٰ صاحب' سینئر وزیر صاحب اور خود وزیر خزانہ جناب سندھو صاحب کی غیر حاضری کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ جنھوں نے پرسوں آج سے تین روز پہلے تباہ حال عوام پر اربوں روپے ٹیکس لگایا ہے اور آج آدھے پنجاب کی نمائندگی کرنے والے قائد حزب اختلاف کا جوابی رد عمل سننے کے لیے ان میں جرأت نہیں ہے کہ وہ یہاں پر تشریف رکھیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ان کی خدمت میں گزارش کریں کہ وہ تشریف لائیں اور قائد حزب اختلاف کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ جب تک یہ تشریف نہیں لاتے جن کے پاس پنجاب کا قلم دان ہے آپ کا تقریر کرنا بے سود ہے۔

انھیں ڈھونڈتی ہیں یہ پیاسی نگاہیں
کہاں چھپ گئے ہیں وہ نظریں ملا کے؟

جناب سپیکر، جی' انور سعید صاحب!

شیخ محمد انور سعید، جناب والا! خواجہ ریاض محمود صاحب نے جو بات فرمائی ہے وہ درست ہے لیکن میں اس میں تھوڑی سی تصحیح کرنا ضروری سمجھوں گا کہ قائد حزب اختلاف اور اپوزیشن آدھے پنجاب کی نہیں' پورے پاکستان کی نمائندگی کر رہی ہے (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، تشریف رکھیں۔ جناب میاں شہباز شریف صاحب!

میاں محمد شہباز شریف، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

جناب سپیکر! میں آپ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مشکور ہوں کہ آپ نے آج میزانیہ 97-1996ء کے حوالے سے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا ہے۔ اور آج میں قومی تاریخ کے اس اہم موڑ پر آپ کی وساطت سے پنجاب کے سات کروڑ عوام کے منتخب ایوان سے مخاطب ہونے کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں۔ جناب سپیکر! مجھے آج پنجاب محروم المعیشت اور مفلوک الحال لوگوں کی بات کرنی ہے جو آج تک ظلم اور غربت کے سائے میں زندگی بسر کرتے آئے ہیں۔ مجھے آج ان کروڑوں لوگوں

کی بات کرنی ہے جو اس پنجاب کے اندر بھوک اور بیماری سے تنگ آ چکے ہیں۔ اور اس صوبے کے اندر مجھے آج ان لوگوں کی بات کرنی ہے کہ ناانصافی جن کا مقدر بن چکی ہے۔ جناب سپیکر! وہ لوگ جو بنیادی سہولتوں کے لیے آج تک ترستے چلے آ رہے ہیں۔ میں اپنے محترم بھائیوں کو جو سرکاری بنچوں پر بیٹھے ہیں' ان کو آج احساس دلانا چاہتا ہوں کہ آپ آتش فشاں کے اس دہانے پر بیٹھے ہیں اور پھر بنسری بجا رہے ہیں جو پھٹنے والا ہے۔ آپ نے کبوتر کی طرح عوامی بے چینی اور عدم اطمینان سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور آپ نے اس صوبے کے اندر کرپشن اور مہنگائی سے بے نیاز اس طوفان سے بے خبر ہیں جس کا لاوا ابلنے کو ہے۔ آپ نے پچھلے تین برسوں میں جس طرح اس صوبے کے عوام کے حقوق کو نظرانداز کیا ہے' جس طرح اسمبلیوں' آئین اور قانون کی دھجیاں اڑائی ہیں' انصاف کو زر خرید لونڈیوں کی طرح اپنی مرضی سے چلایا ہے' جس طرح قومی خزانے سے یتیموں اور بیواؤں کا حق چھین کر اپنی شاہ خرچیوں پر استعمال کیا ہے' اس کے ردعمل میں آج پنجاب کے عوام نے آپ کو نہ صرف مسترد کر دیا ہے بلکہ آپ پنجاب کے عوام کی نفرت کا نشان بن چکے ہیں۔

جناب سپیکر! آپ کے کارناموں کے باعث عوام میں اسمبلیوں کا احترام اور قانون کی بالادستی پر اعتماد اٹھ چکا ہے۔

جناب سپیکر، میاں صاحب' آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟ (قہقہے)

قائد حزب اختلاف، جناب سپیکر! میری دوڑ تو آپ تک ہے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر، آپ غلا کب سے ہو گئے؟ (قہقہے)

میاں محمد شہباز شریف، جناب سپیکر! آج غریب اور مجبور کی کوئی شنوائی نہیں۔ کہیں سے انصاف نہیں ملتا۔ عوام کے جان و مال' ان کی آبرو اور عزت کی کوئی ضمانت نہیں۔ مہنگائی نے غریب کے منہ سے اس کا نوالہ چھین لیا ہے۔ بچے کے منہ سے اس کا دودھ چھین لیا ہے۔ میرٹ نام کی کوئی چیز آج باقی نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ آج میرٹ' سفارش اور رشوت کا دوسرا نام بن چکا ہے۔ غریب گھرانوں میں ایسے پڑھے لکھے نوجوان جو غربت سے تنگ آ چکے ہیں' آج گھر کی ہر چیز بیچ کر ملازمت خریدنے پر مجبور ہیں۔ پرائز پوسٹ حکومت کے ایوانوں میں' چاہے وفاق کے ایوان ہوں یا صوبائی حکومتوں کے ایوان ہوں وہاں پر لاکھوں میں سودے ہوتے ہیں۔ ٹرانسفر اور پوسٹنگ کے لیے حکمران اور سرکاری اہلکار منہ بولے دام مانگتے ہیں اور جن کی کوئی شنوائی نہیں' جن کی کوئی رسائی نہیں ان کو کھڈے لائن لگایا جاتا

ہے۔ لیکن کیا آپ نے صوبے کی اس حالت زار کے بارے میں کبھی کوئی آواز اٹھائی؟ میری یہ اپیل آپ کے ذریعے اس خاموش اکثریت سے ہے جو کہ سرکاری بنچوں پر سارا دن فارغ بیٹھتے ہیں اور سارا دن کڑھتے رہتے ہیں کہ ہماری حکومت پنجاب کے عوام پر کیا ظلم ڈھا رہی ہے۔ کیا آج تک بے اختیار وزیر اعلیٰ نے اپنی ڈیوٹی فری گاڑی کا غیر قانونی بل پاس کروانے سے پہلے اور بل پاس ہونے کے بعد کیا کوئی ایسا قانونی مسودہ پاس کروایا؟ اس ہاؤس کے اندر پیش کیا جس سے غریب کی شنوائی ہو سکے؟ بالکل نہیں۔ کوئی ایسا قدم اٹھایا کہ غربت میں کمی ہو سکے؟ بالکل نہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے۔ آپ اندازہ لگائیے۔ اس حکومت کے سربراہ کے اوپر حیرت ہے کہ ایک کروڑ روپے کی مرسڈیز کار ڈیوٹی فری کا بل اس ہاؤس میں بغیر قانون کے پاس ہوتا ہے یا پھر دوسری مراعات کے بارے میں وزراء کا بل پاس ہوتا ہے اس کے لیے تو خود صوبے کا حکمران اعلیٰ اپنی وزراء کی فوج ظفر موج کے ساتھ گھنٹوں اس ایوان میں بیٹھتے ہیں کہ بل پاس ہو جائے لیکن انھیں یہ توفیق نہیں کہ محروم طبقے کی اشک شوئی کے لیے' بیواؤں اور یتیموں کے لیے' ملک میں مہلک امراض میں مبتلا اور بے آسرا لوگوں کے لیے' ہونہار مگر وسائل سے محروم بچوں کی تعلیم کے لیے وزیر اعلیٰ اور حکومت کے پاس قانون سازی کے لیے دو منٹ نہیں ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ جواب صاف ظاہر ہے کہ اس کے سربراہ کو تیتر اور بٹیروں کے شکار سے کوئی فرصت نہیں۔ بڑے لوگوں کی شادیوں میں شرکت کرنے سے کوئی فرصت نہیں اور وفاق کے حکومت کے سربراہ کو قومی خزانے میں خیانت کر کے پانچ پانچ لاکھ کی سلامیاں دینے سے فرصت نہیں' اور سب سے بڑھ کر اور انتہائی افسوس سے میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ان لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں غریب عوام کے دکھوں کا علاج ڈھونڈنے کی سوچ کا مادہ نہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج پنجاب میں ظلم و بربریت کی جو آگ چاروں طرف بڑھ رہی ہے اس کا دھواں کبھی گجرات میں اٹھتا ہے' کبھی شاہدرہ میں دیکھا جاتا ہے' کبھی پتوکی میں منڈلاتا ہے لیکن کیا کبھی کوئی سرکاری اہلکار' حکومت کا کارندہ ان کی خبر گیری کے لیے' اشک شوئی کے لیے وہاں پر پہنچا؟ بالکل نہیں۔ اس سے بدترین بے حسی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ پتوکی میں 60 آدمی لقمہ اجل بن جاتے ہیں مگر صوبے کا سربراہ اپنی گاڑی کا رخ موڑ کر عید منانے اپنے گاؤں چلا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! جگا ٹیکس وصول کرنے والا بدمعاش اور غنڈہ شریف مگر مجبور آدمی کے لیے جب وعدہ کرتا ہے تو غنڈوں کے ذریعے ان کو تحفظ کا وعدہ ضرور پورا کرتا ہے لیکن یہ کیسے حکمران ہیں

کہ ٹیکس وصول کرنے کے باوجود بھی، غریب آدمی کی کمر توڑنے کے باوجود بھی، اربوں روپے کے ٹیکس لگانے کے باوجود بھی غریب اور مجبور کو سہارا دینے سے قاصر ہے۔ لوگوں کے گھر لٹتے ہیں، قوم کے بچے اغواء ہوتے ہیں، ڈاکے پڑتے ہیں، رشوت کا بازار گرم ہے، انصاف اور تھانے بکتے ہیں مگر آپ سوال نہیں کر سکتے۔ آپ اصرار نہیں کر سکتے۔ آپ احتجاج نہیں کر سکتے۔ یہ بے حسی اس حکومت کی اور پھر غلامی کے دور میں، ٹیکسوں کی رقوم کو شیرِ مادر سمجھ کر اس زمانے میں بھی لوگ ہضم نہیں کر سکتے تھے بلکہ پائی پائی کا حساب لیا جاتا تھا۔ آج اس خدا داد ملکِ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے کہ ان کو اس کی بھی توفیق نہیں۔ جناب والا! دکھ، درد اور کرب کی یہ کہانیاں روز جنم لیتی ہیں اور غریبوں کی آہوں اور سسکیوں میں ڈوب جاتی ہیں لیکن یقین کیجیے کہ ہر ایک کہانی کے ساتھ عوام کے دلوں میں آپ کے خلاف نفرت بڑھ رہی ہے اور غصہ بڑھ رہا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! فاضل قائد حزب اختلاف میاں صاحب پڑھ کر تقریر فرما رہے ہیں جو کہ اس ایوان کے قواعد کے خلاف ہے، پڑھا تو کچھ جا ہی نہیں سکتا۔ یہ اگر پڑھنی ہی ہے تو پھر یہ پہلے بتا دیں کہ لکھوا کر کہاں سے لاتے ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں، نہیں، نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ notes کی مدد لینے کی اجازت ہے اور بجٹ کی تقریروں میں notes کے بغیر انسان بات نہیں کر سکتا۔

چودھری محمد وصی ظفر، وہ پڑھ رہے ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں، نہیں۔

وزیر پارلیمانی امور، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

وزیر پارلیمانی امور، جناب سپیکر! جب ہمارے وزیر خزانہ پنجاب کا بجٹ پیش کر رہے تھے تو اس وقت اپوزیشن کے ساتھیوں نے جو مظاہرہ کیا اس کا آپ نے بھی مشاہدہ کیا، صحافیوں نے بھی مشاہدہ کیا لیکن ہماری طرف سے دیکھیے کہ ہم نے اپوزیشن کے رہنما کو کتنی عزت سے نوازا ہے۔

جناب سپیکر، شاباش' شاباش۔ یہ اچھی بات ہے۔

وزیر پارلیمانی امور، تو اپوزیشن کے ان ساتھیوں کو بھی چاہیے کہ وہ بھی کم از کم کچھ اپنے دامن پر نظر کریں اور میں آپ کی وساطت سے ان سے امید کرتا ہوں کہ آئندہ یہ اچھی روایات قائم کریں گے۔

جناب سپیکر، جی مہربانی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! ذاتی وضاحت۔ ابھی وزیر پارلیمانی امور نے فرمایا ہے کہ بجٹ پیش کرنے کے وقت اپوزیشن کی طرف سے جو مظاہرہ ہوا اور ان کی طرف سے جو اب ہے اس میں فرق ہے۔ تو اس میں فرق واقعی ہی ہے۔ وہاں سے ایک جھوٹ کا پلندہ پیش کیا گیا تھا اور یہاں حقائق نامہ پیش کیا جا رہا ہے جو عوام الناس کے حالات ہیں۔

جناب سپیکر، آپ کا جو پلندہ تھا اسے دیکھ تو لیتے۔ اسے سن تو لیتے۔ آپ نے تو اس سے پہلے ہی شروع کر دیا تھا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! ہمارے پاس وہ تحریر موجود تھی۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، اچھا' آپ تشریف رکھیے۔

چودھری غلام عباس، جناب سپیکر! وہ اپنے دور کی داستان بیان کر رہے ہیں۔ سچ وہ بھی نہیں بول رہے۔

جناب سپیکر، اچھا' اچھا۔ جی چیمہ صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر اوقاف، جی۔ جناب سپیکر! میں اج سلام پیش کرنا اور فخر نال کہنا کہ چودھری پرویز الہیٰ اک انسان آدمی اے جنے اج گوارا نہیں کیتا کہ ایس ہاؤس دے وچ میں پڑھ کے تقریر کراں' لہذا اونے کہیا کہ میاں صاحب تشریف لے آئے نیں۔ ایہہ نذیر ناجی کولوں تقریر لکھوا لیائے نیں' ایہہ پڑھ کے تقریر بیٹھ کرن میں نہیں کراں گا۔ (قہقہے)۔۔۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! ایہاں وچ تے اوہ حیا وی نہیں ہے گی جیڑی اسیں ایہاں نوں شو کر دتی اے۔

جناب سپیکر، اچھا آپ تشریف رکھیں۔۔۔ محترم شہباز شریف صاحب!

وزیر برائے پارلیمانی امور، جناب سپیکر! میرا یہ خیال تھا کہ جناب کھوسہ صاحب جو سینئر پارلیمینٹرین

ہیں وہ ابھی باتوں کو اچھے جذبے سے appreciate فرمائیں گے۔ جہاں تک جھوٹ کی بات ہے میاں صاحب کون سی حدیث پڑھ رہے ہیں ان کو اپنے دور کے تمام واقعات کا بخوبی علم ہے یہ انہی کو دہرا رہے ہیں۔

جناب سپیکر، میں سمجھتا ہوں کہ مہربانی کیجیے۔ اگر آپ نے یہ کہا ہی ہے کہ یہ بہت اچھا مظاہرہ کر رہے ہیں تو پھر مہربانی سے اس مظاہرے کو جاری رکھیے اور اس طرف سے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے تو اپنے ہی قائد بات کر رہے ہیں آپ اگر اس بحث میں الجھیں گے تو پھر آپ ہی کا نقصان ہے ازراہ کرم ہاؤس کو آگے بڑھنے دیجیے۔۔۔ محترم میاں شہباز شریف صاحب!

میاں محمد شہباز شریف، شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! آپ نے اپنے ارشادات میں ابھی خود ہی فرما دیا۔ میں آپ کی وساطت سے اپنے محترم ممبر کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک پارلیمانی روایت ہے اور یہ یہاں پر بھی ہے اور نیشنل اسمبلی میں بھی ہے کہ جب بجٹ پیش ہوتا ہے تو لیڈر آف دی اپوزیشن کے لیے باقاعدہ موقع فراہم کیا جاتا ہے اور میں ان کی اطلاع کے لیے ایک ریکارڈ کی بات کر رہا ہوں کیونکہ میں خود ممبر قومی اسمبلی رہا ہوں اور اس زمانے محترمہ بے نظیر لیڈر آف دی اپوزیشن تھیں اور جناب سپیکر ان کو پورا موقع دیا جاتا تھا اور وہ اپنی پوری تقریر پڑھ کر ہاؤس میں بیان کرتی تھیں میں تو یہاں پر notes سے استفادہ حاصل کر رہا ہوں اور یہ میرا حق ہے۔

دوسری بات جو محترم وزیر صاحب نے کہی ہے کہ یہ ہاؤس میں آج جس قسم کا مظاہرہ کر رہے ہیں میں ان کی اس بات کی قدر کرتا ہوں اور یہ بھی ہاؤس کی پرانی tradition ہے کہ جب لیڈر آف دی ہاؤس اور لیڈر آف دی اپوزیشن تقریر کرتے ہیں تو ان میں دخل اندازی نہیں کی جاتی۔ آپ کا شکریہ۔ (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: Please. I call the House to order.

میاں محمد شہباز شریف، جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ ماضی کا اور آج کا یہ فرق بڑا واضح ہے۔ میں اس ماضی کی بات کر رہا ہوں کہ بربریت اور ظلم کے کسی بھی موقع پر میاں نواز شریف بحیثیت وزیر اعظم پاکستان ہر اس جگہ پہنچتے تھے جہاں پر کوئی دکھ اور درد کی کہانی ہوتی تھی چاہے وہ مہران کی وادیاں ہوں چاہے وہ سرحد کے برف پوش پہاڑ ہوں۔ جناب سپیکر! مہران کی وادی میں جب ایک

خاتون کے ساتھ زیادتی ہوئی تو میاں نواز شریف نے فی الفور وہاں عدالت لگوا کر مجرموں کو قرار واقعی سزا دلوائی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! 1992ء میں جب سیلاب آیا تو سرحد کی وادیوں میں دو یتیم ننھے منے بچے جن کے والدین سیلاب کی نظر ہو گئے تھے ان کو اپنے ہیلی کاپٹر میں لا کر اسلام آباد میں بسایا۔ جناب سپیکر! میں اس دور اور اس دور کا مقابلہ اور موازنہ کر رہا ہوں اور جناب سپیکر! کرپشن اس سوسائٹی کا ناسور بن چکی ہے اور ماضی میں لوگ کرپشن کرتے تھے تو وہ خوف کھاتے تھے وہ ڈرتے تھے۔ اس زمانے میں یہ بات ہوتی تھی کہ کون (corrupt) کرپٹ ہے اور کون کرپٹ نہیں۔ آج مقابلہ اس بات کا ہے کہ کون کرپٹ زیادہ ہے اور کون کرپٹ کم ہے۔

جناب سپیکر! تسلیم کہ ماضی میں بھی کرپشن تھی اور یہ بھی تسلیم کہ ہمارے زمانے میں بھی کرپشن تھی لیکن آج کرپشن نے تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں تمام حدیں پھلانگ دی ہیں آج کرپشن سٹیٹ اور function لیول پر ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جناب سپیکر! اس سلسلے میں میں چند ٹھوس مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں ہمارے بے اختیار وزیر اعلیٰ کے صاحب زادے نے ناجائز طور پر پلاٹوں کی الاٹمنٹ کروا کر اپنے والد گرامی کی اس پالیسی کو پاؤں تلے روند دیا جس کے مطابق اس صوبے میں مزید پلاٹس الاٹ نہیں ہو سکتے تھے ------

جناب سپیکر، میاں صاحب! آپ پھر انہیں بے اختیار کہتے ہیں۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب والا! کسی اور وجہ سے۔ اس کی طرف میں آؤں گا۔

جناب سپیکر، پھر ایک بات ہو گی دو نہیں۔

میاں محمد شہباز شریف، اس وجہ سے نہیں۔ کسی اور وجہ سے اور اس سلسلے میں یہ ریکارڈ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا۔

The operative paragraph is

Chief Minister. Sardar Arif Nakai's son acquired two costly plots from the Lahore Development Authority with the connivance of the LDA officials in gross violation of rules and regulations.

یہ جناب میں نہیں کہہ رہا۔ ۲۶ مئی کے اخبار "نیشن" کا یہ تراشہ ہے اور تمام ثبوت موجود ہیں۔

آوازیں، جھوٹ ـــــ جھوٹ ـــــ جھوٹ ـــــ

میاں محمد شہباز شریف، چلیے۔ میں نے ریکارڈ پیش کر دیا۔

اسی طرح جناب سپیکر! آج صوبے کے اندر سینئر وزیر مشتاق احمد اعوان نے شیخوپورہ کے اندر ناجائز زمین کے اوپر قبضہ کر کے اپنے ایک عزیز کو اس طرح الاٹمنٹ کی جس طرح یہ ان کی ذاتی جاگیر ہوتی ہے۔ جناب سپیکر! میں دس تاریخ کے اخبار کی یہ رپورٹ میں آپ کو پیش کرتا ہوں۔

" سینئر وزیر نے شیخوپورہ میں کروڑوں کی کمرشل سرکاری زمین پر قبضہ کرا دیا اور ایک رات میں ۳۸ دکانیں ـــــــــــــــ

آوازیں، جھوٹ ـــــ جھوٹ ـــــ جھوٹ ـــــ جھوٹ ـــــ

سید تابش الوری، جناب سپیکر! آپ حزب اقتدار کے بنچوں کا ذرا مظاہرہ فرمالیں؟

جناب سپیکر، میں نے اس ہاؤس میں بڑے بڑے مظاہرے دیکھے ہیں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

سید تابش الوری، پھر آپ اپنی شاباش تو واپس لے لیں ـــــ

جناب سپیکر، یہ تو کچھ بھی نہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! اس طرح یہ ایوان نہیں چلے گا یہ شخص جو بار بار interrupt کر رہا ہے یہ کل ہڈی کی تلاش میں تھا آج اس کے منہ میں ہڈی ہے اور یہ یہاں پر حق نمک ادا کر رہا ہے۔ جناب سپیکر! یہ وہ شخص ہے جو کل ہڈی کی تلاش میں ان کی چمچہ گیریاں کرتا رہا آج اس کے منہ میں ہڈی ہے اور یہ اس کا حق ادا کر رہا ہے ـــــ

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، نہیں۔ پہلے آپ ہاؤس کو آرڈر میں لائیں۔ پہلے آپ ان کو چپ کروائیں گے۔ جناب سپیکر! میں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں اگر ہمارے قائد آج یہاں نہیں بول سکیں گے تو ہم بجٹ سیشن کا وہ حشر کریں گے کہ یہاں پر تاریخ یاد رکھے گی۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، I call the House to order. معزز اراکین سے گزارش ہے کہ وہ معزز ہونے کا ہی ثبوت دیں۔ یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! جن جذبات کا اظہار میرے نوجوان ساتھی جناب انعام اللہ

خان نیازی صاحب نے کیا ہے یہ جذبات اپوزیشن بنچز کے تمام اراکین کے ہیں میں بہت ادب سے آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ فنانس منسٹر کا مرتبہ ' درجہ قائد حزب اختلاف کے برابر نہیں۔ ایوان کے جو لیڈر ہیں ان کے برابر کا ان کا درجہ ہے آج قائد حزب اختلاف کی تقریر ہے جس میں انہوں نے facts and figures پیش کرنے ہیں۔ ان کے بنچز کو موقع ہو گا ان کی تقاریر ہوں گی' یہ پوائنٹس نوٹ کر لیں اور جسے یہ جھوٹ جھوٹ کہہ رہے ہیں اس کا یہ ثبوت پیش کریں کیونکہ میاں صاحب ثبوت کے ساتھ بات کر رہے ہیں وہ بغیر ثبوت کے کوئی بات نہیں کر رہے ـــــ

جناب سپیکر، میں میاں صاحب کو خود موقع دے رہا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! ورنہ یہ اس ایوان کو چلا کر دیکھیں میں ان کو چلاتے دیکھوں گا۔

جناب سعید اکبر خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب یہ بجٹ کا نہایت اہم سیشن ہے۔ ہم نے اس ہاؤس میں بڑے بڑے مظاہرے دیکھے ہیں جن کو کوئی آدمی بھی appreciate نہیں کرتا۔ نہ میں کرتا ہوں ، پریس والے اور ٹی وی عوام کرتے ہیں۔ ہم جو اس سائڈ پر بیٹھے ہیں ہم اس چیز کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتے۔ میں اپنے پورے ہاؤس سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ جب قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف بولیں تو ان کو interrupt نہ کیا جائے یہ اس ہاؤس کی روایات ہیں اور ہم نے اس ہاؤس کی روایات کو آگے بڑھانا ہے ہم نے انہیں ختم نہیں کرنا۔ یہ اچھی روایت ہے اگر کوئی غلط بات کرتا ہے ہمارے پاس موقع ہے کہ ہم اپنے موقع پر اس بات کی تردید کریں نہ کہ اس ہاؤس کے ماحول کو اور اس کی روایات کو خراب کریں۔ میری یہ اپیل پورے ہاؤس سے ہے آپ نے جو فرمایا کہ ایک دو دن پہلے مظاہرہ ہوا میں سمجھتا ہوں کہ پوری عوام نے اس کو دیکھا اور میرا خیال ہے کہ کسی بھی باشعور آدمی نے اس مظاہرے کو appreciate نہیں کیا ہو گا بلکہ اسے condemn کیا ہو گا۔ ہم اس بات کو نہیں دھرانا چاہتے میں اپنے تمام ساتھیوں سے یہ request کرتا ہوں کہ آپ پرسکون ہو کر اس بات کو سنیں۔ ہم نے اس ہاؤس کو حوصلے سے چلانا ہے اسے پر سکون چلانا ہے اور اگر قائد حزب اختلاف کی باتیں جھوٹ ہیں تو ہم اپنے جواب میں اس کی تردید کریں گے اور ثبوت کے ساتھ تردید کریں گے تو میری یہ اپیل ہے کہ ہاؤس کو ٹھیک طریقے سے چلنا چاہیے۔

جناب سپیکر ، چودھری وصی ظفر صاحب !

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ پچھلے جتنے اجلاس ہوئے ہیں ان کا ریکارڈ نکلوا کے دیکھ لیں۔ آج سے قبل قائد حزب اختلاف جب بھی تقریر کرنے لگے اس ایوان میں ہماری سائیڈ نے انتہائی احترام، خاموشی اور عزت کے ساتھ اس کو سنا۔ اس اجلاس سے قبل جو دو اجلاس ہوئے ہیں۔ جب قائد ایوان بول رہے تھے تو اپوزیشن نے وہ بدتمیزی کی جو ان روایات کے خلاف تھی اور ہم نے ان کو متعدد بار کہا کہ آپ ایسا مت کریں۔ یہ روایات کے خلاف ہے۔ انھوں نے خود روایات کو پامال کیا۔ ہم نے کہا آئندہ پھر لیڈر آف اپوزیشن بولیں گے تو ہم بھی اپنا رویہ ایسا کر لیں گے۔ یہ تو جیسا کو تیسا اور ہر عمل کا رد عمل ہوتا ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہم بڑی تعداد دیکھ کر ان سے دب جائیں گے۔ پچھلے دو consecutive اجلاسوں کی بات کر رہا ہوں۔ اور میں قائد ایوان کی تقریر کی بات کر رہا ہوں۔ اور ان کے بولنے کے دوران کی بات کر رہا ہوں۔ آپ ٹیپ چلوائیں اور ریکارڈ نکلوائیں۔ اور آپ کے منع کرنے کے باوجود یہ باز نہ آئے۔ ادلے کا بدلہ ہے۔ جیسا انھوں نے کیا ہے ویسا ہم کریں گے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ چودھری بدرالدین صاحب!

وزیر صحت، جناب سپیکر! بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے سبھی فاضل ممبران یہ چاہتے ہیں کہ اپنی روایات کو برقرار رکھا جائے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ دونوں طرف کے ممبران اس بات کو سنجیدگی سے لیں۔ یہ بھی روایات رہی ہیں کہ بجٹ سیشن کے موقع پر وزیر خزانہ کو پوری بات کہنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس دن جو مظاہرہ ہوا وہ پنجاب اسمبلی کی روایت کے مطابق نہیں تھا۔ اور اسی طرح قائد ایوان جب بولتے ہیں اس وقت اور بھی زیادہ مداخلت ہوتی ہے۔ تو پھر کس طرح یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اپوزیشن کے قائد کی تقریر کے دوران مداخلت نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود اگر وہ یہ چاہتے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ ہمیں اس بات کی دھمکیاں دے رہے ہیں ہم دیکھیں کہ یہ اجلاس کیسے ہو گا۔ یہ اجلاس نہیں ہو سکتا۔ میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حزب اختلاف بڑی ہو یا چھوٹی ہو جمہوری روایات ہمیشہ قائم رہتی ہیں۔ جو لوگ آمریت کی گود میں جنم لیتے ہیں وہ جمہوری اداروں کا وقار نہیں دیکھ سکتے۔ وہ لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ یہاں پر ایسے حالات پیدا ہوں جس سے ان لوگوں کو موقع ملے جو جمہوریت کا قتل چاہتے ہیں۔ میں اپنے ان پارلیمانی دوستوں سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم جمہوری روایات قائم رکھنا چاہتے ہیں، جمہوریت کا فروغ چاہتے ہیں

تو ہمیں ایک دوسرے کو accommodate کرنا ہو گا۔ ایک دوسرے کا نقطہ نظر سننا ہو گا۔ اور میں یہ چاہوں گا کہ اس بارے میں ایک اجلاس بلا کر جو بھی لائحہ عمل طے کریں ہماری طرف سے آپ کو پورا یقین رکھنا چاہیے کہ ہم اس پر عملدرآمد کرائیں گے۔ شکریہ، مہربانی۔

جناب سپیکر: اس مسئلہ پر معزز اراکین نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کہ قائد حزب اختلاف اور قائد ایوان جب بات کر رہے ہوں تو اس میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ اصول کی بات ہے۔ اور قاعدے کی بات یہ ہے کہ جب کسی بھی رکن کو، اور اس میں یہ سوال نا مناسب ہے اور میں اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ محترم جناب کھوسہ صاحب، وزیر خزانہ کا درجہ کم ہے یا فلاں شخص کا درجہ کم ہے، فلاں کا بڑا ہے۔ کس کا اونچا ہے اور کس کا نیچا ہے۔ قانون کے مطابق جب سپیکر کسی بھی معزز رکن کو فلور دیتا ہے تو اصولاً قاعدے کے مطابق اس کی بات میں مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن احتراماً روایات کے طور پر یہ خیال ضرور کیا جاتا ہے کہ باقی معاملات میں کہیں کوئی نکتہ اعتراض اٹھا لیا جاتا ہے لیکن قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کی بات زیادہ غور سے اور اس وقت تک سنی جاتی ہے جب تک واقعی کوئی ایسی بات بیچ میں نہ آ جائے۔ انھیں کوئی قانوناً نہیں روکا گیا۔ لیکن احتراماً روایت کے تحت یہ رویہ اختیار کیا گیا ہے کہ ان کی تقریر میں مداخلت نہ کی جائے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ نا مناسب بات ہے کہ جب قائد ایوان بول رہے ہوں اور اس وقت تو یہ خواہش ہو کہ ادھر سے کوئی نہ بولے اور جب حزب اختلاف کے قائد بول رہے ہوں تو ادھر سے یہ خواہش ہو کہ ادھر سے کوئی نہ بولے۔ یہ تو تبھی ہو گا کہ دونوں ایک دوسرے کا احترام کریں۔ ورنہ بیٹھا بیٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہے کہ آپ کے قائد بول رہے ہوں تو ادھر خاموشی ہو اور ادھر کے قائد بول رہے ہوں تو آپ سیٹیاں بجائیں۔ آپ فقرے کسیں، آپ طعنے دیں اور فقرے کسیں۔ اس وقت بھی دونوں اطراف کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اگر ہم ہاؤس کا احترام کرنا چاہتے ہیں اور روایات کو نبھانا چاہتے ہیں تو پھر دونوں طرف سے یہ پابندی ہو گی۔ ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی۔ نہ ایسا ہے کہ ان کے منہ میں زبان نہیں ہے اور نہ آپ کے منہ میں ایسا ہے کہ زبان نہیں ہے۔ دونوں کو اللہ نے کافی طاقت ور زبانیں دی ہوئی ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ ان کا احترام کریں وہ آپ کا احترام کریں۔ اب آپ یہ فرمائیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! مجھے پتا نہیں کہ وہ وزیر رورل ہیں یا اربن ہیلتھ ہیں۔

مجھے ان کے محکمے کی تقسیم کا علم نہیں ہے ۔ وہ فرما رہے تھے کہ۔۔۔

جناب سپیکر ، اتنا تو پتا ہونا چاہیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب! کیا پتا۔ چھتیس تو ہیں ۔ اٹھارہ انیس ہوتے تو یقیناً میں سب کو پہچانتا۔ کس کس کو پہچانوں۔ جناب سپیکر! ابھی یہ فرما رہے تھے کہ یہ بڑی غلط روایت ڈالی گئی ہے۔ وہ 1988ء میں اس اسمبلی کے رکن نہیں تھے ۔ جو 1988ء میں اس طرح یا اس طرح اس اسمبلی کے رکن تھے ان کو میں بطور گواہ پیش کرتا ہوں کہ 1988ء میں بجٹ مسلم لیگ کی حکومت کی طرف سے میں نے پیش کیا تھا ۔ اور آج جو اپوزیشن کی ہماری تعداد ہے اس وقت پیپلز پارٹی کی کم از کم اتنی ہی تعداد تھی یا دو چار کم ہو گی ۔ یہاں اس ایریا میں دھرنا مارا گیا۔ بجٹ کی کاپی اس طرف پھینکنا۔ اور میری آواز کو دبانے کی کوشش کرنا ۔ چودھری صاحب جانتے ہیں کہ اس روایت کی کس نے ابتداء کی تھی ۔ اور اس کا جواب ہم نے تب بھی نہیں دیا تھا ۔ اس وقت کے لیڈر آف اپوزیشن یہ جانتے ہیں کہ کون تھے ۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ جانتے ہیں کہ وہ کون تھے ۔ اس کرسی پر کون بیٹھے ہوئے تھے ۔

جناب سپیکر ، آپ بتا دیجیے !

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب فاروق احمد خان لغاری صاحب۔۔۔ جناب سپیکر! جب میں نے بجٹ پیش کیا۔ اس وقت فاروق احمد خان لغاری صاحب لیڈر آف اپوزیشن تھے ۔ وہ اس وقت یہاں سے فرار ہوئے اور پھر رانا شوکت محمود صاحب کو منتخب کیا گیا۔ وہ اپنی سیٹ جیت کر خود مرکز میں چلے گئے تھے ۔ میں غلط بیانی نہیں کر رہا ۔ آپ ریکارڈ دیکھ لیں۔

جناب سپیکر ، کھوسہ صاحب! اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اس ہاؤس کی روایت ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، نہیں' جناب والا! میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ جب قائد حزب اختلاف اپنی opening debate کے لیے اٹھے تو ہم میں سے ایک شخص بھی نہیں بولا تھا ۔ ہم نے خاموشی سے ان کی تقریر سنی تھی اور میں نے اپنی اختتامی تقریر میں ان کے تمام اعتراضات کا جواب دیا تھا۔ آپ ریکارڈ نکالیں۔ اگر میری یہ بات غلط ہو تو میں ہاؤس چھوڑ کر باہر چلا جاؤں گا۔ یہ اعتراض برائے اعتراض نہ کریں۔ روایات انھوں نے یہاں رکھی ہیں ۔ اب یہ ان باتوں کو سہیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ ڈار صاحب!

جناب اظہر حسن ڈار ، جناب کھوسہ صاحب نے 1988ء کے حوالے سے بات کی ہے ۔ یہ جو بات کر رہے ہیں اس وقت موکل صاحب یہاں ڈپٹی سپیکر تھے اور شوکت محمود صاحب اس وقت اپوزیشن لیڈر تھے ۔ منظور وٹو صاحب باہر گئے ہوئے تھے اختر موکل صاحب صدارت کر رہے تھے ۔ اپوزیشن لیڈر نے صرف ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا لیکن اس پوائنٹ آف آرڈر کی انھوں نے اجازت نہ دی ۔ اس وجہ سے یہ ہنگامہ اس وقت ہوا تھا ۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے ۔ نواز شریف صاحب اس وقت قائد ایوان تھے ۔ اس وقت یہ ہنگامہ ہوا۔

چودھری محمد وصی ظفر، اتفاق کی بات ہے کہ اس اسمبلی میں میں بھی موجود تھا ۔ کھوسہ صاحب بھول رہے ہیں جب آخری بجٹ پیش ہوا تھا ۔ جب دھرنے مارے گئے تھے اور جس کے بعد اسمبلی ٹوٹ گئی تھی۔ اس وقت بات یہ ہوئی تھی کہ ان کے بجٹ میں typographical,chronological and factual mistakes تھیں' اعداد و شمار غلط تھے جس کو بعد میں انھوں نے amend کیا تھا۔ ان غلطیوں کی وجہ سے ہم نے پوائنٹ آف آرڈر پیش کرنا چاہا کہ جناب غلطیاں ہیں اور ان کی وجہ سے یہ بجٹ پیش ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ بجٹ تقریر شروع ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ انھوں نے وہ پوائنٹ آف آرڈر allow نہ کیا اور اس پر ہم نے احتجاج کیا۔ اصل بات یہ ہے۔ کھوسہ صاحب factually اس کو distort کر رہے ہیں۔

سردار حسن اختر موکل : جناب والا! میں نکتۂ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے !

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! ریکارڈ درست کرنے کے لیے میں عرض کروں گا۔ میرے دوستوں نے اس بحث کو غالباً لمبا کرنے کے لیے یہ بات کی ہے۔ آج آپ جس سیٹ پر اس وقت تشریف رکھتے ہیں اُس وقت میں یہاں پر بیٹھا تھا ۔ میرے دوست شاید یہ بات بھول گئے ہیں کہ اس وقت جو قائد حزب اختلاف تھے ان سے آگے نکل کر یہ کھڑے ہوئے تھے ۔ اجلاس شروع ہوا اور ابھی تلاوت ختم ہوئی تھی کہ یہ لوگ اٹھ کر آگے آ گئے ۔ اگر آپ نے اس مقدس ایوان کے فلور پر بھی کھڑے ہو کر یہی باتیں کرنی ہیں تو اس کا پھر کوئی علاج نہیں ہے ۔ جناب والا! میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ میرے حزب اقتدار کے دوست اس مقدس ایوان کی روایات کی بات کرتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ

وصی ظفر صاحب نے یہاں اس ہاؤس میں بیٹھ کر سگریٹ پیا۔ یہ کس ایوان کے تقدس کی بات کرتے ہیں؟ آج وہ شخص اس ہاؤس کا ممبر نہیں ہے اور اس کا نام لینا شاید بہتر نہیں ہو گا۔ وہ یہاں ڈائس پر آئے اور انھوں نے کرسی کے اوپر کھڑے ہوکر اذان دی اور آدھی اذان دینے کے بعد بھول گئے اور بھاگ گئے اور ان کے ایک بہت بڑے لیڈر نے یہاں ایوان میں کھڑے ہو کر مجھے کہا کہ وزیر خزانہ کو بٹھاؤ ورنہ میں ان کا گریبان پکڑوں گا۔ جب انھوں نے گریبان پکڑنے کے لیے قدم بڑھایا تو میں نے ان سے کہا کہ آپ زیادتی کر رہے ہیں لیکن وہ باز نہ آئے اور انھوں نے وزیر قانون سے ہاتھا پائی کی۔ جناب والا! یہ آج کن روایات کی بات کرتے ہیں؟ میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر ماضی میں کچھ ہوتا رہا ہے تو اس کو آج نہ دہرایا جائے۔

جناب سپیکر: چلیے میں دونوں کو برابر نمبر دیتا ہوں۔ اب آگے چلتے ہیں۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ ملک نواب شیر وسیر صاحب شاید کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ جی فرمائیے۔

ملک نواب شیر وسیر: جناب سپیکر! مجھے یہ بحث سننے کے بعد بڑا دکھ ہوا۔ ہم یہ سنتے آ رہے تھے کہ سردار اور جاگیر دار بات نہیں بھولتے۔ کھوسہ صاحب نے بطور وزیر خزانہ 1988ء کی تقریر کا بدلہ آٹھ سال بعد آج لینے کے لیے ایسا کہا ہے جس کا مجھے بہت افسوس ہوا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر: آپ کے افسوس میں ہم بھی شامل ہیں۔ تشریف رکھیں۔ جی محترم میاں شہباز شریف صاحب!

میاں محمد شہباز شریف: جناب سپیکر! مہربانی، شکریہ۔ جناب والا! میں کرپشن کی بات کر رہا تھا اور یہاں پر آوازیں آئیں کہ جھوٹ جھوٹ جھوٹ۔ جناب والا! اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ جو میں ریکارڈ پیش کر رہا ہوں حزب اقتدار کے معزز ممبران اپنی باری پر اس کی ضرور تردید کریں اور اس کے مقابلے میں اپنا ثبوت لے کر آئیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ جناب سپیکر! میں نے سینئر وزیر کے کارنامے کے بارے میں بات کی اور میں اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اب وفاق میں حکومتی جوڑے کے کارناموں کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ وفاق میں نہ جائیے چونکہ پنجاب کا بجٹ زیر بحث ہے اور آپ اسی پر رہیں۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! محسوس یہ ہوتا ہے کہ ان کو وفاق میں اپنی لیڈر شپ پر اعتماد نہیں ہے

اسی لیے ان کی نمائندگی بھی یہیں پر کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر : نہیں ایسا نہیں ہے کیوں کہ وہاں کل کافی اچھی اور لمبی تقریر ہوئی ہے۔

سید تابش الوری : جناب سپیکر! آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ بجٹ پر جب عام بحث ہوتی ہے تو اس میں ملکی اور وفاقی مسائل سے لے کر صوبائی مسائل تک بلکہ بین الاقوامی مسائل تک کے حوالے دیے جاتے ہیں اور یہی وہ موقع ہوتا ہے کہ جب ہم ملک کی اجتماعی صورت حال اور قومی سیاست پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ سب کچھ حوالے کے طور پر ہوتا ہے لیکن کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا گیا اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی موجودگی میں اس کی اجازت ہونی چاہیے۔

وزیر اوقاف : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے!

وزیر اوقاف: جناب والا! بے شک ریکارڈ منگوا کر سن لیا جائے کہ قائد حزب اختلاف کی وہ تقریر جس دن یہ لندن سے تشریف لائے تھے ان کی زندگی کی خوب صورت ترین تقریر تھی۔ آج ہماری خواہش تھی کہ قائد حزب اختلاف اعلیٰ تقریر کریں گے۔ چلیں میں یہ معاف کر دیتا ہوں کہ یہ نوٹس لائے ہیں یا تقریر لکھ کر لائے ہیں اس کو چھوڑیں لیکن آج چودھری پرویز الٰہی صاحب کی غیر حاضری کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک آدمی بھی ان کی واک میں نہیں ہے' ایک آدمی بھی ان کے کنٹرول میں نہیں ہے۔ سارے یہی کوشش کر رہے ہیں کہ میاں صاحب تقریر نہ کر سکیں۔ دیکھیں ان کا ایک اور آدمی پوائنٹ آف آرڈر کے لیے کھڑا ہو گیا ہے۔

چودھری محمد اقبال : جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے۔

چودھری محمد اقبال : جناب والا! میری آپ سے استدعا ہے کہ اس ہاؤس میں جو اعلیٰ روایات ہیں ان کی دونوں طرف سے پاسداری ہونی چاہیے۔ اس مطالبے کو بند کروا کر آپ اس روایت کو قائم کریں کہ جب بھی کبھی قائد ایوان یا قائد حزب اختلاف ایوان میں بات کریں تو ان کی بات کو غور سے سنا جائے اور درمیان میں مداخلت نہ کی جائے' کوئی پوائنٹ آف آرڈر بھی نہ اٹھایا جائے۔ اگر آپ اس کو monitor کریں گے تو یہ بہتر روایت ہو گی۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: میں آپ کی تائید کرتا ہوں ایسا ہی ہونا چاہیے اور اس سلسلے میں میری تمام دوستوں سے یہ گزارش ہے کہ جو بھی تقریر کریں چاہے ادھر سے کریں یا اُدھر سے ' قائد حزب اختلاف یا قائد ایوان کریں ' وزراء صاحبان ' ممبران کریں یا اپوزیشن کے اراکین کریں character assassination نہ کی جائے ' کردار کشی نہ کی جائے ۔ اگر آپ غیر حاضر لوگوں پر الزامات لگائیں گے تو یہ نامناسب ہو گا بہتر ہے کہ جو لوگ یہاں بیٹھے ہیں ' جو جواب دے سکتے ہیں ان کے متعلق بات کریں ۔ چونکہ پنجاب کا بجٹ زیر بحث ہے لہٰذا اسی کے حوالے سے بات کی جائے تو تبھی بات دائرے میں رہے گی ۔ اب میں دوبارہ میاں شہباز شریف صاحب کو خطاب کی دعوت دیتا ہوں ۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب سپیکر ! میں ایک بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر : چلیں آپ بھی کر لیجیے ۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا ! میری اس میں گزارش یہ ہے کہ فاضل قابل احترام قائد حزب اختلاف نے فقرہ شروع کیا ہے کہ " اب ایک مرکزی جوڑا " جناب اس طرح پھر personal باتیں شروع ہو جائیں گی اور بات خود بخود حد سے آگے گزر جائے گی ۔ پھر ہم بھی personal attack کریں گے ۔ اور اس سے نخش پیدا ہو گی اور ماحول خراب ہو گا لہٰذا میری گزارش ہے کہ یہ صوبائی بجٹ ہے لہٰذا رولز کے تحت ' قاعدے کے تحت ' روایات کے اندر رہتے ہوئے صرف صوبائی بجٹ پر ہی بات کریں۔ مرکز میں ان کے بہت سارے ممبران ہیں اگر یہ کوئی ادھر بات کرنا چاہتے ہیں تو اپنے ممبران کو بتا دیں وہ صبح بھی کر سکتے ہیں کیونکہ ابھی وہاں بجٹ تقاریر جاری ہیں۔ یہ اپنے نوٹس وہاں بھجوا دیں۔ یہاں پر ذاتی باتیں نہیں ہونی چاہئیں کیوں کہ اگر ایسی باتیں ہوں گی تو ان میں کچھ سچی ہوں گی' کچھ جھوٹی ہوں گی اور کچھ اپنے پاس سے بنائی ہوئی ہوں گی اور اس طرح بات آگے نکل جائے گی ۔ اگر ماحول کو ٹھیک رکھنا ہے تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ personal باتیں نہ کی جائیں ۔

وزیر پارلیمانی امور (جناب محمود اختر گھمن) : جناب سپیکر ! ہم قائد حزب اختلاف کا بے حد احترام کرتے ہیں وہ ہمارے لیے قابلِ عزت ہیں ۔ ان سے بھی درخواست ہے کہ اپنی تقریر میں ایسی بات نہ کریں جس سے ہمارے ساتھیوں کے جذبات مجروح ہوں ۔ میاں صاحب ہمارے لیے قابل صد احترام ہیں لیکن ذاتیات پر بات نہیں آنی چاہیے۔ انشاء اللہ ہماری طرف سے ان کی تقریر کے دوران غیر ضروری مداخلت نہیں ہو گی ۔ میں اپنے ساتھیوں اور پورے ایوان سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کی بات نہایت

غور اور احترام و عزت سے سنی جائے۔

جناب سپیکر، جی بہت بہتر۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر!

جناب سپیکر، آپ بیٹھیے۔ جی ڈاہا صاحب!

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا، جناب والا! معزز ممبر نے فرمایا ہے کہ صرف صوبے تک رہنا ہے۔ ہمیشہ یہ روایت رہی ہے کہ جب بھی بجٹ پر تقاریر ہوتی ہیں تو اس میں چاہے ملکی حالات، غیر ملکی حالات یا جو چیز بھی زیر بحث لانا چاہیں کبھی کوئی ممانعت نہیں ہے ان میں اتنی ہمت ہونی چاہیے۔ چاہے مرکزی ہو یا صوبائی ہو ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم اس پر تنقید کریں۔ جہاں تک یہ کہتے ہیں کہ 1988ء کے آخری بجٹ میں دھرنا مارا تھا۔ میرے خیال میں اب یہ پھر وہی اسمبلیاں تڑوانے والے حالات پیدا کر رہے ہیں۔اب تو ان کی اپنی حکومت ہے انھیں اپنی حکومت بچانی چاہیے۔

جناب سپیکر، مہربانی۔ جی میاں صاحب!

میاں محمد شہباز شریف (قائد حزب اختلاف)، شکریہ۔ جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ آپ نے مجھے فرمایا کہ میں وفاق کی بات نہ کروں۔ جناب والا! جس طرح محترم الوری صاحب نے فرمایا کہ یہ بجٹ ہے صوبے وفاق سے گرانٹ حاصل کرتے ہیں۔ این ایف سی کے تحت ایوارڈ تقسیم ہوتا ہے۔ development pool کی بات ہوتی ہے یہاں کالا باغ ڈیم کی بات ہوتی ہے یہ تمام معاملے وفاق سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ وفاق کی پالیسی کو discuss کیے بغیر اپنی بات کس طرح convey کر سکتے ہیں؟ جہاں تک personal attack کی بات ہے تو I will be the last person. So to say anything personally, I mean, that is not my domain; that is not my capacity.

جناب سپیکر، بڑی مہربانی۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ میں اگر کرپشن کی بات کرتا ہوں تو جس طرح میرے ان محترم دوستوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے دل کی بات ثبوت کے ساتھ یا جس طرح بھی کر سکیں ایک انداز میں ایک پیرائے میں کریں ان کو پورا حق ہے۔ میں قائد حزب اختلاف ہوں مجھے پنجاب کے عوام نے منتخب کیا ہے کہ میں حکومت کے بارے میں مثبت تنقید کروں۔ اگر

کرپشن کی بات کرتا ہوں تو ،

That is not a personal matter . It relates to the fate of hundred and thirteen million Pakistanis , seventy million Punjabis Mr. Speaker Sir , how can you say this is personal? I am not being personal. I am totally being rational. I am totally being relevant.

جناب سپیکر، میاں صاحب آپ اتنے دن انگلستان میں رہے ہیں اور اپنی زبان بھول گئے ہیں۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب والا! میں آپ سے گزارش کر رہا ہوں کہ براہ کرم آپ مجھے اجازت دیجیے گا کہ میں بات کروں۔

جناب سپیکر، آپ بات کریں۔

میاں محمد شہباز شریف ، اگر میں غلط بات کروں گا تو سو بار معافی مانگوں گا۔

جناب سپیکر، آپ بات کریں لیکن کردار کشی نہ کریں۔ ذاتی حملے نہ کریں۔

میاں محمد شہباز شریف، اگر میں کردار کشی کروں تو آپ مجھے ٹوک دیجیے گا۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی۔ آپ آگے چلیے۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب والا! میں وفاق میں حکومتی جوڑ توڑ کے کارناموں کی بات کر رہا تھا۔ تازہ ترین سکینڈل "سرے" کے علاقے میں (قطع کلامیاں)۔۔۔ جناب والا! میں بات کروں گا اور بات کرنے کا میرا حق ہے۔

MR SPEAKER: I call the House to order. Please, please

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! اس طرح مسئلہ نہیں چلے گا۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں Please I call the House to order. میاں صاحب! آپ تھوڑا سا صبر سے کام لیں آپ بات کریں۔ ٹھیک ہو جائے گا اور میں کنٹرول کرتا ہوں۔جی پلیز ـــــ آپ نے وعدہ کیا ہے۔ آپ کی طرف سے وزیر پارلیمانی امور نے وعدہ کیا ہے کہ آپ لوگ تحمل سے بات سنیں گے۔ از راہ کرم ان روایات کو خرابی کی طرف نہ لے جائیے بہتری کی طرف لے جائیے۔ قائد حزب اختلاف بات کر رہے ہیں انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بھی کردار کشی اور ذاتی حملے نہیں کریں

گے ۔ آپ ان کو موقع تو دیجیے۔ جی میاں صاحب بسم اللہ کیجیے۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب والا! تازہ ترین سکینڈل "سرے" کے علاقے میں ROCKWOOD نام کا ایک محل جو 355 ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے وہ 15 کروڑ روپے کی لاگت سے خریدا گیا ہے ۔ میں یہاں پر "سنڈے ایکسپریس اور" نیشن" لندن کی کاپیاں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آج سارا ملک بازار مصر بن چکا ہے۔ زیب و آرائش کا منوں سامان پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز پر بغیر ایک دھیلہ خرچ کیے لندن بھجوایا گیا اور وہ سامان "سرے" کے اس محل کو سجانے کے لیے اس کی زیب و آرائش کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محترمہ وزیر اعظم اور ان کے شوہر نامدار کے پاس یہ خطیر رقم کہاں سے آئی ؟ یہ سوال ذاتی نہیں ہے۔ یہ پاکستان کے 13 کروڑ عوام کا سوال ہے کہ ان کی پونجی سے جو پیسہ قومی خزانے میں جمع ہوتا ہے اس پر کسی کو کوئی حق نہیں کہ اس پر ڈاکہ ڈال کر قوم کی قسمت سے کھیلے (نعرہ ہائے تحسین)۔ محترم وزیر صاحب! اگر میں ذاتیات کی باتوں کا تو میں جناب سپیکر کے توسط سے آپ سے معافی کا خواستگار ہوں گا لیکن خدارا آپ مہربانی کر کے جمہوریت کے نام پر اس سسٹم کے نام پر' آپ سسٹم کو بچانے کی بات کیجیے گا اگر میں غلط تنقید کرتا ہوں تو آپ جواب دیجیے گا لیکن مثبت بات کرتا ہوں تو براہ کرم آپ patience رکھیے اور میری بات کو سنیے گا۔ 1800 روپے انکم ٹیکس ادا کرنے والی محترمہ وزیر اعظم صاحبہ اور ان کے شوہر نامدار نے آج تک کوئی قابل قدر آمدنی کے گوشوارے پیش نہیں کیے بلکہ 93-1992ء میں انھوں نے اپنے آپ کو 2 لاکھ 58 ہزار روپے کا مقروض ظاہر کیا۔ صاف ظاہر ہے کہ حکمران جوڑا ذاتی آمدن سے بیش قیمت محل کی خرید کسی طور پر بھی justified نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ROCKWOOD محل حکومتی جوڑے کے بے انداز مخفی وسائل کی تھاپ پر لندن اور یورپ کے بازاروں میں رقص کرتا نظر آتا ہے اور پاکستانی قوم کی غربت کا مذاق اڑاتا نظر آتا ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب والا! ناجائز طریقے سے حاصل کی ہوئی قومی دولت۔۔۔

وزیر صحت (بدرالدین چودھری) : جناب سپیکر ! میں پوچھنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: کس سے ؟

وزیر صحت : جناب والا! یہ جو تقریر ہو رہی ہے اس کا پنجاب کے بجٹ سے کیا تعلق ہے؟ (قطع کلامیاں) یا تو نیشنل اسمبلی میں ان کو اپنے ممبران پر اعتماد نہیں ہے یا سمجھتے ہیں کہ وہ competent

نہیں ہیں تو یہ فریضہ سر انجام دے لیں ۔لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان باتوں کا پنجاب کے بجٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ یہ رائے دیں کہ کیا بجٹ کی تقریر بجٹ سے الگ باتوں سے ہو سکتی ہے ؟

میاں محمد شہباز شریف، جناب سپیکر ! آپ اجازت دیں اس کا جواب میں دیتا ہوں ۔محترم گزارش یہ ہے کہ اگر اس کا تعلق پنجاب سے نہیں ہو سکتا تو پھر کس سے ہو سکتا ہے ؟ کہ پنجاب قومی خزانے میں اربوں روپے ٹیکس جمع کراتا ہے ' کاٹن کے اوپر ایکسپورٹ ڈیوٹیاں جمع کراتا ہے yarn کے اوپر ڈیوٹیاں جمع کراتا ہے۔ مشینری کی ایکسپورٹ ڈیوٹیاں جمع کراتا ہے ۔ خام مال کی ایکسپورٹ پر ڈیوٹیاں جمع کراتا ہے۔ کسٹم ڈیوٹی جمع کراتا ہے ' سیلز ٹیکس جمع کراتا ہے regulatory duty جمع کراتا ہے ۔ یہ پیسہ پاکستان کا ہے پنجاب کا ہے کسی مائی کی جاگیر نہیں ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا!

جناب سپیکر، فرمائیے۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ اس میں پنجاب اس قسم کی کوئی ڈیوٹی جمع نہیں کراتا۔ عوام جو بطور پاکستانی ہیں وہ جمع کراتے ہیں ۔ جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے (قطع کلامیاں) مرکز میں بجٹ الگ discuss ہو رہا ہے۔ اگر انھوں نے بجٹ پر discussion کرنی ہے تو اس بجٹ کے اندر کریں میں رولز کے مطابق بات کر رہا ہوں۔ مرکز نے جو گرانٹس دینی ہیں یا ادھر جو میٹنگز ہوئی ہیں ان کا ذکر کر کے تو یہ صوبہ اپنے حصے سے زیادہ لے آیا ہے ۔ اس کے علاوہ بجٹ کے دوران تقریر نہیں ہوسکتی اور پھر احترام کا ان کا یہ عالم ہے۔ ہم نے کبھی نہیں کہا کہ دو بھائیوں کا جوڑا۔ ہم بھی شروع کر دیں گے یہ ساڑھے تین سو روپے ٹیکس دیتے ہیں اور اربوں کی ملیں ہیں ----

جناب سپیکر، نیازی صاحب! آپ بیٹھیں ان کو فلور دیا ہوا ہے ـــــ وصی ظفر صاحب میں سن نہیں سکا آپ دوبارہ کہیے ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، دو بھائیوں کا جوڑا مل کر ساڑھے تین سو روپیہ ایک بھائی اور 900 روپیہ ایک بھائی ٹیکس دیتا ہے اور ان کی اربوں روپے کی ملیں ہیں ۔اس کا جواب بھی اسی تقریر میں دے دیں' نہیں تو گوشوارے لا کر بتا دیں ۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے ۔یہ بات آپ اپنی تقریر میں کہہ لیجیے ۔

وزیر انٹی کرپشن(جناب غلام عباس)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی غلام عباس صاحب فرمائیے۔

وزیر انٹی کرپشن، جناب سپیکر ! معزز قائد حزب اختلاف ابھی جو Rockwood کے حوالے سے بات کر رہے ہیں اس بات کو قومی اسمبلی میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ بات غلط ہے اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اور یہ محترمہ بے نظیر بھٹو کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے یہ پیسہ کہاں سے لیا ہے؛ جن کے باپ نے ہزاروں ایکڑ اراضی اس قوم کی نذر کی اور غریب کسانوں میں تقسیم کی (نعرہ ہائے تحسین) یہ ان کے بارے میں کہہ رہے ہیں جنھوں نے اپنا سب کچھ اس قوم کے لیے نچھاور کیا اور آج یہاں پر بیٹھ کر وہ لوگ بات کر رہے ہیں جو کہ جمہوریت کے قاتل رہے ہیں' آمریت کے پاؤں چاٹتے رہے ہیں' عدالتیں بیچتے رہے ہیں کرپشن کرتے رہے ہیں (قطع کلامیاں) میں کہتا ہوں کہ میاں شہباز شریف صاحب اسی ہاؤس میں قرآن اٹھا کر یہ کہیں کہ انھوں نے کبھی رشوت نہیں لی ۔ کبھی کرپشن نہیں کی۔ اس بات کا بھی یہاں پر اظہار کریں (قطع کلامیاں) جتنی کرپشن ، جتنی رشوت ، جتنی لاقانونیت ان کے دور حکومت میں رہی ہے جس طریقے سے انھوں نے لوٹا ہے ساری دنیا کو پتا ہے کہ کیا ماضی تھا کہاں سے چل کر کیسے ارب پتی بنے۔کتنے ارب روپے بنکوں کے یہ لوٹ کے لے گئے ہیں اور کس طریقے سے انہوں نے پوری قوم کو لوٹا ہے ' پورے ملک کو لوٹا ہے اور آج معصومیت میں یہ باتیں کر رہے ہیں۔ یہاں پر بیٹھے ہوئے لوگ نہ تو جاہل ہیں نہ کمسن ہیں اور نہ ہی بے شعور ہیں اور نہ ہی ان کی روایات اتنی منافی ہیں اور نہ ہی ان کی یادداشتیں اتنی کمزور ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کیسے اور کہاں سے بول رہے ہیں کیسے کیسے میری پنجاب کی دھرتی کو لوٹا گیا۔ کیسے کیسے اس کے پانیوں میں خون ملایا گیا کس طریقے سے کارکنوں کی پیٹھوں پر کوڑے برسائے گئے کس طریقے سے یہاں کی بیٹیوں کی عزتیں نیلام کی گئیں ۔ میں کہتا ہوں کہ ہم محترمہ بے نظیر بھٹو کو سلام پیش کرتے ہیں کہ جس نے اس ملک کے لیے ایک عظیم قربانی دی ۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔ نیازی صاحب آپ بھی بیٹھیں ۔ کھوسہ صاحب

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہاں ایوان کے فلور پر ایک ایسی سٹیٹمنٹ دی گئی ہے جس کے بارے میں' میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوں۔ وزیر کرپشن نے ....

جناب سپیکر ، کیا کہا آپ نے ؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جی sorry وزیر انٹی کرپشن (قطع کلامیاں) محترم وزیر انٹی کرپشن نے فرمایا ہے کہ محترمہ وزیر اعظم اپنے والد کی ہزاروں ایکڑ کی وارث ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں انہوں نے وارث نہیں کہا ' انہوں نے کہا کہ عوام کے حق میں ہزاروں ایکڑ زمین surrender کر دی ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، میں یہاں پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر یہ مطالبہ کیا گیا تھا اور میاں صاحب کی تقریر کا یہ حصہ متعلقہ ہے کہ وزیر اعظم صاحبہ 15 کروڑ کی جائیداد خریدنا' کہاں سے afford کر سکتی ہیں؟ ان کے والد کے ہزاروں ایکڑ نہیں بیچے گئے تھے۔ اب تک تین زرعی اصلاحات ہو چکی ہیں 59-1958ء اور 74-1973ء میں زرعی اصلاحات ہو چکی ہیں اور آخری زرعی اصلاحات کے بعد کوئی ایک شخص آٹھ ہزار یونٹ سے زیادہ رقبہ نہیں رکھ سکتا اور اگر کم از کم یونٹ بھی لے لیے جائیں جیسے بارانی علاقہ ہو وہ بھی چند سو ایکڑ بنتا ہے اور ہزاروں ایکڑ نہیں بنتا۔ لہذا چند سو ایکڑ کا مالک 15 کروڑ روپے کی جائیداد نہیں خرید سکتا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر ، اور اس سے ثابت ہوا کہ وہ نہیں خرید سکتے اس لیے انہوں نے نہیں خریدی۔ (قہقہے)

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! یہی بات قائد حزب اختلاف میاں محمد نواز شریف نے قومی اسمبلی میں کی ہے کہ اگر انہوں نے وہاں پر جائیداد نہیں خریدی تو سنڈے ایکسپریس کو عدالت میں لے جائیں تو بات ختم ہو جائے گی۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔ محترم صاحبزادہ فضل کریم صاحب!

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم ، جناب والا! پہلے میں ایک شعر آپ کی نذر کرتا ہوں۔

ادھر ادھر کی نہ بات کر مجھے یہ بتا قافلہ کیوں لٹا
مجھے راہزنوں سے غرض ہے کیا تیری رہبری کا سوال ہے

آوازیں، شعر غلط ہے ۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں ۔ پلیز ان کی بات سنیں۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، جناب والا! ان کو تو ہر چیز ہی غلط نظر آئے گی۔ ہم نے کبھی ان

کی تقریروں کے اندر مداخلت نہیں کی۔ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں میں چیئر سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ قائد حزب اختلاف کو تقریر نہیں کرنے دینی؟ کیا آپ جمہوری بساط کو ختم کرنا چاہتے ہیں؟ کیا اس ہاؤس میں بات کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ کوئی معزز رکن یا قائد حزب اختلاف جو کہ غالب اکثریت کا نمائندہ ہو اور اس ایوان کے اندر بجٹ پر اپنا مافی الضمیر بیان کرنا چاہتا ہو اور معزز رکن بار بار ان کی تقریر کے اندر مداخلت کر کے ان کو روکنے کی کوشش کرتے ہوں۔ میں یہبھی عرض کروں گا کہ چاہے ادھر کے اراکین ہوں چاہے ادھر کے اراکین ہوں یہ طریقہ چھوڑنا ہوگا' جمہوریت کو بچانا ہو گا۔ اگر آپ نے یہ طریقہ اپنائے رکھا تو پھر نقصانات کے احتمالات آپ کے سروں پر آئیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو نہیں روک سکتی اور یہ کہتے ہیں کہ مرکز کے بجٹ کی بات نہ کی جائے۔ جب کوئی شخص' ادارہ' اتھارٹی' وزیر اعظم 'صدر جب ملکی دولت کو بیچ کر اپنی جائیدادیں بنائیں گے تو پنجاب کے بجٹ میں ان کے متعلق بات ہو گی پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو نہیں روک سکتی۔

جناب سپیکر، حاجی محمد اسماعیل صاحب

حاجی ملک محمد اسماعیل، جناب سپیکر! پہلے مجھے ایک شعر کہنے کا موقع دے دیں۔ میں اپنے شعر کو ان کے شعر کے حوالے سے کہنا چاہتا ہوں۔ میاں شہباز شریف کی کرپشن پر تقریر کے حوالے سے عرض کروں گا کہ وہ وزیر اعظم پر بہت الزامات لگا رہے ہیں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک پنجابی شعر ہے ،

سادھاں دی پگ لے گئے چور
چور وی کہندے چور او چور

جناب سپیکر ، حاجی محمد افضل چن!

حاجی محمد افضل چن، جناب والا! اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے بلکہ سارے ہاؤس سے اپیل ہے اور اپنے بھائیوں سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ قائد حزب اختلاف کو تقریر کرنے دیں اور جب آپ کی باری آئے گی تو آپ کو بات کرنے سے کون روک سکتا ہے ؟ جمہوری روایات کی پاسداری کریں۔ قائد حزب اختلاف کو تقریر کرنے دیں اور پھر اس کا جواب آپ دیں۔ اگر جواب نہیں دے سکتے تو کم از کم ان کو تقریر کرنے دیں۔ میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ ان کی تقریر میں مداخلت نہ کریں۔ جو وہ بات کر رہے ہیں آپ نوٹ کرتے جائیں جب آپ کی باری آئے گی تو آپ بھی ایک گھنٹہ

بولیں۔ اپنی بات پوری کریں اور ان کے دور کو سامنے لے آئیں۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ خدا کے لیے جمہوری روایات کو قائم رہنے دیں اور ان کو اپنی تقریر مکمل کرنے دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، خواجہ صاحب! اب کم از کم آپ تو ان کو بات کرنے کا موقع دیں۔

خواجہ ریاض محمود: جناب والا! یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ چند روز پہلے قائد حزب اختلاف پاکستان جناب میاں نواز شریف نے اسمبلی کے فلور پر کہا کہ آئیں فیصلہ کرلیں چور کون ہے اور ڈاکو کون ہے؟ آؤ مل کر کرپشن کے لیے ایک احتسابی کمشن بنائیں۔ حکومت سے یہ بھی کہا کہ اس وقت آپ سیاہ و سفید کے مالک ہیں پنجاب کا ریکارڈ تمہارے پاس ہے وفاق کا ریکارڈ بھی تمہارے پاس ہے اور ہمارے دور کا ریکارڈ بھی تمہارے پاس ہے۔ آؤ فیصلہ کریں اس ملک میں کس نے کس کو لوٹا ہے؟ کس نے حکومت کو لوٹا ہے؟ کس نے اربوں ڈالر لوٹے ہیں؟ جناب سپیکر! میاں نواز شریف صاحب کی اس تجویز کو قومی اسمبلی میں 48 ووٹوں کے مقابلے میں 86 ووٹوں کی اکثریت سے مسترد کر دیا گیا۔

جناب سپیکر، سید عارف حسین بخاری!

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب سپیکر! میں دل سوزی سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں بلوچستان اسمبلی کے اجلاس میں وہاں کے فاضل سپیکر نے یہ کہا کہ بلوچستان اسمبلی کی اپنی روایات ہیں اور یہاں پر قبائلی احترام کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کو شور و غوغا کا شوق ہے تو وہ جا کر پنجاب سے منتخب ہوجائے۔ یہاں پر ہم بلوچستان اسمبلی کو پنجاب اسمبلی نہیں بننے دیں گے۔ میرے خیال میں ہمارے فاضل اراکین کے لیے تو اتنی بات ہی کافی تھی۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ کوئی قابل تعریف نہیں ہے۔ دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ صاحب زادہ فضل کریم صاحب کا ماشاء اللہ دینی پس منظر ہے، عظیم باپ کے بیٹے ہیں اور ملک کا 80 فیصد طبقہ اہل سنت والجماعت سے ہے اور لوگوں کا روحانی طور پر تعلق اہل سنت سے ہے ان کے مذہبی رہنما مولانا سردار احمد کے وہ بیٹے ہیں۔ ان کے اوپر ایک دوست نے کہا ہے کہ "چور بھی کہتے ہیں چور، چور۔" میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس نے صاحب زادہ صاحب کو چور کہا ہے یا ان کا کس کی طرف اشارہ تھا؟ ان کا مذہبی پس منظر ہے اور ان کے لیے چور کا لفظ انتہائی شرم کی بات ہے۔

جناب سپیکر، یہ چور والا تمکا آپ کی داڑھی میں نہیں ہے۔ آپ کو نہیں کہا۔

چودھری خادم حسین، میں حاجی محمد افضل چن صاحب کی بات سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ بھئی بات

سنیں ' کل آپ بھی ان ہی بنچوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جو حرکات آپ کر رہے ہیں اس وقت ہم آپ کے ساتھ تھے اس وقت ان چیزوں کو برا سمجھتے تھے۔ میں دونوں اطراف سے یہ گزارش کروں گا کہ ہم یہاں پر مذاق بنے ہوئے ہیں۔ گیلری میں جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ' اس طرف جو افسران بیٹھے ہوئے ہیں۔ آج ہم موثر کیوں نہیں ہو رہے اس لیے کہ ہم آپس میں لڑائی کر رہے ہیں۔ اصل مشن جس طرف ہمیں جانا چاہیے اس طرف ہم نہیں جا رہے۔ صاحب زادہ صاحب کے والد محترم کے بارے میں انھوں نے نہیں کہا انھوں نے تقریر کے حوالے سے بات کی ہے۔ میں صاحب زادہ صاحب کا ویسے بھی معتقد ہوں ' ہم مسلک ہوں۔ یہ شعر جو انھوں نے پڑھا ہے یہ شعر اس وقت پارلیمانی گروپ کی میٹنگ میں 1985ء میں پڑھا گیا تھا جس وقت محمد خان جونیجو (مرحوم) کی حکومت کو توڑا گیا تھا۔ اور اسمبلیوں کو توڑا گیا تھا تو ہمارے ایک دوست ' ہمارے ایک ساتھی ' ہمارے ایک معزز رکن جو آج ممبر نہیں ہیں انھوں نے یہ شعر یوں پڑھا تھا۔ میں بڑے میاں صاحب کی بات کر رہا ہوں۔ (قطع کلامیاں) بھئی بات سنیں۔ جب اسمبلی ٹوٹی تھی تو میاں صاحب سے میرے ایک معزز رکن نے پوچھا تھا ۔

تُو اِدھر اُدھر کی نہ بات کر بتا یہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزن سے غرض نہیں رہبری سے سوال ہے

یہ شعر تھا۔ واہ جی واہ

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! اگر آپ کی یہ ہدایت ہے کہ اس طرح سے یہ پوائنٹ آف آرڈرز کرتے رہیں اور جناب قائد حزب اختلاف کی تقریر کا تسلسل ٹوٹتا رہے تو میں پھر نہایت ادب سے ان سے گزارش کروں گا کہ آپ اپنی تقریر کو یہیں پر ختم کردیں۔ اگر برائے مہربانی ہمیں یہ assurance دیں کہ آپ ان کے اور پوائنٹ آف آرڈرز entertain نہیں کریں گے تو پھر قائد حزب اختلاف کو تقریر کرنے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر: آپ ادھر سے بھی assurance دیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: میں ادھر سے assurance دیتا ہوں۔ یہاں سے کوئی بات نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر: ایک try کرتے ہیں۔ (قطع کلامیاں) پلیز--- آپ کیا فرما رہے ہیں؟

ملک نواب شیر وسیر: ان سے ہمیں ہاؤس کو چلانے کے لیے assurance چاہیے۔ آج قائد حزب اختلاف کی تقریر کے وقت یہ assurance نہیں چاہیے۔ اس کے لیے آپ دونوں اطراف سے

assurance سے کر بات کروائیں۔

چودھری خادم حسین، یہ ہمیشہ کے لیے معاملہ ختم ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر، دونوں اطراف سے یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ آپ ہاؤس کو اس طرح سے چلانا چاہتے ہیں کہ اچھی روایات قائم ہوں اور اچھی روایات آگے بڑھیں۔ اگر آپ واقعی سنجیدہ ہیں اور چونکہ آپ کی طرف سے بھی یہ تجاویز آئی ہیں۔ ادھر سے بھی یہ تجاویز آ رہی ہیں۔ امید ہے کہ آپ دونوں اس کا عملی طور پر کوئی ثبوت بھی دیں گے۔(قطع کلامیاں) چلیے، موقع دیجیے۔

سید تابش الوری، کیا وصی ظفر صاحب مشیر تخریب کاری مقرر کیے گئے ہیں؛ وہ مسلسل پارلیمانی آداب کو پامال کر رہے ہیں۔ آپ کے کہنے کے باوجود، آپ کی رولنگ کے باوجود اور آپ کی ہدایت کے باوجود مسلسل غلط پوائنٹ آف آرڈرز پر اس ہاؤس کو disturb کر رہے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم نیا ورق الٹیں ورنہ یہ ساری بساط الٹ دی جائے گی۔ خدا کے لیے احساس کریں کہ ہمارا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور دنیا ہم پر ہنس رہی ہے اور آپ اتنے غیر سنجیدہ ہوکر بجٹ سیشن میں اس قسم کے پارلیمانی کردار کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ ہم سب کے لیے افسوس ناک ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب اس مرحلے کے بعد سپیکر صاحب اس ہاؤس کو in order کریں اور کسی کو اجازت نہ دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آپ بیٹھ جائیے۔ اب میں بات کرنے لگا ہوں میری بات سنیے پلیز۔ دیکھیے۔ پلیز تشریف رکھیے۔ مہربانی سے تشریف رکھیے۔ اگر آپ یہ بات دل سے کر رہے ہیں کہ ہاؤس چلنا چاہیے تو حقیقت یہ ہے جو میں سمجھ سکا ہوں۔ ہر عمل کا ایک رد عمل ہوتا ہے یہ جو کچھ حضرات کر رہے ہیں اور میری سمجھ میں جو اب تک آیا ہے یہ بجٹ کی تقریر والے دن کا رد عمل ظاہر کر رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں) ازراہ کرم یہ تو ایسے ہی چلتا چلا جائے گا۔ میں نے آپ کو برابر کے نمبر دے دیئے اب کیوں فکر کرتے ہیں۔ کوئی کسی سے کم نہیں۔ اب اس بات پر برابر کے نمبر حاصل کیجئے کہ وہ بھی ازراہ کرم کردار کشی سے گریز کریں گے۔ آپ بھی ازراہ کرم خاموشی سے ان کی بات سنیں گے۔ جو بات دلیل سے ہے۔ (قطع کلامی) پلیز نیازی صاحب! پلیز آپ بیٹھئے، بات سنیے، نہیں ایسے نہیں ہوگا۔ پلیز--- پلیز--- پلیز---(قطع کلامیاں) I call the House to Order مہربانی کیجئے اور بیٹھیے۔ اب میاں شہباز شریف صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں نہایت ادب سے یہ کہوں گا کہ بجھتی ہوئی پر آپ پھر تیل ڈال

دیتے ہیں۔ جب آپ نمبروں کی بات کرنا شروع کر دیتے ہیں عمل اور ردعمل یہ اور وہ۔ ہم آپ سے یہ توقع نہیں رکھتے۔ آپ برائے مہربانی سپیکر کا رول ادا کریں۔ میں نے آپ سے نہایت مؤدبانہ ایک گزارش کی تھی کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ قائد حزب اختلاف اپنی تقریر کو جاری رکھیں اور ان کا تسلسل نہ ٹوٹے تو پھر پوائنٹ آف آرڈرز entertain نہ کریں۔ میں نے آپ سے یہ درخواست کی تھی مگر آپ نمبر دینے پر آجاتے ہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ آپ برائے مہربانی یہ ہم سے commit کریں۔ ہم آپ سے commit کر رہے ہیں کہ یہاں سے کوئی بات نہیں ہوگی۔ اور وہاں سے کوئی بھی پوائنٹ آف آرڈر entertain نہ ہو۔ اس طرح سے نہ تو ان کی تقریر کا تسلسل رہ سکتا ہے اور نہ وہ جم کر تقریر کرسکیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، موقع دیجئے۔ میں واضح کرتا ہوں اگر آپ حضرات یہی رویہ رکھیں گے تو میں ہاؤس چھوڑ دوں گا' آپ بیٹھ جائیے پلیز۔ میں قائد حزب اختلاف میاں شہباز شریف صاحب کو دوبارہ دعوت خطاب دیتا ہوں۔ میاں صاحب! آپ جاری کیجیے۔

میاں محمد شہباز شریف، شکریہ' جناب سپیکر! میں آپ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ میں بڑے ادب سے جناب کے توسط سے پورے ہاؤس کو بغیر اس سیاسی تقسیم کے گزارش کروں گا 1992ء میں نیشنل اسمبلی میں محترمہ بے نظیر صاحبہ نے بحیثیت لیڈر آف دی اپوزیشن debate کو open کرنا تھا۔ کسی خاص مصروفیت کی بنا پر وہ تشریف نہ لائیں اور تیسرے دن تشریف لائیں اور سپیکر نیشنل اسمبلی سے request کی کہ مجھے اپنی تقریر کرنے کی اجازت دی جائے۔ ہاؤس کے اس پار کچھ دوستوں نے کہا کہ جناب! انھوں نے بحیثیت لیڈر آف دی اپوزیشن چونکہ اپنی تقریر open نہیں کی' انھوں نے اپنی باری گنوا دی' اب ان کا حق نہیں ہے۔ یہ ریکارڈ کی بات عرض کر رہا ہوں آپ یقین فرمائیں کہ سپیکر نیشنل اسمبلی نے کہا محترمہ یہ بات ٹھیک ہے مگر میں آپ کو دعوت دیتا ہوں آپ اپنے ارشادات فرمائیں and she spoke uninterrupted اس ہاؤس کی دوسری مثال اور اس وقت سیکرٹری اسمبلی کوئی اور صاحب تھے میں عرض کرتا ہوں کہ محترم رانا شوکت محمود جو اس وقت لیڈر آف دی اپوزیشن تھے انھوں نے جب بجٹ کے اوپر اپنی تقریر شروع کی تو جو بھی اس وقت سپیکر کی کرسی پر براجمان تھے سرکاری بینچز سے ایک دو interruptions ہوئیں تو سپیکر صاحب نے حکم دیا کہ I will not entertain any point of order and sir, you beheve me کہ رانا شوکت محمود صاحب کی تمام

تقریر uninterrupted تھی۔ میں یہ بالکل ریکارڈ کی بات آپ سے عرض کر رہا ہوں تو آپ سے میری گزارش ہے کہ آپ ہاؤس کے custodian ہیں آپ مجھے حکم کریں گے میں بات کروں گا۔ آپ فرمائیں گے میں بالکل بیٹھ جاؤں گا لیکن میں سمجھتا ہوں ابھی یہاں پر ایک بات طے ہوئی تھی کہ پرسنل بات کوئی نہیں ہو گی I give my personal assurance that I will not make any personal comment because I am not in the habit of this. This is not my policy. This is not my business and my trade. یہاں پر محترم وزیر انہی کرپشن نے بڑے جوش میں، بڑے زور سے تقریر کی جو ان کا حق ہے لیکن بے شمار پرسنل باتیں کیں۔ اس کا جواب دیا جا سکتا ہے لیکن بات نکلی تو بہت دور تک چلی جائے گی۔

جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ قومی دولت کو غیر ممالک میں اس بے دردی سے خرچ کرنا یقیناً نہ صرف اس ملک کے کروڑوں عوام کے حقوق پر، پنجاب کے سات کروڑ عوام کے حقوق پر صریحاً ڈاکہ ہے بلکہ قومی وسائل کی یہ لوٹ کھسوٹ سراسر بڑا قومی جرم ہے اور میں کوئی اپنے پاس سے بات نہیں کر رہا۔ کل کا یہ سنڈے ایکسپریس کا تراشہ فیکس پر مجھے آیا ہے۔ میں بھی آپ کی خدمت میں یہ پیش کروں گا۔ اس کے operative parts آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ ہاؤس جان سکے اور پھر فیصلہ کر سکے، پھر وہ اپنی تقاریر میں اس کی تردید کر سکے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں لکھا ہے۔

She denied , she was behind the purchase of the mansion but she will face more questions This week as new details emerge about the delivery to London of several crates of personal effects from our home in Pakistan. Eight wooden crates weighing several tones arrived at London Heathrow on a Pakistan International Airlines flight last month. The invoice stated that the goods were sent from Ms. Bhutto's private residence in Karachi to the Pakistan High Commissioner in London and were said to contain personal luggage and household effects. Some of the crates contain antique guns, antique swords and furniture, At the end of May, A second consignment arrived on a PIA

flight sent from a civil servant based in Lahore.

تو جناب! مجھ پر الزام لگتا ہے کہ میں وفاق کی بات کرتا ہوں' میں نے کہا تھا کہ وفاق اور صوبہ یک جان دو قالب ہیں۔

You cannot differentiate between them. From Lahore, to a Mr. Paul of East Born Business Association, Leutin Bredfordshire, simultaneously the delivery has not yet been collected from Heathrow and Airport sources said neither Mr. Paul, the Company, nor the given address exists.

یہ جناب! میں نہیں کہہ رہا یہ سنڈے ایکسپریس کی کل کی رپورٹ ہے اور آخری پیراگراف جو اور بھی important ہے اور یہ ایک نئے راز کو افشاں کرتا ہے

It has also emerged that the father of Bhutto's husband bought an apartment last year in one of London's smartest streets. Neighbours in Belgraviour said that Mr. Hakim Zardari was away in the south of France

جناب سپیکر! یہ محترمہ کے سسر صاحب کے فلیٹ کی بات ہو رہی ہے جو کہ ساؤتھ آف فرانس میں اس وقت موجود ہیں۔ جناب سپیکر! مرحوم بھٹو صاحب نے ایک زمانے میں کہا تھا میں اس وقت گورنمنٹ کالج میں طالب علم تھا انھوں نے فرمایا کہ South of France is too boring and North America is too cold.

جناب سپیکر! یہ ساڑھے تین ملین پاؤنڈ کا یہ گھر جو حاکم علی زرداری صاحب کا ہے۔ صاحبزادے تو اڑھائی لاکھ روپے کے مقروض تھے اور حاکم زرداری صاحب کا ساڑھے تین ملین پاؤنڈ کا لندن میں فلیٹ جس کا اب ذکر آیا ہے۔ میں نے یہ ریکارڈ کی بات کی تھی وہ یونائیٹڈ بنک کے مقروض نہیں تھے بلکہ defaulter تھے اور یونائیٹڈ بنک نے وہ قرضہ ان کے حصص کو forcibly فروخت کرکے بے باک کروایا۔ جناب سپیکر! یہ اس فلیٹ کی بات ہو رہی ہے اور میں یہ تمام کاغذات آپ کی خدمت میں ابھی پیش کرتا ہوں اور اس شعر کے ساتھ اس chapter کو یہاں پر close کرتا ہوں کہ

دیپ جس کا محلات ہی میں جلے
چند لوگوں کی خوشیوں کو لے کر چلے

وہ جو سائے میں ہر مصلحت میں پلے
ایسے دستور کو، صبح بے نور کو
میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا

(تالیاں)

جناب طارق بشیر چیمہ، شعر کے حوالے سے صرف ایک بات عرض کروں گا۔ We are not interrupting him. We have lot of regards for him. مجھے صرف یہ خوشی ہوئی ہے ساری عمر مرحوم کو جوتیاں مارتے رہے ہیں آج اسی کے شعر کا سہارا لیا ہے۔

I am grateful to the Leader of the Opposition.

میاں محمد شہباز شریف، میں نے تو کبھی جوتی نہیں ماری جناب۔ جناب سپیکر! بجائے اس کے کہ وزیر اعظم بد دیانتی کے اس انتہائی سنگین معاملہ کے بارے میں اپنی پوزیشن واضح کرتیں ان کا یہ کہنا کہ اس بارے میں اسمبلی میں بیان دینا غیر ضروری ہے اور متعلقہ اخبار کے خلاف عدالت میں جانا ان کے شایان شان نہیں۔ جناب سپیکر! سنڈے ایکسپریس اس کہانی کے اوپر مہر تصدیق کرتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ محترمہ اور ان کا خاندان پچھلے تین سالوں میں بعض کم تر معاملات میں عدالتوں میں ہتک عزت کے معاملے میں گیا ہے اور اس وقت وہ شان کے خلاف نہیں تھا جناب سپیکر! آج یہ معاملہ ان کی شان کے خلاف کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور پھر Bhutto Surrey Retreat کے نام سے اس بد قسمت قوم کی پونجی کو لوٹ کر برطانیہ میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کی غرض سے کروڑوں روپے کے فراڈ کو ظاہر کرنا اور پھر اس کے اوپر پوری قوم حیران زدہ ہے کہ جناب! محترمہ وزیر اعظم اخبار کے خلاف کیوں ہچکچا رہی ہیں۔ برطانیہ میں lible laws بڑے سخت ہیں اگر محترمہ سچی ہیں خدا کرے کہ وہ سچی ہوں کہ وہ پاکستان کی وزیر اعظم ہیں کہ پاکستان کی عزت اخبار میں نہیں لٹنی چاہیے۔ جناب سپیکر! اگر وہ سچی ہیں تو اس اخبار کو کنگال کر سکتی ہیں لیکن

ستارہ اوج پر ہے راہزنوں کا
نہیں پرساں کوئی خستہ تنوں کا

جناب سپیکر! میں انتہائی دکھ کے ساتھ ایک اور ایسے گہرے زخم کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جس کا تعلق میرے پیارے صوبہ پنجاب سے ہے، جس کا تعلق میرے پاکستان

سے ہے۔ جناب سپیکر! اس بارے میں بھی میں شہادت کے اور ثبوت کے بغیر بات نہیں کیا کرتا۔ جناب سپیکر! Wall Street Journal کا دس جون کا یہ آرٹیکل ابھی یہ بھی آپ کی خدمت میں آئے گا۔ آج رات کافی کے اوپر ان تمام چیزوں کو پڑھیں اور آپ بھی میری تائید کریں گے کہ کم از کم میرے پاس سے کوئی بات نہیں کی صرف ثبوت کے طور پر ہر چیز آپ کی خدمت میں پیش کی ہے۔ جناب سپیکر! ایک بلین ڈالر سے زیادہ یعنی چالیس ارب روپے کا ایک کمپیوٹر سافٹ ویئر کا پراجیکٹ امریکہ کے انڈسٹریلسٹ پاکستان کے اندر لگانا چاہتے تھے اور اس ملک کے لاکھوں لوگوں کی محرومیوں کو ختم کر کے ان کے چہروں پر خوشیاں لانا چاہتے تھے۔ اس قوم کے پیداواری اہداف کو پورا کرنے کو تھے۔ اس قومی خزانے میں لوٹ کھسوٹ کے بعد کھوکھلے خزانے میں اربوں روپیہ جمع کرنا چاہتے تھے۔ جناب سپیکر! کرپشن اور رشوت کی اندھی ہوس نے میرے ملک کو اس عظیم پراجیکٹ سے بھی محروم کر دیا ہے۔ یہ محرومی اس وجہ سے نہیں کہ میرا مزدور محنتی نہیں ہے۔ پاکستانی امانتدار نہیں، پاکستانی دیانتدار نہیں، پاکستانی محب وطن نہیں ہے۔ یہ تمام qualities ان تیرہ کروڑ عوام میں موجود ہیں۔ لیکن ملک اس لیے محروم ہوا کہ جناب سپیکر رشوت اور کرپشن کی اندھی ہوس نے پاکستان کے اوپر ایک اور کاری ضرب لگائی اور ان لاکھوں بیروزگار لوگوں میں اور زیادہ اضافہ ہوتا چلا گیا اور یہ اخبار Sunday Express کہتا ہے کہ،

Wall Street Journal says. I lead a group of Pakistani Americans renowned for their expertise in high technology and development and drafting a blue print for the birth of a diverse computer industrial complex in Pakistan. Not in America but, Sir, in Pakistan. We arranged the participation of some of silicon valleys most prominent software producers and venture capitalists. We envisioned an investment of more than one billion dollar and planed equipment and software training centres. This is more important. Yet, after a year long assessment we concluded that no substantial investment in Pakistan was feasible unless something was done to reduce official proficient

اس سے بڑا گھاؤ اس قوم کے اوپر کیا لگ سکتا ہے۔ صرف کرپشن کی بنا پر ان امریکیوں

نے ایک بلین کا پراجیکٹ پاکستان میں لگانے سے انکار کر دیا اور اس قوم کو خوشحالی اور ترقی سے محروم کر دیا۔ جناب والا! پھر ہم رونا روتے ہیں کہ جناب بیس بلین ڈالر کے MOUs ہم نے سائن کیے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بیس کی بجائے سو بلین ڈالر کے MOUs آپ سائن کرلیں ان کی وقعت اور ان کی توقیر ایک کاغذ کے پرزے سے زیادہ نہیں ہو گی۔ لہذا یہ کوئی ذاتی بات نہیں یہ کوئی پرسنل بات نہیں۔ اس کا تعلق تیرہ کروڑ پاکستانیوں کے مستقبل سے ہے۔ میرے بچوں سے ہے، آپ کے بچوں سے ہے، غریب اور تانگہ بان کے بچوں کے ساتھ ہے۔ جناب سپیکر! اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جو لوگ امین بن کر قومی امور اور وسائل کو سنبھالنے آتے تھے وہ دراصل خائن تھے۔ جناب سپیکر! توجہ کا خواست گار ہوں

ہم سے پوچھو چمن پہ کیا گزری
ہم گزر کر خزاں سے آئے ہیں

جناب سپیکر! میں نے اپنی پچھلی تقریر کے اندر یہاں پر قادر گیس فیلڈ کے بارے میں تفصیل سے بیان دیا تھا اور آج صرف اس لیے ضرورت پڑی کہ آج پھر اس پراجیکٹ میں مزید تبدیلیاں آئیں۔ مجھے آپ اجازت دیجیے کہ Even at the cost of reputation میں چند باتیں آپ کے گوش گزار کرنی چاہتا ہوں کہ ہاشو گروپ بذریعہ پی ایچ پی آسٹریلیا اس ملک کے گیس کے اربوں روپے کے ذخائر کے حصص کوڑیوں کے بھاؤ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ فیڈرل گورنمنٹ نے proposal approve کر دی۔ مگر صدر پاکستان نے بڑے دل گردہ نکال کر بڑے حوصلے کے ساتھ ایک خط وفاقی حکومت کو لکھا اور تنبیہ کی یہ پاکستانی قوم کے محدود اور قیمتی قدرتی وسائل آپ کوڑیوں کے بھاؤ بیچ نہیں سکتے۔ جناب سپیکر! اس خط کا operative paragraph ہے صرف وہ آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

In his strongly worded letter, which he has addressed to the Government on Tuesday, January 9, 1996, the President said the ECC's proposal as formulated appeared to be deeply fraught. They are neighter transparent nor prudent.

اندازہ کیجیے کہ صدر پاکستان حکومت پاکستان کو یہ فرما رہے ہیں کہ یہ کوئی میں نہیں آپ نہیں کہہ رہے۔ صدر پاکستان فرما رہے ہیں کہ:

They do not seem to serve Pakistan political, economic or strategic interest.

جناب سپیکر! اس سے بڑی تنبیہ قومی مفادات کے خلاف کام سے روکنے کے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سخت ترین الفاظ میں صدر پاکستان نے reprimand وفاقی حکومت کو کیا۔ مگر پچھلے دنوں لندن میں مجھے اخبارات سے اندازہ ہوا کہ صدر کی اس تنبیہ کو بھی خاطر میں نہ لایا گیا اور ایک اہم ترین شخص کے ایما پر اس انتہائی محدود قدرتی وسائل کو کوڑیوں کے بھاؤ قومی منصوبوں کی لوٹ سیل کی طرح قومی مفاد کے خلاف بیچا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! یہ تمام چھینا جھپٹی' یہ قومی وسائل کی لوٹ مار اور کرپشن کے انبار کیا پہلے ہی کم تھے کہ اب قومی سلامتی کو بھی داؤ پر لگا کر بے کار اور فرسودہ میراج طیاروں میں کمیشن مافیا کروڑوں روپے کما چکے ہیں۔ جناب سپیکر! گو کہ حکومت نے اعلان کیا ہے کہ متعلقہ ڈپٹی سیکرٹری کو معطل کر دیا جائے۔ مگر جناب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سورما ہے کہ جس کے حکم کے اوپر وفاقی حکومت نے اس قوم کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے کروڑوں ڈالر ان فرسودہ جہازوں کے دلال کو تھما دیے اور آج جب اس کے بارے میں انکوائری ہو رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس ایوان میں آج آپ کی وساطت سے اپنی پارٹی کے ان شیروں کی وساطت سے اور خدائے بزرگ و برتر کو گواہ بنا کر ہم کہتے ہیں کہ جب تک ہم اس قوم کی لوٹی ہوئی دولت کی ایک ایک پائی وصول کر کے قوم کے قدموں میں نچھاور نہیں کریں گے ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

منزل گل کا پتہ دیتے ہیں
راستے میں خار بچھانے والے

جناب سپیکر! آج ساری قوم کرپشن کی آگ میں سلگ رہی ہے۔ اگر ہم نے اتنی تاخیر کے باوجود بھی اس ناسور کو ختم کرنے کے لیے کوئی خاطر خواہ کام نہ کیا تو پھر قدرت بھی ہمیں معاف نہیں کرے گی۔ گو بہت وقت گزر گیا' بہت پانی بہہ گیا۔ مگر آئیے آج بھی وقت ہے کہ نوشتہ دیوار کو پڑھتے ہوئے ہم ایمانداری اور نیک نیتی سے اس مسئلے کے حل کے لیے پہلا قدم اٹھائیں۔ جناب سپیکر! دیکھئے کتنی اچھی مثال آپ کے سامنے ہے کہ لیڈر آف دی اپوزیشن اور 74 ممبران قومی اسمبلی مسلم لیگ نے اور ان کی حلیف پارٹیوں کے ممبران نے ایک ایک کروڑ روپے کے پلاٹس، قیمتی ترین قطعات اسلام آباد کے پہاڑ کے ساتھ تھے، جو لیگل کرپشن تھی سیاسی کرپشن تھی۔ ملک کے عظیم ترمفاد میں اپنے جوتے کی نوک پر ٹھکرا دیا ہے۔ یہ یقیناً ایک قابل قدر تاریخی کارنامہ ہے مگر

افسوس اور صد افسوس کہ اسی لیڈر آف دی اپوزیشن کی وہ قرارداد جو کہ اس ملک میں کرپشن کو ختم کرنے کے لیے اس اسمبلی کے اندر پیش کی گئی۔ حیف کہ گورنمنٹ پارٹی کے 87 ممبران نے اس قرارداد کو ختم کر دیا اور اس کی مخالفت میں ووٹ ڈالے۔ مگر جناب سپیکر! وہ 87 ووٹ قرارداد کی مخالفت میں نہیں تھے بلکہ کرپشن کے حق میں تھے اور میں آج آپ سے اس ایوان سے گزارش کرتا ہوں کہ اس رات پشاور سے لے کر کراچی تک تیرہ کروڑ عوام اشکبار تھے۔ اس لیے کہ جن لوگوں کو انھوں نے اپنے ووٹوں اور نوٹوں سے' اپنی محبت اور خلوص سے' دن رات کی محنت سے اسمبلی کے ایوانوں میں منتخب کروایا تھا۔ ان سے توقعات یہ تھیں کہ نہ صرف وہ کرپشن کو ختم کریں گے بلکہ اس ملک کے اندر انصاف کا بول بالا کریں گے اور عدل و انصاف کو promote کریں گے۔ وہ لوگ کرپشن کو ختم کرنے کی بجائے آج کرپشن کی سپورٹ میں ووٹ دے رہے ہیں۔ جناب سپیکر! اس رات کوئی آنکھ اس ملک کے اندر چین سے نہیں سوئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ دن اس ملک کے اندر بڑا بدقسمت دن تھا۔ آج میں سرکاری بنچوں پر بیٹھے ان معزز ممبران سے آپ کے توسط سے کیا یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ بھی قومی اسمبلی میں اپنی پارٹی کے نقش قدم پر چلیں گے یا پھر آج اس ایوان میں کرپشن کے خلاف ٹھوس بنیادوں پر قانون سازی کر کے نہ صرف پنجاب کے سات کروڑ عوام کے مردہ چہروں کو زندہ کریں گے بلکہ خدا اور اس کے رسول کے سامنے آپ سرخرو بھی ہوں گے۔ آئیے' جناب سپیکر! آئیے' آپ بھی آئیے' پچاس سال بعد ہی سہی' بھوک اور غربت کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے لوگوں کی بحالی کے لیے' یتیم اور بیواؤں کو ان کا حق دلوانے کے لیے' بیمار اور دکھی کو موت کے منہ سے بچانے کے لیے' قوم کے وہ بچے جو ہونہار بھی ہیں' ذہین بھی ہیں' دن رات گلیوں اور محلوں میں جان مارتے پھرتے ہیں کہ ان کے پاس تعلیم کے لیے وسائل نہیں ہیں ان کو تعلیم سے آراستہ کرانے کے لیے اور جناب سپیکر! ان جوان بچیوں کے لیے جو پڑھی لکھی ہیں مگر ان کے ماں باپ کے پاس پانچ ہزار روپیہ ان کے ہاتھ پیلے کرنے کے لیے نہیں۔ اور پھر جناب سپیکر! آج آئیے' اس وعدے کے ایفاء کے لیے جو ہم نے ووٹ لیتے وقت پنجاب کے عوام کے ساتھ کیا تھا۔ اس حلف کے احترام اور تقدس کے لیے جس کو آپ نے اور میں نے اس ایوان میں اٹھایا تھا۔ جناب سپیکر! اس خدائے بزرگ و برتر کے احکام کی بجا آوری کے لیے جس کی عدالت میں ہم نے ایک روز حاضر ہونا ہے۔ سیاسی اختلافات کی لکیر کو مٹاتے ہوئے' ذاتی عناد کو ختم کرتے ہوئے آئیے ایک ایسی

قرارداد متفقہ طور پر منظور کریں جس کی وجہ سے پھر اس صوبے کے عوام کا اعتماد اس ایوان پر بحال ہو سکے' بلکہ اس کے نتیجے میں حق داروں کو ان کا حق مل سکے اور وہ لوگ جن کے لیے خدا کی زمین آج تک فرش کا کام دیتی رہی' جن کے لیے نیلا آسمان چھت کا کام دیتا رہا۔ ان کے بڑوں نے بھی پاکستان کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ان کی ماؤں اور بہنوں نے اس ملک کے لیے اپنی عزتیں لٹائی ہیں۔ ان کے بڑوں نے اپنے خون سے پاکستان کی آبیاری کی ہے۔ آج ان کے بزرگ اپنی قبروں میں تڑپ رہے ہوں گے کہ خدایا' ہم نے پاکستان کے لیے اس لیے خون نہیں دیا تھا کہ وہاں پر اللہ کے نظام کے بجائے وہاں پر چھینا جھپٹی اور ظلم اور وہاں پر جبر اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو جائے۔ آج ان شہیدوں کی روحوں کو تسکین دینے کے لیے آئیے' ہم اس وعدے کو نبھائیں جس کے لیے حضرت قائد اعظم نے اتنی بڑی تحریک چلائی تھی۔ اور جناب سپیکر! اس کے نتیجے میں ایک تانگے بان بھی فخر کر سکے کہ میرا پڑھا لکھا لائق بیٹا بھی ایک بڑے آدمی کے بیٹے کے مقابلے میں افسر بن سکتا ہے۔ ایک کاشت کار بھی یہ کہہ سکے' گورنرز' صدر' وزیر اعظم اور وزراء اور ان کی فوج ظفر موج اور ان کے رشتہ دار بیٹوں کے ساتھ میری بیمار بیٹی بھی علاج کی مستحق ہے۔ اور یہ نہیں کہ لاکھ لاکھ ڈالر گورنرز اور وزراء اور پرائم منسٹر کے لیے منظور ہوں مگر جو لوگ انھیں ان ایوانوں میں بھجواتے ہیں ان کے لیے نہ ڈاکٹر نہ دوائی۔ جناب سپیکر! اس چیز کو آج ختم کرنے کے لیے میں آپ کی اجازت سے اس ایوان میں ایک مسودہ پیش کرنا چاہتا ہوں' اور اس مصمم ارادے اور قوی یقین کے ساتھ کہ محترم بھائی جو سرکاری بنچوں پر بیٹھے ہیں وہ اس قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کر کے پچاس سال کے بعد اس ملک کے اندر کرپشن کو ختم کرنے کے لیے آخری کیل ٹھونک دیں (نعرہ ہائے تحسین)۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس قرارداد کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! ملک کے تمام اہل شعور تسلسل کے ساتھ یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ معاشرے میں بڑھتی ہوئی خوف ناک کرپشن کے انسداد کے لیے ایک مستقل احتسابی کمشن تشکیل دیا جائے تاکہ وہ نہ صرف کرپشن کے معاملات کی تحقیقات کرے' بلکہ ایسی تجاویز مرتب کرے جن سے ملک میں بدعنوانی اور رشوت کا خاتمہ کیا جا سکے۔ لیکن بدقسمتی سے وفاقی حکومت نے پاکستان مسلم لیگ کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا تھا۔

یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ فوری طور پر . . . . . .

آوازیں، نو، نو۔

میاں محمد شہباز شریف، بھائی، بات سن لیں، پھر آپ نو کر دیں۔ وہ فوری طور پر ایک اعلیٰ اختیاراتی کمشن قائم کرے جسے کسی کو بھی طلب کرنے، شہادت قلم بند کرنے، مختلف افراد کے خلاف چاہے وہ کتنے ہی اعلیٰ منصب پر فائز کیوں نہ ہو، تحقیقات کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کا مکمل اختیار حاصل ہو۔ یہ ایوان پختہ رائے رکھتا ہے کہ اگر بلاتاخیر اصلاحی اقدامات نہ کیے گئے تو کرپشن کا سرطان معاشرے کی اخلاقیات کو فنا کر دے گا اور ہم جنھوں نے اپنے آپ سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر ہم اس ملک کو قرآن و سنت کے مطابق نہ ڈھالیں گے تو اپنے اس مقدس عہد سے رو گردانی کے مرتکب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کا نشانہ بنیں گے۔ متذکرہ کمشن تمام صوبوں کے ریٹائرڈ چیف جسٹسوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔ جس کا اپنا مستقل سیکرٹریٹ ہو۔

یہ ایوان یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وفاقی حکومت اس کمشن کو تمام ضروری اختیارات کے ساتھ مطلوبہ فنڈز بھی فراہم کرے تاکہ وہ مالیاتی خود مختاری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکے۔

جناب سپیکر! میں یہ آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں اور امید ہے کہ سرکاری بنچ اس کو فی الفور پاس کر کے پنجاب کے عوام کے سامنے سرخرو ہوں گے۔

جناب سپیکر! آج پنجاب کے اندر (مداخلت)۔۔۔

جناب سپیکر، پلیز، پلیز۔ میری ایک تجویز ہے، آپ کی جب باری آئے گی آپ اس پہ رائے زنی کر سکتے ہیں۔ موقع دیجیے۔ یہی بہتر ماحول ہے، پلیز۔

میاں محمد شہباز شریف: جناب سپیکر! اب میں صوبے کے میزانیے کی طرف آتا ہوں۔ ۹۷-۱۹۹۶ء کا میزانیہ عوام کے لیے وہی رنج و الم دوبارہ واپس لے کر آیا ہے۔ آج پنجاب میں امن و امان کی جو صورت حال ہو چکی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ڈاکے، رہزنی، بم دھماکے اور کھلے عام گاڑیاں چھین لینے کی وارداتیں روز کا معمول بن چکی ہیں۔ لیکن جرائم کا قلع قمع کرنے کے بجائے تھانوں کے عقوبت خانوں میں مظلوموں اور بے گناہوں پر تشدد کر کے خانہ پری کر دی جاتی ہے۔ اس کے باوجود صوبے کے وزیر اعلیٰ بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! پچھلے ۱۹۹۵ء کے بجٹ میں آپ نے امن و امان کی مد میں صرف نو فی صد اضافہ کیا تھا۔ کیا پنجاب کے اندر قتل بند ہو گئے؟ پنجاب کے اندر ڈاکے بند ہو گئے؟ پنجاب کے اندر لوٹ مار بند ہو گئی کہ صرف نو فی صد آپ نے ۱۹۹۵ء میں اضافہ کیا؟

جناب سپیکر! ۹۷-۱۹۹۶ء میں صرف ۲ فی صد اضافہ کیا گیا۔ اور اس کے مقابلے میں آپ دیکھیں کہ ۹۵ء میں administrative expenses میں جس میں ان کی لمبی لمبی گاڑیوں کے پرشکوہ جلوس، جن میں ان کے گھروں کی آرائش و زیبائش کے سامان، جن میں ان کے دفاتر کے فرنیچر، جن میں ان کے باہر کے علاج کے نام پر لاکھوں ڈالر کا خرچ ہونا اور پاکستان کے اندر عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا، جناب سپیکر! اس مد میں، یعنی لاء اینڈ آرڈر کی مد میں تو صرف نو فی صد، مگر اس مد میں ۹۴ فی صد اضافہ کیا گیا۔ اندازہ کیجیے گا کہ یہ غریب قوم، لاکھوں لوگ آپ کے پنجاب میں بےروزگار ہیں، مفلوک الحال ہیں۔ بیماری کے لیے علاج نہیں ملتا۔ تعلیم کے لیے پیسہ نہیں ملتا۔ اور آپ لاء اینڈ آرڈر میں صرف نو فی صد اضافہ کرتے ہیں۔ اور آپ اپنی عیاشی کے لیے، گھروں اور دفتروں کو خوب صورت کرنے کے لیے آپ اپنے سٹاف کو ایکسٹرا سہولتیں دینے کے لیے ۹۴ فی صد اضافہ کر کے آپ سات کروڑ عوام کو کیا پیغام دے رہے ہیں کہ ہم یہاں پر ان ایوانوں میں آتے ہیں اپنے personal privileges کے لیے، اپنے ذاتی مفادات کے لیے اور پنجاب کے سات کروڑ عوام کو آپ نظر انداز کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ شاہانہ اخراجات کے علاوہ آپ دیکھیے، سوشل سروسز۔ پچھلے بجٹ میں، ۹۵ کے بجٹ میں انھوں نے سوشل سروسز پر خود ۲۳ فی صد اضافہ کیا تھا۔ مگر ہوا کیا؟ آج میں آپ کو ریکارڈ کی بات کرتا ہوں کہ آج انھوں نے جب بجٹ revise کیا تو ۲۳ کی جگہ ۲۲ فی صد یہ invest کر سکے۔ کیا پنجاب کے اندر آپ نے تمام سہولتیں مہیا کر دیں؟ دیہات میں پینے کا پانی آپ نے پہنچا دیا؟ کیا تمام بچوں کو تعلیم آپ نے دے دی؟ کیا میرے صوبے میں آپ نے تمام سماجی بہبود کے کام مکمل کر دیے؟ کیا کوئی حاجت مند باقی نہیں رہا کہ آپ نے اپنی عیاشی کے لیے تو ۹۴ فی صد استعمال کیا، مگر لاء اینڈ آرڈر، سوشل سروسز کے لیے صرف نو فی صد، صرف بائیس فی صد۔

جناب سپیکر! اسی طرح معاشی خدمات کو دیکھیے گا۔ وہاں پر بھی پچھلے بجٹ میں آپ نے پندرہ فی صد اضافہ دکھایا تھا۔ مگر ہوا کیا؟ وہاں پر بھی کٹوتی لگا کر آپ نے پندرہ کو گیارہ کر دیا۔ اور وہاں سے چار فی صد بھی لے اڑے۔ اور اپنی عیاشی کے لیے ۹۴ فی صد میں آپ نے داخل کر دیا۔ جناب سپیکر! کیا پنجاب کے اندر برسات کے بعد جو سڑکیں ٹوٹی تھیں وہ تمام مرمت ہو گئیں؟ کیا نہروں میں جو پانی تھا اس نے تمام زمینوں کو سیراب کر دیا؟ کیا پنجاب کے اندر دیہات کے فارم کو جو سڑکیں جاتی تھیں کیا آپ نے وہ مکمل کر دیں؟ نہیں، نہیں۔ آپ کو تو صرف اور صرف اپنے ۹۴ فی صد

میں عیاشی کا سامان نظر آتا تھا۔ نہ تعلیم' نہ علاج' نہ سکول' نہ لاء اینڈ آرڈر' نہ ڈاکہ زنی کے لیے آپ کو کوئی پروا نہیں۔ چاہے وہ نکئی صاحب کا علاقہ ہو' چاہے وہ شیخوپورہ ہو۔ بم دھماکے ہوتے رہیں' لوگ مرتے رہیں۔ آپ کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ آپ کو صرف لمبی کار چاہیے۔ آپ کو ڈیوٹی فری کار چاہیے۔ آپ کو دو دو گاڑیاں چاہییں۔ آپ کو چار چار آفیسرز چاہییں۔ آپ کو لندن' پیرس اور نیو یارک کی ٹکٹیں چاہییں۔ اس کے علاوہ آپ کو پنجاب کے عوام سے کوئی غرض نہیں۔

جناب سپیکر! آج میں آپ کے سامنے این۔ ایف۔ سی ایوارڈ کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ جس کے بارے میں یہاں پر اعتراض اٹھا تھا کہ میں وفاق کے بارے میں بات نہیں کر سکتا۔ اگر آپ اجازت دیں تو کروں گا۔ لیکن این۔ ایف۔ سی ایوارڈ کے بغیر میری بات مکمل ہو نہیں سکتی۔ آپ حکم دیں تو میں اپنی بات کو آگے لے کر چلوں۔

جناب سپیکر، اجازت ہے۔

میاں محمد شہباز شریف، شکریہ۔ جناب سپیکر! این۔ ایف۔ سی ایوارڈ 1974ء میں مرحوم بھٹو کے دور میں پاکستان کے اندر agree کیا گیا اور وہ ایوارڈ پھر 16 سال چلتا رہا۔

MIAN IMRAN MASOOD: - Sir, The House is not in order.

جناب سپیکر، محترم وزیر تعلیم سے خصوصی گزارش ہے کہ مجھے پتا ہے کہ وہ ممبران صاحبان کی دلچسپی کا مرکز ہیں لیکن از راہ کرم وہ خود اگر مہربانی کریں اور توجہ دیں اور ہاؤس کی کارروائی میں دلچسپی لیں تو بڑا شکریہ ہو گا۔ ان کی وجہ سے کافی disruption ہے اور میں ممبران سے بھی گزارش کروں گا کہ مہربانی سے اس گفتگو کو سنیں۔ آپ نے بھی اپنے موقعے پر تقریر کرنی ہے۔ آپ کو جواب دینے کا شوق ہے تو اگر کوئی سوال سنیں گے تو اس کا جواب دیں گے۔ وہ کافی اہم بات کرنے لگے ہیں یہ جو قومی ایوارڈ صوبوں کو ملنے والا ہے اس پر یہ بات ہو رہی ہے۔ یہ بات آپ کی توجہ چاہتی ہے۔ جتوئی صاحب' ذرا ادھر دیکھیے ناں ہماری طرف' ہم بھی تو بیٹھے ہیں آپ کی راہوں میں' ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں۔ ذرا توجہ ہاؤس کی طرف بھی کیجیے۔ بعد میں وزیر صاحب آپ ضرور ان کا کام کر دیجیے گا لیکن ہاؤس میں نہیں۔ جی بسم اللہ۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب سپیکر! گستاخی معاف' اللہ نہ کرے میں اس حکومت کا وزیر بنوں۔

جناب سپیکر، ویسے وزیر اعلیٰ بھی تو وزیر ہی ہوتا ہے۔ (قہقہے)

میاں محمد شہباز شریف، جناب سپیکر! قائد ایوان نے بڑے فخر سے یہ دعویٰ کیا کہ این۔ ایف۔ سی ایوارڈ کے تحت وفاقی حکومت سے 71 ارب روپے ملیں گے۔ میں اپنے اُس طرف بیٹھے ہوئے بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ این۔ ایف۔ سی ایوارڈ میں پنجاب کا حصہ 58.77% ہے اور اس حساب سے' میں کوئی jugglery نہیں کر رہا بلکہ آپ اور ہم مل کر پنجاب کے حقوق کی حفاظت کریں اور پنجاب کے حقوق کے اوپر کسی کو ڈاکہ ڈالنے کی اجازت نہ دیں۔ دیکھیے! میں آپ کو عرض کرتا ہوں' جناب سپیکر! این۔ ایف۔ سی ایوارڈ میں پنجاب کا حصہ percentage کے حساب سے 57.88 %' سندھ 32. 28%' سرحد 13.54 % اور بلوچستان 5.30% ۔ اس حساب سے پنجاب کا حصہ 77 ارب بنتا ہے' 71 نہیں اور آج وزیر اعلیٰ پنجاب فخر سے یہاں پر اعلان کرتے ہیں کہ میں نے بڑا معرکہ مارا اور وفاق سے میں این۔ ایف۔ سی ایوارڈ کے تحت 71 ارب روپے لے آیا۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے شیئر کے حساب سے یہ 77 بلین بنتا ہے اور میں عرض کروں کہ یہ بھی کریڈٹ میاں نواز شریف کی حکومت کو جاتا ہے کہ 74ء کے 16 سال بعد 92-91ء میں دوسرا این۔ ایف۔ سی ایوارڈ آیا (معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین) اور اگر آپ 91-90ء کو دیکھیں تو 91-90ء میں پنجاب کو صرف 1682 کروڑ روپے ملے تھے اور پھر نواز شریف گورنمنٹ کے تحت 92-91ء کے نئے ایوارڈ میں پنجاب کو 2800 کروڑ روپیہ ملا تھا۔ یعنی 51 فیصدی زیادہ 92-91ء میں 91-90ء میں ملا تھا مگر آج وزیر اعلیٰ پنجاب نہ جانے کس مفروضے کے اوپر' نہ جانے کن خواہشات کی بناء پر' نہ جانے کس غلط فہمی کی بناء پر یہ اعلان کرتے ہیں اور پنجاب کے 7 کروڑ عوام کو یہ مژدہ سناتے ہیں کہ میں نے 71 ارب روپے لا کر بڑا تیر مارا۔ حالانکہ پنجاب کے 6 ارب روپے کٹ گئے اور ہوا کیا؟ یہ ایک اور بڑی اہم کہانی ہے جو میں آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں کہ سندھ کا شیئر اس فارمولے کے حساب سے 31 ارب روپیہ بنتا ہے لیکن سندھ کو اس مرتبہ 34 ارب روپے ملا یعنی ساڑھے تین بلین سندھ کو زیادہ ملا اور پھر سرحد کو اسی فارمولے میں اس مرتبہ 1.8 بلین زیادہ ملا یعنی تقریباً 2 ارب روپے زیادہ ملا اور صوبہ بلوچستان کو 4 ارب روپے زیادہ ملا۔

جناب سپیکر! میں دردِ دل کے ساتھ عرض کروں گا کہ مہران کی وادی اگر خوشحال ہوتی ہے تو وہ پاکستان کی خوشحالی ہے۔ اگر قصہ خوانی بازار میں زیادہ رونق آتی ہے تو وہ پاکستان کی رونق ہے۔ اگر کراچی کی روشنیاں اور چمکتی ہیں تو وہ پاکستان کی ترقی ہے۔ اگر پشین اور گوادر میں ترقی اور

خوشحالی آتی ہے تو وہ پاکستان کی ترقی ہے لیکن پنجاب کے ساتھ یہ سوتیلی ماں کا سلوک کیوں؟ پنجاب کے 6 ارب کیوں کاٹے گئے؟ پاکستان کے اس سب سے بڑے صوبے کے خلاف وفاقی حکومت کے حکمران جوڑے کی طرف سے پنجاب کو کن ناکردہ گناہوں کی سزا دی جا رہی ہے۔ پنجاب نے کیا گناہ کیا ہے؟ کیا جرم کیا ہے؟ وزیر اعلیٰ اس ایوان کو' اس پورے ہاؤس کو اعتماد میں لیں' سات کروڑ پنجابیوں کو اعتماد میں لیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ پنجاب بڑے بھائی کا حق ادا کرتا رہا ہے۔ اس کے اوپر پنجاب کو فخر ہے۔ آئندہ بھی پنجاب انشاء اللہ قربانی دیتا رہے گا۔ لیکن پنجاب کے سات کروڑ عوام کے اوپر' پنجاب کے غریب اور پنجاب کے مستحقین کی قیمت کے اوپر 6 ارب روپیہ کٹوا دینا' پنجاب کے 7 کروڑ عوام کے حقوق کے ساتھ سودا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان برداشت نہیں کر سکتا۔ (معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! قیمت کیا لی جناب وزیر اعلیٰ نے صرف ایک ڈیوٹی فری گاڑی اور وہ بھی غیر قانونی۔ میں آپ کو عرض کرتا ہوں کہ ایک کروڑ کی گاڑی میں 60 لاکھ روپیہ duty exempted ہے۔ اگر اس سے جیب بھر لی اور پنجاب کے 7 کروڑ عوام کے ساتھ دھوکہ کیا' دغا کیا اور پھر یہ کہا کہ ہم نے پنجاب کے لیے بہت بڑی لڑائی لڑی ہے تو یہ بڑی زیادتی کی بات ہے۔

جناب سپیکر! خدارا آپ بھی میری بات کو غور سے سنیں کہ اگر یہ 6 ارب روپیہ پنجاب کے پاس ہوتا تو آپ کے لاء اینڈ آرڈر کے لیے دو گنا پیسہ مہیا ہوتا۔ 6 ارب روپیہ پنجاب کے پاس ہوتا تو آپ کی اکنامک سروسز کے لیے بھی دوگنا پیسہ ہوتا۔ پھر آپ کے صوبے کے اندر پنجاب کے امن و امان' ڈاکہ زنی اور راہگیروں کو جو لوٹا جاتا ہے ان کے لیے آپ مؤثر اقدامات کر سکتے تھے۔ پھر یہاں پر کھڑے ہو کر لاء منسٹر یا انٹیریئر منسٹر یہ نہ کہتے کہ جناب سپیکر پیسوں کی قلت ہے' فنڈز نہیں ہیں۔ 94 فی صدی آپ عیاشیوں کے اوپر خرچ کر سکتے ہیں' گاڑی کے لیے 60 لاکھ جیب میں ڈال کر 6 ارب روپیہ کٹوا سکتے ہیں اور یہاں پر کھڑے ہو کر رونا روئیں کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں تو آپ کس کو بیوقوف بنا رہے ہیں؟

جناب سپیکر! میں اپنی طرف سے اور اپنی پوری پارٹی کی طرف سے بھرپور احتجاج کرتا ہوں اور ہم یہاں پر آپ کو گواہ بنا کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ پاکستان کے باقی تین صوبوں کی خوشحالی سر آنکھوں پر' مہران میں اگر ان کی چمنیوں سے دھواں نکلتا ہے خوشی ہو گی' غازی پورٹ ترقی

کرتی ہے خوشی ہو گی، سرحد کے اندر اگر اور ترقی ہوتی ہے خوشی ہو گی لیکن جناب عالی! اگر یہاں پر وزیر اعلیٰ اس معاملے کو درست نہیں کریں گے تو پھر ہم ہر قدم اٹھائیں گے اور پنجاب کو پنجاب کے حقوق سے محروم نہیں ہونے دیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پھر وہ فرماتے ہیں کہ میں پرسنل طور پر لے کر آیا ہوں، یہ پرسنل کہاں تھا، یہ 7 کروڑ عوام کا قصہ ہے اور وہ کہتے ہیں کہ پرسنل۔ پھر محترمہ کے بارے میں اگر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس کے باوجود بھی کل محترمہ نے اپنی پریس کانفرنس میں کہا اور بڑے دھڑلے سے یہ الزام لگایا کہ پنجاب اپنے حصے سے زیادہ لے گیا ہے۔ اندازہ کیجیے کہ جناب! محترمہ وزیر اعظم فرماتی ہیں کہ پنجاب اپنے حصے سے زیادہ لے گیا ہے۔ جناب سپیکر! اگر اس کی مثال یوں دوں کہ ---

پھول شاخوں پہ کھلنے لگے تم کہو
جام رندوں کو ملنے لگے تم کہو
چاک سینوں کے سلنے لگے تم کہو
اس کھلے جھوٹ کو ذہن کی لوٹ کہو
میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں جو عرض کر رہا تھا اور میں آپ کے توسل سے اپنے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں درخواست کروں گا کہ اب بھی وقت ہے کہ خدارا ڈیوٹی فری گاڑی کو لعنت بھیجیں ایسا نہ ہو کہ پنجاب کے سات کروڑ عوام یہ سمجھ بیٹھیں کہ یہاں کے اڑھائی سو ممبران اپنے مفادات کے لیے یہ سات ارب روپیہ ان کے منہ سے نوالا چھیننے کے مترادف ہے جناب سپیکر!

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

جناب سپیکر! ملک میں مقبولیت کا دعویٰ کرنے والی عوامی وزیر اعظم کی کارکردگی کا بھی ملاحظہ فرما لیجیے گا کہ آئین کے تحت ہر پانچ سال بعد این۔ ایف۔ سی ایوارڈ آنا ہوتا ہے پہلے یہ ۹۲-۱۹۹۱ء میں سولہ سال بعد آیا اب یہ پھر due تھا۔ جناب سپیکر! پارس ٹریڈنگ کے بل بوتے پر اور دوسری قوتوں کے بل بوتے پر چاروں صوبوں میں اپنی حکومت بنانے کے باوجود بھی محترمہ وہ قومی یک جہتی، وہ اتحاد اور وفاق جو کہ قومی ترقی کے لیے انتہائی ضروری ہوتا ہے جس کا مظاہرہ میاں نواز شریف نے اپنے

دور حکومت میں این ۔ ایف۔ سی ایوارڈ کو agree کروا کر چاروں صوبوں میں اخوت ' محبت اور بھائی چارے کا جو پیغام دیا تھا وہ ان کے تین سالہ دور میں ایک تاریخی خدمت تھی آج محترمہ بارس ٹریڈنگ سے حکومتیں قائم کرنے کے باوجود بھی اس اتحاد اور یگانگت کو قائم نہ کروا سکی اور پھر اسی ایوارڈ کے تحت ان کو یہ تسلیم کرنا پڑا اور پنجاب کے معاملے میں ڈنڈی ماری گئی ۔ جناب سپیکر! یہ ڈنڈی کیوں ماری گئی اس کی بھی وجہ آپ جانتے ہیں اگر نہیں تو میں عرض کرتا ہوں اس لیے کہ آج پنجاب مسلم لیگ کا قلعہ بن چکا ہے آج پنجاب میں پیپلز پارٹی کی وارثتی سیاست کو چاروں شانے چت کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! آج لاڑکانہ کے درودیوار بھی پاکستان کی مسلم لیگ کی سیاست سے لرزتے ہیں اور یہی لیڈر شپ اللہ کے فضل و کرم سے پنجاب کے حقوق کی بھرپور حفاظت کرے گی اور جناب سپیکر! اسی طریقے سے اگر آپ گرانٹس کے اوپر اور غیر ملکی قرضوں کے اوپر نظر دوڑائیں ان میں بھی پنجاب کے ساتھ ہاتھ ہوا ہے میں جناب آپ کے توسل سے یہاں پر منسٹر صاحبان کی فوج سے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ یہ ان کے حقوق کی بات ہے یہ ان کے علاقے کے عوام کی بہبود کی بات ہے اس میں کوئی party and politics کی بات نہیں اس میں کوئی تفریق کی بات نہیں We are one on this issue ۔ اس لیے میری گزارشات کو آپ تنقید نہ سمجھیں بلکہ ممکن ہے کہ ہم سب مل جل کر اس کی کوئی راہ نکالیں ۔ جناب سپیکر! غیر ملکی قرضوں میں اور گرانٹس میں پنجاب کے ساتھ پھر ہاتھ ہوا ہے اور اس بارے میں میں آپ سے ابھی عرض کرتا ہوں ۔ جناب سپیکر! یہ بڑے دکھ والی کہانی ہے مگر مجھے یہ عرض کرنی پڑ رہی ہے یہ دیکھیے کہ اس دفعہ گرانٹس کے معاملے میں پنجاب کو پوری چھٹی کرا دی گئی پنجاب کو ایک دھیلہ گرانٹ کا نہیں ملا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں یہ عرض کروں گا کہ ہاؤس میں گپ شپ چل رہی ہے لہٰذا میری آپ سے درخواست ہے کہ ہاؤس کو in order کروا دیجیے ۔

جناب سپیکر، آپ فکر نہ کیجیے ۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب سپیکر! میں وہی عرض کروں گا کہ پنجاب کو گرانٹ ایک دھیلہ نہیں ملی اور باقی صوبوں کو گرانٹس ملیں۔ سندھ کو بھی ملی ' بلوچستان کو بھی ملی اور سرحد کو بھی ملی ۔

ہمیں خوشی ہے مگر پنجاب کو گرانٹ کے معاملے میں بالکل چھٹی کرا دی گئی اور اگر آپ وہی ratio لیں یہ ۵۸.۷۷ فیصد تھی تو دس ارب کے foreign loans میں پنجاب کو صرف ۱.۲۸ بلین ملا ہے جو ۱۰ بلین کا صرف ۱۲ فیصد ہے ۔ اگر آپ ۵۷ فیصد کو لیں گے تو جناب سپیکر یہ ۶ بلین بنتا ہے ۔ لہذا پنجاب کو ۱.۲ بلین پر ٹرخا دیا اور باقی آٹھ ارب باقی صوبوں میں بانٹ دیا۔ ضرور بانٹو' حد سے زیادہ دو۔ لیکن خدا را ہمارا حق تو نہ چھینو ۔ پھر یہاں پر وزیر اعلیٰ اور محترم وزراء کرام بڑے بڑے سبز باغ دکھاتے ہیں کہ ہم نے مرکز سے پنجاب کے حقوق کی لڑائی لڑی ۔ اور جناب سپیکر پھر دیکھیں پنجاب کے ساتھ کیا کیا ہو رہا ہے اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ ہم یہاں پر جناب پرسنل ہیں ۔ جناب سپیکر بڑے افسوس کی بات ہے ۔

جناب والا! میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ ۹۷-۱۹۹۶ء کے بجٹ میں Public Sector کے پروگرام پر بھی نظر دوڑائیے گا ۔ اس ۲۵ بلین کے پروگرام میں پنجاب کا شیئر ۱۴ بلین بنتا ہے مگر پنجاب کو ملا کیا صرف نو بلین ۔ اس پروگرام میں سندھ کا ۵.۹۰ بلین بنتا ہے ۔ سندھ کو کیا ملا ۷.۵ بلین ۔ این ۔ ڈبلیو ۔ ایف ۔ پی کو اس ratio میں جو ملنا تھا وہ ۳.۴ بلین بنتا ہے اور اسے جو ملا وہ ۳.۵ بلین بنتا ہے اور بلوچستان کا حصہ ۱.۲ بلین بنتا ہے مگر ان کو ۳ بلین ملا ہے ۔ یعنی آپ نے باقی صوبوں کو بڑے حوصلے کے ساتھ اور بڑے generous ہو کر یہ قرضے اور یہ گرانٹس پکڑائی ہیں مگر پنجاب نے آپ کا کیا بگاڑا ہے پنجاب میں We were the majority party, largest party in this House and you know it very well. ۔ جناب والا! اگر کچھ کو مان لیا جائے کہ وفاق کے ایوان میں محترمہ کی پارٹی largest پارٹی تھی It was never a majority party, you know, Sir,

It was only a largest party by very third majority . There was very very small difference in the federal parliament where they could form the government with a small minority . Why could they not able to form government in the Punjab.

میں کوئی اپنی کار کا رونا نہیں رو رہا میں ایک اصول کی بات کرتا ہوں کہ وہاں پر اگر یہ تھا تو پنجاب میں یہ کیوں نہیں ہوا۔ میں کہہ یہ رہا ہوں کہ آپ نے ہر غلط طریقے سے ' ہر غیر قانونی طریقے سے

ہارس ٹریڈنگ سے حکومتیں بنوا لیں پنجاب میں بھی پی ڈی ایف کی آپ کی حکومت بن گئی اور آج آپ پنجاب کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں اور اس لیے کر رہے ہیں تا کہ پنجاب کے عوام یہ جان سکیں کہ آپ نے پنجاب کے اوپر اپنی حکومت زبردستی ٹھنسوالی اور پھر آپ پنجاب کو دھوکہ دیتے ہیں۔ پنجاب کو آپ ظلمت کے اندھیروں میں دھکیلتے ہیں اور پھر اگر ہم رونا روتے ہیں تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہم پرسنل ہیں۔ جناب سپیکر! میری گزارش لمبی ہے مگر میں بڑے اختصار کے ساتھ اپنی معروضات پیش کر رہا ہوں۔ جناب سپیکر! وفاقی حکومت پنجاب سے انتقام لینے کے اوپر تلی ہوئی ہے اور پنجاب کے عوام کے ساتھ ان ناانصافیوں کی شکایت ہم کس سے کریں کہ خود وزیر اعلیٰ ڈیوٹی فری گاڑی کے بدلے میں پنجاب کے حقوق کو surrender کروا بیٹھے۔ اپنے عوام کی محرومی کا مقدمہ کس کے پاس لے کر جائیں۔

بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! سوشل ایکشن پروگرام کا بھی حال وہی ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں اور یہ کریڈٹ بھی میاں نواز شریف کی حکومت کو جاتا ہے کہ ان کے دور میں سوشل ایکشن پروگرام پاکستان کے اندر launch کیا گیا and entire credit goes to the Government of Mian Nawaz Sharif اور جناب سپیکر سوشل ایکشن پروگرام جو ہمارے اس صوبے کی غربت کو ختم کرنے اور بہبود کو promote کرنے کے لیے انتہائی ضروری ہے آپ دیکھیں کہ ۹۶-۱۹۹۵ء میں اس صوبے کے اندر سوشل پروگرام میں آپ نے ۵۱۰ کروڑ روپے خرچ کئے مگر ۹۷-۱۹۹۶ء میں ۴۹۳۔ یعنی آپ نے اور کٹوتی لگا دی۔ آپ اندازہ کیجیے کہ یہ کتنا ظلم اور کتنی زیادتی ہے۔ ایک تو وفاق پنجاب کے ساتھ ظلم اور زیادتی کرے ایک آپ ظلم ڈھائیں جناب پنجاب کے عوام کدھر جائیں۔ جناب سپیکر! پھر دیکھیے 96-1995ء میں پنجاب کے اندر ترقیاتی مد میں ۱۰۱۶ کروڑ خرچ کئے گئے لیکن اس کے مقابلے میں جناب سپیکر! سندھ کے بارے میں میں آپ کی توجہ کا طالب ہوں۔ سندھ کے اندر اسی ترقیاتی پروگرام کی مد میں تین مختلف طریقوں کے پروگرام رائج العمل ہیں Annual Development Programme =700 crore. تعمیر سندھ پروگرام = ۳۵۰ کروڑ Foreign aided Projects = 389

crores. جناب والا! ہمیں ایک دھیلا نہیں ملا اور وہاں پر آپ نے یہ پروگرام تین طریقوں سے شروع کروائے ہیں آپ ضرور کروائیں سندھ کو اور دیں ہمیں خوشی ہو گی لیکن آپ ہمیں کہیں کہ جاؤ' گھر بیٹھو اور سندھ اور دوسرے صوبوں کو آپ اور دیں یہ پنجاب کے ساتھ کتنا ظلم ہے۔ یہ 1439 کروڑ روپے سے سندھ کے اندر ان تین مدوں سے ترقیاتی مد میں اخراجات اس وقت جاری ہیں۔ اور یہاں پر صرف 1016 کروڑ روپے۔ پھر ہم ایک دوسرے کے گریبانوں کو پکڑتے ہیں اور قوم کو تماشا دکھاتے ہیں کہ ہم پنجاب کے سات کروڑ عوام کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ پرسنل ہیں' آپ کہتے ہیں کہ ہم الزام لگاتے ہیں۔ خدارا! یہ الزامات ہیں۔ پنجاب کا مقدمہ میں نے اور آپ نے مل کر لڑنا ہے۔ کیونکہ یہ میری میراث نہیں۔ یہ میری اور آپ سب کی ملی' دینی اور سیاسی ذمہ داری ہے۔ اگر اس سے ہم غفلت برتیں گے تو قوم ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور پھر جناب سپیکر' کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ جہاں پر یہ چیرہ دستیاں' یہ زیادتیاں اور ظلم پنجاب کے عوام کے ساتھ ہو اور اگر کوئی خائن خیانت کرے تو ہم پرسنل ہوتے ہیں۔ میں نے شروع میں کہا تھا کہ یہ ریونیو' یہ کاٹن کے اوپر سیس' یہ شوگر کے اوپر سیس' یہ امپورٹ ڈیوٹیز' یہ ایکسپورٹ ڈیوٹیز' یہ ریگولیٹری ڈیوٹی' یہ سیلز ٹیکس ان تمام مدوں میں پنجاب مرکز میں contribute کرتا ہے۔ اور ہمارا حق ہے کہ ہم انصاف اور عدل کے تقاضوں کے مطابق اپنا حق وصول کریں۔ اس کو پرسنل کہنا میں سمجھتا ہوں کہ اپنے کیس کو خود beat کرنے کے مترادف ہے۔

پھر آپ دیکھیں کہ انھوں نے اپنے وائیٹ پیپر میں دیا ہے۔ اس کو ذرا کھولیے' آپ بھی ذرا عینک لگا کر دیکھیے۔ صفحہ آٹھ دیکھیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ آپ پنجاب کے عوام کے ساتھ کتنی زیادتی اور ظلم ڈھا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! انھوں نے اعلان کیا تھا A ban on medical treatment abroad was enforced. یہ میں نہیں کہہ رہا۔ یہ ان کا اپنا وائیٹ پیپر کہہ رہا ہے اور پھر ہوا کیا۔ انھوں نے اپنے لاڈلوں کے لیے' اپنے وزراء کے لیے' اپنے افسران کے لیے' گورنر کے لیے میڈیکل کے نام پر لاکھوں ڈالر جاری کر دیے اور اپنے قانون کی اور اپنی مقدس کتاب کو خود انھوں نے اپنے پاؤں تلے روندا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ پچاس پچاس ہزار ڈالر گورنر کے علاج پر آپ اٹھائیں۔ لاکھوں ڈالر ایک ایک وزیر پر اٹھائیں اور وہاں امریکہ کے ہسپتالوں میں وی آئی پی رومز میں اس غریب قوم کی گاڑھے پسینے کی کمائی کو آپ اس طرح بے دردی سے خرچ کریں۔ اور پھر جب

غریب کی بات آتی ہے تو آپ ہم سے الجھتے ہیں جب غریب کے حقوق کی بات آتی ہے تو آپ ہم سے لڑتے ہیں۔ جب ہم ان کے حقوق کی آواز اٹھاتے ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ شور کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! نہ یہ الزام ہے اور نہ ہم الزام لگانا چاہتے ہیں۔ خدارا! ہوش کے ناخن لیں۔ اور میں سوال کرتا ہوں کہ آپ نے اس مقدس کتاب کو کیوں violate کیا؟ کیا ضرورت تھی کہ آپ نے یہ قانون بنانے کے بعد لاکھوں ڈالر خرچ کیے اور بعض کیسز ایسے بھی ہیں۔ میں ہر ایک کی بات نہیں کرتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ رشتہ داروں کو ملنے کے نام پر امریکہ میں لندن میں علاج کے بہانے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ کچھ کیسز ایسے ہیں' established cases ہیں۔ اگر ان کو ایک طرف کر دیا جائے تو صرف ان کی face value لاکھوں ڈالر ہے۔ میں ثبوت کے بغیر بات نہیں کرتا۔ میں نے شروع میں آپ سے عرض کیا تھا کہ یہ ثبوت میرے پاس ہیں۔ اور آپ اجازت دیں تو میں اس کے ٹاپ کے جو ہیڈ نگز ہیں وہ پڑھ دیتا ہوں۔

Medical treatment abroad of the Governor of the Punjab (20th April 1995)

30000 Medeical treatment of Raja Saroop Khan Governor of the Punjab=Pounds 8500/-

اور 1995ء میں کہتے ہیں کہ Medical treatment abroad being baned کیا آپ نے کبھی کسی یتیم' کسی غریب کسی مستحق کسی بیوہ کو جو کینسر کے مرض سے سسک کر مر رہی ہو اس کو موت کے منہ نکالنے کے لیے ایسے رولز violate کیے۔ حیف ہے ان حکمرانوں کے اوپر۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ ہم پرسنل ہوتے ہیں۔ کاش کہ آپ اس صوبے کے ان محکوم اور مفلوک الحال لوگوں جو کہ رو رو کے دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری بیٹی کے علاج کے لیے سو روپیہ کہیں سے آ جائے۔ اس کے لیے آپ نے کبھی رول کو Violate نہیں کیا۔ گورنر اور وزیروں کے لیے آپ لاکھوں ڈالر بہا رہے ہیں اور اپنے رولز کو violate کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اس حکومت کے یہ کارنامے ہیں۔ جو ہم سے صرف اس لیے لڑتے ہیں کہ ہم پنجاب کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ پھر میں آپ سے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ آج میرا مطالبہ ہے کہ جناب سپیکر کے چینل سے یہ ایوان مطالبہ کرے کہ ان تمام لوگوں کے نام اس ہاؤس میں پیش کیے جائیں جنھوں نے ان رولز کی violation میں لندن' پیرس اور امریکہ جا کر پنجاب کے قومی

خزانہ سے اخراجات اٹھائے اور انھوں نے اس قانون کو violate کیا۔ جناب سپیکر! کسان ہل چلا کر غلہ پیدا کرتا ہے ۔ مزدور کارخانے میں مشین چلا کر پیداواری مرحلے کو آگے بڑھاتا ہے اور استاد کالج اور سکول میں تدریس دے کر قوم کے معمار پیدا کرتا ہے ۔ اور اس طرح آج قومی وسائل کے بل بوتے پر یہ گورنر اور وزیر اپنے علاج پر لاکھوں ڈالر خرچ کریں مگر وہ لوگ جو اس قوم کے لیے وسائل پیدا کرتے ہیں ان کو نہ ڈاکٹر نہ دوائی ۔ صرف ان کے نصیب میں دھکے ہیں۔ پچھلے تین سالوں میں یہ ہیں کرتوت اور یہ ہے اس حکومت کی پرفارمنس۔

جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں اس غیر فطری عمل کو روکنا ہو گا وگرنہ عوامی ردعمل اور عوامی غیض و غضب ہم سب کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ جناب سپیکر! اس ملک کے اندر آج ہم گورنر، صدر، پرائم منسٹر اور چیف منسٹر کی مراعات اور تنخواہوں میں پانچ پانچ گنا اضافہ کر رہے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ وفاقی بجٹ کی دستاویز کہہ رہی ہے جس کے پہلے پندرہ صفحے صرف اس لیے کالے کر دیے گئے اور اگر آپ کو وفاقی دستاویز پڑھنے کا موقع ملا ہو گا تو پہلے پندرہ صفحے یہ نہیں کہتے کہ پنجاب میں فلاں علاقے میں کارخانے لگیں گے، فلاں علاقے کو ہم پانی دیں گے۔ فلاں جگہ سکول بنیں گے، فلاں جگہ کالج بنیں گے ۔ فلاں علاقے کی بیواؤں کو امداد دی جائے گی۔ وہ پہلے پندرہ صفحے کیا کہتے ہیں۔ گورنر کے انتخاقات، پرائم منسٹر کے استحقاقات، صدر کے استحقاقات، ان کی تنخواہوں، ہاؤس کمیٹی کے چیئرمین کی تنخواہوں میں پانچ پانچ گنا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ اور جب ایک پریس کانفرنس میں ایک صحافی وی اے جعفری سے سوال کرتا ہے کہ آپ بتائیے کہ تین ہزار روپے میں چار افراد کا کنبہ کس طرح اپنے آپ کو پال سکتا ہے۔ fantastically he said جناب inflation کم ہو گی تو ہم ان کی تنخواہ بڑھا دیں گے۔ پھر یہ قانون یہاں بھی لاگو کرو کہ گورنر کے bulk enhance پانچ گنا بڑھا رہے ہو ۔ اپنے bulk enhance بڑھا رہے ہو ۔ جب غریب کی بات آتی ہے تو وہاں پر inflation کی بات کرتے ہو ۔ کتنا ظلم اور کتنی زیادتی ہے اس ملک کے ساتھ۔ اس ملک کے غریب عوام کے ساتھ، مزدوروں کے ساتھ، کاشتکاروں کے ساتھ پنشنرز کے ساتھ، ریٹائرڈ لوگوں کے ساتھ جن کے چولہے آج ٹھنڈے ہو رہے ہیں اور مہنگائی کے طوفان نے ان کو ایک کھانے سے بھی محروم کر دیا ہے۔ کہاں سے وہ اپنے بچے کی کتاب لے کر آئیں گے۔ کہاں سے وہ اپنی بیمار بیٹی کی دوائی لے کر آئیں گے ۔ کہاں سے وہ سکول کی فیس ادا کریں گے۔ اگر آج آپ کی تنخواہ

صرف 3,000 روپیہ ہو تو پتہ چلے کہ اس کے تین ہزار بجلی اور گیس کے بلوں میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں بچتا۔ اور ہم پانچ پانچ گنا تنخواہیں بڑھا رہے ہیں۔ آپ اپنے ان وزراء کو جن کو وہی عوام ایوانوں میں منتخب کر کے بھجواتے ہیں اور پھر ان کو دھکے دے رہے ہیں۔ یہ ہے ان کا کارنامہ اور یہ ہے ان کی پرفارمنس اور پھر کہتے ہیں کہ ہم پرسنل ہو رہے ہیں۔ آگے میں آپ کو عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر ، میاں صاحب ' 7-12 پر مغرب کی اذان ہو گی ۔

میاں محمد شہباز شریف ، اس سے قبل کہ اللہ کے گھر ہمیں بلایا جائے میں کوشش کروں گا کہ بات ختم کروں وگرنہ نماز کے بعد بات کروں گا۔

جناب سپیکر ، کوشش کیجیے کہ آپ کی بات مکمل ہو جائے ۔ بہر حال آپ کی مرضی ہے ۔ 7-12 تک اگر بات ہو جائے تو اچھا ہے۔ کہ ان کے کالے سیاہ کارناموں کو اور curtail کروں اور میں ایک concise form میں جناب کی خدمت میں پیش کروں۔ جناب سپیکر ! پھر دیکھیے کہ محترمہ وزیراعظم فرماتی ہیں کہ ہم نے ---- میں آپ کے توسط سے وزیر قانون کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں جو بڑے sober ہیں اور بڑے دھیان سے بات سنتے ہیں ۔ محترمہ وزیراعظم فرماتی ہیں کہ ہم نے بجٹ میں gap کو کم کر دیا یعنی revenues اور expenditure کے gap کو ہم نے reduce کر دیا ہے۔ اس کی کہانی اگر آپ سن لیں تو آپ بھی کانوں کو ہاتھ لگا لیں گے۔ جناب والا ! میرے ہاتھ میں یہ کاغذ بجٹ کے deficit کا ہے۔ جناب سپیکر ! ہمارے زمانے 1991-92ء میں بجٹ deficit اپنے peak پر یعنی 7.4 تھا اور محترمہ ہمیشہ She would raise her voice that previous government messed our economy اور بجٹ deficit 7.4 پر چلا گیا اور میں نے اسے کم کر کے 1995ء میں 5.2 کر دیا۔ چلیں آپ کی بات مان لیتے ہیں کہ آپ نے بڑا تیر مارا ' بڑا اچھا کام کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ 7.4 - 5.2=2.2 یعنی 2.2 کا difference آپ نے قوم کو دکھا دیا مگر یہ difference کس قیمت پر آپ نے قوم کو دیا؟ وہ یہ نہیں بتاتی ۔ اصل بات تو کچھ اور ہے جس کی پردہ پوشی کی گئی ہے اور محترمہ پوری بات تو قوم کو بتاتی نہیں ' فرماتی نہیں ہیں۔ صرف یہ کہتی ہیں کہ میں نے بجٹ deficit کو 7.4 سے 5.2 تک reduce کیا مگر باقی باتیں قوم کو نہیں بتاتیں۔ وہ قوم کو بتائیں کہ 1991-92ء میں قوم کے لیے development expenditure کیا تھا؟ یعنی what

was the development expenditure of the total GDP? میں عرض کرتا ہوں کہ یہ 1991-92ء میں 7.2 تھا اور آج 1995ء میں صرف 4 فی صد ہے۔ یعنی قوم کے پاس سکول، کالج، ہسپتال، سوشل سروسز، غریب بیوہ، علاج، دوائی، ملکی ترقی اور اس کے ایوانوں کے اخراجات کے لیے آپ کے پاس 1991-92ء میں 7.4 فی صد تھا۔ مانا کہ اس وقت deficit بھی 7.4 تھا لیکن انھوں نے 1995ء میں اس deficit کو reduce کرنے کا جو یہ تیر مارا وہاں پر انھوں نے یہ بھی تلوار چلا دی کہ development expenditure کو کم کر کے 4 فی صد کر دیا۔ اور پھر بات صرف یہیں تک نہیں رہی ہمارے زمانے 1991-92ء میں آپ کا ڈیفنس expenditure جو کہ آپ کے ملک کی شدید ضروریات ہیں، آج آپ کو F-16 نہیں ملتے بلکہ وہ انڈونیشیا کو بیچے جا رہے ہیں مگر کمیشن مافیا نے جھٹ پٹ میں فرانس سے بوسیدہ طیاروں کے سودے کر لیے۔ جناب والا! ہمارے زمانے میں defence expenditure 6.5 of the total GDP تھا جبکہ آج 1995ء میں 5.3 فی صد ہے اس کا مطلب کیا ہوا؟ مطلب صاف ہے کہ اس کامیابی کے بل بوتے پر دفاع وطن سے غفلت برتی گئی اور قومی تعمیر و ترقی کے لیے جو رقم مہیا تھی اسے پس پشت ڈال دیا گیا۔ اگر آپ دفاع وطن کو پس پشت ڈال دیں اور قومی ترقی پر کٹوتی کر کے قوم کو بتائیں کہ ہم نے budget deficit کم کر دیا ہے تو قوم کو آپ کوئی خوشی کا پیغام نہیں دے رہے بلکہ آپ IMF کو خوش کر رہے ہیں، اپنے آقاؤں کو خوش کر رہے ہیں۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے رہیں اور یہ قوم مرتی رہی۔ جناب والا! یہ کتنے افسوس اور دکھ کی بات ہے۔ آپ defence budget and development expenditure کا موازنہ کریں۔ دونوں میں انھوں نے جو کٹوتی کی یعنی development expenditure کو 7.4 سے کم کر کے انھوں نے 4 فی صد کر دیا اس طرح 3.4 کٹوتی کی گئی اور defence expenditure کو 6.5 سے کم کر کے 5.3 کر دیا اس طرح 1.2 فی صد کمی اس میں کی گئی۔ یعنی ان دو مدوں میں تقریباً 5 فی صد کٹوتی کر کے اگر آپ یہ کہیں کہ ہم نے budget deficit کو reduce کیا ہے تو یہ کون سا تیر مارا گیا ہے؟ میرے بھائیو! خدارا میری بات غور سے سنو یہ پاکستان کے 13 کروڑ عوام کا مسئلہ ہے یہ صرف اس صوبے کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ اس قوم کی security کا معاملہ ہے، یہ اس قوم کے مستقبل کا معاملہ ہے۔ جناب والا! لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان اپنے دفاع میں کب مضبوط ہو گا؟ اگر اس طرح کی کٹوتی ہوتی رہی تو مضبوطی بڑی دور کی بات ہے بلکہ قوم کے مستقبل کو خطرات میں ڈالا جا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں

کہ ترقیاتی کاموں کے لیے رقوم کہاں ہیں؟ اگر اسی طرح کٹوتیاں ہوتی رہیں اور یہ IMF اور ورلڈ بینک کے آقاؤں کو اسی طرح خوش کرتے رہے تو پھر God help this country ۔جناب سپیکر! اس طرح کی jugglery قوم کو دکھانا وزیراعظم کے شایان شان نہیں ہے ۔ ان کا فرض ہے کہ وہ تمام معاملات کو قوم کے سامنے رکھیں اور میں ایمانداری سے کہتا ہوں کہ اگر austerity ان کا شعار بن جائے، اگر humanity ان کا شعار بن جائے، اگر یہ extravagance life style ختم کر دیں، لمبی لمبی ڈیوٹی فری دو دو گاڑیاں لینا بند کر دیں اور اس مجبور قوم کے اخراجات کم کر دیں تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہاں پر کٹوتی کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ بجٹ دگنا کیا جا سکتا ہے لیکن انھیں کیا پروا یہ تو اپنی شاہ خرچیوں میں مصروف ہیں۔ جناب والا! سرکاری اخراجات پر عمرے ہوتے ہیں ۔آپ مجھے بتائیں کہ یہ کہاں قرآن میں لکھا ہے کہ سرکاری اخراجات پر عمرے کیے جائیں؟ جناب سپیکر! قرآن کریم کے سنہرے اصولوں کو غیروں نے اپنا لیا ہے۔ ہمارے ہاں آج کل رات کے بارہ بارہ بجے گھروں میں ڈکیتیاں ہوتی ہیں، سارا مال لوٹ لیا جاتا ہے، گھر کے افراد کو قتل کر دیا جاتا ہے لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ ہم صرف نام کے مسلمان ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے civilised سوسائٹی میں اپنی قوم کو ایک رستہ دکھایا انھوں نے ان کی عزت، جان و مال کو محفوظ کر دیا۔ وہاں پر ایسے کوئی اکا دکا واقعات ہوتے ہوں گے۔وہاں پر رات کے بارہ بجے گن پوائنٹ پر گھروں کو کوئی نہیں لوٹتا۔قرآن نے بھی چودہ سو سال پہلے کہا تھا کہ"اے لوگو! اگر گھر میں داخل ہوا کرو تو دستک دے لیا کرو"

" يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ "

جناب والا! یہ قرآن کریم ہے جسے غیروں نے اپنایا اور ہم نے اسے چھوڑ دیا۔

(اپوزیشن کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ ہم تو صرف نام کے مسلمان ہیں ۔ ہمارے سنہری اصولوں کو اغیار نے اپنایا ۔ خدارا عوام کو کچھ سکھ دو، چین دو ۔ جناب والا! میں نے defence budget کے بارے میں عرض کیا ۔ یہ لوگ اس ملک سے غربت کا خاتمہ نہیں چاہتے بلکہ یہ تو غریب کا نام اس ملک سے مٹانا چاہتے ہیں ۔ انھوں نے IMF کو خوش کرنے کے لیے یہ سارا عوام دشمن بجٹ

بنایا ہے۔ آج اس ملک کے اندر دو طبقے بن گئے ہیں "Haves" and " have Nots" اور یہ بڑی بھول میں ہیں کہ شاید اسی طرح یہ عمر بھر موجیں لوٹتے رہیں گے۔ جناب والا! کوئی ان کو زیادہ وقت دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ آج قوم غصے سے تڑپ رہی ہے اور وہ موقعے کی تلاش میں ہیں کہ کب ان کو موقع ملے اور وہ ہم پر حملہ کریں اور اس نظام کو تہہ و بالا کر دیں جس نے ان کے گھروں کے چولہے ٹھنڈے کر دیے ہیں۔ جناب سپیکر! اس زیادتی، جبر اور ظلم کے خلاف ہمیں آواز اٹھانا ہو گی۔ ہم نے اس جدوجہد کے نتیجے میں ہر انتقامی کارروائی کا سامنا اور مقابلہ کیا ہے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ہم نہ تو ڈرے اور نہ ہی جھکے ہیں۔ ہماری commitment پاکستان کے محروم عوام کے ساتھ ہے، ہماری "Have Nots" commitment کے ساتھ ہے، ہماری commitment اس مفلوک الحال اور محروم المعیشت لوگوں کے ساتھ ہے جن کے ساتھ پچھلے پچاس سال میں ظلم اور زیادتیاں ہوتی رہیں۔ ہم انھیں انصاف پر مبنی معاشی نظام دینے کے پابند ہیں جس میں مراعات کی مساوی تقسیم ہو یعنی مساوات ہو جس میں مظلوم کی داد رسی ہو، جس میں روزگار کے مواقعے ہوں، جس میں دور دراز کے دیہات اور پسماندہ علاقے کے لوگوں کو بھی بنیادی سہولتیں فراہم کی جا سکیں۔ جناب والا! ہم پاکستان کے عوام کی طرف سے، اپنے صوبے کے عوام کی طرف سے اس عوام دشمن بجٹ کو نامنظور کرتے ہیں، اسے رد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ عوام کے خلاف اس کارروائی پر ہمارا اور ہماری پارٹی کا احتجاج بھرپور طور پر ریکارڈ پر آئے اور ہم اپنے حلقوں میں اپنے صوبوں میں اپنے ملک کے عوام سے کہہ سکیں کہ ہم نے آپ کی نمائندگی کا حق ادا کیا ہے۔ ہم نے آپ کے خلاف حکومت کے ظالمانہ بجٹ پر آپ کی طرف سے احتجاج کیا ہے۔ اسے نامنظور کیا ہے اور اس کی مذمت کی ہے۔ اس کو رد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسے نامنظور کیا ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب سپیکر! اپنی معروضات ختم کرنے سے پہلے ـــــ اذان کا وقت ہوا چاہتا ہے جس طرح آپ کا حکم ہو؛

جناب سپیکر، آپ نے خود ہی کہا کہ ختم کرنے سے پہلے..... کہہ دیجیے جو کچھ اور کہنا چاہتے ہیں۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب والا! آپ نے تو وہ حکم فرمایا ہے کہ خدا کرے کوئی سن لے۔ اذان کا ٹائم ہونے والا ہے اگر حکم دیں تو میں چلتا رہوں گا۔

جناب سپیکر، جی بہتر ہے کہ آپ اسی وقت میں ختم کر دیں۔ لگتا ہے کہ آپ.....

میاں محمد شہباز شریف، میں دو منٹ اور لیتا ہوں۔

جناب سپیکر، اصل میں آپ نے جو خود بیچ بنائی ہے ۔ وہ تو خود ہی غلاتے تک آ گئی ہے ۔اب اس کے بعد دوبارہ کہاں سے شروع کریں گے ۔

میاں محمد شہباز شریف ، ٹھیک ہے جناب والا! میں آگے چلتا ہوں جو آپ کا حکم ہے ہم تو آپ کے حکم کے تابع ہیں ۔

جناب سپیکر، مہربانی۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب سپیکر ! اپنی معروضات ختم کرنے سے پہلے چند تجاویز اس ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ ملک اور صوبے کے اندر سادگی اور کفایت شعاری کی طرف قدم بڑھایا جا سکے جو وقت کی آواز ہے ۔ میری آرزو ہے کہ ہم مل کر غیر ضروری اخراجات اور نا انصافیوں پر مبنی اس معاشی و معاشرتی ڈھانچے کی جگہ عدل و انصاف پر مبنی ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے سکیں جس میں عام آدمی کے احساس محرومی کا خاتمہ ممکن ہو ۔ اس سلسلہ میں میری تجویز ہے کہ ایک قرار داد کے ذریعے مندرجہ ذیل باتوں کا عہد کیا جائے۔ نمبر (1) حکمران شکار اور اس قسم کی ذاتی تفریحات اور شوق سرکاری خرچ پر پورے نہیں کریں گے۔ تائید ہے ؟(اپوزیشن کی طرف ہاں کی آواز) ۔ نمبر (2) سرکاری خرچ پر حج اور عمرے ہمیشہ کے لیے بند کر دیے جائیں۔ نمبر (3) غیر ملکی مہمانوں کے دوروں کے علاوہ صدر پاکستان اور وزیر اعظم سمیت تمام حکومتی اراکین و سرکاری افسران صرف اور صرف پاکستانی گاڑیاں استعمال کریں گے (نعرہ ہائے تحسین) be Pakistani and buy Pakistani نمبر (4) صدر ، وزیر اعظم ، گورنر ، وزیر اعلیٰ اور وزراء۔۔۔۔۔۔ جناب والا ! آپ بھی ان میں شامل ہیں ؟ شادیوں اور نجی تقریبات میں شرکت کر کے اخراجات میں اضافے کا باعث نہیں بنیں گے اور اگر شرکت ضروری ہو تو تقریب میں سادگی اور one dish کی پابندی پر سختی سے عمل کرنے کے لیے قانون منظور کیا جائے۔ نمبر (5) حکمرانوں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ حکومتی اراکین اسمبلی اور سرکاری اہلکاروں کی شادیوں پر قومی خزانے کو لوٹ کر سلامیاں نہ دی جائیں(نعرہ ہائے تحسین)۔ نمبر (6) وزیروں، مشیروں اور اعلیٰ افسران کے گھروں اور دفاتر کی آرائش پر پابندی عائد کی جائے اور اس کے لیے زیادہ سے زیادہ اخراجات کی معقول حد یہ ایوان منظور کرے۔ نمبر (7) شادی بیاہ کی تقریبات میں بے تحاشا اور غیر ضروری آرائشی روشنیوں کے لیے آج پانچ پانچ میل لمبی روشنی کی دیواریں بنی پڑی ہیں۔ جناب سپیکر! پانچ پانچ میل لمبی روشنیاں چمک رہی ہوتی ہیں اور ساتھ کٹیوں میں غریب رو

رہی ہوتی ہے کہ میں اپنی بیٹی کو کس طرح بیاہوں گی۔ جناب والا! واپڈا کو بجلی فراہم نہ کرنے کا پابند کیا جائے اور اس کو غیر قانونی قرار دیا جائے۔ نمبر (8) حکومتی عہدیداروں اور سرکاری افسران کو پابند کیا جائے کہ وہ ایک سے زیادہ سرکاری گاڑی استعمال نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی سرکاری گاڑیاں اپنے گھروں میں رکھ سکیں گے تاکہ اس کا ناجائز استعمال نہ ہو سکے۔ نمبر (9) صاحب ثروت ارکان اسمبلی رضاکارانہ طور پر اپنی term کی تنخواہ، سفری اخراجات اور ڈیلی الاؤنس وصول نہ کریں۔ نمبر (10) صدر، وزیر اعظم، وفاقی وزراء، وزراء اعلیٰ اور صوبائی وزیروں اور مشیروں کو عہدہ سنبھالتے وقت اپنے اثاثے ظاہر کرنے کا پابند بنایا جائے۔ حکمرانوں کو ملنے والے صوابدیدی فنڈز مکمل طور پر بند کر دیے جائیں۔ کیونکہ یہ آج تک ہارس ٹریڈنگ کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ جناب سپیکر! مجھے معلوم ہے کہ اس ایوان کے قائد کتنے با اختیار ہیں؛ مجھے یہ بھی علم ہے کہ یہاں بیٹھے وزراء کی حیثیت کیا ہے؛ اور میں اس سے بھی بے خبر نہیں ہوں کہ خاندانی وفاداریوں اور بعض کچھ خریدے ہوئے گھوڑوں، کچھ لوٹوں کے علاوہ سرکاری بنچوں کی خاموش اکثریت ان معاملات پر کچھ اثر نہیں رکھتی۔ میں جانتا ہوں کہ میرے صوبے کے معاملات ریموٹ کنٹرول سے ایک فرد چلا رہا ہے جس کی نہ تو کوئی آئینی حیثیت ہے نہ کوئی نمائندہ حیثیت ہے۔ صرف وزیر اعظم سے اپنی نسبت کی بناء پر پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کا مختار کل بنا بیٹھا ہے اور آگے پنجاب صوبے کی صوبیداری ناہید نامی ایک خاتون کو دے رکھی ہے۔ لیکن میں نے یہ معروضات اس ایوان کے ذریعے صوبے کے عوام کے سامنے پیش کی ہیں۔ جو اصل میں اس صوبے کے حکمران ہیں اور ہم اب انشاء اللہ انھیں کی طاقت سے کرپشن اور مہنگائی کے سیلاب کا مقابلہ کریں گے۔

نہ لوٹے گا اب کوئی محنت کسی کی
ملے گی سب کو دولت زندگی کی
پاکستان پائندہ باد
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: نماز مغرب کے لیے اجلاس 7.45 تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر نماز مغرب کے لیے اجلاس کی کارروائی 7.45 تک کے لیے ملتوی کر دی گئی)

(نماز مغرب کے وقفے کے بعد پونے آٹھ بجے جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پہ دوبارہ متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر (میاں منظور احمد موہل)، جناب محمد وصی ظفر!

جناب محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! انتہائی شکریہ' ابھی جناب فاضل لیڈر آف اپوزیشن نے بڑی شعلہ بیاں لکھی ہوئی تقریر اس ایوان میں پڑھی۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کی تمام تر دلچسپی اور نگاہیں مرکز کی طرف مرکوز ہیں۔ ہمارے فاضل دوست شاہ نواز چیمہ صاحب کی بھی تجویز ہے کہ بھائیوں کی جوڑی کو جگہ ادل بدل کر لینی چاہیے۔ میاں نواز شریف صاحب وہاں مرکز میں ہر وقت پنجاب کی بات کرتے ہیں یہ یہاں پنجاب میں ہر وقت مرکز کی بات کرتے ہیں۔ انھوں نے لکھی ہوئی تقریر پڑھ کر ثابت کیا ہے کہ وہ میاں نواز شریف سے زیادہ قابل ہیں تو ان کو ادل بدل کر لینا چاہیے۔ یہ ادھر چلے جائیں وہ ادھر آ جائیں تاکہ ان کا شوق پورا ہو جائے۔ جناب والا! اصل بات یہ ہے کہ چور خود ہی شور مچانا شروع کر دے کہ چور' چور' چور تو کسی پہ کوئی اثر نہیں ہوتا' نہ کہ جس جماعت نے بدعنوانی کو' کرپشن کو سولہ سال کے دور حکومت میں اتنے عروج پہ پہنچایا کہ وہ اس طرح معاشرے میں سرایت کر گئی کہ معاشرے نے ایک طرح سے اس کو accept کر لیا آج وہ کہتے پھریں کرپشن ہو گئی' کرپشن ہو گئی۔ خالی باتوں سے اس قوم پہ اس طرح اثر نہیں ہو گا۔ موجودہ حکومت جو عملی تدابیر اختیار کر رہی ہے ان سے تو کچھ فرق پڑ سکتا ہے۔ دراصل جناب! اصل واقعات یہ ہیں کہ ان کو تو دکھ ہے کہ کراچی کے حالات کیوں ٹھیک ہو گئے۔ یہ گورنمنٹ کے حق میں چلا جائے گا۔ ان کو تو دکھ ہے کہ سندھ میں ڈاکو راج کیسے ختم ہو گیا یہ تو گورنمنٹ کے کریڈٹ میں چلا جائے گا۔ ان کو تو دکھ یہ ہے کہ ملک معاشی ترقی کی طرف گامزن کیوں ہے اور ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کیوں کر رہا ہے۔ قرضوں پر انحصار ختم کرنے کی کوشش کیوں کی جا رہی ہے۔ ملک کو جو دہشت گرد قرار دیا جا رہا تھا اس سے کیوں نکل آیا ہے۔ ملک پر اسلحہ خریدنے کی پابندی کیوں اٹھالی گئی ہے۔ ان کو تو دکھ یہ ہے کہ ایف۔ 16 طیاروں کے پیسے ایک حکمت عملی یا فارن پالیسی کے تحت واپس کیوں آ گئے ہیں۔ ان کو تو بیرونی سرمایہ کاری کا دکھ ہے۔ یہ اس طرح کے بیشمار دکھ لے کر مختلف حیلوں بہانوں سے ہر بات پر انھوں نے چالیس قسم کے ایشو بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ہر جگہ پر ناکام ہوئے کیونکہ یہ عوام کے ردے ہوئے تھے اور یہ اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سے ردے ہوئے تھے۔ ان کے سیاہ کارنامے نہ کوئی آج بھولا ہے نہ یہ کوئی اتنے ایماندار ہیں۔ جناب والا! کیا ہی اچھا ہوتا کہ جو ان پر فراڈ اور کرپشن کے' ملک کا سرمایا لوٹنے اور قرضوں کی خوردبرد کے کیسز ساتھ ساتھ بنتے۔ جن کے اپنے

گھر میں شور ہے اور جن کے اپنے بھائی شور مچاتے ہیں کہ ہماری دولت لوٹ کر کھا گئے ہیں۔ وہ اگر ایسی باتیں کریں گے تو قوم کیا اثر لے گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری محمد اقبال پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری محمد اقبال، آپ سے پہلے جناب سپیکر نے بڑی پرزور ہدایت فرمائی تھی کہ کوئی پرسنل باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ اس میں لیڈر آف اپوزیشن بھی شامل تھے۔ انھیں بھی کہا گیا تھا اس لیے آپ منع فرمائیں کہ ایسی باتیں نہ کریں اور صرف بجٹ پر بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں بھی ادھر بیٹھا رہا ہوں۔ اگر اس طرف سے بات نہ ہوتی تو میں ان کو ضرور ٹوک دیتا۔ کیونکہ یہاں سے بھی باتیں ہوئی ہیں۔ اگر تھوڑی سی وہ بھی کر لیں تو پھر وہ رنجیدہ خاطر نہیں ہوں گے۔ آپ صبر کریں۔

چودھری محمد وصی ظفر، ذاتی بات وہ ہوتی ہے جو گھریلو معاملات میں دخل اندازی ہو۔ جناب والا! وہ بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ ہم اکثریتی پارٹی ہیں۔ پتا نہیں کس حساب سے ہیں۔ 152 ممبر ادھر بیٹھے ہیں۔ ہم نے پیپلز پارٹی کے فورم پر الیکشن تو لڑا ہی نہیں، ہم نے تو پی ڈی ایف کے فورم پر الیکشن لڑا تھا اور پی ڈی ایف کی اکثریت ہے۔ اگر ان کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے ان کے ساتھی ان کو چھوڑ گئے تو کیا اس میں بھی دوسرے قصوروار ہیں۔ جو آج تک چھوڑتے جا رہے ہیں اور انھیں چیلے بہانوں سے ساتھ رکھا ہوا ہے کہ آج حکومت گرا لیں گے کل حکومت گرا لیں گے اور حکومت بن جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری ریاض صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری محمد ریاض، جناب والا! پیپلز پارٹی نے تیر کے نشان پر الیکشن لڑا ہے اور دوسری پارٹی نے سائیکل کے نشان پر الیکشن لڑا ہے۔ لہذا انھوں نے ایک جماعت کے پلیٹ فارم سے الیکشن نہیں لڑا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ریاض صاحب تشریف رکھیں۔ دیکھیں آپ کو ان سے لاکھ اختلاف ہو سکتا ہے۔ جب آپ کی باری آئے گی تو انھیں clear کر دیجیے گا۔ اس طرح مناسب نہیں۔ جی!

چودھری محمد وصی ظفر، جناب! جو کرپشن انھوں نے روکی، جو انصاف انھوں نے مہیا کیا، جو میرٹ پالیسی انھوں نے بنا کر میرٹ پر اے ایس آئی، نائب تحصیلدار، سپاہی، چپڑاسی، ایل ڈی سی

بڑے چھوٹے ملازم جو انھوں نے میرٹ پر کیے ہیں ۔ کیا قوم وہ بھول گئی ہے؟ جب تک کسی کا عمل درست نہ ہو اس کی بات کوئی نہیں مانتا۔ اگر میں خود کرپٹ ہوں اور میں کرپشن کے خلاف تقریریں کرتا جاؤں تو بے کار ہے ۔ اس کا کسی پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی اثر لے گا۔ آج یہ صالح بن گئے ہیں۔ یہ سمجھ سے باہر ہے کہ چالیس ملین لگ گئے ' بھائیوں کا حصہ ہڑپ ہو گیا' قوم کا سرمایا لوٹ لیا اور وہ کہتے ہیں کہ اخبار میں آ گیا ہے ۔ کوئی تحریری ثبوت لاتے ۔ اگر یہ سرے میں آ گیا ہے تو اخبار والے یہ پیش کر دیتے کہ یہ رجسٹری کی کاپی ہے۔ وہ pursue کرنے کی بات ہے ۔ ویسے وہ ان کا پرسنل معاملہ ہے ۔ لیکن اسی اخبار میں اگلے دن یہ بھی آیا ہے کہ زرداری صاحب نے قلم گوجر ہدایت کی ہے کہ ہم pursue کر رہے ہیں۔ انھوں نے categorically deny کیا ہے کہ ایسے نہیں ہے اور اس میں حقیقت نہیں ہے۔ خود لندن میں بیٹھے رہے معلوم نہیں کہ خبر آئی بھی ہے کہ نہیں ' فوٹو کاپی لے آنا جیسے پچھلی تقریر میں انھوں نے جو پمفلٹ دیا تھا ۔ ڈاکٹر باسط کے رسالے کی کاپی تھی کہ یہ جنرل سلیوٹ صاحب کا لیٹر ہے کہ کس طرح وٹو کی گورنمنٹ کو گرانا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شیخ محمد انور سعید پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

شیخ محمد انور سعید : [******]

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ ایسی بات نہیں کہ آپ اسے پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھائیں۔ میں اس کی اجازت نہیں دیتا اور شیخ محمد انور سعید صاحب کی طرف سے تمام کہی گئی باتیں حذف کرتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، گزارش یہ ہے کہ اگر میں بھی صبح "SUNDAY TIME" کی ہیڈنگ اوپر سے فوٹو کاپی کرا کے اور نیچے جو مرضی چھپوا کر پیش کر دوں گا۔ اس کی تصدیق ہوتی رہے گی۔ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ لیکن ہم وہ جعل ساز نہیں ہیں ۔ جناب یہ inflation اور مہنگائی کس کی کارستانی کا نتیجہ ہے ۔ کس نے ملک کو اس نہج پر پہنچا دیا ہے کہ ملک کو انٹرنیشنل مارکیٹ میں دیوالیہ قرار دیا جانے لگا تھا۔ کس نے اس نہج پر پہنچایا تھا کہ ملک کو دہشت گردوں کا ملک قرار دیا جانے لگا تھا۔ کس نے اس ملک کو اس نہج پر پہنچایا تھا کہ اس کی بیرونی امداد اور اس کی ڈیفنس کی چیزیں خریدنے پر پابندی لگ گئی تھی۔ کس نے اس ملک کو اس نہج پر پہنچایا تھا کہ کراچی کے حالات آپ دیکھ لیں اس وقت کیا تھے ۔ سندھ میں ڈکیتیاں عروج پر لے جانے کا کون موجب بنے تھے۔

*** (بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

ان تمام چیزوں کو کس خوبصورتی سے کس نے شکل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حقائق کو جانچنا چاہیے اور فروعی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ حقائق کو دیکھیں اور دیکھیں کہ ملک کو نکال کر کون لے گیا ہے۔ فارن پالیسی 'بیرونی سرمایا کاری کا اس وقت کیا ریشو ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ٹیکس لگے ہیں۔ تاجروں کا گروہ ایک یا دو فی صد کو چھوڑ کر آپ پورا سروے کرلیں۔ ایک شخص ادھر آ کر قرآن اٹھا کر کہہ دے کہ وہ ٹیکس پورا دیتا ہے سمیت تقریر کرنے والوں کے۔ اس ملک کی تو وہ جڑوں میں بیٹھ گئے ہیں۔ وہ ٹیکس دینے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔ اپنا گھر بھرنے کے لیے تیار ہیں۔ جب ٹیکس نہیں لگے گیں تو یہ ملک ترقی کیسے کرے گا۔ ہم کہاں سے کماتے ہیں۔ اسی ملک کے وسائل سے کماتے ہیں۔ اگر کسی کے باپ دادا کی جاگیر بھی ہے تو وہ خدا کے بعد اسی ملک کی ملکیت ہے پھر اس کے بعد ہماری ہے۔ یہ سٹیٹ نے منتقل کی ہے۔ اگر تجارت ہے تو وہ اسی ملک میں ہے۔ اس ملک میں پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ملک آزاد ہوا 'ہمیں ہوش آئی 'ہم نے کمانا شروع کیا اور ساتھ ہی ٹیکس چوری شروع کر دی۔ اگر ٹیکس نہیں لگے گا تو کیا آپ ساری عمر قرضوں پر چلنا چاہتے ہیں۔ دو ہی طریقے ہیں کہ ٹیکس چوروں کو مجبور کیا جائے کہ وہ پورا ٹیکس دیں اور عوام پر اس طرح کا برابر کا ٹیکس لگایا جائے کہ وہ بلا وجہ کا بوجھ بھی محسوس نہ کریں وہ منتقل ہوتا چلا جائے تو پھر یہ ملک خود انحصاری کی طرف چل سکتا ہے۔ ایسے کیسے ممکن ہے کہ آپ خالی شور مچا کر ایک طرف آپ بنک لوٹیں' ایک طرف آپ قرضے کھائیں' ایک طرف آپ ٹیکس چوری کریں۔ پھر آپ کہیں کہ ملک جو ہے وہ خود انحصاری کی طرف بھی چلا جائے اور مزید ٹیکس کیوں لگ گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ پورا انٹرنیشنل سروے کرلیں۔ دنیا کے ہر ملک میں ہر ٹریڈ پر ٹیکس ہے۔ چھوٹے چھوٹے کھوکھوں پر بھی ہے وہ conscious ہیں وہ دیتے بھی ہیں اور لیتے بھی ہیں۔ اسی طرح ان ملکوں نے ترقی کی اور اسی طرح وہ ملک آگے کی طرف بڑھے۔ ہم تو ترقی پذیر کیا' ترقی یافتہ کیا اس سے بھی نیچے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم تو غریب ملکوں سے بھی نیچے ہیں۔ انھوں نے کبھی اسلام کی باتیں شروع کر دیں۔ عجیب و غریب صورت حال ہے کہ اسلام کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ایک شق انھوں نے اپنی پوری تقریر میں بتائی ہو کہ صوبے میں کون سا ٹیکس زیادتی ہے۔ قائد حزب اختلاف کی تقریر تھی۔ میں نے بھی ساری سنی۔ ایک پوائنٹ انھوں نے بتایا ہو۔ صوبے میں یہ ٹیکس کہ کارمنگوائی' یہ بجٹ تقریر تھی کہ کار منگوا لی؟ انھوں نے ۱۹۹۱ء میں بی ایم ڈبلیو منگوائی۔ ریکارڈ کی بات ہے۔ اسمبلی میں اس ریکارڈ کو لے آئیں۔ بی

ایم ڈبلیو منگوا کے اس کو رفاہی ادارے پر کرا کے اس کا ٹیکس بچوا لیا اور آج خود چلاتے پھر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جی سرکاری قانون بنا کے' انھوں نے تو کھلم کھلا قانون بنا کے غیر قانونی کام' وہ تو عدالت میں معاملہ ہے اس کو یہاں discuss کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ وہ تو عدالت فیصلہ کرے گی۔ وہ تو باقاعدہ ایک لیجسلیشن ہے۔ وہ کیسے غلط ہے۔ اس میں یہ سوال تو اٹھ سکتا ہے کہ یہ لیجسلیشن مرکز کو کرنی چاہیے تھی یا صوبے کی وجہ سے خاص entitlement کی وجہ سے ٹیکس فری۔ وہ ایک علیحدہ چیز ہے یا وہاں کوئی نوٹیفکیشن ہونا چاہیے تھا۔ جو اسمبلی نے کیا ہے' اسمبلی کو قانون بنانے کا اختیار نہیں ہے؟ ان کو خود پتا نہیں ہوگا کہ ان کی رٹ کس پوائنٹ پر ہوئی ہے۔ جناب' آپ دیکھیں کہ ان کا سولہ سال دور حکومت رہا ہے۔ یہ میں نے لکھا ہے' انھوں نے ۸ قراردادیں پیش کیں کہ آئیں جی یوں کر لیں' آئیں جی یوں کر لیتے ہیں' آئیں جی' یوں کر لیتے ہیں' یہ لائحہ عمل بنا لیتے ہیں۔ سولہ سال میں انھیں کچھ خیال نہ آیا۔ کیا اس وقت ان چیزوں کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکتا تھا کوئی امر مانع تھا؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ نہیں' آج وہ تجاویز دے رہے ہیں جو صرف لفاظی ہے۔ عملی طور پر آپ بتائیں کہ کیسے کرنا ہے۔ آئیں' ہم بھی آپ کو دعوت دیتے ہیں اور متعدد بار دے چکے ہیں۔ آئیں جی ہم یوں کر لیتے ہیں' آئیں ہم یوں کر لیتے ہیں' آپ پریکٹیکل بتائیں۔ سامنے آئیں۔ چیزوں کو سامنے لائیں۔ لکھی لکھائی تقریر پڑھ کے انھوں نے سرخرو ہونا ہے۔ انھوں نے کہا جی' وہاں ایوارڈ آ گیا ہے' اس میں کمی آ گئی ہے۔ یہ میں نے ان کے بتائے ہوئے ہندسے نوٹ کیے' ۳۲ فی صد' ۷۰ فی صد اور ۵ فی صد۔ ہم نے جی ۹۱ء میں وہ سولہ سال بعد کر لیا۔ وہ پہلا ۷۴ء کا ایوارڈ ہی اتنا پختہ اور مضبوط تھا اور صحیح تھا کہ تمام صوبے اس پر اس قدر مطمئن تھے کہ اس کو تبدیل کرنے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ نہیں تو ان کی اپنی حکومت رہی' انھوں نے کیوں نہیں کر لیا؟ جس حکومت کے یہ وزیر اعلیٰ رہے' وزیر رہے' انھوں نے ایک اوپر سے لائی ہوئی پارٹی بنائی۔ جس کو یہ مسلم لیگ کہتے ہیں۔ وہ پارٹی کیسے بنی؟ سب کو' پوری قوم کو اس کا نقشہ معلوم ہے کہ جتنے ضلع کونسلر تھے' لا کر اس ایوان میں بٹھا دیے۔ اوپر کے ایوان میں بٹھا دیے' چیئرمینوں کے طور پر۔ کہ آپ کیا ہیں؟ آپ شوریٰ کے ممبر ہیں آپ صوبائی کونسل کے ممبر ہیں۔ پھر ہدایات آ گئیں کہ ان کو مالی طور پر مضبوط کرو تاکہ کل کو الیکشن لڑ کر کامیاب ہوں۔ ادھر ہدایات چلی گئیں کہ ہر ایس ایچ او اور تحصیل دار ان کے کہنے پر لگے گا اور جو کام یہ کہیں گے وہی ہوگا۔ آگے پھر جنرل الیکشن اناؤنس کیے' ان کی قسمت اچھی یا پیپلز

پارٹی تھی کہ ۱۹۸۵ء میں بائیکاٹ کر دیا۔ ان کو فری ہینڈ ملا اور آ کر ایوانوں پر قابض ہو گئے۔ ورنہ ان میں سے دس بھی نہ ہوتے۔ اور ان کا مینٹل لیول ابھی تک وہی ضلع کونسلوں کا ہے۔ ان کو پتا ہی نہیں کہ صوبائی سوچ کیا ہے' مرکزی سوچ کیا ہے؟ ان کی تو لاٹریاں نکلی ہیں۔ ہم بیٹھے ہیں اس طرف۔ ایک struggle کی۔ کمزور آدمی ہیں مالی طور پر۔ غریب آدمی ہیں۔ درمیانے طبقے سے بھی نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ میجارٹی جو ادھر بیٹھی ہے وہ struggle کر کے سیاسی اور جمہوریت کے لیے لڑائی کر کے اور ایک پارٹی کو قائم رکھتے ہوئے آگے آئے اور اس پارٹی نے جن کو ٹکٹیں دیں اس کو آمین کہا اور ہم آگے آئے۔ ہماری یونین کونسلوں اور ضلع کونسلوں کی انشاء اللہ سوچ ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر اس بات کو رد کرنا ہے تو آپ حقائق پر کریں۔ آپ سولہ سال اسلام کا مذاق اڑاتے رہے اور اتنا مذاق اڑایا کہ لوگ اسلامی نظام سے متنفر ہو گئے۔ آج پھر آپ دھوکہ دینے کے لیے اسلام' اسلام کرنے لگے ہیں۔ نیت صاف ہوتی تو اس وقت سولہ سال میں آپ نہیں لا سکے! اور وہ شریعت کورٹ بنائی جس کو آج سپریم کورٹ نے کہہ دیا ہے کہ ادھر تو بھیجنا ہی جج کو سزا ہے۔ کیونکہ انھوں نے تو آئین میں لکھا تھا کہ جو نہ جائے گا He stands retired. انھوں نے کہا کہ نہیں' مرضی کے خلاف بھیجو گے تو It amounts to punishment. یہ انھوں نے آئین کی دھجیاں کیسے بکھیریں۔ آپ جناب پڑھیں۔ یہ ۱۱۲' اے' بی' سی' ڈی' ای' آپ دیکھیں کیسی فروعی کلاز ہیں۔ آپ دیگر ترامیم دیکھیں جو انھوں نے کیں۔ اور اس بل بوتے پر۔ آج یہ کس بات سے خائف ہیں جناب؟ اتنا تیز تیز چلنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟ کبھی ان کی نظر ایک طرف ہے' کبھی دوسری طرف ہے' کبھی یہ کھیل کھیلنا ہے' کبھی وہ۔ ان کو ہے کہ اب مارچ میں تو سینٹ کا الیکشن ہو جائے گا۔ پھر سینٹ ان کے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور چیئرمین بھی جاتا رہے گا اور پھر ان کا بنے گا کیا۔ ضلع کونسلیں تو یہ جیت نہیں سکتے۔ یہ اس سٹرکچر پر قائم تھے۔ انھوں نے جعلی ضلع کونسلیں administratively بنائی ہوئی تھیں اور اوپر unrepresentative بیٹھے ہوئے لوگ سینٹر بٹھائے ہوئے تھے۔ جو unrepresentative لوگ تھے' انھوں نے جو سینٹر چنے تھے وہ اوپر بٹھائے ہوئے تھے اور ایک عجیب آئیٹ سا بنا کر۔ یہ نہ بیٹھے ہوتے ان کے سینٹر اور یہ' تو یہ اتنے بھی جیت کر نہ آتے۔ عوام ان کو پسند نہیں کرتے۔ اگر عوام ان کو پسند کرتے ہوتے تو اب تک انھوں نے بیس ہزار کالیں دی ہیں وہ باہر آ جاتے۔ ان کی بات ہی سن لیتے۔ عوام نے ان کو دیکھ لیا ہوا ہے' ان پر غور کر لیا ہوا

ہے۔ ان کو پرکھ لیا ہوا ہے۔ وہ ان کو رد کر چکے ہیں۔ یہ ان کی خام خیالی ہے کہ کبھی وہ ان کو accept کر لیں گے۔ جو ان کو اتنا خیال ہے کہ عوام میں ان کی بڑی مقبولیت ہے تو یہ کل ہی پتا چل جائے گا انشاء اللہ ضلع کونسلوں کے الیکشن ہیں اور لوکل باڈیز کے الیکشن ہیں۔ سب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ آئندہ پھر انشاء اللہ' اللہ تعالیٰ ہمیں بھی موقع دے گا' آپ کو بھی۔ دیکھی جائے گی۔ انھوں نے جس بے دریغ طریقے سے سرکاری مشینری کا اپنے دور میں استعمال کیا۔ ذاتی ملازموں کے طور پر ان کو گھسیٹا۔ جس بے دریغ طریقے سے انھوں نے بھرتیاں کیں۔ جس بے دریغ طریقے سے انھوں نے رشوت ستانی کو عام کیا۔ جس بے دریغ طریقے سے انھوں نے خزانہ لوٹا۔ کیا وہ عوام بھول گئے ہیں' یا وہ بھول جائیں گے؟ انھوں نے تو اس قوم کے ساتھ وہ کیا ہے کہ وہ انشاء اللہ سو سال تک نہیں بھولے گی۔ اگر ان کو بھول چکے ہوتے' ان کی کارستانیاں بھول چکے ہوتے تو ان کی کال پر باہر آ جاتے۔ ابھی یہ سوچ چھوڑیں۔ ان کو مان جانا چاہیے تھا کہ تین سال میں کام ہوتے ہیں۔ اب عوام ہماری بات پر کان نہیں دھرتے۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ چور چوروں میں شامل ہو کر چور چور کر رہا ہے۔ اور یہی سمجھتے سمجھتے وہ ان کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر، جی No cross talk please.

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! جو انھوں نے یہاں جھوٹ کا پلندہ پیش کیا' من گھڑت' لگی لگائی خبروں پر انھوں نے انحصار کیا۔ ایک نہ ایک سازش یہ بدنامی کی لے آتے ہیں۔ ایک نہ ایک سازش بنا کے خود ہی گھڑ کے لے آتے' اور کہا کہ شاید یہ عوام میں ایشو بن جائے۔ شاید ہمیں اس سے موقع مل جائے۔ بجٹ پہ تو میں نے ان کو عرض کر دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی No cross talk please مہربانی کریں۔ میں نے اجازت نہیں دی آپ کو۔ تشریف رکھیں۔ اگر خاموشی سے بیٹھے رہیں گے تو جلدی فارغ ہو جائیں گے۔

چودھری محمد وصی ظفر، اس ایوان میں تاجروں کے بڑے بڑے سردار بیٹھے ہیں جو ٹیکس چور ہیں۔ تین سو کچھ روپے' نو سو روپے ٹیکس دیتے ہیں۔ اربوں کی جائیدادیں ہیں۔ خود بھی نہیں دیتے دوسروں کو بھی نہیں دینے دیتے۔ ٹیکس لگانا گورنمنٹ کا حق ہے' ضروری ہے اور ملک کو خود انحصاری کے لیے' اپنے پاؤں پہ کھڑا ہونے کے لیے چاہیے میں کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ بھی دینی پڑے تو قوم کو قربانی دینی چاہیے۔ لوگ یہ فیصلہ تو کر لیں گے کہ کرپشن کس نے زیادہ کی۔ لوگوں کی آنکھیں بند

نہیں ہیں' دماغ ماؤف نہیں ہو گئے ہیں' آنکھیں بھی کھلی ہیں دماغ سے بھی وہ کام لیتے ہیں۔ فیصلہ عوام نے کرنا ہے۔ کسی سے چھپی ہوئی بات نہیں ہے کہ کس دور میں کیا ہوتا رہا ہے۔ مجھے اب ایک سڑک بتا دیں کہ تعمیر پنجاب میں یا کسی ڈویلپمنٹ پروگرام میں کہ پیسے گھر پہنچ گئے ہوں اور سڑک ہی نہ بنی ہو۔ اُدھر ہزاروں مثالیں ہیں۔ ان کے دور میں۔ سب کو پتا ہے کہ فنڈ کا فنڈ نکل گیا' سڑک ہی غائب۔ یہ کوئی دور کی بات ہے؟ پتا کیا چلا کہ مین روڈ کا لاکھوں روپیہ کھا گئے' ہڑپ کر گئے پیسے نکال کے۔ کھا گئے۔ انسپکٹر کو کہہ دیا کہ بارش میں چلی گئی ہے۔ اس کے بعد تو کبھی اس دور میں کوئی سڑک اس طرح راتوں رات بارش کی نذر نہیں ہوئی کہ ساری سڑک ہی بارش میں چلی گئی ہے اور لاکھوں روپیہ جیب میں چلا گیا ہے اور سیوریج اور نالیوں کے پیسے کھا لیے گئے ہیں۔ اب ان کو جو اتنا زیادہ کھانا پینا تھا وہ یاد آتا ہے اور وہ ان کو سونے بھی نہیں دیتا۔ وہ ان کو چین بھی نہیں لینے دیتا۔ اس کے لیے یہ عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور انھوں نے فروعی باتوں کا عجیب ڈھکوسلا بنایا ہوا ہے۔ بجٹ پر انھوں نے کوئی بات کی ہوتی تو میں facts and figures کے ساتھ بجٹ پر بات کرتا جو ایک بات کی ہے ابھی واپس ٹیپ چلا لیں۔ انھیں پتا ہی نہیں ہے کہ پنجاب کا بجٹ آیا کیا ہے۔ ان کے علم سے ہی باہر ہے۔ انھیں یہ نہیں پتا کہ ڈیوٹی کس چیز پر لگی ہے۔ ٹیکس کس چیز پر لگا ہے یا کوئی چھوٹ بھی دی ہے یا نہیں دی ہے۔ یہ تو لیڈر آف دی اپوزیشن کی بجٹ تقریر نہیں ہوتی کہ ڈویلپمنٹ میں اس دفعہ اتنا فنڈ تھا اور پچھلی دفعہ اتنا تھا۔ What is this? ہم نے بھی بجٹ پر تقاریر کی ہیں' اپوزیشن کی طرف سے کی ہیں' ریکارڈ نکلوا کر دیکھ لیں۔ آپ بھی موجود ہوتے تھے۔ facts and figures کے ساتھ کی ہیں اور ثابت کر کے کی ہیں۔ جب ایک شخص نے محنت ہی نہیں کرنی۔ آ جاتا ہے لندن سے تلاوت کر کے اور جو لکھا ہے آ کے پڑھ کر چلے جاتا ہے تو بجٹ تقریر جیسی انھوں نے کی ہے ویسا ہی جواب آئے گا ناں۔ کوئی facts and figures دیے ہوتے تو میں بھی دے دیتا کہ نہیں یہ یوں نہیں' یوں ہے۔ انھوں نے تو ایک بھی نہیں دیا۔ انھوں نے جتنے facts and figures دیے ہیں وہ مرکز کے دیے ہیں' وہ میں نے جواب دے دیا ہے کہ دونوں بھائی اپنی نشست تبدیل کر لیں یا وہ شاہجہاں والے مقولے بھائیوں کو قتل کرنے والے پر عمل کر لیں ہمیں اس پر کیا ہے۔ ہسٹری ان کی کمزور تو نہیں ہے۔ وہ نہ بجٹ تقریر ہوئی ہے اور نہ ویسا جواب آ رہا ہے۔ انھوں نے جو باتیں کی ہیں وہ میں نے نوٹ کی ہوئی ہیں۔ میرے پاس ان کا ایک ایک پوائنٹ نوٹ

ہے۔ مجھے تو ان کا کچھ نہیں نظر آیا۔ یہ میرے اپنے پوائنٹ نہیں ہیں۔ یہ ان کے پوائنٹ ہیں جو میں نے نوٹ کیے ہوئے ہیں' آپ پڑھ لیں۔ اس کا میں آپ کو جواب بتا رہا ہوں۔ اس میں ہے ہی کچھ نہیں کہ یوں ہو گیا تھا اور وہ اتنا کم ہو گیا تھا' وہ مرکز کی باتیں تھیں' وہ ادھر مرکز میں بھی ہو رہی ہیں اور انھوں نے بھی کی ہیں جبکہ یہ مکمل طور پر غلط ہے۔ انھوں نے اپنی طرف سے بڑی calculation اور وہ ایک figure کی jugglery کرنے کی کوشش کی ہے لیکن facts and figures تو اور ہی طرح ہے کہ اس دفعہ پنجاب کو زیادہ ملا ہے؟ اور زیادہ ملا ہے۔ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔ اس کے سوا انھوں نے بجٹ پہ کوئی بات ہی نہیں کی۔ ڈویلپمنٹ فنڈ کی کی ہے کہ پہلے 6 ارب تھا اب 4 ارب ہو گیا ہے۔ انھوں نے ساتھ block allocation کو شامل ہی نہیں کیا۔ لیں میں پڑھے بغیر ہی بتا دیتا ہوں۔ میں نے بھی اس دفعہ بجٹ نہیں پڑھا کیونکہ مجھے ضرورت نہیں تھی' میں کوئی اپوزیشن میں تو نہیں تھا۔ ابھی تسلی سے بیٹھ کر پڑھوں گا کہ ہوا کیا ہے؟ ٹائم ہی نہیں ملا' یہ frankly بات ہے۔ لیکن مجھے یہ پتا ہے کہ ڈویلپمنٹ فنڈ کی زیادہ رقم block allocation میں اس دفعہ رکھ دی گئی ہے۔

شیخ محمد انور سعید، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

شیخ محمد انور سعید، جناب سپیکر! فاضل رکن نے از خود تسلیم کیا ہے کہ میں نے بجٹ نہیں پڑھا۔ مجھے کیا ضرورت تھی۔ ابھی میں جا کر پڑھوں گا۔ تو جب یہ پڑھیں گے تو تقریر کریں۔ جب انھوں نے بجٹ پڑھا ہی نہیں تو بجٹ پر تقریر کیسے کر رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

چودھری محمد وصی ظفر، ان کا خیال ہے کہ بجٹ پڑھنا جو ہے یہ فلاح جی کا گھر ہے۔ ان کو پتا ہی نہیں کہ پڑھا کیسے جاتا ہے؟

شیخ محمد انور سعید، آپ ہی فرما رہے ہیں کہ بجٹ پڑھا نہیں ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، میں آپ کو عرض کروں کہ موٹی موٹی broad lines تو پہلے دن ہی آدمی دیکھ لیتا ہے کہ heads میں کیا کیا' کدھر کدھر ہو رہا ہے۔ وہ تو آدھے گھنٹے میں سمجھ آ جاتی ہے۔ میرا

مقصد بجٹ کی details سے ہے۔ وہ ابھی اس ایوان میں کسی نے بھی نہیں پڑھا ہو گا سوائے وزیر خزانہ کے یہ جو بیچ میں بیٹھے تھے جنھوں نے بنایا ہو گا۔

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' ارشد عمران سلہری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! وصی ظفر صاحب بجٹ کے اوپر تقریر کر رہے ہیں۔ وہ یہاں تنقید کر رہے ہیں کہ بجٹ کے اوپر بات کوئی نہیں ہوئی جبکہ قائد ایوان نے این۔ ایف۔ سی ایوارڈ سے لے کر کہ پنجاب کو جو گرانٹ ملی تھی اس کے حوالے سے' فیڈرل شیئر کے حوالے سے اور دیگر مدات کے حوالے سے بات کی ہے۔ اب وصی ظفر صاحب یہ کہتے ہیں کہ کسی نے بجٹ نہیں پڑھا تو انشاء اللہ آج بھی باتیں ہوئی ہیں' کل بھی باتیں ہوں گی اور جو ہم کہیں گے' ہم یہ چاہیں گے کہ ان کا جواب وزیر خزانہ اپنی تقریر میں دیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، میں ہی دے دوں گا۔ آپ وزیر خزانہ کو چھوڑیں' بیٹھ جائیں۔ مجھے دوبارہ موقع دے دینا میں آپ کی ساری باتوں کا جواب دے دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وصی ظفر صاحب! ایک منٹ۔ میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب بجٹ تقاریر ہوتی ہیں تو اس پہ فاضل رکن کا اپنا نقطہ نظر ہوتا ہے۔ وہ اسے کسی انداز میں بیان کرتا ہے۔ دوسرا فاضل رکن اسے اپنے انداز میں بیان کرتا ہے۔ اگر کسی فاضل رکن کو اس سے اتفاق نہیں ہے یا وہ اپنی اور رائے رکھتا ہے تو براہ مہربانی وہ پوائنٹ آف آرڈر پہ کھڑا ہو کر اپنی تقریر کا آغاز نہ کر دے اور پھر پوائنٹ آف آرڈر کا بھی میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ آپ نے اس کو specific ایک پوائنٹ پہ' بڑا brief بیان کرنا ہے۔ جس طرح اب انور سعید صاحب کھڑے ہوئے انھوں نے کہا کہ پوائنٹ آف آرڈر۔ تو انھوں نے خود کہا ہے کہ میں نے پڑھا نہیں ہے That is all اب انھوں نے اس پہ سات جملے کہے۔ وہ بات نہیں بنتی۔ پوائنٹ آف آرڈر تو ہوتا ہے کہ عندیہ ' اشارہ دینا' ایک پوائنٹ کرنا' چیئر کو ایک بات بتائی کہ یہ جو بات ہے یہ قاعدے کے مطابق نہیں ہے۔ لیکن اس سے اگر ذاتی رائے کا اختلاف ہے تو وہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں ہے۔ اس لیے اب میں جو بھی دوست کھڑا ہو گا اس کی بات تو سنوں گا لیکن فوراً اسے روک دوں گا کہ This is no point of order مہربانی' شکریہ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! فنانس بل میں نے پڑھا ہے۔ اس میں ٹیکس لگے ہیں۔ انھوں نے اس کی کوئی بات نہیں کی جس میں ٹیکس لگے ہیں۔ وہ کیا بجٹ پڑھ کے آئے تھے؟ بجٹ کے head notes میں نے پڑھے ہیں۔ میرے خیال میں اس سے اچھا بجٹ آج تک آیا ہی نہیں ہے۔ آپ اس کو پڑھ کر دیکھیں۔ ان کو پتا ہی نہیں ہے کہ بجٹ ہوتا کیا ہے؟ میں ابھی اس کی details میں نہیں گیا۔ head lines تو آدھے گھنٹے میں آدمی پڑھ لیتا ہے اور وہ میں نے پڑھی ہیں اور میرے دفتر میں کتابیں ابھی کھلی پڑی ہیں۔ اس میں نہیں ہے لیکن جب detail ہو گی وہ اس میں ہے۔ head lines کے مطابق block allocation میں ڈویلپمنٹ فنڈ کی طرف جب جائیں تو کروڑوں روپیہ زیادہ ہے۔ یہ غلط ہے! اگر انھوں نے پڑھا ہوتا تو وہ یہ بات ہی نہ کرتے۔

رانا محمد فاروق سعید خان ، 2 ارب روپے کا فرق ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، وہ یہ بات ہی نہ کرتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وصی ظفر صاحب! اگر وہ بیٹھے بیٹھے کوئی بات کرتے ہیں تو آپ اس کا نوٹس ہی نہ لیں۔ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، نہیں' میں نے کب نوٹس لیا ہے۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ یہ ڈاکٹروں پر کیسے ٹیکس لگ گیا ہے؟ یہ غلط ہے' یہ رجسٹریشن فیس کیسے زیادہ ہو گئی؟ یہ کورٹ فیس' یہ سٹیمپ ڈیوٹی کیسے زیادہ ہو گئی؟ ان کو پتا ہی نہیں ہے۔ انھوں نے تقریر کیا کرنی تھی' انھوں نے تو فنانس ایکٹ نہیں پڑھا' پھر بجٹ کیا پڑھنا تھا جس کے ذریعے یہ ٹیکسیشن ادھر ہوتی ہے۔ کوئی حوالہ دیا ہے تو مجھے بتا دیں۔ یہ لیڈر آف دی اپوزیشن کی تقریر تھی جو کہ بجٹ کے بارے میں نہیں تھی' ایسے سیاسی فروعی سی باتیں تھیں۔ جو ادھر روز ہی ہوتی ہیں اور جن کا ہم روز ہی جواب دیتے ہیں اور جن کو سن سن کے ایوان کے کان بھی پک گئے ہیں۔ ہم انھیں کرپٹ کہتے ہیں وہ ہمیں کہہ دیتے ہیں' بس ختم اور وہی آج وہ کر گئے ہیں۔ انھوں نے ہمیں کہا ہے اور ہم نے ان کو کہہ دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کتنا ٹائم لیں گے؟

چودھری محمد وصی ظفر، جناب! جتنا دیں گے۔ تقریر کا کیا ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کیونکہ آپ اوپنر ہیں اس لیے آپ کو میں نے زیادہ ٹائم دینا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب! ابھی بس دس منٹ اور۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب! یہ دیکھیں کہ میں فنانس ایکٹ کے حوالے سے ہی بات کرتا ہوں۔ اس میں مجھے کوئی ایک ایسی ٹیکسیشن بتا دیں جو صوبہ پنجاب نے کی ہو، جس پر یہ تنقید کر سکیں کہ یہ غلط ہے اور اگر اس وقت ان فاضل ممبران میں سے اٹھ کے ایک بھی بتا دے کہ اس کے ذریعے ٹیکسیشن ہوئی کس کس چیز پہ ہے تو میں ان کو بھی مان لوں گا۔ ان کو پتا ہی نہیں ہے۔ یہ بات حقیقت ہے۔

جناب والا! انھوں نے عوام کی دہلیز تک انصاف پہنچایا۔ انھوں نے اپنے دور حکومت میں کہا کہ ہم عوام کی دہلیز تک انصاف پہنچا دیں گے اور ہم سستا انصاف مہیا کریں گے۔ پچیس ہزار روپے پر کورٹ فیس معاف کریں گے۔ وہ انھوں نے معاف کر دی۔ اس کا مجھے ایک بھی فائدہ بتا دیں یا اس سے انصاف گھر میں کیسے پہنچ گیا؟ اس میں تو فروعی litigation ہی بڑھ سکتی ہے کہ ناجائز ہے۔ انصاف کیسے بڑھ گیا؟ انھوں نے انصاف ایسے بڑھایا کہ جاؤ میاں جا کر اسے۔ سی اپنا لگوا لو، مجسٹریٹ بھی آپ کا ہو گا، ایس۔ ایچ۔ او بھی آپ کا ہو گا اور تمام جس جس کو آپ نے لسٹ بنا کر جوتے ڈلوانے ہیں جوتے ڈلوا لو، جس جس جرائم پیشہ کو چھڑوانا ہے چھڑوا لو اور علاقے کے جھوٹے چودھری بن جاؤ۔ وہاں پر یہ تو ہوا کہ ان کے علاقوں سے اصلی چودھریوں سے چودھراہٹیں نکل کر جھوٹے چودھریوں کے پاس ضرور آ گئی ہوں گی۔ عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ عوام کو جوتے ہی پڑے ہیں۔ پھر کہ inflation کا ریٹ آپ دیکھ لیں۔ یہ انھوں نے چیلنج کیوں نہیں کیا؟ مرکز کی باتیں کرتے ہیں۔ جب یہ تھے تو 18% تھا۔ اس بات کو deny کریں۔ پہلے 16% تھا اور جب ان کی حکومت گئی ہے 18% سے اوپر تھا۔ بعد میں جب سٹیٹ بینک نے calculate کیا ہے تو 21% بتایا۔ لیکن official declaration کے مطابق 18% پر تھا۔ تو جب آپ ۱۸ یا ۲۱ فیصد کی inflation سے گزر کر آئیں گے تو ادھر مہنگائی نہیں ہو گی کیا سستائی ہو گی۔ عجیب بات ہے۔ (قہقہہ)

جناب والا! ان کے خیال کے مطابق یہ تمام کی تمام مہنگائی اس ٹیکس فری کار سے ہو گئی

ہے جو نکئی صاحب نے خریدی ہے جب کہ اس وقت ان کی پالیسیاں factually غلط تھیں اور ہم اس وقت شور مچاتے تھے۔ جناب والا! میں ادھر لاہور ہائی کورٹ میں وکیل تھا ۱۹۸۲ء میں میں سیکرٹری لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن تھا۔ اس وقت منٹو صاحب صدر تھے اور ہم مارشل لاء اور یہ جو ۱۹۸۰ء میں امنڈمنٹ ہوئی تھی اور جو انہوں نے ہائی کورٹ کے بنچز بنا دیے تھے کے خلاف جلوس نکالا کرتے تھے۔ اور یہ ان کا انصاف پہنچانے کا طریقہ تھا کہ ہائی کورٹ کے بنچز بنا دیے ہیں یعنی وہ ہائی کورٹ کے جج کو کمشنر کے لیول پر لے گئے۔ ادھر انہوں نے زبردستی ان غریبوں کو بھیج دیا اور وہ اپنے گھر ریسٹ ہاؤس میں کورٹ لگانے کی تلاش میں کمشنر کے پیچھے مارے مارے پھرتے تھے۔ یہ انہوں نے انصاف سستا کرنے کا طریقہ اختیار کیا یعنی پورا بیڑہ غرق کیا اور انہوں نے کہا کہ ہائی کورٹ کے جج کو شریعت بنچ میں بھیجا جا سکے گا یہ انہوں نے ان کے اوپر چیک رکھا تھا ریٹائرمنٹ کے بعد ججوں کو نوکریاں دے کے انہیں اس لالچ میں ملوث رکھا پتا نہیں انہوں نے کیا کیا کھیل کھیلے اور یہ تمام کھیل جو اپنی گرفت کرنے کے تھے ان سے انہوں نے کہا کہ جی یہ انصاف گھر میں پہنچ گیا۔ انہوں نے ہائی کورٹ کے بنچ توڑنے تھے ---

جناب ڈپٹی سپیکر ، میاں فضل حق صاحب! This is very bad. آپ نے فون بالکل میرے سامنے رکھا ہوا ہے اور آپ گفتگو کر رہے ہیں-----

چودھری محمد وصی ظفر ، کانا پھوسی کر رہے ہیں---

جناب ڈپٹی سپیکر ، جبکہ سپیکر صاحب کی رولنگ ہے آپ مہربانی اس کو باہر رکھ کر آئیں۔ ہاؤس میں اسے لانا ہی نہیں چاہیے جبکہ سپیکر کی رولنگ ہے تو مہربانی کریں۔

آوازیں ، جناب والا! اسے ویسے تو ہم اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں۔ پہلے گھنٹی بجتی ہے پھر آپ اسے سنتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، اور پھر جناب والا! بغیر اپنی سیٹ کے سن رہے ہیں۔(قہقہہ) جناب والا! یہ جو اس وقت کی مہنگائی کے بارے میں کہتے ہیں میری عرض ہے کہ یہ جو اس وقت مہنگائی ہے یہ کوئی ٹیکسیشن سے تو نہیں ہوئی۔ یہ بتا دیں کہ کونسی ٹیکسیشن ہوئی ہے جس سے یہ مہنگائی ہو گئی۔ یہ اس وقت کی ۱۸، ۲۱ فیصد inflation کی ملک کو جو مار پڑی تھی یہ اس کی وجہ سے ہوئی ہے اور جب ملک کو دیوالیہ قرار دیا جانے لگا تھا اور یہ مہنگائی اس وجہ سے ہوئی ہے جب اس ملک کا خزانہ لوٹ لیا گیا تھا

اور اسے خالی کر دیا گیا تھا یہ ان چیزوں کے after-effects ہیں۔

جناب والا! میں بات کر رہا تھا کہ ہم اس امنڈمنٹ کے خلاف جلوس نکالتے تھے اور ہم نے کافی conventions کیے اور کافی جلوس نکالے اور لوگ ہم سے پوچھتے تھے کہ آپ یہ جلوس کیوں نکالتے ہو تو ہم نے کہا کہ یہ ترمیم ہوئی ہے ان کو ہماری طرف سے یہی بتایا جاتا تھا کہ یہ جو آج ترمیم ہوئی ہے یہ جو بچ آج نوٹے ہیں یا یہ شریعت بل آیا یا اس طرح ہوا یا یہ اس طرح ہوا ہے یا جو ۲۱۲۔اے آئی تھی اس بارے میں یا کچھ اپیلوں کی changes ہوئی تھی اس بارے میں اور کچھ remedies کی changes ہوئی تھی اس بارے میں ہم جلوس نکالا کرتے تھے اور ہم ان کو یہ کہتے تھے کہ ان کے اثرات آپ کو تین، چار، پانچ سال کے بعد معلوم ہوں گے جب آپ اس میں سے گزرو گے ہمیں وکیل ہونے کے ناتے سے آج پتا ہے کہ اس امنڈمنٹ کا اثر عوام پر کیا پڑے گا اس لیے ہم آپ کے لیے جلوس نکالتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اس کے اثرات بھی آج عوام نے دیکھے اور مہنگائی کے جو effects ہیں یہ اس دور کے ہیں اور جو ان کی اس وقت کی غلط پالیسیاں ہیں یہ ان کے effects ہیں کہ اتنی زیادہ مہنگائی بڑھی ہے آپ دیکھیں کہ یہ کس سپیڈ سے اوپر جا رہی ہے اس کو تو ایک دم کنٹرول کیا ہے اور یہ بھی ایک کریڈٹ ہے کہ اسے ایک دفعہ تو روک لیا ہے اب اسے نیچے لانے کی بھی کوشش کی جا رہی ہے لیکن ان کی غلط پالیسیوں یا inflation کے effects کی وجہ سے جس سپیڈ سے یہ اوپر بڑھنا شروع ہوئی تھی اس کو تو ایک دفعہ روک لیا گیا۔ یہ جو اس گورنمنٹ کے کریڈٹس ہیں یہ ان سے گھبرا جاتے ہیں کہ اگر یہ بھی کریڈٹ لے گئے یہ یہ بھی کریڈٹ لے گئے اور یہ عوام میں سرخرو ہو گئے تو ہمارا آئندہ کیا بنے گا۔ لیکن ان کو یہ سوچنا ہی نہیں چاہیے ان کو باور کر لینا چاہیے کہ عوام ان کی کرتوتوں اور ان کی غلط پالیسیوں کی وجہ انہیں ہمیشہ کے لیے رد کر چکے ہیں اب یہ بھول جائیں یہ جیسے مرضی کالیں دیں یہ جیسے مرضی سبز باغ دکھائیں یہ جیسے مرضی باتیں کریں اب قوم ان کے کہنے پر نہیں لگے گی قوم نے انہیں دیکھ لیا ہے اور پرکھ لیا ہے یہ بیشک ہر بات کو issue بنانے کی کوشش کریں بیشک نہ کریں انشاء اللہ ان کی دال اب اس طرح سے نہیں گلے گی۔ ان کو اب صبر کرنا چاہیے یہ وہی ہیں جنہوں نے ہر دو مہینے بعد تاریخ دی یعنی ۱۶ اگست کو حکومت نہ جائے گی تو میں استعفیٰ دے دوں گا، ۲۰ ستمبر کو نہ جائے گی تو میں سیاست چھوڑ دوں گا، یکم دسمبر کو نہ جائے گی تو میں خودکشی کر لوں گا مگر کسی نے نہ خودکشی کی

نہ استعفیٰ دیا نہ سیاست چھوڑی اور سب کے سب یہاں پر بیٹھے ہیں اب بھی وہ یہی کہہ رہے تھے - یہ اللہ کی طرف سے ہے یہ نہ جانی ہے اور نہ ہی یہ آپ کے بس کی بات ہے اور یہ انشاء اللہ رہنی ہے اور یہ آئندہ بھی رہنی ہے اگلی ٹرم بھی رہنی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) پتا تو آپ کو جب چلنا ہے۔ فیصلہ تو عوام نے کرنا ہے اور ان کے سامنے آ جاتا ہے کہ کون زیادہ corrupt تھا کس کی پالیسیاں زیادہ غلط تھیں۔ قوم اور ملک کے حق میں کس کی achievement زیادہ ہے اور ملک کی بہتری میں کس نے زیادہ کام کیا ہے وہ اللہ بھی دیکھ رہا ہے اور عوام بھی دیکھ رہے ہیں تو فیصلہ بھی ادھر سے ہی آنا ہے آپ لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے لہذا اس کو چھوڑیں آجائیں ملک کی بہتری کے لیے کچھ کریں مل کر کریں اس صوبے کی بہتری کے لیے کریں اس قوم کا کچھ سوچیں یہ کر کے دیکھیں آپ یہ سوچیں کہ آپ اس ملک کے باشندے ہیں انہوں نے غلطی سے آپ کو منتخب کیا ہے آپ ہر وقت ایک لڑائی کا ایشو ' ایک بلا وجہ کا ایشو' ایک contradictory issue جس کی نہ کوئی بنیاد ہے نہ کوئی بات ہے جس میں نہ کوئی چیز ہے نہ جس کی کوئی حقیقت ہے نہ جس کی کوئی اصلیت ہے آپ اسے لیکر عوام سے سوچتے ہیں۔ جناب والا! ادھر سے جو پوری سولہ سال سیاست ہوئی وہ یہ تھی کہ اخباروں میں کچھ بیان دو اور اندر جو مرضی کرو اسے لوگوں نے سمجھ لیا کہ لفافوں کے اخباری بیان اور ہیں اور اندر اصل حقیقت اور ہے انہوں نے اب رد کر دیا۔ اب کیا بات ہے اب وہ دھوکے کی سیاست نہیں کھائیں گے اور وہ آپ کے دھوکے میں بھی نہیں آئیں گے لہذا اس فلور پر میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور میرے اور ساتھی بھی کہہ چکے ہیں کہ آپ تشریف لے آئیں ہمارے ساتھ کندھا ملائیں اور ہم اب تک اس ملک کو جتنی ترقی دلوا چکے انشاء اللہ ہم بڑی کوشش کر کے اس سے زیادہ ترقی دلوائیں گے۔ انتہائی شکریہ جناب والا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی -

میاں مناظر علی رانجھا، یہ نکتہ وضاحت ہے جناب۔ جناب والا! میری عدم موجودگی میں ہمارے کچھ دوستوں نے پریولج کمیٹی کے کنڈیکٹ کے بارے میں کچھ ارشادات فرمائے تھے تو میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ بحیثیت چیئرمین۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، کیا آپ اس وقت موجود نہیں تھے ؟

میاں مناظر علی رانجھا ، جناب والا! میں اس وقت نہیں تھا۔ تو میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ جب

سے میں چیئرمین منتخب ہوا ہوں جو بھی پریولج موشن آئی ہے میں نے اس میں قاعدے ' قانون اور ضابطے کے مطابق ہی فیصلہ کیا ہے اس میں نہ تو میری ذاتی پسند ہوتی ہے اور نہ کوئی ناپسند ہوتی ہے اور جب کوئی صلح ہو جاتی ہے تو یہ محرک کا اپنا استحقاق ہے یا اس کی اپنی مرضی ہوتی ہے کہ وہ صلح کر لیتا ہے یا وہ معاملے کو patch up کر لیتا ہے۔ تو جناب والا! میں نے جو بھی فیصلہ کیا ہے اس سے میرا ایمان اور میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میں نے جو بھی فیصلہ کیا ہے قانون اور قاعدہ اس کی مجھے اجازت دیتا ہے اور دوستوں کی صلاح اور ان کے مشورے سے میں فیصلہ کرتا ہوں اس میں میرا کوئی ذاتی فیصلہ نہیں ہوتا اور میری یہ کوشش ہوتی ہے کہ اگر میرے اپنے ساتھیوں کا استحقاق مجروح ہوا ہے اس میں ان کو جو بھی ریلیف دی جا سکتی ہے ان کو دی جائے لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ ہمارے ساتھی اور ہمارے دوست پریولج کمیٹی سے یہ توقع کریں کہ یہ تمام اختیارات پریولج کمیٹی کے پاس آ جائیں اور جو دوسرے لوگ اور جو سرکاری ملازم ہیں جن کے خلاف پریولج موشن move کی جاتی ہے ان کو کڑی قسم کی یا سخت سزا دیں گے۔ قانون نے جو ہمیں اختیارات دیے ہیں ہم نے ان کے دائرہ کار میں رہ کر فیصلہ کرنا ہوتا ہے تو میں اپنے دوستوں سے استدعا کروں گا کہ میں نے اپنے ساتھیوں کے استحقاق کا خیال رکھا ہے اور آئندہ بھی جو مجھ سے ہو سکا میرٹ پر اور قانون کے مطابق فیصلہ کروں گا اور میری آپ سے یہ بھی استدعا ہے اور میں نے پہلے بھی آپ سے گزارش کی تھی کہ آپ مہربانی فرما کر پریولج ایکٹ میں ترمیم لائیں تاکہ پریولج کمیٹی کے پاس کچھ اختیارات ہوں اور ان اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے مناسب فیصلہ کیا جا سکے تاکہ ہمارے دوستوں کی رنجشیں' ان کے گلے ' ان کی شکایتوں کو دور کیا جا سکے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ ---- مہربانی۔

میاں فضل حق ، جناب سپیکر! چیئرمین صاحب نے جو بات کی میں اس بارے میں عرض کرنی چاہتا ہوں۔ جناب والا! میں نے اصل میں اس وقت پوائنٹ اٹھایا تھا جب ایک پریولج موشن move ہوئی تھی اور جس میں period کا ذکر تھا کہ ایک مہینہ دیا جائے۔ تو میں نے اس وقت بات کی تھی کہ پریولج کمیٹی کا قاعدہ کیا ہے جب بعد میں فریقین آپس میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ جی ہم نے ایک دوسرے کو ریلیف دے دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میاں صاحب! انھوں نے ایک بات کر دی ہے کہ استحقاق کمیٹی کا ایک دائرہ کار

ہے۔ جب تک وہ دائرہ کار ہے اس کے اندر رہتے ہوئے ہی آپ کام کر سکتے ہیں۔ انھوں نے یہ تجویز بھی دی ہے کہ آپ اس کا دائرہ کار بڑھائیں تاکہ اس کے مطابق کام ہو سکے۔ اب اپوزیشن کے ممبر کی باری آتی ہے۔ میں نے پتا کرایا ہے کہ آج اپوزیشن کا کوئی فاضل رکن تقریر کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس لیے میں حکومتی پارٹی کو وقت دیتا ہوں۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! یہ بات نہیں ہے کہ اپوزیشن کے ممبر تیار نہیں ہیں۔ ہم پوری تیاری کر کے آئے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہاں وزیر خزانہ تک موجود نہیں ہیں۔ وزیر قانون موجود نہیں ہیں۔ وزیر خزانہ نے ہماری باتوں کے جوابات دینے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ نہیں ہیں تو آپ ہی اپنی طرف حاضری دیکھ لیں۔

جناب ارشد عمران سلہری، ہمارے دوست لابی میں بیٹھے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ہر بات پر کھڑے نہ ہو جایا کریں۔ میں نے ایک بات کی تھی تو آپ کھڑے ہو گئے کہ یہ بات نہیں ہے۔ جناب محمد عارف چٹھہ صاحب!

جناب محمد عارف چٹھہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج بجٹ اجلاس پر قائد حزب اختلاف نے بجٹ میزانیہ 97-1996ء پر قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے تقریر کا آغاز کیا۔ فاضل ممبران پنجاب اسمبلی اور جناب والا نے ان کی تقریر کو بغور سنا۔ وہ تقریر صرف الزامات پر مبنی تھی۔ اور وہ الزامات بھی حقیقت کے برعکس تھے۔ پنجاب کے میزانیہ کے حوالے سے قائد حزب اختلاف نے کوئی بات نہیں کی۔ ایک بات انھوں نے قرارداد کی صورت میں پیش کی ہے کہ ہم کرپشن کے خاتمہ کے لیے ایک احتسابی کمشن بنانا چاہتے ہیں۔ اور وہ قرارداد انھوں نے پیش کی اور قومی اسمبلی میں اس کی ووٹنگ کی تعداد کو پیش کیا۔ میں اس ایوان کے حوالے سے اور جناب کے توسط سے احتسابی کمشن کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں اور کوئی بھی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اس کا دائرہ کار، اس کا طریق کار اس قسم کا ہو گا کہ فاضل قائد حزب اختلاف اور ان کے ساتھی ممکن ہے کہ اس کے طریق کار کو وضع کرنے کے بعد وہ بھاگنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ ہم احتسابی کمشن کے لیے وہ بیج نہیں بنانا چاہتے کہ جن کا حال Lone Commission کا ہو۔ ہم ایسے بیج مقرر کریں گے کہ جو واقع احتساب کریں اور وہ طریق کار سامنے آ سکے قائد حزب اختلاف اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں مگر ان تک یہ بات پہنچ جائے گی۔ انھوں نے کرپشن کے حوالے سے باتیں کیں۔ میں بھی یہ پوچھنا چاہتا

ہوں کہ مجھے یہ بتا دیں کہ میاں نواز شریف کے والد جناب محترم میاں محمد شریف صاحب کی کتنی اراضی تھی اور وہ رائے ونڈ روڈ پر کیسے مالک بنے اور رائے ونڈ زرعی اراضی اور فارم کے کس طرح مالک بنے۔ وہ رقم کہاں سے آئی۔ انھوں نے کہا ہے کہ ایک جاگیر دار نے لندن میں بنگلہ لیا اور بنگلے کی داستان سنائی گئی۔ وہ پندرہ کروڑ روپیہ کہاں سے آیا۔ ہم بھی پوچھتے ہیں کہ میاں صاحب' بتایا جائے کہ رائے ونڈ کا فارم آپ نے کس رقم سے حاصل کیا۔ ہم بھی پوچھتے ہیں کہ میاں صاحب' 1947ء سے لے کر 1981ء تک آپ ایک یونٹ اتفاق فونڈری کے مالک تھے۔ 1981ء سے 1993ء تک بارہ سال آپ اقتدار میں رہے۔ آپ نے چالیس یونٹ کیسے بنا لیے۔ وہ کہاں سے بنے۔ کس طرح سے بنے۔ میاں صاحب' ہم بھی پوچھتے ہیں کہ ستائیس تحصیلدار آپ بھرتی کرتے ہیں۔ ان میں سے چوبیس وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بٹ کا لفظ استعمال ہوتا ہے راٹھور کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کشمیری کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ آپ اقرباء پروری کی بات کرتے ہیں ' آپ کرپشن کی بات کرتے ہیں۔ آپ بتائیں کہ آپ نے اسسٹنٹ کمشنر پکڑ کر ڈی سی لگا اور ڈی ایس پی پکڑ کر ایس پی لگا دیا۔ اس وقت غریب یاد نہیں تھا۔ آپ نے کوآپریٹو سکینڈل میں کروڑوں کے فراڈ کیے۔ اور لاکھوں روپے لوٹے۔ اس وقت آپ کو غریب کا احساس نہیں تھا۔ آپ نے اسلام پورہ میں تیرہ آدمیوں کا قتل کرایا۔ آپ نے شیخوپورہ میں چھ آدمیوں کا قتل کرایا۔ آپ نے پنجاب میں مختلف تخریب کاری کے ذریعے اٹھارہ گروپوں کو create کرایا۔ آج آپ کو غریب نظر آتا ہے۔ آج آپ یہ کہتے ہیں کہ غریب کا خون چوسا جا رہا ہے۔ آج آپ کہتے ہیں کہ تخریب کاری ہو رہی ہے۔ وہ تیرہ قتل کدھر گئے' قائد حزب اختلاف بتائیں کہ ان کی اس تفتیش کا کیا ہوا۔ اس وقت کے ایس پی کو جس نے وہ بندے مروائے کریڈٹ کے طور پر آپ نے ڈی آئی جی لگا دیا۔ آپ بتائیں کہ اس کا کیا میرٹ تھا۔ آپ نے اس کو کیوں ڈی آئی جی لگایا؟ اس نے تو تیرہ بندوں کا قتل کرایا تھا اور تین بندوں کی لاشیں غائب کر دی تھیں۔ یہ اس کا انعام کے طور پر لگایا تھا۔ آج آپ کو بہت احساس ہوتا ہے۔ آج غریب کی بات کی جاتی ہے ' آج ٹیکس کی بات کی جاتی ہے۔ آج کروڑوں 'اربوں کے ٹیکس آپ نے نہیں دیے۔ آپ قرضے لیتے ہیں اور معاف کرا لیتے ہیں۔ آپ نے تمام ملوں کے انکم ٹیکس ابھی تک ادا نہیں کیے۔ آپ کو نوٹس جاری ہو چکے ہیں۔ اس لیے کہ آپ انتقامی سیاست کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے کشمیر کی بات نہیں کی ' آپ نے پاکستان اور پنجاب کی ترقی کی بات نہیں کی۔ آپ نے تعلیمی معیار

کو بڑھانے کی بات نہیں کی ۔ آپ نے illiteracy کو ختم کرنے کی بات نہیں کی ۔ آپ تو صرف یہ بات کرتے ہیں کہ فلاں نے یہ کرپشن کر دی۔ مرکز میں آپ کہتے ہیں کہ وہاں دو کی حکومت ہے ۔ کیوں ؟ آپ بھی دو ہیں ۔ ایک مرکز میں ہے اور ایک صوبے میں ہے ۔ آپ بھی دو ہیں ۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ دو ہیں ۔ آپ پنجاب کو لوٹتے رہے ہیں وہ مرکز کو لوٹتا رہا ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کرپشن کی بات کرتے ہو۔ آپ بارہ سال اقتدار میں رہے ہیں آپ نے لوگوں پر ظلم ڈھایا ہے۔ آپ نے غریب کو لوٹا ہے ۔ آپ نے یہ تمام باتیں کی ہیں۔ ہم خندہ پیشانی سے آپ کی باتیں سنتے رہے ہیں۔ ہم ہمیشہ سنتے رہیں گے کیونکہ ہم اس صوبہ سے کرپشن کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ ہم صوبہ سے کرپشن اور نا انصافی کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس قسم کی اقربا پروری کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے تمام صوبہ میں نائب تحصیلدار اتنے بھرتی کر دیے کہ ہم آج ایک بھی نہیں کرا سکتے ۔ آپ نے ان جرائم پیشہ افراد جو مختلف مقدمات میں ملوث تھے ان کو پولیس میں بھرتی کرا دیا ہے ۔ آج مجھے بتایا جائے کہ کوئی بھی ممبر تین سال میں ایک اے ایس آئی بھرتی نہیں کرا سکے۔ ایک ایک تھانے میں دس دس وہ لگے ہوئے ہیں جن پر سات سات مقدمے تھے۔ میری تحصیل میں پانچ قانون گوئیاں ہیں اور سات نائب تحصیلدار لگے ہوئے ہیں۔ وہ کدھر سے آئے ہیں۔ آپ نے بھیجے ہیں۔ سات میں سے چار بٹ ہیں۔ وہ جو کھیت کے اوپر کبھی کھڑے نہیں ہوئے ان کو گرداوری کا لفظ نہیں آتا ان کو آپ نے نائب تحصیلدار لگوا دیا۔ آپ یہاں بات کرتے ہیں ۔ لندن سے آتے ہیں آپ کے پاس عینکوں والا بیٹھا ہوا تھا جو چٹیں دے رہا تھا ۔ آپ نے لکھ کر تقریر کی ہے۔ آپ نے کسی مد پر بات نہیں کی ۔ یہ نہیں کہا کہ ایجوکیشن پر 23 ارب 75 کروڑ روپیہ جو پنجاب کے بجٹ میں رکھا گیا ہے یہ پچھلے سال سے اتنا زیادہ ہے۔ اور اس میں اس قسم کی تقسیم ہونی چاہیے ۔ لٹریسی پر اتنا پیسہ لگایا جائے ۔ اساتذہ بھرتی کرنے پر اتنا لگایا جائے ۔ اتنی رقم سکولوں کی مرمت پر لگاؤ ۔ آپ تو بات صرف یہ کرتے ہیں ۔ اگر آپ آج اقتدار میں ہوتے تو پھر صوبہ پنجاب ٹھیک تھا۔ آج آپ حزب اختلاف میں بیٹھے ہیں تو صوبہ پنجاب ٹھیک نہیں ہے ۔بتاؤ چار ہزار پلاٹ کس نے لیے۔ نکئی کے بیٹوں کے دو پلاٹوں کی بات کی گئی ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ چار ہزار پلاٹوں کے بارے میں ہائی کورٹ میں کیس موجود ہے ۔ آپ کے خلاف چارج شیٹ مکمل ہو چکی ہے ۔ آپ نکئی کے بیٹوں کی بات کرتے ہیں ۔ وہ بیچارہ زمیندار آدمی ہے۔ اس کی لاہور میں کوٹھی موجود نہیں ہے۔ اس نے ایک روپیہ قرضہ نہیں لیا۔ وہ گنے کی کاشت کرتا ہے اور

اپنی گزر اوقات کرتا ہے۔ جبکہ آپ نے رمضان شوگر فیکٹری، برادرز شوگر فیکٹری، فلاں شوگر فیکٹری، فلاں فلاں ملیں لگوائیں وہ سب کہاں سے لگتی رہی ہیں؟ ایکویٹی میں پیسے، بینکوں میں پیسے یہ اپنی بات نہیں کرتے۔ تنقید کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ آج انھوں نے کہا ہے کہ ہمارے ممبران کو خراج تحسین پیش کرو کیونکہ انھوں نے ایک ایک کروڑ روپے کے پلاٹ اسلام آباد میں واپس کر دیے ہیں، انھوں نے پلاٹ لینے سے انکار کر دیا ہے لہذا انھیں خراج تحسین پیش کرو میں کہتا ہوں کہ انھیں خراج تحسین پیش کرو کیونکہ وہ پہلے ہی ڈیڑھ ڈیڑھ کروڑ کے پلاٹ لے چکے ہیں اس لیے اب ان کو ضرورت نہیں رہی۔ وہ پہلے ہی اتنے پلاٹ حاصل کر چکے ہیں کہ اب ان کو ضرورت نہیں رہی۔ جناب والا! یہ نمبری سیاست کر رہے ہیں۔ ان پر جو اقتصادی کمیشن بنے ہوئے ہیں، انھوں نے کوآپریٹو سے متاثرہ لوگوں کے مختلف اضلاع گجرات، لاہور، فیصل آباد میں جتنے پیسے دینے ہیں ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ آج ان غریبوں کے ہی پیسے واپس کر دیں پھر یہ کہیں کہ ہمیں غریب کا درد ہے۔ آج یہ کہتے ہیں کہ جناب فلاں آدمی کو قانون اجازت نہیں دیتا لہذا اس کو بیرون ملک علاج کے لیے کیوں بھیجا گیا ہے۔ جبکہ مجھے تو وہ وقت بھی یاد ہے کہ میاں نواز شریف صاحب جب بہاولپور جاتے تھے تو کہتے تھے کہ اس کو ٹیکسی دے دو، اس کو فلاں ڈائیو دے دو، اس کو فلاں چیز دے دو وہ کہاں سے آتی تھیں؟ یہ وہ سب کچھ قومی خزانے سے دیتے تھے۔ آج جب وہ وزیراعظم نہیں ہیں، آج میاں شہباز شریف جب اقتدار میں نہیں ہیں تو آج بھی کسی کو ڈائیو دے کر دکھائیں، آج بھی کسی کو کوئی مل دے کر دکھائیں، آج بھی کسی کو کوئی پیسہ دے کر دکھائیں۔ وہ وزیراعظم تھے تو سندھ میں کیمپ لگتے تھے۔ یہاں سے C-130 کے ذریعے تمام سامان جاتا تھا، کھانے کا سامان جاتا تھا، عملہ جاتا تھا اور سندھ میں کیمپ لگ جاتے تھے اور اتنی سندیں تقسیم نہیں ہوتی تھیں جتنے لاکھ وہاں پر خرچ آ جاتے تھے۔ ان کو اپنی وہ باتیں یاد نہیں ہیں، وہ شاہانہ زندگی یاد نہیں ہے۔ اگر چھینک آتی تھی تو علاج کے لیے لندن چلے جاتے تھے اور آج باتیں کرتے ہیں۔ کہتے تھے کہ ہم چیک اپ کے لیے جا رہے ہیں۔ ہر تیسرے دن چیک اپ کے لیے جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کب تھا اس وقت جب یہ بارہ سال اقتدار میں رہے۔ رقم ان کے پاس تھی، پیسے آ گئے تو آج یہ ساری باتیں ہو رہی ہیں۔ بچہ بیمار ہے تو اس کی دیکھ بھال کے لیے جا رہے ہیں، لندن میں داخل کروانے کے لیے جا رہے ہیں، امریکہ میں اس کی سکولنگ کے لیے جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ 1981ء سے پہلے کیوں نہیں تھا؟

پہلے تو صرف یہی تھا کہ لوہا کوٹ رہے ہیں 'لوہا بنا رہے ہیں 'سریا بیچ رہے ہیں ۔ پہلے تو یہ ہمارے جیسے تھے جس طرح ہم مونجی کی کاشت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے ۔ یہ تمام باتیں اس وقت کی تھیں جب یہ اقتدار میں تھے ۔ اس وقت جتنی سرکاری عمارتیں تھیں ان سب کی دیواریں گرا دی گئیں۔ آپ جا کر دیکھ لیں کہ گورنمنٹ کالج لاہور کی باہر کی دیواریں گرا دی گئی 'ہمارے کمشنر آفس کی دیواریں گرا دی گئیں اور حکم ہوا کہ سریے کی دیواریں بنا لو ' لوہے کی دیواریں بنا دو۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں آپ کو پنجاب میں دکھا سکتا ہوں کہ تمام سرکاری عمارتوں پر سریے اور لوہے کی دیواریں بنائی گئیں ۔ جناب والا ! بات کرنی بہت آسان ہے اور پھر یہ کہتے ہیں کہ مجھے تقریر کے دوران interrupt نہ کرو کیونکہ میں اپنی تاریخ کو دہرانا چاہتا ہوں ' یاد دلانا چاہتا کہ آپ کو ہم نے کس طرح لوٹا ' پنجاب کے ساتھ کس طرح کھیلتے رہے ' میرٹ کا بیڑا کس نے غرق کیا ' 1985ء میں غیر جماعتی اسمبلی کو جماعتی رنگ دینے کے لیے ان ایوانوں میں کرپشن کا رواج کس نے پیدا کیا ؟ مجھے بتایا جائے کہ وہ کون وزیراعلیٰ تھا جس نے اس ایوان میں رشوت کا رواج ڈالا ؟ پہلے تو فاضل ممبران کی مراعات صرف یہی ہوتی تھیں کہ دریا کے پل پر ایک روپے کا ٹیکس نہ دیا یا پھر کوئی ایک آدھ بندوق بغیر لائسنس کے رکھ لی جبکہ انھوں نے تو ایک کروڑ سے شروع کیا ' ایک پیجارو ' ایک پلاٹ سے شروع کیا۔ میاں صاحب ! مجھے بتائیں کہ یہ پیجارو ' یہ پلاٹ وغیرہ کس نے متعارف کروائے ؟ ' کلاشنکوف کا کلچر کس نے متعارف کروایا؟ یونیورسٹیوں میں طالب علموں پر قاتلانہ حملے کس نے introduce کیے ؟ منشیات اور ناجائز جائیداد کی خرید و فروخت کو کس نے introduce کیا ؟ یہ آج کرپشن کی باتیں کرتے ہیں ۔ کالے دھن کو بیرون ملکوں سے لاکر سفید کرنے کی کوشش کس نے کی ؟ ہمیں تو علم ہی نہیں تھا۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور پھر میاں صاحب ! اپنی تقریر میں کہتے ہیں کہ میں دس تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ دس تجاویز پیش کی گئی ہیں کہ بیاہ شادی پر خرچ نہ کیا جائے۔ ہم تو پہلے ہی نہیں کرتے' ہمارے پاس تو پیسے ہی نہیں ہیں۔ اگر بجلی لگاتے ہو تو تم لگاتے ہو ہم نہیں لگاتے ۔ پھر کہتے ہیں کہ جہیز نہ دو اور اس کے لیے قانون سازی کرو۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے جب تم بارہ سال حکومت میں رہے ہو تو آپ کو اس وقت قانون سازی کی بات کیوں یاد نہیں آئی ؟ آج بہت یاد آ گیا ہے کہ قانون سازی کی جائے ' اکٹھے ہو کر پنجاب کو develop کیا جائے۔ جناب والا ! ہم پنجاب کی حکومت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ جنھوں نے اللہ کے فضل و کرم سے 84 ارب 5 کروڑ کا بجٹ پیش

کیا اور اس بجٹ میں تنقید کے لیے قائد حزب اختلاف کے پاس ایک لفظ بھی نہیں تھا کہ وہ کہہ سکیں کہ حکومت پنجاب نے عوام پر یہ بوجھ ڈالا ہے ۔ یہ اس اسمبلی کو credit جاتا ہے کہ ہم نے اپنی پارلیمانی پارٹی میں یہ کہا کہ ہم زرعی ٹیکس نہیں لگائیں گے ' زرعی ٹیکس نہیں لگنے دیں گے ۔ میاں نواز شریف تو ان دونوں کی وجہ سے اسمبلی میں بیٹھا ہوا ہے جو شہروں میں رہتے ہیں ' جو ہمیں ترازو کی مار دیتے ہیں ' جو ہمیں گز کی مار دیتے ہیں ' جو ہمیں کلچر کی مار دیتے ہیں ' جو بلیک مارکیٹنگ کی مار دیتے ہیں۔ یہ سب سے چھوٹی بات ہے کہ اینٹ کا سانچہ بھی ان کا چھوٹا ہے ۔ وہ پھک کو رنگ لگا کر ہمیں مار دیتے ہیں۔ ہم غریب زمینداروں کو تو اگر گندم 200 روپے من اپنے گھر پر پڑتی ہو تو ہم اس کی قیمت وصول نہیں کر سکتے ' ہم اس کی قیمت نہیں مانگ سکتے ۔ نہ گنے کی مانگ سکتے ہیں ' نہ کاٹن کی مانگ سکتے ہیں۔ یہ اگر چاقو بناتے ہیں تو ان کو تین روپے میں پڑتا ہے اور یہ اسے دس روپے میں فروخت کرتے ہیں۔ سریا ان کو اڑھائی سو روپے من پڑتا ہے جسے یہ ہزار روپے من فروخت کرتے ہیں اور پھر یہ ہم سے مقابلہ کرتے ہیں ' کرپشن کی بات ہمارے ساتھ کرتے ہیں ۔ آپ کرپشن کی بات ان سے کرو جن کے پاس دولت ہے ' جن کے پاس کوٹھیاں ہیں ' جن کے بچے ائیر کنڈیشنڈ گاڑیوں پر سکولوں میں جاتے ہیں ۔ ہمارے بچے تو سائیکلوں پر سکول جاتے ہیں اور واپس آتے ہیں ۔ آپ کے بچے ائیر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں جاتے ہیں ' آپ کے بچے چیف کالج میں پڑھتے ہیں جبکہ ہمارے بچے تو عام کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں اور پھر وہ سی ایس پی کر کے آپ کے بچوں کا مقابلے بھی کرتے ہیں ۔ یہ وہ ممبران ہیں جو cotton areas سے آئے ہیں ' جو rice areas سے آئے ہیں ' جو گنے کے علاقے سے آئے ہیں اور مظلوم ہیں ۔ آپ کے بارہ سال کے ظلم برداشت کرتے رہے ہیں ۔ آپ نے کاشت کار طبقے کو مٹا کر رکھا آپ نے صنعت کاروں کو مراعات دیں ' آپ نے صنعت کاری کو رواج دیا ۔ آپ نے کسان کو تباہ کیا ۔ آپ نے ان کارخانہ دار لوگوں کو مراعات دیں ' ان کے کارخانے لگوائے اور تاجروں کو فائدہ پہنچایا۔ آپ نے middle-man کو فائدہ پہنچایا ۔ اس کو subsidy دی۔ فلور ملز کے مالکان کو subsidy دی۔ آپ نے اس کو subsidize کیا اور 173 روپے گندم خرید کر 190 روپے میں اس کو دی اور اس نے اس میں سے میدہ نکالا ' سوجی نکالی اور فائن آٹا نکالا ' دو نمبر آٹا ہمیں فروخت کر دیا ۔ تو فائدہ کس کو پہنچا؟ آپ ملز مالکان کو پہنچا جو اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے ہو اور سارا دن تالیاں بجاتے رہے ہو ۔ ہم تو مظلوم ہیں اور آپ کے سامنے بات کر رہے ہیں ۔ آپ آج

پنجاب حکومت کو ملعون کرتے ہو جنھوں نے تعلیم کے لیے 23 ارب 97 کروڑ روپے رکھے۔ پچھلے سال 20 ارب تھا اس سال اس مد میں 3 ارب زیادہ رکھا ہے۔ صحت کے لیے 15 ارب 70 کروڑ روپے رکھا ہے۔ جناب والا! آپ دیکھیں کہ حکومت کے کیا فرائض ہیں؟ حکومت کے دو فرض ہیں کہ عوام کو انصاف مہیا کریں اور عوام کے جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔ آپ کو جرأت نہیں ہوئی لیکن آج میں بابے نکئی کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں (نعرہ ہائے تحسین) کہ اس نے صوبہ پنجاب کے تمام ڈی۔ آئی جی صاحبان کو اور ایس پی صاحبان کو حکم دیا ہے کہ جو بھی جرائم پیشہ شخص جو لوگوں کی عزت اور جان و مال سے کھیلتا ہے اور رات کو نقب زنی یا ڈکیتی کرتا ہے وہ اگر پولیس مقابلے میں مرتا ہے تو اسے مار ڈالیں۔ آج آپ دیکھ لیں کہ ایک ہی ضلع سے دس دس بارہ بارہ پندرہ پندرہ جرائم پیشہ شخص مر رہے ہیں اور پولیس مقابلوں میں ختم ہو رہے ہیں۔ وہ مفرور جن کو آپ نے پناہ دی ہوئی تھی وہ مفرور اور جرائم پیشہ لوگ جو آپ کی کوٹھیوں میں آپ کے گن مین تھے۔ وہ مفرور جو آپ نے اپنی کاروں میں بٹھائے ہوئے تھے اور اپنی بڑی بڑی گاڑیوں پر بٹھائے ہوئے تھے۔ آج وہ مفرور بھاگ کر پیش ہو رہے ہیں اور اپنے مقدمے بھگتنے کے لیے تیار ہیں اور مختلف جگہوں پر پیش ہو کر آپ کے انکشاف کر رہے ہیں کہ ہم تلاں ایم پی اے کی پناہ گاہ میں تھے اور ان میں اکثریت آپ کے پردہ نشینوں کی ہے۔ منشیات کون فروخت کرتا تھا؟ آپ کے بڑے بڑے لیڈر کرتے ہیں۔ آپ نے سمگلنگ کا رواج پیدا کیا تھا۔ آپ افغانی لائے اور انھوں نے جائیدادیں آپ کو دیں۔ ہماری حکومت تو دیہاتوں میں پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے ذریعے گلیوں اور نالیوں کو پکا کر رہی ہے۔ ہماری حکومت آپ کے جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنا رہی ہے ہم تو آپ کی عزت نفس کو بڑھا رہے ہیں۔ آپ تنقید صرف تنقید برائے تنقید کرتے ہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔ واضح بات کرو، مثبت بات کرو تو ہم اس کا خیر مقدم کریں گے۔ آپ اپنا کردار ادا کریں۔ آپ اپوزیشن کا با عزت کردار ادا کریں آپ بھی منتخب ہو کر آئے ہیں ہم بھی منتخب ہو کر آئے ہیں۔ پنجاب کی آپ پر بھی اتنی ذمہ داری ہے ہم پر بھی اتنی ہے آپ نے بھی پنجاب کی عوام کو جواب دہ ہونا ہے ہم نے بھی پنجاب کی عوام کو جواب دہ ہونا ہے۔ یہاں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچو گے ایک دوسرے پر الزامات لگاؤ گے تو رسوا ہو گے اور تیسری قوتوں کو دعوت دو گے کبھی بھی جمہوریت کی پرورش نہیں ہو سکے گی۔ جمہوریت کی پرورش صرف اسی صورت میں ہو گی کہ آپ اپنا کردار اپنائیں ہم اپنا

کردار اپنائیں اور مثبت سوچ کو آگے بڑھا کر پاکستان اور پنجاب کی تعمیر کے لیے کام کریں۔ جناب والا! حکومت پنجاب نے امن عامہ پر 5 ارب '15 کروڑ رکھے ہیں ۔ کیا ضرورت تھی؟ اس کی ضرورت ہے کہ جب ہم پولیس کو بہتر equipment دیں گے ان کو ساز و سامان دیں گے ان کو گاڑیاں دیں گے تھانوں میں ان کو وائرلیس دیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ کے فضل و کرم سے وہ یقینی کنٹرول حاصل کر سکیں گے ۔ان کی گرفت جرائم پیشہ لوگوں کی گردن تک پہنچ سکے گی اور آج پنجاب حکومت جس طریقے سے کام کر رہی ہے آپ نے دیکھا ہے کہ کس حد تک کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ یہ چھوٹی موٹی وارداتیں تو ہر ملک میں ہوتی رہتی ہیں لوگوں کے اپنے خاندانی جھگڑے اور کچھ ایسی باتیں ہوتیں ہیں ۔لیکن جو چیزیں واقعی مثبت ہیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے نہری پانی کی چوری کا سو فیصدی خاتمہ کر دیا ہے اور tails پر پانی یقینی طور پر پہنچا دیا گیا ہے ۔ پنجاب حکومت کے یہ کارنامے ہیں۔ تین سال گزر چکے ہیں ان تین سالوں میں انھوں نے جس طرح محرم میں امن و امان قائم رکھا ہے اور فرقہ واریت کو ختم کیا ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ حکومت کو خراج تحسین پیش کریں ۔ حکومت نے جس طرح امن کو یقینی بنایا ہے ہمارا فرض ہے کہ اس معاملے میں حکومت کا ساتھ دیں ۔ حکومت نے اسلحہ کی نمائش پر قانون سازی کر کے جرائم پیشہ لوگوں کو اسلحہ لے کر پھرنے کی اجازت نہ دے کر پنجاب پر کافی کنٹرول حاصل کیا ہے۔ آپ اس بل کو یقینی بنائیں آپ wall chalking بل کو بھی یقینی بنائیں میں سمجھتا ہوں wall chalking کسی صورت میں بھی نہیں ہونی چاہیے ۔ اس اسمبلی نے اس قانون کو پاس کیا ہے اس قانون پر مکمل طور پر عمل در آمد ہونا چاہیے۔ امن و امان کو بہتر بنانے میں اس کا بھی بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا ۔ تعمیر پنجاب پروگرام پر 15 ارب '75 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ پچھلے سال سے زیادہ ہے ۔ آپ دیکھیں اور موازنہ کریں کہ پچھلے سالوں میں بھی تعمیر پنجاب پر رقم رکھی جاتی رہی مگر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ دیہاتوں میں جائیں اور دیکھیں کہ 1993ء سے لے کر 1996ء تک آج جس گاؤں میں بھی جائیں وہاں کام ہو رہا ہے ۔ گلیاں بن رہی ہیں نالیاں بن رہی ہیں سڑک پختہ ہو رہی ہے سولنگ لگ رہے ہیں پل تعمیر ہو رہے ہیں ' چھوٹی پلیاں تعمیر ہو رہی ہیں ۔ لوگوں کی سہولت کے لیے ضلع کونسل کی جانب سے' سوشل ایکشن پروگرام کی جانب سے ' لوکل گورنمنٹ کی جانب سے ترقیاتی منصوبوں پر کام ہو رہا ہے۔ لوگ مطمئن ہیں ' لوگ سکھ کا سانس لے رہے ہیں ا گر بے یقینی کی کوئی صورت حال ہے تو

وہ اپوزیشن کے دلوں میں ہو گی لوگوں میں نہیں ہے (نعرہ ہائے تحسین) ۔ کیونکہ میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے لانگ مارچ کیا ' انھوں نے ٹرین مارچ کیا ' پتا نہیں انھوں نے کون کون سے مارچ کیے ' بھوک ہڑتالیں کیں اپنے کارکنوں کو بھوک میں مبتلا کیا مگر کسی نے ساتھ نہیں دیا (نعرہ ہائے تحسین) اس لیے ساتھ نہیں دیا کہ وہ مطمئن ہیں وہ حکومتی ترقیاتی کاموں سے مطمئن ہیں ۔وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری فلاح و بہبود کے کام کر رہے ہیں ۔ آپ اس بجٹ کو دیکھیں کہ اس بجٹ میں بھی حکومت پنجاب نے جو نمایاں کارکردگی کی ہے وہ یہی ہے کہ غیر ترقیاتی رقوم میں کمی کر کے ترقیاتی رقوم کو بڑھایا ہے تاکہ عوام کو ترقیاتی کام زیادہ سے زیادہ دے کر انھیں مطمئن کیا جائے ۔میرے دوست نے ایک بات کو تسلیم کیا ہے اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ ہمارے دور میں بھی کرپشن ہوتی رہی ہے ۔ یہ انھوں نے تسلیم کیا ہے ان کی ساری تقریر میں یہی ایک خوشی کی بات ہے ۔باقی وہ کبھی لندن پھرتے رہے ہیں کبھی ادھر پھرتے رہے ہیں کبھی جہاز پر چڑھتے رہے ہیں کبھی قومی اسمبلی میں جاتے رہے ہیں۔ یہ ان کا ایک اپنا ذاتی فعل تھا ہم اس کو داستان نہیں کہتے ۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر اپوزیشن کے دلوں میں واقعی پنجاب کو develop کرنے کا درد ہے تو ہم آج بھی offer دیتے ہیں ۔ ہم آج بھی ان کو welcome کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ آئیں اور کرپشن کے خاتمے کے لیے قانون سازی کریں ہم تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں ۔ رشوت ستانی کو ختم کرنے کے لیے مثبت انداز میں سوچ پیدا کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ تمام تنقید کرتے ہیں کہ ہمیں بیورو کریٹس نے ڈبوے ہیں یہ ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرتے۔ بھائی وہ تعاون کریں گے جب آپ ایک ہو جائیں گے۔ جب آپ ایک دوسرے کا نقطہ نظر سمجھیں گے جمہوریت اور ان اداروں کی مضبوطی کے لیے کام کریں گے تو بیورو کریٹس حکومتی پالیسی اور آپ کی پالیسی کے تابع ہو جائیں گے۔ لیکن جب آپ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچیں گے تو وہ خود بھی کوشش کریں گے کہ آپ کو لڑایا جائے اور اپنا کام نکالا جائے (آوازیں اب بس کریں) میرے خیال میں محترم چشتی صاحب کو بھوک لگی ہوئی ہے اور وہ جا سکتے ہیں۔ جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ جناب یہ بجٹ اجلاس ہے ۔ بجٹ نہایت ہی متوازن پیش کیا گیا ہے اور ایک بیلنس بجٹ پیش کیا گیا ہے جس میں تمام شعبہ جات کے لیے پچھلے سال سے زیادہ رقم رکھی گئی ہے اور اس میں ہم جس main بات پر حکومت کو کریڈٹ دینا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ فلاح و بہبود کے لیے

رقوم مختص کی گئی ہیں ۔اور خصوصی طور پر کاشت کار کا خیال رکھا گیا ہے اور دیہاتوں میں ترقیاتی کاموں کے لیے اورتعلیم وصحت کو عام کرنے کے لیے رقوم رکھی گئی ہیں۔ جناب والا! اس سلسلے میں ہم اپنی حکومت کو ان اقدامات پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور محترم وزیر اعلیٰ جناب عارف نکئی صاحب کی قیادت میں کابینہ نے محنت کر کے ایک اچھا بجٹ پیش کیا ہے میں انھیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا! پہلے تو فاضل ممبران کو بجٹ کے سلسلے میں اعتماد میں ہی نہیں لیا جاتا تھا۔ جناب قائد حزب نے اپنی تقریر میں اس بات کا ذکر ہی نہیں کیا انہوں نے کب اپنے ممبران کو بجٹ کے سلسلے میں اعتماد میں لیا تھا ۔ ہم سے تو بجٹ پیش ہونے سے پہلے ترقیاتی سکیمیں مانگی گئیں۔ pre-budget میٹنگیں کی گئیں اور ہماری تجاویز کو بجٹ میں شامل کیا گیا اور یہی بات بجٹ کے سلسلے میں زیادہ اہم تھی ۔ جناب والا! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور جناب سپیکر! آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آخر میں یہ بھی عرض کروں گا کہ یہ بجٹ بہتر ہے متوازن ہے۔ ترقیاتی کاموں کے لیے رقوم بھی مختص کی گئیں ہیں ۔ اگر تنقید برائے تنقید کا کسی کو شوق ہے تو وہ علیحدہ بات ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی شکریہ۔ اب اجلاس کی کارروائی کل صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی کی جاتی ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا پینتیسواں اجلاس)

منگل 18۔ جون 1996ء

(سہ شنبہ، یکم۔صفر المظفر، 1417ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9.00 بجے منعقد ہوا جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾

سورۃ البقرہ، آیت 186، سورۃ النساء آیت 32 سورۃ اعراف آیات 55 تا 56

اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک رستہ پائیں۔ اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو۔ مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے۔ اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے۔ اور اللہ سے اس کا فضل (و کرم) مانگتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (لوگو) اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور اللہ سے خوف کرتے ہوئے امید رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ٥

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، جناب سیکرٹری صاحب! کیا چھٹیوں کی کچھ درخواستیں ہیں؟ نہیں۔

اب تحریک استحقاق کا وقت شروع ہوتا ہے۔ حاجی مقصود احمد بٹ صاحب تشریف رکھتے ہیں؟ اگر وہ کل بھی نہ ہوئے تو اسے پھر dispose of کر دیا جائے گا۔ کل تک کے لیے اس کو pend کرتے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 13 ہے جناب امتیاز احمد صاحب۔

میاں امتیاز احمد: جناب مجھے کاپی دی جائے۔

جناب سپیکر: کاپی دی جائے۔ کاپی کیوں نہیں دی جاتی؟ بروقت کاپی دینی چاہیے۔

انتظامی کارروائی کے طور پر رکن اسمبلی کی فلور مل کے لائسنس کی منسوخی

میاں امتیاز احمد: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کی لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 14 جون 1996ء کو جب جناب وزیر خزانہ حکومت پنجاب' اسمبلی کے اجلاس میں 1996-97ء کے بجٹ پر تقریر کرنے والے تھے تو میں نے لندن سے شائع ہونے والے ایک جریدے "سنڈے ایکسپریس" میں شائع ہونے والی ایک خبر کی نقل جناب وزیر خزانہ کو دینا چاہی تو کچھ حکومتی ارکان نے نہ صرف مجھے روک دیا بلکہ مجھے اشاروں کنائیوں سے کہا گیا کہ ہم تمہیں دیکھ لیں گے۔ چنانچہ کل مورخہ 15 جون 1996ء بروز ہفتہ جب کہ اس روز حکومت کے دفاتر میں چھٹی تھی' محکمہ خوراک کے ملک خدا بخش ڈی ایف سی' ملک جمیل فوڈ انسپکٹر نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ میری فلور مل "رحیم یار خان فلور مل" رحیم یار خان پر ہلہ بول دیا اور وہاں میرے بھائیوں اور دیگر عملے کو ہراساں کیا اور سینکڑوں افراد کی موجودگی میں کہا کہ آج ہم میاں امتیاز احمد کو اس بات کا مزہ چکھائیں گے کہ حکومت پر کس طرح تنقید کی جاتی ہے اور کس طرح وزیر خزانہ کو خبروں کی نقلیں دی جاتی ہیں۔ چنانچہ متذکرہ اہل کاروں نے نہ صرف میرے خلاف نازیبا کلمات کہے بلکہ میری فلور مل کا لائسنس منسوخ کر دیا اور میرے بھائیوں کے خلاف فوڈ ایکٹ کے تحت ناجائز مقدمات بھی درج کرا دیے۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ کوئی short statement دینا چاہتے ہیں؟

میاں امتیاز احمد، جناب والا! مسئلہ یہ ہے کہ میں نے بجٹ تقریر کے دوران احتجاج کیا تھا اور اس کا آپ نے پورے پریس نے اور پورے ملک نے دیکھا۔ اس بجٹ پہ احتجاج میرا حق ہے۔ لوگوں نے مجھے ووٹ دیے ہیں میں نے لوگوں کی نمائندگی کرنی ہے اس کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ میرے خلاف انتقامی کارروائیاں شروع کر دی جائیں اور میری مل کو سیل کر دیا جائے۔ جناب والا! یہ اسمبلیاں ہیں کوئی قبرستان نہیں ہے جہاں آواز نہ اٹھائی جائے بندہ جب یہاں منتخب ہو کر آتا ہے تو عوام کی نمائندگی کا حق ادا کرنا ہوتا ہے اور میں نے اپنے فرائض ادا کیے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میری آواز کو دبا دیا جائے اسمبلی میں میں جو مرضی احتجاج کروں اس کا یہ نتیجہ بالکل نہیں ہونا چاہیے کہ میرے خلاف انتقامی کارروائیاں شروع کر دی جائیں تو جناب! آپ سے میری یہ التماس ہے کہ آپ اس مسئلے پر فوری نوٹس لیں اور میری تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں، شکریہ۔

جناب سپیکر، جناب وزیر قانون! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک ٹیکنیکل جو ہاؤس میں ہوا اور دوسرا جو کارروائی فلور مل پہ ہوئی۔ چونکہ یہ نوٹس ہمیں رات کو ملا ہے اس کی اتنی جلدی تصدیق شدہ رپورٹ ملنی ناممکن تھی لیکن جہاں تک یہاں کی بات ہے میں یہ کہوں گا کہ احتجاج کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ اس ایوان کا اپنا ایک استحقاق ہے، اس کا اپنا ایک احترام ہے اور اگر ایک معزز رکن اس ہاؤس کا احترام نہیں کرتا، اس کے استحقاق کی پاسداری نہیں کرتا۔ اس کی ایک روایت ہے، اس کا ایک طریقہ ہے۔ یہاں پہ جو بات ہوتی ہے وہ اپنے طریقے سے نہیں ہوتی اس کے لیے بھی رولز اینڈ ریگولیشنز ہیں اس کے لیے بھی طریق کار ہے لیکن اگر اس کو نہیں اپنایا جاتا اور آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی جاتی تو وہ معزز سب سے پہلے اس ہاؤس کا خود استحقاق مجروح کر رہا ہے اور جس کو اس ہاؤس کے استحقاق کا خود خیال نہیں ہے How can he ask for his own privilege? One who comes to the court of equity should come with clean hands He should not come with dirty hands. اور جس نے اس ہاؤس کا خود استحقاق مجروح کیا ہے He has no right to ask for this privilege. لیکن جہاں تک تعلق ہے کہ وہاں کیا ہوا اس کے متعلق ابھی تک رپورٹ نہیں آئی جیسے ہی وہ آئی میں اس کے متعلق آپ کی خدمت میں عرض کر دوں گا۔

جناب سپیکر، کوئی اندازہ دے سکتے ہیں کہ کب تک آئے گی؟

وزیر قانون، کل تک آ جائے گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! جناب وزیر قانون نے یہاں ابھی ہاؤس کے استحقاق کی بات کی ہے۔ آپ گواہ ہیں آپ اس وقت صدارت فرما رہے تھے کہ معزز رکن اسمبلی میاں امتیاز احمد صاحب نے منہ سے کوئی الفاظ نہیں کہے اخبار کی ایک فوٹو کاپی لے کر احتجاجاً وہ وزیر خزانہ کی میز پہ رکھنا چاہ رہے تھے ان کو ٹریژری بینچز کے ایم پی ایز اور وزراء نے اٹھ کو روکنا چاہا۔ وزیر قانون یہ بھول رہے ہیں کہ 1988ء میں اس ہاؤس میں کیا کیا ہوتا رہا جو روایات ڈالی گئی ہیں ان روایات کو خاموشی سے یہ نقل وہاں رکھنے جا رہے تھے اس میں نہ ہاؤس کا استحقاق مجروح ہوا ہے نہ انھوں نے ہاؤس کے آداب کے خلاف کوئی بدتمیزی کی ہے اس کی یہ سزا ملنا کہ ان کے کاروبار کو بند کر دیا جائے۔ جناب والا! یہ کہاں کا انصاف؟ کہاں کی جمہوریت ہے؟ میں سمجھتا ہوں وزیر قانون خود نہایت شریف آدمی ہیں اس تحریک کی مخالفت برائے مخالفت نہیں کرنی چاہیے ان کو تو انصاف ensure کرنا چاہیے۔ جناب سپیکر! اگر اس کے ردعمل میں وہ کام کیا گیا ہے تو یہ تحریک استحقاق بنتی ہے۔ باقی وہ جیسی روایات قائم کریں گے ہم ان کے ساتھ ساتھ چلنے کے لیے آمادہ ہیں۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس طرح نہ کیجیے وہ جو روایات قائم کریں گے آپ بھی وہی کریں گے سب کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اچھی روایات قائم کریں اور اگر دوسرے اچھی روایات قائم نہیں کرتے تو کم از کم آپ اچھی روایات قائم کریں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: ہم ان کی روایات پر نہیں چلیں گے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق ہمارے ایک ایسے فاضل رکن نے پیش کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں میری نظر میں وہ اس ایوان کا استحقاق مجروح کرنے کا سب سے بڑا ملزم ہے۔ جناب نے خود ملاحظہ کیا پنجاب کا یہ ایوان اس بات کا گواہ ہے۔ جناب والا! خود اس بات کے گواہ ہیں کہ کس طریقے سے کس انداز سے وہ آئے اور کس طریقے سے انھوں نے مداخلت کی۔ جناب والا! کھوسہ صاحب سے یہ بات سن کر مجھے دکھ ہوا۔ وہ 1988ء کی روایات کو quote کر رہے ہیں ہم 1988ء میں ممبران نہیں تھے ہم نئے آنے والے لوگ ہیں لیکن کھوسہ صاحب! خدارا ان روایات کو قائم نہ کریں جنہیں عوام رد کر چکی ہے۔ جن کو پنجاب کے عوام پسند نہیں کرتے جہاں تک پہلی بات ہے میرے فاضل رکن کو بھی احساس ہونا چاہیے کہ جہاں ان کا استحقاق ہے اس پورے ایوان کا بھی استحقاق ہے تو

جناب والا! جہاں تک دوسری بات ہوئی اگر وہ ایک قانونی بات ہے لیکن میں یقینی طور پر کہتا ہوں کہ political victimization نہیں ہونی چاہیے اور انشاء اللہ تعالیٰ گورنمنٹ نہیں کرتی۔ ملیں چلتی رہتی ہیں لیکن کوئی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہے فلور ملز کے تحت ایک ایکٹ ہے۔ جناب والا! اس کا ملاحظہ فرما لیں گے کہ اگر اس میں کوئی ایسی بات ہوئی تو ہم اس کے لیے ہر طرح سے تعاون کریں گے۔

جناب سپیکر، وزیر قانون نے وعدہ کیا ہے وہ رپورٹ لے رہے ہیں اور جیسے رپورٹ آئے گی اس وقت تک کے لیے اسے pend کرتے ہیں اور کوشش کیجیے کہ رپورٹ ایک دو دن میں آ جائے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں پوچھنا چاہتا ہوں وزیر قانون فرما رہے ہیں کہ فوڈ ایکٹ ملاحظہ فرمالیں۔ فوڈ ایکٹ کا ملاحظہ جمعہ اور ہفتہ صرف چھٹی کے دن میں ہوتا ہے۔ یعنی اڑھائی پونے تین سال سے میاں امتیاز احمد صاحب یہاں اپوزیشن کے ممبر ہیں اس دوران ان سے بدعنوانی نہیں ہوئی۔ فوڈ ایکٹ کی خلاف ورزی کبھی بھی نہیں ہوئی۔ جمعے اور ہفتے کی درمیانی شب کو ان کی ساری کتابیں کھل جاتی ہیں اور قانون عمل میں آ جاتا ہے۔

جناب سپیکر، کھوسہ صاحب! بات یہ ہے کہ رپورٹ آنے تک اسے pend کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے نہ اس وقت تک ہم اس کے میرٹس ڈی میرٹس پہ بحث نہ کریں۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں بحیثیت ممبر ایک بات آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ طریقہ بن گیا ہے مجھے سردار ذوالفقار علی کھوسہ پہ افسوس ہے کہ تین دفعہ کھڑے ہوئے دو دفعہ انھوں نے پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کی دیکھنا یہ چاہیے کہ پوائنٹ آف آرڈر پہ وہ بات ٹھیک ہے یا نہیں ہے۔ محرک نے ایک بات کی وزیر قانون کی بات کا جواب دیا انھوں نے کہا کہ دو یا ایک دن کے بعد رپورٹ آ جائے گی آپ نے تقریباً فیصلہ دے ہی دیا۔ جواب الجواب ایک منسٹر پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرتا ہے اس کے سوال کے جواب میں یہ کہیں پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ اس میں کیا کوئی ایسی بات ہے؟ کیا وہاں سے پھر کوئی بات کرے ادھر سے پوائنٹ آف آرڈر یا ادھر سے کوئی بات کرے ادھر سے پوائنٹ آف آرڈر یہ بالکل غلط بات ہے اس سے ہاؤس کا نظم و ضبط خراب ہوتا ہے اس کے وقار میں کمی آتی ہے میں نے آپ کے سامنے یہی ایک نکتہ پیش کرنا تھا مہربانی۔

جناب سپیکر، موہل صاحب کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب! میں ان کی بات کی تائید کرتے ہوئے پھر اپنی اس بات کو دہراؤں گا میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر میں اس قسم کے جواب یا بات کرنا چاہوں کون سے نکتے پر کروں؟ اس لیے میں نے گزارش کی تھی کہ ضروری نہیں دو سو اڑتالیس ممبران قانون سے واقفیت رکھتے ہوں' اسمبلی کے رولز کو جانتے ہوں اس لیے ایک ورکشاپ کا انتظام کیا جائے اور مہذب ملکوں میں یہ ہوتا ہے کہ جب نئی اسمبلی منتخب ہو کر آتی ہے تو چند ہفتوں کے لیے ایک ورکشاپ کا انتظام کیا جاتا ہے اور انھیں بتایا جاتا ہے کہ یہ آپ کے استحقاقات ہیں' یہ آپ کے حقوق ہیں' یہ فرائض ہیں' یہ نکات ہیں۔

جناب سپیکر: اگر ہاؤس اس کی اہمیت کو محسوس کرتا ہے میں اپنے طور پہ اس کے لیے بالکل تیار ہوں اصل میں خیال یہ ہوا کہ اب دو اڑھائی سال گزر گئے ہیں اب آپ تو ایک طرح سے کافی تجربہ کار ہو گئے ہیں تو اگر شروع کی گئی تو آپ کہیں برا ہی مان جائیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ہرج نہیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! ہمارے مذہب میں تو یہاں تک ہے کہ مرتے دم تعلیم حاصل کرتے رہیں۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ دوسری بات جناب آپ کے مشفقانہ رویے کو دیکھتے ہوئے کہ یہ صرف میاں امتیاز کی ذات کا سوال نہیں ہے۔ ان کی مل میں تین سو افراد کام کرتے تھے۔ تین سو گھرانوں کا روٹی پانی بند ہو گیا۔ خدا کے واسطے اتنی victimization نہ کریں۔ میاں امتیاز تو شاید روٹی کھا لیں' انھیں تو اللہ تعالیٰ نے اور بھی رزق دیا ہو گا لیکن جب سے مل بند ہوئی ہے میرے علم کے مطابق کہ وہاں تین سو گھرانوں کا کھانا پینا بند ہو گیا ہے۔ خدا کے واسطے کہ جب آپ ہر وقت غریبوں کی بات کرتے ہیں تو اس قسم کے رویے نہ اپنائیں۔ تیسری بات میں عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: بجا ہے آپ تشریف رکھیے۔ دو باتیں ہی کافی ہیں۔ میاں امتیاز صاحب کی تحریک استحقاق رپورٹ آنے تک اور لاجسٹر صاحب کی طرف سے ہاؤس کو اعتماد میں لینے تک کے لیے pend کی جاتی ہے۔ اب ہم آگے بڑھتے ہیں اور میزانیہ بابت سال 97-1996ء پر بحث کے لیے اپوزیشن کی طرف سے لسٹ آ گئی ہے۔ میں سینئر منسٹر صاحب' لاجسٹر اور پارلیمانی امور کے وزیر سے گزارش کرتا ہوں کہ ان کی طرف سے بھی جن دوستوں نے بات کرنی ہے وہ بھی اپنی فہرست مجھے پہنچا دیں۔ تاکہ میں دونوں طرف سے ایک ایک دوست کو موقع دیتا چلا جاؤں۔ جو لسٹ مجھے اپوزیشن کی طرف سے ملی ہے۔

اس میں ایس اے حمید صاحب کا نام سر فہرست ہے ۔ اس لیے میں چودھری محمد اقبال صاحب سے گزارش کرتا ہوں اور فلور دیتا ہوں۔

میزانیہ بابت سال 97-1996ء پر بحث

چودھری محمد اقبال، جناب سپیکر ! بہت شکریہ۔ جناب والا ! نے آج مجھے بجٹ پر اپنی گزارشات پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب والا! میں نے بجٹ پیش ہوتے وقت اور کل جو بھی تقاریر سنی ہیں۔ میں تلخ نوائی کی تو معافی چاہوں گا ۔ اس معزز ایوان میں کچھ اس طرح کا سماع بندھا کہ جیسے کبھی عورتیں آپس میں لڑ پڑتی ہیں تو ہاتھ ہلا ہلا کر طعنہ بازی کرتی ہیں کہ جناب انھوں نے ایسے کیا تو میں نے پھر ایسے کیا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا کہ بجٹ صوبہ پنجاب کی قسمت کے لیے اتنا سنجیدہ معاملہ ہے اور غریب عوام کی روزی کا سوال ہے ان کی معاشیات کا سوال ہے اور اس پر کہا گیا ہے کہ پچھلے یہ کرتے رہے ہیں ۔ اس لیے شاید ہم نے بھی یہی کرنا ہے۔ اس طرح کا رویہ جناب والا نامناسب ہے۔ میں آپ کی وساطت سے پورے معزز ایوان سے عرض کروں گا کہ اس وقت کو نہایت ہی مفید طریقے سے استعمال کرنا چاہیے۔ ہمارا یہ حق ہے ' اپوزیشن کا یہ حق ہے کہ ہم تنقید کریں اور مثبت تنقید کریں اور اس کا جواب آئے اور جو کمزوریاں ہم پوائنٹ آؤٹ کرتے ہیں ۔ ان کو درست کرنے کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کیا جائے نہ کہ یہ کہا جائے کہ پہلے یہ ہوتا رہا ہے۔ اب ہم نے بھی یہی کرنا ہے۔ اس طرح کا رویہ کبھی بھی قابل قبول نہ ہے۔ اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہ ہو گا نہ معزز ایوان کی عزت بڑھے گی۔ جناب والا! میں بجٹ پر بڑی جلدی اپنی گزارشات پیش کروں گا۔ ایک بات جناب والا! میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کیونکہ کبھی کبھی موقع ملتا ہے کہ decency کا پہلو جناب والا! کی کرم فرمائی سے اس معزز ایوان میں اگر آجائے تو بہت مناسب ہو گا۔ جب ادھر سے کچھ ہوتا ہے تو پھر جواب الجواب ادھر سے ہوتا ہے۔ اس کے جو تاثرات باہر جاتے ہیں وہ بہت برے ہیں۔ اس کے نتائج سے ہم سب کو باخبر ہونا چاہیے۔ اس کے لیے میں اپنی پارٹی والوں کو بھی اور ان کو بھی بڑی مودبانہ گزارش کرتا ہوں کہ اس سے جتنا بچا جائے وہ ہمارے لیے مناسب ہے۔ جناب والا! ہمارے فاضل دوست نے جو بجٹ پیش کیا ہے۔ اس میں غریب عوام کا بڑی حد تک خیال رکھنے کے دعوے کیے گئے ہیں اور رونا رویا گیا ہے۔ میری بڑی مودبانہ التماس ہے کہ جو بھی ماہر بجٹ بنانے میں ان کے ساتھ شامل تھے اور جو بھی ان کے رفقائے کار گورنمنٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ

آپ فنانس کے بہت ماہر رہے ہیں اور آپ صوبہ پنجاب کے فنانس منسٹر بھی رہے ہیں۔ ان کی پوری ٹیم مل کر آپ کا ڈرائیور جو کہ تنخواہ دار آدمی ہے یا میرے پاس جو ڈرائیور ہے جو پرائیویٹ ہے۔ اس کا بجٹ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سے شروع ہو کر جناب سینئر منسٹر صاحب اور ان کی پوری ٹیم جو فنانس کے بہت ماہر ہیں ان کا بجٹ بنا کر دکھا دیں کہ وہ کس طرح اپنے بچوں کو تعلیم دیں، کس طرح اپنی روٹی کا ذریعہ کریں، کس طرح اپنے مکان کو maintain کریں اور کس طرح اپنے سوئی گیس اور بجلی کے بل ادا کریں۔ اس غریب آدمی کا بجٹ یہ بنا دیں۔ ہم مان جائیں گے کہ ہماری حکومت efficient ہے، بڑی قابل ہے اور اس کا کوئی مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے بعد جناب والا! یہاں پر جناب وزیر خزانہ صاحب نے جو تقریر پڑھی وہ اس قسم کا ماحول تھا کہ شاید کم لوگوں نے ہی سنی ہو۔ لیکن ان کے پڑھنے سے ہی بڑی گھبراہٹ کا اظہار ہو رہا تھا کہ معلوم نہیں کہ وہ دل سے بھی ساری باتیں مان بھی رہے ہیں یا نہیں مان رہے۔ اس قسم کے ماحول میں انھوں نے اپنی تقریر پڑھی۔ جناب والا! میں چند فقرے اور چند اقتباسات پڑھنے کی اجازت چاہوں گا کہ غالب نے شکوہ کیا تھا کہ،

"فرشتوں کے لکھے پر مجھے بے جا پکڑا جا رہا ہے۔"

حالانکہ میں تقریر میں موجود نہ تھا۔ اسی قسم کا اظہار خیال جناب وزیر خزانہ نے کیا اور وہ فرماتے ہیں کہ

"ہم ماضی کے حکمرانوں کی شاہ خرچیوں کے برعکس خودانحصاری اور بچت کو اپنا وتیرہ بنا رہے ہیں۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ایسی روشن مثال اور کہاں ملے گی۔"

اور جناب والا! ساتھ ہی وہ بھول جاتے ہیں کہ اس کے بعد صفحہ دو پر کیا فرماتے ہیں کہ،

"ترقی کا ہر خواب ادھورا ہے کروڑوں لوگ غربت اور پس ماندگی کا شکار ہیں۔ بستیاں زندگی کی سہولتوں سے بے بہرہ ہیں۔ تعصب اور جہالت سکہ رائج الوقت ہیں۔ معاشی اور معاشرتی انصاف کے بلند و بانگ دعوے اپنے معنی کھو رہے ہیں اور ترقی کی کوشش محض چند ہاتھوں، طبقوں تک محدود ہو چکی ہے۔"

جناب والا! یہ ان کے اپنے دو تضادات ہیں جو انھوں نے اپنی تقریر میں فرمائے ہیں۔ جناب سپیکر! پوری بجٹ تقریر میں میرا خیال ہے کہ انھوں نے یہی ایک سچی بات کی ہے۔ باقی تو بس اعداد و شمار کی شعبدہ بازی کی طرح کے حالات ہیں۔ اس کے بعد جناب والا! بڑا ہی طمطراق سے انھوں نے یہ اعلان

فرمایا کہ اگلے مالی سال کے بجٹ میں 84 ارب 5 کروڑ روپے کے وسائل کے مقابلے میں 77 ارب روپے کے اخراجات متوقع ہیں۔ ایک ارب 40 کروڑ روپے کے لگ بھگ capital receipts میں کمی کے باوجود تقریباً پانچ ارب 65 کروڑ روپے کی بچت ہو گی ۔ جناب والا! اگر یہ درست ہے تو میں محترم وزیر خزانہ سے پوچھنے کی اجازت چاہوں گا کہ پھر نئے بجٹ میں ٹیکسوں کی بھرمار کس خوشی میں لگائی گئی ہے۔ اس کا بھی ہمیں جواب دیں کہ جو صورتحال انھوں نے بتائی ہے اور وہ سچ ہے۔ اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ ایک ارب 58 کروڑ 90 لاکھ کے بالواسطہ اور 5 ارب 35 کروڑ 90 لاکھ کے بلا واسطہ ٹیکس عوام پر لگا دیے گئے ہیں۔ جناب والا! شاید یہ حکومت یاد دلانا چاہتی ہے کہ عوامی حکومت اور عوام دوست حکمران کچھ اسی طرح کے کارنامے کرتے ہیں۔ اس میں عوام دوستی کا پہلو کہاں سے نکلتا ہے۔ یہ جناب والا! آپ پر انصاف ہے۔ ایک طرف تو عوام پر بے جواز ٹیکسوں کا ناقابل برداشت دباؤ ڈال دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف جناب والا! آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے قابل احترام وزیرمشیر ہیں ان کے اخراجات کو کوئی کٹ لگایا جاتا تو عوام کو تھوڑا بہت ریلیف ملتا کہ ہماری حکومت نے کچھ بچت کا رواج ڈالا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بچت کر دی گئی ہے۔ بلکہ جناب سپیکر! بچت کا رواج ڈالا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جناب والا! جتنی بھی تزئین و آرائش ہو رہی ہے ۔ گاڑیوں کی ریل پیل عالیشان بنگلے اور جو بھی خرچ ہو رہا ہے اس میں تھوڑی کمی کی جاتی تو عوام بڑے خوش ہوتے کہ ہماری حکومت کو ہمارا کچھ خیال آیا ہے۔ میں آپ کو ان کی ترجیحات کے بارے میں چند ایک نکتے پیش کروں گا۔ جناب والا! فرمایا گیا ہے کہ حکومت کی ترجیحات میں فروغ تعلیم کو بہت بلند مقام حاصل ہے ۔ اس لیے تعلیمی شعبہ میں 23 ارب 77 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اس میں سے 15 ارب 46 کروڑ روپے تو سوشل ایکشن پروگرام کے لیے ہیں اور صرف 8 ارب 15 کڑور روپے فروغ تعلیم کے لیے ہیں۔ جناب والا! یہ صورتحال ہے اور میں نے بڑی کوشش سے نکرز لی ہیں۔ میں school wise آپ کو بتاتا ہوں کہ ایک ایک سکول کے حصے میں ایلوکیشن کی عملی طور پر کیا صورتحال ہے۔ اس میں جناب سپیکر! سکولوں میں بنیادی سہولتوں کے لیے اور تعلیمی مواد بشمول نقشہ جات چارٹ وغیرہ کی فراہمی کے لیے ۱۲۵۰ روپے کی خطیر رقم فی کلاس روم اور عمارات کی مرمت اور تزئین کے لیے ۳۲ کروڑ روپے' یعنی دو ہزار روپے کے لگ بھگ فی سکول مہیا کیے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کو فی سکول کی figure عرض کر رہا ہوں۔ یعنی دو ہزار روپے فی سکول تزئین و آرائش اور ۱۲۵۰ روپے کلاس روم اور عمارت کی مرمت پر

لگانا ہے۔ یہ ایک سکول کا خرچہ نکلتا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ اس طرح سے پنجاب کے سکولوں کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ جب وزیر خزانہ اس کا جواب دیں تو وہ ہمیں بھی ذرا اس کے بارے میں آگاہ فرمائیں کہ کون سا الہ دین کا چراغ ہے جو اتنی مختصر مدت میں سکولوں کو بہتر بنا دے گا۔ جناب والا! میں بھی آپ کی وساطت سے سمجھنا چاہوں گا۔

جناب والا! اس کے بعد مرمت کی رقم ہے۔ ۱۲۵۰ روپے کی خطیر رقم سے کلاس روم کی ضرورت اور اس کو تقریباً دو ہزار روپے کی رقم سے ٹوٹی ہوئی سکول کی عمارت کا حصہ مرمت کیا جائے گا۔ آپ فرمائیں کہ دو ہزار روپے میں اس سکول کی عمارت کی مرمت کس طرح سے ہو سکے گی۔ یہ بھی ایک سوالیہ نشان ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد ۵ ارب ۷۰ کروڑ روپے کی رقم انھوں نے صحت کے میدان میں انقلاب برپا کرنے کے لیے رکھی ہے۔ یہ بھی سمجھ طلب ہے کہ یہ انقلاب کس طرح برپا ہو گا۔ آپ نے اس کی حالت زار بہت دفعہ دیکھی ہوگی۔ شاید آج کل آپ نے نہ دیکھی ہو۔ اگر آپ کے کسی ورکر نے آپ سے کبھی کوئی شکایت کی ہو تو آپ نے ضرور سنی ہوگی کہ کس طرح ہسپتال میں دوائیاں مل رہی ہیں' ہسپتال میں کیا حالات ہیں' برآمدوں میں کس طرح مریض پڑے ہوئے ہیں' ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ اور غریب کی حالت اگر آپ وہاں جا کر دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ صوبے میں صحت کے کیا انتظامات ہو رہے ہیں۔

جناب والا! وزیر خزانہ نے ایک اور بھی خوش خبری سنائی ہے۔ وہ خوش خبری رکھی گئی ہے آئندہ سال کے لیے کہ ملازمین کی تنخواہ آئندہ سال بڑھائی جائے گی۔ جناب والا! میں حیران ہوں کہ کیا ہمارے ملازمین بہت امیر ہو گئے ہیں یا انھیں رشوت لینے کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ اس سال آپ رشوت سے گزارہ کرلیں گے اور اگلے سال انشاء اللہ ہم آپ کی تنخواہ بڑھا دیں گے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ salaried class سب سے زیادہ پسی ہوئی کلاس ہے۔ تدارک یہ کیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ اگلے سال کا وعدہ کر لیا گیا ہے۔

جناب' اس سے آگے گھروں کی تعمیر اور سواری کے لیے بجٹ میں مبلغ آٹھ کروڑ روپے کی بھاری رقم رکھی گئی ہے۔ آپ بتایئے کہ دس لاکھ روپے سے کم کسی آدمی کے گھر کا ڈھانچہ کس طرح سے تیار ہوگا اور اس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ ہم نے کم از کم ۸۰ ملازمین کے لیے گھروں کی تعمیر کا

انتظام کر لیا ہے۔ جناب والا! کیا اس صوبے میں صرف اتنی ملازم ہیں؟ ان کے علاوہ کسی کو مکان کی ضرورت نہیں؟

جناب والا! یہ بھی کہا گیا ہے کہ قومی دولت کی ہم مساویانہ تقسیم کی ایسی بہتر مثال پیش کریں گے کہ اس سے پہلے نہ کبھی ہوئی ہو گی نہ بعد میں کبھی ہو گی۔ بعد میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی پنشن کے لیے ۶۲۶ کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کرنے کا اعلان ہوا ہے۔ لیکن ساتھ یہ راز رکھا گیا ہے کہ پنشنر حضرات کو کون سی نئی سہولت فراہم ہو گی۔ اس کا کچھ بیان نہیں فرمایا گیا کہ نئی سہولت ان کو کیا دی جا رہی ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ ۶ ارب ۹۸ کروڑ روپے کے ٹیکس لگا کر ۵ ارب ۶۵ روپے کی بچت کا کریڈٹ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جناب والا! مجھے نہیں سمجھ آئی کہ یہ ہمارے ساتھ مذاق ہو رہا ہے یا اپنے ساتھ مذاق کر رہے ہیں' اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں یا ہمیں دھوکہ دے رہے ہیں۔ یہ بھی سوالیہ نشان ہے۔

جناب والا! اس کے بعد محترم وزیر خزانہ نے نہایت فخریہ انداز میں یہ اعلان فرمایا کہ اگلے مالی سال کا ترقیاتی بجٹ ۱۵ ارب ۷۵ کروڑ روپے پر مشتمل ہو گا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں بیان کی گئی ہے کہ اس میں ۵ ارب ۶۵ کروڑ روپے کی غیر ترقیاتی بجٹ کی بچت کی رقم شامل ہے جو بچت عوام کے خون کا آخری قطرہ تک کشید کر کے حاصل کی گئی ہے۔ نیز اس میں نئے محاصل جو ہیں' اس کی مد سے حاصل ہونے والی رقم ۳ ارب دس کروڑ روپے کی متوقع کہا گیا ہے۔ یعنی اس کی expectation ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد ۱۳ ارب روپے کے حاصل وسائل کے بالمقابل ۱۵ ارب ۷۵ کروڑ روپے کے اس بجٹ میں ۲ ارب ۷۵ کروڑ روپے کی رقم اس مد سے لی گئی ہے۔ جناب والا! ان کا ایک ٹیکنیکل لفظ ہے جو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں "Operational Shortfall"۔ جناب والا! اس کو وہ مجھ سے بہت بہتر جانتے ہیں۔ میں اس کے لیے کوئی بات کروں گا تو گستاخی ہو گی۔ اس کے بعد حاصل وسائل کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ ۱۳ ارب روپے سے یہ نکالی جائے گی اور اس کا دوبارہ استعمال دکھا کر اصل ۱۳ ارب روپے کو اتنی شعبدہ بازی سے ۱۵ ارب زیادہ دکھا دیا گیا ہے۔ نگرز کی اس شعبدہ بازی کی کم از کم مجھے تو سمجھ نہیں آئی۔ میں جناب وزیر خزانہ سے اس کو سمجھنے کی کوشش کروں گا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ اس بجٹ میں ایک اور بڑی عجیب بات دکھائی گئی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ۲ ارب ۷۰ کروڑ روپے کی ایک بڑی رقم بلاک ایلوکیشن کی مد میں ڈال دی گئی ہے۔ اس سے یہ سمجھ آتی ہے کہ مرکزی حکومت اور بیرونی امداد سے حاصل ہونے والی تقریباً سوا چار ارب روپے کے وسائل کے علاوہ باقی سب جو کچھ اس میں بتایا گیا ہے کم از کم مجھے تو زبانی جمع خرچ لگتا ہے۔ اس میں کوئی اصل حقیقت نظر نہیں آتی۔ اگر واقعی کوئی حقیقت ہے تو وہ وضاحت طلب ہو گی۔ ہمیں اس کی وضاحت چاہیے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ یہاں پر بڑی باتیں ہوئی ہیں جمہوریت کی۔ میرے ایک استاد ہیں' جن سے میں پڑھتا رہا ہوں' پروفیسر خیال صاحب۔ شاید انھیں آپ جانتے ہوں۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں رہے ہیں۔ انگریزی کے پروفیسر ہیں لیکن اردو میں بہت اچھا لکھتے ہیں۔ ان کی کتاب ہے "تصویر کا تیسرا رخ"۔ میں آپ کی اجازت سے اس میں سے ایک اقتباس پڑھنا چاہوں گا۔ جناب سپیکر! وہ لکھتے ہیں،

"ہماری جمہوریت میں ہاری کی نمائندگی جاگیردار کرتا ہے۔ فیکٹری مزدور کی نمائندگی سرمایہ دار کرتا ہے۔ کبوتر کی نمائندگی بلا کرتا ہے۔ جب تک کبوتر اپنی نمائندگی خود نہیں کرتا جمہوریت ایک فحاشی ہے۔ ہاری کی نمائندگی فقط ہاری کر سکتا ہے۔ فیکٹری مزدور کی نمائندگی فقط فیکٹری مزدور کر سکتا ہے۔ گورکن کی نمائندگی فقط گورکن کر سکتا ہے۔"

جناب' وہ اس کے آگے فرماتے ہیں،

"کیا آج تک کسی صدر یا وزیر اعظم نے کسی پاکستانی مردے کی قبر کھودی ہے؟ زندوں کے لیے قبریں کھودنا اور بات ہے۔"

اور اس اقتباس کا عنوان ہے، "زندوں کی قبریں۔

جناب سپیکر! یہ کام اس ملک کے اندر بڑی خوش اسلوبی سے ہو رہا ہے۔ آپ ضرور اس کا تدارک کریں۔

جناب والا! یہاں جو باتیں ہوئیں میں اب ان کی طرف آتا ہوں۔ میں آپ کا تھوڑا سا وقت اور لوں گا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ گھنٹی بجانے لگے ہیں۔ عارف چٹھہ صاحب نے کل ایک بہت اعلیٰ بات کی ہے۔ وہ فرما رہے تھے کہ کمشن ضرور مقرر ہونا چاہیے۔ جو اپوزیشن نے قومی اسمبلی میں مطالبہ کیا ہے اس کو ہم ویلکم کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! قومی اسمبلی میں مطالبہ ہوا اور وہ بھی ویلکم

کرتے ہیں تو پھر اس میں دیر کس بات کی ہے؟ اس کو پھر مقرر ہو جانا چاہیے۔ میں آپ کو پھر یاد دلاؤں گا کہ ایک دفعہ چودھری غلام عباس صاحب نے تجویز دی تھی کہ ایک کمیٹی بنا دی جائے جس میں اپوزیشن کے ممبر بھی ہوں اور حکومت کے ممبر بھی ہوں۔ اور احتساب ہم خود شروع کر دیں۔ یہ بھی آپ کے سامنے ایک بات ہے۔ کل ایک بڑی مثبت بات اُس طرف سے آئی ہے جو عارف چٹھہ صاحب نے کی ہے۔ تو پھر جناب سپیکر! اس پر کچھ پیش رفت اب ہو جانی چاہیے' پیشتر اس کے لوگ احتساب کے لیے خود اٹھ کھڑے ہوں ہمیں اس کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔

جناب والا! اس کے علاوہ ان کی جو باتیں ہیں اس میں صرف ایک بات ان سے بھی پوچھنا چاہوں گا اور اپنے تمام معزز ایوان کے ممبران سے بھی۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ کرپشن کے لیے پہلی حکومت یہ کرتی رہی تو ہم نے کر لی ہے تو کیا حرج ہو گیا ہے۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ یہاں پہ بات ختم نہیں ہوتی۔ میں عرض کروں گا کہ پریکٹیکل صورت ہونی چاہیے۔ جناب عارف چٹھہ صاحب میرے بڑے محترم دوست ہیں بھائی ہیں۔ وہ گوجرانوالہ میں رہتے ہیں۔ وہ گوجرانوالہ شہر سے' گوجرانوالہ ضلع سے اور گوجرانوالہ ڈویژن سے شروع ہو جائیں۔ جناب والا! جس ضلع میں افسر خود پیسے دے کر لگتے ہوں وہاں کہاں کرپشن روکی جا رہی ہے اور کون کرپشن روک رہا ہے اور اسی ضلع کے ممبر کرپشن روکنے کی بات کریں تو اس میں عملی پہلو کہاں سے نکلتا ہے۔ میری بڑی دردمندانہ اپیل ہے کہ ہمارا منتخب نمائندوں کا اصل میں رول ہی یہی ہے کہ اپنے ضلع کے اندر' اپنی تحصیل کے اندر' اپنے ڈویژن کے اندر جو لوگ ایسا کر رہے ہیں ان کو روکیں۔ اگر وہ خود اس کام میں ملوث ہو جائیں گے تو بہتری کا سامان نکل سکتا ہے؟ کرپشن کی باتیں تو ہم بہت کرتے ہیں عمل اس پر شروع ہو جانا چاہیے۔ اس کو روکنے کے لیے عوامی نمائندوں کو اپنا رول ادا کرنا چاہیے۔ اگر وہ رول ادا نہیں کریں گے تو سمجھا جائے گا کہ اس کام میں سارے ملوث ہیں۔ اس لیے اپنی ساکھ کو بچانے کے لیے' اپنی عزت کو بچانے کے لیے' اپنے وقار کو بچانے کے لیے اس کے اوپر اب عملی اقدامات ہونے چاہییں۔

جناب سپیکر! میں اس کے ساتھ ہی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ سید محمد خلیل الرحمن چشتی۔

سید محمد خلیل الرحمن چشتی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد اللہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم۔

جناب سپیکر! میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کرنے کا موقع دیا۔ وزیر خزانہ پنجاب اور حکومت پنجاب نے جس عرق ریزی سے یہ بجٹ بنایا ہے' اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ اور بڑے اعلیٰ لوگوں نے سر جوڑ کر جو عرق ریزی کی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ مخالفت برائے مخالفت تو ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس میں اچھائی کی راہیں نکالتا رہتا ہے۔ یہ دنیا کبھی اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی۔ اس کے اچھے لوگ قیامت تک موجود رہیں گے اور جن کو دیکھ کر میرے جیسے گناہ گار لوگ اھدنا الصراط المستقیم کی تلاش میں رہے۔ یہ معاملہ جو اسمبلی میں دنگا فساد اور ایک دوسرے پر طعنہ زنی' یہ اب اس پریکٹس کو دہراتے ہوئے اڑھائی سال گزر گئے ہیں۔ میری دونوں اطراف کے معزز اراکین سے یہ التماس ہے اور دردمندانہ اپیل ہے کہ اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو اعلیٰ صلاحیت دی ہے' آپ کو وی۔ آئی۔ پیز بنایا ہے' عزت والا مقام عطا کیا ہے' اس بات کو بہت آگے بڑھانا چاہیے اور پنجاب کے غریب عوام جو دن رات آپ کی طرف دیکھتے ہیں کہ ہمارے نمائندے جو پنجاب اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں' وہ ہمارے لیے کیا شگون لے کر آتے ہیں۔ کیا اچھائی لے کر آتے ہیں۔ وہ آپ کی راہیں دیکھتے ہیں اور یہ تلاش کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ آپ نے اسمبلی میں بیٹھ کر لڑائی کتنی کی ہے۔ آپ نے دوسری پارٹی پہ طعنہ زنی کتنی کی ہے۔ ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ان کا تعلق ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ وہ اس پنجاب کو' اس پیارے خطے کو' پاکستان کے پاکیزہ خطے کو دیوں کی سرزمین کو وہ چاہتے ہیں کہ یہ پھلے پھولے' بڑھے اور بڑھے اور اس کی ترقی کو اور انداز سے رنگ لگے۔ یہ توقعات جو ہیں یہ پنجاب کے عوام کی ہیں اور پنجاب سب سے بڑا صوبہ ہے' پاکستان کا دل بھی ہے' پاکستان کی جان بھی ہے' پاکستان کا دماغ بھی ہے۔ اس سے دوسرے صوبے توقع رکھتے ہیں کہ ہمیں اس سے وہ صلاحیت ملے' وہ ترقی ملے جو پورے پاکستان کے لیے اعلیٰ معیار ہو۔

جناب سپیکر! میں بڑے ادب کے ساتھ دو تین گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ محکمہ زراعت اور محکمہ ایریگیشن وہ دو محکمے ہیں جو پنجاب میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے لیے بہت کم پیسے رکھے گئے ہیں۔ جس ملک کا نہری نظام اعلیٰ پائے کا نہیں ہوتا ان کا حشر صومالیہ جیسا ہوتا ہے۔ ہمارا نہری نظام دن رات بوسیدہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی ترقی کے لیے بہت کم فنڈ رکھے گئے ہیں' جس کا کہ مجھے اور پنجاب کے عوام کو بہت دکھ ہے۔

جناب سپیکر! مجھے آپ کی سربراہی میں اور میں اس سربراہی پر بہت فخر کرتا ہوں کہ مجھے آپ

کے ساتھ چائنا جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں اس صلاحیت کو اگر اجاگر نہ کروں تو میں بخل سے کام لوں گا کہ آپ نے میرے ملک کا اور میرے صوبہ پنجاب کا جس طرح چائنا میں نام روشن کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیت آپ کو دی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ چائنا میں آپ نے میرے ساتھ جس طرح زراعت اور ایریگیشن کی ترقی دیکھی ہے وہ بھی چائنا کا حصہ ہے۔ اس کو ہم اگر آگے نہ بڑھائیں۔ اس میں ہم اگر ترقی نہ کریں' آپ کی سربراہی میں اس پر کمیٹی بنا کر اس کو بہت ترقی نہ دیں تو یہ ہمارے صوبہ پنجاب کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ میں جناب سندھو صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ بات سننے والی بھی ہے کہ چار سو کلومیٹر کا سفر ہم نے ٹرین کے ذریعہ چائنا میں کیا ہے۔ ہم نے ریلوے لائن کے دونوں اطراف ایک انچ زمین بھی نہیں دیکھی کہ جو ضائع کی گئی ہو۔ وہاں بارش بہت ہوتی ہے اور گندم کے ایکڑ لہلہا رہے ہیں۔ ہر ایکڑ کے آگے چھوٹے چھوٹے جوہڑ بنائے ہوئے ہیں۔ جن میں کھیتوں کا پانی گرتا ہے۔ اس کو بھی ضائع نہیں کیا ہوا۔ اس میں مچھلیاں ہیں۔ پھر اس کے ساتھ اگلا حصہ جو ہے وہ ریلوے لائن کے قریب کا حصہ ہے جس میں انھوں نے درخت لگائے ہوئے ہیں اور درختوں کے نیچے بہترین سبزیاں اگائی ہوئی ہیں۔ یہ تین کام ہیں اور چار یا ساڑھے چار سو کلومیٹر میں جناب سپیکر! آپ گواہ ہیں کہ ایک انچ زمین اگر انھوں نے ضائع کی ہے تو آپ بتا دیں۔ کیا یہ ہم اپنے ملک اور اس پیارے صوبہ پنجاب میں نہیں کر سکتے؟ کیوں نہیں کر سکتے؟ اتنے اتنے دانشور' اتنے اتنے سکالر اور اتنے اتنے قابل لوگ یہاں موجود ہیں اور ان کی صلاحیتوں سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور ہمیں اٹھانا چاہیے۔ اگر چائنا جیسا ملک جو 1962ء میں جب ایوب' سوئیکارنو اور چواین لائی ان تینوں کے زمانے میں اس وقت پاکستان کے ایک روپیہ کے مقابلے میں چائنا کے دو روپے ملتے تھے یعنی دو ین اور آج یہ کیفیت ہے کہ چائنا کا ایک ین اور ہمارے پانچ روپے۔ اس ملک نے کتنی ترقی کی ہے اور پھر ہم اسے اتنا اعلیٰ اور اپنا پیرائے کا دوست کہتے ہیں۔ تو ہم اس کے لیے یہ کام اتنی محنت' اتنی عرق ریزی اور ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہم اپنی زراعت ہی ان کے مقابلے میں لے آئیں۔ یہ گزارشات میں نے اس لیے کی ہیں کہ آیئے آپ بڑے لوگ' اتنے اتنے اعلیٰ پائے کے لوگ سر جوڑ کر بیٹھیں اور اپنے ملک کو اس ترقی کی راہ پر گامزن کریں۔

جناب والا! یہ جو کام ہیں یہ ہو کیوں نہیں سکتے' کیا ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں؟ میں عرض کرتا ہوں' جناب چودھری محمد اقبال جو بڑے نیک اور شریف اور اعلیٰ قسم کے انسان ہیں اور ایم۔ پی۔

ایز میں ان کی شرافت کا شہرہ بھی ہے۔ میں ان سے بھی یہ عرض کرتا ہوں کہ جناب چودھری صاحب' آپ وزیر زراعت رہے ہیں ۔ چودھری صاحب' میں آپ کے حلقے سے گزر کر جاتا ہوں وہاں میں نے آپ کی سڑکیں دیکھی ہیں وہاں میں نے آپ کے علاقے کا مطالعہ کیا ہے جو آپ نے ۹۲ اور ۹۶ میں بنوائی ہیں ۹۳ اور ۹۶ میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ان کے معیار کو میں بہت گھٹیا نہیں کہتا لیکن یہ درمیانے درجے کے برابر بھی نہیں ہے اور آپ میرے حلقے پر آجائیے اس کو بھی زیادہ دیر نہیں گزری وہاں پر ۸ کروڑ اور ۶۴ لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ وہ کھ[illegible] آپ میرے حلقے میں آجایئے آپ وہاں تشریف لائیں آپ کسی گاؤں میں میرے ساتھ چلیں اور میں آپ کو اپنا حلقہ دکھانا چاہتا ہوں کہ میرے ہر گاؤں میں سکول نیا ہے میرے گاؤں کی ہر سڑک بہترین سڑک ہے اور میرے شہر کامونکی میں اس کے بازاروں میں' آپ گوجرانوالا شہر بھی دیکھ لیجیے اور میرا شہر کامونکی بھی دیکھ لیجیے کہ میں نے اڑھائی سال میں اس کی کیا خدمت کی ہے خدارا! یہ خدمت کیجیے ۔ ہمارے معزز اراکین اسمبلی کو اتنے فنڈز اور اتنا کچھ ملا ہے وہ کیسے کہتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں ترقی نہیں ہوتی ۔ ہمارے علاقے میں یہ problem ہے خدارا توجہ دیجیے اس پنجاب کو سونا بنائیے اس پنجاب کی صلاحیت کو آگے بڑھایئے اور دونوں طرف سے مل کر یہ طعنہ زنی چھوڑیے۔ یہ کبھی عروسہ کی باتیں کرتے ہیں' کبھی طاہرہ سید کی باتیں کرتے ہیں کیا یہ باتیں کرنے والی ہیں؟ ہم جب صبح اٹھتے ہیں تو کہتے ہیں صراط المستقیم ۔ اور یہ باتیں ان کی کرتے ہیں جن سے صراط المستقیم ملتا ہی نہیں۔

جناب والا! میں نے یہ جو گزارشات کی ہیں محکمہ جنگلات کے لیے یہ میں نے عرض کرنی تھی اور میری یہ بات ذرا غور سے سنیے گا اگر آپ اس پر قرارداد بھی دینا چاہیں بے شک قراردادیں ہم نے چین میں اکثر جگہوں پر دیکھا ہے کہ فوج پورے چین میں درخت لگا رہی ہے۔ تو کیا ہمارے ملک میں یہ نہیں ہو سکتا کہ ہماری جو فوج فارغ بیٹھی ہوئی ہے وہ بھی درخت لگائے ۔ یہ ہمارے ملک میں کیوں نہیں ہو سکتا کہ وہ یہی کام سنبھالے اور ہماری pollution ہی دور ہو جائے لیکن اگر دوسری pollution بنتی جائے تو پھر اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟

میاں فضل حق، جناب والا! میں غور سے جناب چشتی صاحب کی تقریر سن رہا ہوں basically تو یہ پنجاب کے بجٹ پر تقریر ہونی چاہیے تھی ہر حلقے کے لوگ اپنے حلقے کی بات کر رہے ہیں تو میں یہ دیکھ

رہا ہوں کہ یہ جو بیس منٹ کی تقریر ہے اس میں سے تقریباً پندرہ منٹ چین کے ٹور پر بات ہو رہی ہے تو کیا یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ یہ اس دفعہ آپ کے ساتھ چین گئے تھے ۔

جناب سپیکر، جی ہاں ۔

میاں فضل حق، لیکن بات یہ ہے ۔

جناب سپیکر، کیا آپ کو ابھی تک پتا نہیں چلا؟

میاں فضل حق، نہیں جناب والا! مجھے تو پہلے ہی پتا تھا لیکن یہ جو بات کر رہے ہیں .....

جناب سپیکر، وہ اچھی مثال دے رہے ہیں آپ غور سے سنیے ۔ اچھی مثالوں سے کچھ سیکھنا چاہیے ۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی، جناب والا! پنجاب کا بجٹ یہی ہے کہ روپیہ کیسے لگانا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب والا! چشتی صاحب ہمارے بزرگ ہیں ۔ انہوں نے فوج کی بات کی میں صرف ان کی اطلاع کے لیے یہ بتانا چاہوں گا کیوں کہ میرا ان کے ساتھ کچھ تعلق ہے ۔ آرمی میں بھی ہر یونٹ کو پلانٹس لگانے کا ایک کوٹہ دیا گیا ہے اور وہ باقاعدہ لگا رہے ہیں ۔

چودھری محمد اقبال، (نکتہ وضاحت) ۔ جناب والا! جہاں تک خلیل صاحب کی ذات گرامی کا تعلق ہے وہ مذہبی پیشوا ہیں اور میں روحانی طور پر ان کا بڑا ادب اور احترام کرتا ہوں اور انہوں نے باتیں بھی بڑی اچھی کیں ۔

انہوں نے میرے حلقے کے بارے میں جو ایک بات فرمائی ہے ۔ جناب والا! میرا کام اپنے حلقے میں سڑکیں بنوانا تھا اور میں نے وہ بنوائی ہیں اور انہوں نے خود اس کی تائید کی ہے کہ بنوائی ہیں ۔جناب والا! آپ خود گواہ ہیں اور چشتی صاحب کو دو سال کے بعد پتا چلے گا انہوں نے جو سڑکیں بنوائی ہیں اگر وہ دو تین سال کے بعد نہ ٹوٹیں تو میں سمجھوں گا کہ چشتی صاحب نے خود بنوائی ہیں کسی محکمے نے نہیں بنائیں۔ اور جو سڑکیں محکمے بناتے ہیں وہ بناتے بعد میں ہیں لیکن وہ ٹوٹ پہلے جاتی ہیں۔ جناب والا! اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟

(قہقہہ)

جناب سپیکر، اب پتا چلا ہے کہ وہ در اصل آپ نے بنائی ہیں ۔

(قہقہہ)

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! ایک particular department کا ایک particular منسٹر ہوتا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کیوں کہ یہ جو محکمے چلے آرہے ہیں چاہے وہ لوکل گورنمنٹ ہے چاہے وہ سی اینڈ ڈبلیو ہے یا دوسرے ادارے ہیں اور علیحدہ علیحدہ جو حکومتیں آئی ہیں irrespective کہ وہ پیپلز پارٹی کی ہے یا میاں نواز شریف کی حکومت ہے۔ بیوروکریٹس، انجینئرز کو باقاعدہ کھلی چھٹی ہے اور میں particularly آپ کے through request کروں گا کہ جس طریقے سے ہمارے ممبر ایک دوسرے کو criticize کرتے ہیں اتنا وقت وہ اپنے حلقوں میں لگائیں اور jointly دیکھیں کہ کام صحیح ہو رہا ہے۔ جناب والا! جب بھی ان کی کوئی adjournment motion آئی ہے اور particularly میرے محکمے کے متعلق آئی ہے تو میں نے اس کو تسلیم کیا ہے اور میں نے کوشش کی ہے کہ میں جا کر موقع پر دیکھوں اور میرے محکمے والے موقع پر جا کر دیکھیں تو جناب والا! اگر یہ ہمارے ساتھ تعاون کریں اور besides criticism پاکستان اور پنجاب کی صحیح خدمت کے لیے چلیں اور اگر ہم rather than criticising اکٹھے ہیں تاکہ محکموں، بیوروکریٹس اور انجینئرز کی accountability ہو۔ This I can assure you۔

دوسرے جناب والا! یہ عرض ہے کہ شروع سے ہماری کوئی پلاننگ نہیں رہی۔ ہم ایک سڑک بناتے ہیں وہاں پر سیوریج وغیرہ کی پلاننگ نہیں ہوتی اور لوگ کیا کرتے ہیں جو سڑک بنی ہوتی ہے اس کے کناروں کو erase کر کے وہاں پر دکانیں بنا لیں اور جناب آپ چاہے لوہے کی بھی کوئی سڑک بنا دیں اور آپ اس سیوریج سسٹم اور اس آبادی کو رولز کے تحت نہیں رکھیں گے تو کوئی بھی سڑک قائم نہیں رہے گی۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب سردار صاحب! وہ بھی تو آپ ہی نے کرنا ہے۔ وہ بھی تو حکومت کا ہی کام ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: آپ صحیح کہتے ہیں۔ وہ صرف حکومت کا ہی کام نہیں ہے---

جناب سپیکر: co-ordinated efforts ہونی چاہییں اور یہاں محترم ربانی صاحب بیٹھے ہیں۔ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ پوری طرح سے فعال ہوتا ہے اور یہ تمام محکموں سے co-ordinate کرے۔ اور یہ نہیں کہ سڑک بن رہی ہے پھر اس کو توڑا جا رہا ہے لہذا اس کے سیوریج، سڑک غرض یہ کہ ہر چیز co-ordinate ہو کر پلاننگ کے تحت آنی چاہیے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جی It is, Sir ۔ جناب والا! میں ایک چیز آپ کے through بتانا چاہوں گا کہ یہاں as Pakistani ہماری کچھ ڈیوٹی ہے as شہری ۔ ہم بہت بدقسمت ہیں چاہے کہ کالا ہے سفید ہے کون سے religion سے تعلق رکھتا ہے کون سا ہے۔ ہم اگر بطور پاکستانی سوچیں کہ ہم سب حق مانگتے ہیں ہم اپنی ڈیوٹی نہیں کرتے particularly اگر عوام----------

جناب سپیکر: کیوں نہیں کرتے۔ کیوں نہیں کرتے۔ کیوں نہیں کرتے۔ کوئی آپ کو روکتا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! بالکل روکتا ہے۔

جناب سپیکر: کون روکتا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: یہ میں آپ کو بتاؤں۔ جناب والا! particularly میں آپ سے سیکھتا رہا ہوں آپ کے آگے بڑا بھی ہوا ہوں آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ آپ particularly بتائیں unfortunately اگر میں وہ بتاؤں تو اس پر تو بحث بہت لمبی ہو جائے گی کہ جب پاکستان کی movement چلی ---------

جناب سپیکر: نہ۔ نہ۔ اتنا لمبا وقت نہیں ہے آج۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: اس کے بعد وہ سٹیٹ نہیں بنی وہ movement ابھی جاری ہے اور ad-hocism پر ہمارے یہ سارے سسٹم چل رہے ہیں جس طرح آپ نے فرمایا ابھی تک کوئی سسٹم evolve نہیں ہوا۔ اس میں عوام کی، لوگوں کی، citizens کی اسی طرح ذمہ داریاں ہیں جس طرح حکومت کی ہیں ------

جناب سپیکر: سردار صاحب! ہم آپ سے توقع رکھتے ہیں کہ آپ کم از کم اپنے محکمے میں اس کی ابتدا کر دیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: ضرور جی۔ ان شاء اللہ۔

جناب سپیکر: جی چشتی صاحب۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: جناب سپیکر! اللہ تعالیٰ نے سردار صاحب کو صلاحیت دی ہے اور وہ اس کام سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ جناب والا! سردار صاحب سے میری یہ عرض ہے اور جناب اسے

غور سے سن لیجیے گا کہ محکمہ ہائی ویز میں اوورسیئر نے تین فی صد ' ایس ۔ ڈی ۔ او نے تین فی صد ' ایکسین نے دو فی صد اوپر پتہ نہیں کتنے فی صد ہو جاتا ہے ۔ خدا واسطے اسے تو ختم کر دیں ۔ آپ سب کو ساتھ لے کر بیٹھ جائیں دونوں طرف سے آپ کے ساتھی ہیں ۔ یہ کام آپ کے کرنے کے ہیں۔۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! یہ میں چشتی صاحب سے سو فی صد agree کرتا ہوں ۔ جناب والا! again وہ بات آئے گی ۔ یہ صرف سی اینڈ ڈبلیو میں نہیں ہے کہ جی تین فیصد ۔ یہ درست فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ regularize تک ہو گیا ہے اب لوگ اس کو ption ... میں کہنے لگے اب وہ ایسے ہے جیسے وہ fixed charge بن گیا ہے پٹواری کا ہے اگر کوئی فرد لینے جاتا ہے تو پٹواری نہیں مانتا ۔ وہ پانچ سو روپے دیتا ہے تو وہ ایسے کر دیتا ہے ۔ کل آ کے لے جانا۔ یہ بدقسمتی سے انھوں نے یہ چیز انھوں نے regularise کر دیا ہے ۔ میں چشتی صاحب کو یہ بتاتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ میں نے ابھی تک حرام کھایا ہے نہ کھاؤں گا ۔ میں جہاں تک کر سکتا ہوں کروں گا ۔ یہاں میں آپ سب کا تعاون مانگوں گا۔یہاں ہمارے جو بیورو کریٹ ہمارے نمائندوں سے بھاگتے ہیں۔ ان کی حکومت آئے گی تو ان کی طرف ہماری حکومت آئی تو ہماری طرف۔ پھر وہاں کمشن بھی چلتے ہیں ' وعدے بھی ہوتے ہیں۔ اگر ہم ٹرانسفر کے پیچھے چھوڑ دیں اور یہ کہیں کہ یہ کام نہیں کرنا ۔ اس کی ایسی کی تیسی کرو ۔ تو میں آپ کے ساتھ ہوں ۔ اگر میں نہیں کروں گا تو میں ایسے ہی اپنے بھائیوں سے کہوں گا اور ان سے بھی کہوں گا کہ یہ بھی ہٹیں۔ یہ دونوں طرف سے کام ہوتا چلا جا رہا ہے ۔ اور یہ شروع 1985ء سے خراب ہوا جب غیر جماعتی الیکشن ہوئے ہیں۔ پھر اس کی انتہا ہوئی ہے ۔

سردار صاحب کو بڑی غلط فہمی ہو گئی ہے کہ بیورو کریسی کسی محکمے میں بھی کام نہیں کرتی ۔ اور جتنا بجٹ آپ دے رہے ہیں ان شاء اللہ اس کا پورے کا پورا صفایا ہو جائے گا۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ کسی محکمے کا وزیر اپنے چپڑاسی یا بیلدار سے کام نہیں لے سکتا ۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ وزیروں کو بڑی غلط فہمی ہے کہ ان کے پاس بڑے اختیارات ہیں اور یہ ہو رہا' وہ ہو رہا ہے ۔ جتنا بجٹ ہے یہ سارا وہ کھا جائیں گے ۔ آپ ان کا دفاع کرتے ہیں۔

جناب سپیکر : وہ دفاع بھی نہیں کر رہے اور آپ بھی صحیح کہہ رہے ہیں لیکن مسئلہ تو یہ ہے کہ اس کو کوئی ایک شخص اکیلا ٹھیک نہیں کر سکتا ۔ اگر تمام اراکین تھوڑا تھوڑا اپنے گریبانوں میں جھانکیں تو

ہم دیکھیں گے کہ تمام معزز اراکین نے اپنی جیبوں میں ایک چیز درخواست کی صورت میں رکھی ہوتی ہے ۔ وہ کسی افسر کا ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلہ ہوتا ہے ۔ اور کام کیا ہوتا ہے ۔ کام یہ ہوتا ہے کہ اس کو یہاں سے وہاں لگا دیں۔ تمام معزز اراکین جو عوام کے نمائندے ہیں اگر تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ کیا کام لے کر وزیر اعلیٰ کے پاس جاتے ہیں ' کیا کام لے کر وزیروں کے پاس جاتے ہیں۔ وہ افسروں کی ترقی اور تبادلہ کا کام ہوتا ہے ۔ انہیں افسروں کو اور اسی نوکر شاہی کو آپ یہاں بیٹھ کے زور و شور سے گالی دیتے ہیں۔ اور انھیں کے کارندوں کے طور پر آپ لوگ ان کی سفارشیں کرتے ہیں اور ان کی ترقی و تبادلے کراتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ وہ کام نہیں کرتے ۔ آپ اپنی اس روش کو دیکھیں اس کے بعد warn کریں۔

لیکن یہ بات بھی بالکل درست نہیں ہے اس لیے کہ ہم لوگ عوام میں رہتے ہیں۔ ہم روزانہ مسائل کو face کرتے ہیں۔ اور ہمیں حکومتی کارندوں کی کارکردگی سے واسطہ پڑتا ہے ۔ اس لیے ہم سفارش کرتے ہیں کہ جو لوگ بہتر کارکردگی نہیں کرتے یا کرپٹ ہوتے ہیں یا وہ دوسرے طریقوں سے لوگوں کو پریشان کرتے ہیں کسی ایم پی اے کی یہ خواہش نہیں ہوتی کہ اس کے حلقے میں کام اچھے نہ ہوں یا اس سے لوگ خوش نہ ہوں ۔ کیوں کہ ہر ایم پی اے نے کم از کم پانچ سال کے بعد عوام کی عدالت میں جانا ہوتا ہے ۔ لیکن بیورو کریسی نے کسی کے پاس نہیں جانا ہوتا۔ ان کو صرف اپنے مفاد سے واسطہ ہوتا ہے ۔ جب کسی ایم پی اے کے حلقے میں کوئی ملازم صحیح طریقے سے کام نہیں کرتا تو وہ قدرتی طور پر یہ چاہتا ہے کہ اس کی بجائے کوئی بہتر ملازم آ جائے ۔ اس کی میں آپ کو ہزاروں مثالیں دے سکتا ہوں کہ کس طرح ملازم حلقوں میں ہمیں پریشان کرتے ہیں۔ اور ہم کوشش کرتے ہیں کہ ان کا متبادل لے آئیں۔ متبادل تو اسی بیوروکریسی سے لانا ہے ۔ کہیں سے بھی آ جائے اس کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا کہ یہ ملازم سو فی صد ٹھیک ہے ۔ کیوں کہ کوئی آدمی بیس سال سے بھرتی ہے کوئی پندرہ سال سے بھرتی ہے ۔ لیکن یہ تاثر میں سمجھتا ہوں شروع سے ہی غلط دیا جا رہا ہے کہ ایم پی ایز سفارش کرتے ہیں ۔ میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ کم از کم اپنے حلقے کی حد تک انکوائری بٹھالیں کہ کبھی ہم نے کسی غلط آدمی کی سفارش کی ہو لیکن میں یہ بھی آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے حلقے میں بیوروکریسی کے نمائندے کام نہیں کرتے اور جب ہم وزراء کو یہ بتاتے ہیں تو وہ اس کو اپنی ذات کے خلاف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انھیں اپنی ذات کے خلاف نہیں سمجھنا چاہیے ۔ ان کو پنجاب

کا یا ملک کا مفاد سامنے رکھنا چاہیے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، مجھے بات کرنے کا موقع دیں۔

جناب سپیکر، نہیں سردار صاحب' اب اس پہ بات نہیں ہو سکتی۔ یہ بات اب اور طرف چلی گئی ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، میں نے ایک عمومی بات کی تھی۔ جو ہو رہا ہے میں نے اس پہ بات کی ہے لیکن انھوں نے میری ذات پہ بات کی ہے۔ پھر بھی وہ میرے بزرگ ہیں۔ میں ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن میں اتنا کہوں گا کہ،

O Lord ! forgive them for they do not know what they say, O Lord! forgive them for they do not know what they do

جناب سپیکر، جناب بادشاہ میر خاں آفریدی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! چونکہ جس موضوع پر بات ہو رہی ہے وہ میرا پسندیدہ موضوع ہے۔ چونکہ میں خود اس بات کا گواہ ہوں۔ جیسا کہ منسٹر صاحب نے فرمایا کنٹونمنٹ بورڈ ایک ایسا ادارہ ہوتا ہے جو براہ راست آرمی کی نگرانی میں چلتا ہے۔ لیکن آپ یقین کیجیے کنٹونمنٹ بورڈ میں اس وقت 26/27 فی صد کمشن لی جا رہی ہے۔ میونسپل کارپوریشنوں میں 26/27 فی صد کمشن ہے۔ جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے ان محکموں کا آپس میں کوآرڈینیشن نہ ہونے کی وجہ سے ہر سال ترقیاتی بجٹ کا نوے فی صد ضائع چلا جاتا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں آج ان کی حکومت ہے کل شاید ہم لوگ حکومت میں آ جائیں یا کوئی اور آجائے۔ ان کو چاہیے کہ ایک باضابطہ طریق کار طے کریں۔ جس طرح آپ ایک بجٹ تیار کرتے ہیں' اس پر تجاویز آتی ہیں۔ آپ لوگوں کی رائے لیتے ہیں اس طرح ان محکموں کا ایک ایسا پروگرام وضع کر لیں کہ جس محکمے کا کام پہلے ختم ہونا چاہیے وہ پہلے اپنا کام ختم کرے۔ پھر دوسرا محکمہ اس پر کام کرے۔ آخر میں اس سڑک کی تعمیر ہو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک کے طریق کار میں نہ صرف قوم کے پیسے کا زیاں ہوتا ہے بلکہ عوام کی تکالیف میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیے! اس بحث کو ہم یہاں ختم کرتے ہیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ سب دوست جو اپنی تجاویز رکھتے ہیں جب انھیں تقریر کا موقع ملے گا اس میں وہ پیش کریں۔

سید محمد خلیل الرحمن چشتی، جناب سپیکر! کل کی بات ہے کہ جب کبھی وزیر مواصلات روڈ پر تشریف لے جایا کرتے تھے اور اگر کوئی جھپ آ جاتا تو پورے عملے کو مصیبت پڑ جایا کرتی تھی۔ لیکن آج کی بات یہ ہے کہ خدا واسطے میں کہتا ہوں کہ جہاں کروڑوں روپیہ خرچ ہوتا ہے وہاں کبھی کبھی تو جا کر دیکھ لیا کریں۔ اس پہ کوشش کریں کہ یہ نظام ٹھیک ہو جائے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے اس پیارے پاکستان کو پتا نہیں کس کی نظر بد لگ گئی ہے اور یہ پنجاب میں بھی آ گیا ہے کہ بم بلاسٹ ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ اور انڈیا کا پتا نہیں کیا انجام ہو گا۔ ان شاء اللہ روس جیسا ہی ہو گا۔ ہمارے ملک میں جو اس نے افراتفری پھیلائی ہوئی ہے میں وزیر خزانہ اور جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ میرے کامونکی میں بھی بم بلاسٹ ہوئے ہیں۔ میں پورے پاکستان کی بات کرنی چاہتا ہوں کہ جس بس میں بم بلاسٹ ہوا اس میں میرا ایک بچہ ایم اے فائنل ایئر میں پڑھتا ہے اور اس کی دونوں ٹانگیں ضائع ہو گئیں ہیں۔ اسی طرح ایک بچہ قرآن حفظ کر رہا ہے۔ سولہویں پارے میں ہے وہ بھی میو ہسپتال میں پڑا ہوا ہے۔ اس کی دونوں ٹانگیں اور ایک بازو ضائع ہو گیا ہے آپ بتایئے اس کا کیا قصور ہے۔ اس نے اس پنجاب کو کیا دکھ دیا ہے کہ اس کو اتنی تکلیف پہنچی ہے۔ میں جناب وزیر خزانہ اور اپنی حکومت سے یہ عرض کرتا ہوں کہ پوری زندگی جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ زندگی دے دی ہے، جتنی زندگی اس کو مل گئی ہے اس کا کوئی وظیفہ یا اس کی ٹانگیں یا بازو لگانے کے لیے بجٹ میں حصہ رکھا جائے تاکہ وہ اپنی زندگی آسودگی سے تو گزار سکے۔ میں وزیر اعلیٰ کو مبارک باد دیتا ہوں ایمان داری کی بات ہے گوجرانوالہ یا کامونکی میں جو بم بلاسٹ ہوئے ہیں وہ ساری رات پوچھتے رہے ہیں اور صبح آٹھ بجے وہ کامونکی شہر میں موجود تھے۔ انھوں نے لوگوں کے دلوں پر مرہم رکھا ہے۔ اور ان کو سکون ملا ہے اور فوراً جب انھیں پیسے دیے گئے ہیں تو ایجنسیوں کے لوگ، جو کام کرنے والے ہیں اس طرح ہوتے ہیں کہ ایجنسیوں کے لوگ چیک لے کر ان کے پیسے خود لے کر ان کے پیچھے پیچھے پھرتے رہے ہیں۔ یہ بات کام کرنے والی ہے۔ اور وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جناب سپیکر، میں آپ کی وساطت سے یہ دوبارہ عرض کروں گا کہ وہ بچے جن کی پورے پنجاب میں ٹانگیں اور ہاتھ وغیرہ ضائع ہوئی ہیں ان کے لیے تاحیات وظیفہ لگا دیا جائے۔ جناب سپیکر! میں اس بات پر آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میری کڑوی پھیکی باتیں ایوان کے معزز حضرات نے سنیں۔ یہ قابل عزت لوگ ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عزت میں اور اضافہ کرے۔ السلام علیکم۔

سید محمد اکبر شاہ: **********

****

****

****

****

****

وزیر مواصلات و تعمیرات: **********

****

****

****

****

سید محمد اکبر شاہ: **********

****

****

****

****

****

****

جناب سپیکر: شاہ صاحب! منسٹر سے بات کرنے کا آپ کیا مطلب لیتے ہیں؟ اور آپ اتنا personal نہ ہوں۔

(قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ دیکھیے یہ بجٹ کی تقریریں اگر ایسے چلیں گی تو پھر کسی کو بھی وقت نہیں ملے گا ہر شخص کے پاس تقریر کا وقت آنے گا، موقع آنے گا اور آپ نے جو بات کہنی ہے اس

*** (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

موقع پر کہنے کا یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ایک آدمی کی تقریر کے دوران سارا ہاؤس تقریر کرے ۔ اس لیے اس بات کو یہاں ختم کرتے ہیں ۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا آپ نے مجھے فلور دیا اور پھر مجھے بات نہیں کرنے دی گئی ۔ آپ نے ادھر پورا سنا ہے اب آپ kindly مجھے بھی سنیں اور پھر already کسی ایک ممبر نے میرے اوپر ایسی بات کی تھی اور میں نے اس پر پچاس پچاس کروڑ کا پہلے ہی defamation کا case put in کیا ہے یہ کیس عدالت میں ہے ۔ جہاں تک اکبر شاہ صاحب کا تعلق ہے تو انھوں نے ایک ایس ڈی او کے تبادلے کا کہا ۔ میرے پاس ان کا لکھا ہوا موجود ہے اگر کمیٹی بنے گی ' آپ کہیں گے یا دنیا کی کوئی کمیٹی بنے گی تو میں اس میں وہ پیش کروں گا ۔ انھوں نے تبادلہ کرایا پھر ایک اور تبادلے کے لیے انھوں نے کسی وزیر صاحب سے کہلوایا میں نے کہا کہ یہ غلط آدمی ہے ' کرپٹ آدمی ہے اس لیے میں یہ نہیں کروں گا ۔ ----------

جناب سپیکر: اگر آپ کمیٹی بنانا چاہتے ہیں تو پھر یہ باتیں کمیٹی میں کر لیجیے گا ۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس کمیٹی کا scope پورے پنجاب کا ہونا چاہیے تاکہ وہ ان کے حلقے میں بھی جائے ۔ ----------

حاجی عبدالرزاق: جناب والا ' جس طرح وزیر مواصلات نے فرمایا ہے میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں ۔ آپ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائیں جو تمام scandles کی تحقیقات کرے ۔ اور جو مجرم قرار پائیں انھیں قرار واقعی سزا دی جائے ۔

میاں فضل حق: جناب والا ' پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر: جی فرمایئے ۔

میاں فضل حق: جناب سپیکر ! جب کسی معزز ممبر یا وزیر پر ہاؤس میں کوئی allegation لگ جاتا ہے تو جمہوریت کی روایات یہ ہیں کہ وزیر کو چاہیے اور میں ان سے درخواست کروں گا کہ

He should announce his resignation from the ministership and Government should form a Committee which should handle it and after that who ever desires should go to the court for defamation. That is not the point The points

is this that an Hon'ble Member of the House from the Govt Party has said that he has demanded such amount as a bribe This is a very big allegation.

آپس میں ان کے کیا تعلقات ہیں ' کیا کہتے ہیں ' کیا نہیں کہتے that is the separate point وزیر صاحب کو چاہیے کہ وہ وزارت سے مستعفی ہو جائیں - and ask you or, the Government or the Chief Minister to appoint a Committee which should handle it. اور پھر اس کے جو facts ہیں وہ ہاؤس میں آئیں -

جناب سپیکر : میاں صاحب ! آپ تشریف رکھیں - اللہ کے فضل و کرم سے اس ہاؤس میں ایک دوسرے پر اتنے الزام لگتے ہیں کہ اگر ہر کوئی ہر الزام پر استعفے دینے لگے تو ہر آدمی دس دس مرتبہ اب تک استعفے دے چکا ہوتا - یہ صورت حال تو نہیں ہو سکتی - البتہ یہ ہے کہ چونکہ ایک جماعت سے تعلق رکھنے والے دوستوں نے ایک دوسرے پر اس طرح کی باتیں کی ہیں اور ان میں ایک کابینہ کے رکن بھی ہیں - میں وزیر قانون سے یہ تجویز چاہتا ہوں کہ آپ اپنے طور پر مجھے یہ تجویز دیں کہ آیا آپ اس مسئلے کے حل کے لیے اپنی پارٹی کے اندر کوئی کمیٹی بنا کر اسے نمٹانا چاہیں گے یا پھر آپ اسے ہاؤس کے سپرد کرنا چاہیں گے ؟

وزیر قانون : جناب والا ! چونکہ یہ پارٹی کا مسئلہ ہے اس لیے اگر کوئی ایسا اختلاف ہے تو اسے ہم پارٹی کے اندر ہی دور کر کے آپ سے عرض کریں گے -

جناب سپیکر : بہتر ہے کہ آپ within your party اس پر فیصلہ کر کے مجھے بتایے -

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب سپیکر ! اگر یہ صرف پارٹی کا مسئلہ ہوتا تو پھر پارٹی میں ہی بات ہوتی چونکہ اب اس مسئلے کو ہاؤس میں لایا گیا ہے اس لیے مجھے اس پر ہاؤس کی کمیٹی بنانے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے حالانکہ جو اپوزیشن والے لوگ ہوتے ہیں وہ بہت critical ہوتے ہیں اور وہ کسی کو بھی معاف نہیں کرتے لیکن پھر بھی مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہو گا کہ اگر پورے ہاؤس کی کمیٹی بنائی جائے -

جناب سپیکر : ٹھیک ہے لیکن میں اس پر فیصلہ ابھی نہیں دے رہا بعد میں دوں گا -

سید اکبر علی شاہ : جناب سپیکر ! اگر کمیٹی بنا دی جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے - میں اپنا الزام اس کمیٹی میں ثابت کروں گا ----

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں ۔ جی نذر عباس بھٹی صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

جناب نذر عباس بھٹی : جناب سپیکر ! وزیر کمیونیکیشن اینڈ ورکس پر کرپشن کے جو الزام لگائے گئے ہیں میں ان میں سے ایک الزام کی ثبوت کے ساتھ تصدیق کرنا چاہوں گا۔ میرے ہی ضلع کی ایک سڑک کے لیے دو لاکھ روپے وزیر موصوف کی وساطت سے نکلوائے گئے اور جب میں نے ان سے اس بارے میں شکایت کی تو انھوں نے میری شکایت سننے کی بجائے متعلقہ محکمے کے آفیسر کو اسی وقت چھٹی پر بھیج دیا۔ اگر آپ چاہیں تو میں ADP نمبر بھی آپ کے سامنے رکھ دوں گا۔ جناب والا! اگر وزیر موصوف صاحب یہ کہیں کہ وہ XEN چھٹی پر نہیں گیا اور اس کی جگہ دوسرا XEN نہیں لگایا تو پھر میں پورے ایوان کے سامنے جوابدہ ہوں اور اگر اس سڑک پر پیسے نہیں نکلوائے گئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟ میں اسی کے ساتھ آپ سے اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر: مہربانی۔

وزیر اطلاعات: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا' یہ matter sub judice ہے اور جس واقعہ کی بات ہمارے معزز ممبر کر رہے ہیں یہ معاملہ Court میں pending ہے۔ اس میں Court کی طرف سے جو فیصلہ آئے گا تو پھر دیکھا جائے گا۔ میرے خیال میں اس stage پر میرے بھائی کو اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ matter sub judice ہے۔

جناب سپیکر: جی تشریف رکھیے ۔ جی خان زادہ صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

جناب تاج محمد خان زادہ: جناب والا! میں صرف ایک دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ابھی آپ کی تقریر کا وقت آنے والا ہے اس میں بات کر لینا۔

جناب تاج محمد خان زادہ : جناب والا! میں سکندر خان کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میں ویسے بھی آپ کو فلور دے رہا ہوں ۔ ایک منٹ میں آپ کو فلور دیتا ہوں ۔چشتی صاحب نے بات کر لی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی کھوسہ صاحب! فرمایے آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! ابھی یہاں پر کرپشن چارجز اور counter charges کا

مسئلہ چل رہا تھا ۔ آپ سے میری بڑی مؤدبانہ گزارش ہے کہ یہاں on the floor of the House ایک معزز رکن نے بغیر کسی چارج کے، بغیر کسی الزام کے اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کی خاطر کلمہ پڑھ کر اپنی دیانت داری کا بیان دیا ہے ۔ بحیثیت مسلمان کے ہم سب کو تسلیم کر لینا چاہیے کیوں کہ اس سے بڑھ کر ہمارے پاس یقین دہانی کا کوئی اور طریقہ ہے ہی نہیں ۔ اگر کسی کو اعتراض ہے اور وہ کسی specific case کی بات کر رہے ہیں ۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ بہت مناسب ہو گا کہ اسی case کو example بنا لیا جائے اور اس کی تہہ تک پہنچا جائے تاکہ یا وہ غلط ثابت ہوں یا جس پر الزام ہے وہ غلط ثابت ہوں ۔

جناب سپیکر، جی ہاں ۔ میں نے کل تک کے لیے اپنا فیصلہ pend کیا ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جب ایک شخص کلمہ پڑھ کر اپنی صفائی پیش کرتا ہے تو اس کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔

جناب سپیکر، میں نے آپ کی تجویز بھی سن لی ہے اب اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے ۔ میں اس پر کل اپنی رائے دے دوں گا ۔ آپ نے جو کہہ دیا ہے میں نے وہ سن لیا ہے ۔

چودھری اصغر علی گجر، پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں آپ کی وساطت سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ----

جناب سپیکر، اس مسئلے پر بات نہیں ہو گی ۔

چودھری اصغر علی گجر، مسئلے پر ہی تو بات ہو گی ۔ بغیر مسئلے کے بات کرنے کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے ۔

جناب سپیکر، نہیں ۔ اس مسئلے پر بات نہیں ہو گی ۔

چودھری اصغر علی گجر، مسئلہ ہو گا تو بات ہو گی ۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ پورے ایوان کے اندر آپ سے مخاطب ہوں ' آپ کی وساطت سے پورے ایوان سے مخاطب ہوں کہ جب اس ایوان کے اندر آپ کی موجودگی میں کرپشن کے اتنے کھلے اور حقیقت پسندانہ چارجز آ گئے ہیں تو اس سے رو گردانی کرنا بہت بڑی بے ایمانی ہو گی ۔ یہ کرپشن کا معاملہ صرف اس ایوان کے اندر ہی نہیں پورے صوبے اور پورے ملک کے اندر ہے ۔ تو آج حکومت کے کچھ باہمت لوگوں نے جرأت مند لوگوں نے اپنے

نقائص کا کھل کر اظہار کیا ہے تو ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے ۔ ہمیں چاہیے کہ ان لوگوں پر اپنی گرفت مضبوط کی جائے جن کے خلاف یہ چارجز ہیں ۔ ایک منسٹر صاحب کی ذات کا مسئلہ نہیں ہے پورے صوبے کا معاملہ ہے ۔ آپ اس کو ٹالیں نہیں ۔

جناب سپیکر: نہیں ٹالتا۔

چودھری اصغر علی گجر: میں پورے ایوان سے گزارش کرتا ہوں ۔ اہل اقتدار سے بھی اور اہل اپوزیشن سے بھی اور آپ سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ اگر آپ نے اس کو ٹالا تو پھر عوام ہم پر اپنی گرفت مضبوط کرلیں گے ۔ آپ اس کو سنجیدگی سے لیں اور بڑے سنجیدہ انداز سے اسے لے کر چلیں ۔ میں آپ کا مشکور ہوں ۔

جناب سپیکر: نہیں ٹالیں گے ۔ اچھی بات ہے ۔ مہربانی ۔ میں جناب تاج محمد خان زادہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بجٹ پر تقریر کریں۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا! آپ نے مجھے فلور دیا تھا ۔

جناب سپیکر: نہیں ان کے بعد آپ کو موقعہ دوں گا ۔ سب سے پہلے آپ کو بلایا تھا لیکن اس وقت آپ نہیں تھے ۔ اب دوبارہ آپ کو موقعہ دیں گے ۔ جناب تاج محمد خان زادہ صاحب آپ کو بجٹ تقریر پر موقعہ دے رہے ہیں۔

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: I am grateful to you for giving me the floor. Before I speak on the budget, I must confess my ignorance about the facts and figures, additions and substractions that are made in the budget. I am not a competent man to comment on the figures except on some very very high figures which I feel are bogus and are not real. Before I embark on my speech, I would like to say something about the allegation made by an honourable member against the Minister for Communications. You know, you have so often checked the young man that the old man should not be criticised but in this particular case I must stand for his integrity. He is a grandson of Sir Sikandar Hayat who was the Chief Minister and the Governor of combined

Punjab and was a Member of the War Council of Churchill. His son Sardar Shaukat Hayat was a senior Minister with Mr. Mamdot and Mr. Daultana and he is their grandson. Let me tell you that the record and the services of Sir Sikandar and Sardar Shaukat Hayat are not one which are not known to the people. Their services for Punjab and the zamindars of this country, alongwith Sir Chotu Ram, are well-known As far as the allegation against Sikandar is concerned I can vouch that he visits Attock more often than any other person There are no allegations of corruption against him in the District. I think the allegation made on the floor of the House by an irresponsible Member should be taken back. It is a disgrace If he cannot prove his allegation of corruption, it is not the Minister who should resign but it is he who should resign. I would request you to set an inquiry committee as suggested by the Minister himself to verify the facts and if the facts are not verified the Member should be asked to resign. This is where I end my observation about the allegation Now, I come to the budget The budget speech is an opportunity for the members to speak on any subject under the sun I will not go into the details of the Punjab budget because the Leader of Opposition has already made a very comprehensive speech on this subject but I regret to say that in reply to the speech of the Leader of Opposition, Mr. Wasi Zafar's speech had nothing to do with the facts and figures which Mr. Shahbaz Sharif quoted He went into personal allegations which are very uncalled for Sir, leave alone my fifty years' experience in this House but what I have seen during the last three years, this House does nothing else but to level allegations and counter allegations of corruption against each other. It applies to both the Treasury

Benches and the Opposition Please let us do some constructive work for the people of Punjab Our mission always is how to black-mail, how to let down the other person, how to disgrace him, how to disrepute him and how to discredit him simply because he is a political rival Today, the Punjab Assembly has been reduced to two rival groups as we say in Punjabi "Sauknan". We don't go to each others' functions, we don't attend each others' social functions and we don't mix with each other as if we were rivals or enemies This sort of practice is never done in democracy If you want to practice democracy then democracy does not mean black-mailing, maligning and always criticising each other This is not the way. I agree that his government and the governments before him - may it be Bhutto, may it be Nawaz Sharif, may it be Ayub, may it be Zia ul Haq -may it be anybody, they all made mistakes and they have all done things which are subject to criticism but two wrongs don't make one right. Sir, you are now trying to make traditions so that what wrongs other may have done you put them right and give an example that here we are and we are tolerant, we are broad minded and we want to undo the wrongs of the past and we turn a new leaf and start the life a new so that we can live like brothers and look after each other. The privileges and concessions are the inherent right of the members. I agree Sir that the Treasury Benches have been very kind to me that they have given me development funds So many people ask me that how you have got the funds while we don't get the funds. I told them that I have not flattered any body to get these funds Flattery is not in my blood It is not that for the sake of 60 lacs of rupees I flatter any body, whoever he may be But I ask one thing that the plea taken here, that so and so doesn't give us the funds is no

excuse. I would like to say that by denying and not releasing these funds to the Members of the Provincial Assembly of the Punjab it is not the member who is suffering, it is the people of his constituency who are the worst sufferers. It is to discriminate between the people of the same area, because a man by getting a couple of votes more becomes a member of the Assembly [illegible] sitting on these benches he can make constructive suggestions. Sir it is no crime to get the funds Sir, I would appeal to you that in the new budget where you make allocations for development you should turn a new leaf and make a tradition so that the future generations will give you credit for being broad minded and tolerant and having done something which your predecessor had not done. Sir, the other thing is people say that some people have made industrial empires. Sir, this is not unusual. Onasis who married Kennedy's widow was a sailor and he became the richest man in the world. Sir, Ford the biggest industrial manufacturer of "Ford Cars" was only a worker and he became the richest man in America. So to become rich by hard work is no crime Sir, Mr Nawaz Sharif's family raised money from the banks. They have not defaulted. They are paying on their dividends They are paying their dues and money back They have not got condoned and excused their dues. If they have taken any money securities have been provided. The banks and the parties extending loans to them have legally agreed and they undertake to repay the money back under certain conditions. It is no crime. There may be a defalcation of rules, but it is not a criminal offence. Sir, to put your opponents in jail and to give them third class treatment is very uncalled for. The other thing which I would request to the House about the past leaders is that so

often this House gets up, some body gets up and say, that Mr Bhutto was a good man, some body say, he was not so good, some body say, he lost Pakistan, I would say that for God's sake let the deal be between God and him and just pray for him that may God be kind to him for what he has done. This is no place to discriminate people who are no longer in this world We have spent lot of our time in defending one and condemning the other. May I ask you what we get out of it? Do you get any thing material? What do you think? Sir, it is nothing but a sychophancy. It is an entire sychophancy It is a time that the people should stop sychophancy and flattery in order to defend your vices and neglect your virtues you do flattery and sychophancy and you seek shelter under sychophancy. For God's sake do not earn your profits by these means which are un-Islamic and uncalled for and which are un-Quranic Sir, now I come to corruption "Corruption" certainly has increased, but it was not introduced and brought by the present government or by the previous governments It was inherited from time immemorial. But the distinction is, at that time the corruption may be five percent but today the corruption has come to about 99 9 per cent This is where we have to stop. If you are sincere, and honest to your people, and honest with your conscious then the suggestions given by the Leader of the Opposition to form an autonomous body under the Judge of the High Court to see that all the corrupt people are thrown out and kicked in the buttocks and thus kept out only then this country may be restored it destiny Sir, for God sake whatever is done, whatever is good whether it is from the Opposition or whether it is from the Treasury Benches we must all support it You, as an impartial Chairman and the Custodian of sovereign

House of the Punjab, it is your bounden duty to recommend those actions which you think are proper, which you think are legal, which you think are in the interest of the country that they should be endorsed unanimously by all the people and comrades in this House without discrimination, without animosity, and without feeling rivalry that I have done this and this. Sir, I think the time has come when this House should do a little heart searching and come down to facts of life. Sir, the Punjab has been the court of sacrifice. This is the Province which used to be the granary and grandeur of the combined India Today that very granary and grandeur has beccome a defict Province. Our production is going down Our government is corrupt Our adminstration does not take interest. There is no punctuality. Every body is king in his own chair. There are no rules and regulations No body comes to office in time No body bothers about complaints You yourself have told to the House that for selfish reason we defend the most corrupt man because he carries out our wishes, legal or illegal. Sir, it is about time that those who are representing the people and are holding responsible jobs, including the ministers, I would being representatives of a political party who go there only to victimize the opponents. I will give you a small example Sir, I invited the Senior Minister Mr Awan to Campbellpur, he said he will come. I said you are most welcome to come and have lunch with me and I will take you around. But a couple of Jialas told him "don't go to Khanzada's House". because by going there you will encourage others For God sake people with whom I spit they go and instruct him and tell him not to go. Do you think a Minister coming to my House enhances my prestige? A Minister or the Chief coming to my House is my

honour and I will give him respect and it is honour for him to come to me It is no honour for me that he should take instructions from the bloody fools who sit there with no back ground. the dishonest, the smugglers and gandkup Sir, I am sorry I am using this word it may be unparliamentary but it is true in many cases without mentioning names that those who administer the affairs of the district they belong to this category. I am not speaking here that it is my prerogative I am only speaking here as citizen of Pakistan and not as a member of the Opposition. Sir, the interest which is shown in the affairs of the country can only be judged by the number of people who are sitting and listening to you. Sir, what would be the public thinking. I think the press should tell the people that out of 248 people, who represent seven crores of people, only half a dozen people are sitting here in the House (I can easily say that Mr Speaker there is no quorum in the House) and finish your Assembly, Sir, this is the sense of responsibility, we come here we put our 'hazri' there when we are in Lahore even Unless you put personal example before people you have got no guts to face them. Face them as an honest true man and face the consequences of your actions. What is happening in the district? Nobody comes office in time Corruption is so rampant that the Magistrates accept bribes in their courts. People give the money, they draw things and they put the things in the drawers. Is this the way the Pakistan was made for? Ameerul Mom-i-Neens used to put out the light when they were not doing the public work. They refused to do unjust things. Hazrat Omar ordered punishment of stoning to death of his son when he was caught at an unhappy occasion Sir, this is what you defend. Forget your party. You have your party But go and

win their heart by your work and not by your illegal acts and victimization of your Opponents

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمایئے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! آج کے اخبارات میں ایک خبر آئی ہے۔

جناب سپیکر، اس کا ان کی تقریر سے کیا تعلق ہے؟

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، اسی سے تعلق ہے۔

جناب سپیکر، مجھے تو نہیں سمجھ آئی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، سمجھ آجائے گی۔

جناب سپیکر، جی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، خبر آئی کہ پی ڈی ایف کے ممبران کے لیے روزانہ ناشتے کا بندوبست کیا جائے گا۔ روزانہ رات کو کسی نہ کسی وزیر کی طرف سے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں کھانا دیا جائے گا۔ اور ان کارڈوں کے ذریعے سے ہمیں کل اور آج پتا چل رہا ہے کہ روزانہ یہ سلسلہ چل نکلا ہے۔ یہ اس لیے کہ ممبران اجلاس میں اپنی حاضری کو یقینی بنائیں۔ اگر جناب سپیکر! میں کورم پوائنٹ آؤٹ کردوں۔ تو یہ اجلاس کی ابھی چھٹی ہو جائے گی۔ مگر میں کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کروں گا۔ لیکن یہاں پر moral ethics کی بات ہو رہی تھی' احساس ذمہ داریوں کی بات ہو رہی تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب حکومت کی طرف سے نان نفقے کا بھی بندوبست ہو گیا' ناشتے سے لے کر رات کے کھانے تک بندوبست ہو گیا۔ اس کے باوجود آپ ذرا حاضری ملاحظہ فرمالیں۔ میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے جو 80 (اسی) سالہ بزرگ اور پرانے پارلیمینٹیرین جناب خانزادہ صاحب دیواروں کو اپنی باتیں سنا رہے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ جو پوائنٹ اٹھا رہے ہیں یہ غور طلب ہے اس پر اکثر بات ہوتی ہے اور مجھے خود حیرت ہو رہی ہے کہ بجٹ کا سیشن ہے اور ساری فرنٹ لائن غائب ہے۔

چودھری اصغر علی گجر، سر وہ گیلری' لابی میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ وہ کرپشن کا

الزام لگنے پر ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں۔ ان کے گریبان چاک ہیں اور بہت بری حالت ہے۔ ان کا پتا کیا جائے کیونکہ یہاں پر کوئی فوج داری نہ ہو جائے۔

سید تابش الوری: جناب والا! ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ایک وزیر کے خلاف سرکاری پارٹی کے کچھ ارکان نے الزام لگایا اور اس کے جواب میں کیا یہ تمام وزراء احتجاجاً واک آؤٹ کر گئے ہیں؟ یا کوئی ایسا معاملہ ہے جس پر آپ کی مداخلت سے کوئی صورت حال کو بہتر بنایا جاسکتا ہے' لابی میں خاصہ ہنگامہ ہے۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ بہرحال میری آواز وہاں تک بھی جا رہی ہے۔ اور میں چاہوں گا کہ حکومت کے نمائندے اور کابینہ کے نمائندے ہاؤس کے اندر تشریف لائیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: آپ کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہو گی۔

جناب سپیکر: چلیے اللہ مالک ہے۔ جی ---

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! جیسے یہ مسئلہ آج ایوان میں ٹیک اپ کیا گیا تھا۔ اگر آپ آج اس کی ایک کمیٹی بنا دیتے تو شاید حکومتی ارکان کا یہ حال نہ ہوتا۔

جناب سپیکر: جی میرا ہی سارا قصور ہے بالکل۔ میں انشاء اللہ کل یہ کمیٹی بھی بنا دوں گا۔ اس کے بعد تو انشاء اللہ بالکل امن ہو جائے گا۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, I am conscious of the fact that the members and the respresentatives of the seven crores of people are not listening to me, but I want to tell them that there is one supreme power before whom I am delivering this speech. That supreme power is there. I am sure that inspite of all the tricks that they may play of not listening to the facts of life, I want to tell them that there is God above, and God says "uski rassi lambi hai magar wo intiqam zarur lega "

(اس کی رسی لمبی ہے مگر وہ انتقام ضرور لے گا)

Sir, I come to a very crucial point of the starved and thirsty district, the northern part and places of the Province such as Attock, Jhelum and Rawalpindi, as

also Dera Ghazi Khan Today you are talking about canals, your are talking about clean fresh water, you are talking about health, but even today in the district of Attock in the month of June and July my people cannot get even water to drink. The women and girls, the wives and their children have to travel three four and five miles just to get drinking water from the ponds which are polluted. The animals also drink from those ponds and urinate and yet the government takes no notice Yet you make tall claims that you want to develop, , you want to make computers. you want to make atomic bomb What the bloody hell the atomic bomb and computers has to do with the development when my district is not able to get clean drinking water. Sir, this is not the first time. Sir, I have been crying hoarse, I have been pleading that for God sake at least give us pure drinking water. We are starving. We are dying of thirst. Our children have no schools They have no shelters and they have no houses. You live in palaces and yet you turn to us for more money. You want more money. For God sake tell me what for you want to get money Please you look at our living conditions. Our schools are without roofs. Our schools have no furniture. Yet you make tall claims that we have put so much money for education, I want to know where that bloody money is going. I think it is going to the pockets of the corrupt officials and it is shared by those who corrupt them. Sir, the government does not provide the schools fans. They say there is no such provision. They have got in their bath rooms fans They have got in their bath rooms even air conditioners, because they cannot sit without cool in the marble fitted bath rooms when the poor people cannot get even drinking water Sir, you as a custodian of this august House owe it your God,

irrespective of your political affiliations, please come forward and say that this budget is illogical and unjust before it makes any fortresses, before it makes any palaces, before it buys, any mercedes, before it buys fleet of cars for the people. For one individual you have ten cars plying in front and twenty cars behind him. Even the King of England does not have such a big fleet of cars. Hero Hito the virtual god, the human being of Japan does not have this. The Prime Minister of Canada does not have it The President of America does not have it. But the Chief Minister of Punjab, and the Chief Minister of Sind have about fifty cars at their disposal to run infront and behind them Look at their *greban* what were they before being in office as Chief Ministers. Look at India and Jawaharlal Nehru, his daughter and his grandson inherited millions of rupees, but when the government of India put the responsibility on them, they gave up their cars, they travelled in Hindustan which is the most inferior car even worse than TOYOTA. Here we fight in the Provincial Assembly whether Mr Nakai should have a car of eighty lacs of rupees or not Whether he have that or not but we fight over it Is this the tradition Is this the tradition the Pakistan was made for. Is this the condition that the air conditioners are working in your houses in all the rooms even when nobody is sitting there. In distrtiets even the bloody Tehsildars have the air conditioner when the Deputy Commissioner is not entitled to it. Every body have the convoy of cars..... First thing we do is, which is the biggest car which one can get. Which is the best bungalow that one can get and what is the short cut to become a millioner. Is this the politics. The President of India, Raja Gopal Acharia, and Rajindara Parshad, they were occupying the Viceroy's lodge, but when they disagreed

they went and left the place. They started to live in a hut Here you want to go, and you want to go to make so much money so that you can live in a house which is bigger than the one which you occupy as a Minister Is this the service of the people Is this the service of the country You are traitors to your oath You are the traitors to your privileges. Sir, I may be sentimental a little and emotional I might be, but I am speaking my heart I am speaking my heart, I would invite all these people travelling in air conditioned cars and living in air conditioned rooms, and going to England spending crores of rupees, because the man whose prostrate has to be operated on, he cannot live without it His infirmities are removed either in Cromwell Hotel or in the Cromwell Hospital. It cannot be removed here. When he gets a bloody headache, a specialist is got for him They spend about seventy lacs of rupees on one individual. What for? You say, it is due to his indisposition as the bloody government cannot do without him. I will not mention those names, but you all know what has been happening here They come with their dead bodies from abroad You go and do Haj on government expenses Does Qur'an allow Haj on government benevolence and free air travel When you go abroad on a government mission you take about hundred people with you of which five or ten go to the meeting and the rest go to the red light area. Some walk in dirt and filth of streets, some walk in Picadly. Some do their shopping and some do womanizing Sir, here such cases are being brought before your honour.

MR SPEAKER: Kindly wind up your speech.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: . . . .. As I said earlier the cases are brought before your honour that empty bottles of wine are collected

Undesirable people are brought in the Hostels. Rooms are locked. The room attendants are frightened even to tell about their foul acts the punishment of which is 'Sangsar'. Do you want to keep them in power with all these illegal and unlawful acts being committed and forgetting about the eternal life "Akhirat", just because you want to live with luxury and with all this vulgarity and obscenity. Sir, I appeal to you to look into the matter, because I know you are a pious man, I know you are a man with conscious irrespective of political affiliations. I don't care for political affiliations, I care for the man and his character and his behaviour. Sir, I finish my speech with one prayers, O' God come to the rescue of this country O' God look after us O' God Pakistan is simply preserved with your blessings O' God protect us from the evil doers. O' God help us to get rid from evils and corrupt people O' God bring us people who will serve this country and people who will serve Islam.

جناب سپیکر، مہربانی، محترم لالہ مہر لعل بھیل۔

لالہ مہر لال بھیل: جناب سپیکر! مہربانی آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ حالیہ بجٹ سال 97-1996ء جو کہ وزیر خزانہ صاحب، وزیر اعلیٰ صاحب، تمام وزراء صاحبان اور پارلیمانی ممبران نے رات دن ایک کر کے حالیہ بجٹ بہترین بنایا۔ جناب سپیکر! حالیہ بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا اس بجٹ پر میں جناب وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اپنی کاوشوں سے یہ بہترین سے بہترین بجٹ اس سال عوام کو دیا ہے۔ ہر محکمے میں خاطر خواہ رقوم رکھی گئی ہیں اس لیے بھی یہ مبارک باد کے مستحق ہیں ان کے ساتھ ہی جناب سپیکر! آج موقع غنیمت سمجھتے ہوئے میں چند اقلیتی مسائل کی طرف بھی روشنی ڈالوں گا۔ جناب سپیکر! پولیس کی کارکردگی ایسی ہے کہ قتل کا ایک مقدمہ 411/94 تھانہ صدر رحیم یار خان میں درج ہوا۔ ملزمان کی بھی نشان دہی کی گئی پولیس آفیسر ایک ملزم کو پکڑ کر گاڑی میں بٹھانے لگے اور پھر اس کو احساس ہوا کہ جی آپ کے کپڑے میلے ہیں آپ جا کر کپڑے صاف کر کے آئیں تو اس کو یہ موقع دیا گیا وہ فرار ہو گیا آج تک مقدمہ کا ایک ملزم بھی گرفتار نہیں

ہو سکا۔ اسی طرح جناب والا! دوسرا قتل کا مقدمہ 7/95 تھانہ فاتیجا تحصیل خان پور اس میں بھی پولیس کی یہ کوتاہی کہ جو ڈاکو مارے گئے ان کے پیچھے یہ قتل لگا دیا گیا حالانکہ وہ غریب جھونپڑی والا تھا' نہ اس کے پاس کوئی مال تھا' نہ کوئی جائداد تھی' نہ کسی سے کوئی دشمنی تھی اپنی برادری میں ایک دشمنی تھی لیکن پولیس کہہ رہی ہے کہ جو ڈاکو مارے گئے وہی اس کے قاتل ہیں حالانکہ مدعی چیخ رہے ہیں کہ ڈاکو ہمارے قاتل نہیں ہیں۔ ہم نے اپنے قاتلوں کی نشاندہی کی لیکن پولیس ان کو بچا رہی ہے۔ جناب والا! اسی طرح مقدمہ نمبر 13/96 تھانہ مسافر خانہ ضلع بہاول پور میں بھی اسی طرح کا معاملہ ہے کہ مدعی کہتے ہیں کہ ہمارے ملزم فلاں فلاں ہیں اور پولیس کہتی ہے کہ لاہور میں ایک آدمی گرفتار ہے اور اس نے مانا ہے کہ میں نے وہ قتل کیا ہے۔ مدعی کہتے ہیں کہ قتل کی واردات کے موقع پر چار آدمی ہیں اور ہم مان بھی لیں کہ وہ ایک جیل میں ہے اور باقی تین ملزموں کی نشاندہی کرنے کے باوجود بھی پولیس ان کو گرفتار نہیں کر رہی۔ گرفتار کرتی ہے تو اسی طرح کھلم کھلا چھڑا ہوا ہے۔ اغواء کا ایک مقدمہ نمبر 80/95 تھانہ ہیڈ راجکاں ضلع بہاول پور میں ملزمان کو پولیس لے آتی ہے۔ ایک گھنٹا بھی نہیں رکھتی زمینداروں کے پیچھے فون آ جاتے ہیں یا زمیندار پہنچ جاتے ہیں ان کو چھوڑا کر لے جاتے ہیں اور آج تک وہ مغویہ برآمد نہیں ہو سکی۔ جناب والا! آپ کے توسط سے میری یہ اپیل ہے کہ مہربانی کر کے ان چار مقدموں کے ملزمان کو گرفتار کر کے یہ مقدمے صحیح چالان کیے جائیں تاکہ ہمارے لوگوں کی پریشانی دور کی جا سکے۔ جناب والا! ہمارے ڈویژن بہاولپور میں عموماً بھیل' مینگوال اور بوریے وغیرہ قدیمی برہمنوں کے دور سے ستائے ہوئے ہیں۔ یہ دیہاتوں میں بے زمین اور بے گھر ہیں۔ عرصہ دراز سے سرکاری زمینوں پر ریت کے ٹیلوں پر اپنی اپنی توفیق کے مطابق گھر بنائے ہوئے ہیں۔ اس حکومت نے چھ ماہ سے وہ رقبہ جات جو بقایا سٹرکات سے نیلام کرنے کے لیے احکامات صادر فرمائے ہیں تو پٹواری صاحبان کی یہ کوتاہی ہے کہ جہاں 80/80 60/60 سال آبادیاں ہیں اور لوگ رہائش پذیر ہیں۔ وہ رقبہ بھی شیڈول میں دے دیا ہے کہ غیر آباد ہے۔ اے سی صاحبان وہاں جاتے ہیں اور رقبہ آلاٹ کر دیتے ہیں۔ دوسرے دن آلاٹی ٹریکٹر لے کر چلا جاتا ہے اور ہماری جھونپڑیوں اور گھروں پر وہ ٹریکٹر چلاتا ہے۔ اس بارے میں میں ڈی سی صاحب رحیم یار خان ' بہاولپور اور کمشنر صاحب سے بھی کئی بار مل چکا ہوں۔ کمشنر صاحب کی مہربانی ہے جو انھوں نے احکامات صادر کیے۔ اس سے کچھ نرمی پیدا ہوئی۔ میری جناب موجودہ حکومت سے اپیل ہے کہ بے گھر اور بے زمین لوگوں کو کم از کم سات مرلہ پانچ مرلہ رہائش کے لیے رقبہ دیا

جائے۔ سرکار کا رقبہ بھی دیہات میں خالی پڑا ہوا ہے۔ ہمارے لوگ عموماً شہروں میں نہیں دیہاتوں میں ہیں تو ان کے لیے مالکانہ حقوق دیے جائیں اور رہائشی کالونیاں بنائی جائیں۔ تاکہ ان کو اپنا گھر مل سکے۔ جناب سپیکر! پنجاب میں 1992ء میں مندر گرائے گئے تھے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ خدا کا گھر خدا کا گھر ہی ہوتا ہے۔ بابری مسجد کو گرانا ہندوؤں کا زوال تھا۔ وہ خدا کا گھر تھا۔ انھوں نے پہل کر کے بابری مسجد کو گرایا جو کہ خدا کی لعنت سے کبھی نہیں بچیں گے۔ میرا یہ بھی ایمان ہے کہ جہاں مسجد ہے' گرجا ہے' مندر ہے وہ خدا کا گھر ہے۔ تو جہاں بھی یہ خدا کے گھر ہیں ان کو اسی جگہ پر تعمیر ہونا چاہیے۔ تاکہ وہاں خدا کی عبادت کی جا سکے اور اپنے خدا کو اور بھگوان کو یاد کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! 1995-96,1994-95,1993-94ء میں حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب نے کچھ نئے پرائمری سے مڈل تک سکول دیے تھے۔ وہ سکول آبادیوں میں بن چکے ہیں لیکن وہاں آج تک کوئی ٹیچر نہیں ہے۔ وہ سکول نوٹ پھوٹ رہے ہیں۔ ان کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہے تو میری آپ کے توسط سے یہ اپیل ہے کہ کم از کم وہاں ایک دو ٹیچر تو بھیجیں۔ اگر یہی کرنا تھا تو پھر ان کو تعمیر کرنے کا کیا فائدہ تھا۔ وہ تعمیر نہیں ہونے چاہئیں تھے۔ جناب والا! اسی طرح 1995-96,1994-95, 1993-94ء میں حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب نے بجلی کا کوٹہ دیہاتوں میں اور شہروں میں دیا تھا۔ کہیں ٹھیکیداروں نے کھمبے ڈال دیے ہیں' کہیں کھمبے کھڑے کر دیے ہیں۔ تین سال ہونے والے ہیں ابھی ان کو مکمل نہیں کیا گیا۔ نامعلوم یہ پیسے تو ان کو مل گئے ہیں' work order بھی ہو گئے ہیں' ادھورا سامان ڈال کر صرف لوگوں کو خوش کیا گیا ہے کہ کھمبے آ گئے ہیں اور کام ہو جائے گا۔ جناب والا! یہ بجلی کا اہم معاملہ ہے۔ 1992ء کے بھی کہیں کہیں کھمبے لگے ہوئے ہیں تو ٹرانسفارمر نہیں ہے اگر ہے تو تاریں نہیں ہیں۔ اس لیے ان کو چالوں نہیں کیا گیا۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ جہاں جہاں بھی پیسے صرف کیے گئے ہیں تو وہاں کام کو مکمل کر کے لوگوں کی تکلیف کا ازالہ کیا جائے۔ جناب والا! ہمارے بہاولپور ڈویژن میں ایک علاقہ چولستان ہے 1978ء سے چولستان کے لوگوں کی درخواستیں کمیٹیوں سے پاس شدہ ہیں۔ آدھے سے زیادہ کو آلاٹمنٹ اسی وقت کر دی گئی اور جو رہ گئے وہ ابھی تک محروم ہیں۔ آپ کے توسط سے میری یہ حکومت کو اپیل ہے کہ بین کھولا جائے اور ان لوگوں کو بھی جن کی درخواستیں منظور شدہ ہیں ان کو بھی آلاٹمنٹ کی جائے۔ مزید چولستان میں پانی کا بھی اضافہ کیا جائے۔ جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ میرا حلقہ انتخاب پورا پنجاب ہے۔ مجھے

لوکل ترقیاتی فنڈز سے کچھ نہیں ملتا تو مہربانی کر کے کم از کم باقی ایم پی ایز کو جتنا فنڈ اپنے حلقے کے لیے ملتا ہے۔اتنا فنڈ مجھے بھی پورے پنجاب میں دیا جائے۔

جناب سپیکر، جی رانا صاحب

رانا محمد اقبال خان، للہ صاحب پورے پنجاب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کیونکہ پورا پنجاب ان کا حلقہ ہے تو جس طرح وزیر اعلیٰ سارے پنجاب کے لیے ہیں ۔ یہ بھی سارے پنجاب کے لیے ہیں۔ ان کے پاس جو صوابدیدی فنڈز ہیں انھیں چاہیے کہ کم از کم آدھ تو ان کو دیں۔

جناب سپیکر، بلکہ سنا ہے کہ سردار عارف نکئی صاحب نے فرمایا تھا کہ ہر ایم پی اے اپنے حلقے کا چیف منسٹر ہے تو ان کا حلقہ پورا پنجاب ہے تو یہ پورے پنجاب کے چیف منسٹر ہیں۔

للہ مہر لال بھیل، جناب سپیکر! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ صوبہ سندھ ' صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان میں اقلیتی وزارتیں قائم ہیں۔ ہمارا یہ بہت بڑا صوبہ ہونے کے باوجود ہماری آج تک وزارت قائم نہیں کی گئی تو میری حکومت پنجاب سے اور حکومت پاکستان سے یہ اپیل ہے جیسا کہ باقی چھوٹے چھوٹے صوبے ہیں۔ وہاں اقلیتی امور کی وزارتیں ہیں تو اسی طرح پنجاب میں بھی اقلیتی وزارت قائم کی جائے۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی للہ صاحب

للہ مہر لال بھیل، پچھلی دفعہ جناب نے دو منٹ ہی دیے تھے۔ پچھلے بجٹ میں۔

جناب سپیکر، اس مرتبہ تو اب آپ کو بولتے ہوئے آدھا گھنٹا ہو گیا ہے۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمایے۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا، جناب سپیکر! للہ صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ اقلیتوں کا بھی وزیر ہونا چاہیے۔ لیکن للہ صاحب کو یہ غلط فہمی ہے۔ یہ پھر بھی وزیر نہیں بنیں گے' شیلا بن جائے گی۔

لاللہ مہر لال بھیل، شیلا بنیں گی' ہم تو اتنے خوش ہوں گے کہ اقلیتی وزارت تو ہے۔ شیلا ہی بن جائے کوئی حرج نہیں ہے۔ (مداخلت) شیلا بن جائے کوئی بن جائے۔ شیلا بنے گی تو اقلیت سے بنے گی ناں۔ تو میں خوش ہوں گا۔ کوئی بات نہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح آپ کو معلوم ہے کہ سابقہ حکومتوں نے اقلیت کو چار حصوں میں بانٹ دیا' حالانکہ یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ بلدیاتی اداروں میں ہمارے ووٹ اکٹھے ہیں۔ کوئی بھی بنتا ہے ان میں یہ فرق نہیں ہوتا کہ آپ ہمارے ووٹر نہیں ہیں۔ صرف قومی اور صوبائی میں جا کر ہمیں چار حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ مرزائیوں کی سیٹ علیحدہ' پارسیوں کی سیٹ علیحدہ' ہندوؤں کی سیٹ علیحدہ' عیسائیوں کی سیٹیں علیحدہ۔ تو اس میں میرا یہ مطالبہ ہے کہ ہم اقلیتوں کو اکٹھا کیا جائے جیسے کہ بلدیاتی اداروں میں ہم اکٹھے ہیں اسی طرح قومی اور صوبائی میں بھی ہمارے ووٹ اکٹھے ہوں تاکہ ہم میں یہ تفریق پیدا نہ ہو کہ آپ ہمارے ووٹر نہیں ہیں۔ (مداخلت) کوئی نئیں۔ میں اپنی قابلیت نال بنساں۔ جڑا بنسیں اوہدے وچ ایہہ فرق نہ ہوسی۔

جناب سپیکر، مہربانی' اب آپ تشریف رکھیں۔ نہیں' بس۔

لالہ مہر لال بھیل، صرف ایک منٹ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ پنجاب حکومت شہروں میں تین مرلہ' پانچ مرلہ سکیموں کے تحت رہائشی کالونیاں بنا رہی ہے اسی میں اقلیتوں کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ مہربانی سر۔

جناب سپیکر، محترم ایس اے حمید۔

جناب ایس اے حمید، شکریہ۔

جناب سپیکر! میزانیہ خواہ صوبائی ہو یا وفاقی' اسے عوامی امنگوں کا ترجمان اور ترقی کا آئینہ دار ہونا چاہیے۔ پچھلے انچاس سال میں جتنے بھی میزانیے پیش کیے گئے ان کا فکر انگیز پہلو یہ ہے کہ باوجود اس بات کے کہ ہر سال ٹیکسوں کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ لیکن کوئی بھی بجٹ متوازن نہیں۔ اس سے یہ بات عیاں ہے کہ ہم نے جس وفاداری کے ساتھ غیر ملکی حکم رانوں کے چھوڑے ہوئے بجٹ کے ڈھانچے کو اپنایا اسے ترک کر کے ہم اسے قومی تقاضوں کے مطابق اگر ہم آہنگ نہیں کرتے تو اس وقت تک اقتصادی ابتری قائم رہے گی۔ خواہ یہ حکومت چلنے پھرنے پر بھی ٹیکس لگا دے ہمارا میزانیہ متوازن نہیں ہو سکتا۔ غیر ملکی حکم رانوں نے اپنے مخصوص مفادات کے پیش نظر غیر منقسم ہندوستان میں عوام پر اپنا انتظامی کنٹرول مستحکم کرنے کے لیے ایسے طور پر بجٹ کا ڈھانچہ دیا تاکہ عوام کو ابتلاء اور مصیبتوں میں اور بدحالی کا شکار رکھے۔ انھیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جائے۔ یہ مقام افسوس ہے کہ انچاس سال گزرنے کے باوجود ہم نے قومی امنگوں کے مطابق اپنے میزانیے کی تشکیل نہیں کی اور اس

میں انقلاب انگیز تبدیلی نہیں کی۔ اس دفعہ کا میزانیہ بھی انہی لائنوں پر' انہی خطوط پر پیش کیا گیا۔ اس سے قبل کہ میں صوبائی میزانیے کی بات کروں' وفاقی میزانیے کا کچھ سرسری جائزہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! وفاقی میزانیے کا کل حجم ۵ کھرب ۲۰ کروڑ روپے ہے۔ لیکن سب سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہمیں ٹیکسوں سے آمدن صرف ۲۸۰ ارب روپے ہوگی۔ ۴۰،۸ ارب کے نئے ٹیکس لگائے گئے ہیں۔ ۱۰۳ ارب کے بیرونی قرضے لیے جائیں گے۔ اور ۶۰ ارب روپیہ اندرون ملک بنکوں سے' سٹ، ٹ، ک، سے لیا جائے گا۔ اس طرح بجٹ کا مجموعی خسارہ ۲۲۰ بلین روپے ہوگا۔ جو پاکستان کی تاریخ کا ریکارڈ خسارہ ہے۔ اب اس میں اگر اخراجات کا تجزیہ کریں تو ۱۸۶ ارب روپے صرف ہم سود اور اس کی قسطوں کی ادائیگی پر خرچ کریں گے۔ ۱۳۱ ارب روپے ہم دفاع پر خرچ کریں گے۔ پچھلے سال ۱۱۵ ارب روپے دفاع پر خرچ کیے تھے۔ آج ۱۵ فی صد شرح کے حساب سے اگر افراط زر count کیا جائے تو تقریباً ۱۲۵ ارب روپیہ دفاع پر بنتا ہے۔ اس لیے ہم نے دفاع پر کوئی زیادہ خرچ نہیں کیا۔ حکومت کے فضول اخراجات کا یہ عالم ہے کہ ۱۲ ارب روپے جو نج کاری کے ذریعے وفاقی حکومت کو ملے وہ بھی جاری اخراجات میں خرچ کیے گئے۔ اور آئندہ سال جو ۱۴ ارب روپیہ ملنے والا ہے اس کو بھی خرچ کرنے کا پروگرام بنایا جا چکا ہے۔ پچھلے سال کی نسبت ۱۲ بلین کا زیادہ قرضہ لیا گیا۔ حکومت نے اپنے اخراجات میں بے تحاشا اضافہ کر کے قومی خزانے کو زیر بار کرنے کی جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آئندہ مالی سال وزیر اعظم سیکرٹریٹ کی مرمت کے لیے ۱۵۳،۸ ملین روپے کی رقم خرچ ہوگی۔ ۵۶ ملین روپے کی رقم پرائم منسٹر ہاؤس کمپلیکس کے لیے لگنی ہے۔ وزیر اعظم سیکرٹریٹ اور دفاتر کے لیے ۹۲، ملین روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ جب کہ نیشنل ہاؤسنگ اتھارٹی جو فیڈرل ادارہ ہے اس کے لیے صرف ۲ ملین رکھے گئے ہیں۔ ایوان صدر میں سوئمنگ پول کا بہت چرچا تھا۔ ۵ ملین روپے خرچ کیے گئے۔ اب ۴،۳ ملین روپے دوبارہ رکھے گئے ہیں۔ اس طرح ۱۲،۳ ملین روپے سے ایوان صدر میں سوئمنگ پول مکمل ہوگا۔ اور اس پر حکومت یہ دعوٰی کرتی ہے کہ وہ عوام کے لیے سہولیات مہیا کر رہی ہے۔ یہ دعوٰی سراسر فراڈ اور بے وزن ہے۔ حکومت نے بجٹ کے خسارے کو کم کرنے کا دعوٰی کیا ہے۔ ہماری پرائم منسٹر صاحبہ فرماتی ہیں کہ ہم یہ خسارہ ۵،۲ فی صد تک لے آئے ہیں۔ لیکن جس طرح قرضوں کا بوجھ بھاری شرح سود پر اس وقت ہمارے ملک میں ہمارے ملک کے خزانے پر پڑ چکا ہے اس سے افراط زر پیدا ہوگا۔

وہ بجٹ کی کمی میں مثبت اثرات کو زائل کر دے گا اور افراط زر عوام کو مہنگائی کی ایک زبردست لپیٹ میں لے آئے گا۔ اس بجٹ میں صرف ۳۴ اشیاء کو چھوڑ کے تمام اشیاء پر جو مینوفیکچر ہوں گی ان کے اوپر پندرہ فی صد سے اٹھارہ فی صد' اور بیس فی صد سے تیس فی صد تک سیلز ٹیکس لاگو کر دیا گیا ہے۔ یہ بالواسطہ ٹیکس ہے۔ آج اگر ان ٹیکسوں کا تجزیہ کریں تو ۹۴ فی صد ٹیکس بالواسطہ ہیں۔

جناب سپیکر! تنخواہ دار طبقہ پس چکا ہے۔ ان کی آمدنی پہلے ہی محدود تھی۔ لیکن اب موجودہ بجٹ کی رو سے انھیں بھی اپنے الاؤنسوں پہ ٹیکس دینا پڑے گا۔ ان حالات میں آج وہ طبقہ جو سرکاری' غیرسرکاری' نیم سرکاری یا نجی شعبے میں کام کر رہا ہے جس کی تنخواہ محدود ہے اس کے لیے کسی قسم کا کوئی مہنگائی الاؤنس' کسی قسم کی تنخواہ کا اضافہ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! آج ہمارے بجٹ کے اخراجات 87 % ہیں اور 8 % تنخواہوں پر خرچ ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی 95 % اخراجات ہوں گے اور حکومت کے پاس صرف 5% بچت ہو گی جو ملک کا نظام چلانے کے لیے باقی بچے گی۔

جناب سپیکر! آج ہمیں ٹیکسوں کی بنیاد کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ بدعنوانی کا خاتمہ کر کے غیر پیداواری اخراجات میں کمی کرنے کی ضرورت ہے اور ٹیکسوں کے نظام کی وصولی کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ عوام کو صرف اعداد و شمار کی جادوگری سے متاثر نہیں کیا جا سکتا۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ٹھوس اور مثبت اقدامات کرنے ہوں گے۔

جناب سپیکر! اس ملک میں لوٹ سیل کا سماں ہے۔ کہیں پی۔ ٹی۔ سی کے شیئر فروخت کیے جا رہے ہیں۔ کہیں بینک ایکویٹی کے شیئر فروخت کیے جا رہے ہیں اور آج اس کے 25% شیئر فروخت کر دیے گئے ہیں اور اب برما کیسٹرول کے حصص فروخت کرنے کے لیے پروگرام بنایا گیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بلوچستان کی اسمبلی نے یہ قرار داد پاس کی ہے کہ اگر سوئی گیس کے فیلڈ کے شیئر فروخت کیے گئے تو آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان نے نہ صرف اس مسئلہ کو سپریم کورٹ میں لے جانے کا فیصلہ کیا ہے بلکہ مشترکہ مفادات کی کونسل میں انھوں نے اس مسئلے کو اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ حکمران آج حساس اور سیکورٹی کے مدنظر جو ادارے ہیں انھیں غیر ملکی حکومتوں کے پاس فروخت کر رہے ہیں۔ ماضی میں گیس' بجلی' ٹیلی فون اور اس کے علاوہ گوادر' کلفٹن اور قادر پورگیس فیلڈ کو فروخت کرنے کی باتیں ہم نے سنیں۔ اس کے بارے میں عوام

میں اضطراب ہے۔ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت' دنیا کی کوئی حکومت اپنی سیکورٹی سے متعلقہ ادارے کبھی غیر ملکیوں کو فروخت نہیں کرتی۔ لیکن یہ پاکستان کی موجودہ حکومت نے ایسی لوٹ سیل لگا رکھی ہے کہ جو ادارے منافعوں میں جا رہے ہیں انھیں فروخت کیا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ نجی شعبہ میں وہ صنعتیں دی جاتی ہیں جو گھاٹے میں جا رہی ہوں۔ ہم نے پی۔ ٹی۔ سی اور قادر آباد گیس فیلڈ' بجلی اور اس کے علاوہ پی۔ ٹی۔ سی کے شیئر جو تمام کے تمام منافعے کے ادارے تھے ان کو فروخت کرنے کا پروگرام صرف اس لیے بنایا ہے کہ under hand کام کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! حکومت نے 41 ارب روپے کے ٹیکس عائد کیے ہیں اور 20 ارب بینکوں سے قرضہ لینے کا عندیہ ظاہر کیا ہے جو فی الحقیقت مزید کرنسی نوٹ چھاپ کے پیدا کیا جائے گا۔ پھر یہ اضافہ 41 ارب روپے کا نہیں ہو گا بلکہ اس کے نتیجے میں افراط زر پیدا ہو گا اور جب افراط زر پیدا ہو گا تو مہنگائی پیدا ہو گی اور جب مہنگائی پیدا ہو گی تو پھر یہ جو بوجھ پڑے گا یہ تقریباً ایک کھرب سے کم نہیں پڑے گا۔

جناب سپیکر! میں آپ کے سامنے ایک documentary evidence پیش کرنا چاہتا ہوں۔ The Asia Pacific Review 1996 - یہ Asia and Pacific Review میں پورے ساؤتھ ایسٹ ایشیاء کے بارے میں پوری ایک سروے رپورٹ بنائی گئی ہے۔ اس میں inflation کا ریٹ پاکستان میں 15% ہے۔ جب کہ ہماری حکومت یہ کہتی ہے کہ ہم single digit پر لے آئے ہیں یعنی 9% لیکن یہ بتاتا ہے 15.1% ۔ اس میں کرپشن کے بارے میں جو ایک operative para ہے۔ میں صرف اسے پڑھنا چاہتا ہوں کہ،

" Corruption is a way of life in Pakistan At the root of the country's persistent political instability is the failure of the few hundred feudal land-owning families to release their vice-like grip on power and wealth."

اس کے بعد جو ہماری judiciary ہے اس کے بارے میں یہ Review کہتا ہے کہ

While paying lip service to an independent judiciary the Bhutto Government has frequently used the criminal justice

system to brow beat and intimidate its political opponents. Several opposition leaders and their relations including those of former Prime Minister Nawaz Sharif have been detained on charges of corruption.

یہ اس بات کا عکس دیتا ہے کہ آج ہمارے ملک میں صورت حال کیا ہے اور پھر اس میں انڈسٹری کا جو گراف بنایا گیا ہے اس کے لیے میں آپ کے سامنے ایک سرکاری document پیش کر رہا ہوں جس میں یہ ہے کہ،

From Working Paper for 55th meeting of National Accounts Committee on gross domestic products and investment held on 17th April, 1996."

اس میں اگر آپ انڈسٹری میں مینوفیکچرنگ سائیڈ پر جائیں تو جو Large scale industry ہے اس کا 1993-94ء میں 4.1% اس کا growth rate تھا لیکن یہ 1994-95ء میں کم ہو کر 0.5% رہ گیا۔ پھر 95-96ء میں 1.6% ۔ اس ملک کے ساتھ یہ المیہ ہے کہ آج ہماری جو انڈسٹری ہے اس کا growth rate بجائے 6.5% کے صرف 1.6% رہ گیا ہے جس سے پورے ملک کا setup برباد ہو چکا ہے۔ آج اس ملک کی پوری انڈسٹری میں سے 30% انڈسٹری بند ہے لیکن اس انڈسٹری کو چلانے کی بجائے ان کے اوپر مزید 15 فیصد سے 18 فیصد اور 20 فیصد سے 23 فیصد سیلز ٹیکس عائد کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! یہ فیڈرل گورنمنٹ کا ایک خاکہ تھا جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اب میں پنجاب کے بجٹ کی طرف آؤں گا۔ پنجاب میں 84 ارب 5 کروڑ کا میزانیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں قابل ذکر تعمیر پنجاب پروگرام کی بات ہے۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ پنجاب کو کیا ملا ہے۔ تعلیم کے لیے 1995-96ء میں 2.77 بلین روپے رکھے گئے۔ 96ء میں 2.72 بلین رکھے گئے ہیں جو کہ 5 کروڑ روپے کی کمی ہے۔ صحت کے لیے 1.25 بلین اور آج 1.26 بلین ہے۔ ہاؤسنگ کے لیے 3.42 بلین اور آج اس کو 4.34 کر دیا گیا ہے یعنی کہ 92 کروڑ کا اضافہ کیا ہے۔ پانی اور بجلی کے لیے 40 کروڑ کی بجائے ایک ارب 60 لاکھ یعنی 1.21 ارب روپے کا اضافہ ہے۔ پھر زراعت جو ہمارے ملک کی بنیاد ہے۔ جس کی بنیاد پر یہ پورا نظام چل رہا ہے۔ جس کی پیداوار سے ہماری 60% برآمدات حاصل ہو رہی ہیں۔ جو ملک کی سب سے بڑی بنیاد ہے اس کے لیے 1.62 بلین سے بڑھا کر صرف 1.73 بلین کیا

گیا ہے۔ صنعت کے لیے 11 کروڑ 95ء میں اور 11 کروڑ 96ء میں۔ آج 7 کروڑ کی آبادی کے صوبے میں صرف سات انٹرمیڈیٹ کالج کھلے ہیں اور چھ سابقہ ووکیشنل سکولوں کے لیے فرنیچر مہیا ہو رہا ہے۔ یہ ہمارا تعمیر پنجاب کا پروگرام ہے۔

جناب سپیکر! پھر پنجاب کا مقدمہ آپ نے بھی لڑا ہے اور بھی بہت سے لوگ لڑ رہے ہیں۔ ہم بھی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم نے وقتاً فوقتاً جب بھی پنجاب کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی گئی، بلا امتیاز اور بلا تفریق یہ بات اس ایوان میں کہی کہ جس نے بھی کام کیا پنجاب کی دھرتی اور اس کے سپوت اس کو یاد رکھیں گے۔

جناب سپیکر! آج کہا جا رہا ہے کہ ہم نے 11 ارب روپیہ اپنے شیئر سے زیادہ لیا ہے۔ یعنی 63 ارب کی بجائے ہم نے 74 ارب روپیہ وفاق سے Divisible Pool سے لیا ہے۔ لیکن اس 71 ارب روپے میں 3 ارب روپے کی پھر کمی ہے اور 3 ارب روپیہ وفاقی حکومت نے adjust کر لیا ہے۔ آج صوبائی وزیر خزانہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ تین ارب لینے کی کوشش کریں گے لیکن اعداد و شمار کی ہیرا پھیری سے ہمیں یہ بتایا گیا کہ گیارہ ارب روپیہ لیا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ پھر اس کے بعد پنجاب کو کپاس، گندم اور چاول میں سے کسی کی رائلٹی نہیں مل رہی۔ سندھ کو تیل کی رائلٹی مل رہی ہے، سرحد کو پانی، بجلی کی رائلٹی مل رہی ہے اور بلوچستان کو گیس کی رائلٹی مل رہی ہے لیکن پنجاب کو کسی چیز کی رائلٹی نہیں مل رہی حالانکہ پنجاب وہ صوبہ ہے جو گندم کی درآمد پر ایک سو اسی کروڑ روپیہ زائد خرچ کرتا ہے۔ پنجاب وہ صوبہ ہے جس کا 125 ارب کا خزانہ سب سڈی کی شکل میں زیر بار ہے اور پھر پاسکو اور ہمارا فوڈ ڈیپارٹمنٹ پورے ملک کو گندم سپلائی کرتا ہے، چاول سپلائی کرتا ہے، کپاس سپلائی کرتا ہے۔ ان کی برآمدات کی وجہ سے پورے ملک کا نظام چل رہا ہے۔ پنجاب کا صوبہ ۷۴ فیصد گندم پیدا کر رہا ہے۔ چاول ملک کی چالیس فیصد ضروریات کو پورا کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں کچھ نہیں مل رہا اور ۸۱ فیصدی ہم ملک کی کاٹن کی ضروریات کو پورا کر رہے ہیں لیکن اس کے عوض ہمیں کیا مل رہا ہے؟ ہمیں کچھ نہیں مل رہا حالانکہ یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ natural source کی شکل میں اسے ہم Divisible Pool میں رکھیں گے لیکن ہمیں عملی طور پر اس کا کوئی فائدہ نہیں مل رہا۔

جناب سپیکر! ایک اور ظلم جو پنجاب کے ساتھ ہو رہا ہے وہ ہے ایف۔ اے۔ سی چارجز ہیں۔

(fuel adjustment charges) یہ بجلی میں لیے جا رہے ہیں ۔ آج تک کسی نے اس بارے میں سوچا تک نہیں کہ یہ چارجز کس چیز کے ہیں؟ سندھ میں بجلی تھرمل جنریشن کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہے جس کے اخراجات زیادہ ہیں اور سرحد میں پانی کے ذریعے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ تو ان زیادہ اخراجات کو adjust کرنے کے لیے تمام کا تمام بوجھ پنجاب اور سرحد پر منتقل کر دیا گیا ہے چونکہ پنجاب آبادی کا ۶۲ فیصد ہے اور بل بھی یہاں کے لوگ دیتے ہیں یہاں کے لوگوں سے بل وصول کئے جاتے ہیں انہیں قید کیا جاتا ہے جبکہ سرحد اور بلوچستان میں ایسا نہیں ہے محاصل ہم دیتے ہیں اس لیے fuel adjustment charges کا سب سے زیادہ بار آج پنجاب کے عوام کے اوپر پڑ رہا ہے۔ آج ہمیں بجلی کے ایک یونٹ کا خرچ چھ روپے دینا پڑ رہا ہے اور آئندہ مزید بڑھے گا ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کو بھی پنجاب کی حکومت کو مشترکہ مفادات کی کونسل میں لے کر جانا چاہیے کیونکہ وفاقی حکومت کو کسی طور پر بجلی کے نرخ مقرر کرنے کا اختیار نہیں ہے ۔

جناب سپیکر! میں نے جو گزارشات آج آپ کی خدمت میں پیش کیں میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں جب وفاقی حکومت نے اتنے ٹیکس لگائے تھے تو اگر پنجاب کا فاضل بجٹ تھا تو اسے ٹیکس لگوانے کا جواز نہیں بنتا تھا لیکن آج ایک ارب ایک کروڑ روپے کے ٹیکس پنجاب کے عوام پر لگا دیے گئے اور یہ ٹیکس کس شکل میں لگائے گئے یہ میں ذرا آپ کو بتا دوں۔ ان ٹیکسوں میں سٹیمپ ڈیوٹی اور جو کئی دوسری مدیں ہیں ان کے پیش نظر آج رجسٹریشن فیس ، کورٹ فیس ، سٹیمپ ڈیوٹی کی شکل میں یہ پورا بوجھ عوام پر پڑ چکا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں تعلیمی اور ترقیاتی اخراجات کم ہیں ۔ غیر ترقیاتی اخراجات پر آج خرچ ہو رہا ہے۔ آج وزیر اعلیٰ اپنی گاڑی درآمد کرنے کے لیے ۶۶ لاکھ کی ڈیوٹی بچاتے ہیں لیکن گاڑی کی قیمت کوئی نہیں گنتا ۔ گاڑی کی قیمت بھی تو ایک کروڑ بیس لاکھ ہے ۔ دوسرے معنوں میں دو کروڑ کا اس پنجاب کے خزانے پر جو بار پڑتا ہے اسے کوئی نہیں پوچھتا ۔ آج یہ لطیفہ ہے کہ وزیر اعظم ہندوستان فرماتے ہیں کہ میں نہ ٹی ۔ وی دیکھتا ہوں، نہ فلم دیکھتا ہوں اور مجھے گاڑی میں سفر کرنا پسند نہیں لہذا جب جی چاہتا ہے میں سائیکل پر سواری کرتا ہوں جناب سپیکر! نوے کروڑ کی آبادی کے ملک کا وزیر اعظم کہتا ہے کہ مجھے گاڑی میں سفر کرنے کی ضرورت نہیں میں سائیکل پر سفر کرتا ہوں تو ہمیں شرم آنی چاہیے۔ آج ہم اپنے پرتھ کی بات کرتے ہیں ۔ ارکان اسمبلی کی تنخواہیں بڑھا دی گئیں؛ یہ ڈبل ہو گئیں۔ وزراء چار ، چار لاکھ میں پڑتے ہیں ۔ آج ایکٹ میں

وزیر اعظم اور اس کے وزیروں کے لیے پہلے ہی پروویژن رکھ دی گئی ہے کہ جیسے ہی موقع ملے گا ان کی تنخواہیں بڑھا دی جائیں۔ لیکن جو اسلام کی بنیاد ہے آج وہ ہندو جنہیں ہم کافر کہتے ہیں انہوں نے یہ بنیاد اپنائی ہے اور میں سمجھتا ہوں ------

جناب سپیکر: Please wind up. کیجیے۔

جناب ایس۔ اے حمید: جناب سپیکر! ابھی آدھا گھنٹہ تو نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے۔

جناب ایس۔ اے حمید: اچھا جی۔ wind up کر دیتے ہیں۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آج اگر ہم اپنے پرتھ کی بات کرتے ہیں تو ہمیں غریب عوام کے بارے میں کچھ سوچنا چاہیے۔ ہم نے ان کو کیا دیا؟ آج وہ اس بات پر اتر آتا ہے کہ وہ ایم۔ پی۔ اے ہے اس کا ایک status ہے۔ وہ اس بات پر خوش ہے کہ وہ وزیر ہے وہ اس بات پر راضی ہے کہ وزیر اعلیٰ ہے۔ لیکن اقتدار آنی جانی چیز ہے اور آج اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم عوام کے دکھ درد بانٹنے کے لیے اس طور پر منصوبہ بندی کریں تاکہ غریب عوام کو اس کا فائدہ پہنچ سکے۔ جناب سپیکر! اقتدار ڈھلتی چھاؤں ہے اور آج پوری قوم امتحان اور ابتلا میں مبتلا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ سورۃ بقرہ میں اللہ پاک نے فرمایا ہے یہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ آج ہمیں جانوں کے نقصان سے، مالوں کے نقصان سے پھلوں کے نقصان سے اور خوراک کے نقصان سے آزمایا جا رہا ہے لیکن ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں اور پھر اللہ پاک فرماتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سال میں کبھی ایک بار کبھی دو بار آزمائے جاتے ہو پھر بھی تم توبہ نہیں کرتے پھر بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے لیکن ہمیں نصیحت پکڑنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ایم۔ پی۔ اے بن گئے۔ ہم ایم۔ این۔ اے بن گئے۔ ہم وزیر بن گئے یہ اقتدار سدا ہمارے پاس رہے گا۔ یہ سدا ہمارے پاس نہیں رہے گا یہ اس لیے نہیں رہے گا کہ اگر اللہ پاک نے آپ کو درجات دیے ہیں۔ اگر اللہ پاک نے آپ کو بلند مقام دیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہی ذات ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا اور بعض کو بعض درجات دیے تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ جو کچھ تم کو دیا ہے تم اس کا کیا کر رہے ہو۔ جناب سپیکر! ہمیں جو کچھ ملا ہے کیا ہم اس کا حساب دینے کے لیے تیار ہیں؟ کیا ہم اس آزمائش کے لیے تیار ہیں؟ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے اور وہ بڑا غفور الرحیم اور مہربان ہے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی ۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب محمد اکبر شاہ: جناب والا! ابھی کچھ دیر پہلے میں نے باتیں کی تھیں ۔ چونکہ ہم آپس میں بھائی ہیں۔ ہم آپس میں دوست ہیں کبھی کبھی ہمارے درمیان غلط فہمی ہو جاتی ہے ۔ سردار صاحب میرے بھائی ہیں جو یہاں پر باتیں ہوئی ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ کارروائی سے حذف کر دی جائیں ۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں ۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی سردار صاحب! آپ کیا فرماتے ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! میرے بھائی نے مان لیا ہے کہ کسی غلط فہمی سے ہوا ہے اور یہ بات غلط تھی اور میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ وہ میرا بھائی ہے کوئی بات نہیں۔

جناب سپیکر: اب یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! رفع دفع ہی ہے اگر ایک دیانتدار آدمی پر الزام لگایا جائے تو برا ہوتا ہے ۔

سید محمد عارف حسین بخاری: جناب والا! میں یہ عرض کرنی چاہ رہا ہوں کہ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی اڑتی پھرتی خبر آئے اسے بیان کرنے سے پہلے خوب چھان پھٹک لو اور اس کے بعد اسے بیان کرو۔ اگر محترم اکبر شاہ صاحب نے یہ ہوائی فائر کیا۔ انھوں نے سنی سنائی بات ایوان میں کر دی تو میرے خیال میں انھوں نے اچھا نہیں کیا۔ اگر انھوں نے یہ بات سنی سنائی ایوان میں کر دی تو انھوں نے ہاؤس کا استحقاق پامال کیا ہے ۔ اب یہ واپس نہیں ہو سکتی ۔ اگر انھوں نے تغافل کیا ہے تو یہ تغافل مجرمانہ ہے ۔ اگر انھوں نے غلط بات کی تھی تو انھوں نے پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے ۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ دو دوستوں میں غلط فہمی کی بنیاد پر جھگڑا ہوا ۔ انھوں نے آپس میں جو غلط فہمی والی بات تھی وہ طے کر لی ۔ انھوں نے ایوان میں آ کر اپنے الفاظ بھی واپس لے لیے ۔ سردار صاحب نے کہہ دیا ۔ میں چاہتا ہوں کہ اب اس کو discussion نہ بننے دیں۔ اس کو اب ختم کریں۔

جناب سپیکر: اب آگے چلتے ہیں۔ محمد اسماعیل صاحب !

حاجی محمد اسماعیل، جناب سپیکر! شکریہ!بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ میں سب سے پہلے قومی بجٹ پیش کرنے پر محترمہ بینظیر بھٹو (قطع کلامی) میری بات سنیں ۔ یہاں پہ کھڑے ہو کر قومی سطح پر الزام لگایا جا سکتا ہے تو یہاں پہ قومی سطح پر appreciate بھی کیا جا سکتا ہے ۔ قومی بجٹ پیش کرنے پر محترمہ بینظیر بھٹو وزیر اعظم پاکستان اور مخدوم شہاب الدین کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جنھوں نے اپنی رات دن کی محنت سے اس بہترین بجٹ کو پیش کیا اور پنجاب میں، میں وزیر خزانہ جناب افضل سندھو صاحب کو اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو اپنی طرف سے اور پورے ایوان کی طرف سے [illegible] پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب والا! موجودہ بجٹ پیش ہونے پر اپوزیشن کے بڑے بڑے لیڈروں نے جو بڑے بڑے بینر بنا رکھے تھے وہ دھرے کے دھرے رہ گئے ۔ کیونکہ ان کی سوچ تھی کہ ہم بجٹ پیش ہونے کے بعد عوام کو اکسائیں گے اور عوام کو حکومت کے خلاف سڑکوں پہ لانے کے لیے اپیل کریں گے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ بجٹ نے ان کے کیے پر پانی پھیر دیا۔ موجودہ بجٹ نے عوام کو جو کچھ ان کی امنگوں کے مطابق تھا وہ کچھ دیا اور موجودہ حکومت پنجاب نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہم واقعی عوامی حکومت سے ہیں عوام سے ہیں اور اپنے عوام کے لیے بہتر بجٹ بنانا جانتے ہیں۔ بجٹ تقریر کرتے ہوئے اپوزیشن لیڈر نے بہت بہت الزام لگائے ' بہت بڑی فہرستیں پیش کیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ الزام لگانے سے کسی کے بجٹ یا کسی قومی دستاویز کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ۔ پسند نا پسند ایک اپنی بات ہے ۔ کوئی کسی بجٹ کو مسترد کر دے یا appreciate کرے ۔ یہ اپنی اپنی سوچ ہے ۔ یہ کوئی بات نہیں کہ بجٹ ہم خود بنائیں تو کہیں بہت اچھا بجٹ پیش کیا ۔ اگر حکومت نے بجٹ پیش کیا تو یہ بجٹ نہیں ہے بلکہ عوام کا قتل کیا گیا ہے۔ میں اپوزیشن والوں سے یہ گزارش کروں گا کہ بھائی جب آپ بات کرتے ہیں تو ہم آپ کی جائز بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کبھی کبھی آپ بھی اپنے ضمیر کے مطابق اچھی بات کو appreciate کر لیا کریں۔ اسی طرح پھر ایوانوں میں حکومت اپنے ملک کے لیے اپنے صوبے کے لیے اور اپنے عوام کے لیے ایک اچھی سوچ رکھتی ہے ۔ جب ہم بیٹھ کر یہاں پہ ذاتی انا کی سیاست کرتے ہیں تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ چاہے موجودہ حکومت اس سے بھی بہتر بجٹ پیش کر دے تو یہ اپنی انا کو زندہ رکھنے کے لیے تب بھی کہیں گے کہ یہ بجٹ بجٹ نہیں ہے بلکہ یہ عوام کا خون کیا گیا ہے۔ یقین مانیں ' میں 1988ء میں کارپوریشن کا ایک معمولی

کونسلر تھا۔ حکومت پاکستان نے جب مرکز میں بجٹ پیش کیا تو میں نے خود اخباروں میں دیکھا کہ ایک لیٹر تیل مہنگا کرنے پر بڑے بڑے اشتہار لگائے کہ حکومت پیپلز پارٹی نے عوام کا خون چوس لیا۔ جب میاں صاحب 1990ء میں وزیر اعظم پاکستان بنے تو جاتے ہوئے 4 روپے فی لیٹر تیل مہنگا کر دیا۔ کیوں؟ انھیں یہ کہنا پڑا کہ یہ چار روپے لیٹر تیل مجھے اس لیے مہنگا کرنا پڑا ہے کہ یہ قومی مجبوری ہے۔ جب آپ خود سمجھتے ہیں کہ اس سیٹ پر بیٹھ کر قومی مجبوری ظاہر کی جا سکتی ہے تو جب دوسری حکومت آئے تو پھر قومی مجبوری کو مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ میں نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ جب انسان آپ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتا ہے تو پھر کچھ اور ہوتا ہے۔ قوم نے احتجاج کیا، قوم سڑکوں پر آئی تو میاں صاحب نے بہت شفقت فرماتے ہوئے ایک روپے فی لیٹر تیل سستا کر دیا۔ مگر قوم پر پھر بھی تین روپے لیٹر مسلط کیا گیا۔ ہم نے تو اس وقت یہ تسلیم کیا کہ ہو سکتا ہے کہ قومی مجبوری ہے مگر موجودہ قومی حکومت نے اپنے عرصہ تین سال میں صرف ایک روپیہ فی لیٹر تیل مہنگا کیا ہے۔ اور اس کو بھی انھوں نے مہنگائی کے چرچے سے آسمان پہ بٹھا دیا۔ آج 13 تاریخ کو جو قومی بجٹ پیش کیا گیا اس میں تیل سستا کیا گیا۔ یقین مانیں کہ جب تیل سستا ہوا تو میں سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن کی طرف سے کوئی بھی اچھے الفاظ سے خراج تحسین پیش نہیں کیا گیا۔ ہونا یہ چاہیے کہ جب آپ ایک سخت بات کو لیتے ہیں تو جب اچھی بات ہو اس کو بھی سراہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن کو اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔ مگر یہ طریقہ نہیں ہے کہ ہم تو مانتے ہی نہیں۔ آپ کے نہ ماننے سے ہمیں کیا فرق پڑے گا۔ ہم نے جو بجٹ بنایا ہے اسے انشاء اللہ تعالیٰ اکثریتی رائے سے پاس بھی کریں گے۔ کیوں کریں گے کہ یہ بجٹ ہمارے تمام نمائندوں کی مشاورت سے بنایا گیا ہے۔ بجٹ یونہی نہیں بنتا۔ بجٹ بنانے میں وقت لگتا ہے۔ تین ماہ کا عرصہ میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور تمام وزراء نے بیٹھ کر کیبنٹ میٹنگ میں اس بجٹ کو ڈسکس کیا۔ جب بجٹ کو ڈسکس کیا گیا تو جہاں پر قومی مفاد کے خلاف بات ہوئی وہاں اس پر اعتراض کیا گیا۔ اور وہاں اعتراضات کو ختم کر کے وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ نے اس بجٹ کے مسودہ کو تیار کیا۔ اور جب اس مسودہ کو تیار کیا گیا تو 14 جون کو جب اس بجٹ کو اسمبلی میں پڑھا جا رہا تھا تو اپوزیشن نے صرف اپنے آقا اور اپنے رہنما میاں نواز شریف کو خوش کرنے کے لیے یہاں پر واویلا کیا۔ حالانکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کو بھی یہ بجٹ قبول ہے۔ مگر وہ مجبور تھے۔ ان کو اوپر سے یہ ہدایات تھیں کہ آپ نے بجٹ سننا نہیں کیونکہ ہم نے نہیں سنا۔ جب انھوں

نے نہیں سنا تو یہ بھی نہیں سنیں گے ۔ تو آپ نے شاید دیکھا ہو گا کہ ان کی یہ 14 تاریخ کی کارروائی کی وجہ سے ان کے اپوزیشن لیڈر کی تقریر کے دوران جو آوازیں کسی گئیں وہ صرف 14 تاریخ کے حوالے سے تھیں ۔ جب ہم نے اور انھوں نے محسوس کیا کہ نہیں یہ طریقہ غلط ہے تو پھر اس کے بعد کل سے ہاؤس کی کارروائی چل رہی ہے ۔ اس کے بعد کسی نے اعتراض نہیں کیا ۔ موجودہ بجٹ پر تقریر کرنے کا اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا ہر آدمی کو حق حاصل ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن اس پر اعتراضات کرے ۔ ہمیں اعتراضات سننے چاہییں۔ ہمیں اعتراضات نوٹ کرنے چاہییں۔ ہمیں اپنی کیبنٹ میٹنگ میں اس کو ڈسکس کرنا چاہیے ۔ کیونکہ جب یہ قومی مفاد کی بات کریں گے تو کوئی بھی باشعور آدمی ان کی بات کو جھٹلا نہیں سکتا ۔ خدارا اپنی جھوٹی انا کو ختم کریں اور پورے پنجاب کو بچائیں۔ سات کروڑ عوام کی بات تو کرتے ہیں مگر سات کروڑ عوام کی نمائندگی نہیں کرتے اس لیے کہ اس میں ان کی جھوٹی انا ہے اور وہ ختم ہو جاتی ہے ۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ووٹروں کو جواب دینا ہے ۔ وہ کہیں گے کہ آپ نے تو حکومت کے بجٹ کی تائید کر دی ہے تو بھئی آپ نے اگر اپنے ووٹروں کو جواب دینا ہے تو ہم نے بھی اپنے حلقے کے ووٹروں کو جواب دینا ہے ۔ ہم نے اپنے حلقے کے ووٹروں کو وہ حق دینا ہے جس کے لیے انھوں نے ہمیں یہاں پر بھیجا ہے ۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ہم اپنے حلقے کے ووٹروں کو یہاں پر کوئی نقصان پہنچائیں یا ان کا حق چھین لیں ۔ نہیں ہم نے بھی اپنے حلقے کے ووٹروں کو جواب دینا ہے اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ جب اپوزیشن کے ممبران اپنے حلقوں میں جاتے ہیں ۔ یہاں پر وہ کوئی اچھی بات کر دیں تو وہاں پر ووٹرز انھیں گھیر لیتے ہیں کہ بھائی آپ نے تو وزیر اعلیٰ پنجاب کی بہت تعریف کر دی ۔ آپ نے تو وزیر خزانہ کی وہاں پر بہت تعریف کر دی ۔ وہ کہتا ہے کہ بھائی انھوں نے ایک اچھی بات کی تھی میں نے تعریف کر دی وہ کہتے ہیں کہ آپ کو ہم نے اس لیے نہیں بھیجا ' میاں نواز شریف نے تو آپ کو کہا تھا کہ آپ نے ماننا ہی نہیں ۔ آپ کو بالکل نہیں ماننا چاہیے' سندھو صاحب اپنے بجٹ کی سو تعریفیں کریں ۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ یہ اپنا فرض بڑے اچھے طریقے سے نبھا رہے ہیں ۔

جناب والا! موجودہ بجٹ میں تعلیم کے لیے 23 ارب روپے رکھے گئے ہیں ۔ تو یہ 23 ارب روپے وزیر خزانہ یا وزیراعلیٰ پنجاب اپنی جیب میں ڈال کر نہیں لے جائیں گے بلکہ اس کو پنجاب کی عوام کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لیے خرچ کیا جائے گا ۔ یہ پیسہ ہم اپنے گھروں میں نہیں لے

جائیں گے اور کوئی بھی حکومت جب کسی مد میں پیسے رکھتی ہے تو وہ ان کو اپنی جیب میں نہیں لے جاتی ۔ وہ عوام پر خرچ کیے جاتے ہیں ۔ جب پیسہ عوام پر خرچ ہو گا تو عوام اس حکومت کو ضرور اچھا کہے گی ۔ پچھلی دفعہ ہم نے محکمہ تعلیم میں جو نوکریاں رکھی تھیں وہ ہم نے اپنے حلقے کے لوگوں کو دی ہیں ۔ کل میاں صاحب الزام لگا رہے تھے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ ، تعلیم یافتہ لوگ گھوم رہے ہیں، نوکری کے لیے دھکے کھا رہے ہیں اور انھیں نوکری نہیں ملتی ۔ نوکری دینے کے لیے ممبران اسمبلی اور وزراء پیسے مانگتے ہیں ۔ جناب سپیکر ! میں on the floor of the House حلف دے کر یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے حلقے 59 میں 139 نوکریاں ان لوگوں میں تقسیم کی ہیں جو میرٹ پر آتے تھے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اگر ایک آدمی ثابت کر دے کہ میں نے اس سے چائے کا کپ بھی پیا ہے تو میں اسمبلی کی سیٹ سے استعفیٰ دے دوں گا ۔ یہ صرف الزام لگانے کی بات ہے ۔ دوسروں کو خوش کرنے کی بات ہے ۔ آئیں میرے حلقے کے لوگوں سے پوچھیں کہ میں نے کتنے حق دار لوگوں کو ان کا حق دلوایا ہے ۔ اس لیے دلوایا ہے کہ موجودہ حکومت نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ ہم نے اپنے عوام کی خدمت کرنی ہے اور حق دار لوگوں کو ان کا حق دینا ہے ۔ -----

جناب سپیکر : آپ اب wind up کیجیے ۔

جناب محمد اسماعیل جناب! میں نے ابھی wind up نہیں کرنا بلکہ میں نے آپ سے اجازت لینی ہے کہ میں ابھی بجٹ پر مزید تقریر کرنا چاہتا ہوں اور اپوزیشن لیڈر کی باتوں کا جواب دینا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر : آپ کے پاس صرف پانچ منٹ ہیں ۔ آپ پانچ منٹ میں جو کہنا چاہتے ہیں کہہ لیں ۔

جناب محمد اسماعیل : جناب والا ! یہاں پر بیٹھے ہوئے ہمارے دوستوں نے کہا کہ ہمیں ترقیاتی فنڈز نہیں ملے ۔ موجودہ بجٹ میں بھی ہم نے جو 15 ارب روپے ترقیاتی کاموں کے رکھے ہیں وہ ساری رقوم ترقیاتی کاموں کے لیے ہم نے صرف حزب اقتدار والوں کو نہیں دینی بلکہ ہم نے اپوزیشن کے حلقوں میں بھی کام کروانے ہیں کیونکہ یہ عوام کا پیسہ ہے۔ کسی ایم پی اے یا ایم این اے کا پیسہ نہیں ہے۔ ہم نے پہلے بھی ان کے حلقوں پر خرچ کیا ہے اور آئندہ بھی خرچ کریں گے ۔ یقین مانیں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے پنجاب کے پانچ بڑے شہروں کے لیے 90 کروڑ روپے اس لیے دیئے ہیں کہ پنجاب کے وہ پانچ بڑے شہر جہاں پر آج تک قومی حکومت کی طرف سے کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوا

تھا وہاں پر ترقیاتی کام ہو سکیں۔ ان پانچ شہروں میں فیصل آباد ' گوجرانوالہ ' سیالکوٹ ' لاہور اور ملتان شامل ہیں۔ کیا یہ پیسہ وزیراعظم صوبہ سندھ میں لے گئی ہیں ؟ انھوں نے بھی پنجاب کے شہروں کو اولیت دی ہے ' پنجاب کے پانچ بڑے شہروں کو سنوارنے کے لیے انھوں نے پیسہ مہیا کیا ہے۔ اپوزیشن لیڈر نے یہاں پر یہ تو نہیں کہا کہ ہم محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کے مشکور ہیں کہ انھوں نے خصوصی بجٹ سے پنجاب کے ان پانچ بڑے شہروں کو اولیت دی ہے ۔ وہ یہ نہیں کہیں گے کیونکہ اگر ایسا کہیں گے تو اوپر سے کان کھینچ دیے جائیں گے ۔ لہٰذا یہ بالکل ایسا نہیں کہیں گے ۔ میں انھیں صرف اس بات کی دعوت دینا چاہتا ہوں کہ جناب آئیں ہم پنجاب کی نمائندگی کا حق ادا کریں ۔ اس طرح نہیں کہ پنجاب میں دھماکے ہوں تو یہ کہیں کہ یہ حکومت کروا رہی ہے ' یہ حکومت کمزور ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ کوئی بھی حکومت اپنے خلاف کوئی ایسا وقوعہ نہیں کرواتی ۔ حکومت کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے کہ امن و امان برقرار رکھے اور کوئی حکومت یہ نہیں چاہتی کہ امن و امان برقرار نہ رہے ۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ پنجاب میں بھی ہم کنٹرول کر سکتے ہیں ۔ یہ کوئی بڑا کام نہیں ہے ۔ ہم نے کراچی کے اتنے بڑے منصوبے کو ناکام بنایا ہے جسے اپوزیشن کی آشیر باد بھی حاصل تھی ۔ جس کو غیر ملکی آقاؤں کی آشیر باد حاصل تھی ۔ اللہ کے فضل و کرم ' عوامی طاقت اور اپنے نمائندوں کی مدد سے ہم نے کراچی کے اس پلان کو ناکام بنایا اور وہاں کی عوام کو سکھ کی نیند دی ہے ۔ ہم پنجاب میں بھی اس کو کنٹرول کر سکتے ہیں ۔ میں وزیراعلیٰ پنجاب اور اپوزیشن لیڈر کو دعوت دیتا ہوں کہ آئیں مل کر بیٹھیں اور پنجاب کی بہتری کے لیے کوئی ایسا پروگرام بنائیں جس سے ہم تخریب کاروں کو پکڑ سکیں ۔ ہم ان کی نشاندہی کریں بجائے اس بات کے کہ ہم صرف الزام برائے الزام لگاتے جائیں ۔

جناب والا ! ہمارے اپوزیشن لیڈر نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم سادگی کے بہت بڑے علمبردار ہیں ۔ بڑی بڑی تقاریب میں لمبی لمبی سٹریٹ لائٹیں لگی ہوتی ہیں جو ٹھیک نہیں ہے ۔ میں ان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ رشتہ میں ان کے بہنوئی چودھری شیر علی ' ممبر قومی اسمبلی اور سابقہ میئر فیصل آباد کے بیٹے کی شادی تھی اور میاں شہباز شریف وہاں پر موجود تھے ۔ اس دعوت میں بیس ہزار لوگوں نے شرکت کی اور یقین مانیں پورے فیصل آباد کو سٹریٹ لائٹوں سے سجایا گیا تھا ۔ وہاں پر تو میاں صاحب نے یہ الفاظ استعمال نہیں کیے کہ سادگی اپنائی جائے ۔ اس لیے کہ وہ گھر کی بات تھی ۔ ان کی سادگی صرف دکھانے کی ہے کرنے کی نہیں ہے ۔ اگر کوئی لیڈر ایسا کرے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ

قوم کے لیے ' عوام کے لیے ' اپنے حلقے کے لوگوں کے لیے بہت بہتر ثابت ہو گا بشرطیکہ وہ اس پر عمل بھی کرے۔

جناب والا میں آپ کی اجازت سے صرف ایک آخری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے پولیس کی مد میں جو فنڈز رکھے ہیں ۔ پولیس نہ ان کی ہے اور نہ ہماری ہے ۔ وہ شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے ۔ اس کے لیے ہم نے جو فنڈز رکھے ہیں وہ اس لیے رکھے ہیں کہ انھیں بہترین آلات مہیا کیے جائیں ' بہترین ٹرانسپورٹ دی جائے ' انھیں سہولتیں دی جائیں تاکہ وہ ان سماج دشمن عناصر لوگوں کی نگرانی کر سکیں اور ان کی گردن مروڑ سکیں تاکہ پنجاب کے لوگوں کو سکون کی نیند مہیا ہو سکے ۔ میں انھی الفاظ کے ساتھ آپ دوستوں کا مشکور ہوں ۔ خدا حافظ ۔

جناب سپیکر. پیشتر اس کے کہ میں اگلے مقرر کو دعوت دوں یہ جو مسئلہ سردار سکندر حیات اور اکبر شاہ صاحب کے درمیان پیش آیا تھا اس پر آپس میں دونوں دوستوں نے ایک دوسرے کو معذرت پیش کی ہے اور معذرت قبول کی گئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو الزام لگایا گیا تھا اسے کارروائی سے حذف کر دیا جائے ۔

اگلے مقرر پروفیسر نور محمد غفاری صاحب ہیں ۔

جناب محمد بشارت راجہ : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے ۔

جناب محمد بشارت راجہ : جناب سپیکر ! میں جناب کی توجہ چاہتا ہوں کہ ابھی ابھی ہمیں ایک کتابچہ Report For Pakistan Consortium Poverty Assessment and Alleviation inPakistan موصول ہوا ہے۔میں آپ کی توجہ اس جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں اور اپنے حکومتی بنچز پر بیٹھے ہوئے بھائیوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور بطور خاص جناب وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ اس وقت تشریف فرما ہیں۔جناب والا!اس کے صفحہ نمبر 15 پر پیرا نمبر 31ہے جو Poverty Alleviation Prospects in Pakistan کے حوالے سے ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ وفاقی حکومت کی طرف سے ایک target مقرر ہوا تھا کہ 2013ء تک ملک سے غربت کو ختم کر دیا جائے گا۔اور اس کے لیے وفاقی حکومت کی طرف سے جو مختلف اقدامات اٹھائے گئے ان کا اس میں ذکر کیا گیا ہے ۔ میں پیرا نمبر 31 پڑھتا ہوں اس میں لکھا ہے کہ

Pakistan's long-term record establishes that the seven percent per annum GDP growth rate originally projected in 1993 for the next 15 years, could eradicate poverty before the year 2008 More restraint growth of, say, 5-6 percent annum could delay this achievement up to 2013, or later. Periodic assessments of growth prospects and strategies, and their implications for poverty and employment, are of obvious importance to poverty eradication and understanding the well-being of the poor

جناب والا! یہ ان کا ایک تصور تھا۔ اس کے بعد پیرا نمبر 32 میں یہ کہا گیا ہے کہ In view of the less -than-projected growth rate in the past two years 93-94(3.8%) and 94-95(4.7%) جو کہ موجودہ حکومت کا پیریڈ آتا ہے The achievement target date of 2013 for poverty alleviation had become some what doubtful. تو میں جناب کے توسط سے صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا تھا کہ حکومتی بنچز کی طرف سے جو ہمارے بھائی اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں وہ اپنی وفاقی حکومت سے جاری کردہ اس کتابچہ کو دیکھیں کہ جس میں یہ لکھا ہے کہ اس ملک سے غربت کو 2013ء تک ختم کرنا ہے مشکوک ہے اس پر بھی نظر ڈالیں کہ انھوں نے وفاقی اور صوبائی بجٹ عوام کی فلاح کا دیا ہے تو کیا ان کی کوششیں مشکوک نہیں ہیں؟ ۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ اس پر روشنی ڈال دیں۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب بہتر یہی ہوتا کہ آپ نے یہ چیز نوٹ کی تھی آپ کو جب تقریر کا موقعہ ملتا تو آپ اس میں یہ پوائنٹ اٹھا لیتے۔ اس طرح یہ بحث طویل ہو جائے گی بہر حال اب آپ کو موقعہ مل گیا ہے اور آپ نے یہ پوائنٹ raise کر لیا ہے۔

راجہ محمد بشارت، جناب والا! میں قطعاً بحث نہیں کرنا چاہتا میں تو ان کے نوٹس میں لے آنا چاہتا تھا کہ وہ اس پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

جناب سپیکر، آ گیا۔ وہ بھی اس پر اظہار خیال کریں گے اور آپ دوست بھی اس پر جو بات کرنا

چاہتے ہیں بعد میں کر لیجئے گا۔اب پروفیسر نور محمد غفاری صاحب کو فلور دیا جاتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری: جناب والا! میں نے بسم اللہ شروع کی ہے تو آپ جا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ڈاکٹر صاحب میں نے آپ کی آواز سنی اور میں خود آ گیا۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، جناب والا! یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ تشریف لائے ہیں۔جناب سپیکر! جب کبھی سال کے بعد بجٹ پیش ہوتا ہے تو قوم کو ایک امید ہوتی ہے ان کی ایک آس بندھی ہوتی ہے کہ کوئی خوشخبری سنیں گے۔ کوئی ترقیات کی بات ہو گی جو کچھ ہماری ضروریات ہیں ہمارے جو دکھ ہیں ان کا کچھ علاج ہو گا لیکن میں تین بجٹ سن چکا ہوں۔ ان تین بجٹوں میں ہر ایک کا آغاز نوحہ گری سے ہوتا ہے کسی خوشخبری سے نہیں ہوتا۔ جناب حنیف رامے صاحب اٹھ کر چلے گئے ہیں میں ان کے لیے بات کہنا چاہتا تھا کہ آج سے 24 سال پہلے انھوں نے ایک جملہ کہا تھا کہ پنجاب کی خوشحالی محض ایک سراب ہے۔ اس کی غریبی کے بحر بیکراں میں چھوٹے چھوٹے خوشحالی کے جزیرے ضرور ہیں۔ میں ان کے جملے کی تائید کر کے اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس بحر بیکراں کی گہرائی میں اضافہ تو ہوا ہے لیکن خوشحالی کے جو چھوٹے چھوٹے جزیرے تھے ان کی رونقیں بھی بڑھی ہیں۔ در اصل وجہ یہ ہے کہ پنجاب میں خوشحالی کیوں نہیں آ رہی؛ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' I call the House to order please. بادشاہ میر خان آفریدی ——— ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب کی ہمیشہ بجٹ پر اچھی تقریر ہوتی ہے۔ آپ براہ مہربانی اگر خود نہیں سننا چاہتے تو دوسروں کو تو سننے دیں۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، شکریہ' جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ یہ خوشحالی کب آئے گی؟ اس خوشحالی کا خواب کب پورا ہو گا؟ کیا اس کے اندر یہ فرق تو نہیں کہ قول اور فعل میں تضاد ہے؟ جو حکومت آتی ہے ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں۔ سندھو صاحب کے یہ جملے مجھے بڑے بھلے لگے کہ ہماری ترجیحات کا آغاز کھیت اور کھلیان ہیں' مزدور اور محنت کرنے والے ہیں' لیکن مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ کھیت اور کھلیان کے لیے بجٹ میں کیا رکھا ہے؟ approach roads کے لیے کیا رکھا ہے؟ کسان کی خوشحالی کے لیے کیا رکھا ہے؟ ہم کسان کو کیا دینا چاہتے ہیں؟ ان کے اس سے

اگلے جملے کہ ہم چاہتے ہیں کہ social justice ہو معاشی انصاف ہو ، جمہوریت ترقی کرے اور ہم خوشحالی کی راہیں کھولیں ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ساری باتیں بڑی اچھی ہیں۔ یہ الفاظ بڑے خوش کن ہیں لیکن ان کے پیچھے ہم کیا کرتے ہیں کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے یا ہماری نیت یہ ہے کہ پنجاب کبھی ترقی نہ کرے ۔ سندھو صاحب نے فرمایا کہ جب سے پی ڈی ایف کی حکومت بنی ہے ہم نے اعتدال کو اور کفایت شعاری کو اپنا شعار بنایا ہے ۔ اس کے لیے میں دو چھوٹی چھوٹی مثالیں دوں گا کہ زراعت کا شعبہ ہمارا سب سے اہم شعبہ ہے کیونکہ خاص طور پر پنجاب کے اندر ہمارا agro-based economic system ہے جب تک پنجاب کا کسان خوشحال نہیں ہو گا اس وقت تک پنجاب خوشحال نہیں ہو گا اور جب تک پنجاب خوشحال نہیں ہو گا اس وقت تک پاکستان خوشحال نہیں ہو گا ۔ جناب والا! آپ کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ زراعت کے محکمے کے پاس 7 کروڑ ' 80 لاکھ کی ادویات تھیں جو کہ out date ہو گئیں ناکارہ اور بے کار ہو گئیں۔ سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ وہ ناکارہ اور بے کار کیوں ہوئی ہیں ؟ کیا ان کو import ہی ناکارہ کیا گیا تھا ؟ سوال یہ ہے کہ ہم نے کس کے ساتھ خیانت کی ہے؟ اس قوم کے کسان بھوکے بھالے کسان جس کا خون پسینہ ایک ہو تو گندم پیدا ہو اس گندم کو کھا کر ہم لوگ باتیں بنائیں اور اسمبلی میں آکر تقریریں کریں اور سلطان راہی کا کردار ادا کریں۔ پھر ان کو store کرنے کے لیے اب بھی لاکھوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور بہاولپور کے چولستان میں بعض ادویات کو دفن کرنے کے لیے 47 لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔اور باقی ادویات ابھی تک پڑی ہیں ان کا کیا استعمال کرنا ہے ؟ ان سے پنجاب کو کون سی خوشحالی دینی ہے ؟ اور اس کے بعد آپ کی زراعت کے انجینئرنگ شعبہ کے اندر 550 بلڈوزر ہیں جن میں 225 خراب ہیں اور تنخواہیں ان پانچ سو پر دی جا رہی ہیں ۔میں سوچتا ہوں کہ ٹھیک ہے ان کو تنخواہیں تو دیں لیکن قوم کی اور پنجاب کی خوشحالی کے لیے آپ کون سی بات کر رہے ہیں؟ جناب والا! دوسری مثال ہے کہ پنجاب کے غریب ملازمین جن کی تنخواہوں سے GPF کاٹ کر 308 کروڑ کی رقم رکھی گئی تھی ۔ اس رقم کا کرنا یہ ہوتا ہے کہ آپ اس کو invest کرتے ہیں اور اس پر جو profit آتا ہے اس کو GPF میں شامل کر دیتے ہیں اور جب ان بے چاروں کی ریٹائرمنٹ کا وقت آتا ہے تو آپ ان کی اصل capital amount plus benefit واپس کرتے ہیں لیکن حکومت نے کیا کیا ہے؟ ان کی 308 کروڑ کی رقم کو items unspecified کے اندر خرچ کر کے ان کی وہ رقم بھی خرچ کر دی ہے اب اس کا ان کو کم از کم

ایک سال کا کوئی منافع نہیں ملے گا۔جناب والا! میں نے یہ دونوں باتیں سندھو صاحب کی خدمت میں اس لیے عرض کی ہیں کہ آپ نے جو کہا ہے کہ ہم کفایت شعاری کو اصول بنائے ہوئے ہیں آپ کی کفایت شعاری کا کیا ہو رہا ہے؟

جناب والا! اب میں آگے چلتا ہوں کہ اس بجٹ کے اندر سب سے بڑی hard hit پر جو لوگ ہیں وہ سرکاری ملازمین ہیں ۔آپ نے سرکاری ملازمین کی تنخواہ میں کوئی اضافہ نہیں کیا ۔ Pay & Pension Committee نے سفارشات پیش کی تھیں کہ تنخواہوں میں 20 فی صد اضافہ کر دیا جائے اور پنشن میں 10 فی صد اضافہ کر دیا جائے لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ بجٹ کے اندر کوئی گنجائش نہیں ہے لیکن آپ نے وزیروں کی فوج ظفر موج کے لیے پچھلے بجٹ میں house rent میں 70 فی صد اضافہ کیا اور وہ house rent 9 سے 15 ہزار ہو گیا اور اس بار آپ نے پھر 70 فی صد پاس کر کے 15 ہزار سے 25 ہزار کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! وزراء اور پارلیمانی سیکرٹریوں کے لیے اور مشیروں کے لیے تو اضافہ ہو سکتا ہے لیکن غریب بے چارہ جو ٹیچر ہے جو ملازم ہے اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ جناب والا! وزیروں کو سہولتیں دینے کے لیے جو آپ کی فوج ظفر موج ہے اس کے لیے پچھلے بجٹ میں 8 کروڑ 38 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے لیکن اس کو کم سمجھ کر اس پر آپ نے 10 کروڑ 26 لاکھ روپے رکھے ہیں ۔ اب سوال یہ ہے کہ اپنی سہولتوں کے لیے تو ہم اضافہ کرتے چلے جائیں لیکن جو بیچارے غریب ہیں سرکاری ملازم ہیں جن کا آپ at source tax کاٹ لیتے ہیں اور بیچارے کہیں چھٹکارا بھی حاصل نہیں کر سکتے ۔ اپنی آمدن کو چھپا بھی نہیں سکتے ۔دولت کو چھپا بھی نہیں سکتے ان کے ساتھ یہی انصاف کیا ہے کہ ان کو ہم نے کچھ بھی نہیں دیا ہے ۔ یہ جو بجٹ پاس ہونا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ سرکاری ملازمین کے خلاف صریحاً ظلم اور سازش ہے ۔

جناب سپیکر ! میں کہتا ہوں کہ آپ نے اس بجٹ میں بنیادی ضروریات زندگی کو بجٹ میں کیسے fulfill کیا ہے ۔ لوگوں کے پاس تو پینے کا پانی تک نہیں ہے ۔ آپ کے حلقے میں تو شاید ہوگا کیونکہ آپ بڑی محنت کر کے بجٹ اپنے حلقے میں لے کر جاتے ہیں لیکن ہم سے پوچھیے باڈر والوں سے پوچھیے۔ ان بیچاروں کی عورتیں ہماری مائیں اور بہنیں وہ پانچ پانچ میل سے پانی سر پر لاد کر لاتی ہیں ان کے پاس transportation کے ذرائع بھی نہیں لیکن آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ سابقہ سال وزیر اعظم ہاؤس اور ایوان صدر کے لیے 6 کروڑ روپے کا پانی باہر سے منگوایا گیا ۔ کیا وہ لوگ پاکستان کا

پانی بھی نہیں پی سکتے ۔ جو لوگ پاکستان کا پانی نہیں پی سکتے ان کو پاکستان پر حکومت کرنے کا کیا حق ہے ان کو تو پھر حکومت نہیں کرنی چاہیے ۔ جناب سپیکر! اس سے آگے چلیے ۔ ہمارے صدر صاحب جن کا میرے دل میں بڑا احترام ہے کہ وہ نمازی ہیں۔ تہجد گزار ہیں اور اللہ کرے ایسے ہی ہوں۔ ان کے ایوان صدر کے لیے سوئمنگ پول کے لیے 12.3 ملین روپے خرچ کیے گئے ان میں 5 ملین خرچ ہو چکا ہے اور 7.3 اب ہوگا۔ میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ ٹھیک ہے وہ تو اس کے اندر نہا دھو کر تہجد پڑھیں گے اچھی بات ہے لیکن غریب بیچاروں کو مردوں کو غسل دینے کے لیے تو پانی مل جانا چاہیے ان کو تو اتنا پانی بھی نہیں ملتا ہے اور پھر دعوٰی ہمارا یہ ہے کہ یہ عوامی بجٹ ہے ۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ کونسا عوامی بجٹ ہے ؟ اس میں غریب کے لیے تو کچھ بھی نہیں ہے اور صدر صاحب اور دوسرے لوگوں کے لیے سب کچھ ہے ۔ یہ ایک بہت بڑی زیادتی ہے اور آئندہ بجٹ جو بھی آئے بلکہ اس بجٹ کے اندر بھی میری یہ رائے ہے عرض ہے کہ خاص طور پر غریبوں کی ویلفیئر کے لیے عام آدمی کی سوشل ویلفیئر کے لیے بجٹ کے اندر ایک مناسب حصہ رکھا جائے ۔ دو باتیں مجھے بجٹ میں اچھی لگی ہیں ۔ اچھی بات کی میں تعریف کرتا ہوں لیکن سندھو صاحب اٹھ کر چلے گئے شاید میں بری بات کہوں گا لیکن میں ان کی اچھائی کے لیے دو باتیں کہتا ہوں اور انہوں نے دو باتیں اچھی بھی کی ہیں ۔ نمبر ایک انہوں نے کہا ہے کہ بے روزگاری کا خاتمہ ہونا چاہیے لیکن بجٹ کو پڑھ کر دیکھ لیجیے ۔ اس میں بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے کوئی سکیم نہیں ہے اس کے لیے کوئی فنڈز نہیں ہیں اور کوئی طریقہ کار نہیں ہے لیکن سندھو صاحب بیچارے بھی کیا کرتے وہ تو پنجاب کے وزیر ہیں ۔ وی اے جعفری صاحب کہتے ہیں کہ بے روزگاری مسئلہ نہیں ہے پاکستان کا مسئلہ خسارے کو 4 فیصد پر لانا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ بے روزگاری ان غریبوں کا مسئلہ ہے جن کے بچے قرضہ لے کر پڑھتے ہیں ' بیواؤں کا مسئلہ ہے جو ان بچوں کو چرخہ کات کر پڑھاتی ہیں ان غریب طالب علموں کا مسئلہ ہے جو پیدل چل کر تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ایم اے ایم ایس سی کی ڈگری لیے پھرتے ہیں اور ان کو کہیں روزگار نہیں مل رہا ۔ جناب والا! جب تک پاکستان کے اندر اور پنجاب کے اندر بے روزگاری کا مسئلہ حل نہیں کریں گے اس وقت تک امن عامہ کا مسئلہ بھی حل نہیں ہوگا ۔ جناب والا! آپ بے شک اخبارات اٹھا کر دیکھ لیں جتنی چوریاں اور ڈکیتیاں ہو رہی ہیں ان میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو گریجوایٹ اور ایم اے پاس ہیں اور وہ لوگ اس لیے اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں جب آپ انھیں کچھ نہیں دیں

گے تو وہ اپنا پیٹ پالنے کے لیے کچھ تو کریں گے ۔ وہ ڈاکے ڈالیں گے ان کے ہاتھ میں کلاشنکوف آئے گی اس لیے کہ آپ نے خود کتاب ان کے ہاتھ سے لے لی ۔ ان کے ہاتھ میں ڈگری بھی تھما دی تو وہ اپنا پیٹ پالنے کے لیے کچھ تو کریں گے ۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جب تک آپ سنجیدگی سے بے روزگاری کے مسئلے کو ٹیک اپ نہیں کریں گے اس وقت تک نہ پنجاب کا مسئلہ حل ہوگا اور نہ ہی پاکستان کا مسئلہ حل ہو گا ۔ مجھے سندھو صاحب کی دوسری بات بہت اچھی لگی ہے ' انہوں نے یہ کہا ہے کہ ہم نے لوگوں کی بھلائی کے لیے بجٹ میں بیت المال کی مد میں ایک رقم مختص کی ہے اس کے لیے میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ لیکن یہ ادھوری مبارک باد ہے ۔ آپ نے 84 ارب اور 5 کروڑ روپے کے بجٹ کے اندر غریبوں کے لیے صرف 3 کروڑ 25 لاکھ روپے رکھے ہیں ۔ ہائے اس ذوقِ پشیمان کا پشیمان ہونا۔ غریبوں کی بیٹیوں کی شادی کے لیے ' طالب علموں کو کتابیں دینے کے لیے ' مریضوں کے علاج کے لیے آپ کے پاس صرف 3 کروڑ 25 لاکھ روپے بچے ہیں ۔ اور اپنے لیے آپ نے 8 کروڑ روپے سے 10 کروڑ روپے کر لیا ہے ۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کتنی بڑی زیادتی ہے ۔ میں کہتا ہوں یہ اچھی بات ہے لیکن کم از کم اس اچھائی کو ذرا اور بہتر بناتے۔ اس کو realise کرتے اس حقیقت کو سمجھتے کہ غریبوں کو جتنا زیادہ دیں گے آپ جتنا پنجاب کے غریب کا دل خوش کریں گے اتنی آپ کو دعائیں ملیں گی اور الیکشن میں وہ آپ کو support کر کے کامیاب بھی کریں گے ۔ جس کے نتیجے میں آپ اسمبلی میں آ کر بیٹھیں گے اور اسمبلی میں آ کر آپ ان کے حقوق کی جدوجہد کریں گے اور یہ دونوں چیزیں ملیں گی اللہ کی رضا بھی ملے گی ۔ لیکن جب تک آپ غریب کو کچھ نہیں دیں گے اس وقت تک کچھ نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر ! میں عرض کرتا ہوں کہ تعمیر پنجاب پروگرام ایک ایسا source ہے جس سے ترقی ہوتی ہے لیکن ہمارے ساتھ اس بجٹ میں اور ظلم ہو گیا ہے ۔ پچھلی دفعہ زراعت کے لیے بجٹ میں 12.7 فیصد اضافہ کیا گیا تھا اس بار یہ اضافہ 10.3 فیصد ہے ۔ اسی طرح تعلیم کی مد میں پچھلے سال 20.54 فیصد اضافہ تھا اس بار آپ نے صرف 17.3 فیصد اضافہ کیا ہے ۔ صحت کے لیے پچھلے سال 9.26 فیصد اضافہ ہوا تھا اس سال صرف آپ نے 9 فیصد کیا ہے ۔ سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کے لیے پچھلے بجٹ میں 6.30 فیصد اضافہ تھا ۔ اس بار 5.94 فیصد ہے ۔ اسی طرح باقی سیکٹرز میں and so on and so forth بھی یہی حالات ہیں ۔ میں عرض کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کی حکومت نے اپنے ترقیاتی بجٹ میں 19.9

فیصد رکھا تھا جب کہ موجودہ پی ڈی ایف کی حکومت نے صرف 14.97 فیصد رکھا ۔ جناب والا! یہ زیادتی ہے کہ بجٹ کے اندر ہم ترقیاتی کاموں کے لیے رقم کم کرتے چلے جا رہے ہیں اور ہمارے جو غیر ترقیاتی اخراجات ہیں ان میں اضافہ کر لیا ہے ۔ جناب والا! یہ پنجاب کے ساتھ ظلم ہے اور پنجاب کے عوام کے ساتھ ظلم ہے اس کا کوئی علاج ہونا چاہیے ۔ میری رائے میں بجٹ کے اس حصے کو کم از کم revise کیا جائے ۔

جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے اب اپنے شہر بہاولنگر کی طرف آتا ہوں ' میں آپ کو بھی اس میں شامل کرتا ہوں کیونکہ آپ کا اور میرا ضلع ایک ہی ہے لیکن پیار سے ایک لفظ کہوں گا.....

جناب ڈپٹی سپیکر ، اور وزیر خزانہ کا بھی وہی ضلع ہے ۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری ، میں عرض کرتا ہوں ۔ جناب والا! میرا اور آپ کا ایک حلقہ ہے ' سندھو صاحب بھی اسی حلقہ کے ہیں لیکن آپ دونوں تھوڑے سے خود غرض واقع ہوئے ہیں ۔ معاف کرنا یہ پیار کا لفظ ہے یعنی تھوڑی سی یہ خود غرضی کرتے ہیں کہ اپنے لیے فنڈز بھی لے کر جاتے ہیں اور آپ کو بجٹ بھی ملتا ہے ' اپ اپنے حلقے کے لیے سکیمیں بھی لے کر جاتے ہیں لیکن مجھے کوئی سکیم نہیں دیتے حالانکہ میں آپ کا ہمسایہ ہوں اور ہمسائے کا ہمسائے پر بڑا حق ہوتا ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا تک فرمایا ہے کہ کہیں ہمسائے کو وراثت کا وارث نہ بنا دیا جائے ۔ لیکن آپ تو میرا حق بھی مجھے نہیں دلواتے اور نہ دیتے ہیں ۔ سندھو صاحب سے بھی میں عرض کرتا ہوں مجھے ایک بار انہوں نے حکم دیا تھا کیونکہ وہ میرے بڑے بھائی ہیں اس لیے میں حکم کا لفظ استعمال کرتا ہوں ۔ انہوں نے کہا تھا کہ تمہیں فنڈز دلوا دیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ جب آپ inauguration کریں تو وہاں پر تختی ہماری لگوا دیں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ مجھے فنڈز دلوا دیں آپ کی تختی میں سینے پر لگائے لگائے پھرتا رہوں گا کہ سندھو صاحب نے مجھے فنڈز دلوائے ہیں اور زندہ باد کا نعرہ بھی لگاؤں گا ۔ لیکن انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا لیکن میں اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ سندھو صاحب نے سیوریج کا وعدہ کیا ہے ' سڑکوں کا وعدہ کیا ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس بجٹ کے اندر انھوں نے اس سیوریج اور اپنے وعدے کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ کاش یہ اس کا وعدہ ہی کر دیتے۔ ہم اس پر خوش ہو کر گھر بیٹھ جاتے اور مجھے یہ بات یہاں نہ کہنی پڑتی ۔ اس کے علاوہ جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ جتنے بھی تعمیر پنجاب کے پروگرام ہیں ان میں آپ نے شہر کے

لیے کوئی سکیم نہیں دی۔ اس کے بعد جناب آپ نے ایجوکیشن میں SAP پروگرام کے تحت ہمیں کوئی سکیم نہیں دی۔ صحت کے لیے ہمیں کوئی سکیم نہیں دی۔ اس کے بعد پورے ضلع کے لیے صرف دو سکیمیں ہیں ایک فورٹ عباس کا ہسپتال ہے ' ایک ہارون آباد کا ہسپتال ہے۔ مبارک باد ہے ان لوگوں کو کہ چلو آپ نے کچھ تو کر دیا۔ لیکن میرے حلقہ کے لیے آپ نے کچھ نہیں کیا۔

جناب والا! اس کے بعد کھیت سے منڈی تک سڑک کا تعلق ہے تو پیار بھری خود غرضی پھر قیامت کہلاتی ہے کہ حلقہ پی پی 227 میں بڑی سڑکیں ہیں مگر میرے حلقے میں کوئی سڑک نہیں بن رہی۔ کیونکہ وہ میرے ہمسائے ہیں میں پھر یہی کہوں گا کہ اگر آپ نے ہمسائے کا حق ادا کرنا ہے تو اگلی بار مجھے بھی بجٹ دلوائیے تاکہ میں بھی غریبوں کی کوئی خدمت کرسکوں۔ اس کے بعد عرض کرتا ہوں کہ میں نے خاصا وقت لیا ہے اور اگر میری ان باتوں سے کسی کا دل دکھا ہو تو معذرت خواہ ہوں۔ اگر اچھی بات کہی ہے تو وہ میں نے اس جذبے سے کہی ہے کہ میں ایک حلقے کا غریب نمائندہ ہوں۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ میں غریبوں کی صحیح طور پر نمائندگی کرنا چاہتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ اس لیے کہ میرا یہ اعزاز ہے کہ میں خود غریب آدمی ہوں۔ جناب سپیکر! آپ کی اطلاع کے لیے کہ اللہ کا کرم ہے کہ میں نے صرف 25 ہزار روپے خرچ کر کے اس حلقے سے 23 ہزار ووٹ لیا تھا۔ جن لوگوں نے مجھے صرف 25 ہزار روپے خرچ کرنے پر کامیاب کروایا ہے تو میرا بھی اخلاقی فرض بنتا ہے کہ میں بھی ان کی کوئی خدمت کروں۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ آپ کی مہربانی شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔۔۔ جناب نذر عباس بھٹی۔

جناب نذر عباس بھٹی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ تقریر 'میاں شہباز شریف صاحب کی تقریر پر بولنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اور پورے ہاؤس کی توجہ ان کی اس درد بھری دھواں دھار تقریر کی طرف جو انھوں نے کل پورے ہاؤس کے سامنے بڑے اچھے انداز سے بیان کی اس پر میں اپنی بساط کے مطابق ' اپنی سوچ کے مطابق عرض کرنا چاہوں گا۔ انھوں نے کچھ بہت اچھی تجاویز بھی پیش کیں۔ بلکہ میں ان کی طرف سے ان کی تجاویز کی پرزور طریقے سے حمایت کرتا ہوں۔ ان کی شرکت اس ہاؤس اور حکومت پاکستان میں بھی رہی۔ کیا اس وقت یہ تمام کام درست تھے ' تمام کام اچھے طریقے سے انجام پائے گئے ؟ نہیں۔ جناب سپیکر! انھوں نے ایک متفقہ تجویز پیش کی کہ اپنے ملک اور اپنے پیارے صوبہ پنجاب سے کرپشن کے

خلاف متفقہ ایک قرار داد پیش کی کہ مرکزی حکومت کو یہ تجاویز بھیجی جائیں ۔ میں آپ کی وساطت سے میاں صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ ان تجاویز پر نیک نیتی سے بات کر رہے ہیں ' دیانت داری سے بات کر رہے ہیں ' خلوص نیت سے بات کر رہے ہیں ۔ اگر کر رہے ہیں تو پھر میں میاں صاحب کو خراج تحسین پیش کروں گا۔ کہ انھوں نے اپنے پیارے صوبہ کے لیے اچھے اور اہم اقدام کے لیے بڑی اچھی تجاویز پیش کی ہیں۔ میں بھی اس سلسلے میں میاں صاحب کا ساتھ دوں گا ۔ لیکن جناب سپیکر! جب وہ خود ہی اس صوبہ پنجاب کے پانچ چھ سال عرصہ بطور وزیر اعلیٰ رہے اور اڑھائی تین سال بطور وزیر اعظم رہے اب وہ پاکستان کی عوام سے کیوں مذاق کر رہے ہیں ۔ ازراہ کرم انھیں چاہیے کہ وہ اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھیں کہ ہم نے پاکستان میں کرپشن پیدا نہیں کی ۔ یہ سب ان کی پیدا کردہ کرپشن موجود ہے۔ اگر وہ ہمارے بھائی اپنے اس پیارے ملک کے ساتھ پیار و محبت کر رہے ہیں تو میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اگر وہ صرف اور صرف حکومت کے خواہاں ہیں تو پھر یہ حکومت پاکستان نہیں بلکہ پاکستان کے خلاف مذاق ہے۔ جناب سپیکر! انھوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب سردار عارف صاحب کی ایک ڈیوٹی فری گاڑی منگوانے پر بہت شور کیا۔ نہ جانے وہ بات کیوں یاد نہیں آتی کہ جب اداروں کے نام پر ڈیوٹی فری گاڑیاں منگوا کر انہوں نے خود استعمال کیں۔ BMW جیسی گاڑیاں منگوائیں اور خود استعمال کیں۔ آج انھیں یہ بات کہتے ہوئے سوچنا چاہیے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں ' کیا بول رہا ہوں اور یہ چیز پوری ذمہ داری کے ساتھ انھیں کہنی چاہیے لیکن ایسا نہیں ہو رہا۔ آگے جناب سپیکر! انھوں نے پنجاب کے بجٹ کے حوالے سے فرمایا کہ پنجاب کے تمام دیہات میں نہری پانی ' واٹر سپلائی سکیمیں ' ڈرینج سکیمیں ' سکول ' ہسپتال۔۔۔۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! آج بجٹ کے اہم ترین موضوع پر بحث ہو رہی ہے نہ تو ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب موجود ہیں ' نہ سینئر منسٹر موجود ہیں ' نہ وزیر خزانہ موجود ہیں ' نہ سیکرٹری خزانہ موجود ہیں اور ارکان اسمبلی کی بے حسی کا منظر بھی آپ کے سامنے ہے۔ کیا یہ ارکان اسمبلی اپنی تقاریر ان در و دیوار کو سنا رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر خزانہ تو موجود تھے اور اب بھی ہیں یہ میرے خیال میں لابی میں گئے ہوئے

تھے تو باقی آپ کا جو پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ وزیر اعلیٰ یا سینئر وزیر کا آنا تو ضروری ہے لیکن میرے خیال میں تمام وہ ہاؤس میں تشریف نہیں فرما سکتے باقی جو نوٹس لکھنے ہوتے ہیں وہ سیکرٹری صاحبان یا ایڈیشنل سیکرٹری یا ڈپٹی سیکرٹری لکھ رہے ہوں گے تو wind up میں اس تمام صورت حال کا جواب دیا جائے گا۔

چودھری نذر عباس بھٹی، جناب سپیکر! جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب بہت ہی اہم بات جو میں ابھی بعد میں کہنے والا تھا کر گئے وزیر اعلیٰ صاحب بھی ضرور موجود ہونے چاہییں بلکہ ہمارے بھائی اپوزیشن لیڈر کو بھی موجود ہونا چاہیے تھا چونکہ انھوں نے پورے ہاؤس کے سامنے بجٹ پہ تقریر کی۔ پورے پنجاب میں آج وہ خبر چھپ گئی اور اب دوسری حکومتی بینچز سے جب اس کا جواب ملا تو یہ بھی ان کو سننا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر! یہ نہری پانی واٹر سپلائی سکیمیں، ڈرینج سکیمیں ان کے دور میں بھی شاید آئی ہوں گی۔ انھوں نے بھی ڈویلپمنٹ کروائی ہو گی۔ کیا انھوں نے پورے صوبے کی ڈویلپمنٹ کروا دی؟ نہیں کیا خود اپنی ڈویلپمنٹ کی؟ تو آج الحمد اللہ موجودہ مالی سال میں چراسی ارب پانچ کروڑ روپے کی سکیمیں جن کا percentage 16.63 گیارہ ارب اٹھانوے کروڑ روپے جو ابھی چل رہا ہے ان کے لیے زائد رکھا گیا ہے۔ واٹر سپلائی سکیموں کی مرمت دیکھ بھال 1995-96ء کے بدلے 1996-97ء میں دس کروڑ روپے زائد رکھے گئے۔ پنجاب کی نہروں، راجباہوں، کھالوں کے لیے ایک سو ساٹھ کروڑ روپے 1996-97ء کے لیے تجویز کیے گئے رواں مالی سال میں وزیر اعظم پاکستان کی ہدایت پہ تھل نہر کی ری ماڈلنگ کے لیے ایک سو چالیس کروڑ روپے رکھنا بلکہ یہ اتنے زائد پیسے رکھنا اس صوبے کی تعمیر و ترقی اس ملک میں رہنے والے عوام کی بھلائی کے لیے یہ سب چیزیں رکھنا نہایت ہی اہم اور اچھا فیصلہ ہے تو بجٹ کو اس طریقے سے اخبار میں لانے کی کہانی کہاں سے پیدا ہوئی؟ کیوں ہوئی؟ میں تو یہ سمجھوں گا کہ ہمارے بھائی میاں صاحب کو بھی ہماری موجودہ حکومت کے اہم کاموں کے لیے، اچھے کاموں کے لیے ساتھ دینا چاہیے نہ کہ عوام میں یہ کال دیں کہ اس بجٹ سے غریبوں کو ذبح کرنا ہے آئیں سڑکوں پہ نکلیں، نہیں۔ جناب سپیکر! سڑکوں پہ لانا کیا غریب کی بھلائی کے لیے ہے؟ کیا مزدور کو مزدوری مل جائے گی؟ کیا غریب خوش حال ہو جائے گا؟ نہیں۔ اگر اس کو خوش حال کرنا ہے غریب آدمی کو اتنا مضبوط کرنا ہے تو پھر گورنمنٹ کی اچھی پالیسیوں کے ساتھ اپوزیشن کو بھی چلنا چاہیے۔ میری سوچ میں

بجائے گورنمنٹ کی پالیسیوں کو وہ مضبوط کریں وہ ہمارے بھائی گورنمنٹ کا پیچھا کرتے ہیں کہ یہ کیوں آئے بیٹھے ہیں۔ جھگڑا صرف حکومت کا ہے اگر ان کو حکومت مل جائے تو وہ اچھے ہیں انھیں مل جائے تو یہ برے ہیں۔ موجودہ حکومت کے اخراجات پہ انھوں نے کافی بات کی تو جناب سپیکر! آج 97-1996ء کا رواں مالی سال جو ابھی چل رہا ہے اس کا 93-92, 1991-92 سے تھوڑا سا موازنہ کر لیجیے ایک نظر صرف دیکھ لیجیے تو فرق صاف نظر آئے گا کہ 1991ء میں کیا خرچہ ہوا؟ کتنے اخراجات ہوئے تو جناب سپیکر! 1991ء میں اخراجات 14.02 ہیں' 92-1991ء کے 12 92 اور 93-1992ء کے 22 9 ہیں۔ رواں مالی سال کا خرچہ 17 6 ہے جناب سپیکر! اگر اتنا واضح فرق ہے تو یہ کہنا کہاں کا انصاف ہے؟ کہاں کی وضع کاری ہے کہ جی اب گورنمنٹ شاہانہ خرچ کر رہی ہے' گورنمنٹ ملک کو برباد کر رہی ہے اگر اتنے خرچے ہیں اگر کم کیا ہے تو پھر اپنی نظر سے بھی دیکھیں کہ کیا ہوا؟ کیسے خرچے چلتے رہے؟ اخراجات کی کمی سے بجٹ میں واقعی اضافہ ہونا ضروری ہوتا ہے اور پاکستان حکومت خصوصاً پنجاب حکومت کو کمی پر خراج تحسین پیش کرنے کی بجائے ان کو اس کا خیال لگانا ان کا اس طرف سارا دھیان کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ اور اپنے ملک کے عوام کو غلط بیانی پیش کرنا نہایت ہی سنگین قسم کا مذاق ہے۔ میں میاں صاحب کی زبان سے نکلے الفاظ کی یاد دہانی کرواتا ہوں کہ میاں صاحب کل آپ نے یہ بھی فرما دیا کہ ہم مظلوم عوام 50 سال سے ظلم سہنے والی عوام کی طرفداری کر رہے ہیں۔ ہم ان کا کیس لڑ رہے ہیں تو میں ان کی یہ بات کہ انھوں نے پچاس سال کا ذکر کیا اس میں آٹھ سال بھی موجود ہیں۔ آٹھ سال میں اس ملک' پاکستان کے مظلوم عوام کا آپ نے کتنا خیال کیا۔ جناب سپیکر! خود حکمرانی کرنا اور اس کے ساتھ عوام کی بھلائی کرنا نہ کرنا یہ ان کے خیال میں کیا چیز ہے؟ کیا صرف پاکستان کی حکومت چاہتے ہیں یا اس پیارے ملک کی حفاظت چاہتے ہیں۔ الحمدللہ ہم سب کی عزت ہم سب کی بھلائی اس ملک کی بدولت ہے۔ ہم جن سیٹوں پر بیٹھے ہیں یہ بھی اس ملک کی ہمارے پاس امانت ہیں۔ جناب سپیکر! منہ سے بات کرنا اور ایک ذمہ دار بندے کا یہ کہنا کہ پچاس سال سے اس عوام کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ اس ملک کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے تو یہ ان کے اندر کی آواز ہے کہ ہم نے بھی ان پر ظلم ڈھائے ہیں۔ اس عوام پر ہم نے بھی ظلم کیا ہے تو میں ان کو بھی اس بات پر یہ عرض کروں گا کہ میاں صاحب آپ بھی حکومت پاکستان کا سارا نظام چلاتے رہے سارے کام چلانے تو آپ نے اس وقت کیا کیا چیز عوام کو دی۔ آج صرف اس لیے بات کر رہے ہیں کہ پنجاب میں سردار عارف نکئی

وزیر اعلیٰ ہیں اور مرکز میں بینظیر بھٹو وزیر اعظم ہیں۔ ان کی اس ملک اور اس خطے کی خاطر اچھی پالیسیوں پر حمایت کریں۔ آپ کے دور حکومت میں پریسلر ترمیم جیسی چیز آئی جس سے ملک پاکستان کا کتنا پیسہ آج تک رک گیا۔ وزیر اعظم پاکستان کی کوشش کا یہ صلہ ہے کہ انھوں نے ترمیم ختم کروا کر اربوں روپیہ اس ملک کو واپس کروانے کا وعدہ لیا۔ آج کے پیپر میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ وہ امریکہ والے کہہ رہے ہیں کہ اپنا دفاعی سامان لے لیں تو ہمارے پاکستان کی طرف سے یہ جواب پیپر میں دیا گیا ہے کہ پہلے ہم اپنے انجینئر بھیجیں گے کہ کیا وہ قابل استعمال ہیں۔ آخر میں انھوں نے کچھ تجاویز پیش کیں کہ اپنے ملک میں سادگی کے ساتھ چلنے اور رہنے کے لیے سرکاری خرچ بند کیے جائیں۔ سرکاری گاڑیوں کا استعمال کرتے ہوئے پاکستان کی گاڑیاں استعمال کی جائیں۔ ایسی بہت اچھی باتیں میاں صاحب نے فرمائیں۔ میں ان کو سب سے پہلے یہ کہوں گا کہ آپ مثال بنائیں اور پاکستان کی سوزوکی گاڑی پر سفر کریں۔ ہم بھی انشاء اللہ آپ کے ساتھ چلیں گے۔ آپ جو بات کہتے ہیں کم از کم اس پر عمل کریں۔ تاکہ اس ملک پاکستان کی ہم بھلائی کریں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میاں صاحب کو نہیں بلکہ میں سب کو یہ کہوں گا کہ اپنے ملک کے ساتھ دیانتداری سے نیک نیتی سے چلنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ (آمین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ بھٹی صاحب۔ جناب عمران مسعود

جناب عمران مسعود: شکریہ جناب سپیکر! جناب والا! ہمیشہ کی طرح جب بھی فیڈرل بجٹ ہو یا صوبائی بجٹ ہو۔ وہ ایوان میں جب پیش کیا جاتا ہے تو اس بجٹ میں for or against تقاریر کی جاتی ہیں۔ ہمیشہ جھگڑا اسی بات کا چلتا ہے کہ اس مد میں ' ایجوکیشن کی مد میں پیسے کم رکھے گئے' ہیلتھ کی مد میں پیسے کم رکھے گئے ' لاء اینڈ آرڈر کو کنٹرول کرنے کے لیے زیادہ فنڈز نہیں دیئے گئے۔ جناب والا! یہ اس ہاؤس کی روایت رہی ہے کہ ہمیشہ اس پر بحث و مباحثہ بڑا دھواں دھار چلتا ہے۔ لیکن جناب ایک سب سے اہم بات جو ہم بھول جاتے ہیں۔ ہمیں اس چیز کا ذکر یہاں ضرور کرنا چاہیے کہ پرانا بجٹ' جو 1995-96ء کا مالی سال ہم نے گزارا ہے اور 1996-97ء کی ہم یہاں بات کر رہے ہیں۔ پہلے ہم یہ تو دیکھ لیں کہ 1995-96ء کے بجٹ میں وہ پیسہ جو اس وقت حکومت نے رکھا تھا۔ جس کی ہم نے پچھلے بجٹ میں مخالفت کی تھی۔ آیا اس پیسے کا استعمال ہوا ہے یا نہیں۔ جناب والا! پچھلے دنوں اخبار میں ایک ٹیبل سارے محکموں کا دیا ہوا تھا۔ اس میں یقین مانیں کہ مجھے پڑھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ کسی بھی

محکمے میں پیسے کا استعمال 30 فی صد سے زیادہ نہ تھا۔ میرے خیال میں 70 فی صد پیسہ محکمہ ہیلتھ کا ضائع ہو گیا۔ وہ نہ کسی غریب کے کام آیا اور نہ کسی بندے کو اس سے کوئی سہولیات مل سکیں اور حیرت کی اس میں یہ بات ہے کہ اس میں کچھ ایسے محکمے تھے جن میں پیسے کا استعمال 7 فی صد تھا اور کسی کا 12 فی صد تھا۔ جناب والا ہم اس بارے میں کیوں نہیں سوچتے کہ فنڈز کا استعمال کیوں نہیں ہوتا۔ جناب میں اس پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر ہمیشہ ایک راگ ہے ہم اس کو الاپتے رہتے ہیں کہ ہمارے حلقے میں فنڈز نہیں دیئے گئے۔ ہمیں زیادہ فنڈز دیں لیکن جو فنڈز ملتے ہیں ان کا استعمال تو ہوتا نہیں ہے۔ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ کے جو ادارے ہیں اور ڈیپارٹمنٹس کی جو working ہے اسے موثر بنا دیا جائے تو یہ پیسے استعمال ہو سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایک بہت ہی پرانا، تاریخی اور روائتی مسئلہ جو محکموں کو پیش آتا ہے وہ جناب reappropriation of funds کا مسئلہ ہے وہ ہمیشہ ہمارے آڑے آتا ہے۔ جناب والا! مارچ کے مہینے میں جب دو مہینے مالی سال کے ختم ہو جانے میں رہ جاتے ہیں تو اس وقت سارے ڈیپارٹمنٹس active ہو جاتے ہیں وہ alive ہو جاتے ہیں۔ پہلے نو دس مہینے یہ محکمے سوئے رہتے ہیں۔ ان کے جتنے سربراہان ہیں وہ سوئے رہتے ہیں۔ کوئی utilization کے بارے میں نہیں سوچتا۔ آخری دو مہینوں میں بھاگ دوڑ شروع ہو جاتی ہے کہ کسی طریقے سے فنڈز کو utilize کیا جائے۔ تاکہ یہ پیسے lapse نہ ہو سکیں۔ اس وقت محکمے reappropriation of funds کے چکروں میں گھر جاتے ہیں۔ میں یہ چاہوں گا کہ اگر محکمہ پی اینڈ ڈی اور فنانس منسٹری یا ڈیپارٹمنٹ میں اگر آپس میں ہم آہنگی ہو، ایک compatibility ہو، ایک working relation ہو تاکہ وہ اس مارچ کے مہینے میں reappropriation of funds نہ کرے، بلکہ اس سے پہلے اس کی ایک حد مقرر کر دے کہ جناب والا ہم نے جنوری کے مہینے میں reappropriation کر دینی ہے۔ اور اس کے بعد کوئی پیسہ reappropriate نہیں ہو گا تاکہ سکیمیں پوری کی جا سکیں۔ ہمیں ایسے اقدامات، حکومت یا محکمے کو self help basis پر کرنے چاہییں تاکہ جتنے بھی فنڈز ہیں ان کی سو فی صد utilization ہو سکے۔ آج آپ تمام محکموں کے اگر ٹیبلز نکال کے دیکھ لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ستر فی صد بجٹ کا جو سکیموں کی ایلوکیشن یا ڈیپارٹمنٹس کا جو allocated fund تھا وہ unutilized چلا گیا۔ وہ کسی کے فائدے میں نہیں آ سکا۔ اگر اسی طریقے سے یہ محکمے foreign aided programmes کو encourage کریں تاکہ جو donor agencies ہیں، ان سے جو add ملتی

ہے اس کو ہی ensure کرلیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اتنا بوجھ ہمارے ڈیپارٹمنٹس پہ ہماری حکومت پر بڑھ سکتا۔ جناب والا! یہ utilization of funds کیوں نہیں ہوتی' اس کے بارے میں افسران کیوں نہیں seriously سوچتے اس کی بھی دو تین وجوہات ہیں۔ جناب' یہ افسران جو ہیں یہ اپنی ٹرانسفرز پوسٹنگز کے بارے میں سارا سال چکر لگاتے رہتے ہیں۔ یہ اسی بارے میں ہائی کورٹ سے stay order لے لیتے ہیں۔ اور جو پبلک کے نمائندے ہوتے ہیں ان کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ان کے ذریعے اپنی favourite postings لی جاتی ہیں۔ یعنی کہ ڈیپارٹمنٹ میں ایک افسر کا جو حمایتی ہے وہ کوئی اور نمائندہ ہے اور دوسرے افسر کا حمایتی کوئی اور نمائندہ ہے۔ یعنی نمائندوں کی آپس میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے تاکہ وہ اپنی مرضی کا افسر لگوا سکے۔ جناب والا! یہی ڈیپارٹمنٹس کے سربراہان' سیکرٹری حضرات' چاہے وہ وفاقی حکومت کے ہوں یا صوبائی حکومت کے' اگر departmental corruption کو وہ روکا دیں' اگر ای اینڈ ڈی رولز کو وہ وہاں نافذ کروا دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ فنڈز کی utilization ensure کی جا سکتی ہے۔ اور اگر ان افسران کو commitment دے دی جائے کہ آپ کے سلیکشن گریڈ آپ کو ٹائم پر مل جائیں گے' چیف سیکرٹری اور سیکرٹری حضرات ہر مہینے meet کریں گے تاکہ آپ کے سلیکشن گریڈز اور آپ کی پروموشن میں تاخیر نہیں ہو گی تو میں سمجھتا ہوں کہ محکموں کی ورکنگ بڑی effective ہو سکتی ہے۔ جناب والا! یہ وہ ساری چیزیں ہیں جس سارے چکر میں آ کر پیسہ unutilized چلا جاتا ہے۔ جناب' یہ وہ پیسہ ہے جو ہم عوام سے لیتے ہیں' ٹیکس کے ذریعے لیتے ہیں اور اس کی utilization ہمیں ensure کرنی چاہیے۔ جناب والا! افسران اپنی اے سی آر کے چکر میں پڑے رہتے ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ باقی ممالک کی طرح اے سی آر بڑا افسر چھوٹے افسر کی اے سی آر نہ لکھے بلکہ دونوں ایک دوسرے کی لکھیں۔ چھوٹا افسر بڑے افسر کی اے سی آر لکھے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بلیک میل والا element بڑی حد تک دور ہو جائے گا۔

جناب والا! development schemes ہمیشہ بجٹ میں رکھی جاتی ہیں۔ میں یہاں وزیر خزانہ صاحب اور پی اینڈ ڈی کے منسٹر صاحب سے درخواست کروں گا کہ ہمارے صوبے میں جو on going schemes ہیں ان کو بڑا well funded کیا جائے اور ان کو زیادہ ترجیح دینی چاہیے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ محکمے کے جو سربراہ ہیں' وہ ایکسٹینشن پبلک ہیلتھ ہو' چاہے ایکسٹینشن ہائی ویز کے ہوں' چاہے ایکسٹینشن بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کا ہو ان سے وہ ensure کروائیں کہ جناب مہینے کے بعد آپ ہمیں اپنی

پوری development report دیں کہ آپ نے فنڈ کا کتنا حصہ utilize کر لیا اور کتنا بقایا رہ گیا ہے۔ ان سے ماہانہ رپورٹ لی جائے اور ان سے پوچھا جائے کہ آئندہ مہینے میں آپ کا کیا پروگرام ہے۔ اسی سلسلے میں ایک چیز جو ہمیں دیکھنے میں ملی ہے کہ لوکل گورنمنٹ یا لوکل باڈیز کے جو ادارے ہیں ان میں جو contingencies cut رکھی جاتی ہیں، یعنی کوئی ممبر اگر اپنی کوئی سکیم دے رہا ہے چاہے ایک لاکھ کی سکیم ہو، اس میں کچھ percentage جو ہے وہ contingency کی کاٹ لی جاتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تین یا پانچ فی صد ہوتا ہے۔ وہ جو پانچ فی صد contingency کاٹی جاتی ہے اس کا کیا حساب کتاب ہے۔ وہ کس کھاتے میں جاتی ہے۔ اس کا والی وارث کون ہے۔ اس کو utilize کرنے والا کون آدمی ہے، یا اس کا آڈٹ کرنے والے کون حضرات ہوں گے؟ اگر ان چیزوں کا دھیان رکھ لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو آج ہم ایک جنگ لڑ رہے ہیں شاید اس کا موقع ہمیں نہ ملے۔

جناب والا! ایک دوسری بات ہمیں یہاں دیکھنے میں ملی کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو پورے بجٹ کا کچھ ہی فی صد، میرا خیال ہے کہ چار یا پانچ فی صد فنڈ ایجوکیشن کے سلسلے میں رکھا گیا ہے۔ اور یہاں پر کلیم کیا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کا literacy rate ۲۴ فی صد ہے۔ جو کہ گورنمنٹ کا ایک کلیم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ literacy rate کی actual position اس سے بھی کم ہے۔ لیکن اگر آپ literacy rate کو بڑھانا چاہتے ہیں اور آپ اپنی آنے والی نسل کو پڑھا لکھا رکھنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کو ایجوکیشن کو top priority دینی پڑے گی۔ اسی طریقے سے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کو بھی prioritize کرنا پڑے گا۔ بجٹ چاہے فیڈرل ہو، چاہے صوبائی ہو، میں نہیں سمجھتا کہ ایک عام آدمی کو کسی ٹیکس سے کسی on going scheme سے کوئی غرض ہے۔ وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ مجھے کیا ریلیف ملی ہے۔ اگر اس کو ہم کسی بھی سلسلے میں ریلیف نہیں دے رہے، نہ تو اس کو کسی ٹیکس میں ہم چھوٹ دے رہے ہیں، اگر اس کو ہم آٹا، گھی، چینی کو اور مہنگا کر کے دے رہے ہیں تو اس میں بڑی frustration پائی جاتی ہے۔ اگر آپ عوام کی نبض پر ہاتھ رکھیں تو آپ کو فرسٹریشن کے علاوہ عوام سے اور کسی چیز کا اظہار نہیں ملے گا۔ وہی عوام جو ہم جیسے نمائندوں کو منتخب کر کے یہاں بھیجتے ہیں اور یہی حکومت جب انہی سے ٹیکس کاٹ کر جب اپنے محکموں کو اور اپنی سکیموں کو چلاتی ہے اگر اس عام آدمی کو ہم ریلیف نہیں دیں گے تو حالات بڑے خراب ہو جائیں گے۔

جناب والا! فرسٹریشن ایک اور جس سلسلے میں نظر آتی ہے، ضلع ٹیکس کے بارے میں میں

یہاں ضرور ذکر کروں گا کہ لوکل باڈیز کے ادارے پیپلز پارٹی نے آتے ہی وہ سارے توڑ دیئے۔ میرے خیال میں لوکل باڈیز چاہے وہ میونسپلٹیز ہوں، کارپوریشنز ہوں، یا ضلع کونسلز ہوں، یہ ایسے ادارے ہیں جن سے عام پبلک بڑی benifit بھی ہوسکتی ہے۔ اور یہی وہ ادارے ہیں جو کہ اپنے اپنے ضلعوں میں اور اپنے ڈویژنوں میں ترقیاتی منصوبے زیادہ موثر طریقے سے چالو کروا سکتے ہیں۔ جناب، ضلع ٹیکس کے بارے میں پورے پنجاب میں ایک عجیب قسم کی بے چینی اور بزنس مین بڑے اضطراب میں مبتلا ہیں۔ چونکہ ان کے جو شیڈول ٹیبلز ہوتے ہیں، ہر ضلع کی حدود پر جو لوگ وہاں کھڑے ہوتے ہیں یہ ضلع ٹیکس کی جو صورت حال ہے وہ جگا ٹیکس کے مترادف ہو گئی ہے۔ کوئی بھی، کسی بھی ٹیبل کی احیاء نہیں کی جاتی۔ نہ ہی وہاں کوئی ڈسپلن رکھا جاتا ہے۔ اگر کسی وزن پر required ٹیکس چار سو روپیہ ہے تو یہ ضلع ٹیکس والے جو پرائیویٹ capacity میں وہاں کام کر رہے ہیں وہ چودہ چودہ سو روپیہ فی ٹرک وصول کر لیتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آج یہ ادارے بحال ہوتے۔ اور گورنمنٹ اس کی collection خود کر رہی ہوتی تاکہ زیادہ پیسے collect کر کے اور صحیح ایمان داری سے وہ پیسے collect کر کے عوام کو وہ سہولیات دے دی جاتیں۔ جناب، ان اداروں کو توڑ کر جو ایڈمنسٹریٹرز لگائے گئے ان کو تو میں نہیں سمجھتا کہ اس علاقے کا کوئی غم ہو، کیونکہ ان کا کوئی تعلق اس علاقے سے ہوتا ہی نہیں۔ سسٹم تو ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ جو بلدیاتی ادارے ہیں جو منتخب شخص ہوتا ہے اس کی representation اسی علاقے سے ہوتی ہے۔ وہ جب چیئرمین بنے چاہے میونسپلٹی کا، کارپوریشن کا یا ضلع کونسل کا۔ اگر وہ کوئی غلط کام کرتا ہے تو اس کی accountability وہی لوگ کریں گے۔ اسی علاقے کے شہری کریں گے۔ ایک سرکاری بندے کی accountability کیا ہو سکتی ہے؟ سوائے اس کی سرکاری accountability کے عوام تو اس کی accountability کر ہی نہیں سکتے۔ نہ تو عوام اپنی کوئی ڈیمانڈ اس کو دے سکتے ہیں کہ جناب! ہماری گلی، نالی ٹوٹی ہوئی ہے آپ اس کو بنائیں۔ لہٰذا بہت ہی اچھا ہوتا اگر یہ elected ادارے آج کام کر رہے ہوتے اور عوام میں جو فرسٹریشن ہے اس کو ہم دور کر سکتے۔

جناب! اسی سلسلے میں جس طرح مجھ سے پہلے ایک مقرر نے یہاں کہا کہ بجلی کے جو بلز ہوتے ہیں ان میں جو ایک fuel cess رکھا جاتا ہے، یا ٹیکس رکھا جاتا ہے، یہ واقعی حقیقت ہے کہ یہ ایک عجیب قسم کا ٹیکس ہے۔ پھر میں آپ کی توجہ سوئی گیس کے جو بل ہیں ان کی طرف ضرور دلانا چاہوں

گا کہ سوئی گیس کے بل میں عام آدمی کو شاید اس بات کا پتا نہیں کیونکہ زندگی کی مصروفیات اس حد تک ہوتی ہیں کہ انسان دیکھتا نہیں لیکن میں چاہوں گا کہ آپ سوئی گیس کے محکمے کو آرڈر کریں، انھیں کہیں کہ یہ جو سوئی گیس کا بل لیتے ہیں یہ quarterly لیتے ہیں یعنی کہ تین مہینے کا اکٹھا بل یہ لوگ لیتے ہیں۔ اگر یہ ایک ایک مہینے کا بل لیں تو وہ جو عوام سے زائد ٹیکس لیتے ہیں وہ ان کو نہیں مل سکے گا۔ اس میں بڑا ایک catch ہے۔ جب محکمہ quarterly سوئی گیس کا بل عوام پر لگاتا ہے تو اس سے جو gross rate ہے وہ بڑھ جاتا ہے۔ یہ بڑی پتے کی بات ہے۔ میں چاہوں گا کہ اس کو آپ اگر کسی بھی شکل میں high light کریں تو اس سے عوام کو بڑا فائدہ ہو جائے گا۔

جناب والا! اسی بارے میں پراونشل ایکسائز ڈیپارٹمنٹ نے جو سارے ٹیکسز لگائے ہیں میں یہ چاہوں گا کہ وہ غریب آدمی جس بیچارے کا گھر چھ یا دس مرلے پر محیط ہے اس کو کم از کم اس ہاؤس ٹیکس سے یا پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ کیا جائے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اب وہ دور آ چکا ہے کہ جب ایک عام آدمی یا غریب آدمی کا جو نمائندوں کے بارے میں اعتماد ہے وہ shatter ہو چکا ہے۔ کم از کم میں یہ ضرور دیکھ رہا ہوں کہ آئندہ آنے والے دنوں میں اگر حالات درست نہ ہوئے اور غریب آدمی کو اگر اس کی بنیادی ضروریات یا اس کو بنیادی حقوق نہ ملے تو اس ملک میں بہت زیادہ انارکی کی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ پھر جب یہی غریب آدمی مشکل سے اپنی فیس بھر کر پڑھ لکھ کر اپنی روزی کمانے کے لیے باہر نکلتا ہے تو اس کو روزگار کے جو مواقع ہیں وہ فراہم نہیں کیے جاتے۔ جب یہ غریب آدمی بی۔ اے کر لیتا ہے یا مشکل سے ایم۔ اے کر لیتا ہے اور دربدر ٹھوکریں کھاتا ہے اور اسے نوکری نہیں ملتی تو وہ پھر اس frustration کی حالت میں برے کاموں کی طرف چل پڑتا ہے۔ اسی غریب آدمی کے گھر جب کبھی چوری ہو یا اس کے کسی بھائی کو قتل کر دیا جائے اور یہ غریب آدمی جب کسی افسر کے پاس جاتا ہے یا ڈی۔ سی کے پاس یا ایس۔ ایچ۔ او کے پاس ایف۔ آئی۔ آر رجسٹر کرانے جاتا ہے تو وہاں اس کا بالکل کوئی بس نہیں چلتا۔ وہاں پر سفارش چلتی ہے۔ وہاں پر پیسے چلتے ہیں اور جب اس غریب آدمی کو اس کے بھائی کے قتل کا حق نہیں ملے گا یا اس کو انصاف نہیں ملے گا، اس کو روزگار مہیا نہیں کیا جائے گا تو پھر وہ کہے گا کہ میری طرف سے یہ تمام جو ادارے ہیں، یہ تمام جو سلسلہ ہے یہ بھاڑ میں جائے اور وہ وقت آنے والا ہے کہ جب اس غریب آدمی نے امیر آدمی کا گریبان پکڑ لینا ہے اور کہنا ہے کہ

جناب! یہ پیسہ تو ہم لوگ دیتے ہیں۔ آپ لوگ کیوں اس پیسے پر عیاشی کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس وقت سے بچنا چاہیے اور ہمیں اس صورت حال کو کنٹرول کرنا چاہیے۔

جناب والا! میں معذرت سے کہوں گا کہ عام شہری کا نہ تو judiciary پر کوئی confidence ہے، نہ ہی منتخب اداروں پر کوئی confidence ہے، نہ ہی بیورو کریسی پر کوئی confidence ہے اور نہ ہی جو صحافت ہے اس پر کوئی confidence ہے۔ لہٰذا ہمیں ان سارے اداروں کو ٹھیک کرنا پڑے گا تاکہ ہم اپنی عوام کو confidence میں لے سکیں۔ لیکن اگر یہی حکومت جس نے آتے ہی سارے منتخب ادارے توڑ دیئے اور جنھوں نے judiciary کے فیصلے کیے اس کی میں آپ کو مثال پیش کروں گا کہ judges کی جو appointment کی گئی، سیاسی طور پر ہائی کورٹ کے جن جسٹسز کو appoint کیا گیا اس میں آپ نے دیکھا ہے کہ حکومت نے اس میں کوئی اچھا نام نہیں کمایا۔ سپریم کورٹ کی جو verdict اور جو ان کا فیصلہ آیا، جس سے حکومت نے جو پرانے فیصلے کیے تھے وہ سارے غلط قرار دے دیئے گئے۔ اس کے بعد ناموس رسالت کا ایک نیا Blasphemy Law جو حکومت نے نافذ کیا ہے اس کے بارے میں بھی عوام بڑی frustrate تھی اور حضور پاک جن کو ہم لوگ اپنا ایک source of inspiration اور زندگی کا ایک main mentorous سمجھتے ہیں اس کے بارے میں یہ آیا کہ اس کی سزا بھی کم کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد سب سے بڑا ابھی recently جو غلط فیصلہ آیا ہے، بے نظیر بھٹو صاحبہ نے عورتوں کے لیے جو سزا کم کر دی ہے اس کو بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا جلد بازی میں فیصلہ تھا اور اس کے بارے میں بھی عوام میں کوئی اچھا نام نہیں کمایا گیا۔ پھر ایسے فیصلے اگر اپنے فائدے کے لیے کیے جائیں اور بغیر کسی کو confidence میں لیے ایسی جلدی میں کیے جائیں تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ جو سارے judiciary کے فیصلے کیے تھے، ان میں نہ اپوزیشن کو confidence میں لیا گیا، نہ کسی بار کونسل کو confidence میں لیا گیا، نہ ہی عوامی طبقوں کو confidence میں لیا گیا اور نہ ہی کوئی سیمینار arrange کیا گیا۔ کم از کم چاہیے تو یہ تھا کہ اتنا بڑا قانون آپ اس ملک میں نافذ کر رہے ہیں اس کی لوگوں کو آپ کوئی justification بتائیں۔ ان کی رائے لیں۔ لہٰذا اس میں بھی حکومت نے بڑی خواری اٹھائی۔

جناب والا! میاں شہباز شریف صاحب نے اپنی تقریر میں Surrey Mansion کا یہاں ذکر کیا۔ یہ بے نظیر بھٹو صاحبہ پر کوئی allegation تو نہیں بلکہ یہ تو اخبار میں لکھا ہوا ہے۔ یہ سنڈے

ایکسپریس میں ہے جو کہ ہم نے اس دن جس دن فنانس منسٹر تقریر کر رہے تھے آپ کو بھی اخباریں بھیجی تھیں۔ یہ اپوزیشن نے تو الزام لگایا نہیں ہے۔ یہ تو سنڈے ایکسپریس نے وہاں بڑا categorically لکھا ہوا ہے کہ 2.5 ملین پاؤنڈز کا جو یہ Mansion خریدا گیا ہے اور یہ بے نظیر بھٹو کا Mansion ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی جگہ اگر کوئی بھی اس پاکستان کا پرائم منسٹر ہو اور کسی بھی فارن یا کسی بھی انٹرنیشنل میگزین میں یا نیوز پیپر میں کوئی الزام اس پرائم منسٹر پر لگے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ الزام جو ہے یہ پاکستان پر الزام لگا ہے۔ ان کو چاہیے کہ وہ اس کو sue کرے تاکہ آئندہ کسی اخبار کو یہ جرأت نہ ہو کہ وہ کسی بھی پرائم منسٹر کے خلاف اس طرح کے غلط الزامات لگا سکے۔ ابھی حال ہی میں خبریں اخبار میں ایک بہت بڑی lead لگی تھی کہ سنڈے ایکسپریس والے کہتے ہیں جناب ہم تو تیار ہیں، حکومت پاکستان پرائم منسٹر جو ہے وہ ہمیں sue کرے we are ready to face it۔ لہٰذا میں چاہوں گا کہ اگر انھوں نے نیشنل اسمبلی سے claim کیا ہے کہ جی ہمارا اس سے کوئی لین دین نہیں ہے تو وہ یہ عوام کو بتائیں کہ، ساؤتھ آف فرانس میں جو ان کا وہاں ایک محل ہے اور یہاں Surrey میں جو محل خریدا گیا ہے اس کے بارے میں بھی وہ وضاحت سے بیان فرمائیں۔

جناب والا! میں آپ کا تھوڑا سا ٹائم اور لوں گا۔ میں اب ترقیاتی بجٹ کے بارے میں عرض کروں گا کہ یہاں پر ہیلتھ اور ایجوکیشن کی مد میں جو فنڈ مختص کیا گیا ہے۔ میں ایک تو یہ چاہتا تھا کہ حکومت نے پاپولیشن ویلفیئر کے بارے میں ابھی تک اپنی کسی commitment کا اظہار نہیں کیا۔ جب تک ہم بڑھتی ہوئی آبادی کو کنٹرول نہیں کریں گے اس وقت تک یہ مسائل حل نہیں ہوں گے۔ دن بدن جس طریقے سے یہ ہوا جو ہے یا یہ جو ایک problem بڑھتی جا رہی ہے، آپ جتنی سڑکیں دے لیں، جتنے سکول دے لیں، اس سے آپ کی نہ تو سڑکیں پوری ہوں گی اور نہ ہی سکول پورے ہوں گے۔ میں یہاں اس بات کا ضرور اظہار کروں گا، میں رانا اکرام ربانی صاحب کا انتہائی مشکور ہوں کہ انھوں نے اپنی اس ہیلتھ کمیٹی میں ہمارے اپوزیشن کے تین ممبر رکھے تھے۔ میں نے ان کو اس میٹنگ میں یہ کہا کہ پوسٹ مارٹم کا جو ایک پرانا فرسودہ قسم کا ایک rule چلا آ رہا ہے کہ یہ sun set کے بعد نہیں ہو سکتا۔ اس کے بارے میں، میں نے ان سے گزارش کی کہ ہمیں اس میں کوئی لیجسلیشن کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اس زمانے کی باتیں ہیں جب آپ کے ملک میں بجلی نہیں ہوتی تھی۔ تو میں ان کا بڑا مشکور ہوں

کہ انھوں نے اس زمانے میں جب وہ ہیلتھ منسٹر تھے یہ فیصلہ کیا اور سیکرٹری ہیلتھ صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ جنھوں نے اب اس کو regularize کروا دیا ہے کہ پوسٹ مارٹم کی جو یہ ایک sun set کی پابندی تھی یہ ختم ہو گئی ہے۔ میں اس کے بارے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب والا! ہیلتھ کے حوالے سے میں یہ چاہوں گا کہ میرے حلقے میں بہت زیادہ ایسے projects ہیں جو کہ میں نے پچھلی حکومت میں شروع کروائے تھے' وہ بالکل مکمل ہو چکے ہیں' میں یہ چاہوں گا کہ ہیلتھ منسٹر جو ہیں وہ ان بلڈنگز کو جو کہ O P D, Burn Unit, یا نرسنگ ہاسٹل بنے ہوئے ہیں ان میں سٹاف بھیجیں۔ ان میں حکومت equipments بھیجے تاکہ غریب آدمی کا فائدہ ہو سکے اور ان کو وہاں پر سہولیات مہیا کی جا سکیں۔ یہ فنڈ جو 1990ء کے دور میں مختص کروایا گیا کم از کم اس کا کسی کو فائدہ تو ہو سکے۔

جناب والا! انہی گزارشات کے ساتھ میں امید کرتا ہوں کہ میری آواز جہاں جہاں تک جا رہی ہے' چاہے وہ سرکاری ارکان ہوں یا منتخب نمائندے ہوں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی جگہ رہ کر جو عوام کی خدمت کر سکتے ہیں وہ کریں اور اپنی حد تک ہم accountable ہوں اور اپنی ذات کا ہم جواب بیانگ دہل ضرور دے سکیں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب اگلے سپیکر رائے نور محمد کھرل صاحب ہیں۔ جی رائے صاحب!

رائے نور محمد کھرل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے بجٹ پر بحث کرنے کا موقع عطا کیا۔ جناب سپیکر! ہر سال صوبائی اسمبلی میں بھی اور قومی اسمبلی میں بھی صوبے اور ملک کے بجٹ بنتے ہیں اور ان پر بحثیں ہوتی ہیں' ان پر تقریریں ہوتی ہیں' ان پر تنقیدیں ہوتی ہیں لیکن اس کے بعد پھر خاموشی۔ جناب والا! میں ۱۹۸۵ء سے دیکھ رہا ہوں میں نے کئی سال اس اسمبلی میں بجٹ پیش ہوتے دیکھے ہیں ہر سال اسی طرح جس طرح اس بجٹ کے موقع پر اپوزیشن والوں نے بجٹ کی خامیاں' خرابیاں بیان کیں اور اسی طرح اقتدار والے ہمیشہ کی طرح بجٹ کی خوبیاں یا اچھائیاں بیان کرتے رہے۔ شاید میرے خیال میں اس اسمبلی ہال میں ظاہری طور پر تو کوئی شیشہ نظر نہیں آتا لیکن میرے خیال کے مطابق اس سے بڑا آئینہ اس طرف لگا ہوا ہے اور ایک آئینہ اس طرف جو اپوزیشن والے اس طرف بیٹھتے ہیں وہ اس آئینے سے دیکھتے ہیں تو صوبے میں' ملک میں خرابیاں' خامیاں' ظلم اور زیادتیاں نظر آتی ہیں اور ادھر اقتدار والے بیٹھے ہیں اور یہ اس آئینے میں

دیکھتے ہیں تو انہیں سب اچھا ' سب ٹھیک نظر آتا ہے ۔ یہ سب لوگ جو ادھر بیٹھ رہے ہیں وہ کافی exerted بیٹھے ہیں اور آج یہ بنچوں والے جو بات کر رہے ہیں وہ ادھر بیٹھ کر یہی باتیں کرتے تھے جو آج یہ میرے دوست کر رہے ہیں ۔ اور آج جو باتیں ہم کر رہے ہیں وہ ہمارے دوست کافی عرصہ کرتے رہے ۔ لیکن اس کا نتیجہ میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا ۔ عوام ہمیں منتخب کر کے یہاں اسمبلیوں میں بھیجتی ہے ۔اور ہم اپنا وقت ضائع کرتے ہیں------

جناب ڈپٹی سپیکر، لیکن کھرل صاحب ' آپ نے میرے خیال میں ہمیشہ یہاں سے ہی بات کی ہے۔

رائے نور محمد کھرل، یہ تو وقت کا تقاضا ہے یا میری خوش قسمتی ہے ۔ کیونکہ یہاں پاکستان میں ایک ایسی روایت ہے کہ اپوزیشن میں بیٹھنا بہت بڑا ظلم اور بہت بڑا گناہ ہے ۔ ہمارے حکمرانوں اور ہماری پارٹی کے لیڈروں کی یہ باتیں ہیں کہ اپوزیشن میں بیٹھنا گناہ کے مترادف ہے ۔ جبکہ ہونا ایسا چاہیے کہ ہر انسان کو آزادی کا حق ہونا چاہیے وہ آزادی سے اپنی رائے دے سکے اور اپنا عمل بھی آزادی سے کر سکے لیکن ہمارے ملک میں اس کے برعکس ہے ۔ جناب والا! کہنے کو تو ملک جمہوریت سے چل رہا ہے لیکن میں معذرت کے ساتھ یہ ضرور عرض کروں گا کہ جمہوریت کے نام پر یا ہمیشہ آمریت قائم رہی ہے یا جمہوریت کے نام ہمیشہ ڈکٹیٹر شپ قائم رہی ہے خواہ کوئی پارٹی ہو خواہ کوئی لیڈر ہو ہمیشہ فرد واحد کی حکومت رہی ہے ۔ ہم لوگ تو یہاں اپنا کردار ادا کرنے آتے ہیں ۔ حقیقت پسندی سے ہٹ کر باتیں کرتے ہیں ہمیں کردار دیے جاتے ہیں ہمیں ڈائریکشنز دی جاتی ہیں ادھر ان لوگوں کو ڈائریکشنز دی جاتی ہیں ادھر ہم لوگوں کو ڈائریکشنز دی جاتی ہیں ۔ یہ تو ایک روایت ہے یہ ایک دستور ہے جس کے مطابق ہم چل رہے ہیں جناب سپیکر! ہم مصلحتوں کے تحت چل رہے ہیں ہمارا حقیقت سے دور کا واسطہ نہیں جس مقصد کے لیے ہمیں منتخب کیا جاتا ہے جس مقصد کے لیے پارٹیوں کو ووٹ دیئے جاتے ہیں وہ بیچارے لوگ ' وہ غریب عوام جن کا ہم بارہا ذکر تو کرتے ہیں لیکن موبل صاحب! آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ ان کے ساتھ روزمرہ کی زندگی میں کیا ہوتا ہے تھانے اور کچہریوں میں کیا ہوتا ہے سرکاری دفاتر میں کیا ہوتا ہے لیکن اس پر آج تک ماسوائے زبانی جمع خرچ کے ' یہاں تقریریں کرنے کے ' اخباروں میں خبریں لگانے کے سوا کبھی کسی نے آج تک سوچا ہے ۔ یہاں پر ہم باتیں تو کرتے ہیں کہ پختہ سڑکات بنا دی جائیں ۔ ڈرینج سکیمیں بنا دی جائیں سکول اور کالج بنا دیئے جائیں ہسپتال بنا دیئے جائیں لیکن میرے نزدیک یہ انسانی سہولتیں آج کے دور میں بھی

انسانی زندگی کے لیے نہایت ضروری ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب چیزیں ثانوی ہیں انسانی زندگی میں یا انسانی ضرورت میں سب سے اہم اور سب سے پہلی جو ضرورت ہے وہ تحفظ اور انصاف ہے۔ جس ملک میں ' جس معاشرے میں اور جس حکومت میں یا جس چودھراہٹ میں انسانی تحفظ نہ ہو تو انسانی زندگی محال ہے ۔ آپ ایک گاؤں کی مثال لے لیں ۔ جس گاؤں کا چودھری ' جس گاؤں کا نمبردار اپنی عوام ' اپنی رعایا ' اپنے لوگوں کے ساتھ یا اپنی برادری کے ساتھ انصاف نہیں کرتا اسے لوگ کبھی اچھا نہیں کہتے یہی مثال ملک کی ہے ۔ وہ حکمران جو لوگوں کو انصاف دے گا جو لوگوں کو تحفظ دے گا لوگ اس کو سب سے زیادہ پسند کریں گے لیکن ہماری تو باری ہی ہوتی ہے ۔ چونکہ آپ نے میرا ذکر کیا یہ ٹھیک ہے شاید ہماری یہ مجبوری ہے کہ ہم نے اس عمل میں رہنا ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں اگر ہم سائڈ پر ہو گئے تو پھر کوئی اور لوگ ہماری جگہ پر آ جائیں گے ۔ خدا جانے میں کم از کم اپنے روز مرہ کے معاملات میں لوگوں کی مجبوریاں ' ان کی بے بسی اور لوگوں کی بے کسی دیکھتا ہوں میں اتنی دفعہ ممبر رہا ہوں میں نے پھر بھی ممبر ہی بننا ہے میں نے ایم ۔ پی ۔ اے ہی بننا ہے لیکن انسانوں کی روزمرہ کی بے کسی اور جس انداز سے لوگوں کو مجبور کیا جاتا ہے ان کو ذلیل اور رسوا کیا جاتا ہے انہیں غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے مجھے اس پر افسوس آتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ بہتر ہے اس جمہوریت سے اس لیڈرشپ سے ہم الگ ہو کر بیٹھ جائیں لیکن ہمارا معاشرہ اس بات کی بھی کسی شریف آدمی کو اجازت نہیں دیتا کہ اسے گھر میں امن اور سکون سے بیٹھنے دے ۔ جناب سپیکر ! وقت کا تقاضا بھی ہے آپ ماشاء اللہ مجھ سے بہت سینئر ممبر ہیں یہاں پر چند ایک میرے دوست بیٹھے ہیں جنہیں بارہا یہاں اسمبلی میں آنے کا موقع ملا لیکن یہاں اندر کا حال باہر کے حال سے بہت مختلف ہے اس اسمبلی ہال سے لوگوں کی بہت امیدیں وابستہ ہیں ہم جب گاؤں سے آتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ اجلاس میں جا رہے ہیں لیکن یقین جانیے کہ ہم یہاں وقت ضائع کرنے کے سوا کیا کرتے ہیں۔ جناب والا! میں دیہاتی آدمی ہوں مجھے اتنا زیادہ تجربہ نہیں ہے نہ میں نے کبھی یہ ایجنڈے وغیرہ دیکھے ہیں میں پریکٹیکل آدمی ہوں ایک شعر ہے ۔

آپ آپ کر مویوں بچہ فارسیاں گھر کھائے

میں یہ عرض کروں گا کہ پوائنٹ آف آرڈر کیا چیز ہے اس نے ساری اسمبلی کا ستیاناس کر دیا ہے اور یہ پوائنٹ آف آرڈر کس تشریح میں آتا ہے یہ کس زمرے میں آتا ہے کہ ہر آدمی پوائنٹ آف آرڈر

پر تقریر کر جاتا ہے ۔ ہم ۲۴۰ یا ۲۵۰ آدمی ہیں ۔ آپ وقت مختص کر دیں ویسے بھی ضابطہ اخلاق ہے کہ ایک آدمی بات کرتا ہے تو دوسرے آدمی کو سننے کا حق ہے اسے بولنے کا حق نہیں کہ اس پر وہ معترض ہو اس کے بعد اسے جواب دینے کا حق ہے جو وہ محسوس کرتا ہے لیکن بصد افسوس اتنے پڑھے لکھے لوگوں کا یہ ایوان ' اتنے باشعور اور ہوشمند لوگوں کا یہ ایوان لیکن ہم جس انداز میں یہاں باتیں کرتے ہیں یہ جس انداز میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں شاید اس اسمبلی ہال کے در و دیوار بھی اب شرم محسوس کرنے لگے ہیں کہ کیسے یہ لوگ یہاں منتخب ہو کر آتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ کیسی گفتگو کرتے ہیں یہ گالیوں کا تبادلہ کرتے ہیں میں اپنے آپ پر اور اپنے دوستوں پر افسوس کرتا ہوں اور میں اس عوام کو آفرین پیش کرتا ہوں جو ہمیں یہاں بار بار بھیج کر موقع دیتے ہیں اور ماسوا جھوٹی تسلیوں کے انہیں کچھ نہیں ملتا ۔ خدارا ہم سب اکٹھے ہو کر عوام کا کچھ کریں ۔ چاہے اپوزیشن والے ہوں کل کو یہ بھی اقتدار میں ہونگے اور تھے اور جو آج اقتدار میں ہیں کل یہ اپوزیشن میں ہونگے ۔ جناب سپیکر! عوامی نمائندہ خواہ وہ اقتدار میں ہے پرائم منسٹر قائد ایوان ہے ' وزیر اعلیٰ قائد ایوان ہے دوسری طرف قائد حزب اختلاف ہے ان سب کو پاکستان کا دوست سمجھ لیں انہیں سب نے mandate دے دیا کچھ لوگوں نے ادھر دے دیا کچھ لوگوں نے ادھر دے دیا اب ہم سب کا فرض ہے کہ ہم سب مل جل کر ان لوگوں کی خدمت کریں ان کی بہتری کے لیے سوچیں ۔ ملک کی بقا کے لیے ' ملک کے استحکام کے لیے سوچیں ۔ جناب والا! دنیا تو چاند پر پہنچ گئی ہے ۔ ہم یہاں پر باتیں کرتے ہیں کہ ہمیں کھالیاں نہیں ' ہمیں پل نہیں میسر ' ہمیں سکول میسر نہیں ہیں یہ کیوں؟ اس لیے کہ جب کوئی وزیر اعلیٰ ' کوئی پرائم منسٹر کوئی دس میل ' کوئی بیس میل کی سڑک مجھے دیتا ہے یا کوئی دو چار گاؤں بجلی کے دیتا ہے تو مجھ پر احسان عظیم کیا جاتا ہے۔ یہ بھائی کیوں ۔ وہ تو عوام کا حق ہے جن لوگوں نے اس پارٹی کو منتخب کیا جن لوگوں نے وزیر اعظم بنایا' صدر بنایا ۔ یہ ان لوگوں کا حق ہے انہیں یہ حق آج سے بیس سال پہلے مل جانا چاہیے تھا جبکہ آج ہم جدوجہد کر رہے ہیں ہم ہر وقت کوشش میں رہتے ہیں۔ دیہات میں پختہ سڑک مل جائے ' دیہات میں ہسپتال بن جائے ۔ میں سالہا سال سے سن رہا ہوں کہ تعلیم کے لیے اتنی رقم رکھی گئی ہے لیکن اس کے نتائج میں نے دیہی سطح پر کبھی نہیں دیکھے ۔ ان شعبہ جات کے لیے اور لوگوں کی بہتری کے لیے ورلڈ بنک ' آئی ایم ایف سے کھربوں اربوں روپے قرضے لیے جاتے ہیں شہری زندگی میں لوگوں کو کچھ شہری

سہولتیں میسر ہیں لیکن دیہی زندگی میں یہ بتانے کے لیے ' دکھانے کے لیے اور قوم و ملک کو متعارض کرنے کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں لیکن ان کا ردعمل عام آدمی کی سطح پر اور دیہات کی سطح پر اگر کوئی ہے تو میرے دوست یہاں بیٹھے ہیں وہ مجھے بتائیں۔ مثلاً پچھلے دنوں میں ٹی وی پر ایک پروگرام آتا رہا ہے ۔ بہت خوبصورت لوگ ٹی وی پر آتے ہیں دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں ' دستک دیتے ہیں " وزیر اعظم پروگرام برائے صحت" وزیر اعظم نے پروگرام دے دیا ' انھوں نے ایک پالیسی دے دی لیکن عمل درآمد مقامی لوگ ' ڈی ایچ او حضرات یا باقی دوست احباب جن میں ہم بھی شامل ہیں ۔ ہمارے دیہات میں کبھی کسی نے کوئی پروگرام نہیں دیا ' کبھی کسی نے دستک نہیں دی کہ آپ کا کیا حال ہے ۔ آپ کس حال میں ہیں ۔ آپ سارے شعبہ جات میں دیکھیں ایک دیہات میں اگر ایک ایک محکمے کے آدمی کا تقرر کیا گیا ہے ۔ زراعت کا نمائندہ لے لیں' تعلیم کا نمائندہ لے لیں ' صحت کا نمائندہ لے لیں' پولیس کا لے لیں ' محکمہ مال کا نمائندہ لے لیں۔ میرے خیال میں ایک دیہہ میں کم از کم آٹھ دس افسر مقرر کیے گئے ہیں ان کی نگرانی اور ان کی دیکھ بھال کے لیے لیکن آج تک کسی محکمے کا نمائندہ اپنی ڈیوٹی یا اپنی ورکنگ یا اپنی ذمہ داری یا اپنے اختیار کو استعمال کرتا ہو۔

انگریز کا ذکر ہم بڑے برے لفظوں میں کرتے ہیں۔ ان کو ہم اچھے لفظوں میں یاد نہیں کرتے ۔ انگریز کے وقت کی وہ نہریں' انگریز کے وقت کی وہ سڑکیں جو کچی ہوا کرتی تھیں اور قطار در قطار درخت نہروں ' راجباہوں اور کھالوں پر اُگے ہوتے تھے ۔ میل ہا میل سفر کرنے سے سورج کی ایک کرن بھی زمین پر نہیں پڑتی تھی۔ اتنا سایہ اور اتنے درخت ہوتے تھے ۔ سڑکات کی پوزیشن بھی اسی طرح کی تھی ۔ آج بھی اگر آپ دیکھیں تو آپ کو ستر سال پرانا ' اسی سال پرانا درخت نظر آئے گا۔ دس سال پرانا یا بیس سال پرانا درخت نظر نہیں آئے گا۔ اس وقت اتنے وسائل نہیں تھے ۔ آج ہمارے پاس وسائل زیادہ ہیں ' افرادی قوت زیادہ ہے ۔ اس وقت افرادی قوت بھی اتنی زیادہ نہیں تھی۔ اب تو جدید دور ہے ' مشینی دور ہے اس کے ساتھ ہم اپنے ملک کو بہت سرسبز و شاداب آباد کر سکتے ہیں۔ ہماری زمین بہت زرخیز ہے ۔ یہاں چشتی صاحب نے چین کا ذکر کیا ۔ اور میرے کئی دوست باہر کے ملکوں میں تشریف لے گئے ۔ ان کا کوئی کمال نہیں ۔ نہ وہ ہم سے زیادہ عقلمند ہیں نہ ان کی زمین ہم سے زیادہ زرخیز ہے ۔ نہ ان کے پاس ہم سے زیادہ وسائل ہیں۔لیکن ہمارے پاس سب کچھ ہونے کے باوجود ایک بات جو ہم نے اپنالی ہے یا ہم میں آ گئی ہے ۔ وہ ہے کام نہ کرنا ۔ بیلدار' مزدور'

سیکرٹری، لیبر سے لے کر جاگیر دار ' زمیندار تک کوئی آدمی کام کرنے کے لیے تیار نہیں انقلاب کی بات کرتے ہیں ۔ اخبارات میں آتا ہے کہ پاکستان میں خونی انقلاب آنا چاہیے ۔ بھئی کیوں خونی انقلاب آنا چاہیے ۔ ہم تو خدا کو ماننے والے لوگ ہیں ' اللہ اور اللہ کے رسول کو ماننے والے لوگ ہیں۔ ہم کونسا جرم کرتے ہیں کہ خونی انقلاب آنا چاہیے ۔ لاکھوں افراد کی مشینری جو حکومت کے خزانے سے تنخواہ لیتی ہے اس میں سے ہر آدمی کو اپنے کام پر واپس آجانا چاہیے ' اپنی ڈیوٹی ادا کرنی چاہیے ' اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہیے ' اپنے اختیارات استعمال کرنے چاہییں۔ ہر آدمی کو ' ہر محکمے کا سربراہ اپنے زیرنگرانی ہر آدمی کو بلا کر کہہ دے کہ جو تیرا کام ہے اتنا ضرور کر ۔ دیکھیں آپ کو انقلاب نظر آتا ہے یا نہیں آتا۔ یہ بڑے بڑے پراجیکٹ بنانے سے نہیں ' یہ روٹی کمانا ' یہ ادھر ادھر کی باتیں یہ سب خدا کے آسرے اور سہارے پر ہیں۔ میری یہ استدعا ہے کہ یہاں وزیر اعلیٰ صاحب ' منسٹر صاحبان ' سیکرٹری صاحبان بیٹھے ہیں وہ اپنے اپنے محکمے میں لوگوں کو کام پر لگا دیں۔ پھر نتیجہ دیکھیں کیا نکلتا ہے ۔ مسائل کا حل وسائل سے ضرور ہے لیکن وسائل کا ضیاع کا آپ اندازہ لگائیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ وسائل کا ضیاع اتنی شدت سے ہمارے پاکستان میں ہو رہا ہے کہ شاید کسی ملک میں وسائل کا اتنا ضیاع نہ ہوتا ہو ۔ غیر ضروری اخراجات حد سے بڑھ چکے ہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہم غیر ضروری اخراجات پر توجہ دیتے ہیں۔

جناب والا! ہمیں منصوبہ بندی کی ضرورت ہے ۔ ہم میں کسی قسم کی غربت نہیں ' نہ ہی وسائل کا فقدان ہے بلکہ صرف منصوبہ بندی کا فقدان ہے ۔ اور ہر شعبہ زندگی میں منصوبہ بندی کرنا نہائت ضروری بن گیا ہے ۔ اس کے ساتھ جناب والا! کرپشن کی بات ہوتی ہے ۔ کرپشن کا لفظ اور اس کا استعمال ہمارے ہاں اتنا عام ہو چکا ہے کہ جو آدمی بھینسیں چراتا ہے یا بھیڑیں چراتا ہے وہ بھی کرپشن کا لفظ استعمال کرنے لگا ہے ۔ ایک دوسرے کو کرپٹ کہہ کہہ کر ہم پکے corrupt ہو چکے ہیں۔ خواہ کرپٹ ہیں یا نہیں ہیں۔ ایک دوسرے پر مہریں ثبت کر کے کرپٹ بن چکے ہیں۔ جس ملک میں وزیر اعظم پر کرپشن کے الزام لگائے جائیں ۔ صدر پر الزام لگائے جائیں اور بڑی بڑی اتھارٹی اور بڑی بڑی حیثیت کے لوگوں پر الزام لگائے جائیں۔ اور یہ نہیں کہ آج یہ الزام لگ رہے ہیں۔ جب یہ الزام لگانے والے خود وزیر اعظم تھے یا صدر تھے ادھر سے الزام لگتے تھے کہ یہ کرپٹ لوگ ہیں اور کرپشن کرتے ہیں۔ آپ نے کوئی ایسی ٹاس ڈالی ہے ۔ یا تو ٹاس ڈال لیں کہ کون کرپٹ ہے اور کون نہیں۔

زبانی کلامی کوئی نہیں مانتا۔ یہ باتیں کرنے کی نہیں ہوتیں اور اتنی دفعہ کی جاتی ہیں کہ اس بات کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے ۔ ہر آدمی دفتروں میں بیٹھ کر یہ قصے بیان کرتا رہتا ہے کرپشن کرپشن کرپشن ۔ ہمیں اس کی اصلاح کے لیے کچھ کرنا چاہیے ۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ ماضی کو بھول جانا چاہیے اور مستقبل کی بات کرنی چاہیے ۔ حال میں رہ کر کام کرنا چاہیے ۔ ہم ماضی کو سوچتے ہیں کہ فلاں وقت میں فلاں آدمی نے بجٹ پاس کیا تو آپ نے ہنگامہ کیا۔ بھئی آپ نے ہنگامہ کیا۔ تو آپ چار سال بعد اس کی باری لے رہے ہیں۔ نہیں ' آپ کو تاریخ نہیں دہرانی چاہیے ۔ یہ قصہ کب تک چلتا رہے گا۔ گاڑی کے عوض گاڑی چلتی رہے گی ۔ یہ بہت بڑی افسوس کی بات ہے ۔ میرے دوستوں کو ' میرے ساتھیوں کو اور فریقین کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے ۔

جناب والا! زراعت کو لیں۔ میں چھوٹا تھا اور پہلی دوسری جماعت میں پڑھتا تھا کہ ہمیں پہلی دوسری کی جو کتاب ملتی تھی اس میں لکھا تھا کہ پاکستان کی معیشت زراعت ہے ۔ زراعت پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے ۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے ۔ جوں جوں زمانہ آگے جا رہا تو زراعت کی حالت بدترین ہوتی جا رہی ہے ۔ آپ دیکھیں کہ ایک ایکڑ پر آپ کتنا خرچ کرتے ہیں اور اس سے آپ کو آمدن کتنی حاصل ہوتی ہے ۔ جناب والا! ویسے تو باتیں کرنے کو بہت ساری ہیں لیکن زراعت ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا تعلق صنعت سے بھی ہے ۔ زراعت نہیں ہو گی تو صنعت کیسے چلے گی ۔ ہمارے ہاں صرف ایک طرف کی بات ہوتی ہے ۔ صرف صنعت کی بات ہوتی ہے اور زراعت کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر زراعت نہ ہو گی تو خام مال کیسے پیدا ہو گا اور صنعتیں کیسی چلیں گی ' میٹریل کہاں سے لائیں گے ۔ زراعت جتنی انداز میں ہو گی ' جتنی زیادہ اچھی پیداوار دے گی ہماری صنعت بھی اتنے اچھے انداز سے چلے گی ۔ زراعت کے لیے سبسڈی ہونی چاہیے ۔ بیج پر سبسڈی ہونی چاہیے ' زمین لیولنگ پر سبسڈی ہونی چاہیے ۔ ٹیوب ویل پر سبسڈی ہونی چاہیے ۔ بجلی کے ریٹ جو زرعی اراضی کو سیراب کرنے کے لیے ہوتے ہیں اس پر سبسڈی ہونی چاہیے ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ 1987ء میں ہم نے ٹیوب ویل لگائے تو پندرہ ہارس پاور کی موٹر کا چھ سو روپیہ شروع ہوا لیکن آج پندرہ ہارس پاور کی موٹر کا پانچ ہزار روپیہ ریٹ ہے ۔ ایک ایکڑ پر تقریباً پندرہ سولہ سو روپیہ پانی کا خرچ آ رہا ہے ۔ جبکہ ہمارے مدمقابل ہمارا پڑوسی ملک ہندوستان میں دیکھیں تو وہاں بجلی کا فلیٹ ریٹ بہت کم ہے ۔ ہمیں ان چیزوں پر توجہ دینی چاہیے ۔ زمیندار جو قرضہ حاصل کرتا ہے اس پر

11/12 یا 13 فی صد کے حساب سے سود وصول کیا جاتا ہے جبکہ صنعتی لوگ صنعتیں لگانے کے لیے جب قرض لیتے ہیں تو ان سے 3 فی صد کے حساب سے سود لیا جاتا ہے ۔ تو ان حالات میں ہم کس طرح ترقی کریں گے ؟ ہماری معیشت کس طرح ٹھیک ہو گی ؟ جناب والا ! میں نے تعلیم ، صحت آبپاشی اور نہروں کا پہلے ذکر کیا ہے ۔ میں نے عرض کیا ہے کہ نہروں کی حالت نگرانی نہ کرنے کی وجہ سے دن بدن ناگفتہ بہ ہو رہی ہے جبکہ لیبر موجود ہے ۔ نہر ایک واحد ایسا شعبہ ہے کہ جتنی length انگریز نے بنائی تھی یعنی اگر کسی نہر کی سو میل length تھی تو وہ اتنی ہی برقرار ہے ۔ سڑکوں میں اضافہ ہوتا رہا ہے اور باقی سارے شعبہ ہائے زندگی میں ، پیداوار میں اضافہ ہوتا رہا ہے لیکن نہروں کی length میں اضافہ نہیں ہوا۔ minor سے لے کر جو پہلے ٹیل تھی آج بھی وہی ٹیل ہے ۔ نہریں جتنی لمبی پہلے تھیں آج بھی اتنی لمبی ہیں ۔ نہروں کی حالت یہ ہے کہ پانی ٹیلوں تک نہیں پہنچتا۔ راستے میں لوگوں سے موگیشیوں کے ذریعے ، cut کے ذریعے ان کی حالت بالکل خستہ کر دی ہے۔ اگر نہروں کی حالت پر توجہ نہ دی گئی تو چند سال تک یہ پنجاب بالکل ویران اور بنجر ہو جائے گا۔لہٰذا نہروں پر توجہ دینا نہایت ضروری ہے ۔ اسی طرح سڑکوں پر توجہ دی جانی چاہیے اور پھر جو سرکاری املاک ہیں ، بلڈنگز ہیں ان پر توجہ دینی چاہیے ۔ ہمارے عوام یہ نہیں سمجھتے کہ جتنی بھی سرکاری املاک ہیں وہ ساری کی ساری عوامی املاک ہیں لہٰذا ان پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ ایک سڑک بنتی ہے تو لوگ اسے کاٹ دیتے ہیں ، اس میں پانی چھوڑ دیتے ہیں ، اسے اکھاڑ دیتے ہیں لیکن انھیں کوئی پوچھنے والا نہیں ، کوئی کارروائی نہیں ہوتی جبکہ اس بارے میں قانون موجود ہیں ۔ یہ سب چیزیں توجہ طلب ہیں ۔ اب میں اپنے علاقے کے بارے میں کچھ عرض کروں گا ۔ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ امن و امان کا مسئلہ بڑا اہم ہے باقی سب چیزیں ثانوی ہیں لہٰذا اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے ۔ تفتیش کے نظام کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے ۔ آپ کے علم میں ہے کہ ناحق اور بے قصور لوگ کتنے کتنے دن حوالات اور جیلوں میں پڑے رہتے ہیں ۔ جناب والا! اب میں اپنے علاقے کی نمائندگی بھی کر لوں ۔ میرا علاقہ ضلع اوکاڑہ راوی کے ساتھ ساتھ چالیس میل کے باڈر پر ہے جس کے شمال میں دریائے راوی ہے جبکہ اس کے اطراف میں ضلع شیخوپورہ ، ضلع فیصل آباد اور ضلع قصور ہیں ۔ جناب سپیکر! جو علاقے دریا پر ہوتے ہیں آپ ان سے اچھی طرح واقف ہیں کہ وہ دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ پسماندہ ہوتے ہیں ۔ گو کہ میں چار مرتبہ ممبر صوبائی اسمبلی منتخب ہوا ہوں لیکن شاید میں اپنے علاقے کے لوگوں پر پوری توجہ نہیں دے سکا ۔

اس میں کچھ سیاسی وجوہات تھیں یا پھر میری رسائی کچھ اقتدار اعلیٰ تک نہ ہو پاتی تھی ۔ میرے حلقے میں کچھ on going سکیمیں جن میں 1991,92,93,94,95ء کی سکیمیں بھی ہیں جن کے لیے فنڈز درکار ہیں جس کے لیے میں استدعا کرتا ہوں کہ کم از کم جو on going سکیمیں ہیں جو کہ تکمیل کے قریب ہیں انھیں مکمل کرنے کے لیے فنڈز فراہم کر دیئے جائیں ۔ جناب والا! میں ایک گزارش آپ کی وساطت سے ، اس ایوان کی وساطت سے ، وزیراعلیٰ کی وساطت سے وزیراعظم صاحبہ سے کرتا ہوں بلکہ کہوں گا کہ ایک علیحدہ چٹھی تیار کر کے for information and for request انھیں بھیجی جائے کہ جب وہ 1990ء میں وزیراعظم تھیں تو وہ چیچراں والا تحصیل و ضلع فیصل آباد میں ایک راوی ملک پلانٹ کے افتتاح کے سلسلے میں تشریف لے گئی تھیں ۔ وہاں عوام کی بھرپور درخواست پر ، مطالبے پر انھوں نے راوی دریا پر ایک پل بنانے کا اعلان کیا ، منظوری دی ۔ جناب والا اس پل کی بہت اہمیت ہے ۔ یہاں لاہور میں ٹریفک کے رش کو کم کرنے کے لیے تین چار پل بنا دیئے گئے ہیں لیکن آپ یقین جانیں کہ جس پل کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ ساہیوال سے صرف تیس میل کے فاصلے پر ہے اور اس پل سے شیخوپورہ بھی تیس میل ہے ۔ اگر وہ پل بن جاتا ہے تو پھر موٹر وے کے رابطے میں تقریباً ایک سو میل کی کمی آ جائے گی ۔ میں نے وزیراعظم صاحبہ کو ان کا یہ اعلان دو تین دفعہ یاد کروایا ۔ انھوں نے اس کا نوٹس بھی لیا اور ایک لیٹر P&D کو لکھا لیکن دو تین سال سے وہ PC-II کی نظر ہو رہا ہے۔ ابھی تک PC-II ہی بن رہا ہے ۔ اس کے لیے کچھ ایک دو لاکھ کی رقم رکھ دی جاتی ہے کہ اس کا PC-II بناؤ لیکن PC-I تک نوبت ہی نہیں آتی ۔ جناب والا ! یہ فنی بنیادوں پر دیکھ لیں ، دفاعی لحاظ سے دیکھ لیں ، طبقاتی لحاظ سے دیکھ لیں ، معاشی لحاظ سے دیکھ لیں ! اگر وہ ہر لحاظ سے بننا ضروری ہو تو پھر اسے بنایا جائے ۔ لہٰذا وزیراعظم صاحبہ کو میری یہ درخواست پہنچائی جائے اور انھیں ان کا اپنا اعلان یاد دلایا جائے ۔ اس کے علاوہ میرے علاقے میں ایسے بے شمار دیہات ہیں کہ جہاں پر بجلی نہیں ہے ۔ اور داستان یہ ہے کہ میں نے حکومت پنجاب سے دو تین سال پہلے غالباً 1993-94ء میں بجلی لگانے کے لیے کئی ایک directives جاری کروائے ۔ work order جاری ہو چکے ہیں ، فنڈز وغیرہ کی کوئی کمی نہیں ہے ۔ واپڈا والوں ، چیف انجینئر حضرات ، ممبر حضرات کو بڑی منتیں بھی کی گئیں لیکن ان منظور شدہ گاؤں میں ابھی تک بجلی نہیں آئی ۔ جناب والا ! براہ مہربانی کوئی ایسا طریقہ اختیار کریں کہ میرے ان گاؤں میں بجلی آ جائے ۔ میں اسمبلی کے فورم پر بات کر رہا ہوں شاید اسی وجہ سے کوئی حل نکل آئے اس پر

خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ میں سارے دوستوں کی خدمت میں عرض کروں گا اور پاکستان کے استحکام کے لیے دعا کروں گا' اس کی خوشحالی کے لیے' اس کی ترقی کے لیے' اس کی آبادی کے لیے اور اپنے قومی لیڈروں کے لیے خواہ وہ حزب اختلاف کے ہوں یا حزب اقتدار کے کہ خدا انھیں اچھے اور نیک کام کرنے کی' عوام کے ساتھ مخلص ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو عوام جو mandate دیتے ہیں اس پر پورا اترنے کی' ان کی خواہشات کو مکمل کرنے کے لیے خدا انھیں توفیق دے۔ آمین۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے کافی وقت دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : مہربانی۔ اگلے مقرر حاجی غلام صابر انصاری صاحب ہیں۔ جی انصاری صاحب!

حاجی غلام صابر انصاری : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بحث کا موقع دیا۔ جناب والا! یہ بجٹ جو کہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے پیش کیا ہے یہ تو غریب مار بجٹ ہے جیسا کہ وفاقی بجٹ پیش ہوا اور اس میں طرح طرح کے ٹیکس لگائے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ کے علم میں ہے کہ یہ ٹیکس لگنے سے پہلے ہی ہمارے پنجاب میں بیشتر ملیں بند ہیں جب ملیں بند ہوتی ہیں تو پھر غریب لوگ کاروبار کرنے کے لیے کہاں جائیں؟ اب جو ٹیکس آئے ہیں اس سے ہماری زراعت بھی بند ہو جائے گی۔ آپ کاٹن کو لے لیں انھوں نے کاٹن پر ٹیکس لگا دیا ہے' دھاگہ بنانے پر ٹیکس لگا دیا گیا ہے' کپڑا بنانے پر ٹیکس' کپڑے کو fimshing کرنے پر ٹیکس' پھر سلائی کے مرحلے پر جب ریڈی میڈ گارمنٹس بنتے ہیں تو وہاں پر ٹیکس لگا دیا گیا ہے چنانچہ کاٹن پر اتنے ٹیکس لگ جائیں گے کہ ہمارا جو مال باہر export ہوتا تھا اسے اب کوئی ملک آپ سے نہیں لے گا۔ جب کوئی ملک نہیں خریدے گا تو پھر ملز مالکان آپ سے کاٹن نہیں خریدیں گے اور اس طرح پھر ہمارے زمیندار کی کاٹن کون خریدے گا؟ ۔ جناب والا! یہ بہت زیادہ ٹیکس لگائے گئے ہیں جس کی سیل دس لاکھ روپے ہو وہ بھی چار فی صد ٹیکس دے گا۔ اس میں آپ کی پرچون کی دکانوں والے' چھوٹے چھوٹے کاروبار کرنے والے بھی آگئے ہیں۔ اور یہ سارے ٹیکس غریب عوام پر پڑیں گے۔ وزیر خزانہ صاحب نے پنجاب کا بجٹ تو پیش کر دیا لیکن میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ جو تین ہزار یا اڑھائی ہزار تنخواہ لینے والا ہے اس کا بھی وہ یہاں بجٹ بنا کر دکھائیں۔ ایک کلرک تین ہزار روپے تنخواہ لیتا ہے تو وہ اپنے گھر کا بجٹ کیسے بنائے گا۔ اتنی مہنگائی ہو گئی ہے کہ وہ بے چارہ خودکشی کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ہمارے علاقے میں لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اتنی مہنگائی ہو گئی ہے کہ ہمیں تو کفن لینے

کے لیے کپڑا بھی میسر نہیں آئے گا جیسا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے کہا کہ میں این ایف سی ایوارڈ میں سے 71 ارب روپے لے کر آیا ہوں لیکن یہ اس میں سے 6 ارب روپے کم لے کر آئے ہیں ۔میں آپ کی وساطت سے وزیر اعلیٰ سے کہتا ہوں کہ جو یہ 6 ارب روپے کم لے کر آئے ہیں وہ یہاں لائیں اور پنجاب میں جو نئے ٹیکس لگائے ہیں وہ ختم کیے جائیں۔جناب والا! ٹیلی فون کے بل بڑھ گئے ہیں اور ہر قسم کے ٹیکس لگ گئے ہیں ۔ جناب والا! اب میں ڈویلپمنٹ کی طرف آتا ہوں کہ ہمارے بجٹ میں سے جو بھی بچتا ہے وہ ہم اپنے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کرتے ہیں اس میں سڑکیں بناتے ہیں ، سکول بناتے ہیں ۔ اس میں آپ ہمارے ضلع قصور کی طرف دیکھیں کہ اس سال ہمارے ضلع قصور میں واٹر سپلائی کی 78 سکیمیں رکھی گئی ہیں لیکن میرے حلقہ 145 میں کوئی سکیم نہیں رکھی گئی تمام کی تمام سکیمیں وزیر اعلیٰ نے اپنے حلقہ 150 میں رکھ لی ہیں ۔ یہ کہاں کا انصاف ہے ؟ آیا میرے حلقے کی عوام آپ کو ٹیکس نہیں دیتی ؟ وہ ہر طرح سے ٹیکس دیتی ہے اور پنجاب کے بجٹ میں سے ان کا جو بھی حصہ ہے اس میں سے کچھ نہیں ملا۔ وہاں کوئی سڑک نہیں بن رہی وہاں کوئی سکول نہیں بن رہا ، وہاں کوئی ڈویلپمنٹ نہیں ہو رہی بلکہ سب کی سب ڈویلپمنٹ پتوکی میں ہو رہی ہے ۔ میں نے بجٹ میں دیکھا ہے کہ ہمارے ضلع قصور میں پانچ ہائی سکول بنائے جائیں گے جس میں چار سکول پتوکی میں بن رہے ہیں یہ کہاں کا انصاف ہے ؟ جناب والا! اربن ڈویلپمنٹ میں ضلع قصور میں قصور بھی آتا ہے اس کے لیے پانچ سکیمیں ہیں لیکن چار سکیمیں پتوکی میں رکھی گئی ہیں اور ایک کوٹ رادھا کشن میں ہے ۔جناب والا! آپ بھی ووٹ لے کر یہاں آتے ہیں اگر آپ کے حلقے کو کوئی ڈویلپمنٹ نہ دی جائے تو آپ کے حلقے کے لوگ آپ کو حلقے میں داخل ہونے دیں گے؟ آپ دیکھیں کہ ہمارے ضلع قصور کے وزیر اعلیٰ ہیں اور ان کو صرف پتوکی ہی نظر آتا ہے ، ضلع قصور میں اور کوئی علاقہ نظر نہیں آتا کہ جہاں کوئی سکول بنایا جائے ، کالج بنایا جائے ، کوئی سڑک بنائی جائے ، یا کسی بھی ڈویلپمنٹ کے لیے واٹر سپلائی سکیم دی جائے ان کو کوئی نظر نہیں آتا؟ جناب والا! میں نے بجٹ میں دیکھا کہ farm to market road کے لیے ہمارے ضلع میں 16 سکیمیں رکھی گئی ہیں لیکن وہ 16 کی 16 سکیمیں حلقہ نمبر 150 میں رکھی گئی ہیں ۔یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہمارے ضلع قصور کی ساری عوام کو ایک طرف کر کے پتوکی کو سب کچھ دیا جا رہا ہے؟ جناب والا! ہم بجٹ میں جو مد بھی دیکھتے ہیں اس میں پتوکی کا نام آتا ہے ۔ جناب والا ! ہمارے صوبہ پنجاب میں پروفیشنل ٹیکس بڑھا دیا گیا ہوٹلوں کے بل بڑھا دیے گئے ،

ڈاکٹروں پر ٹیکس لگا دیا گیا' stamp ڈیوٹیاں بڑھا دی گئیں ان سب کا بوجھ غریب عوام پر ہی پڑے گا۔ ایک طرف تو ہماری موجودہ گورنمنٹ یہ کہتی ہے کہ یہ غریبوں کی پارٹی ہے یہ عوام کی پارٹی ہے لیکن میں تو کہتا ہوں کہ یہ عوام کی کیسی پارٹی ہے ؟ یہ عوام کے لیے کیا کرتی ہے؟ یہ تو اپنے لیے کرتی ہے۔ اس نے تو قومی اسمبلی' صوبائی اسمبلیوں کے ممبران اور وزراء کی تنخواہیں تو پانچ پانچ گنا بڑھا دی ہیں۔۔۔

MR DEPUTY SPEAKER: I call the House to order please

حاجی غلام صابر انصاری: لیکن اس پنجاب کے مزدور کے لیے ہم نے کیا کیا ہے ؟ اس بجٹ میں غریب کی کتنی تنخواہ بڑھائی گئی ہے ؟ ایک تو غریب کو روز گار نہیں ملتا۔ سرکاری ملازم کو تو تھوڑی بہت تنخواہ ملتی ہے لیکن جو غریب آدمی پرائیویٹ نوکری کرتا ہے اس کے لیے ہم نے کیا کیا ہے ؟ ہماری جو انڈسٹریاں بند ہیں ان کو چلانے کے لیے سوچنا چاہیے تھا' مگر جو تھوڑی بہت انڈسٹری چل رہی ہے یہ بجٹ پیش کر کے اس کو بھی بند کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ اب انڈسٹریاں بند ہوں گی تو جو غریب دیہاتوں میں یا چھوٹے چھوٹے شہروں میں رہتے ہیں جن کا کام محنت مزدوری کرنا ہے وہ کہاں محنت مزدوری کریں گے اور کہاں سے پیسے لا کر اپنے بال بچوں کا پیٹ پالیں گے ؟ اس دفعہ پاکستان میں جو بجٹ آیا ہے یہ تو غریبوں کو مارنے کے لیے آیا ہے۔۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رشید بھٹی صاحب کیا کر رہے ہیں ـــــ نہیں ' مہربانی کریں this is the Assembly یا آپ لابی میں تشریف لے جائیں۔

حاجی غلام صابر انصاری: جناب سپیکر ! جب غریب لوگوں کو روز گار ہی نہیں ملے گا تو وہ اپنے بچوں کا پیٹ کیسے پالے گا؟جناب والا ! میری آپ سے گزارش ہے کہ موجودہ گورنمنٹ نے جتنے بھی ٹیکس لگائے ہیں ان کو ختم کرنا چاہیے اور نئے سرے سے بجٹ بنانا چاہیے اور جیسے ہم نے اپنی تنخواہیں پانچ پانچ گنا بڑھائی ہیں ایسے ہی غریبوں کی بھی پانچ گنا تنخواہ بڑھنی چاہیے۔ جب بھی کسی دفتر میں جائیں تو پتا چلتا ہے کہ کلرک ہڑتال پر ہیں ' وہ اپنا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہماری تنخواہیں بڑھائیں لیکن گورنمنٹ نے ان کا کچھ بھی نہیں بڑھایا۔ اب جیسے آپ اپنی تنخواہ پانچ فی صد بڑھاتے ہیں کلرکوں کی بھی پانچ فی صد بڑھا دیں تا کہ وہ بھی اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکیں اور جو پرائیویٹ انڈسٹریاں ہیں ان کے لیے بھی قانون بنایا جائے تا کہ ان پرائیویٹ مزدوروں کو بھی اتنی تنخواہ دی جائے تا کہ وہ بھی اپنا پیٹ پال سکیں اور جو انڈسٹریاں بند ہیں ان کو چالو کرنے کے لیے گورنمنٹ کو سکیمیں بنانی

چاہییں۔ ان کو بند کرنے کی سکیمیں نہیں بنانی چاہییں۔ بے نظیر صاحبہ کہتی ہیں کہ انڈسٹری مالکان اور بزنس مین میرے حامی نہیں ہیں اس لیے ان کو اس ملک میں تباہ و برباد کر دینا چاہیے۔اس لیے وہ ان کو تباہ و برباد کر رہی ہے ۔ اگر صنعت کار تباہ و برباد ہو جائیں گے تو اس کے ساتھ جو بھی لوگ منسلک ہیں کوئی مزدور مزدوری کرتا ہے کوئی دکاندار مل کے باہر دکان ڈال کر بیٹھا ہوا ہے وہ روز گار کما کر اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے اس طرح پاکستان میں 70 فی صد لوگ انڈسٹری کے پیشہ سے منسلک ہیں ۔ اگر بے نظیر صاحبہ انڈسٹری کو تباہ کرنا چاہتی ہے تو یہ 70 فی صد عوام کو کہاں پھینکیں گی ؟ اس بجٹ میں تو طرح طرح کے ٹیکس لگا دیئے گئے ہیں بجلی کی قیمت بڑھا دی گئی ہے ، کھاد کی قیمت بڑھا دی گئی ہے اس سے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ ہمارے زمینداروں سے بھی زیادتی کر رہی ہے ۔ زمیندار کوئی بھی فصل بیجتا ہے اس پر جو خرچہ آتا ہے اگر اس کا وہ خرچہ نکلے گا تو وہ اپنی فصل اگائے گا ۔ اس بجٹ میں جتنے ٹیکس لگ گئے ہیں اس بارے میں میں تو ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ زمیندار جو بھی فصل اگائے گا اس پر اتنا خرچہ آئے گا کہ وہ اپنی فصل سے کبھی بھی وصول نہیں کر سکے گا ۔ہماری موجودہ حکومت امریکہ کے کہنے پر یہاں ایسے ایسے قانون لا رہی ہے کہ ہمارے غریب غریب تر ہو جائیں اور اس دنیا سے غریب ختم ہو جائیں ۔ جناب والا! ہماری ملکی صنعت میں خام مال پر اتنے ٹیکس لگا دیئے گئے ہیں کہ ہماری انڈسٹری میں جب مال تیار ہو کر باہر آتا ہے تو جو چیز در آمد کی ہوئی ہے اس کی قیمت کم ہے لیکن ہمارے مال کی قیمت زیادہ ہے ۔ مثال کے طور پر باہر کی فریج کی قیمت ہمارے فریج سے کم ہے اور ہمارے ملک کی تیار کردہ فریج کی قیمت زیادہ ہے کیونکہ ہمارے ملک میں ٹیکس زیادہ لگا دیئے گئے ہیں لیکن جو باہر سے در آمد کرتے ہیں اس پر import ڈیوٹیاں کم کر دی گئی ہیں ۔ یہ سب کچھ ہمارے ملک کی صنعتوں کو تباہ کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے ۔ آپ کوئی چیز بھی لے لیں کہ جو پاکستان میں بنتی ہے وہ مہنگی ہے وہ کیوں مہنگی ہے ؟ اس لیے کہ یہاں بجلی مہنگی ہے یہاں سوئی گیس مہنگی ہے یہاں پر طرح طرح کے ٹیکسز ہیں لیکن جو چیز باہر سے در آمد کرتے ہیں اس پر وفاقی حکومت نے اور بھی ڈیوٹیاں کم کر دی ہیں تاکہ باہر کا مال یہاں آ کر اور سستا پڑے اور یہاں پر باہر کا مال ہی فروخت ہو اور ہمارے ملکی مال کا کوئی گاہک نہ ہو۔جناب والا! ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہمیں عوام نے منتخب کر کے بھیجا ہے کہ ہم یہاں پر عوام کے مسائل حل کریں اگر ہم نے یہاں پر عوام کے مسائل حل نہیں کرنے تو یہاں پر عوام نے ہمیں کیوں بھیجا ہے ؟ ہم صرف اور

صرف امریکہ کے کہنے پر باہر سے در آمد شدہ چیزوں پر ڈیوٹیاں کم کر رہے ہیں لیکن جو مال ملک میں تیار ہوتا ہے اس پر ڈیوٹیاں بڑھا رہے ہیں تاکہ ملکی مال بنانے والی صنعتیں بند ہو جائیں اور امریکہ کی صنعتیں چل پڑیں تاکہ یہاں امریکہ کا مال آنا شروع ہو جائے ۔ جناب والا ! ہمیں یہ سوچنا پڑے گا اگر آپ نہیں سوچیں گے تو یہ عوام سڑکوں پر آ کر آپ کا گریبان پکڑے گی کہ آپ نے اسمبلیوں میں جا کر ہمارے اوپر اتنے ٹیکس لگائے ہیں ۔ ہم نے آپ کو اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ آپ اسمبلیوں میں جا کر ہمارے اوپر ٹیکس لگا دیں ۔ جناب والا ! جہاں سے بھی گزرتے ہیں عوام یہ کہتی ہے کہ آپ نے ہم پر جو ٹیکس لگائے ہیں ہم یہ کیسے پورے کریں گے ' پہلے تو ہمیں روٹی میسر نہیں آتی اب ٹیکس کہاں سے دیں گے ؟ جیسے ایک غریب آدمی جو 3000 ہزار کماتا ہے اس کا بجلی کا بل 1500 روپے آ جاتا ہے ' سوئی گیس کا بل 500 روپے آ جاتا ہے اب وہ ایک ہزار میں بچوں کا پیٹ کیسے پالے گا؟ ۔ اگر اس کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوں گے تو وہ چوریاں کرے گا ' ڈاکے مارے گا پھر یہ ہو گا کہ یہاں چوریاں بہت ہوتی ہیں ڈاکے بہت پڑتے ہیں ۔ جناب والا! جب تک ہم اپنی عوام کے لیے ایسے اقدامات نہیں کریں گے کہ وہ اپنا روزگار کما سکیں اس وقت تک اس پنجاب میں قتل وغارت گری بھی ہوتی رہے گی ڈاکے بھی پڑتے رہیں گے اور چوریاں بھی ہوتی رہیں گی ۔

جناب سپیکر! ہمیں یہ بجٹ نئے سرے سے بنانا پڑے گا اور اسی سال آپ کو بنانا پڑے گا اور میرے فاضل دوست اس طرف بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی سمجھتے ہیں کہ جب ہم اپنے حلقوں میں جاتے ہیں تو غریب عوام ان سے پوچھتی ہے کہ آپ ہمارے لیے کیا کر رہے ہیں ؟ اس لیے میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ توقع کرتا ہوں کہ دونوں طرف کے ہمارے اراکین اس بجٹ کو پاس نہیں ہونے دیں گے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس اسمبلی میں نیا بجٹ آئے گا جو کہ غریب عوام کا بجٹ ہو گا ۔ میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، مہربانی ۔

خواجہ ریاض محمود ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! بجٹ میں جو ٹیکسوں کی بھر مار کی گئی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں ۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب والا! موقع محل کے مطابق ہی میں بات کروں گا اور مختصر کروں گا.....

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں نے تو صبح بھی بتایا تھا کہ پوائنٹ آف آرڈر کا کوئی طریقہ ہوتا ہے ۔ آپ

اگر تقریر کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو تقریر کا موقع دیا جاتا ہے۔ آپ نے تقریر کرنی ہے؟

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! تقریر تو کرنی ہے لیکن 22 تاریخ کو کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ آج تقریر کرنا چاہتے ہیں؟

خواجہ ریاض محمود: جناب والا! کھوسہ صاحب نے میرا نام 22 تاریخ کے لیے دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے پھر 22 کو ہی بات کریں۔

خواجہ ریاض محمود، لیکن اس وقت تو میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، لیکن پوائنٹ آف آرڈر کس مسئلے پر ہے؟

خواجہ ریاض محمود، اسی مسئلے پر ہے جو صابر صاحب نے اپنی تقریر میں کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اپنی تقریر میں یہ باتیں کر لیں وقت بھی زیادہ دے دیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ شعر سنا دیں۔ شعر سننے کے لیے تو تیار ہیں

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! میں مرحوم مخدوم الطاف صاحب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے انہوں نے پچھلے سال بجٹ پیش کرتے ہوئے ٹیکسوں کے خلاف حکومت سے سخت احتجاج کیا تھا اور بہت کم ٹیکس لگائے تھے لیکن اس بار ٹیکسوں کی بھرمار کر دی گئی ہے۔ صابر صاحب صحیح کہہ رہے ہیں کہ لوگ مر رہے ہیں.....

جناب ڈپٹی سپیکر، تشریف رکھیں یہ باتیں آپ اپنی تقریر میں کرنا۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا شاعر نے کہا:

کچھ تمہارے گیسوؤں کی برہمی نے کر دیے
کچھ اندھیرے میرے گھر میں روشنی سے ہو گئے

جناب ڈپٹی سپیکر، بڑی مہربانی۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! عرض کروں گا۔

بندہ پرور کھل گیا ہے آستانوں کا بھرم
مرحلے کچھ طے میری آوارگی نے کر دیے

جناب ڈپٹی سپیکر، تو میرے خیال میں میرے پاس صرف اظہر حسن ڈار کا نام رہ گیا ہے لیکن آج

ہم وقت بھی بیس منٹ دے رہے تھے تو وہ تقریر اب ختم نہیں ہو گی ۔ اس لیے اب ہم کل انشاء اللہ تعالیٰ دس بجے صبح meet کریں گے ۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا پینتیسواں اجلاس)

بدھ' 19۔ جون 1996ء

(چہار شنبہ 2۔ صفر المظفر' 1417ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں 11 بجے صبح منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۗ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۗ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ سورۃ النساء، آیات 78 تا 79

(اے جہاد سے ڈرنے والو) تم کہیں رہو موت تو تمہیں آ کر رہے گی خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو اور ان لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو (اے محمد تم سے) کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچا) ہے کہہ دو کہ (رنج و راحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ (اے آدم زاد) تجھ کو جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامت اعمال کی) وجہ سے ہے اور (اے محمد) ہم نے تم کو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اس بات کا خدا ہی گواہ کافی ہے۔ وما علینا الا البلاغ ۝

صاحبزادہ محمد فضل کریم، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، اخبارات میں آیا ہے گھوڑا بازار راولپنڈی کے گٹر سے پانچویں مرتبہ قرآن مجید فرقان حمید کے نسخے برآمد ہوئے ہیں۔ اور اس پر وہاں پر کل لوگوں نے احتجاج بھی کیا۔ لیکن پنجاب کی انتظامیہ کے نا اہل افسران نے لوگوں پر لاٹھی چارج کیا۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ چار مرتبہ جنھوں نے یہ رکیک اور غلیظ قسم کی حرکت کی ہے۔ ان کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی تھی یا نہیں؟ یہ واقعہ پانچویں مرتبہ رونما ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ نے یہ بات اخبار میں پڑھی اور میں نے بھی پڑھی کہ وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ نے فوری طور پر حکم دیا ہے کہ اس پر خصوصی کارروائی جلد از جلد کی جائے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، ہم نے بھی اخبارات میں پڑھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا رکیک واقعہ چار پانچ مرتبہ رونما ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں۔ یا تو حکومت سو گئی ہو۔ انھوں نے تو فوری طور پر اس کا ایکشن لیا ہے۔ یہی ہم چاہتے ہیں اور تمام مسلمان چاہتے ہیں۔ یہ سب کا مسئلہ ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، میں عرض کروں کہ جناب حکومت واقعی سوئی ہوئی ہے۔ اس سے پہلے بھی یہ واقعہ چار مرتبہ رونما ہو چکا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کے کہنے سے سوئی ہوئی ہے۔ I rule it out۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ (قطع کلامی) آپ ہر اس بات پر frankly speaking پٹرول چھڑکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ واقعہ واقعی بڑا خطرناک ہے۔ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ لیکن ہم کو بطور ایک قوم کے ان باتوں کو پھر مزید بھڑکانا نہیں چاہیے۔ مہربانی شکریہ۔ اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اجازت نہیں دیتا۔ میں نے پوائنٹ آف آرڈر رول آؤٹ کر دیا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب میں نے کوئی اور بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اچھا' کوئی اور بات کرنی ہے۔ کریں۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب' میرا بھی ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ان کے بعد آپ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! جہاں تک قرآن پاک کی بے حرمتی کا مسئلہ ہے۔ آپ نے اس کو رول آؤٹ کر دیا۔ آپ جانیں آپ کا خدا جانے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خدا سب کچھ جانتا ہے۔ وہ دلوں کے حال تک جانتا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، میں جو بات کر رہا ہوں کہ کل بارہ (12) افراد کو گولیاں مار کر زخمی کیا گیا' یہ واقعہ میرے حلقہ میں ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بحث تقاریر ہیں آپ ان پر سیر حاصل بحث کیجئے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، تو قرآن پاک کی بے حرمتی کا مسئلہ چھوڑ دیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے اس کو rule out کر دیا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، تو جو بارہ افراد کو بے دردی کے ساتھ زخمی کیا گیا ہے اس کو چھوڑ دیں؟

چودھری اصغر علی گجر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی گجر صاحب۔

چودھری اصغر علی گجر، سر میں اس سلسلے میں یہ بات کرنا چاہتا تھا کہ ایک واقعہ ہوا۔ اس پر مسلمانوں نے احتجاج کیا اور اس پر حکومت نے نوٹس لیا۔ لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جب قرآن پاک کا یہ حادثہ ہوا تو یہ قدرتی امر تھا کہ مسلمان جذبات سے باہر نکل آتے ہیں اور اس پر احتجاج کرتے ہیں۔ لیکن احتجاج کرنے والوں پر انتظامیہ کی طرف سے لاٹھی چارج بھی ہوا' گولیاں بھی چلائی گئیں اور وہ زخمی بھی ہوئے۔ کم از کم اس کی مذمت تو کرنی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے یہ خود کہا ہے کہ یہ بات قابل مذمت ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اب یہاں اسمبلی میں بحث ہو رہی ہے کوئی بھی دوست اس پر جتنی بھی گفتگو کرنا چاہے اس کو اجازت ہوگی اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ آپ سارے دوست قرارداد لکھ کر لائیں تو ہم یہاں پیش کر دیں گے لیکن سردار صاحب! بات یہ ہے کہ بغیر لکھے پڑھے فوراً آ کر کہہ دیا جائے۔

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہم تحریک استحقاق لیتے ہیں تحریک استحقاق میاں انتظار حسین بھٹی کی طرف سے ہے ان کی طرف سے یہ تھا کہ اس کو بدھ تک ملتوی کیا جائے۔ میرے خیال میں آج بدھ ہے۔ تشریف رکھتے ہیں؟ وہ تشریف نہیں رکھتے یہ پچھلے سیشن سے جاری ہے' اس لیے ان کے حاضر نہ ہونے کی بنا پر میں dispose of تصور کرتا ہوں۔ آگے حاجی مقصود احمد بٹ کی تحریک ہے۔ یہ بھی میرے خیال میں پچھلے سیشن سے ہے۔ حاجی صاحب! ہاؤس میں یہ تحریک پڑھی جا چکی ہے؟ اچھا یہ تحریک آج تک pending ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ: جناب سپیکر! میں نے یہ تحریک سنٹرل ماڈل ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کے خلاف دی تھی۔ وہ خود یہاں آئے تھے' کچھ معزز ممبران کے ذریعے سے میری تسلی کرا دی ہے' لہذا میں اسے واپس لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بڑی مہربانی' آپ کا شکریہ۔ محرک پریس نہیں کرتے اس لیے اس کو dispose of تصور کیا جائے گا۔ اقبال خان خاکوانی پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں' جی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! میرے توجہ دلانے پر سینئر منسٹر صاحب نے میونسپل کارپوریشن کی گاڑی ملتان واپس بھجوا دی ہے میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔

انتقامی کارروائی کے طور پر رکن اسمبلی کی فلور مل کے لائسنس کی منسوخی

(---------جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کی بھی بڑی مہربانی۔ اگلی جناب امتیاز احمد کی تحریک ہے میرے خیال میں یہ پڑھی جا چکی تھی تو آج کے لیے رکھی گئی تھی تو وزیر قانون صاحب نے آج اس کا جواب دینا تھا کیونکہ کل تک ان کے پاس رپورٹ نہیں آئی تھی۔

وزیر قانون (میاں محمد افضل حیات)، جناب والا! اس کی صورت حال یہ ہے کہ سب سے پہلے تو یہ ٹیکنیکلی تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ اگر من و عن محترم امتیاز صاحب کی بات مان بھی لی جائے کہ ایسے ہی واقعہ ہوا ہے تو پھر بھی یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ استحقاقات کا ایک اپنا طریقہ ہے آئین کی کسی ایسی پروویژن کی خلاف ورزی کی جا رہی ہو اگر وہ سمجھتے ہیں کہ میرے خلاف غلط کارروائی کی

گئی ہے تو اس کے لیے عدالتیں موجود ہیں۔ واقعاتی چیز کے متعلق میں بعد میں عرض کرتا ہوں لیکن سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ کسی صورت میں تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ دوسری بات میں نے کل عرض کیا تھا کہ اگر کوئی معزز رکن اسمبلی چاہتا ہے کہ اس کا یا ہاؤس کا استحقاق مجروح ہوا ہے تو اسے بھی ہاؤس کے استحقاق کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ اگر وہ خود تو ہاؤس کا احترام نہیں کرتا' خود اس کے رولز کا پابند نہیں تو How can he ask for this privilege? اس وقت جیسے آپ نے دیکھا ہے کہ معزز ممبر نے جس طریقے سے گو اس کا اور فلور مل کا کوئی تعلق نہیں' لیکن وہ ہاؤس کے رولز کا کوئی احترام نہیں کرتے۔ میں آپ سے یہ بھی رولنگ چاہوں گا کہ اگر ایک ممبر خود تو ہاؤس کا احترام نہیں کرتا تو پھر وہ privilege کیسے seek کر سکتا ہے جو کہ ویسے غلط ہے۔ اسی لیے میں نے کل بھی عرض کیا تھا کہ اگر آپ کوئی اس قسم کی ہاؤس سے ریلیف لینا چاہتے ہیں تو One should come with clean hands اس لیے اگر اپنے ہاتھ صاف نہ ہوں آپ خود ہاؤس کا احترام نہ کرتے ہوں تو پھر ادھر آ کر کیسے اس بات کے متقاضی ہو سکتے ہیں کہ آپ کو ادھر سے ریلیف ملے۔ دوسری بات میں نے پہلے عرض کی ہے کہ یہ تحریک استحقاق کسی طریقے سے بنتی نہیں ہے۔ واقعاتی طور پر رحیم یار خان ایک ایسا ضلع ہے جو کہ سندھ اور پنجاب کے بارڈر پہ ہے۔ وہاں پہ کئی دفعہ غیر قانونی طور پہ بین الصوبائی گندم کی نقل و حرکت بھی ہوتی رہتی ہے اس لیے وہاں پہ چیکنگ زیادہ کی جاتی ہے۔ تو ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر نے جو رپورٹ دی ہے اس کے مطابق فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں ہفتے کو چھٹی نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ وہاں پہ سات آٹھ ملوں کے خلاف یہ کارروائی ہو چکی ہے اور جب اس فلور مل سے ریکارڈ مانگا گیا تو منیجر خلیل احمد نے ریکارڈ دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے ریکارڈ نہیں دیا۔ ہو سکتا ہے اس کا ریکارڈ تیار نہ ہو یا جو بھی وجہ تھی تو اس کے خلاف یہ کارروائی کی گئی ہے اور اس کے لیے قانونی چارہ جوئی ہے۔ اس کی اپیل ہوتی ہے اس کا اپنا طریقہ ہے اور اگر آپ چاہیں تو جن ملوں کے خلاف پہلے کارروائی کی جا چکی ہے ان کی لسٹ بھی آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، صرف یہ ذرا وضاحت ہو کہ اسمبلی میں اس روز یہ واقعہ ہوا تو دوسرے دن اتنا فوری عمل کیوں ہوا؟ پہلے بھی ہو سکتا تھا یا کچھ دن کے بعد بھی ہو سکتا تھا۔

وزیر قانون، جب یہ واقعہ ہوا تو اس کے ری ایکشن پہ اگر کرنا ہوتا تو دو چار دن بعد ہوتا اتنی جلدی

تو وہاں پہ ری ایکشن بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ ایک routine check up تھی جو کہ اتفاقاً ہو سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہمارا بجٹ چودہ تاریخ کی شام کو پیش ہوا۔ تو یہ واقعہ وہاں کس وقت ہوا ہے؟

وزیر قانون، یہ پندرہ تاریخ کو ہوا اور ٹائم کا انھوں نے بھی نہیں لکھا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پانچ بجے شام یہ واقعہ ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اچھا پانچ بجے شام ہوا ہے۔

وزیر قانون، تو ان حالات میں کہوں گا کہ ٹیکنیکلی بھی یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی تو اس کو کیسے admit کیا جا سکتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ نہیں میں ویسے آپ کو اجازت دیتا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ویسے ہی اجازت دے دیں آپ کی مہربانی ہے۔ یہاں محترم وزیر قانون نے کہا ہے کہ جو ہاؤس سے ریلیف کا خواہش مند ہو اس کے اپنے ہاتھ صاف ہونے چاہییں۔ وہ انگریزی بول رہے تھے میں ان کے خیالات کی اردو میں بات کر رہا ہوں۔ جناب سپیکر! یہاں یہ دیکھا گیا ہے کہ چیئر کی رولنگ سے کسی ممبر کو ہاؤس سے باہر جانے کو کہا ہے اور وہ نہیں گیا۔ وہ آج سپیشل اسسٹنٹ ٹو چیف منسٹر بنے بیٹھے ہیں یہ کلین ہینڈ والے کی بات کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! ایک رکن اسمبلی نے اپنا حق استعمال کرتے ہوئے انٹرنیشنل شہرت کے ایک اخبار کے تراشے کی کاپی فنانس منسٹر کی میز پہ رکھنی چاہی۔ اس نے فنانس منسٹر کو منہ سے کوئی الفاظ نہیں بولے بلکہ اس ممبر کے ساتھ ہاتھا پائی کی گئی۔ اگر سپیکر صاحب کے پاس کوئی فوٹو کاپی رکھی گئی ہے تو سپیکر صاحب نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ انھوں نے وہ کاپی وصول کی، فنانس منسٹر وصول کر لیتے۔ اس پر نہ کوئی ہنگامہ تھا نہ اس معزز رکن نے کوئی آوازے کسے کچھ بھی نہیں کہا پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ تو routine میں ہوا ہے۔ وزیر صاحب یہ تو کہہ گئے ہیں کہ آٹھ اور فلور مز کو بھی چیک کیا گیا ہے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیں گے کہ وہ بھی اسی طرح چھٹی کے دن دفاتر کے ٹائم کے بعد چیک کی گئی ہیں؟ میں اب انھی کے ایک ساتھی کا راز نہیں کھولنا چاہتا، میں گواہ ہوں کہ ایک منسٹر نے کہا ہے کہ "پھر ایسے کم ناں کیتے کرو ناں تسیں، چلو ٹھیک ہے اسیں تہاڈی ٹھیک کرا دیاں گے" کلین ہینڈز ان کے نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! ایک رکن اسمبلی کو اپنا جمہوری حق استعمال کرتے ہوئے اگر

اس طرح pressurize کیا گیا تو یہ اسمبلی کیسے چلے گی؟ تو آپ براہ مہربانی ان کا استحقاق سمجھتے ہوئے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں وہاں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی امتیاز صاحب! آپ نے کچھ کہنا ہے؟ آج بجٹ کا دن ہے۔

جناب امتیاز احمد: میں صرف دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی تابش الوری صاحب

سید تابش الوری: میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے بجا طور پر وزیر قانون سے بہت ہی چبھتا ہوا سوال کیا کہ یہ فوری طور پر دوسرے ہی دن یہ کارروائی کی گئی اور آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ آئین و قانون کے مطابق اسمبلی کے اندر جو بھی کارروائی ہو وہ immune ہوتی ہے اس پر نہ کوئی مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔ نہ اس کے خلاف کوئی انتظامی کارروائی کی جا سکتی ہے' نہ ہی انتظامی اقدام کیا جا سکتا ہے۔ آئین نے یہ بڑا واضح تحفظ دیا ہے تاکہ اسمبلی کے جو اراکین ہیں وہ حق بات کہنے میں آزاد ہوں اور انھیں انتظامیہ' حکومت یا کسی اور قوت سے کوئی خوف نہ ہو۔ یہ آئین کا تحفظ ہے اور ہم اسی آئین کے تحفظ کے حوالے سے آپ سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر اس قسم کی تقریروں پر یا کارروائی پر انتظامی اقدامات شروع ہو گئے تو اس کی کوئی انتہا نہیں ہو گی۔ یہ ایک سیدھا سادہ اندھے انتقام کا نمونہ ہے کہ ایک رکن اسمبلی نے ایک دستاویز انھیں پیش کرنی چاہی اور اس کو نام دیا گیا کہ وہ ان سے بجٹ کی کاپی چھیننا چاہتے تھے اور شاید ان کو زدو کوب کرنا چاہتے تھے۔ حالانکہ ایسا نہ کوئی واقعہ ہوا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا مقصد تھا۔ قومی اسمبلی میں بھی ایسے تراشے بانٹے گئے' نہ صرف اپوزیشن نے بانٹے بلکہ خود محترمہ بینظیر بھٹو نے مختلف لیڈروں کو وہ تراشے پیش کیے۔ یہ ایسا بڑا جرم نہیں جس پر ان کی فلور مل کا لائسنس منسوخ کر دیا جائے۔ وزیر قانون نے خود بین السطور واضح طور پر یہ کہہ دیا ہے کہ چونکہ انھوں نے ایوان کے استحقاق کا خیال نہیں کیا' اس لیے ان کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ اس کارروائی پر احتجاج کریں۔ یہ بڑا سیدھا سادہ اعتراف ہے اور بین السطور یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ اسی اقدام کا جوابی اقدام ہے۔ اس لیے میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ہاؤس کے کسٹوڈین کی حیثیت سے پہلے بھی آپ نے بہت سے معاملات میں بڑی اہم رولنگز دی ہیں' فیصلے کیے ہیں۔ اس لیے یہ بھی ایک precedent کے حوالے سے' اگر آئین کے تحفظ کی

حق کی آواز بلند نہیں کی جا سکے گی۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: امتیاز صاحب! میرے خیال میں کھوسہ صاحب اور تابش الوری صاحب نے بہت کچھ کہہ دیا ہے۔ کیا آپ کے کہنے کی ابھی کوئی ضرورت ہے؟

جناب امتیاز احمد: میں صرف ایک بات کروں گا۔ میں کلمہ پڑھ کر کہتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ انھوں نے میرے خلاف انتقامی کارروائی کی ہے۔ میں یہ حلفاً اسمبلی کے فلور پر کھڑا ہو کر کہتا ہوں۔ جیسے میرے لیڈر کھوسہ صاحب نے کہا ہے کہ ہم اس وزیر کا نام نہیں لینا چاہتے ' کافی ممبران کی موجودگی میں انھوں نے یہ تسلیم کیا کہ ہم نے انتقامی کارروائی کی ہے۔ انھوں نے ایسا کیا تھا تو ایسا تو پھر ہونا ہی تھا۔ جناب والا! خلیل نامی آدمی میری فیکٹری میں منیجر نہیں کیشیئر ہے۔ مل کا نائم ختم ہو چکا تھا اور انھوں نے جن ملوں کے خلاف کارروائی کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک مل کا نام بتا دیں جس کا لائسنس منسوخ کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی خادم حسین صاحب۔

چودھری خادم حسین: میرے خیال کے مطابق یہ ایک ایسا ہی قصہ ہے کہ جس طرح فضل حسین راہی صاحب نے ان بنچوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں سے ایک دستاویز چھیننے کی کوشش کی تھی۔ یہ آپ کو بھی پتہ ہے۔ اس وقت ہاتھا پائی میں تھپڑ بھی مارے گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج اس کی بجائے انھوں نے بڑے تحمل سے کام لیا ہے۔ اس لیے آپ پہلے سندھو صاحب کو بھی سن لیں۔ اس کے بعد جو فیصلہ آپ مناسب سمجھیں وہ کر دیں۔ اگر ایک چیز کا آج برا منایا جا رہا ہے۔ کیا جب ہم ان بنچوں پر بیٹھے ہوئے تھے اس وقت یہ بات بری نہیں تھی۔ اگر اس وقت بری تھی تو آج بھی اسے برا منانا چاہیے ایک وزیر محترم سے ہاتھا پائی کرنا یا دستاویز چھیننا کیا یہ اخلاقی جرم نہیں ہے؟ اس سے بڑا جرم اور کیا ہو سکتا ہے؟

جناب امتیاز احمد: جناب میں ایک بات clear کرنا چاہتا ہوں کہ جو انھوں نے کہا ہے اور بجٹ دستاویز چھیننے کی بات ہے میں حلفاً اسمبلی کے فلور پر کہتا ہوں کہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے "Sunday Express" کی کاپی وزیر خزانہ کو پیش کرنی چاہی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! جو گفتگو ہوئی ہے اسے wind up کریں۔

وزیر قانون، جناب والا! یہ ٹیکنیکلی بھی کسی طریقے سے تحریک استحقاق نہیں بنتی ۔ اگر یہ تحریک استحقاق بنتی ہوتی تو میں آگے بات کرتا۔ اس سے ہاؤس کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ یہ ایک کارروائی تھی۔ یہ عدالت میں جا کر سٹینڈ لے سکتے ہیں کہ یہ انتظامی کارروائی تھی یا نہیں تھی ۔ ادھر کوئی انتظامی کارروائی نہیں ہوئی ۔ میں نے صرف ضمناً بات کی ہے کہ اگر ہمیں ہاؤس میں اپنے استحقاق کو منوانا ہے تو پھر ہمیں ہاؤس کا احترام بھی کرنا چاہیے اور ہاؤس کے استحقاقات کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ! اب میں اس پر اپنا فیصلہ سناتا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس روز ہاؤس میں میں بھی اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا ۔ یہ بات کہہ دینا کہ صرف وزیر خزانہ کو وہ documents دینے جا رہے تھے۔ یہ بات نہیں ہے ۔ یہاں پر کافی شور شرابا ہوا جو پارلیمانی روایات کے خلاف ہے ۔ اگر اس سے پہلے بھی ہوئے ہیں تو وہ بھی پارلیمانی روایت کے خلاف تھے۔ ہر ممبر کو یہ حق حاصل ہے کہ جمہوری انداز میں قواعد و ضوابط میں رہتے ہوئے یہاں پر اپنے حق کی آواز اٹھائے۔ کسی پر یہ قدغن نہیں لیکن جس طرح فاضل اراکین نے ' جن میں امتیاز احمد بھی شامل تھے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ جس انداز میں انھوں نے اپنی سیٹ پر شور مچایا اور اس کے بعد وہاں ہی بس نہیں کیا اور وہ وزیر خزانہ تک گئے ۔ حالانکہ وزیر خزانہ کا کوئی تعلق نہیں تھا ۔ اگر انھوں نے کوئی document پیش کرنا تھا تو سپیکر کو پیش کرتے' کسی کے ذریعے کر دیتے یا خود آ کر دے دیتے۔ تو اس میں کوئی امر مانع نہیں تھا۔ وزیر خزانہ کے پاس جانا presumption یہی ظاہر کرتی ہے اور جس طرح لاء منسٹر نے یہ ظاہر کیا کہ اس سے پہلے بھی ایسے واقعات ہوئے یا خادم حسین صاحب نے یہ پوائنٹ آؤٹ کیا کہ اس اسمبلی میں زدو کوب بھی کیا گیا' documents بھی چھینے گئے۔ یہ بات میں نے بھی دیکھی ہے امتیاز صاحب کے دل میں کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ لیکن انھوں نے برملا کہہ دیا ہے ' حلفاً کہہ دیا ہے کہ میں documents چھیننے نہیں گیا تھا۔ لیکن ان کی جو کارروائی تھی یا جو انداز تھا ۔ دیکھیں یہاں ہاؤس کے اندر ہم جس انداز سے بولتے ہیں اور جو ایکشن ہوتے ہیں ۔ وہ اخبارات ظاہر نہیں کر سکتے۔ وہاں تو صرف الفاظ ہوتے ہیں' انداز کا قطعاً پتہ نہیں چل سکتا کہ اس وقت وہاں پر کیا تھا۔ اس روز جو خاص طور پر امتیاز صاحب کا انداز تھا وہ غیر جمہوری تھا ' روایات کے خلاف تھا۔ دوسرا حصہ جو ہے کہ یہ جو کارروائی کی گئی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ واقعی انتظامی کارروائی ہے۔ ان کا اگر کام غلط تھا تو میں

سمجھتا ہوں کہ حکومت کی طرف سے بھی فوری طور پر یہ عقل مندی کی بات نہیں تھی کہ اگلے دن ہی ان کے خلاف یہ کارروائی کی جاتی۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ قانون کے مطابق وہ ٹھیک ہو گی۔ جس طرح لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ اس میں یہ یہ خامیاں تھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ایسے ہی ہو لیکن فوری طور پر اس واقعہ کا اس کے ساتھ مل جانا کوئی نظر نہیں آتا۔ لیکن اب وہ بات اس اس کے ساتھ مل گئی ہے۔ اب استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنے کی بات ہے۔ اگر میں یہاں یہ کہہ دوں کہ یہ ٹیکنیکلی نہیں بنتی تو presumption جائے گی کہ گورنمنٹ کسی بھی ممبر کے خلاف کارروائی کرنا چاہتی ہے اور سپیکر بھی اس کو تحفظ دیتا ہے۔ لہذا میں یہ تحریک with the direction استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں کہ استحقاق کمیٹی وہاں صرف یہ طے کرے گی کہ آیا جو کارروائی کی گئی ہے یہ انتقامی تھی یا نہیں تھی۔ اگر محکمہ خوراک نے قانون کے مطابق کارروائی کی ہے تو وہ کورٹ میں جائیں گے اور وہ ختم کر دیں گے۔ اگر پیچھے انتقام کا پس منظر تھا اگر یہ کسی کی ہدایت پر کیا گیا ہے تو پھر استحقاق کمیٹی اپنا طریقہ کار خود طے کرے گی۔ میں اس کے لیے استحقاق کمیٹی کو اپنی رپورٹ اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے دو ماہ کی میعاد دیتا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! ہم آپ کی رولنگ سے سو فی صد اتفاق کرتے ہیں۔ اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن آپ نے جو آخری فقرہ فرما دیا ہے کہ اگر کسی کی ہدایت کے تحت ایک معمولی ڈی ایس پی یا اس کا عملہ کبھی یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ مجھے حکومت نے ہدایت کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ تو کمیٹی کے ممبران فیصلہ کریں گے کہ کیا بات ہے۔ وہ بھی ہماری طرح وہاں پہ فاضل اراکین ہیں۔ جس طرح میں نے assume کیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: نہیں' یہ ہدایت ہے۔ observation نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے یہ observation دے دی ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: نکتۂ ذاتی وضاحت۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: کل یہاں پر ایک واقعہ ہوا۔ آپ کی اجازت سے' اگر کچھ انگریزی کے الفاظ آ جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں -----

وزیر مواصلات و تعمیرات، سر' یہ پرسنل explanation ہے۔ میری ذات کے اوپر ہے۔ سب سے پہلے تو میں اپوزیشن کے ممبران اور حکومت کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے ایک honesty کو سپورٹ کیا۔ دوسرے میں چند اخبارات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے سچ رپورٹنگ کی' as it happened. جناب سپیکر سر! ہم جمہوریت کے لیے' honesty کے لیے' جدوجہد کے لیے بہت دیر سے طالب علمی کے دن سے آپ اور میں بھی اکٹھے چلتے رہے ہیں۔ اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت "نوائے وقت" بھی ہمارے ساتھ چلتی تھی اور "نیشن" تو تھی نہیں۔ ہم open journalism, true journalism کے حق میں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے کہ آپ نے پرسنل explanation دینی ہے۔ یہ بڑی مختصر ہوتی ہے کہ یہ بات ہوئی ہے' میں یہ کہتا ہوں۔ بس' That is all. ۔ تقریر نہیں ہوتی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، ٹھیک ہے جناب۔ شکریہ۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ ایک تو ان اخبارات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے true reporting کی اور جو معافی مانگی اور کہا گیا کہ مجھ پر غلط الزام لگایا گیا ہے۔ true report کیا گیا as it was. لیکن آپ کی وساطت سے معذرت سے ان اخبارات کو کہتا ہوں جنھوں نے شرارتاً اس کو غلط رنگ دیا' میں اس پر احتجاج کرتا ہوں اور آپ کے ذریعے کہتا ہوں کہ ان کو ہدایت کی جائے کہ وہ true reporting کریں' as it is اور کسی کو غیر ضروری طور پر malign نہ کریں۔ تھینک یو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ تمام اخبارات کے لیے پہلے بھی اسی چیز سے یہ observation دی جاتی رہی ہے۔ میں بھی اس کو دہراتا ہوں کہ اخبارات ہمارے لیے ایک بہت ہی معزز و محترم ادارہ ہے۔ جو بھی اس ہاؤس میں کارروائی ہو اس کو من و عن شائع کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اپنے خیالات کے مطابق کسی کو damage کرنے کی بات نہ کیا کریں۔ یہ ملک و قوم کے لیے ان کی بڑی خدمت ہو گی۔ شکریہ۔ شوکت داؤد صاحب تشریف رکھتے ہیں؟

پی آئی اے کے عملے کا رکن اسمبلی کے ساتھ توہین آمیز رویہ

چودھری شوکت داؤد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں نے مورخہ 12 جون 1996ء کو لاہور سے رحیم یار خان جانے کے لیے اور 14 جون 1996ء کو رحیم یار خان سے لاہور واپسی کے لیے پی آئی اے سے ٹکٹ خریدا تھا۔ رحیم یار خان سے لاہور کے لیے ٹکٹ چانس پر جاری کیا گیا۔ چنانچہ میں 14 جون 1996ء کو بجٹ اجلاس میں شرکت کرنے کی غرض سے رحیم یار خان ایئر پورٹ پر گیا۔ ایئر پورٹ اسٹیشن مینجر اور دیگر عملہ نے مجھے کہا کہ چونکہ آپ کا ٹکٹ چانس پر ہے۔ لہذا آپ انتظار کریں۔ میں نے انہیں تاکید کی کہ چونکہ میں نے اسمبلی کے بجٹ اجلاس میں شرکت کرنی ہے۔ لہذا آپ پہلے مجھے ترجیح دیں مگر انہوں نے فلائٹ نمبر PK 140 کے لیے نئے ٹکٹ جاری کر کے مسافروں کو روانہ کر دیا مگر مجھے اس فلائٹ میں جگہ نہ دی۔ چونکہ اس روز اور کوئی فلائٹ روانہ ہونے والی نہیں تھی اور میں لاہور نہ آ سکا۔ جس کی وجہ سے اسمبلی کے بجٹ اجلاس میں شریک نہ ہوسکا۔ جس کی وجہ سے پی آئی اے کے عملہ نے مجھے اپنے حلقہ کی نمائندگی ادا کرنے سے عمداً روک دیا۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

کیا میں شارٹ سٹیٹمنٹ دوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی تحریک استحقاق کافی واضح ہے۔ شارٹ سٹیٹمنٹ کی ضرورت ہے؟

چودھری شوکت داؤد: مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔ جناب سپیکر! یہ صرف میرا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ تو سمجھ گئے۔

چودھری شوکت داؤد: مجھے اپنی کوئی خوشامد عزیز ہو تو شاید وہ میری خوشامد بھی کر رہے ہوں یا معافیاں بھی مانگ رہے ہوں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس استحقاق کے مسئلے پر آئندہ کے لیے پالیسی ہو۔ بطور policy matter اس معاملے کو لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی' لاء منسٹر صاحب! جناب شوکت داؤد کی یہ ایک تحریک استحقاق ہے۔

اس پر آپ کے پاس کوئی رپورٹ آ گئی ہے؟ کیا صورت حال ہے؟ یا پینڈنگ کر دیں؟..... آ گئی ہے؟ مہربانی۔

وزیر قانون، یہ شوکت داؤد صاحب کی تحریک استحقاق کے ضمن میں عرض ہے کہ شوکت داؤد صاحب بھی تھے اور محترم سیٹھ اسلم صاحب بھی۔ دونوں کے پاس اس دن چانس پہ ٹکٹ تھے، کنفرم سیٹ نہیں تھی۔ اور پی آئی اے نے اپنے ریکارڈ کے مطابق، جو authentic record ہے، اس کے مطابق انھوں نے بتایا ہے، یہاں تک کہ اس دن جو جو سیٹیں تھیں ان کا بھی ریکارڈ دیا ہے جس کے مطابق ٹوٹل ۴۴ سیٹیں تھیں جن میں سے کراچی ملتان کے لیے ایک، کراچی لاہور کے لیے دو، رحیم یار خان لاہور کے لیے ۳۹ سیٹیں تھیں۔ اور رحیم یار خان ملتان کے لیے دو سیٹیں۔ غلط فہمی سے اس سے زیادہ سیٹیں کنفرم تھیں اور کسی ایسے شخص کو، مسافر کو جس کے پاس unconfirmed سیٹ تھی کسی کو وہاں پر اجازت نہیں دی گئی۔ یہ ہوا ہے کہ شوکت داؤد صاحب پہلے وہاں تشریف لے گئے تھے اور وہ کوشش کرتے رہے کہ اگر کوئی مسافر نہ آیا تو سب سے پہلے ترجیح ان کو دی جائے گی۔ بلکہ پی آئی اے کا عملہ تو یہاں تک جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کوشش کی کہ شاید کوئی مسافر اپنی سیٹ surrender کر دے۔ لیکن مسافر نے اس دن اپنی سیٹ surrender نہیں کی۔ کوئی چانس پہ، جس کے پاس unconfirmed seat تھی، کسی ایسے مسافر کو سیٹ نہیں دی گئی۔ لیکن اگر کچھ مسافر وہاں ایسے تھے جن کی سیٹیں کنفرم تھیں ان کی سیٹ کینسل کر کے سیٹ نہیں دی جا سکتی تھی۔ اس لیے شوکت داؤد صاحب کو شاید غلط فہمی ہے، بمطابق پی آئی اے کے کہ کسی مسافر کو جس کی سیٹ کنفرم نہیں تھی اسے بھیجا گیا ہے اور انھیں نہیں بھیجا گیا۔ اور اس کے علاوہ دوسرے دن سیٹیں کنفرم کر دی گئی۔ اس لیے یہ غلط فہمی کی بناء پر ہے اور ریکارڈ دیکھیں تو کوئی ایسی چیز نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شوکت صاحب! میرے سوال کا جواب دیں۔ یہ بتائیں کہ آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ آپ کی چانس پہ سیٹ تھی۔ اگر اس روز کسی اور مسافر کو آپ پر ترجیح دی گئی ہے۔ یعنی وہ بھی چانس پہ تھا اور اس کو بھیج دیا گیا اور آپ کو نہ بھیجا گیا۔ پھر تو آپ کی بات جائز ہے۔ اگر اور کسی کو بھی چانس پہ نہیں بھیجا گیا، وہی لوگ گئے جن کی سیٹیں کنفرم تھیں، یا کسی نے surrender بھی نہیں کیا تو پھر آپ خود ہی سمجھ دار ہیں۔

چودھری اصغر علی گجر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، پوائنٹ آف آرڈر۔

چودھری اصغر علی گجر، میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو بات وزیر قانون کی طرف سے پیش کی گئی ہے اور آپ خود جواز پیش کر رہے ہیں یہ تو ایک ایسی بات ہے کہ ایک ایم پی اے اور ایک عام سواری میں کوئی فرق نہ ہوا۔ جو پروٹیج ان کو تھا وہی پروٹیج ان کو ہے۔ جب کہ حکومت کی طرف سے یہ ہدایت جاتی ہے، انھیں بھی اور ہمارے پاس بھی لیٹر پہنچتے ہیں کہ ہم نے ہدایت کر دی ہے۔ آپ کو سیٹیں جہاز میں ملیں گی۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ جب اجلاس کے دن ہوں تو پی آئی اے کچھ سیٹیں ریزرو رکھ لیتی ہے۔ آخر میں کنفرم کرتی ہے۔ عام مسافروں کی چانس پر رکھ لیتی ہے۔ تاکہ اس وقت کوئی وی آئی پی مسافر اگر آئے تو انھیں وہ سیٹ دینی پڑتی ہے۔ انھیں پہلے آپ کی طرف سے پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ ان کو کنفرم کرنے کے بجائے وی آئی پیز کو سیٹ دیتی ہے جنھوں نے اجلاس میں پہنچنا ہوتا ہے۔ اگر یہ نہیں آتے تو پھر ان کو کنفرم کرتے ہیں جن کو چانس پر سیٹیں دی جاتی ہیں۔ اگر ان کو بھی چانس پر دی ہیں اور انھیں بھی چانس پر دی ہیں تو پھر تو equal ہو گیا۔ پھر آپ کا ہمیں اور پی آئی اے کو لیٹر لکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تو پھر ان کا equal privilege ہوا۔ حالانکہ ان کا پروٹیج equal نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ، مہربانی۔ جو میں نے بات کی ہے اس کا ذرا جواب دیں۔

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! جب میں نے تحریک استحقاق پیش کی تو میں نے اسی وقت کہا کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ میں جذباتی ہو کر کہوں کہ جی، میری بے عزتی کی، ظلم ہوا، میرا پروٹیج۔ میں نے ایک policy matter کی بات کی ہے۔اور میں اس کو technically بھی prove کر سکتا ہوں۔ میں نے لاہور سے 11 تاریخ کو بکنگ کرائی ہے اور 12 کو مجھے ٹکٹ issue ہوا ہے اور 12 کو جی۔ایم، پی۔آئی۔اے کی طرف سے لیٹرز ہیں اور ریلوے کے لیٹرز بھی ہیں یا تو ان لیٹرز کو آپ ختم کر دیں۔ پھر اس کے بعد میں آپ کو ایک اور technical بات بتاؤں گا۔ وہ یہ ہوا کہ ہمارے سامنے انھوں نے ہمیں مطمئن کرنے کے لیے کہا کہ ہم نے چھ سات مسافر off load کیے ہیں۔ بھئی! کیوں آپ نے off load کیے ہیں؟ وہ اس لیے کیے ہیں کہ وہاں irregularities ہو رہی ہیں۔ میں یہ بھی ثابت کر سکتا ہوں کہ 11 اور 12 کے بعد وہاں بکنگ ہوئی ہیں اور لوگوں کو ٹکٹ

جاری ہوئے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس موقع پر دیے گئے ہیں۔ مجھے 11 تاریخ کو انھوں نے بطور M.P.A کہا اور پھر میں اپنے حلقہ انتخاب سے آ رہا تھا۔ میں لاہور' پنڈی یا کراچی سے نہیں آ رہا تھا کہ ان کے علم میں نہیں تھا۔ یہ ان کے علم میں تھا کہ میں نے اپنے حلقہ نیابت سے بجٹ اجلاس میں جانا ہے۔ ان کو لیٹرز بھی لکھے ہوئے ہیں۔ وہاں جو ٹکٹنگ منیجر ہے اس کی بھی irregularity ہے اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے off load کیے ہیں۔ off load اس لیے کیے ہیں کہ 44 سیٹوں کی بجائے آپ نے پچاس یا ساٹھ O.K ٹکٹ دے دیے ہیں۔ پچاس یا ساٹھ O.K ٹکٹ کیوں دیے گئے ہیں؟ اسی وجہ سے کہ ہمیں محروم کر دیا گیا ہے۔ اگر وہ ہمیں دیتے اور اگر انھوں نے آٹھ off load کیے ہیں تو دس کر دیتے۔ تو ایم۔ پی۔ ایز کو بھی بھیج دیتے۔ یعنی واضح بات یہ ہے کہ آپ اس کے اوپر ایک کمیٹی بنائیں۔ وگرنہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے آپ چاہے اس کو چھوڑ دیں۔ پھر آپ کو نہ کوئی ٹکٹ دے گا اور لاہور میں بھی کہیں گے کہ آپ کا وی۔ آئی۔ پی لاؤنج میں بھی کوئی استحقاق ہی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے' شکریہ۔ جی لاء منسٹر صاحب' آپ اس میں ذرا یہ clarify کریں کہ جس طرح انھوں نے کہا ہے کہ 11 کی چانس ٹکٹ تھی۔ اس کے بعد والوں کو confirm کر دیا گیا اور ان کو نہیں کیا' ایک یہ بات ہے۔ دوسرا اگر اس بارے میں آپ کے پاس کوئی معلومات نہ ہوں تو پھر میں اس کو پینڈنگ کر دیتا ہوں۔ آپ ان سے مزید معلوم کر لیں۔

وزیر قانون، جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ یہ جو ٹکٹ تھی یہ چانس پر بھی نہیں تھی۔ یہ اوپن ٹکٹ تھی۔

چودھری شوکت داؤد، کس کا اوپن ٹکٹ تھا؟ میں آپ کو ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شوکت صاحب! مہربانی۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی

وزیر قانون، یہ ٹکٹ confirm نہیں ہوئی تھی۔ لیکن وہ جو لیٹرز جاتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی معزز ممبر جانا چاہتا ہو تو پہلی جو available سیٹ ہے وہ اسے دے دی جائے۔ لیکن ادھر چونکہ سیٹ available ہی نہیں ہوئی تو اس لیے ان کو نہیں دی جا سکی۔ میری اس میں آپ سے رائے یہ ہو گی کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں' جیسے یہ بے قاعدگی کا ذکر یا جو بھی یہ کہہ رہے ہیں۔ پھر آپ کی طرف سے اگر پی۔ آئی۔ اے کو ایک خط چلا جائے جس میں ان سے پوچھ لیا

جائے یا ان کو warn کیا جائے کہ یہ بے قاعدگیاں ہو رہی ہیں۔ کیونکہ بے قاعدگی جو ہے وہ ہمارا استحقاق نہیں بنتا وہ ایک بے قاعدگی ہے۔ اس کی نشان دہی کرنا اپنی جگہ ضروری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ جو اصغر علی گوجر صاحب نے نکتہ اٹھایا تھا کہ ایک لیٹر جاتا ہے۔ یہ مجھے بھی پتا ہے جاتا ہے۔

وزیر قانون: اس میں یہ ہے کہ ممبران کو ترجیح دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یعنی دوسروں پہ ترجیح دی جائے۔ اگر وہاں پر کوئی ایسا موقع ملتا ہے تو پھر ان کو ترجیح ملنی چاہیے۔

وزیر قانون: جی' پھر ان کو ترجیح دی جائے گی۔

میاں فضل حق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی میاں فضل حق۔

میاں فضل حق: جناب والا! لاء منسٹر صاحب نے اس کے اوپر جو اپنی رائے دی ہے میں اس پر یہ عرض کروں گا کہ normally جب بھی کوئی ایم۔ پی۔ اے لاہور سے یا اپنے کسی بھی حلقہ نیابت سے جاتا ہے۔ میں اپنا آپ کو بتاتا ہوں اور دوسرے ایم۔پی۔اے بھی کہ ہماری کبھی بھی 99% سیٹ confirm نہیں ہوتی ہے' اوپن ہوتی ہے۔ normal حالات میں کوئی بجٹ سیشن نہ ہو' اس کے علاوہ بھی جاتے ہیں تو We always get a seat This is no problem ۔ داؤد صاحب کی جو بات ہے یہ تو سیشن کے لیے آ رہے ہیں اور ہمیں جو لیٹرز جاری ہوتے ہیں' اسمبلی کی طرف سے جو متعلقہ ریلوے اتھارٹیز کو اور پی۔ آئی۔ اے کو جاتے ہیں اس کے اندر یہ mention کیا جاتا ہے' اس کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ جب یہ سیشن کے لیے آ رہے ہیں تو کچھ بھی ہو top priority پر ان کو سیٹ دی جائے' چاہے ان کی سیٹ confirm ہو یا نہ ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تابش الوری صاحب! اس سلسلہ میں آپ اپنی ماہرانہ رائے دیجیے۔

چودھری اصغر علی گجر، یہ پی۔ آئی۔ اے کے ملازم ہیں؟ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر، نہ نہ۔ مسئلہ جو اس وقت زیر بحث ہے۔ جس طرح کہ صورت حال شوکت داؤد صاحب کی ہے کہ ان کا جو ٹکٹ تھا وہ confirm نہیں تھا اور اس روز کسی کو چانس نہ ملا۔ کیا بجٹ

سیشن شروع ہو اور لیٹر جس طرح جاتے ہیں، ایسی صورت حال میں پی۔ آئی۔ اے کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا کسی confirm سیٹ والے کو بھی اجازت نہ دے کر ایم۔ پی۔ اے کو اس روز بھیج دیا جانا چاہیے یا کیا صورت حال ہے؟ آپ صرف اس بارے میں بتائیں۔

سید تابش الوری، جناب والا! یہ تو بڑی واضح سی بات ہے کہ جو ہدایات ہیں اس کے مطابق کسی confirm سیٹ کو تو ختم نہیں کیا جا سکتا اور نہ یہ claim کیا جا سکتا ہے لیکن اگر کوئی چانس ہے تو اس میں top priority وی۔ آئی۔ پی کی حیثیت سے ایم۔ این۔ ایز اور ایم۔ پی۔ ایز کو دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے، شکریہ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اسی پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی اقبال خاکوانی صاحب۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! بجٹ اجلاس شروع ہونے کے موقع پر پی۔ آئی۔ اے اور ریلوے کو جو لیٹرز جاتے ہیں ان کے مضامین کو ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں یہ لکھا ہوتا ہے کہ جناب محترم سپیکر نے یا گورنر صاحب نے فلاں تاریخ کو اسمبلی کا اجلاس بلایا ہے جس میں شرکت کے لیے معزز ممبران نے آنا ہے۔ ان کو سفری سہولت بہم پہنچانا یقینی بنایا جائے۔ جناب سپیکر! اب میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ جب پانچ یا چھ دن یا آٹھ دن پہلے لیٹر پہنچ جاتا ہے اور due date سے ایک یا دو دن پہلے اگر وہ ویسے اپنے کمپیوٹر میں دو یا چار سیٹیں رکھ لیں یہ presume کرتے ہوئے کہ یہ آئیں گے تو وہ جو یقینی بنانے والی بات ہے وہ کیسے پوری ہو گی؟ اگر وہ یہ جواب دیں کہ کمپیوٹر میں تو تمام سیٹیں مکمل ہو چکی ہیں۔ جناب والا! یہ تو ایک واضح طور پر استحقاق مجروح ہوا ہے۔ مہربانی کر کے اس کو یقینی بنانے کے لیے کمیٹی کے سپرد فرمائیں۔

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی شوکت داؤد صاحب۔

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! میں وزیر قانون کا شکر گزار ہوں۔ اس میں ایک نکتہ نہیں ہے،

irregularities کی میں نے بات کی ہے۔ اس موقع پر نہیں' میں نے اپنی بعد میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ ایک تو off load ہوئے ہیں' irregularity ہوئی' سیٹھ صاحب اس بات کے گواہ ہیں' انھوں نے کہا کہ ہم نے O K لوگوں کو off load کیا ہے۔ یہاں irregularity prove ہو گئی ہے کہ گنجائش سے زیادہ سیٹیں O K کی گئی ہیں۔ پھر اس کے بعد 11 تاریخ کے بعد ٹکٹ issue کیے گئے ہیں کیونکہ وہاں بوگس ناموں پر بکنگ ہوتی ہے' ٹریول ایجنٹس ہوتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ میرا یہ اپنا ذاتی نہیں ہے' مجھے کچھ نہیں ہے لیکن ہمیشہ کے لیے یہ دیکھیں کہ ہمیں پھر سیٹ ہی کبھی نہیں ملے گی۔ یہ پالیسی دیکھ لیں اور کمیٹی جو بنائی گئی ہے وہ اس کی investigation کرے۔ مجھے کچھ پتا نہیں ہے۔ مجھے سیٹ نہیں ملی اس لیے میں نہیں آیا لیکن آئندہ کے لیے خدا کے لیے اس کو یقینی بنائیں اور اب بھی انھوں نے میرے دوستوں کو فون کر کے کہا ہے کہ تحریک استحقاق واپس لے لیں و گرنہ ہمارا کیا کر لیں گے؟ یعنی یہ میاں امتیاز کو فون آیا ہے اور انھوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ کیا ہو جائے گا اگر تحریک استحقاق دی ہے۔ ایسی کئی آتی ہیں' کئی جاتی ہیں۔ آگے آپ کی مرضی۔

میاں فضل حق، جناب والا! میں اس میں تھوڑا سا یہ add کروں گا کہ میں نے تو وی۔ آئی۔ پی لاؤنج میں یہ بھی نظارہ دیکھا ہے کہ گورنمنٹ بنچز کے ایم۔ پی۔ ایز نے وہاں کمپیوٹر پر جو آدمی بیٹھا ہوا ہے اس کے ہاتھ سے بورڈنگ کارڈ چھین لیے ہیں اور چھین کر blank لے کر جہاز میں بیٹھے ہیں۔ اب جانیے' یہ بھی ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اس کا فیصلہ پینڈنگ کرتا ہوں۔ کل اس پر میں اپنا فیصلہ دوں گا۔ اب ہم بجٹ پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب سپیکر! میری ایک تحریک استحقاق ہے اور بڑی اہم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اسے کل لے لیں گے۔ کل پہلے نمبر پر آ جائے گی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مجھے ابھی اطلاع ملی

ہے کہ ایم پی اے ہاسٹل میں پانچ منٹ پہلے کلاشنکوف کی فائرنگ ہوئی ہے اور یہ سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے پیپل ہاؤس میں ایک murder ہو چکا ہے اور ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایم پی اے ہاسٹل میں کلاشنکوف سے برسٹ مارا گیا ہے۔ جناب والا! ہم وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس لاہور میں گھر نہیں۔ ہم سرکاری ہاسٹل میں رہنے کے لیے مجبور ہیں۔جناب والا! اس اسلحے کی نمائش پر پنجاب میں پابندی لگ چکی ہے لیکن خاص کر ایم۔پی۔اے ہوسٹلوں میں اسلحہ بردار اشخاص کے داخلے پر آپ پابندی لگائیں اس سے پہلے ایک قتل ہو چکا ہے اور ہم قطعاً وہاں پر محفوظ نہیں ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ کون غلط ہے کون صحیح ہے کس نے صحیح کیا کس نے غلط کیا لیکن میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ہمارے ممبر حضرات جن کی دشمنیاں چل رہی ہیں یا تو حکومت ان کے لیے کوئی علیحدہ بندوبست کرے اور وہ وہاں پر رہائش رکھیں۔ کم از کم آپ ہوسٹلوں اور پیپلز ہاؤس میں مسلح افراد کے داخلے پر آپ پابندی لگوائیں ورنہ ہم احتجاجاً وہاں پر رہنا ترک کر دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ اب ہم بجٹ پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ذوالفقار احمد ڈھلوں، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی بریگیڈیئر صاحب۔

سید تابش الوری، جناب والا! آفریدی صاحب نے جو مسئلہ اٹھایا ہے----

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے ان کو فلور دیا ہے۔

سید تابش الوری، جناب والا! آفریدی صاحب نے جو پوائنٹ اٹھایا ہے میں اس کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ان کا پوائنٹ آف آرڈر مختلف ہے۔ میں اس فائرنگ سے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں جس کی طرف ابھی بادشاہ صاحب نے توجہ دلوائی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انہوں نے کہا ہے کہ مجھے ابھی اطلاع ملی ہے۔ ابھی پتہ نہیں کہ حقیقت کیا ہے۔

سید تابش الوری، جناب حقیقت ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں----

جناب ڈپٹی سپیکر، ابھی یہ ایک Presumption ہے۔

سید تابش الوری، آپ کو categorically طور پر سیکرٹری صاحب کو کہنا چاہیے----

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیں۔ میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے۔ یہ صرف بات ہے۔ اس پر میں ابھی تک کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ اگر ایسی بات ہوئی ہے تو بڑی بری بات ہوئی ہے۔ جو ایجنسیز ہیں وہ اس بارے میں کچھ کریں گی۔

سید تابش الوری، جناب، ہم آپ سے جواب نہیں چاہ رہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں میں نے ان کو فلور دیا ہے۔

سید تابش الوری، میں صرف یہ چاہ رہا ہوں کہ آپ آرڈر جاری کریں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ میں آپ کو فلور نہیں دیتا۔ جی ڈھلوں صاحب۔

BRIG: (Retd) ZULFIQAR AHMED DHALOON: Sir, thank you very much for giving me this opportunity. I wish to bring a point of very important nature to your personal attention.

Firstly, this is regarding the security guard posted at the Assembly premises or at the enterance. Sir, I always notice that most poor specimen of humanity are always posted there. They are never, you know, smart nor neely turned out. nor they seem to take any pride to their uniforms and their appearance is very crooked.

Secondly. I always notice that they seem to be giving a salute to the people who are not authorized In my opinion the protocol must be for the Speaker and the Chief Minister and they should be entitled to that salute in the Assembly premises. All other V.I.Ps. who are otherwise entitled to a salute, which is not a form of a salute that they should present to them. So this is a point that you must take notice of it. Thank you very much.

MR DEPUTY SPEAKER: The Secretariat should note it and it should be acted upon in letter and spirit. Thank you

صاحبزادہ محمد فضل کریم : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں نے آپ کی توجہ ایک کی طرف مبذول کروائی تھی اور یہ مسئلہ راولپنڈی میں قرآن مجید و فرقان حمید کی بے حرمتی کے بارے میں تھا۔ اس سلسلہ میں آپ حکومت سے موقف پوچھ لیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ جن حضرات نے اس پرامن جلوس پر لاٹھی چارج کی ہے کیا ان کے خلاف کوئی کارروائی کی ہے اس سلسلے میں کیا آپ فرمائیں گے کہ حکومت کا کیا موقف ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ۔ جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون : جناب والا! میری ابھی جناب سردار صاحب سے بھی بات ہوئی ہے۔ وہ قرارداد کی بات کر رہے تھے میں نے انہیں عرض کیا کہ یہ چونکہ حکومت پنجاب کا مسئلہ ہے اس لیے اس پر قرارداد تو تب ہو کہ اسے ہم نے کسی اور کو بھی بھیجنا ہے۔ چونکہ اس مسئلہ کو حکومت پنجاب نے ہی دیکھنا ہے۔ لہذا قرآن مجید کی بےحرمتی کے جو واقعات ہوئے ہیں ان کی حکومت کی طرف سے پرزور مذمت کرتا ہوں اور اس کی مکمل تحقیق کی جائے گی اور جو بھی ملزمان اس میں ملوث پائے گئے ان کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا! اس میں یہ add کر دیا جائے کہ اس واقعہ کی رپورٹ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں پیش کی جائے گی۔ تو یہ بہتر ہو گا۔

وزیر قانون : جناب والا! اگر اس اجلاس میں اس کی رپورٹ آ گئی تو میں اسمبلی میں پیش کر دوں گا۔ ورنہ اس کے جو بھی حالات ہوں گے آپ کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے۔

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا! آپ کی اجازت سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں----

جناب ڈپٹی سپیکر : نہ۔ نہ۔ میں نے تو ابھی آپ کو اجازت نہیں دی۔

سید محمد عارف حسین بخاری، میں آپ سے اجازت مانگ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ میں اجازت نہیں دینا چاہتا۔

سید محمد عارف حسین بخاری : میں انشاء اللہ----

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کو اجازت بالکل نہیں دینا چاہتا۔ میں آپ کو سمجھتا ہوں۔

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا! میں کوئی اشتعال انگیز بات نہیں کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ پہلے یہ بتا دیا جائے کہ آج ہر سپیکر کو کتنا وقت دیا جائے۔ اگر آپ کل پرسوں کی طرح کریں گے تو پھر صرف چھ سات آدمی نمٹیں گے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! اقتدار کے بنچوں کی طرف سے مجھے ایسے کوئی سپیکر نظر نہیں آ رہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ ان کے نام بھی ہیں۔ ایک ادھر سے تقریر کریں گے اور ایک ادھر سے تقریر کریں گے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : اگر آپ پندرہ پندرہ منٹ مناسب سمجھیں ان کو دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون صاحب! کیا پندرہ پندرہ منٹ ٹھیک ہیں۔

وزیر قانون: پندرہ منٹ کا وقت ٹھیک۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آج ہم پندرہ منٹ کا ٹائم کرتے ہیں۔ لہٰذا اس ٹائم کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ جی' خاکوانی صاحب!

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر!

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ابھی یہ confirm ہو چکا ہے کہ ایم۔ پی۔ اے ہوسٹل میں فائرنگ کی گئی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس ٹھیک ہے۔ میں نے وہ بات سن لی ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! میری گزارش تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ میں نہیں سننا چاہتا۔ کیا آپ مجھے زبردستی سنانا چاہتے ہیں۔۔۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جی۔ میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں نے آپ کی بات سن لی ہے۔ میں نے اس کا نوٹس لے لیا ہے۔ جی' خاکوانی صاحب!

میزانیہ بابت 97-1996ء پر بحث (..... جاری)

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر۔

پی۔ڈی۔ایف حکومت نے بڑی سرعت کے ساتھ اپنے بھیانک انجام کی طرف بڑھتے ہوئے ایک مرتبہ پھر عوام دشمن، ظالم، قاتل مگر حکومت کے بقول "عوام دوست" بجٹ پیش کیا ہے۔ شریف وزیر خزانہ جناب افضل سندھو صاحب سے میں صرف اظہار افسوس ہی کر سکتا ہوں کہ انہوں نے کسی کا گناہ بڑی معصومیت کے ساتھ اپنے سر لے لیا۔ جناب سپیکر! میرے پیارے صوبہ پنجاب نے قیام پاکستان کے وقت سے ہر موقع پر قربانی دی لیکن انتہائی بدقسمتی دیکھیے کہ اس وقت متحدہ پاکستان میں ہمارے مشرقی پاکستانی بھائی بھی اگر کبھی گلہ کرتے تھے یا شکوہ کرتے تھے تو کالی پنجاب کو پڑتی تھی۔ بنگلہ دیش بننے کے بعد باقی ماندہ پاکستان میں ہمیشہ پنجاب نے بڑے بھائی کا کردار ادا کرتے ہوئے قربانی دی مگر چھوٹے بھائیوں سندھ، سرحد اور بلوچستان نے ہمیشہ پنجاب سے ہی شکوہ کیا۔ پنجاب کو ہی مجرم گردانا۔ پنجابیوں کی ہی لاشیں دوسرے صوبوں سے یہاں پہنچیں۔ پنجابیوں کی ہی پراپرٹی کو وہاں نقصان پہنچا لیکن پھر بھی پنجاب نے کبھی اف نہ کی۔ جناب والا! اسی پنجاب نے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں اپنے ہی بیٹوں کے خون سے اپنی سرزمین کو رنگین کیا لیکن اپنے چھوٹے بھائیوں تک گرم ہوا نہیں پہنچنے دی۔ جناب سپیکر! اس کے باوجود آج جب پنجاب کے چھ یا سات کروڑ عوام بھی پنجاب سے گلہ کر رہے ہیں تو پھر ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ واقعی خرابی یہیں کہیں موجود ہے اور اپنی صفوں میں ڈھونڈنا چاہیے کہ وہ پنجاب جو کسی زمانے میں سونے کی چڑیا کہلاتا تھا۔ وہ پنجاب جو بڑے فخر کے ساتھ یہ کہتا تھا کہ اور کچھ ہو نہ ہو لیکن کبھی بھی کوئی آدمی بھوک سے نہیں مرے گا۔ لیکن آج جناب سپیکر! اس ظالم اور سفاک بجٹوں کے پیش ہونے کے بعد یہ حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ لوگ اجتماعی خودکشیاں کر رہے ہیں۔ اپنے بچوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہونے کی وجہ سے ٹرین کے آگے سر دے دیا جاتا ہے۔ چار چار اور تین تین بچوں کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر مائیں نہروں میں چھلانگیں لگا رہی ہیں۔ جناب سپیکر! ایسے حالات میں پنجاب کی ایک مجبور اور بے کس منگووال گجرات کی طاہرہ بی بی کی پتھرائی ہوئی آنکھیں آج بھی یہ سوال کر رہی ہیں کہ کس نے میرے پورے خاندان کو اجاڑا۔ جناب سپیکر! جب غیر اسلامی معاشرے میں اسی قسم کی کوئی طاہرہ بی بی کی آواز اٹھی تو پھر محمد بن قاسم آیا تھا لیکن یاد رکھیے کہ جب اسلامی معاشرے میں اس قسم کے حالات ہوں تو پھر محمد بن قاسم نہیں آتے پھر ہلاکو خان آتے

ہیں۔

جناب سپیکر! آج جاوید اشرف شہید کے بوڑھے والدین اس کی بدقسمت بہنیں، اس کے مجبور بھائی کس کے ہاتھ پر اپنے بھائی کا خون تلاش کریں۔ عوام کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے خریدی ہوئی گولی جس نے ملک دشمن یا سماج دشمن کے سینے میں اترنا تھا لیکن وہ ایک محب وطن نوجوان کے سینے میں اتار دی گئی اور پھر بھی ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم لاء اینڈ آرڈر کے لیے ان کو پیسے دیں۔ جناب سپیکر! عوام کی خوشحالی کے لیے بجٹ تو وہ حکمران دیا کرتے ہیں کہ جو اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کر سکیں۔ بجٹ تو وہ حکمران پیش کرتے ہیں جو بھرے دربار میں عام آدمی سے یہ پوچھنے کی وجہ سے اس کا جواب دے سکیں کہ جناب یمن کی جو چادریں آئی تھیں آپ نے یہ کرتا کیسے بنوا لیا؟ جناب والا! عوام کی خوشحالی کے لیے بجٹ تو وہ حکمران پیش کرتے تھے جن کی سوچ یہ تھی کہ اگر دجلہ کے کنارے بھوک سے کتا مر گیا تو اس کی موت کا حساب امیرالمومنین کی گردن پر ہو گا۔ لیکن آج ایک انسان نہیں سینکڑوں، سینکڑوں نہیں ہزاروں بھوک سے مر رہے ہیں لیکن حکمران اس کا حساب اپنی گردنوں پر محسوس نہیں کر رہے۔ لیکن وہ یوم حساب آنے کا جس دن "واللہ سریع الحساب" ہو گا۔ اس دن انہیں پتا چلے گا۔

جناب سپیکر! کیا آج پنجاب کے حکمران اور میرے محترم وزیر خزانہ اپنے کسی ساتھی کا مواخذہ کر سکتے ہیں۔ اپنے ہی کسی محکمے کے کسی بھی افسر کا مواخذہ کر سکتے ہیں کہ پچھلے بجٹ میں تمہیں اس ہیڈ میں اگر ایک کروڑ روپیہ دیا تو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق تم نے ڈیڑھ کروڑ روپیہ کیوں خرچ کیا؟ جناب سپیکر! بجٹ تو وہ حکمران پیش کرتے تھے کہ اگر اسلامی فوج کا سپہ سالار خالد بن ولید اس وقت کے رواج کے مطابق کہ انھوں نے ایک فتح کی خوشی میں شاعر کو کچھ روپے دیے تو امیرالمومنین نے حضرت بلال کو بھیجا کہ جاؤ اور فوری طور پر اس کی تنزلی کر کے اس کی گردن میں کپڑے کو اس زور سے جکڑنا کہ جب تک یہ دو سوالوں کا جواب نہ دے دے کہ اگر تم نے یہ رقم بیت المال سے خرچ کی ہے تو کس کی اجازت سے اور اگر تم نے اپنی گرہ سے خرچ کی ہے تو یہ بھی اسلام کی روح کے خلاف ہے تم نے اسراف کیا اور تنزل کر کے دوسرے دن ایک عام سپاہی کی حیثیت سے خالد بن ولید پھر اسلامی فوج میں شامل ہو کر لڑ رہے ہیں۔ یہ تھا وہ معیار۔ آج ہم توقع کرتے ہیں اس اسلامی معاشرے کی اور منافقت کی حد یہ ہے کہ کام ہم کرتے

ہیں وہ جن کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ منافق قیامت کے دن دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوگا۔ منافقت کے وہ کام کرتے ہیں اور کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے توقع کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، ہمیں جنت ملے گی جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ نہیں، جناب سپیکر! "واللہ سریع الحساب" وہ بڑا جلدی اور سخت حساب لینے والا ہے۔ اس کا سامنے آپ کو کرنا ہو گا۔

جناب سپیکر! میں سلام پیش کرتا ہوں اپنے قائد میاں شہباز شریف کو کہ جنھوں نے نمرود کی اس بھڑکائی ہوئی آگ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بھڑکائی گئی تھی۔ اس کے اوپر ایک ننھی چڑیا کے ایک قطرے کی مانند ہی سہی کہ آگ بجھے یا نہ بجھے لیکن اس نے پیغام یہ دیا تھا کہ میں اللہ کے سچے نبی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوں۔ آج میاں شہباز شریف صاحب نے اپنے استحقاق کے مطابق قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے جو گاڑی ان کو ملی ہوئی تھی وہ واپس کر کے کم از کم یہ تو ایک پیغام بھیجا کہ ہم ان غریب عوام کے ساتھ ہیں لٹیروں کے ساتھ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! کل میرے بہت ہی محترم بھائی جناب خلیل الرحمن چشتی صاحب یہاں غالباً داد لینے کے لیے فرما رہے تھے کہ میں نے اپنے حلقہ میں آٹھ کروڑ چھیالیس لاکھ روپے کے کام کروائے ہیں۔ چشتی صاحب! آپ کو مبارک ہو لیکن کیا آپ کا یہ چھوٹا بھائی آپ سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہے کہ جناب والا! آپ کے حصے میں تو ساٹھ لاکھ روپیہ ایک سال کا بجٹ تھا۔ اگر تین سالوں کی مجموعی رقم بھی بنا لی جائے تو ایک کروڑ اسی لاکھ روپیہ بنتا ہے۔ آٹھ کروڑ چھیالیس لاکھ روپے کا آپ نے کسی کا حق مارا؟ جناب سپیکر! میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کسی بھی حلقے میں ترقی کے لیے ان کے پاس معیار کیا ہے۔ یعنی معیار ہے کہ اگر یہاں سے وفاداری تبدیل کر کے وہاں آدمی چلا جائے، نام لیے بغیر تین چار دوست وزیر بن کر وہاں بیٹھے ہیں، دو تین مشیر بن کر بیٹھے ہیں اور ایک مشیر تو ایسے ہیں کہ اللہ معاف فرمائے، اگر اس کو دروازے پر کھڑا کر دیں تو وہ اپنی گاڑی تک نہیں جا سکتا۔ اور لڈن میں وہاں مشہور ہے کہ اگر گھر سے آدھے فرلانگ کے فاصلے پر اس کو کھڑا کر دیں تو گھر نہیں پہنچ سکتا۔ اس کو مشیر بنا دیا گیا۔ اس لیے یہ معیار ہے آپ کے پاس کہ اگر وفاداری بدلی جائے تو آپ ان کے حلقوں میں ترقی بھی کرائیں گے اور ان کو وزیر اور مشیر بھی بنائیں گے۔ جناب والا! میرے محترم چشتی صاحب، جناب سپیکر کی وساطت سے عرض کروں گا کہ آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ خدا کی قسم، ہمارے ایمان کی شرط بھی وفا پر ہے کہ اگر

شروع میں آپ نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہے تو پھر مرتے دم تک آپ کو اسی پر قائم رہنا ہو گا۔ یہ ہے وفا کی مثال کہ اگر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لا الہ الا اللہ تو پھر دہکتے کوئلوں پر اسے لٹا دیا گیا اور اسی کی چربی سے وہ دہکتے کوئلے بھسم ہو رہے ہیں لیکن وہ پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ وفا نبھاؤں گا۔ جناب والا! یہ جو وفا شعار بیٹھے ہیں، یہ جو اس سسٹم کو چلانے والے بیٹھے ہیں آپ بے شک ان کو 60 لاکھ کی بجائے 10/15/20 لاکھ اور بھی دیتے مگر افسوس کہ آپ کے سامنے معیار کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جو وفاداریاں تبدیل کریں، جو اپنے گھر کو چھوڑیں اور اپنی ہی تھالی میں چھید کریں انھی کو آپ پیسے دیتے ہیں۔ چشتی صاحب تو خیر ان میں شامل نہیں ہیں لیکن آپ فرماتے ہیں کہ میں نے 8 کروڑ چھیالیس لاکھ روپے خرچ کیے۔ جناب میں آپ کو آپ کے حلقے کے عوام کو مبارک دیتا۔۔۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی : جناب سپیکر! میرے بھائی نے دو تین دفعہ یہ بات دہرائی ہے۔ شاید خاکوانی صاحب میری بات کو سمجھ نہیں سکے اور اب وہ اسے غلط quote کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چشتی صاحب! آپ ان کی بات حوصلے اور صبر سے سنیں کیونکہ یہی ہمیں اسلام کہتا ہے۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی : جناب والا! شاید میری بات انھوں نے سمجھی نہیں ہے آپ میری بات سن تو لیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چشتی صاحب! یہ وقت اب سمجھانے کا نہیں۔ اس لیے آپ بیٹھیں۔

جناب سعید اکبر خان : جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی فرمائیں۔

جناب سعید اکبر خان : جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر genuine اور بڑا ضروری ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جب بھی کوئی معزز آدمی کسی دوسرے معزز آدمی کا نام لے کر الزام لگائے یا اس کے بارے میں کوئی بات کرے تو اسے ذاتی وضاحت کا حق ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں لیکن چشتی صاحب تو پوائنٹ آف آرڈر پر بولتے ہیں اس لیے میں انھیں اجازت نہیں دیتا۔ اگر وہ نکتۂ ذاتی وضاحت پر کھڑے ہوتے تو میں اجازت

دے دیتا۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی : جناب والا! میں نکتۂ ذاتی وضاحت پر ہی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی فرمائیے۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: جناب والا! میں نے اپنی تقریر میں یہ عرض کیا تھا کہ 8 کروڑ 64 لاکھ روپے میرے حلقے میں پرانی regime نے خرچ کیے تھے' یہ ان کا کہنا ہے لیکن وہاں ترقیاتی کاموں کا کوئی نام و نشان بھی نہیں ہے میں حافظ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا جبکہ انھوں نے الٹ سمجھ لیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی حافظ صاحب! اور ہاں' آپ کے پندرہ منٹوں میں سے صرف ایک منٹ باقی رہ گیا ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : انا للہ وانا علیہ راجعون۔ جناب والا! کیا آپ کی گھڑی کوئی bullet train ہے؟ مجھے کچھ وقت مزید دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : دو منٹ پوائنٹ آف آرڈر میں ضائع ہوئے ہیں وہ بھی آپ کو دے دیتا ہوں اور اس طرح آپ کے پاس تین منٹ کا وقت ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : جناب والا! میں اپنے بھائیوں سے یہ کہوں گا کہ آئیے' اگر پنجاب کو ایک مرتبہ پھر سونے کی چڑیا بنانا ہے' آئیے! اگر قومی غیرت کا جنازہ نکلنے سے پہلے خواب غفلت سے بیدار ہونا ہے تو پھر قومی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ایسی پالیسیاں بنائیں جن کی وجہ سے ہمیں اپنے ازلی دشمن بھارت سے آلو درآمد نہ کرنے پڑیں' ہمیں اپنے ازلی دشمن بھارت سے پیاز درآمد نہ کرنا پڑیں' چینی نہ منگوانی پڑے۔ ایسی زرعی پالیسیاں بنائیے اور اپنے کسان کو اتنا خوشحال کیجیے' کہ جو گندم آپ بیرون ملک سے 350 روپے فی من کے حساب سے زر مبادلہ خرچ کر کے منگواتے ہیں اگر اپنے ہی کسان کو دو سوا دو سو روپے فی من کے دے دیں تو آپ گندم میں خود کفیل ہو سکتے ہیں۔ جناب والا! ایک یہی قومی غیرت ہی تھی جو ہمیں دوسری قوموں سے ممتاز کرتی تھی۔ افسوس' یہ ریکارڈ کی بات ہے کہ پاکستان بننے کے بعد کھیوڑہ کی کان سے جو نمک جاتا تھا اسے ہندوؤں نے کھانے سے انکار کر دیا تھا کہ ہم مسلمانوں کا نمک نہیں کھائیں گے لیکن آج ہماری غیرت کہاں گئی؟ آج کے حکمران لاکھوں روپے خرچ کر کے اشتہارات کے ذریعے فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ بھارت سے

آلو درآمد کیے ہیں، بھارت سے پیاز درآمد کیے ہیں۔ خدا کی قسم ہماری قومی غیرت اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ آئیے اگر پنجاب کو ایک مرتبہ پھر شاہراہ ترقی پر لے جانا ہے تو اس کے لیے پہل ہمیں اپنے گھر سے کرنی ہو گی۔ کرپشن کو ختم کرنے کے لیے احتسابی کمیشن کی حمایت کیجیے۔ مفتی محمود صاحب نے کہا تھا، چونکہ وہ میرے استاد بھی تھے انھوں نے فرمایا تھا کہ اگر ملتان کے گھنٹہ گھر چوک پر ایک دن صرف ایک چور کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں تو دوسرے دن اگر پورے ملتان میں کہیں چوری ہو تو اس کی سزا میں بھگتوں گا۔ جناب سپیکر! اسی طرح کل ہمارے بہت ہی محترم دوست اور بھائی سردار سکندر حیات خان پر جو الزام لگا میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا بے شک یہ جائز یا ناجائز الزام لگتے ہیں لیکن آپ اس کے لیے کیوں ایک مستقل احتسابی کمیشن نہیں بناتے؟ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو سکے۔ آئیے، اگر ان کلرکوں کے بچوں کے چہروں پر خوشیاں بکھیرنی ہیں تو خدا کے واسطے ایسی پالیسیاں بنائیے کہ یہ اپنی بائیس سو یا تین ہزار کی تنخواہ میں اپنے گھر کا چولہا جلا سکیں۔ جناب سپیکر! چشتی صاحب کا یہ فرمانا کہ چین کے چار سو کلومیٹر ریلوے ٹریک کے ساتھ لہلہاتی فصلیں، fish pond اور باغات تھے یہ سب کچھ یہاں بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کے لیے مساوات قائم کرنی ہو گی۔ اگر ہم نے اسی طرح دوسروں کے حق مار کر اپنے گھر کے آنگن کو روشن کرنا ہے تو پھر یہ سب کام نہیں ہوں گے۔ آئیے، اگر ہسپتالوں میں عوام کو سہولتیں بہم پہنچانی ہیں تو پھر آپ ہم عہد کریں کہ ہم حکومت کے خرچ پر free اور بیرون ملک علاج سے پرہیز کریں گے۔ آئیے، اگر چادر اور چاردیواری کا تحفظ عوام کو فراہم کرنا ہے تو پھر ہر اس وزیر، مشیر، ممبر یا کسی بھی بڑے آفیسر کے خلاف بلا امتیاز کارروائی کرنا ہو گی جو کہ مجرموں کی پشت پناہی کرتا ہے۔ منگووال گجرات کا واقعہ یہ یاد دلاتا ہے کہ اس کے پیچھے کون سے لوگ کارفرما ہیں۔ جناب والا! میں حکومت پنجاب اور اپنے ان بھائیوں کی خدمت میں کہوں گا آئیے، اگر اپنے ملک کو دفاعی لحاظ سے ناقابل تسخیر بنانا ہے تو پھر اس سے پہلے کہ بھارت اگنی، آکاش میزائل ہماری طرف fit کرے اور پھر یہ بھی طعنہ دے کہ "جنگ کھیڈ نئیں ہوندی زنانیاں دی" ہم حنف میزائل، الخالد ٹینک اور میراج ری بلڈ فیکٹری کی بجائے میراج مینوفیکچرنگ کمپنیاں، فیکٹریاں بنائیں تاکہ ہمارا ملکی دفاع ناقابل تسخیر ہو۔ جناب سپیکر! آپ کی گھنٹیوں کو وزن دیتے ہوئے میں آخر میں یہ کہوں گا کہ ہمیں اپنے اہل وطن کو یہ پیغام دینا ہے، ہمیں اپنے پیارے وطن کو یہ پیغام دینا ہے کہ۔

اپنے خوں سے بڑھاتے رہیں گے سدا
تیرے گل رنگ چہرے کی تابندگی
جب بھی تیری نظر کا اشارہ ملا
تحفۂ نقدِ جاں پیش کر دیں گے ہم

جناب سپیکر! میں آخر میں اس وقت ترقی کے لحاظ سے اپنے بدقسمت شہر ملتان کی بات کروں گا۔ میں آپ کو ذاتی طور پر دعوت دیتا ہوں کہ ملتان تشریف لائیے، ملتان کی حالت زار دیکھیے۔ 1971ء کی جنگ میں امریکہ کے چھٹے بحری بیڑے کی ایک نوید آ رہی تھی کہ وہ آ رہا ہے، آ رہا ہے مگر بنگلہ دیش تو بن گیا لیکن چھٹا بحری بیڑہ نہ آیا۔ آج کہا جا رہا ہے کہ ملتان کو package مل رہا ہے، مل رہا ہے، ملنے ہی والا ہے۔ اس سے پہلے کہ ملتان کھنڈر دیش بن جائے خدا کے واسطے اس پیکج کو یا روٹین کے مطابق ہمارے ممبران کا جو سالانہ ترقیاتی فنڈ ہے وہی دے دیں ہم آپ کے ممنون احسان ہوں گے ۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خاکوانی صاحب شکریہ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! ایک دو چھوٹی سی تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے واسطے ملتان نشتر ہسپتال میں امراض قلب کے لیے ایک یونٹ قائم کیا جائے۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہ، نہ۔ میں نے پہلے کہا تھا۔ اگلے سپیکر جناب اظہر حسن ڈار۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! تھوڑا سا موقع دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بیٹھیں تشریف رکھیں میں نے آپ کو بیس منٹ تک ٹائم دے دیا ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، ایک شعر پڑھنے کی اجازت دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ اس طرح ہو تو پھر سپیکر کا کیا فائدہ ہوا؟ اس کرسی کا کیا فائدہ ہوا؟ اگر آپ نے ان کی بات ہی نہیں ماننی اور اپنی بات کرنی ہے تو ۔۔۔۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، میں مانتا ہوں۔ میں نے تو درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی۔ جی جناب اظہر حسن ڈار صاحب

جناب اظہر حسن ڈار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔ شوکت داؤد صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری شوکت داؤد، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ہمیں بجٹ میں تو پی آئی اے والوں نے نہیں آنے دیا' ہم یہاں نہیں پہنچے اور میرا پوائنٹ آف آرڈر بڑا valid ہے۔ جب ہم یہاں پہنچے ہیں تو ہمیں بجٹ کی کاپیاں نہیں ملیں۔ میں پرسوں سے ڈھونڈ رہا ہوں اور سیکرٹریٹ میں سب سے بات کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بجٹ کے ایک سیٹ کی کاپی شوکت داؤد صاحب کو دے دی جائے۔

چودھری شوکت داؤد، شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی مہربانی۔ جی اظہر حسن ڈار صاحب۔

جناب اظہرحسن ڈار ، جناب والا! 97-1996ء کا تخمینہ بجٹ جو کہ 84 ارب' 5 کروڑ کا ہے جس میں تخمینہ رواں مالی سال 16.63 فی صد کی شرح سے 11 ارب ' 98 کروڑ زیادہ ہے۔ ان میں سے وفاق کی طرف سے 71 ارب 32 کروڑ کی محاصل گرانٹ اور صوبائی محاصل گرانٹ 12 ارب'73 کروڑ ہے۔ موجودہ بجٹ برائے 97-1996ء کے غیر ترقیاتی اخراجات کو جو انھوں نے کنٹرول کر کے ترقیاتی اخراجات کے لیے یہ فنڈز مخصوص کیے ہیں اور محکموں کو مستعد اور فعال کرنے کے لیے جس طرح انھوں نے ان ضروریات کو پورا کیا ہے اور ان میں سے تعلیم ' صحت اور پبلک ہیلتھ کو اور خاص طور پر 97-1996ء کے دوران تعلیمی شعبہ کے لیے 23 ارب ' 97 کروڑ رکھے ہیں جو رواں مالی سال سے 3 ارب ' 25 کروڑ زیادہ ہیں اور کل اخراجات کا 31 فی صد ہیں۔ اس رقم سے 15 ارب ' 46 کروڑ یعنی 65 فی صد سوشل ایکشن پروگرام اور بقایا 8 ارب ' 51 کروڑ یعنی کہ 35 فی صد معمول کے پروگراموں کے لیے سکولوں میں بنیادی سہولتوں کے لیے اور تعلیمی مواد ' نقشہ جات ' چاک اور دوسری چیزوں کے لیے تقریباً 1250 روپے فی کلاس کے لیے انھوں نے 14 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ انھوں نے جس طریقے سے سکولوں کی مرمت کے لیے آئندہ مالی سال کے لیے 32 کروڑ روپے رکھے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ پہلے پرائمری سکولوں کے لیے اتنی رقم کبھی نہیں رکھی گئی تھی۔ آج انھوں نے بیرونی امداد سے پنجاب میڈیکل سکولوں کے لیے آئندہ مالی سال کے لیے اور دیہاتی علاقوں میں تقریباً ایک

ہزار مڈل سکول کھولنے کا اعلان کیا ہے یا پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دینے کا اعلان کیا ہے اور ان سکولوں کو چلانے کے لیے ان پر پیسے خرچ کرنے کے لیے علاقے کی کمیٹیاں بنائی ہیں اور وہاں متعلقہ گاؤں کے لوگ ان کی سرپرستی کریں گے اور ان کی نگرانی میں یہ تمام روپیہ خرچ ہو گا۔ اس طرح سے سکولوں میں عوام کو نمائندگی دی گئی ہے تاکہ پرائمری سطح پر ان سکولوں کی ترقی کرا سکیں اور عوام کو اس میں شامل کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تعلیم کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اب بیسویں صدی ختم ہونے والی ہے اور اکیسویں صدی میں داخل ہونے والے ہیں' میرٹ کا زمانہ ہے ' میڈیا بڑا fast ہے اور جب تک ہم تعلیم کے سلسلے میں پرائمری سکولوں پر توجہ نہیں دیں گے اس وقت تک قوم خاص طور پر تعلیم میں ترقی نہیں کر سکے گی ۔ ہمارے صدر پاکستان بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہر مہینے میں پرائمری سکولوں کو دیکھیں جس طرح ہماری وزیر اعظم نے لاہور میں دیکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقے سے تعلیم کا معیار بہت اچھا ہو جائے گا ۔ اسی طرح صحت کی مد میں 96-1995ء میں 4 ارب' 96 کروڑ روپے رکھے تھے اور موجودہ 97-1996ء کے بجٹ میں 5 ارب' 70 کروڑ رکھے گئے ہیں جس میں 20 فی صدی 96 کروڑ کا اضافہ ہے۔ اس رقم میں 2 ارب' 61 کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے لیے 3 ارب' 9 کروڑ روپے ان دیہاتی علاقوں میں گاؤں کی سطح پر پسماندہ علاقوں میں ہسپتالوں کی ترقی کے لیے اور علاج معالجے کے لیے رکھے گئے ہیں ۔ اسی طرح پبلک ہیلتھ کے لیے 97-1996ء میں 57 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور 96-1995ء کے 30 کروڑ کے مقابلے میں 24 فی صدی زیادہ ہیں۔ اس طرح 96-1995ء میں واٹر سپلائی کی سکیموں کے لیے 30 کروڑ کے مقابلے میں 40 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ میں جہاں پر پولیس کے لیے 5 ارب' 15 کروڑ رکھے گئے ہیں۔ انھوں نے عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی کو عملی بنانے کے لیے بھی روپے رکھے ہیں ' وکلاء کے لیے بھی اور ایوان عدل کے لیے بھی روپے رکھے ہیں ' لاہور ہائی کورٹ کے لیے بھی روپے رکھے ہیں اور پنجاب بار کو امداد دینے کے لیے بھی خطیر رقم رکھی ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت ان پیسوں کی ضرورت ہے تاکہ اچھے طریقے سے کام ہو سکے۔ صحت کے شعبے کے لیے ایک ارب 26 کروڑ روپے کی رقم سے میو ہسپتال ' جناح ہسپتال ' الائیڈ ہسپتال فیصل آباد ' جنرل ہسپتال راولپنڈی 'اور نشتر ہسپتال ملتان کے لیے رکھے ہیں جہاں burn unit قائم ہوں گے ۔ لاہور میڈیکل یونیورسٹی قائم کرنے کے لیے اور گوجرانوالہ ' ڈیرہ غازیخان اور سرگودھا

کے لیے امراض قلب کے مراکز قائم کرنے کے لیے رقم رکھی گئی ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ گوجرانوالہ میں یہ بہت بڑا کام ہے کہ وہاں پر امراض قلب کا ایک ہسپتال بنا ہے اور میں گزارش کروں گا کہ اگر وہاں پر آپریشن تھیٹر جو کہ نامکمل ہے اگر اسے مکمل کر دیا جائے تو 14,12 لاکھ کی آبادی کو فائدہ پہنچے گا کیونکہ وہاں پر چھ سات سرجن ہیں لیکن ہسپتال میں اپریشن تھیٹر کی کمی ہے اس کو مکمل کر دیا جائے۔ ہر یونین کونسل میں ایک ہسپتال ہے لیکن راہ والی شرقی یونین کونسل میں کوئی ہسپتال نہیں اور اسی طرح راہ والی شہر میں بھی کوئی ہسپتال نہیں۔ اس لیے مہربانی فرما کر یہاں پر دس دس بستروں کا ہسپتال بنا دیا جائے تو اس علاقے کے غریب عوام بہت مستفید ہو سکیں گے۔ گوجرانوالہ میں موجودہ سیوریج سسٹم کے لیے 2 کروڑ ' 66 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اور وزیر اعظم کے خصوصی پیکج سے لاہور' فیصل آباد ' راولپنڈی' ملتان اور گوجرانوالہ کے لیے 90 کروڑ روپے رکھے ہیں جس میں سے 50 کروڑ روپے وفاق کی طرف سے ہیں اور تقریباً ہر شہر کے لیے اس سال وزیر اعظم پاکستان کی طرف 28,28 کروڑ روپے ملیں گے۔ جناب والا! اس وقت بے روزگاری بڑا مسئلہ ہے حکومت نے اس بجٹ میں صنعتی پروگرام اور سیلف ایمپلائمنٹ سکیم کے نام سے چھوٹی چھوٹی صنعتوں کے قیام کے لیے اور صنعتی ترقی کے لیے آسان شرائط پر انھوں نے روپے رکھے ہیں تاکہ چھوٹی صنعتوں والوں کو بھی موقع مل سکے ۔ اس طرح لیبر کالونیوں کے لیے۔۔۔۔

میاں فضل حق ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی میاں فضل حق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! آپ نے غور فرمایا کہ ڈار صاحب پڑھ کر تقریر کر رہے ہیں۔ میرا خیال تو تھا کہ جیسے آپ normally کہتے ہیں کہ notes لے لیے جاتے ہیں اور پھر اس کو elaborate کرتے ہیں ۔ elaboration کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' وہ تو پڑھتے ہی جا رہے ہیں ۔ ان کی نظر تو کاپی سے اٹھ ہی نہیں رہی ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ڈار صاحب! آپ جواب نہ دیں ۔اصل میں بات یہ تھی کہ میں نے بھی دیکھا لیکن شور اتنا تھا اور کسی کو پرواہ ہی نہیں تھی' لہذا وہ پڑھتے گئے۔ میں خود دیکھ رہا تھا لیکن آپ کوئی نوٹس نہیں لے رہے تھے ۔ اگر آپ نے نوٹس لیے ہیں تو مہربانی ' شکریہ۔

میاں فضل حق، شکریہ جناب سپیکر۔

جناب اظہر حسن ڈار ، جناب والا! اب صنعتی کارکنوں کے لیے پنجاب حکومت نے 28 لیبر کالونیاں بنانے کا اعلان کیا ہے جن میں سے سرگودھا' فیصل آباد' بورے والا' ٹوبہ ٹیک سنگھ' ساہو کی ملیاں اور گوجرانوالہ ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ لیبر کالونیاں بن جائیں جہاں پر تین مرلہ پلاٹ 35 ہزار مزدوروں کو ملیں گے جہاں پر صنعتی مزدوروں کو کافی سہولتیں ملیں گی اور اگر اس طرح 8 لیبر کالونیاں بن جائیں اور 8529 پلاٹ ہو جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم کافی حد تک اس سطح تک پہنچ جائیں گے کہ اس پرانے مسئلے کو حل کریں ۔ جناب والا! جہاں تک ٹیکسز کا تعلق ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس عرصے میں جو ٹیکسز لگے ہیں یا رجسٹریشن فیسیں بڑھی ہیں یہ ٹیکسز کسی غریب آدمی پر نہیں لگے اور نہ ہی کھانے پینے کی چیزوں پر کوئی ٹیکس لگے ہیں ۔ اگر کسی غریب آدمی پر کوئی ٹیکس لگے تو وہ متاثر ہوتا ہے لہذا اگر ٹیکس لگے ہیں وہ خوشحال لوگوں پر لگے ہیں ۔ جیسا کہ ہوٹلوں ریسٹورنٹس' بیوٹی پارلرز ' ہیلتھ کلبوں ' جیمنیزیم اور پٹرول پمپوں پر لگائے گئے ہیں چاہے یہ تحصیل لیول پر ہوں یا کارپوریشن لیول پر ہوں ۔ پرائیویٹ ہسپتالوں پر بھی کوئی خاص ٹیکس نہیں لگا بلکہ یہ ٹیکس ہسپتالوں کی رجسٹریشن فیس پر لگایا گیا ہے۔ جناب والا! ڈاکٹروں نے بھی بہت زیادہ کلینک بنا لیے ہیں دو تین جگہ پر وہ پریکٹس کرتے ہیں اور گورنمنٹ ہسپتالوں میں علیحدہ کام کرتے ہیں ' اس طرح سے وہ لاکھوں اور کروڑوں روپے ماہانہ کماتے ہیں اسی طرح سے شادی ہالوں پر ٹیکس لگا ہے کاروں پر لگا ہے۔ اسی طرح سے نئی کاریں جو خریدی گئی ہیں ان کے اوپر یہ ٹیکس لگے ہیں یعنی ان آدمیوں پر ٹیکس لگا ہے جو ٹیکس ادا کر سکتے ہیں اور جن لوگوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ دن رات کمائی کر رہے ہیں اور وہ نہ غریب کے کسان کے اور مزدور کے ساتھی ہیں بلکہ وہ صرف اپنے کاروبار پر نظر رکھے ہوئے ہیں ۔ ان ٹیکسوں سے غریب آدمی پر کوئی اضافی بوجھ نہیں پڑا ۔

جناب والا! اس کے ساتھ ہی میں حکومت کا مشکور ہوں کہ انہوں نے گوجرانوالہ کے لیے اتنی زیادہ رقم مختص کی گئی ہے جو ان کے 12 سالہ دور اقتدار میں نہیں دی گئی۔ جناب والا! گوجرانوالہ سے ان کے تین وزراء چودھری محمد اقبال ' راجہ خلیق اللہ صاحب ' اور عثمان ابراہیم صاحب کیبنٹ میں رہے اور اس کے علاوہ مرکز میں بھی ان کے دو وزراء غلام دستگیر خان اور رانا نذیر صاحب موجود رہے ہیں لیکن ایک پیسے کی کبھی گرانٹ نہیں آئی تھی لیکن آج سب سے زیادہ گرانٹ گوجرانوالہ کو ملی ہے ۔ جناب والا! میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سب

سے زیادہ نشستیں وہاں سے loose کی ہیں اور پی ڈی ایف کی ایک سیٹ بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود وزیر اعظم صاحبہ نے اور پنجاب حکومت نے پی ڈی ایف کی حکومت نے وہاں پر 30 کروڑ 66 لاکھ روپے کی گرانٹ دی ہے۔ یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے وہاں سے سیٹیں جیتی ہیں یا نہیں؛ جناب والا! عوام کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے عوام کی سہولت کے لیے انہوں نے ہمیں 30 کروڑ روپے دیے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر اعظم صاحبہ نے پی ڈی ایف کی حکومت نے، وزیر اعلیٰ صاحب نے خاص طور پر بڑی مہربانی اور شفقت کی ہے۔ جناب والا! یہاں 12 سال تک ان کی حکومت رہی کارپوریشن کے چیئرمین بھی رہے، وزیر اعلیٰ ان کے رہے وزیر اعظم ان کے رہے لیکن گوجرانوالہ کی ترقی کے لیے ایک ٹیڈی پیسہ تک نہیں لا سکے تھے۔ لیکن اب موجودہ حکومت نے 30 کروڑ 66 لاکھ روپے کے فنڈز دیے ہیں۔ اس کے علاوہ امراض قلب کا ہسپتال، لیبر کالونی کے لیے جگہ وغیرہ۔ جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ موجودہ حکومت نے یہ اقدامات کر کے گوجرانوالہ کے لیے بہت بڑا کام کیا ہے۔

اسی طرح سے آگے بڑھتے ہوئے میں یہ گزارش کروں گا کہ کراچی کے مسئلے کو جس طریقے سے موجودہ حکومت نے حل کیا ہے وہ خراج تحسین کی مستحق ہے۔ اگر بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو اپنے ایوارڈ سے کچھ رقم دے دی ہے تو کوئی بات نہیں۔ آپ خود دیکھیں کہ ان کے دور میں کراچی کس طرح سے سلگ رہا تھا اور وہاں پر کس طرح سے آگ برس رہی تھی، دہشت گردی کا کس طرح سے بازار گرم تھا جس کی وجہ سے پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دینے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ میں جناب وزیر اعظم صاحبہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں، نصیر اللہ بابر، وزیر اعلیٰ سندھ اور گورنر سندھ کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنھوں نے بڑی بردباری سے اور ہمت سے کراچی کی رونقوں کو بحال کیا ہے۔ کاروبار پھر بہتر ہو گئے ہیں اور مزدور پھر سے مزدوری کرنے لگ گئے ہیں۔ آپ خود ہی دیکھیں کہ پہلے وہاں پر کس طرح سے قتل و غارت ہو رہی تھی۔ جب ان کا دور حکومت تھا دولت کو کس طرح سے لوٹا گیا اور کس طرح سے سکینڈل بنے؛ جناب والا! کوئی کوآپریٹو سکینڈل بنا، موٹر وے کا سکینڈل بنا اور کئی دوسرے سکینڈل بھی بنے اور اب یہ احتساب کی بات کرتے ہیں۔ جناب والا! اس وقت ایک جمہوری حکومت ہے کون کہتا ہے کہ احتساب نہ ہو؛ احتساب اس وقت شروع ہے، آپ کیوں گھبراتے ہیں ہائی کورٹ میں آپ کے

مقدمات ہیں اب آپ انھیں face کریں اور وہاں سے اپنے ہاتھ صاف کریں۔ جناب والا! ہم کمشن بنانے کے لیے بھی تیار ہیں۔ یہ کیوں اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں؟ تین سالوں سے ان کے خلاف ہائی کورٹوں میں مقدمات چل رہے ہیں، سپریم کورٹ میں بھی چل رہے ہیں۔ اس طرح کی باتیں کر کے آپ چاہتے ہیں کہ احتساب کو ختم کیا جائے۔ جناب والا! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ یہ بجٹ ایک متوازن بجٹ ہے۔ جناب والا! وسائل کم ہیں اور مسائل زیادہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ 5 ارب روپے کا یہ فاضل بجٹ بنا کر وزیر خزانہ، وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کے افسران مبارک باد کے مستحق ہیں۔

جناب والا! یہ بات کرتے ہیں۔ گورنمنٹ پارٹی کی۔ ہماری گورنمنٹ پارٹی کے اکثر ممبران آمریت کا مقابلہ کرتے آئے ہیں جمہوری جدوجہد کے لیے کام کرتے رہے ہیں۔ ہمارا کون سا وہ ممبر ہے جس نے قید نہیں کاٹی اور کوڑے نہیں کھائے اور یہ وہ لوگ ہیں جو چاروں صوبوں اور ملک کی بقاء کے لیے جدوجہد کرتے کرتے آج ان اسمبلیوں میں آئے ہیں۔ اسی طرح یہ بات کرتے ہیں جیالوں کی کہتے ہیں کہ جیالوں نے قبضہ کیا ہے۔ جناب والا! وہ جیالے جنھوں نے اپنے قائد کے لیے اور ملک کے لیے خود سوزی کر کے اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔ جناب والا! یہ قربانیاں دے کر انھوں نے ملک کے لیے اور جمہوریت کے لیے جدوجہد کی ہے۔ ہم ان کو سلام پیش کرتے ہیں ان کا مقولہ ہے۔

"میں واں پت پنجاب دا جیالا میرا ناں، میں اپنی قائد سے وفا نہ کروں بخشے نہ دودھ میری ماں"

جناب والا! یہ ان کا قول اور اپنی وفاداری ہے اور یہاں میرے ساتھی مفادات کی بات کرتے ہیں ہم وفا کی بات کرتے ہیں۔ جناب والا! یہ عزت اور غیرت کی بات کرتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں جب ولی خان نے حضرت قائد اعظم کو، ان مسلم لیگیوں کو انگریزوں کا ایجنٹ کہا تھا اور حضرت قائد اعظم کو انگریز کا پٹھو کہا تھا۔ اس وقت ان کی غیرت اور وفا کہاں چلی گئی تھی؟ جب قائد اعظم کے نام پر ملک بنا، تحریک پاکستان کے داعیوں نے یہاں پر جدوجہد کی، آج وہ کس طرح یہ کہتے ہیں کہ ہم وفا کریں گے۔ ان کے پاس تو وفا ہے ہی نہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے شرم کا مقام ہے جب یہ مسلم لیگ کا نام لیتے ہیں، حضرت قائد اعظم کا نام لیتے ہیں۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

جناب اظہر حسن ڈار ، جناب والا! اگر قرار داد مذمت پاس ہوتی ہے تو یہ ہندوؤں کے پیروکاروں کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور ان کا ساتھ دیتے ہیں جو انڈیا میں جاتے ہیں تو سونے چاندی میں تلتے ہیں اور وفات پاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمیں پاکستان کی سر زمین پر دفن نہ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تشریف رکھیں، مہربانی شکریہ۔

جناب اظہر حسن ڈار ، جناب والا! جو اس سر زمین کی مٹی سے پیار نہیں کرتے، جو ملک کے ساتھ پیار نہیں کرتے، جو قائد کے ساتھ پیار نہیں کرتے، ان کی مثال تو ایسے ہی ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جناب ارشد عمران سلہری! ایک بات میں واضح کر دوں۔ میں تین دفعہ یہ گھنٹی بجاتا ہوں۔ پہلے جب تین منٹ رہ جاتے ہیں اس وقت میں indication دیتا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو محدود کریں۔ پھر جب دو منٹ رہ جاتے ہیں ، پھر جب سنتے ہی نہیں ہیں تو پھر میں دوسرے فاضل رکن کا نام بلا لیتا ہوں۔ کیونکہ اگر ڈسپلن نہیں ہو گا کسی کی بات کوئی نہیں مانے گا خاص طور پر سپیکر کی بھی بات نہیں مانے گا تو پھر یہ ہاؤس کیسے چلے گا؟ جناب ارشد عمران سلہری۔

جناب تاج محمد خانزادہ ، جناب والا! تھوڑا ریکارڈ ٹھیک کرنے کے لیے میں یہ عرض کروں گا۔ آپ کے سپیکر نے فرمایا کہ جن لوگوں نے پاکستان۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، خانزادہ صاحب! میں نے آپ کو بات کرنے کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی آپ نے مجھ سے اجازت مانگی ہے آپ تشریف رکھیں۔ جناب ارشد عمران سلہری۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جناب کی اجازت سے آپ ہی کی رولنگ کے بارے میں ، میں ایک نکتہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے چیئر سے یہ رولنگ فرمائی تھی کہ 31 مئی کو پی اے سی ون۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ٹھیک ہے، مجھے یاد ہے ابھی اس پر بات کرتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! میں تازہ ترین صورت حال بتاتا ہوں ایک منٹ بھی نہیں لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، مجھے پتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ ممبران اپنی بات ختم کر لیں۔

جناب ارشد عمران سلہری۔

جناب ارشد عمران سلہری ۔ شکریہ۔ جناب سپیکر ! آپ کی اجازت سے بجٹ کے اعداد و شمار پر بات کرنے سے پیشتر اس بجٹ کی اہم معلومات ریکارڈ پر لانا ضروری سمجھتا ہوں۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ جو اس وقت ہاؤس میں موجود نہیں ہیں مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے جو بجٹ پیش کیا وہ جناب سپیکر کے بھائی کے پریس جس کا نام "نصرت پریس" ہے' وہاں سے چھپوایا۔ اس دستاویز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس دن وزیر خزانہ کی تقریر وائٹ پیپر اور دوسری اہم دستاویزات لاہور میں سیل کی طرح بکتی رہیں۔ جناب سپیکر! اس دن بارش نہ ہوئی یہ اللہ کی مہربانی۔ اگر بارش ہوجاتی تو اس وقت یہ ہماری اہم دستاویز جس کو آئین کے بعد اہم ترین درجہ حاصل ہے۔ وہاں اس کا ایک کاغذ ریڑھی والوں کے ہاتھ میں ضرور ہوتا۔ لیکن جناب سپیکر! ان کو شرم نہیں آتی کہ اتنی اہم دستاویز جس کو آئین کے بعد اہم ترین document کہتے ہیں۔ انھوں نے اس کو جو اہمیت دی اس سے ان کی صوبے اور ملک سے غیر سنجیدگی' عدم ذمہ داری اور فرائض سے انصاف نہ کرنے اور اپنے ہی اٹھائے ہوئے حلف سے پاس داری کی خلاف ورزی کا یہ بد ترین ثبوت ہے۔ جناب سپیکر! صوبہ کے وزیر اعلیٰ جو دن میں پانی کے دس گلاس پی کر بیس بار بڑھکیں مارتے ہیں' چار بار لسی پی کر تیس بار سیکرٹریز کو بلا کر ڈانٹ کر کہتے ہیں کہ میں کتنا کامیاب جا رہا ہوں۔ وزیر اعلیٰ کا بجٹ امور سے دلچسپی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بجٹ اجلاس کے اعلان سے چند روز پیشتر ایک سیکرٹری نے ان سے اختلاف رائے کیا تو جناب چیف منسٹر نے اپنے روایتی انداز میں غراتے ہوئے اور ٹانگیں پھیلاتے ہوئے ایک دوسرے ایڈیشنل سیکرٹری کو کھڑا کرکے کہا کہ تم بتاؤ چیف منسٹر بڑا ہوتا ہے یا کہ سیکرٹری بڑا ہوتا ہے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ کی بجٹ امور کے ساتھ یہ دلچسپی ہے ۔

جناب سپیکر! بجٹ کے اعداد و شمار پر آنے سے پہلے میں اپنے ملک کے این ایف سی ایوارڈ جو کہ 1990ء کی حکومت میں آیا تھا اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! مرکز اور صوبہ گزشتہ تین سال سے اس ایوان کے اوپر تنقید کر رہا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ 16 جون 1996ء کو وزیر اعظم صاحبہ نے پرائم منسٹر ہاؤس میں پریس بریفنگ میں اس ایوارڈ کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ بجٹ بنانے کے لیے اسی ایوارڈ کو جو 1990ء کا ہے اس کو بنیاد بنایا اور ان صوبوں کو ان کا حصہ دیا۔ ہمیں اس بات پر شرم آرہی ہے مگر انھیں شرم نہیں آتی کہ اپنی ہمت اور

صلاحیت سے جب کہ صوبوں اور مرکز میں ان کی حکومت ہے ایک نیا اور اس سے بہتر ایوارڈ لے آتے۔ جناب سپیکر! میں اس بات کو بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ یہ حکومت نیا ایوارڈ نہ لاسکی جس کی مدت اس 30 جون 1996ء کو ختم ہو رہی ہے۔ جناب سپیکر! یہ تو ابھی تک اس کا فارمولا تک طے نہیں کر سکے۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب نے اپنی تقریر میں تعمیر پنجاب پروگرام کے لیے 15 ارب 75 کروڑ روپے کا اعلان کیا ہے۔ جناب سپیکر! وائٹ پیپر صفحہ 87 پر نکال کر دیکھ لیں ' یا وزیر خزانہ صاحب کے پاس ماہر معاشیات ہیں ' ممبران اسمبلی ان کو یہاں پر بلوالیں اور اس بات کو ثابت کریں کہ تعمیر پنجاب پروگرام 15 ارب 75 کروڑ روپے کا ہے میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ 13 ارب کا ہے۔ جناب سپیکر! یہ وائٹ پیپر ہے اس سے بہتر مصدقہ document اور کوئی نہیں ہے یہاں یہ کہتے ہیں کہ ہم نے 2 ارب روپے سے زائد سابقہ سال کی نسبت ترقیاتی فنڈ رکھے ہیں۔ جناب سپیکر! حقیقت میں اس 15 ارب 75 کروڑ میں operational short fall 2 ارب 75 کروڑ روپے کی شامل ہے۔ میں وزیر خزانہ سے پوچھتا ہوں کہ operational short fall کا کیا مطلب ہے۔ کہ جو چیز آپ کی جیب میں نہیں اس کو آپ کیسے اس میں شامل کر رہے ہیں۔ اس طرح سے جناب سپیکر! 1996-97ء کا ترقیاتی بجٹ سابقہ سال کی نسبت 25 کروڑ روپے کم ہے۔ ابھی یہاں میرے دوست اس سے پہلے بڑی بات کر رہے تھے کہ ہم اتنی ترقی کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! پھر اس میں دیکھیں کہ پاپولیشن ویلفیئر گرانٹ کی 75 کروڑ روپے کی رقم جو کہ وفاق نے دی ہے اس کو بھی اس میں شامل کیا ہوا ہے۔ جناب سپیکر! وفاق سے ایک اور دعویٰ وزیر خزانہ صاحب کرتے ہیں کہ بجٹ تقریر میں انھوں نے کہا کہ ہمیں موجودہ رواں سال کی نسبت 11 ارب روپیہ حصہ زیادہ ملا۔ جناب وزیر خزانہ صاحب! میں اس ہاؤس کے فلور پر کھڑے ہو کر اس بات کو چیلنج کرتا ہوں کہ یہاں پر بجٹ کے اندر نگرز میں juggiery کی گئی ہے۔ یہ حقیقت نہیں ہے اور 11 ارب 98 کروڑ روپے زائد نہیں ہیں بلکہ صرف 8 ارب روپے زیادہ ہیں۔ جب اس پر نظر ثانی ہوئی تو پنجاب کو 63 ارب روپیہ ملا۔ 63 ارب میں 8 جمع کریں تو 71 ارب بنتا ہے 63 میں 11 جمع کریں تو 71 نہیں بنتا۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ محترم میرے بڑے بھائی ہیں اگر ان کو حساب نہیں آتا تو ان کو کسی سکول میں داخلہ لے لینا چاہیے۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں اعداد و شمار کے ذریعے ہاؤس کے اندر اور

باہر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ ان کی حکومت اپنے وسائل کے اندر رہنے کی کوشش کر رہی ہے اور کفایت شعاری سے کام لے رہی ہے۔ جناب سپیکر! اس دعوے کی حقیقت سال 1996-97ء کے اختتام پر سامنے آئے گی ۔ لیکن اس حکومت نے رواں سال میں جو کچھ کیا وہ ان کے اس دعوے سے بالکل الٹ ہے۔ صوبے کے غریب عوام کے خزانے کو جس بے دریغ طریقہ سے لٹایا گیا اس کو جاننے کے لیے جناب سپیکر اور وزیر خزانہ صاحب چند اعداد و شمار ملاحظہ فرمائیں۔ White Paper (Budget in Brief) Page (b) پر میں جنرل ایڈمنسریشن کی آمدن کے ٹارگٹ کا اور ان کے جو اخراجات تھے ان کے ٹارگٹ کا موازنہ کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! 1995-96ء جنرل ایڈمنسٹریشن کے ذمے وصولی کے لیے 2 ارب 16 کروڑ 7 سو 17 روپے رکھے گئے تھے۔ revise میں اس آمدن کو انھوں نے کم کرکے ایک ارب 39 کروڑ روپے کر دیا۔ 77 کروڑ روپے کی رقم انتظامیہ وصول نہ کرسکی اور اس کو کم کردیا۔ جناب سپیکر! اب ان کے اخراجات پر آئیے۔ 1995-96ء میں ان کے اخراجات کے لیے 10 ارب 49 کروڑ روپے رکھے گئے۔ اور خرچ کتنا ہوا؟ 13 ارب 68 کروڑ روپے۔ 3 ارب 6 کروڑ روپے انھوں نے کفایت شعاری کے اندر رہتے ہوئے خرچ کیے۔ یعنی انتظامیہ نے اپنی آمدن کے ٹارگٹ کو کم کر لیا اور جو ان کے اخراجات تھے شاہ خرچیاں تھیں ان کو 10 سے 13 ارب تک کر دیا۔ جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے عرض کروں کہ گورنر سیکرٹریٹ پر جو estimate تھا۔ وہ Estimates of charged Expenditure and demands for grants کے صفحہ 189 پر ہے۔ پنجاب کے گورنر سروپ خان کے خرچ کے لیے 10 کروڑ 90 لاکھ روپے رکھے گئے۔ مگر جناب والا! خرچ کتنا ہوا؟ 3 کروڑ 60 لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ جناب سپیکر! میں پوچھتا ہوں کہ یہ دگنی رقم سروپ خان صاحب کو کون سی خدمات کے صلے میں مزید عطا کی گئی۔ جناب سپیکر! اس طرح چیف منسٹر سیکرٹریٹ پر خرچ کے لیے 5 کروڑ 87 لاکھ روپے رکھے جبکہ 7 کروڑ 45 لاکھ روپے خرچ کیے۔ وزیر اعلیٰ کا یہ دعویٰ ہے کہ قومی خزانہ کی ایک ایک پائی خرچ کرتے ہوئے ان کی ٹانگیں کانپتی ہیں۔ ذرا یہ بتائیں گے کہ یہ دو کروڑ روپیہ زائد کیسے خرچ ہوا؟

جناب سپیکر! اس کے بعد امن عامہ کہ جس کی صورت حال نہ آپ سے نہ مجھ سے نہ صوبہ

پنجاب کے کسی شہری سے مخفی ہے کہ اس کے اوپر سالانہ بجٹ سٹیٹمنٹ آپ دیکھیں کہ اس صفحہ 43 پر ڈیمانڈ نمبر 10 ہے اس میں 96-95ء کے لیے اٹھارہ کروڑ روپے خرچ کے لیے رکھے گئے اور جناب سپیکر! صوبہ پنجاب کے عوام کے ساتھ افسوس اور ظلم کی بات ہے کہ اٹھارہ کروڑ خرچ رکھا اور یہاں پہ تیس کروڑ خرچ ہوا اور امن عامہ کی صورت حال یہ ہے کہ آج ایک ایک رات میں درجنوں کے حساب سے قتل ہو رہے ہیں۔ پنجاب کے عوام اس انتظامیہ سے مایوس ہو کر آرمی سی این سی کو اخبارات میں اشتہار دیتے ہیں کہ ہماری داد رسی کی جائے۔ انتظامیہ کی یہ حالت ہے کہ جنھوں نے عوام کا بارہ کروڑ روپے زیادہ خرچ کیا۔ جناب سپیکر اور اقتدار والو! آنکھیں کھولو پنجاب کے عوام کے پیسے کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر! اب میں وزراء کی فوج ظفر موج کی طرف آتا ہوں کہ میں نے آج ہی پڑھا کہ ایک اور نیا مشیر بن گیا۔ جناب سپیکر! وزراء کی فوج کا قومی خزانے پر ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ ہر ہفتہ' دس دن کے بعد ایک نئے وزیر یا ایک نئے مشیر کا وزارتی مراعات کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! ان پر 96-1995ء میں آٹھ کروڑ 37 لاکھ روپے خرچ کے لیے رکھا گیا اور نو کروڑ دس لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ جناب والا! اسی طرح محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن جو کہ عوام کو ضروری سہولیات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہے یہ سہولیات امن عامہ کے علاوہ ہیں لیکن پنجاب کے کسی محکمے میں آپ چلے جائیں کہ وہاں رشوت' بدعنوانی' اقرباپروری اور بے ایمانی کا مظاہرہ ہر وقت ہوتا ہوا آپ کو نظر آتا ہے اور جناب سپیکر! اس کی سرپرستی آپ کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے حضرات فرماتے ہیں اور جنرل ایڈمنسٹریشن کو اس بدترین کارکردگی کا صلہ یوں دیا گیا ہے کہ 96-1995ء میں ان کے خرچ کے لے اٹھارہ کروڑ چھتیس لاکھ رکھے گئے اور جناب سپیکر! انتیس کروڑ اکاون لاکھ روپے خرچ ہوئے' اٹھارہ رکھا اور انتیس خرچ کر دیا۔ کیا اس طرف بیٹھے ہوئے کوئی صاحب بتا سکتے ہیں کہ دس کروڑ سولہ لاکھ زائد خرچ کا بوجھ پنجاب کے غریب عوام پر کیوں ڈالا گیا۔ جناب سپیکر! اسی طرح محکمہ اطلاعات پر پچپن لاکھ سترہ ہزار روپے' یہ نوٹ کرنے والی بات ہے کہ پچپن لاکھ سترہ ہزار روپے رکھے گئے اور ان کے اوپر چار کروڑ نوے لاکھ خرچ ہوا۔ جناب سپیکر! یہ محکمہ اطلاعات کی کارکردگی ہے کہ چار کروڑ روپے اس کے انتظامی اخراجات پہ زیادہ خرچ ہوئے۔ یہ حالت ان کی کفایت شعاری اور وسائل کے اندر رہتے ہوئے امور چلانے کی ہے۔

جناب سپیکر! میں wind up کرنا چاہتا ہوں۔ انڈسٹری کی بات کرنی چاہتا ہوں۔ پنجاب کے عوام کے لیے اس سے زیادہ عوام دشمن بجٹ اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بجٹ خالصتاً فیوڈل لارڈز کا بجٹ ہے جس میں باون ارب تہتر کروڑ حکومت اور زراعت کی مراعات اور ضروریات کے لیے مہیا کیے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! پنجاب میں نئی صنعت کاری کے لیے اس بجٹ کے اندر ایک پائی تک نہیں رکھی۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی میں یہاں بلاک ایلوکیشن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو کہ وائٹ پیپر کے صفحہ ای پر ہے کہ اس میں دو ارب ستتر کروڑ روپے رکھے گئے۔ جناب سپیکر! چیف منسٹر صاحب نے سابقہ بجٹ میں وعدہ کیا تھا کہ صوابدیدی فنڈ ختم کر دیا جائے گا لیکن انھوں نے ختم کرنے کی بجائے اسے مزید بڑھا دیا ہے تاکہ آئندہ ہارس ٹریڈنگ کے لیے ان کو پیسہ مل سکے۔ اس بنیاد پر اس بجٹ کو ترقی پسند حکومت یا ترقی پسند عوام کا بجٹ قرار دینا دھوکا، فریب اور جعلسازی کے سوا کچھ نہیں۔ اس پس منظر میں پنجاب کے تاریخی بجٹ پر سردار عارف نکئی صاحب اور جناب افضل سندھو صاحب کو مبارک ہو، کیونکہ اس میں پنجاب کے غریب عوام کے لیے کچھ بھی نہیں رکھا۔ جناب سپیکر! یہ اتنا بڑا بجٹ ہے کہ جس کے ہر ایک ہیڈ کے اعداد و شمار کے اوپر اگر بات کرنا چاہیں تو بہت سا وقت درکار ہے لیکن آپ نے وقت کی پابندی لگائی ہے آپ کا اور معزز اراکین ایوان کا مشکور ہوں کہ میری باتوں کو انھوں نے سنا اور آپ نے مجھے اس بجٹ سے نقاب کشائی کا موقع فراہم کیا۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، مہربانی، ارشد عمران سلہری صاحب نے بجٹ پہ واقعی بجٹ والی تقریر کی ہے۔ یہ ادھر ادھر نہیں گئے نہ انھوں نے کوئی ایسی بات کی ہے۔ بالکل to the point باتیں کی ہیں لیکن میری مجبوری یہ تھی کہ ٹائم مقرر کیا ہوا ہے، شکریہ۔ جناب ریاض حشمت جنجوعہ۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،

وطن چمکتے ہوئے کنکروں کا نام نہیں
یہ تیرے جسم تیری روح سے عبارت ہے
نظام کہنہ کے سائے میں عافیت سے نہ بیٹھ
نظام کہنہ تو گرتی ہوئی عمارت ہے

ذی جاہ و ذی وقار جناب سپیکر! دنیا میں جب جمہوری اور فلاحی ریاست کا بجٹ پیش ہونے

کا مرحلہ آتا ہے تو عوام معاشی، معاشرتی اور تمدنی بشارتوں کے منتظر ہوتے ہیں لیکن ہمارے ہاں بجٹ کے پیش ہونے سے قبل خوف و ہراس کی ایک ایسی کرب ناک فضا قائم کر دی جاتی ہے کہ عوام بجٹ کا نام سنتے ہی سہم جاتے ہیں خصوصاً ان ممالک میں جو سامراج کی غلامی سے تو نجات پا چکے ہیں مگر سامراج کے ذیلی مالیاتی اداروں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی غلامی کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ ممالک نہ تو اپنی مرضی سے بجٹ سازی کے مجاز ہوتے ہیں اور نہ عوام کی امنگوں اور اپنی قومی ترجیحات کے مطابق منصوبوں اور ترقیاتی سکیموں سے اپنے بجٹ کو آراستہ کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی پذیر مقروض ممالک کی حکومتیں بجٹ پیش کرتے وقت اپنے عوام کو اعداد و شمار کے گورکھ دھندے اور الفاظ کی شعبدہ گری میں الجھا کر مطمئن کرنے کی کوششیں کرتی نظر آتی ہیں۔ بد قسمتی سے وطن عزیز بھی آج انہی ممالک کی صف میں کھڑا ہے کہ جنھیں اپنی اقتصادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے عالمی مالیاتی اداروں کا دست نگر ہونا پڑتا ہے اس لیے سالہا سال سے ہمارے ہاں جو بجٹ پیش کیے جا رہے ہیں وہ اپنی ہیئت اور مجاز کے اعتبار سے ایک دوسرے کا چربہ ہوتے ہیں انھیں نہ تو فلاحی کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی عوامی کہا جا سکتا ہے اور جناب سپیکر! شاید یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہو گا جب تک کہ ہم خودی کے پیامبر حضرت اقبال کی اس تلقین پر عمل نہیں کریں گے کہ

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

جناب سپیکر! جمعۃ المبارک کی ڈھلتی ہوئی شام کو پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے جو کہ اس دھرتی کے نیک نام سپوتوں میں ہیں۔ جب دانش ورانہ انکساری کے ساتھ آئندہ مالی سال کا بجٹ پیش کرتے وقت یہ کہہ کر اس ایوان کو اعتماد میں لینا چاہا کہ وہ ایک ایسا بجٹ پیش کرنے جا رہے ہیں کہ جس میں مالی وسائل کا تخمینہ 84 ارب پانچ کروڑ اور 89 لاکھ روپے ہے۔ اس بجٹ سے 5 ارب 65 کروڑ اور 72 لاکھ روپے کی بچت متوقع ہے۔ جسے بعد میں ترقیاتی سکیموں کی طرف منتقل کر دیا جائے گا تو ان کی آواز اپوزیشن کے معزز ارکان کے شور و غوغا میں دب کر رہ گئی۔ جناب والا! ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ تاریخ کا بے رحم کمپیوٹر ہمارے ایک ایک لمحہ کا حساب ریکارڈ کر رہا ہے۔ جب پنجاب کے عوام اس کمپیوٹر سے اس ایوان میں ہمارے گزارے ہوئے الفاظ کا حساب

طلب کریں گے تو یہ کمپیوٹر بلا رغبت و عناد ہمارے کردار کو عوام کے سامنے اگل دے گا۔

جناب والا! آئندہ مالی سال کا بجٹ پیش کرتے وقت جناب وزیر خزانہ نے جاری اخراجات کا جو تخمینہ پیش کیا ہے وہ 77 ارب اور 41 لاکھ روپے پر مشتمل ہے۔ وقت کی قلت کے پیش نظر میرے لیے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ میں بجٹ کے تمام پہلوؤں پر بات کروں۔ اس لیے میں کوشش کرتا ہوں کہ بجٹ کے چند اہم نکات تک محدود رہ کر اپنی معروضات پیش کرنے کی کوشش کروں۔ جناب والا! وفاق پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کے بجٹ پر اظہار خیال کرتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اہل پنجاب کے دل اس دھرتی کے بہتے دریاؤں کے پانی کی طرح صاف ہیں۔ اہل پنجاب کے عزم اور ارادوں میں اس کے میدانوں جیسی وسعت ہے۔ پنجاب کے عوام کی حب الوطنی چٹانوں کی طرح مضبوط اور غیر متزلزل ہے ۔ لیکن جناب والا! پنجاب حب الوطنی کے نشہ میں اپنے تشخص کو ترک کر چکا ہے۔ پنجاب اپنی زبان ' ثقافت اور لباس تک کی قربانی دے چکا ہے۔ آج دوسرے صوبوں کی اسمبلیوں میں یہ قراردادیں پیش کی جاتی ہیں کہ انھیں آئین کے مطابق صوبائی خودمختاری حاصل نہیں۔ لیکن پنجاب نے آج تک یہ شکوہ نہیں کیا کہ اسے صوبائی خودمختاری تو ایک طرف انتظامی خودمختاری بھی حاصل نہیں اور پنجاب کے لاء اینڈ آرڈر کی میٹنگز اس صوبے کے چیف ایگزیکٹو کی بجائے وفاق کے نمائندے کر رہے ہیں۔ محاصل اور وسائل کی تقسیم کے وقت پنجاب کی حق تلفی ہوتی ہے۔ کیا یہ پنجاب صرف اس لیے برداشت کر رہا ہے کہ اس کی حب الوطنی پر حرف نہ آئے؟ جناب والا! اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ پنجاب جو آج تک سیاسی قربانیاں دیتا چلا آیا ہے اب معاشی قربانی دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ کالا باغ ڈیم ایک بین الاقوامی اور کثیر المقاصد منصوبہ ہے لیکن اس منصوبے کی تکمیل میں آج تک اس لیے پے در پے رخنہ اندازیاں کی جا رہی ہیں کہ وہ یہ پاکستان کا واحد ڈیم ہے کہ جو پنجاب کی سرزمین پر تعمیر ہو گا۔ جناب والا! وفاقی حکومت نے آج تک مشترکہ مفادات کی کونسل میں کالا باغ کے مسئلے کو پیش کرنے کی زحمت نہیں کی تاکہ اس مسئلے پر قومی اتفاق رائے پیدا کر کے اس کی تعمیر شروع کرائی جا سکے۔ میں بڑے افسوس سے عرض کرتا ہوں کہ جناب محترم وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں کالا باغ کا ذکر تک نہیں کیا۔ کیا کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری حکومت اس منصوبے کی تعمیر سے دست بردار ہو چکی ہے ۔ جناب والا! تصور کیجیے کہ جب پنجاب کے زیر زمین پانی کے ذخائر ختم ہو

جائیں گے اور ہمارے ٹیوب ویل پانی کی بجائے ریت اور کیچڑ اگلنے لگیں گے اور تھرمل ذرائع سے پیدا ہونے والی بجلی کا استعمال کاشتکار کے بس کا روگ نہیں رہے گا۔ تو اس وقت پنجاب کے کھیتوں کی یہ ہریالی اور پنجاب کے باغات کا حسن اور پنجاب کے سبزہ زار اجڑ جائیں گے۔ جناب والا! پنجاب کی ہر وہ قیادت جو اس مسئلے پر دوسرے صوبوں کی قیادتوں کے سامنے ہتھیار ڈالے گی۔ وہ پنجاب کے غیض و غضب کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ جناب والا! اب میں بجٹ کے اس پہلو کا ذکر کرتا ہوں جو عوام کی نظر میں اس حکومت کی عزت اور وقعت کو کم کر دے گا کیونکہ عوام کی توقعات کے مطابق حکومت عوام کو ٹیکس فری بجٹ دینے میں ناکام رہی ہے۔ آئندہ مالی سال کے بجٹ میں ایک ارب 9 کروڑ 98 لاکھ روپے کے اضافی ٹیکس لگائے گئے ہیں اور وزارت خزانہ کی طرف سے نئے ٹیکسوں کے نفاذ اور پہلے سے جاری شدہ ٹیکسوں میں اضافے کی جو توجیہہ و توضیح پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کا بوجھ عوام پر نہیں پڑے گا۔ جناب والا! دنیا کا کوئی حقیقت پسند اور باشعور آدمی وزارت خزانہ کی اس توجیہہ و توضیح سے متفق نہیں ہو سکتا کہ ٹیکسوں کا بوجھ عوام پر نہیں پڑے گا۔ بلکہ پاکستان میں تو روایت ہے کہ ٹیکس گزار ٹیکسوں کا بوجھ عوام کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ اور ان ٹیکسوں سے بالآخر کمر عوام کی ہی ٹوٹتی ہے۔ ایک روشن خیال وزیر خزانہ اگر چاہتے تو نئے ٹیکسوں کے نفاذ سے ہونے والی متوقع آمدنی کو وہ ٹیکسوں کے اخفاء کو روک کر غیر پیداواری اخراجات میں کمی کر کے، سرکاری محکموں میں شاہ خرچیوں پر قدغن لگا کر بھی پورا کر سکتے تھے اور یہ بات ان کے لیے بحیثیت وزیر خزانہ نیک نامی کا باعث بن سکتی تھی۔ لیکن

"ہر کہ حرف در کان نمک رفت نمک شد کہ مصداق"

وہ بجٹ سازوں کی اس سازش کا شکار ہوئے ہیں جو ہمیشہ بجٹ کے خسارے کو نئے ٹیکسوں کے نفاذ کے ذریعے پورا کرنے کو امرت دھارا سمجھتے ہیں۔ جناب والا! وزیر خزانہ اگر اپنے اس فیصلے کو جو انھوں نے ٹیکسوں میں اضافہ کر کے کیا ہے۔ اپنی سیاسی شخصیت اور سیاسی منظر کے تناظر میں دیکھیں تو یہ کوئی ایسا فیصلہ نہیں، کوئی ایسا کارنامہ نہیں جو ان کے لیے قابل فخر ہو۔

جناب والا! اب میں زراعت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ زراعت جو کہ میرے صوبے کی پہچان ہے۔ میرے صوبے کی مجموعی آبادی کے 41 فی صد لوگ زرعی زمینوں کے مالک ہیں کھیت مزدور،

مزارعین اور دیہی دستکار ان کے علاوہ ہیں۔ جن کے وسائل کسی نہ کسی طرح زراعت سے وابستہ ہیں۔ اس طرح 75 فی صد آبادی کی خوشحالی کا راز زراعت کی ترقی کے ساتھ منسلک ہے۔ میرے صوبے کے جفا کش کاشتکار گندم کی ملکی پیداوار کا 71 فی صد ' چاول کی ملکی پیداوار کا 40 فی صد گنے کی ملکی پیداوار کا 55 فی صد اور کپاس کی ملکی پیداوار کا 51 فی صد پیدا کر رہے ہیں۔ اس طرح وہ ملک کی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ صنعتوں کے لیے خام مال اور ہماری قومی ضرورتوں کے لیے زرمبادلہ کے لیے وسائل مہیا کر رہے ہیں۔ لیکن ان قومی فریضوں کی ادائیگی کا معاوضہ انھیں فاقہ کشی ' افلاس ' بیماری اور جہالت کے علاوہ ریاستی اداروں کے ظلم و تشدد کی صورت میں ملتا ہے۔ جناب والا! ایک اپاہج مریض اگر سڑک کے کنارے کپڑا بچھا کر بیٹھ جائے تو صبح سے لے کر شام تک وہ ڈیڑھ دو سو روپے بڑی آسانی کے ساتھ جمع کر لیتا ہے۔ لیکن ایک کاشتکار کنبہ اگر بیوی بچوں سمیت صبح سے لے کر شام تک کھیت میں محنت مزدوری کرے تو وہ تیس چالیس روپے بھی نہیں کما پاتا۔ یہ ہے میرے ملک کی زرعی معیشت کا المیہ' جس کا احساس نہ تو بیرون ملک آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے اقتصادی قزاقوں کو ہو سکتا ہے اور نہ اندرون ملک اس ملک کے صنعتی اشرافیہ کے راہنماؤں کو خون آشام تاجروں کو ' ٹیکس چوروں کو' بلیک مارکیٹروں کو اور ذخیرہ اندوزوں کو ہو سکتا ہے۔ جناب والا! شہروں کے پوش علاقوں میں رہنے والو! کیا تمھیں اس بات کا احساس ہے کہ جب تم سردی کی یخ بستہ شاموں میں اپنے بنگلوں کے آرام دہ کمروں میں بجلی اور گیس کے ہیٹر جلا کر بیٹھ جاتے ہو تو کاشتکار پوہ اور ماگھ کے مہینے میں سردی کی لہر کے خوف سے بے نیاز سخت بارش کے لیے دست بدعا ہوتا ہے وہ اس لیے کہ اس کو سردی کی فکر نہیں ہوتی اس کو تمھاری خوراک کے لیے گندم کی نشوونما کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ جب جیٹھ کے مہینے میں آپ لوگ اپنے سرد کمروں میں کولر اور ایئر کنڈیشنر چلا کر چھپ جاتے ہو تو کاشتکار اس وقت سورج کی حدت سے نحیف نہیں ہوتا بلکہ وہ گرمی دھوپ اور روشنی کے لیے التجائیں کر رہا ہوتا ہے ۔ کیونکہ اس کو تمھاری خوراک کے لیے گندم کی برداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو تمھارے زرمبادلہ اور تمھارے لباس کے لیے کپاس کاشت کرنے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ جناب والا! یہ ہے ہمارے کاشتکار کی زندگی کا وہ المیہ۔ تم ان کاشتکاروں کو اس حب الوطنی اس ایثار و قربانی کا صلہ یہ دے رہے ہیں کہ ان کی کھاد' ڈیزل اور زرعی ادویات میں ملاوٹ کرتے ہو ان کو بلیک مارکیٹ میں فروخت کرتے ہو۔ تم نے کاشتکار پر

ڈیزل، کھاد، ادویات پر سب سڈی کو یک جنبش قلم مسترد کر دیا ہے۔ تم کاشتکار کو اس کی اجناس کی قیمت سپورٹ پرائس پر دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کاشتکار کو زرعی مداخل تو بین الاقوامی نرخوں پر ملتے ہیں لیکن اس کی پیداوار کو من چاہے نرخوں پر خرید کرتے ہو۔ جناب والا! انصاف کا خون نہ کرو انصاف کو قتل تو نہ کرو۔ کاشت کار تمہارے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا۔ وہ اپنا حق مانگتا ہے۔ یہ حق جائز ہے۔ اس کا مطالبہ جائز ہے کہ اگر زرعی مداخل بین الاقوامی نرخوں پر ملتے ہیں تو پھر کاشت کار کی زرعی اجناس بین الاقوامی نرخوں پر کیوں نہیں خرید کی جاتیں۔ تمھیں یہ حق دنیا کے کس اخلاق نے، دنیا کے کس قانون نے دیا ہے کہ کاشت کار کا چاول اڑھائی تین سو روپے من خرید کر تم اسے گیارہ سو بارہ سو روپے من کی قیمت پر ایکسپورٹ کرو۔ تمھیں یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ کاشت کار کی کپاس سات آٹھ سو روپے من خرید کر اسے بارہ سو روپے من کی قیمت پر ایکسپورٹ کرو۔ (نعرہ ہائے تحسین) تم بیس پچیس روپے من گنا خرید کر بیس روپے کلو چینی فروخت کرو۔ تم جب کاشت کار کی گندم خریدنے لگو تو ۱۷۵ روپے من ادا کرو اور جب تم غیر ملک سے گندم درآمد کرو تو اس پہ تین سو روپے من خرچ کرو۔ جناب والا! ستم بالائے ستم یہ ہے کہ تم اس کے علاوہ یہ سازش کرتے ہو، تم ورلڈ بنک کو، تم آئی ایم ایف کو اکساتے ہو کہ آبیانے کی شرح میں اضافہ کرو۔ زراعت پہ نئے ٹیکس لگاؤ۔ یہ تم سب اس لیے کرنا چاہتے ہوں کہ تم کاشت کار کو غیر منظم اور بےزبان سمجھتے ہوں۔ اس لیے کہ کاشت کار مویشی پالتا ہے اس کا دودھ تمھیں پلا رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) کاشت کار ایک مرغی بھی پالے تو اس کے انڈے تمھیں کھلا دیتا ہے۔ کاشت کار جو خوراک پیدا کرتا ہے کاشت کار تو فاقہ مستی میں پڑا رہتا ہے۔ کاشت کار جو لباس پیدا کرتا ہے اس کی اپنی بچی تو گاؤں کی گلیوں میں ننگے سر پھرتی ہے۔ وہ بےعلاج ہسپتال کے دروازے پر ایڑی رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے۔ لیکن کبھی احتجاج نہیں کرتا۔ وہ تھانوں میں پٹتا ہے۔ وہ تحصیل کچہریوں میں لٹتا ہے۔ لیکن کبھی سڑک پر آ کر نعرے نہیں لگاتا۔ وہ دن بھر کی مشقت کا تھکا ہارا رات کو بھی سکون کی نیند نہیں سوتا۔ اس کی رات کی فصلوں کی آبیاری میں، اس کی رات بھی اپنے مویشیوں کی حفاظت میں، اس کی رات بھی اپنے جان و مال کی حفاظت میں گزر جاتی ہے۔ لیکن وہ کبھی اس راج محل کے دروازے پر بیٹھ کر بھوک ہڑتالیں نہیں کرتا۔ جناب والا! پنجاب اس ملک کے دریاؤں، جنگلوں، پہاڑوں، میدانوں کا نام نہیں ہے۔ پنجاب اس ملک کے ان سوا سات کروڑ

انسانوں کا نام ہے جن میں سے پچھتر فی صد کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہے۔ اگر کاشت کار خوش حال نہیں ہوگا تو صوبہ خوش حال نہیں ہوگا۔ تم اگر اپنے مالیاتی خساروں کو زراعت کی طرف منتقل کرتے رہے تو زراعت تباہ و برباد ہو جائے گی۔ پنجاب کی خوش حالی کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔ بڑے افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ پنجاب کے وزیر خزانہ نے جو کہ پنجاب کے وسائل کا فہم و ادراک رکھتے ہیں انھوں نے زراعت کی ترقی کے لیے ترقیاتی بجٹ میں صرف ایک ارب ۳، کروڑ روپے کی رقم مختص کی ہے جو کہ ترقیاتی بجٹ کا ۱۱۰۳ فی صد ہے اور رواں مالی سال کے مقابلے میں ۴ فی صد کم ہے۔ (وقت ختم ہونے کی گھنٹی)

آوازیں، جنجوعہ صاحب کو اور وقت دیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سارا ہاؤس چاہتا ہے تو پانچ منٹ اور دیے جاتے ہیں۔ جی' پانچ منٹ میں کوشش کریں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب والا! آئندہ مالی سال کے بجٹ میں پولیس کی مد میں ۵ ارب ۱۵ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جب سے انسانی معاشرہ وجود میں آیا ہے انسان امن کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اور آج بھی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ انسان کا مسئلہ نمبر ایک ہے۔ اور حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ عوام کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ کرے۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں پولیس کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن جب ہم امن و امان کی صورت حال پر بحث کرتے ہیں تو ہمیں مصلحت پسندی کا شکار ہوئے بغیر اس بات کا برملا اظہار کرنا چاہیے کہ پنجاب جو کہ محبتوں کی زمین تھی وہاں پر آج مہر و محبت کی روایتیں دفن کر دی گئی ہیں۔ بدامنی' اذیت اور خوف کے سایے گہرے ہو چکے ہیں۔ جناب والا! بم دھماکوں اور دہشت گردی کی وارداتوں میں جو لوگ' جو بے گناہ اور معصوم لوگ لقمۂ اجل بن رہے ہیں ان کے ورثاء اس خون ناحق کا خراج کس سے جا کے طلب کریں۔ جناب والا! ڈاکہ زنی' سینہ زوری اور لوٹ مار کی اس یلغار میں پولیس تو بے بس ہو چکی ہے۔ جس کی وجہ سے آج دہشت گرد' تخریب کار ہتھیار اٹھائے دندناتے پھر رہے ہیں۔ منشیات اور ناجائز اسلحے کی بھرمار ہو گئی ہے اور پولیس کا کردار یہ ہے کہ اس کا ایک ہاتھ بے گناہ کی گردن پر ہوتا ہے اور دوسرا ہاتھ اس کی جیب میں ہوتا ہے۔ جناب والا! آج ہمارے ملک میں یہ روایت کیوں

ذمہ داری خفیہ ہاتھوں پر ڈال کر بری الذمہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ جناب والا! میں پوچھتا ہوں کہ ان خفیہ ہاتھوں کو بے نقاب کرنے کی ذمہ داری کیوں کوئی قبول نہیں کرتا جو نہ صرف رات کی تاریکی میں بلکہ اب دن کی روشنی میں بھی عوام کے جان و مال، امن و سکون اور ان کی سلامتی کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ جناب والا! ہماری پولیس اتنی بے بس کیوں ہو چکی ہے کہ وہ ہر بم دھماکے کے بعد قتل و ڈکیتی کی ہر واردات کے بعد اس بات کی منتظر رہتی ہے کہ کل کو موت کا قرعہ فال کس شخص کے نام نکلے گا؟ جناب والا! یہی وجہ ہے کہ میرے صوبے میں ہر شام کا سورج کسی نہ کسی انسان کا خون پی کر غروب ہوتا ہے۔ اور ہر صبح کا سورج کسی نہ کسی انسانی خون کی پیاس لے کر طلوع ہوتا ہے۔ جناب والا! اس وقت تک امن قائم نہیں ہوتا جب تک کہ آپ اضلاع میں سیاسی بنیادوں پر لگائے ہوئے پولیٹکل افسران کو تبدیل کر کے پیشہ ورانہ مہارت رکھنے والے نیک نام افسروں کو تعینات نہیں کریں گے۔ جناب والا! اپنے مرضی کے ایس پی لگوانے کے شوق میں اگر ہم اسی طرح اس شوق سے باز نہ آئے تو پھر حالات کراچی سے بھی بدتر ہوں گے۔ کیونکہ وہ لوگ جنھیں سیاسی بنیادوں پر لگایا جائے وہ تو وہاں پر صرف پیسہ بنا رہے ہیں۔ یا پھر اپنے کرم فرماؤں کے مخالفین پر جھوٹے مقدمے بنا کر حکومت کو بدنام کر رہے ہیں۔ جناب والا! ان لوگوں کو امن و امان کے قیام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ نااہل پولیٹکل افسروں نے امن و امان کی جو صورت حال قائم کر دی ہے خدا کی قسم یہ انتہا نہیں ہے۔ یہ تو ابتداء ہے اس کی جو پنجاب میں ہونے والا ہے۔ جناب والا! رشوت، مہنگائی اور بے روزگاری وہ تین بڑے عفریت ہیں جن کے پنجہ استبداد میں آج عوام تڑپ رہے ہیں۔ جب کوئی ذی شعور شخص محنت کشوں کے جلوسوں کو گلے میں روٹیاں لٹکائے سینہ کوبی کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ جناب والا! جب بے روزگاروں کے غول مقتدر سیاست دانوں اور اراکین اسمبلی سے بھیک مانگنے والوں کی طرح دامن پکڑ پکڑ کر، دامن کھینچ کھینچ کر روزگار کا مطالبہ کرتے ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ جناب والا! آج رشوت ہمارے ملک میں ایک مسلمہ حق کا درجہ اختیار کر چکی ہے اور رشوت خور عناصر اس قدر دیدہ دلیر ہو چکے ہیں کہ وہ چھپ کر رشوت لینے کے بجائے ہوا میں لہرا لہرا کر رشوت وصول کرتے ہیں۔ اور جناب والا! وہ محکمہ جس کے ذمہ انسداد رشوت ستانی کا کام سپرد کیا گیا ہے وہ خود اس میں ملوث ہو چکا ہے۔ بلکہ وہ تو اس فارمولے پر عمل کر چکا ہے کہ اگر دے کے رشوت پھنس گیا ہے تو دے کے رشوت چھوٹ جا۔

جناب والا! یہ وہ صورت حال ہے جس کی وجہ سے آج پنجاب کے عوام مضطرب ہیں، پنجاب کے عوام بے چین ہیں۔ جناب والا! آج میرے ملک میں احتسابی کمشن کے قیام کا مطالبہ بڑی شد و مد کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! یہ حقیقت لاریب اپنی جگہ پر درست ہے کہ آج رشوت ہمارا طرز زندگی بنتی جا رہی ہے۔ لیکن تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ شاید اس ملک کا سیاست دان ہی سب سے بڑا کرپٹ ہے۔ جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ آج ہماری قومی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں پر کرپٹ اور بددیانت لوگ موجود نہیں ہیں۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج معلم سے لے کر مبلغ تک، آج مفکر سے لے کر مؤرخ تک، آج منصف سے لے کر مصنف تک، آج معمار سے لے کر معالج تک، آج محقق سے لے کر محافظ تک، آج تاجر سے لے کر آجر تک، آج فن کار سے لے کر بیکار تک سب ہی کرپشن کے حمام میں ننگے ہو چکے ہیں۔ لیکن احتساب صرف سیاست دان کا کرتا ہے۔ باقی طبقوں نے تو بقانے باہمی کے مقدر رشتے قائم کر رکھے ہیں جس کی وجہ سے ان کے داغ داغ چہروں پر پڑے ہوئے دیانت داری کے نقاب اتارنے کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔ جناب والا! یہ تاریخی حقیقت ہے کہ وادیٔ نینوا کا سانحہ محض اس وجہ سے پیش آیا تھا کہ ایک کرپٹ حکمران کے خلاف حضرت امام حسین نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ تاریخ جب یزید پر فردِ جرم عائد کرے گی تو اس میں بہت سے دوسرے الزامات کے ساتھ یہ الزام بھی سرِ فہرست ہو گا کہ یزید بیتُ المال سے ذاتی عیش و عشرت کیا کرتا تھا۔۔۔

حاجی محمد افضل چن: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

حاجی محمد افضل چن: میں اپنے بھائی صاحب کو تھوڑا سا یہ بتانا چاہتا ہوں، وہ مجھ سے تاریخ زیادہ جانتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے علم بغاوت نہیں اٹھایا تھا بلکہ یزید نے اپنی من مانی کرنے کے لیے ان پر یہ جنگ ٹھونسی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے ابھی تقریر کرنی ہے ناں۔

حاجی محمد افضل چن: جی، میں وہ کروں گا لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کو باغی نہیں کہا جا سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ اپنی سیٹ پر بیٹھیں، تشریف رکھیں۔

حاجی محمد افضل چن: حضرت امام حسین علیہ السلام کو باغی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مبہم جملہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بیٹھیں، میں disallow کرتا ہوں۔ ان کی تقریر میں آپ ایسے ہی بات شروع کر دیتے ہیں۔ میں آپ سے بھی زیادہ جذباتی ممبر تھا۔ آپ بیٹھیں، تشریف رکھیں۔ جی، آپ کا ٹائم ختم ہو گیا بلکہ میں نے آپ کو زیادہ ٹائم دے دیا۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ ان کی خواہش پر میں نے آپ کو ٹائم دیا اور اب یہ پوائنٹ آف آرڈر کر رہے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب! آپ ٹائم نہ دیں، لڑتے کیوں ہیں؟ (قہقہے)

ملک عبد الرحمٰن کھر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں عبدالرحمٰن کھر صاحب۔

ملک عبد الرحمٰن کھر: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ آج کے "نیوز" اخبار کی طرف دلوانا چاہتا ہوں کہ جنھوں نے بلاوجہ میرے خلاف لکھا ہے اور خاص طور پر چیف منسٹر پنجاب کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ میں نے چار گاڑیوں کی permission ان سے لی ہے اور ان سے سمری منظور کروا کر چار گاڑیاں خریدی ہیں حالانکہ اس میں کوئی حقیقت نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ، میری بات سنیے۔ یہ آج اخبار میں خبر چھپی۔ دس بجے اجلاس شروع ہوا تو آپ اس وقت کہاں تھے؟ اس وقت آپ نے یہ پوائنٹ آف آرڈر raise کرنا تھا۔

ملک عبد الرحمٰن کھر: جناب سپیکر! میں نے صبح "نیوز" اخبار دیکھا نہیں تھا۔ میں نے یہاں اسمبلی میں آ کر دیکھا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اس کا مطلب ہے کہ جب جی چاہے آپ پوائنٹ آف آرڈر کر دیں کہ یہ بات ہے۔ (قہقہے)

ملک عبد الرحمٰن کھر: جناب سپیکر! وہ بات صحیح ہے لیکن میں نے غلط پوائنٹ آف آرڈر کبھی نہیں کیا۔ لیکن یہ میری ذات سے متعلق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ اخبارات میں بات اگر چھپے تو first opportunity avail کرنی چاہیے۔ اگر کسی کی ذات کے بارے میں کوئی بات ہے تو وہ صبح آتے ہی پیش کر سکتا ہے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! انھوں نے صبح اخبار پڑھا نہیں۔ اب پڑھا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سعید اکبر خان' آپ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ بیٹھے بیٹھے آپ بات کرتے ہیں۔ (قہقہے) جی۔

ملک عبد الرحمٰن کھر، جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ اخبار میں لیتا نہیں ہوں۔ میں پڑھتا نہیں ہوں۔ میں نے یہاں آ کر پڑھا ہے۔ تو اس وجہ سے اخبار پڑھنے کے بعد میں نے یہ مناسب سمجھا تھا کہ آپ کے ذریعے اپنے آپ کو clear کروں کہ اخبار والے اس قسم کی من گھڑت خبریں جو ہمارے خلاف لگاتے ہیں اس سے عوام میں یا اور لوگوں میں اس قسم کا تاثر لیا جاتا ہے کہ ہم پتا نہیں کیا فضول خرچیاں کر رہے ہیں۔ تو میں یہ چاہتا تھا کہ مہربانی کر کے اس کو clear کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پہلے بھی اس چیئر سے کئی دفعہ یہ کہا گیا ہے کہ اخبارات والوں کا کردار نہایت اہم ہے وہ جب بھی کوئی خبر شائع کریں تو پہلے اس کی کم از کم تصدیق فرما لیا کریں۔ تصدیق کے بغیر جو بات ہے وہ میرے خیال میں اچھی بات نہیں۔ اس طرح پہلے بھی کئی دفعہ ایسے ہوا ہے۔ بعد میں پھر تردید کرنی پڑتی ہے۔ تو میرے خیال میں جس صحافی نے یہ لکھا ہے وہ کھر صاحب کو ضرور ملیں اور بیٹھ کر ان سے بات کرنے کے بعد جب ان کا ضمیر مطمئن ہو کہ یہ بات غلط تھی تو وہ اس کی تردید کریں۔ مہربانی' شکریہ۔ جی آگے ہیں سردار حسن اختر موکل صاحب۔

سردار حسن اختر موکل، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس سے پہلے کہ میں بجٹ کے سلسلے میں کچھ عرض کروں جناب جنجوعہ صاحب کی تقریر سننے کے بعد اور ان کی تقریر کے دوران جب اس ایوان کے سینئر منسٹر صاحب تشریف فرما نہیں تھے لیکن سیریس منسٹر جناب افضل حیات صاحب اور بڑے بھولے منسٹر وزیر خزانہ صاحب کے چہروں پر جو مسکراہٹیں تھیں ان سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یا تو آج کی تقریر کے بعد جنجوعہ صاحب وزیر یا مشیر ہو جائیں گے یا خدانخواستہ اسیر ہو جائیں گے۔ جہاں تک ان کی مسکراہٹوں کی بات ہے تو میں یہ عرض کرتا چلوں کہ:

سیرتیں بے قیاس ہوتی ہیں صورتیں غم شناس ہوتی ہیں
جن کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہو ان کی آنکھیں اداس ہوتی ہیں

جناب والا! بجٹ کے سلسلے میں میرے ہاتھ میں وہ کاپی ہے جو وزیر خزانہ صاحب نے پڑھی۔ اب مجھے اس پہ ایک واقعہ یاد آ رہا ہے کہ تجریدی آرٹ کی ایک نمائش میں ایک تصویر کو پہلا انعام ملا اور وہ تصویر کسی کی تھی [illegible]

الٹا لٹکا دیا گیا تھا۔ تو یہ بجٹ کی تقریر جو ہمارے محترم وزیر خزانہ صاحب نے پڑھی۔ میرے حساب سے یوں ہے کہ اگر اس کو الٹا پڑھ دیا جائے تو وہ زیادہ بہتر طریقے سے بجٹ پیش ہو گا۔ بہرحال یہ ایک چیز ہے جو میں پیش کرتا ہوں کہ،

شہاب نے غم افضل نے مزاج غم بخشا
سب اپنی اپنی جگہ چارہ گر ہمارے ہوئے
بجھا کے طاق کی شمعیں نہ دیکھو تاروں کو
کہ اس جنوں میں تو برباد گھر ہمارے ہوئے

جناب والا! جون کا مہینہ پاکستانی عوام اور پنجاب کے رہنے والوں پہ ایک آفات کی صورت میں نازل ہوا اور وہ آفات سماوی نہیں، وہ ارضی آفات تھیں اور وہ بجٹ کی صورت میں پنجاب کے عوام پر نازل کر دی گئیں۔ اصل میں بجٹ کے سلسلے میں حکومتوں اور اہل اقتدار پر جو ذمہ داری ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ عوام کی مشکلات کو سمجھے، عوام کی پریشانیوں کا حل کرے، عوام کی ترقی و بہبود کے لیے کام کرے، لیکن یہاں الٹی گنگا بہتی ہے کہ عوام جو مہنگائی کے ہاتھوں، جو کرپشن کے ہاتھوں اور جو لوٹ کھسوٹ کے ہاتھوں پہلے ہی بلبلا رہے ہیں ان پر اس بجٹ کی صورت میں مزید آفات نازل کر دی گئیں۔ اور پھر ایک اور بڑی عجیب بات ہے کہ کراچی کے ایک اخبار میں ایک اشتہار نظر سے گزرا کہ " حکومت کی طرف سے مہنگائی کو کم کرنے کے لیے ایک احسن قدم۔" جناب والا! یہ منافقت، زیادتی اور عوام کے ساتھ ظلم کی انتہا ہے۔ ہر انسان، پاکستان کا رہنے والا ہر فرد یہ جانتا ہے کہ وہ مہنگائی کس نے کی؟ اس مہنگائی کو بڑھانے کا ذمہ دار کون ہے۔ عوام سے ضروریات زندگی چھیننے کا ذمہ دار کون ہے۔ اس ملک کا ہر شہری جانتا ہے کہ وہ موجودہ حکومت ہے اور وہ حکومت یہ اشتہار دے کر، یہ پروپیگنڈہ کر کے عوام کے ساتھ جو مذاق کر رہی ہے اس کا اللہ حافظ ہے۔

جناب والا! یہ بجٹ جو پیش ہوا ہے اس کو پڑھنے کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے کہ میرے اس پیارے ملک کے عوام کے ساتھ ایک سازش کے تحت غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر بنانے کی سازش ہو رہی ہے۔ یہ بجٹ ان لوگوں کے لیے نوید لے کر آیا جن کے پاس پہلے ہی سب کچھ ہے۔ یہ بجٹ ان لوگوں کے لیے موت کا پیغام لے کر آیا، اس طبقے کو ختم کرنے کا پیغام لے کر آیا جو حکومتوں کو بنانے اور ہٹانے میں سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کو بھوک سے

تڑپا کر ان سے ضروریات زندگی چھین کر ان کو ان بکھیڑوں میں الجھا دیا جائے کہ وہ اس طرف غور ہی نہ کر سکیں کہ ان کے خلاف ظلم اور زیادتی کون کر رہا ہے اور کیسے ہو رہی ہے جناب والا! ان کے احتجاج کرنے کی حس کو ختم کر دیا گیا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اس ملک میں ہم نے وہ وقت بھی دیکھے کہ جب کسی چیز کی قیمت پچاس پیسے بڑھی تو کارواں در کارواں لوگ سڑکوں پر نکل آئے لیکن آج کی اس عوام دشمن حکومت کی پالیسیز نے عوام کو اس جگہ پر لا کر رکھ دیا ہے کہ جہاں قیمتیں اگر دس گنا بھی بڑھ گئیں تو ان میں اتنی جرأت نہیں' ان میں اتنی طاقت نہیں ان میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ سڑکوں پر نکل کر کوئی ایک معمولی سی کراہ بھی نکال سکیں اور اگر کسی گوشے سے کسی سڑک پر کسی گونگے کی کراہ نکلتی بھی ہے تو گولی اور لاٹھیوں سے اسے دبا دیا جاتا ہے۔ جناب والا! یہ بجٹ جس کو عوامی بجٹ کا نام دیا گیا ہے جس کو بڑا متوازن بجٹ قرار دیا گیا اس بجٹ کے آنے کے بعد لوگ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ :

جن بھروکوں سے تمنا تھی کہ گل برسیں گے
ان سے برسے تو چمکتے ہوئے خنجر برسے

جناب والا! میرے دوست جنجوعہ صاحب فرما رہے تھے کہ کالا باغ ڈیم کی بات نہیں ہوئی۔ جناب' میں آپ سب سے عرض کرتا چلوں کہ کالا باغ ڈیم کی بات کون کرے۔ اگر انھیں قوم کو سبزباغ دکھانے سے فرصت ملے تو یہ کالا باغ ڈیم کی بات بھی کریں انھیں تو عوام کو سبز باغ دیکھانے سے فرصت نہیں۔ جناب والا! بجٹ پر بات چلتی ہے۔ یہاں سے میں پڑھتا ہوں یہ فرماتے ہیں:

"ہر سال اعلان بجٹ کا یہ لمحہ مایوسی اور امید کے دلوں میں طلوع ہوتا ہے۔"

اور جناب یہ فرماتے ہیں :

"یہ لمحہ کش مکش حیات کا آئینہ دار ہے میں اس لمحے کا پیامبر بن کر آپ کے روبرو کھڑا ہوں۔"

جناب والا! مجھے اپنے اس بھولے بھائی ' بڑے بھائی پر افسوس ہو رہا ہے کہ کسی اور نے یہ ذمہ داری قبول نہ کی تو یہ ذمہ داری میرے اس بھولے بھائی کو دے دی ان کو عوام کے قتل کا پیامبر بنا کر کھڑا کر دیا۔

ستم کی آگ جنم لے رہی ہے سینوں میں
امیر شہر کھڑا ہے تماش بینوں میں

جناب والا! پھر جب سوچتا ہوں کچھ قابل در گزر بھی بات ہے کہ پہلا بجٹ پیش کیا' گو میرے بھائی کو علم نہیں کہ انہوں نے کیا پیش کیا۔ ان کی مثال اس شخص کی ہے جو ساری زندگی فوج میں نوکری کرتا رہا اور زندگی میں پہلی بار جہاز میں بیٹھا۔ ائر ہوسٹس آئی۔ اس نے آتے ہی پوچھا کہ "Excuse me drink tea?" تو اس نے کہا "yes" تو اس نے کہا "Please wait" تو وہ کہنے لگا "95 KG" جناب والا! ان کو تو یہ بھی علم نہیں کہ بجٹ میں یہ کیا ہے۔۔۔

وزیر برائے پارلیمانی امور ، جناب سپیکر! کیا سردار صاحب اپنے لطیفے سنا رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، ہاں۔ وہی بات تھی۔

سردار حسن اختر موکل ، جناب' ان کا بھی گناہ کوئی نہیں۔ ان کے سر کے اوپر جو سردار صاحب بیٹھے ہوئے ہیں یہ ان کے حق میں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ وہ آپ کو لائن سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

سردار حسن اختر موکل ، جناب' میں تو بات یہی کر رہا تھا۔ میں تو خوش ہوا ہوں کہ کم از کم انہوں نے سرداروں کو اوپر بٹھایا ہوا ہے۔ ان کے لطیفے اگر ایسے ہی ہوتے تو وہ ان کے نیچے ہوتے اور وہ ان کے اوپر نہ ہوتے۔

جناب والا! میں بات کر رہا تھا کہ اس بجٹ میں وزیر خزانہ صاحب نے کافی ساری سچی باتیں بھی کی ہیں کہ یہ مشکل اب ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ جناب انہوں نے بالکل بجا فرمایا کہ پچھلے تین سال سے اس ملک اور صوبے کے عوام کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ واقعی انہوں نے ہمارا مقدر بنا دیا۔ اور پھر جب بھی کوئی بات اٹھتی ہے جب بھی کوئی احتجاج ہوتا ہے جب بھی کوئی ان چیزوں کو باہر لاتا ہے تو آواز آتی ہے سابقہ حکومت کی کم نظری ۔ جناب والا! کیا یہ کم نظری اس بات کو کہتے ہیں کہ سابقہ حکمران آج کی اپوزیشن میں بیٹھنے والے' آج کے اپوزیشن لیڈر جب انصاف مانگتے ہیں کہ ملک کا خزانہ لوٹ کر غیر ملک میں جاگیریں خریدنے والو اس کا جواب دو تو انہوں نے تو بات صرف کم نظری کی کی لیکن اس کے جواب میں تردید کرتے ہوئے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ۔ سبحان

جاتے ہیں کہ مکافات عمل ہیں آج نہیں تو کل ' کل نہیں تو پرسوں ان کو یہ حساب دینا پڑے گا۔ یہ ان چیزوں کو کم نظری نہ کہیں بلکہ یہ face کریں۔ یہ دعویٰ کرتے ہیں' "عوامی بجٹ" یہ فرماتے ہیں کہ بڑا متوازن بجٹ پیش کیا یوں لگتا ہے کہ سیکنڈ ورلڈ وار میں ایک فوجی محاذ سے آیا تو ایک ہوٹل کا خرگوش بہت مشہور تھا۔ اس نے کہا کہ چلو یہ کھاتے چلیں۔ اس نے کھایا تو کوئی مزہ نہ آیا۔ اس نے پوچھا کہ بھائی یہ کیا بات ہے وہ کہنے لگے کہ آج کل ہم متوازن کھانا دے رہے ہیں انہوں نے پوچھا کہ کیا؟ تو وہ کہنے لگے کہ ایک گھوڑا اور ایک خرگوش ملا کر پکا دیتے ہیں۔ جناب والا! یہ متوازن بجٹ کہاں سے آیا؟ انہوں نے عوام کو کیا دیا؟-----

وزیر برائے پارلیمانی امور ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! معلوم ہوتا ہے کہ سردار صاحب نے اپنے تمام لطیفے آج ہی سنانے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ جی' سردار صاحب۔

سردار حسن اختر موکل ، جناب والا! وہ پارلیمانی امور کے وزیر ہیں۔ ان کو ذرا کچھ سکھا دیں مہربانی ہو گی۔

جناب والا! مجھے یہ کہنے دیجیے کہ بڑے فخر سے یہ تو کہتے ہیں کہ قائد اعظم نے جو خواب دیکھا تھا اور جس کی تعبیر پانے کے لیے پی۔ ڈی۔ ایف کی حکومت نے بات کی یہ کہتے ہیں کہ اس پی ڈی ایف کی حکومت نے اور ان کے لیڈروں نے ان کو قربانی کا انداز سکھایا اور یہ قربانی دینا جانتے ہیں۔ جناب' ہم بھی مانتے ہیں کہ یہ قربانی دینا جانتے ہیں۔ ملک کا آدھا حصہ تو قربان کر دیا یہ بھی ان کا قربانی کا انداز تھا آج انہوں نے عوام کے گلے کے اوپر چھری رکھی ہوئی ہے۔ قربان ہونے کے لیے عوام۔ یہ قربانی تو وہ دے رہے ہیں یہ بھی ان کا قربانی دینے کا ایک انداز ہے اور جب بھی انہوں نے قربانی دی وہ عوام کی قربانی تھی' انہوں نے اپنی طرف آنے والی بات کبھی کی نہیں۔ جناب والا! خوبصورت بات کہی'

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

اور یہ بھی بڑا خوبصورت incidence ہے کہ آپ تشریف لے آئے۔ جناب والا! یہ فرماتے ہیں کہ،

" آج سے چوبیس سال قبل آپ نے اسی معزز ایوان میں بجٹ پیش کرتے ہوئے بجا طور پر کہا تھا کہ پنجاب کی خوشحالی محض ایک سراب ہے غریبی کے بحر بیکراں میں کہیں خوشحالی کے

جزیرے نظر آتے ہیں۔ "

جناب والا! آپ شروع میں موجود نہیں تھے اور میں نے عرض کیا تھا کہ کافی جگہ پر سچی باتیں بھی کہہ گئے ۔ اور میں آپ کو سلام کرتا ہوں کہ آپ نے ۲۴ سال پہلے بھی اس وقت کی حکومت کے دور میں وہی بات کہی جو آج کے حکومت کے دور میں ہم پر بیت رہی ہے لیکن تھوڑا سا فکر ہو گیا کہ اس وقت خوشحالی کے کچھ جزیرے آپ نے دیکھے لیکن آج وہ خوش حالی کے جزیرے بھی ہمیں نظر نہیں آتے۔ جناب والا!

رتوں کے ساتھ دلوں کی وہ حالتیں بھی گئیں
ہوا کے سنگ ہوا کی امانتیں بھی گئیں
ترے کہے ہوئے لفظوں کی راکھ کیا چھیڑیں
تمہارے اپنے قلم کی صداقتیں بھی گئیں

جناب والا! فرماتے ہیں کہ ہر پانچواں شخص پینے کے پانی سے محروم ہے' رہائشی بنیادی ضرورتوں سے محروم ہے۔ صحیح فرمایا بلکہ اگر تھوڑا سا حقیقت پسندی سے کام لیتے تو ہر پانچواں نہیں ہر تیسرا آدمی محروم ہے۔ یہ بجٹ میں انھوں نے ایک jugglery کی ہے جو انھوں نے بتایا کہ اتنا اس کے لیے رکھا اور اتنا اس کے لیے رکھا۔ مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے۔ رہنے والے یہ بھی انھی بستیوں کے ہیں جہاں ترقی اور بہبود کے بلند بانگ یہ دعوے کرتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ علم نہیں ہے اور اگر ہے تو چشم پوشی کرتے ہیں۔ جناب والا! ہم غریبوں کی بستی میں تو وقت بھی رک رک کر چلتا ہے ۔ کبھی صبحیں نہیں ہوتیں' کبھی شامیں نہیں ہوتیں۔ آپ کس ترقی کی بات کرتے ہیں؟

جناب والا! فرماتے ہیں کہ مسائل کا یہی انبار ہے کہ جو ہمیں وراثت میں ملا۔ میں نے پہلے بھی عرض کی کہ وراثت کی بات چلے گی تو بہت دور تک نکلے گی کہ کس کو وراثت میں کیا ملا۔ ہمیں بھی وراثت میں آدھا پاکستان ملا تھا ۔ آپ کو چند مسائل کا سامنا ہے تو اس سے بھاگتے کیوں ہو ۔ اس کا مقابلہ کریں۔ جناب والا! یہ بات کوئی بات نہیں کہ زراعت کی ترقی کے لیے تین سالوں میں کھاد کی قیمتیں کہاں تک چلی گئیں۔ pesticides کہاں پہ چلے گئے۔ زراعت کی کئی چیزیں کتنی مہنگی ہو گئیں۔ اور پھر ہم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ انڈیا سے ہم آلو لے لیں گے' سستا کھاد لے لیں گے ۔ جناب والا! انڈیا میں جا کر دیکھیے ۔ وہی پنجاب ہے' جو ہمارے پاس پنجاب ہے ۔ اور

صوبہ زرخیز ہے' وہاں ہم ہر چیز کو ترستے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے سوال کرتا ہوں کہ زرعی تحقیق پہ انھوں نے کتنا روپیہ رکھا؟ رکھا ضرور ہے لیکن کتنا رکھا؟ پھر کتنی زرعی یونیورسٹیاں کھولیں؟ جناب والا! جہاں سے ہم آلو لے رہے ہیں ان کی بات دیکھیے۔ جب ہم نے یہ ملک لیا تھا تو اس وقت ان کے ملک میں دو یونیورسٹیاں تھیں۔ آج وہاں پہ 34 زرعی یونیورسٹیاں ہیں۔ ہمارے یہاں پر کیا ہے؟ اس طرف آنا چاہیے۔ زراعت کو ترقی اس طرح سے ملے گی۔ وہاں دہلی میں لوڈشیڈنگ چھ گھنٹے ہوتی ہے۔ لیکن وہاں پنجاب کے کسی گاؤں میں ایک منٹ کے لیے نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے زراعت کو ترقی دینی ہے۔ یہاں ہم بات کرتے ہیں کہ زراعت پاکستانی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ لیکن اس ریڑھ کی ہڈی کو توڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی تقریر کا وقت تقریباً ختم ہو چکا ہے۔

سردار حسن اختر موکل: تھوڑا سا وقت دے دیجیے۔

جناب سپیکر: ایک منٹ میں بات مکمل کر لیں۔

سردار حسن اختر موکل: دو منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: اچھی بات ہے۔ آپ دو منٹ میں بات ختم کر لیں۔

سردار حسن اختر موکل: جناب والا! بات چلتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمیں دہقانوں اور کسانوں کا لہو مستعار نہیں لینا پڑے گا۔ آپ نے دہقانوں اور مزدوروں کا خون مستعار کیا لینا ہے۔ آپ اسے شیر مادر سمجھ کر پی رہے ہیں۔ مزدوروں کی بے چینیاں' مزدوروں کے ساتھ ظلم و زیادتی' کسانوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی۔ ذرا دیکھیے! آپ بات کو سمجھتے ہیں۔ یہی میں کہہ رہا تھا کہ دل آپ کا بھی اندر سے روتا ہے لیکن جناب والا! مجبوری ہے اور اس کرسی پر بیٹھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ اتنی مبالغہ آرائی ضرور کریں۔

جناب والا! بات اتنی لمبی ہے کہ اگر کریں تو یہ بات کہاں تک چلے گی۔ لیکن چونکہ وقت کی پابندی ہے اس لیے میں نہیں کہتا۔ آبپاشی کی بات کرتا ہوں۔ مجھے تو یہاں وزیر آبپاشی بھی سال میں ایک دو بار نظر آتے ہیں۔ یہاں پہ لیجیے' بھل صفائی عوام کرتے ہیں پانی ان کو نہیں ملتا۔ پانی کہاں جاتا ہے کدھر سے آتا ہے' ہمیں آج تک معلوم نہیں۔ ہم پیٹتے رہے پچھلے تین سال سے اس مقدس فلور پر کھڑے ہو کر میں بات کرتا رہا ہوں لیکن مجھے دوسروں کا تو نہیں پتا' ہم آج

تک پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہے ہیں۔ اور اس پر طرہ یہ کہ وہاں ہر سال ان غریبوں پہ ' ان بے زمینوں پہ سینکڑوں کی تعداد میں پرچے درج کر دیے جاتے ہیں کہ یہ پانی چوری کرتے ہیں۔

جناب والا! صحت کی بات ہے ۔ میرے ایک دوست فرمانے لگے کہ گورنر صاحب راجہ سروپ خاں کے لیے اتنا پیسہ کیوں رکھا گیا۔ میں خوش ہوں ضرور رکھنا چاہیے ۔ انشاء اللہ العزیز یہ جو ظلم اور زیادتی ہو رہی ہے سروپ کو الٹ دیں گے تو وہی ادھر آئے گا۔ سروپ کے الفاظ اٹھیے وہی ان کو ٹھیک کریں گے' انشاء اللہ العزیز۔ ادویات 25 فی صد مہنگی ہو گئیں۔ غریب آدمی کہاں سے علاج کرائے گا؟ ان ماؤں کی گودوں میں سسکتے ہوئے بچوں کو دیکھیں جو ہسپتال کے لانوں میں بیٹھے دم توڑ رہے ہیں اور مائیں رو رہی ہیں۔لیکن ادویات نہیں ہیں۔ جناب والا! مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہاں پہ زندگی سسک رہی ہے اور یہاں پہ ہم یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ہم نے بجٹ عوام کی مراعات کے لیے پیش کیا۔ اور پھر بار بار پھولوں کا ذکر ہوا۔ اور پھر منسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے تو سنٹرل پنجاب میں باغبانی کا طریقہ سکھایا کہ وہ پھول پیدا کریں۔ جناب والا ! کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ پھول گوبھی کے ہوتے کم از کم عوام کو کھانے کے لیے سبزی تو مل جاتی۔

جناب والا ! میں آخر میں عرض کرتے ہوئے اجازت چاہوں گا کہ جو بات آخر میں انھوں نے فرمائی کہ قائد اعظم کے فرامین ہمارا ایمان ہیں' ہمارا تعلق اس قبیلے سے ہے جو پسے ہوئے لوگوں کے ترجمان ہیں۔ اگر آپ پسے ہوئے قبیلے کے ترجمان ہیں تو میں یہ بات کرتے ہوئے ختم کرتا ہوں کہ نہیں جناب' آپ کو غلط فہمی ہے ۔ آپ کا تعلق ایسے غیر مہذب قبیلے سے ہے جس میں حکم ران عوام کے ڈنڈے عوام کے سروں پر لگانے کو جمہوریت قرار دیتے ہیں۔ آپ کا قبیلہ عدم مساوات ' ظلم و استحصال کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ اور جناب والا! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہوئے بیٹھتا ہوں کہ وقت قریب ہے۔

ایک وارث ہمیشہ ہوتا ہے تخت خالی رہا نہیں کرتے
عہد انصاف آ رہا ہے منیر ظلم دائم ہوا نہیں کرتے

شکریہ جناب والا!

جناب سپیکر: جناب گل نواز خان وڑائچ!

جناب گل نواز خان وڑائچ : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ صاحب صدر ! میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے

وقت دیا۔ میں مختصراً عرض کروں۔ بر سر اقتدار حکومت اپنی استطاعت کے مطابق بجٹ بناتی ہے۔ اور یہ رواج چلا آتا ہے کہ چند سرمایہ دار بیٹھ کے جو پرانا بجٹ ہوتا ہے اس کو دیکھ کر نیا بجٹ بنا دیتے ہیں۔ جس سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ لیکن ہر دفعہ جب کوئی بجٹ بنتا ہے اس میں مہنگائی ہوتی ہے اور ٹیکس لگتے ہیں۔ میں چیف منسٹر اور دیگر حصہ داران، فنانس منسٹر کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جس کا عوام پہ بوجھ ہو۔ اور قیمتیں کم کرنے میں انھیں تکلیف ہوئی ہے۔ قیمتیں موجودہ حکومت نے نہیں بڑھائیں، بلکہ قیمتیں سابقہ حکومت نے بڑھائیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کیونکہ میں اُس حکومت میں بھی رہا ہوں۔ جو موجودہ بجٹ بنایا گیا ہے اس میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا اور عوام کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بجٹ کی مختلف مدوں میں رقوم مختص کی گئی ہیں جن میں تعلیم، ڈویلپمنٹ، سڑکیں، بجلی اور ٹیلیفون وغیرہ شامل ہیں۔ اور میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ پچھلی حکومت میں جب یہ الیکشن لڑتے تھے تو خالی بجلی کے پول لگا دیتے تھے ان میں تاریں نہیں ہوتی تھیں۔ جو ممبر الیکشن میں کھڑے ہوتے تھے وہ اپنی گرہ سے خالی پول خرید کر گاؤں میں لگا دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم آپ کے گاؤں میں بجلی لگوا رہے ہیں۔ میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ جنھوں نے صرف میرے حلقے میں کم از کم 140 گاؤں میں بجلی لگوائی ہے، ٹیلیفون دیے ہیں، نالیاں بنائی ہیں، گلیاں بنائی ہیں۔ میرے بھائیو! میں عرض کرتا ہوں، ذرا غور سے سنو کہ میرے حلقے میں میرے مدمقابل امیدوار نے 3 کروڑ 17 لاکھ روپے گلیاں اور نالیاں بنوانے کے لیے عوام میں تقسیم کیے۔ انھوں نے ایک آدمی کو ایک لاکھ کا چیک دیا جبکہ ان کے ساتھ ان کا جو حواری تھا اس نے کہا کہ جناب، یہ غریب کہاں سے چیک کیش کرائے گا، لہذا یہ چیک مجھے دے دیں میں اسے بینک سے کیش کروا دوں گا۔ اس طرح ایک لاکھ کا وہ چیک ان کا حواری لے گیا اور اس بے چارے غریب کو صرف دس ہزار ملے اور 90 ہزار غائب ہو گئے اور پھر وہ دس ہزار بھی کسی گلی میں نہیں لگایا گیا۔ اب وہ شخص جیل میں ہے۔ جناب والا! سابقہ حکومت کا یہ بجٹ تھا۔ یہ سب کچھ میرے حلقے میں ہوا۔ اس بارے میں دستاویزی ثبوت بھی میرے پاس ہیں جو میں پیش کر سکتا ہوں۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی فرمائیں۔

چودھری محمد حنیف ۔ جناب والا ! میرے بھائی وڑائچ صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ ان کے حلقے میں 140 گاؤں میں بجلی محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی حکومت میں لگی ہے۔ ان کے علاقے میں کل کتنے گاؤں ہیں؟ کیا سارا علاقہ پہلے بجلی سے خالی تھا؟ اور یہ اگر ان 140 گاؤں کے نام یہاں ہاؤس میں بتا دیں تو میں مان لوں گا کہ جو کچھ یہ فرما رہے ہیں وہ واقعی درست ہے۔ یہ صرف اس اسمبلی کے فلور پر 140 گاؤں کے نام گنوا دیں۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ جناب والا ! میں چیلنج کرتا ہوں ۔ یہ میرے ساتھ چلیں تو میں انھیں یہ 140 گاؤں دکھا دوں گا' گنوا دوں گا۔ ان میں بجلی لگی ہے ہمارے علاقے میں لوگوں نے کبھی ٹیلی فون دیکھا ہی نہیں تھا اور محترمہ نے وہاں ٹیلی فون لگوا دیے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ان کے سینیٹر چودھری شجاعت حسین صاحب نے کہا تھا کہ اگر جلال پور میں سوئی گیس جلے تو میں مستعفی ہو جاؤں گا۔ جناب والا ! میرے ساتھ چلیں میں دکھاتا ہوں کہ سارے جلال پور میں سوئی گیس جل رہی ہے جبکہ چودھری صاحب نے استعفیٰ نہیں دیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری محمد حنیف : جناب والا! یہ اگر ثابت کر دیں کہ 140 گاؤں میں بجلی لگی ہے تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔

جناب سپیکر : چلیے وہ ثابت بھی کر دیں گے ۔ فی الحال آپ تشریف رکھیں ۔ (قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز۔ آرڈر' اس طرح بات نہیں چلے گی ۔ آپ ذرا بیٹھیے' تشریف رکھیے کبھی آرام بھی کیا کیجیے ہر وقت کھڑے رہتے ہیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ : جناب والا ! میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ میرے ساتھ چلیں میں انھیں دکھاتا ہوں۔

جناب سپیکر : آپ ان کو ضرور لے کر جائیے اور کھانا بھی کھلائیے گا۔ وڑائچ صاحب ! آپ انھیں دعوت دیجیے ۔ انھیں کھانا بھی کھلائیے اور اپنے 140 گاؤں کی سیر بھی کرائیے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ : مجھے ان کی میزبانی کر کے خوشی ہو گی۔ کیونکہ میرے آباؤ و اجداد نے بھی ہمیشہ کھانا کھلایا ہے ۔ نواز شریف صاحب زندہ ہیں ان سے پوچھیں میں ان کے ساتھ تھا۔

انھوں نے مجھے پلاٹ دیا ' مجھے فلور مل sanction کی لیکن میں نے نہ پلاٹ لیا اور نہ ہی فلور مل لی۔ میں نے لکھ دیا کہ میں یہ لینے کے لیے تیار نہیں ہوں ۔ میں بہت غریب آدمی ہوں اور اپنی زمین بیچ کر الیکشن لڑتا ہوں۔ جناب والا ! میں اپنے وزیراعلیٰ ' وزیر خزانہ اور ان کے دیگر ساتھیوں کو مبارک باد دیتا ہوں کہ جنھوں نے اس بے سرو سامانی میں ایسا اچھا بجٹ پیش کیا۔ بے سروسامانی اس لحاظ سے کہ نواز شریف صاحب جو کہ میرے دوست ہیں ' بزرگ ہیں میں ان کا احترام کرتا ہوں انھوں نے کئی بینک دیوالیہ کر دیے ہیں ۔ موجودہ حکومت نے اس بے سروسامانی میں بجٹ بنایا اور کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا۔

سردارحسن اختر موکل: جناب والا! آپ کی اجازت سے صرف ایک چھوٹی سی بات عرض کرتا ہوں کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ میاں نواز شریف صاحب ان کے بزرگ ہیں ۔ میں اپنی انفرمیشن کے لیے صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ teen ager ہیں؟ ان کی عمر کیا ہے ؟

جناب سپیکر نہیں ' ایک طرف تو آپ انھیں چچا جان کہتے ہیں دوسری طرف ان کی بات دھیان سے نہیں سنتے یہ غلط بات ہے۔ جی وڑائچ صاحب! آپ میری طرف دیکھ کر بات کریں تو بہتر ہو گا۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ : جناب والا ! اصل میں مہنگائی گراں فروشوں اور پرچون فروشوں کی آپس میں سودے بازی کی وجہ سے بڑھی ہے میں نے خود مارکیٹ میں جا کر دیکھا۔ مثال کے طور پر آپ پیاز کو لے لیں۔ منڈی میں پانچ کلو پیاز 25 روپے میں ملتے ہیں جبکہ جمعہ بازار میں یہی 45 روپے کے پانچ کلو فروخت ہو رہے ہوتے ہیں۔ یعنی تھوک فروش اور پرچون فروش کے منافع کی اگر کوئی ایک حد مقرر کر دی جائے کہ اتنے فی صد آپ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ منافع لے سکتے ہیں تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ مہنگائی ختم ہو جائے گی۔ یہ مہنگائی سرمایہ داروں نے پیدا کی ہے۔ سرمایہ دار اکسائے جاتے ہیں ' ان سے ہڑتال کروائی جاتی ہے کہ آپ اس حکومت کے خلاف ہڑتال کریں اور مہنگائی پیدا کریں تاکہ حکومت بدنام ہو ۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر ہم دیانت داری سے غریب آدمی کی امداد کرنا چاہیں تو یہ مہنگائی کم ہوسکتی ہے ۔ ہمارا سرمایہ دار طبقہ چور بازاری کرتا ہے یہ پچھلی حکومت کے حواری ہیں اور انہی کے کہنے پر یہ چور بازاری کرتے ہیں ' چیزیں مہنگی کرتے ہیں جس سے ملک میں افراتفری اور بدانتظامی پھیلتی ہے۔ جب مہنگائی ہوتی ہے تو پھر غریب آدمی

مہنگائی پچھلی ان کی حکومت نے پیدا کی ہے۔ جناب والا! میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جو یہ بدنظمی، مہنگائی، بد دیانتی ہے اس کا آغاز کس نے کیا؟ میں پچھلے دور میں بھی ممبر اسمبلی رہا ہوں۔ پہلے لوگ اپنے گھر سے خرچ کر کے ممبر بنا کرتے تھے جبکہ اُس حکومت نے کروڑوں روپے لوگوں کو دیئے کہ جاؤ لوگوں کے ووٹ خریدو اور انھوں نے وہ مہنگائی پیدا کی ہے اور بد دیانتی پیدا کی ہے ---(قہقہے)

جناب سپیکر، کس گورنمنٹ نے؟ اِس گورنمنٹ نے یا اُس گورنمنٹ نے؟

(اپوزیشن کی طرف سے آوازیں: یہ کہہ رہے ہیں کہ اِس گورنمنٹ نے کی ہے)

چودھری گل نواز خان وڑائچ، جناب بات تو سنیں۔

MR SPEAKER: I call the House to order

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! یہ اُس گورنمنٹ کا اس لیے نام نہیں لیتے کہ یہ اس وقت مشیر تھے۔ یہ اِس گورنمنٹ کی بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، جی گل نواز صاحب۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ، جناب والا! اِس دور میں تو الیکشن ہوتے ہی نہیں۔ یہ تو اب بر سر اقتدار آئے ہیں۔ میں تو اُس حکومت کی بات کر رہا ہوں جو پہلے بر سر اقتدار تھی اور جنھوں نے سولہ سال حکومت کی ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، وڑائچ صاحب! خاکوانی صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر سن لیجیے۔ جی خاکوانی صاحب۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! یہاں پر زبر زیر اور پیش کی بات ہو رہی ہے۔ میں بابا فرید کا ایک قطعہ سنانا چاہتا ہوں کہ:

فریدا زیر تھی زبر نہ تھی
مثاں پیش پووی

جناب والا! وہ زیر تھی اِس گورنمنٹ کی اِس کی اِس کی (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، جی گل نواز صاحب۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: اگر آپ ترجمہ کر دیں تو میں سمجھ سکوں گا کیونکہ آپ نے کچھ ایسی زبان میں کہا ہے جو میں سمجھ نہیں سکا۔ آپ فرید کے مرید ہیں؟ جی میں سمجھا نہیں۔

جناب سپیکر: جی مہربانی۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ ملک میں لاقانونیت، قتل و غارت اس وقت ہوتی ہے جب غریب آدمی کو کھانے کو نہ ملے، غریب آدمی سے انصاف نہ ہو، غریب آدمی کا بچہ بھوکا مرے تو اس وقت لاقانونیت بھی ہوتی ہے اور ہر آدمی اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لیے لاقانونیت کو اپناتا ہے۔ جناب والا! یہ مانتے نہیں ہیں لیکن میں اس وقت ساتھ رہا ہوں۔ اس وقت جو سڑکیں بنیں، یہ جو بیلو کیب بنیں، یہ جو کوریا کو ٹینڈر دیے اس میں کروڑوں روپیہ لیا۔ لیکن عوام کو چند ٹکے بھی نہ ملے۔ جن کو کوریا کی موٹروں کی ایجنسیاں دی گئیں اور یہ وہ موٹریں تھیں جو دنیا کی تمام گورنمنٹوں نے مسترد کی تھیں کہ یہ اس قابل نہیں ہیں لیکن ان کو پنجاب اور پاکستان میں متعارف کرایا گیا کہ یہ پاکستان میں بکیں گی۔ ان کی جن لوگوں کو ایجنسیاں دی گئیں ان سے پیسے لیے گئے۔ میں زیادہ blame نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میرے دوست ہیں صرف hit کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اب آپ کے پاس ایک منٹ اور ہے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! میں چند منٹ اور عرض کروں گا کہ شہباز صاحب جب لندن سے تشریف لائے اور ان کی تقریر سنی تو مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ انھوں نے بڑی اچھی تقریر کی۔ ان کی تقریر ایسے ہی تھی جیسے ملک کا ایک بہی خواہ تقریر کرتا ہے لیکن خبر نہیں کہ اس دفعہ انھیں کیا ہوا جو تقریر کی ہے اس میں ماسوائے الزامات کے انھوں نے بجٹ کو تو لیا ہی نہیں اور الزام ہی کیا لگایا کہ فلاں نے گھر خرید لیا ہے فلاں نے مکان خرید لیا ہے اور الزام ان لوگوں پر ہے جو آباؤ اجداد سے امیر آدمی تھے، آباؤ اجداد سے ہی کروڑوں کے مالک ہیں۔ نواز شریف صاحب، شہباز شریف صاحب اور میں چند دنوں کے امیر ہیں ہم پہلے مزدور تھے۔ جن کے آباؤ اجداد امیر ہوں، آباؤ اجداد کوٹھیاں لیتے ہوں اور ولایت میں اپنے گھر بناتے ہوں ان پر اعتراض نہیں کرنا چاہتا۔ میں یہ تائید نہیں کر رہا کہ انھوں نے کوٹھی خریدی ہے لیکن جب ایک آدمی اچھی زندگی بسر کرنا چاہے۔۔۔

میاں عبدالستار ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر ، جی میاں عبدالستار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

میاں عبدالستار ، شکریہ جناب سپیکر! وڑائچ صاحب ہمارے پرانے ساتھی رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں یہ ہمارے بزرگ دوست ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ مجھے بتا سکیں گے کہ بے نظیر سالانہ کتنا انکم ٹیکس ادا کرتی ہیں جو محترمہ وزیر اعظم ہیں اور نواز شریف کتنا انکم ٹیکس ادا کرتا ہے ؟

چودھری گل نواز خان وڑائچ، میں کوئی انکم ٹیکس آفیسر نہیں ہوں ۔

وزیر پارلیمانی امور ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میاں صاحب کے والد بزرگوار کے پاس کتنی زمین تھی اور یہ رائے ونڈ کے فارم کہاں سے آئے ہیں ؟ اور قیام پاکستان کے بعد ایک مل سے چالیس ملیں کیسے بنیں؟ میاں صاحب آپ یہ سوالات نہ چھیڑیں ۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں ۔

میاں عبدالستار ، ان لوگوں نے محنت کی ہے ۔ بھٹی کے آگے کھڑے ہو کر ۔ آگ کے آگے کھڑے ہو کر محنت کر کے روپیہ پیسہ کمایا ہے ۔ یہ باہر سے لوٹ کر نہیں لائے ۔ کسی غداری کے صلے میں انھیں کوئی انعام نہیں ملا۔۔۔۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں ۔

وزیر پارلیمانی امور ، میاں صاحب! اس دور کی باتیں مت چھیڑیں ۔ یہاں ایسے لوگ موجود ہیں جنھیں ضلع کونسل کا چیئرمین بنانے کے لیے انھوں نے کروڑوں مانگا تھا ۔ آپ یہ فیصلہ قرآن پاک پر کر لیں کہ انھوں نے خود نہیں مانگا تھا؟ ہمارے پاس اب بھی ہاؤس میں ممبر موجود ہیں اور میں چیلنج کرتا ہوں ۔ آپ کے لیڈر نے ضلع کونسل کی چیئرمینی کے لیے ڈیڑھ کروڑ روپیہ نہیں مانگا تھا؟ ہمارے پاس وہ ایم پی اے موجود ہیں جن سے مانگا گیا تھا ۔(قطع کلامیاں) آپ چھوڑیں پاکٹ دامن کی بات مت کریں ۔ ہم جانتے ہیں کہ کون کیا ہے ۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر ، سنیئے I call the House to order میری بات سنیں ۔ یہ جو رویہ آپ اپنا رہے ہیں یہ آپ دونوں کے لیے نہایت مضر ہے ۔ آپ ان کے لیے جو کچھ مہربانی فرما رہے ہیں اور وہ جو کچھ آپ

کے لیے مہربانی فرما رہے ہیں اس سے دونوں کا چہرہ بہت روشن ہو رہا ہے اور دونوں جتنا کیچڑ ایک دوسرے پر ڈالیں گے، جتنی کالک ایک دوسرے کے چہرے پر ملیں گے تو کچھ طاقتوں کو یہ پورا پورا موقع ملے گا اور ماشاء اللہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ یہ ثابت کریں کہ ماشاء اللہ ادھر والے بھی اور ادھر والے بھی دونوں کے چہرے ایک سے ایک بڑھ کر تابناک ہیں، ہاتھ صاف ہیں لہٰذا پھر وہ عمل جو شروع ہوا کرتا ہے جمہوریتوں کو ختم کرنے والا وہ شروع ہو جائے گا۔ خدا کے لیے اس ایوان میں بیٹھ کر اپنے ساتھیوں کو اتنا گندا نہ کریں کہ کچھ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملے۔ جیسے کہ ابھی "نیشن" اخبار میں ایک کارٹون چھپا اس میں ایک فریق کہہ رہا ہے کہ وہ کرپٹ ہے، دوسرا فریق کہہ رہا ہے کہ وہ کرپٹ ہے اور ایک تیسرا فریق ایک طرف کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے کہ میرا خیال ہے دونوں صحیح کہہ رہے ہیں۔ آپ یہ موقع پیدا کر رہے ہیں۔ اپنے پاؤں پر آپ خود کلہاڑی مار رہے ہیں باقی آپ کا ضمیر ہے جو چاہے آپ کا جس کو شمہ راز کرے۔ جی بسم اللہ، اب آپ کے پاس wind up کرنے کا وقت ہے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! میرا وقت تو انھوں نے ضائع کر دیا آپ کچھ مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر: آخر میں جو شعر پڑھنا ہے وہ پڑھ دیجیے۔ پلیز۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! انھوں نے فرمایا ہے کہ وہ کتنا ٹیکس دیتے ہیں اور وہ کتنا ٹیکس دیتے ہیں ۔۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اس بحث میں مت پڑیے اور جانے دیجیے۔ آپ اپنی بات کریں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! میں بے انصافی کے متعلق ایک لفظ کہتا ہوں یہ بے انصافی میری ذات سے ہوئی ہے۔ مجھے اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! یہ کہتے ہیں کہ بے انصافی اس حکومت میں ہے۔ میرے عزیز، ایک قتل کے کیس میں میرا چالان ہوا جس کی مجھے خبر بھی نہیں تھی اور اڑھائی سال بعد وہ کیس سپیشل کورٹ میں گیا۔ جب میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر کھڑا ہوا تو وہ کیس اڑھائی سال بعد

وزیر اعظم نے سپیشل کورٹ میں بھیجا۔ جناب والا! یہ انصاف ہے؟ میں تو بولتا ہی نہیں' کئی باتیں ہیں۔اب خدا ہی حافظ ہے۔ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ مجھے اقتدار ملے۔ بیگم صاحبہ بھی چاہتی ہیں کہ وہ برسر اقتدار رہیں اور نواز شریف بھی چاہتا ہے کہ وہ برسر اقتدار رہے۔لیکن اللہ بہتر جانتا ہے کہ عوام سے ہمدردی کس کی ہے؟

جناب والا! اب میں اپنی حکومت کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے جو قانون بنائے ہیں ان پر عمل کرانے کی کوشش کرے۔ دیکھیں' جب تک ہمارے ملک میں سادگی نہیں آئے گی اس وقت تک یہ مہنگائی ختم نہیں ہو گی۔ جناب والا! میں نے وہ وقت دیکھا ہے جب کسی کے گھر میں کوئی بوتلیں لے کر جاتا تھا تو سارا محلہ پوچھنے چلا جاتا تھا کہ یہاں پر کسی کو ہیضہ ہو گیا ہے اس لیے بوتلیں پی رہا ہے اور اب 8 روپے کی بوتل ہے اور روزانہ ایک ایک نہیں تین تین چار چار بوتلیں ایک آدمی پی جاتا ہے۔

جناب سپیکر ، اب آپ مہربانی سے تشریف رکھیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، جناب والا! ایک منٹ میں اپنی بات مکمل کرتا ہوں۔ مجھے یہ عرض کر لینے دیں۔ شادیوں کے متعلق عرض کروں گا کہ گورنمنٹ نے اس سلسلے میں ایک قانون بنایا ہوا ہے کہ شادیوں پر اتنے آدمی جائیں اور اتنا کھانا پکے اور شادی پر اتنی لائٹ ہو ۔ خدا کے لیے یہ فضول خرچی بند کر دیں۔ یہ قوم کا ضیاع ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ شادی کے لیے جو قانون بنا ہوا ہے کہ زیادہ ڈشیں کوئی آدمی تیار نہ کرے اس قانون پر بڑی سختی کے ساتھ عمل کروائیں۔

جناب سپیکر ، بڑی مہربانی بہت شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ اب میں بادشاہ میر خان آفریدی صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،

خون جمہور میں بھیگے ہوئے پرچم لے کر
مجھ سے افراد کی شاہی نے وفا مانگی ہے
صبح کے نور پہ تعزیر لگانے کے لیے
شب کی سنگین سیاہی نے وفا مانگی ہے

جناب والا! بجٹ 97-1996ء بروز جمعۃ المبارک اس مقدس ایوان میں پیش کیا گیا ۔ اس بجٹ پر بحث کرنے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ بجٹ ایک ایسی دستاویز ہوتی ہے جس کا وقت سے پہلے افشاء کروڑوں روپے کے ہیر پھیر کا باعث بن سکتا ہے ۔ چند لوگ کروڑوں روپے کما سکتے ہیں اور اس کروڑوں روپے کی کمائی کا بوجھ براہ راست عوام پر پڑتا ہے ۔ اس لیے اس مقدس دستاویز کو وقت سے پہلے افشاء نہیں ہونا چاہیے ۔ لیکن اگر آپ جمعۃ المبارک کا روزنامہ "پاکستان" دیکھیں تو تقریباً وہ تمام تقریر جو ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے کی اس کی تفصیلات اس اخبار نے پہلے ہی شائع کر دیں ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بجٹ کا راز بھائی گیٹ کی گلیوں میں پہلے ہی فاش ہو چکا تھا لیکن بہرحال اگر بجٹ کے حجم پر بات کریں۔ بجٹ کے خسارے پر بات کریں بجٹ کے فاضل ہونے پر بات کریں تو میرے خیال میں بات کا مزہ اس لیے نہیں آتا' کیونکہ جو بھی بجٹ آتا ہے اس سے عوام کی مشکلات میں اضافہ ہی ہوتا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بار بھی روایتی بجٹ پیش کیا گیا۔ وہی بجٹ جو بیورو کریسی بناتی ہے' وہی بجٹ جو عوامی نمائندوں کے سر تھوپ دیا جاتا ہے۔ لیکن عوامی نمائندے اس میں اتنے قصور وار ہوتے ہیں کہ ہم اس میں اپنی ترجیحات شامل کرواتے ہیں۔ ترقیاتی بجٹ کے لیے مخصوص انداز میں رقم مختص کی جاتی ہے۔ کبھی اس میں اس طرف بیٹھنے والوں کی ترجیحات شامل ہوتی ہیں اور جب اس طرف والے اس طرف چلے جاتے ہیں تو اس بجٹ میں وہ اپنی ترجیحات شامل کروا لیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انتظامی اخراجات میں تقریباً 95 فیصد اضافہ ہوا اور انتظامی اخراجات کا اضافہ کن لوگوں کو پہنچتا ہے؟ وہی کلاس جو ان سیاست دانوں کا تماشہ بنا رہی ہے۔ میں بڑے فخر کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس طرف بیٹھنے والے بھی اور اس طرف بیٹھنے والے بھی دونوں معصوم لوگ ہیں۔ چند لوگ کرپٹ ہیں لیکن جناب والا! جو لوگ بجٹ مرتب کرتے ہیں وہ لوگ جو بجٹ کی ایک ایک شق پر اپنی عرق ریزی کرتے ہیں وہ اپنے مفادات کا زیادہ خیال کرتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ عوام آج مسائل کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جب بھی بجٹ کے دن نزدیک آتے ہیں غریبوں کے چہرے ماند پڑ جاتے ہیں' ان کے چہرے مدقوق نظر آنے لگتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ مہنگائی کا جو نیا سیلاب آنے کا اس کا مقابلہ کس طرح سے کیا جائے۔ ہم عوامی نمائندے کیا کر رہے ہیں؟ کہ ہمارے ہسپتالوں میں وی آئی پی کمروں پر جھگڑے ہو رہے ہیں۔ ہمارے ایم پی اے ہوسٹلوں میں فائرنگ ہو رہی

ہے۔ ابھی گیارہ بج کر پندرہ منٹ پر ایم پی اے ہوسٹل میں فائرنگ کی گئی ۔ تحقیق کرنے پر پتا چلا کہ ایک ایم پی اے صاحب میں ان کا نام نہیں لوں گا جنھوں نے ایک نئی گن خریدی ہے وہ اس کا ٹیسٹ کر رہے تھے اور پنجاب اسمبلی کے سائے میں ' یہاں پر ٹریفک روک دی جاتی ہے ۔ لوگوں کے لیے مشکلات پیدا کی جاتی ہیں تاکہ ممبران کے لیے سہولت پیدا ہو اور وہ آسانی کے ساتھ اپنے اجلاس میں شرکت کر سکیں۔ لیکن دوسری طرف وہی ایم پی اے حضرات جو اپنے کمروں میں بیٹھ کر اپنے جدید اسلحے کو چیک کرتے ہیں ۔ جناب والا! میں انھیں دوش نہیں دیتا لیکن آج یہ روش بن چکی ہے۔ بقول آپ کے کہ ایک مخصوص طبقہ ہے ۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہاں اکثر کہا جاتا ہے کہ خفیہ ہاتھ۔ وہ خفیہ ہاتھ کون سا ہے ؟ میرے علم کے مطابق قائد اعظم کے بعد اگر اس ملک کو مقبول قیادت ملی تھی چاہے میرا اس سے اختلاف ہو وہ جناب بھٹو کی قیادت تھی ۔ لیکن اس مضبوط ترین بھٹو کو پھانسی لگانے والے کون لوگ تھے؟ آج وہی لوگ پھر آپ کے سیٹ اپ پر نگاہ رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ کو آپس میں لڑا کر وہ اپنے مفادات کی تکمیل کریں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بجٹ کا خسارہ کم ہو اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں خوشحالی کا دور ہو۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ملک پر سے قرضوں کا بوجھ کم ہو تو اس کے لیے میری ایک چھوٹی سی تجویز آپ کی خدمت میں ہے ۔ آپ یہاں سے گھر کے چلے جائیں۔ آپ اسلام آباد چلے جائیں۔ آپ کسی بھی بڑے شہر میں چلے جائیں آپ کو محل نما بنگلات ملیں گے۔ یہاں پر ذکر ہوا کہ بے نظیر نے سرے میں محل خرید لیا۔ خریدا ہو گا یا نہیں خریدا ہو گا بہرحال یہ سنڈے ایکسپریس کی بات ہے۔ لیکن جناب والا! سرے کے محل سے بڑے بڑے محل یہاں کے بیورو کریٹس نے تعمیر کر رکھے ہیں ۔ اپنے بچوں کے نام پر اپنے عزیزوں کے نام پر اور ان میں یہ بیورو کریٹس عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ میں نے پچھلے سال 18 جون کو جب اپنی بجٹ تقریر کی تھی میں نے اس وقت بیورو کریسی پر تنقید کی تھی اور میں نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ بات کہی تھی کہ مجھے اب انتقام کا نشانہ بنایا جائے گا اور یہ بات من وعن سچ ثابت ہوئی کہ وہ بیوروکریسی اپنے اوپر تنقید برداشت نہ کر سکی ۔ میں نے اس وقت کے چیف سیکرٹری کے قصور والے محل کی نشان دہی کی تھی لیکن آج تک اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی لیکن مجھ پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ میں برداشت کروں گا اور برداشت کی

آخری حد تک جاؤں گا لیکن آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس ملک میں ایسی قانون سازی کیجیے، مرکزی حکومت بھی اور صوبائی حکومت بھی تمام بڑے بڑے محل نما۔۔۔

وزیر انٹی کرپشن (جناب غلام عباس)، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! بادشاہ میر خان آفریدی ہمارے دوست ہیں، ساتھی ہیں، بہت اچھی باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے سابق چیف سیکرٹری کے محلات اور جائیداد کے بارے میں بات کی ہے کہ ابھی تک ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ یہ میرے بھائی ہیں، میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ مدعی بنیں کارروائی میں کروں گا۔ یہ ان کے خلاف درخواست لائیں ثبوت لائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں ضرور ان کے خلاف کارروائی کروں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، آفریدی صاحب۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! میں جناب غلام عباس صاحب کا دل سے احترام کرتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ کل اس ہال میں جو واقعہ ہوا آپ کرسی صدارت پر براجمان تھے۔ جناب سکندر حیات خان صاحب پر کچھ الزامات لگے۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ میری کچھ زمین ان کے حلقہ نیابت میں ہے۔ وہاں کے ایک دو گاؤں پر میرا اثر بھی ہے۔۔۔

جناب محمد بشارت راجا، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں انتہائی معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا، کل بھی آپ نے یہ بات کہی تھی کہ اپنی باری پر بات کی جائے۔ میں بات تو اپنی باری پر کرنا چاہتا تھا اور یقین کیجیے کہ میری کل بجٹ تقریر کی باری ہے اور میری دلی خواہش تھی کہ میں چند باتیں کرنا چاہتا تھا اور اس وقت میرے بھائی میرے دوست جناب غلام عباس کو اس وقت موجود ہونا چاہیے تھا۔ بہرحال ابھی انھوں نے جناب بادشاہ میر خان آفریدی کو ایک دعوت دی ہے کہ یہ مدعی بنیں اور یہ کارروائی کریں گے۔ میں ان کی بات کو سراہتے ہوئے صرف اتنی گزارش کروں گا کہ مجھے آج ایک لیٹر ملا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ پنڈی ڈسٹرکٹ کونسل کی گاڑیاں کسی کے استعمال میں ہیں اور اسی طرح کسی اور ڈسٹرکٹ کونسل کی گاڑیاں کسی کے استعمال میں ہیں۔ اس میں، میں مدعی بنتا ہوں یہ کارروائی کریں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ غلام عباس صاحب آپ کو قبول ہے؟

وزیر انٹی کرپشن: جناب سپیکر مجھے بالکل منظور ہے۔ بہت اچھی بات ہے۔

جناب سپیکر ، بادشاہ خان آفریدی!

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب سپیکر! میں توقع رکھتا ہوں کہ جناب غلام عباس صاحب حتی المقدور کوشش کرتے ہیں اور جو کہتے ہیں اسے پورا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ لیکن ایک بار پھر میں آپ کے توسط سے میں حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ ان کی وزارت کا نوٹیفکیشن جاری کر دیں تاکہ ان جیسے لوگ جو واقعی کام کرنا چاہتے ہیں' جو چاہتے ہیں کہ اس معاشرے سے کرپشن کو جڑ سے اکھاڑا جائے ان کے لیے ہم مدد و معاون ثابت ہو سکیں۔ جناب والا! میں بہت جلد اس کی تفصیل آپ کو مہیا کروں گا آپ اس پر جو بھی کارروائی کروائیں گے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہیں۔ جناب والا! میں سردار سکندر حیات خان کی بات کر رہا تھا۔ میری ان کے حلقہ نیابت میں کچھ زمینیں ہیں۔ ان پر جب کل الزام لگا تو مجھے بھی اس کا بڑا دکھ ہوا۔ کیونکہ میرے وہ لوگ جو میرے دوست اور عزیز ہیں جو ان کے حلقہ نیابت میں ہیں انہوں نے مجھے کہا تھا کہ آپ کے کہنے پر ہم نے سردار سکندر حیات کی مخالفت کی تھی لیکن اس شخص کی شہرت اتنی اچھی ہے کہ آئندہ ہم اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔ آپ ہمیں مجبور نہ کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ یعنی اگر ادھر لوگ اچھے بیٹھے ہیں تو ادھر بھی لوگ اچھے ہیں۔ ادھر برے ہیں تو ادھر بھی برے ہیں لیکن سب کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنا جائز نہیں بنتا۔ میں بات کر رہا تھا کہ ہم اس صوبے میں رہ رہے ہیں۔ اس ملک میں رہ رہے ہیں کہ جہاں ہسپتال ناپید ہیں' دوائی تو کجا ایک عام آدمی کو پینے کا صاف پانی بھی نہیں ملتا۔ لیکن آپ اس صوبے کو اور اس ملک کے حکمرانوں کے حالات دیکھیں کہ ذرا سی تکلیف پر بھی وہ علاج کروانے بیرون ملک چلے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ قانون سازی کیجیے۔ اگر ایک عام آدمی کو یہاں علاج کے لیے وسائل نہیں ملتے تو کیا حق بنتا ہے اس صوبے کے گورنر کا ' کیا حق بنتا ہے اس صوبے کے وزیر اعلیٰ کا کیا حق بنتا ہے وزیر اعظم کا ' کیا حق بنتا ہے ایم پی اے کا اور کیا حق بنتا ہے ایم این اے کا کہ یہ لوگ انگلینڈ میں جا کر اپنا اپنا علاج کروائیں ان کو بھی اس ملک کے ڈاکٹروں سے اپنا علاج کروانا چاہیے۔ کوئی مرتا ہے تو مرے زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتی ہے۔ لیکن غریب تو محرومیوں کا شکار رہتے ہیں اور بڑے لوگ اپنا علاج باہر جا کر کروالیتے ہیں۔ کتنے لوگ موت کے منہ سے بچ گئے ' جن کی موت آئی ہو وہاں بھی آ جاتی ہے۔ اور جن کی زندگی میں زندہ رہنا لکھا ہو وہ گٹر کی زندگی گزار کر بھی زندہ رہتے ہیں۔ وہ غریب بھی اسی

اسی سال کے ہو جاتے ہیں جو کچی آبادیوں میں رہتے ہیں جن کے پاس بجلی نہیں ' جن کے پاس پانی نہیں جن کے پاس سیوریج نہیں جن کے پاس زندگی کی کوئی سہولت نہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ زندگی دیتا ہے اور وہ اپنی زندگی گزار لیتے ہیں۔ لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ ہم اپنا شاہی جلال بتاتے ہیں۔ اگر یہاں ہسپتال میں ہمیں وی آئی پی کمرہ نہ ملے تو ہم ہنگامہ کھڑا کر دیتے ہیں۔ ہمیں کوئی اور سہولت نہ ملے تو ہم ہنگامہ کھڑا کر دیتے ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ لوگ راشن کے لیے قطاروں میں کھڑے ہو کر بھی پولیس کے کس طرح ڈنڈے کھاتے ہیں۔ میں آج آپ سے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ اس کام کے لیے کسی اضافی بجٹ کی ضرورت نہیں' صرف قانون سازی کی ضرورت ہے۔ آئیے آج قانون بناتے ہیں ہم آپ کا ساتھ دیں گے کہ تعلیم ایک انتہائی اہم شعبہ ہے جس طرح ہیروئن کا نشہ ایک آدمی کے بدن کو کھوکھلا کر دیتا ہے اس کے دماغ کو ماؤف کر دیتا ہے اسی طرح تعلیم کا ناقص انتظام اور تعلیم میں نقل کا رجحان بھی پورے ملک کے نظام اور اس کے ڈھانچے کو کھوکھلا کرکے رکھ دیتا ہے۔ یہ پوری قوم کی سوچ کو ماؤف کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہاں پر باز گشت سنائی دے گی کہ پنجاب کے سینئر وزیر کی بیٹی نے اپنے امتحان میں نقل کروائی۔ اخبارات میں باز گشت آئی ۔ میں اگر ان کی جگہ پر ہوتا۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ میری ایک بچی آٹھویں جماعت کا امتحان دے رہی تھی اس سکول میں ففٹی فیصد پاس مارکس تھے ۔ میری بچی کے چار نمبر کم تھے اور اس وقت کی میئر کی بچی کے آٹھ یا نو نمبر کم تھے۔ میئر صاحب نے سفارش کی ان کی بچی پاس ہوگئی۔ بچی کی پرنسپل نے کہا کہ آپ اپنے والد سے کہیں کہ وہ مجھے فون کردیں' میں آپ کو پاس کردوں گی۔ بچی نے مجھ سے بات کی ۔ تو میں نے کہا کہ اگر آپ اپنی صلاحیتوں کے بل پر امتحان پاس نہیں کریں گی تو آپ کی بنیاد کمزور ہو گی۔ اور میں کبھی برداشت نہیں کروں گا کہ میری اولاد کی بنیاد کمزور ہو اور وہ زندگی میں ناکام رہے۔ اگر یہ منسٹر صاحب چاہتے تو انکوائری کروا سکتے تھے۔ اس ہاؤس کی کمیٹی بناتے کہ اس معاملے کی انکوائری کریں۔ میں آپ کو تجویز دیتا ہوں کہ اس ہاؤس میں ایسی قانون سازی کی جائے کہ جو بھی طالب علم نقل کرتے ہوئے پکڑا جائے اس کو اس وقت تک جیل میں رکھا جائے جب تک وہ اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر امتحان پاس نہیں کر لیتا۔ جو افسران اور اساتذہ اس کو نقل کروا رہے ہوں انھیں کم از کم دس سال کے لیے جیل بھیج دیا جائے کہ وہ قوم کی رگوں میں زہر گھول رہے ہیں ' وہ قوم کو لوٹ رہے ہیں اور

قوم کے مستقبل کو تباہ کر رہے ہیں۔

جناب والا! یہاں شادیوں کی بات کی گئی۔ آپ کبھی مجبرگ اور اسلام آباد کی شادیاں attend کریں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ دس دس ہزار آدمیوں کے لیے وی وی آئی پی arrangement کیا جاتا ہے۔ کیا ہم ان لوگوں کو مجبور نہیں کرسکتے کہ آپ اپنے ازھائی تین سو عزیزوں کو بلائیں اور ان کو آپ جو دینا چاہتے ہیں دیں لیکن جو فالتو رقم ہے وہ آپ اس غریب کی بیٹی کے لیے بھی مختص کریں، جہیز کے انتظار میں جس کے سر میں چاندی نکل آتی ہے۔ جو اپنے گھر پر بیٹھی کنواری رہ جاتی ہے اور جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اس کی شادی نہیں ہوتی۔ کبھی ان محلات میں رہنے والوں نے یہ سوچا۔ آپ ان پر ٹیکس لگائیے کہ تین سو آدمیوں سے زیادہ کوئی بھی آدمی invite کرے گا، اس کو آزادی ہے کہ وہ invite کرے۔ لیکن اس کو سو روپے فی آدمی extra tax دینا پڑے گا۔ جس سے ایک جہیز ٹرسٹ قائم کیا جائے اور ان غریب اور لاوارث بچیوں کے جہیز اور بیاہ کا انتظام کیا جائے۔ لیکن یہاں تو شان و شوکت کا مسئلہ ہے۔ یہاں جب وزیر اعظم شادیوں میں جاتی ہیں تو وہ پانچ پانچ لاکھ سلامیاں دے کر آجاتی ہیں۔ پانچ لاکھ میں کم از کم ایک سو بچیوں کو رخصت کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے پانچ ہزار روپے جہیز مقرر کیا۔ میں کہتا ہوں کہ جہیز کی بھی حد مقرر کریں۔ کیا حق پہنچتا ہے بڑے بڑے جہیزوں کا، جس ملک میں بچیاں اپنے گھروں میں بیٹھی اپنی رخصتی کا انتظار کر رہی ہوتی ہیں۔ لیکن ہم اندھے ہو جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ کل ہم نے خدا کو بھی جواب دینا ہے۔ جناب والا! بجٹ بناتے رہیں۔ بجٹ سے عام آدمی کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ کو انقلابی کام کرنے پڑیں گے۔ آپ کو سوچنا ہوگا کہ اس ملک کا مستقبل کیا ہے۔ دوسرا اہم پہلو کہ کوئی بھی ملک امن و امان کے بغیر ترقی نہیں کرسکتا۔ اس وقت ملک میں لا اینڈ آرڈر کی کیا حالت ہے؟ میں نے پہلے آپ سے کہا کہ سانحہ منگو وال دیکھیں، سانحہ اسلام پورہ دیکھیں یا ایم پی اے ہاسٹل میں فائرنگ کا کیس دیکھیں۔ یہ تمام سانحے حکومت کا منہ چڑا رہے ہیں۔ یہ سب کام وہ لوگ کر رہے ہیں جو حکومت کے دست راست ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ خالد وڑائچ غلط ہے یا الیاس جٹ غلط ہے۔ لیکن دونوں ہی حکومت کے حلیف ہیں اور اس حکومت کا فرض بنتا ہے کہ دونوں کو ایک جگہ بٹھا کر ان کی صلح کروائے یا ان کا جو بھی مسئلہ ہے وہ حل کروائے۔ لیکن ہوتا کیا ہے کہ ایم پی اے ہاسٹلز قتل گاہ بن جاتے ہیں۔ آج فائرنگ ہوئی، میں نے نشان دہی کی۔ لیکن کسی نے

کوئی نوٹس نہیں لیا ' کوئی توجہ نہیں دی اور کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ لوگوں کو الفاظ کے ہیر پھیر میں مت پھنسائیں ' لوگوں کو کچھ نہیں پتا کہ آپ نے کتنے ارب کس طرف کر دیے اور کتنے ارب کس کو دے دیے۔ لوگوں کو اپنے نان نفقے سے غرض ہے ۔ آج لوگ کیوں خاموش ہیں ' آج لوگوں پر ایک سناٹا چھایا ہوا ہے وہ انتظار کر رہے ہیں کہ 30 جولائی کے بعد کیا ہوگا۔ سرے محل کا یہاں پر ذکر چلا ' محل لیا ہوگا یا نہیں لیا ہوگا ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ لیکن عوام چاہتے ہیں کہ ان کے سر پر جو چھت قائم ہے اس کو قائم رہنے دیجیے ' ان کے نان و نفقے پر ڈاکہ مت ڈالیے۔ یہ جو محل بنتے ہیں' چاہے بیورو کریٹس کے بنیں ' چاہے نواز شریف کے بنیں یا بے نظیر کے محلات بنیں لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ محلات عوام کا خون پسینہ نچوڑ کر بنائے جاتے ہیں۔ عوام کا پیسہ عوام پر ہی خرچ ہونا چاہیے۔ اور یہ اطلے تلے ختم ہونے چاہییں۔ دو کنال زمین سے زیادہ پر مکان بنانے پر پابندی لگنی چاہیے۔ تا وقتیکہ قوم کے ہر گھرانے کے پاس اپنا گھر نہ ہو ۔ جہاں لوگ بے گھر ہیں کتنی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ لوگ اس وقت بے آسرا ہیں وہ کس طرف دیکھیں؟ میں یہاں پر اس کے متعلق ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ اب وقت قریب آ گیا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: میں صرف ایک منٹ اور لوں گا۔

رات بستی میں بہت قتل ہوا خون ہوا
جرم یہ ہے کہ حکومت نے اعانت کی ہے
ہم سے اچھے ہیں کرائے کے قاتل جن کو
ان کے آقا نے تحفظ کی ضمانت دی ہے

آج یہ جو قتل و خون ہو رہا ہے ان کو تحفظ کون دے رہا ہے ؟ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھے۔ وہ لوگ جو سرکاری جگہوں پر لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کرتے ہیں ان کے لیے بھی وہی قانون ہے جو میرے اور آپ کے لیے ہے۔ لیکن ان کو مبرا کیوں سمجھا جاتا ہے۔ جناب والا! میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ حکومت کے پاس بے پناہ وسائل ہیں۔ جہاں وہ اپنی خواہشات پر 10 ارب روپیہ خرچ کر دیتی ہے وہ 2 کروڑ روپیہ اور خرچ کرکے ایسے لوگوں کے لیے کہ جن کی دشمنیاں ہیں جو اپنے گن مینوں کے بغیر نہیں رہ سکتے ان کے لیے آپ علیحدہ

بندوبست کیجیے۔ ان کو وہاں پر جا کر بسائیں اور حکومت ان کی حفاظت کا ذمہ لے ۔ لیکن خدارا یہ ٹیکسال کا اور مغربی فلموں کا جو ماحول بنا ہوا ہے اس سے ہمیں نجات دلائی جائے۔ ہمارے پاس لاہور میں رہنے کا اور کوئی ٹھکانا نہیں۔ ہم نے تو ان ہی ہاسٹلز میں آ کر رہنا ہے ۔ اگر یہاں پر گولیاں برستی رہیں تو پھر ہمارے لیے یہاں رہنا ناممکن ہو جائے گا۔ بڑی نوازش ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شکریہ ۔ اب چودھری خادم حسین ۔

چودھری خادم حسین : نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بھی بجٹ تقریر کا موقع دیا۔ ہماری سابقہ پارلیمانی گروپ کی میٹنگ میں جناب رشید بھٹی صاحب کی سالہا سال سے کوشش تھی کہ پنجابی زبان کو صوبہ پنجاب میں رائج کیا جائے۔ میں چونکہ اس کمیٹی کا ممبر بھی بنایا گیا ہوں اور میں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ میں پنجابی میں بات کروں۔ لیکن پنجابی میں تقریر کرنے کے لیے مشکل تو ضرور پیدا ہو گی ۔(قطع کلامی)

جناب سپیکر: وہ کہتے ہیں کہ :

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

مشکلیں اپنے اوپر ڈالیں گے تو آسان ہوں گی ناں۔ جی ----

چودھری خادم حسین: میرا خیال ہے کہ خاکوانی صاحب اور دیگر میرے بھرا جیہڑے نے بینوں جوش وچ نہیں لیاون لگے اور میں جوش وچ نہ آون لگا۔ او چاچا گل نواز ہی ہے جیہڑا جوش وچ آجاندا اے۔ تسی بے شک جو مرضی گل کرو۔ میں اپنی گل آپوں کراں گا۔ سب توں پہلاں تے میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سردار محمد عارف نکئی دا شکر گزار آں کہ جہناں نے اک بھاری دی عرصہ دراز دی کوشش نوں بار آور ثابت کیتا اے اور نہ صرف پنجابی زبان یا پنجابی کلچر نوں رائج کرن دا حکم نامہ جاری کیتا اے کہ پنج کروڑ روپے دی کثیر رقم اناؤنس کرکے میں سمجھناں کہ ساڈی حوصلہ افزائی کیتی اے اور چیف منسٹر ، وزیر خزانہ اور ساڈی ساری حکومتی پارٹی جہناں نے بجٹ پیش کیتا اے۔ میں سمجھنا آں کہ ایہہ اک مثالی بجٹ اے۔ ایہہ ریت چلی آرنی اے کہ آج دی اپوزیشن کل اقتدار وچ ہائی اس وسیلے تے ایہی بجٹ جہڑا بنایا گیا اس دیاں بڑیاں تاریفاں کردی اج اوہ اوہناں بینچاں تے جا کے بہہ کے اوسے بجٹ دی مخالفت کردی اے ایہہ اک ریت چلی آرہی اے لہٰذا اس بجٹ

پیسہ الاٹ کرنا اس دے اتے اگر گل کراں دا تے میرا خیال اے اوہ دہران آلی گل اے۔ چونکہ بجٹ اجلاس اے بجٹ اجلاس دے وچ بجٹ توں ہٹ کے وی گلاں کرن دی اجازت ہوندی اے تے میں اہناں دے متعلق کجھ گزارشات ہاؤس دے سامنے پیش کراں گا۔

میرے بھائی بادشاہ شاہ آفریدی نے جہیز دے متعلق گل کیتی اے واقعی صحیح گل اے کہ اج "منگنی" دے اتے پنج پنج سو ہزار ہزار آدمی بلایا جاندا اے پھر مہندی تے بلایا جاندا اے' پھر شادی تے لا تعداد لوگ بلائے جاندے نیں۔ اہ پنج ہزار روپیہ فی شادی غریباں نوں دین دا جہڑا گورنمنٹ نے اعلان کیتا ہویا اے اوہ بدستور جاری اے ایہہ اک اچھی چیز اے۔ اسیں پنڈ نیوں دیاں گلاں کراں دے شہر دا مینوں نہیں پتا کی کردے ہندے نیں۔ دستکاراں دیاں دھیاں' غریباں لوکاں دیاں بھیناں دیاں شادیاں پنڈاں دے کاشتکار یا زمیندار کردے۔ اوہ کھانا وی دیندے اوہ جنجاں وی جھلدے اور سارا پنڈ اک اک جوڑا دے کے اہناں دیاں شادیاں کردے۔ اج پنج ہزار روپیہ دے کے ایہہ ٹھیک اے کہ اک حوصلہ افزائی ہو جاندی اے لیکن چونکہ ایہہ [* * * * *] ایمانداری دی گل اہ اے کہ کجھ لوگ جائز ہوندے نیں جنہاں دا حق بندا اے کہ اوہناں دی امداد کیتی جائے لیکن قوم نوں گدا گر بنایا گیا اے اک بھیک منگا کر دتا گیا اے۔ پنج ہزار نال تے اک وچھی وی نہیں آوندی تے شادی کتھوں ہوندی اے؟ لیکن ہر بندہ کوشش کردا اے کہ مینوں جہیز فنڈ لبھے یا تے پورا معقول جہیز فنڈ دتا جائے اور دیکھیا جائے کہ جنہاں دے بنکاں وچ پیسہ اے اوہ وی آہندے نیں سانوں وی جہیز دیو' غیر زراعت پیشہ لوگ عموماً اوہ لیندے نیں۔ غریب کاشت کار وی لیندے نیں جنہاں دے پتر باہر جا کے abroad دے وچ رقماں کماندے نیں اوہ وی آہندے نے کہ اسیں غریب آں اسیں دستکار آں اسیں یتیم آں۔ بہر کیف میں اس دی مخالفت نہیں کردا دینا چاہی دا اے لیکن ایس دے نال نال دیکھنا چاہی دا اے کہ کہڑا بندہ حق دار اور کہڑا نہیں۔ ہن میں تھوڑا جیہا اپنی اصل تقریر دے متعلق عرض کرنا چاہنا آں۔

جناب سپیکر! میں تہاڈی وساطت دے نال اتھے کجھ قراردداں جناب قائد حزب اختلاف نے پیش کیتیاں نیں اہناں وچ اچھیاں وی ہے نیں۔ میرا خیال اے اوہناں قراردداں دی بجائے اگر اسیں دو قراردداں پیش کر دیوئیے تے ساڈے ملک دے قرضے وی لہ جاندے نیں ساڈی ڈویلپمنٹ

***(بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

واسطے وی' ساڈے ملک دی فلاح و بہبود واسطے وی' ساڈے ڈیفنس واسطے وی ساڈے کول کافی رقم آ جاندی اے' اوہ ایہہ اے کہ تقریباً دو سو ایسے افراد نیں۔۔۔

جناب سپیکر، جی' شرقپوری صاحب۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: چودھری خادم صاحب بڑے محترم ہیں اور وہ غلطی کر بیٹھے ہیں انھیں معافی مانگ لینی چاہیے۔ اسمبلی [*****] نہیں ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ اسمبلی [*****] ہے لہٰذا میں کدورت کے ساتھ بات نہیں کر رہا وہ میرے بزرگ ہیں اور وہ اللہ اور حضور سے معافی مانگیں۔

چودھری خادم حسین: میں آپ کی بات نہیں سمجھا؟

جناب سپیکر: آپ نے ایک فقرہ کہا تھا یہ سٹیج ہے [*****] ہے تو وہ اس پہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اسمبلی جتنی بھی مقدس ہے بہرحال آپ اسے [*****] نہ کہیں۔ چلیں اس کی اصلاح کر دیں [*****] کا لفظ ان کی تقریر سے حذف کر دینا چاہیے۔

چودھری خادم حسین: شرقپوری صاحب دینی علم مجھ سے زیادہ رکھتے ہیں لیکن اب میں اس چیز پہ سٹینڈ کرتا ہوں کہ جب میں کھڑا ہو کر بات کہتا ہوں تو میرا ایمان مجھے مجبور کرتا ہے کہ جب سٹیج پہ کوئی بات کریں sorry کہ جس ویلے میں گل کراں تے اس ویلے میں اپنے آپ نوں ایہہ سمجھاں کہ میں [*****] دے اتے کھلو کے گل کہہ رہیا آں اور اوہ گل صحیح نکلے گی' غلط نہیں میں اس چیز تے اج وی کھڑا آں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: آپ کو پتا ہے کہ میں بڑا مثبت ذہن رکھتا ہوں۔ لاکھوں کے اجتماع سے ہم خطاب کرتے ہیں لیکن اسمبلی میں تین سال میں نے اللہ اور رسول ہی کی بات کی ہے تو چودھری خادم صاحب کو سمجھنا چاہیے کہ جب یہ کہتے ہیں کہ ہمیں روحانی آستانوں سے بڑا لگاؤ ہے اور یہ میرے بزرگ ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں politically clashes کی وجہ سے نہیں' کرسی وغیرہ کا کوئی ایسا مفاد میرے ذہن میں نہیں آتا چونکہ ہم جس در پہ بیٹھے ہیں وہ ان کرسیوں سے بڑا افضل ہے صرف بات یہ ہے کہ حضور کا نام آیا ہے اور انھیں اللہ اور رسول سے معافی مانگ لینی چاہیے ہو

***(بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

سکتا ہے اس میں وہ سیدھے جنت میں چلے جائیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا قدر! جہاں تک محترم چودھری صاحب کے فرمانے کا تعلق ہے ان کی حسن نیت اور ان کی حق بیانی ہمارے لیے باعث فخر ہے کہ ہم میں ایسے دوست ہیں جو ہمیشہ حق بات کی حمایت کرتے ہیں اچھی باتیں کرتے ہیں' انتہائی ایماندار ہیں' دیانتدار ہیں لیکن بڑے ادب سے کہ [*****] کا تقدس ظاہر باہر ہے یعنی یہ ایوان بہت محترم اور مقدس ہے لیکن [*****] کے ساتھ اس کو تشبیہ دینا مناسب نہیں۔ وہ یہ کہہ لیں کہ میں جو بات کہتا ہوں میں ایمان داری سے کہتا ہوں' میں اپنے ضمیر کی آواز پہ کہتا ہوں' میں دل کی گہرائیوں سے کہتا ہوں' میں سچی بات کرتا ہوں۔ یہاں کھڑے ہوئے بلا خوف' مجھے کبھی جھجک نہیں آتی میں ارکان حکومت کو بھی سنا دیتا ہوں' اپوزیشن کو بھی سنا دیتا ہوں یہ باتیں بجا لیکن اس کو [*****] کہنا مناسب نہیں' اس لیے میں آپ کی وساطت سے ان سے ادب سے گزارش کروں گا کہ آپ میرے بھائی ہیں آپ کہہ دیں کہ ٹھیک ہے میں [*****] کے الفاظ واپس لیتا ہوں باقی جو آپ فرما رہے ہیں درست ہے۔

چودھری خادم حسین، شرقپوری صاحب تو میرے ہم مسلک بھی ہیں ان کے ساتھ اور فضل کریم صاحب کے ساتھ تو ہمارا ویسے بھی بڑا تعلق ہے لیکن میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ ان کا دینی علم مجھ سے زیادہ ہے۔ اگر میں نے یہ غلط کہا ہے تو میں معافی مانگتا ہوں۔

جناب سپیکر، یہی رویہ اچھی بات ہے۔ وضاحت ضروری تھی ہو گئی اور اس لفظ کو میں نے حذف بھی کر دیا ہے' جہاں انھوں نے استعمال کیا تھا۔

چودھری خادم حسین : میں ایہہ گل کہہ رہیا آں کہ دو سو افراد یا خاندان ایسے نیں کہ جنہاں نے پاکستان وچوں رقم لٹ کے باہر دیاں ملکاں وچ جمع کرائی ہوئی اے۔ کجھ اوہ وی لوگ نیں کہ جہڑے باہر دیاں ملکاں وچ مزدوریاں کر دے پئے نیں اور اپنے ملک دی محبت اور پیار دی وجہ نال اتھے جہڑی remittance بھیج دے پئے نیں اس دے نال اج ساڈی حکومت قائم اے۔ صرف اک قرار داد پاس کر دیو جس دے وچ اپوزیشن دے وی افراد ہے نیں' ساڈے اقتدار دے وی لوگ ہے نیں' بیورو کریٹ وی ہے نیں' تاجر وی ہے نیں اور صنعت کار وی ہے نیں۔ صحیح نگر نہیں لیکن ستر' اسی بلین ڈالر رقم پاکستان واپس آ جائے تے 30 بلین ڈالر ساڈا قرضہ وی لہہ جاندا اے تے چالی' پنجاہ

***(بحکم سپیکر کارروائی سے حذف کر دی گئی)

ملین ڈالر دے نال اسیں اپنے دفاع نوں' اپنی ڈویلپمنٹ نوں بام عروج تے لے جا سکدے آں۔ میں اپوزیشن نوں تے اقتدار نوں اپیل کردا آں کی اوہ ایس قرارداد دی حمایت کرن تے اوس وقت تک اونہاں لوکاں نوں نہ چھڈیا جائے ۔ مالیہ ریونیو ایکٹ دے تحت اونہاں لوکاں نوں جیل وچ رکھیا جائے جد تک اوہ اپنا پیسہ واپس نہ لے آون۔ تے اونہاں نوں پسو لڑن اونہاں نوں جوواں چمٹن' اوہ گندے کمبلاں وچ سوون ' جیہڑے محلاں وچ رہندے نیں۔ جنہاں چھ چھ دس دس اے سی لائے ہوئے نیں۔ جنہاں کول گڈیاں نیں اونہاں نوں پتہ لگے کہ لٹی ہوئی رقم جیہڑی اساں باہر دے ملک بھیجی اے اوس نوں واپس جد تک نہ لیاواں گے ایہہ ساڈوں چھڈن نہیں لگے۔

نمبر 2 اسیں اک متفقہ قرارداد ایہہ وی پیش کر دیوے کہ اسیں کاشتکار طبقہ زمینداری چھڈدے جا رہے آں۔ میں وی بارانی علاقے دا رہن والا آں تے بارانی علاقے وچ جد تک بارشاں نہ ہوون نہری علاقہ ساڈے اناج دا ہدف پورا نہیں کردا۔ اگر بارانی علاقے وچ بارشاں چنگیاں ہو جان تے اسیں کالا باغ ڈیم دی متفقہ قرارداد پیش کریئے ۔ قائد حزب اختلاف تے قائد حزب اقتدار دونویں متفقہ طور تے کہن کہ پنجاب نوں بنجر ہوون توں بچان واسطے ریگستان بنن توں بچاں واسطے ساڈیاں زمیناں دی بربادی ہوون توں بچان واسطے ' افریقہ دی طرح دے قحط توں بچان واسطے کہ جس طرحاں اوتھوں دے لوک بھکھے مردے نیں اوس طرحاں پنجاب دے لوگ بھکھے نہ مرن۔ جدوں پنجاب دے لوک بھکھے مرن گے تے اوس ویلے پاکستان پورا بھکھا مرے گا۔ اینہاں دونویں قراردداں تے کی تسیں دونویں کارمتفق اوں؟ کی تسیں ایس قرارداد دے حق وچ اوں کہ کالا باغ ڈیم دی قرارداد منظور کرکے ایس نوں بنایا جائے؟

جناب سپیکر، محترم چودھری خادم حسین صاحب دی اطلاع واسطے عرض کرن لگا آں کہ ایہہ قرارداد متفقہ طور تے پنجاب اسمبلی پہلے ہی پاس کر چکی اے۔

چودھری خادم حسین، ایہہ تے مینوں پتا اے جی لیکن میں قائد حزب اختلاف تے قائد حزب اقتدار دی گل کر رہیا آں کہ ایہہ دونویں متفق ہوون۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا کوئی جواب بھی آیا تھا یا نہیں یا خالی اوتھے جا کے لمی پے رہی اے ۔

جناب سپیکر، بہر حال ہماری طرف سے پاس ہوئی تھی ۔ جس مرکزی حکومت سے مطالبہ تھا ہم نے

وہ قرارداد اس کو بھجوا بھی دی تھی۔

چودھری خادم حسین: جناب! گر بھجوا دتی اے تے فیر اوس تے عمل کرن۔ اسیں عمل کران واسطے قرارداد پیش کیتی اے۔

جناب محمد بشارت راجہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا!

جناب سپیکر: جی راجہ بشارت صاحب۔

جناب محمد بشارت راجہ: جناب سپیکر! میں چودھری خادم صاحب کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جس طرح جناب نے فرمایا ہے کہ قرارداد پیش ہوئی تھی پھر باشی خان نے کہا ہے کہ اس پر عمل درآمد کیا ہوا ہے؟ تو اس پر موجودہ وفاقی بجٹ میں یہ عمل درآمد ہوا ہے کہ اس سال کالا باغ ڈیم کے لیے کوئی ایلوکیشن نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر: آگے چلتے ہیں۔ چودھری صاحب! آپ کا وقت تو تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ اگر کوئی آخری بات ہو تو کر لیں۔

چودھری خادم حسین: پانچ دس منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: دس منٹ کا سوال نہیں۔

چودھری خادم حسین: ابھی تو پونے دو ہوئے ہیں۔ میرے پندرہ منٹ تو ہیں۔

جناب سپیکر: پندرہ منٹ سے تو آپ نے زیادہ وقت لے لیا ہے۔ اب آپ اپنی بات مکمل کریں۔

چودھری خادم حسین: چلیں پانچ سات منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: تواڈے حصے وچ پندرہ منٹ آندے سی پر تسیں تے پہلے ای ویہہ منٹ لا چکے او۔

چودھری خادم حسین: جناب! اٹھ منٹ تے اونہاں نے لے لتے نیں۔ ویہاں وچوں اٹھ کڈھے تے بارہ منٹ تے میرے باقی نیں۔

جناب سپیکر: جے کوئی گل رہ گئی اے تے کر لو۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! کیا آپ بھی اس پنجابی کمیٹی کے ممبر بن چکے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، چونکہ اوہ پنجابی وچ گل کردے پے سی تے ایس کر کے میں پنجابی وچ جواب دتا اے۔

چودھری خادم حسین: جناب! اتھے ایہہ کہیا گیا اے کہ پنجاب دے چیف منسٹر دے صوابدیدی فنڈ کیوں رکھے گئے نیں۔ ایہہ فنڈ چیف منسٹر لئی بہت ہی لازمی نیں۔ کیونکہ انھوں نے جتھے وی جلسیاں تے جانا ہوندا اے تے لوک اونہاں توں ڈیمانڈ کردے نیں۔ جد اونہاں کول فنڈ نہ ہون گے تے فیر اوہ ساڈے مطالبات کس طرح پورے کرن گے؟ دوجی ایہہ گل اے کہ کجھ حلقیاں وچ اتنی زیادہ ترقیاتی تے ڈویلپمنٹ دی سکیماں نیں۔ جیہڑیاں سابقہ ادوار دیاں آ رہیاں نیں تے اوہ چالو پراجیکٹ نیں۔ ایس واسطے اوتھے ADVP وچوں وی پیسے بھدے نیں تے جنہاں دوستاں دیاں گھٹ سکیماں نیں اونہاں نوں صوابدیدی فنڈ وچوں priority دے حساب نال دتا جائے گا۔ ایس واسطے اوہ بڑا ضروری اے۔ ایس توں بعد مہنگائی دی گل اے کہ ایہہ کیوں اے ۔ ایہدے دو فیکٹر نیں۔ پہلا تے ایہہ دے کہ جیہڑے انتظامی لوک نیں اونہاں دی پالیسی ایس طرحاں دی ہوندی اے کہ اوہ ایس طرحاں دی پالیسیاں دیندے نیں تے اسیں انگوٹھے لا دیندے آں۔ جیہڑیاں مہنگائی دیاں موجب بندیاں نیں۔ مثال دے طور تے اج دہشت گردی اے ' ڈاکے نیں۔ پرسوں دی گل اے کہ میرے نال دے پنڈ وچ ڈاکہ پیا' دونویں میاں بیوی نے بڑی جرت کیتی۔ ڈاکو نو کلاوہ مار یا۔ پچھے گلی وچ کھلوتے ہویاں نیں فائرنگ کیتی ۔ اوس گھر دے وچ اک بارہ بور دی بندوق وی نہیں۔ اک ڈاکو نوں گولی لگی تے اوہ مر گیا تے دوسری اوہدی بیوی نوں لگی اوہنوں اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ میں سمجھنا آں کہ ایہہ اونہاں دی جوان مردی اے۔ گولی اوہنوں اک پاسوں لگی تے دوجے پاسوں نکل گئی۔ اک ڈاکو مر گیا تے دوجے ڈاکو نس گے۔ میں ایس لئی کہہ رہیا آں کہ مہنگائی اے کہ ساڈے پنجاب وچ اسلحہ فرنٹیئر وچوں آندا سی جیہدا NOC ہوم ڈیپارٹمنٹ دیندا سی ۔ اتھے دے کارخانیاں والیاں نے ملی بھگت دے نال مل کے NOC فرنٹیئر والا بند ایہہ کہہ کے کروا دتا کہ اوتھوں دے لوک ٹیکس ادا نہیں کردے۔ ایہہ سنٹرل گورنمنٹ دا مسئلہ اے۔ اوہ کارتوس جیہڑا ساہنوں دس روپے دا ملدا سی تے ایہہ اونہاں شریف لوکاں نوں ملدا سی جنہاں دے کول اسلحہ لائسنس سی۔ جیہڑے اپنی ذاتی حفاظت لئی اسلحہ رکھدے نیں اونہاں نوں اوہو کارتوس ہن 40,40 روپے دا مل رہیا اے ۔جناب والا! جے اج وی کھول دتا جائے تے سارے جیہڑے لائسنس ہولڈر لوک نیں ۔ سمگلراں

کول ڈا کوڈاں کول چوراں کول دہشت گرداں کول تے گولیاں دی پیٹیاں بھریاں ہویاں نیں۔ اوہ تے بے آندے نیں پر جیہڑے ساڈے شریف شہری نیں اونہاں واسطے مسئلہ بنیا ہویا اے۔ دوجی وجہ سٹاکسٹ نیں۔ یعنی زمیندار دے کولوں -/170 روپے من کنک آ رہی اے تے جناب اتھے اوہدے بسکٹ بے لو تے اوہ -/80 روپے تے -/100 روپے پونڈ یا کلو دے مل رہے نیں۔ یعنی کارخانہ دار ' تاجر ' صنعتکار کما رہیا اے ۔ پچھلیاں دناں دی گل اے کہ میں اتھے فیصل ٹاؤن وچ اک ٹیوب ویل دا افتتاح کیتا سی۔ اونہاں دناں وچ آلو 26,27 روپے کلو سی ۔ گورنمنٹ نے انڈیا دا آلو منگوا لیا۔ تے سٹاکسٹ دا بیان آ گیا کہ انڈیا دا آلو آ گیا اے ۔ آلو دی کوئی ذات نہیں ' آلو دا کوئی مذہب نہیں ۔ آلو آلو اے خواہ اوہ پاکستان وچ پیدا ہووے خواہ ہندوستان وچ ہووے خواہ اے چین ' ہانگ کانگ دے جزیریاں وچ پیدا ہووے۔ ایہناں نے آکھیا کہ انڈیا دا آلو آ گیا۔ فیر اوہ آلو ایہناں نے کڈیا تے سانوں چھ سات روپے کلو آلو ملیا۔ رشوت اسی روز سڑکاں تے ویکھنے آں کہ سامنے ٹرانسپورٹراں نوں نمبر دتے جا رہے نیں۔ مینوں خدشہ اے کہ اخیر ٹرانسپورٹر تنگ آ کے ٹریفک پولیس تے جیہڑیاں موبائل ایجنسیاں سڑکاں تے پھر رہیاں نیں ایہناں نوں کدھرے اپنی گڈیاں بیٹھ نہ دے دین۔ ایہناں دے اتھے کارنامے وی نیں۔ بہت سارے پولیس دے جواناں نے اپنی جاناں دے کہ ایہہ ثابت کیتا اے کہ اساں اپنا فرض ادا کیتا اے۔ لیکن اوس پاسے ذرا توجہ دتی جاوے ۔ میں شارٹ شارٹ گلاں کردا جاناں آں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ اب میں دعوت خطاب دیتا ہوں میاں عبدالستار صاحب کو۔(نعرہ ہائے تحسین)

میاں عبدالستار (پی پی۔ ۱۲۴' لاہور) : شکریہ جناب سپیکر' کہ آپ نے مجھے ۹۷-۱۹۹۶ء کے بجٹ پر بات کرنے کا موقع فراہم فرمایا۔

جناب سپیکر! یہ بات پہلے بھی کی جا چکی ہے کہ جمعے کے روز جو ۹۷-۱۹۹۶ء کا بجٹ پیش کیا گیا اسی دن اخبار روزنامہ "پاکستان" اور روزنامہ "نوائے وقت" میں بجٹ پہلے ہی افشاء ہو گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ وہ بجٹ ہمارے بھاٹی گیٹ کے علاقے سے کسی پریس سے چھپا۔ اس کی کاپیاں لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھی گئیں۔ لیکن میری بدقسمتی یا خوش قسمتی کہ میرے ہاتھ وہ کاپی نہ آ سکی۔ لیکن اخبار میں جو بات پڑھی گئی اور دیکھی گئی میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ کا افشاء ہو جانا وقت سے پہلے

حکومت کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور یہ حکومت کے part پر negligence ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہمارے محترم جن کی تقریر کا وقت سے پہلے اختتام ہو گیا' ہمارے وہ بھولے بھائی مستعفی ہو جاتے اور یہ کہتے کہ یہ وزارت خزانہ کی negligence ہے۔ میں اسے اپنے part پر وصول کرتا ہوں۔ بہرحال' یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہم پاکستان میں اس وقت رہتے ہیں اور پاکستان میں بڑے بڑے حادثے ہو جائیں تو وزرائے کرام ان حادثوں کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! ۹۷-۱۹۹۶ء کے بجٹ کا اعلان ہوا تو یہ بجٹ عوام پر آسمانی بجلی کی طرح موت بن کر گرا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وفاقی اور صوبائی بجٹ دونوں میں ٹیکسوں کی بھرمار ہے۔ مگر عوام کے لیے ان میں کچھ بھی نہیں ہے۔ بجٹ میں حکم رانوں کے لیے نوٹوں کی بارش اور عوام کے لیے ٹیکسوں کی بھرمار۔ جناب سپیکر! حکم رانوں کی نوازشات اور غریب عوام کے لیے ڈیتھ وارنٹ۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکم رانوں کے لیے مراعات اور عوام کے لیے جنرل سیلز ٹیکس کی صورت میں استحصال کی ہر چیز پر ڈاکے کی بات عیاں تھی۔ حکومت کے پاس صدر' وزیر اعظم' وزرائے کرام کے لیے مراعات کی ایک لمبی قطار لیکن غریب ملازمین کے لیے تنخواہ میں نہ کوئی اضافہ نہ کوئی رعایت' بلکہ ہوش ربا مہنگائی کی خبر۔ جناب سپیکر! حکم رانوں کے لیے بتیس سو سی سی کار کے تحفے اور غریب جن کے نوٹوں اور ووٹوں پر ہم منتخب ہو کر آتے ہیں بے نظیر کی حکومت نے دو سال کے عرصے میں پچاسی روپے کے ٹیکس دیے۔ جناب سپیکر! لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ انھی باتوں کے لیے' کیا انھی کاموں کے لیے ان کے آباؤ اجداد نے اور ہم نے ووٹ دیے تھے اور پاکستان بنایا تھا۔ لوگ آج سوچنے پر مجبور ہیں کہ کیا ہم نے قربانیاں اس لیے پاکستان کے لیے دی تھیں کہ ہم حکم رانوں کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عیش و عشرت کے سامان دیتے رہیں اور حکم ران دونوں ہاتھوں سے دولت لوٹتے رہیں اور غریب عوام دو وقت کی روٹی کو ترستے رہیں۔ جناب سپیکر! لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ حکم ران جماعت کے لوگ ملک کی لوٹی ہوئی دولت سے فرانس اور برطانیہ میں سرے کے علاقے میں محل تو بنائیں لیکن پاکستان کے لیے قربان ہونے والوں کے لیے بجٹ میں پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے دو وقت کی روٹی کا سربند بھی نہ ہو۔ لوگ آج سوال کرتے ہیں کہ کیا اسی لیے پاکستان بنایا گیا تھا کہ صدر' وزیر اعظم' گورنر اور وزیر اعلیٰ نے ڈیوٹی فری کاریں منگوائیں۔ حب پاور کمپنی' گوادر' پورٹ قاسم' ورلڈ ٹریڈ سنٹر' پی ٹی سی ووچر' عوامی ٹریکٹر سکیم' افغان ٹرانزٹ' سافٹ ویر کمپیوٹر

جائے۔ جناب سپیکر! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ حکم ران جوڑے کے قریبی ساتھی سلمان فاروقی کے بھائی عثمان فاروقی کو جو کہ سٹیل مل کا ایکٹنگ چیرمین ہے' اسے کھلی چھٹی دے دی گئی کہ وہ سٹیل مل کی لوٹ سیل لگا دے اور اسلام آباد میں اراکین پارلیمنٹ پلاٹ لیتے پھریں اور عام لوگوں کے لیے تو صرف نیلے آسمان کی چھت ہو۔ آج لوگ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ کیا حکم رانوں کی قسمت میں ہی سب کچھ لکھا ہے اور عوام کی قسمت میں صرف سسکیاں؟ جناب سپیکر! یہ حقیقت ہے اور ہمیں اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ خواہ ہم dividing live کے اس پار بیٹھے ہیں یا اس پار' ہم سب کو یہ مل کر سوچنا چاہیے کہ سوائے چند' معدودے چند' آٹے میں نمک کے برابر کچھ اراکین پارلیمنٹ یا اسمبلی کے لوگ کرپٹ ہیں لیکن ارکان پارلیمنٹ اور اسمبلی کے اراکین کی واضح اکثریت ایمان دار' نیک اور شریف لوگوں پر مشتمل ہے۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ وہی چند' معدودے چند لوگ ہیں جو کرپشن کا شکار ہیں۔ وہ کبھی اُن بنچوں پر بیٹھے ہوتے ہیں' کبھی dividing live کے اِس پار بنچوں پر بیٹھے ہوتے ہیں اور وہی ملک کی دولت کو لوٹنے کے چکر میں ہر وقت پڑے رہتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ کیا ہم ان کرپٹ لوگوں کے خلاف محاذ نہیں بنا سکتے؟ کیا ہم ایسا کوئی قانون نہیں بنا سکتے کہ ان کرپٹ لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان معزز ایوانوں سے باہر رکھ دیا جائے؟ اور میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ کڑوی گولی کھانی ہو گی اور وہ جو نواز شریف نے بات کی ہے' وہ جو ہمارے اِس ہاؤس کے قائد حزب اختلاف نے بات کی ہے اسے ہمیں تسلیم کرنا چاہیے اور ہمیں واضح طور پر مان لینا چاہیے کہ احتسابی کمشن ہی ان تمام دکھوں کا مداوا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کا یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ۸۴ ارب ۵ کروڑ روپے کا فاضل بجٹ اس میں ۷۷ ارب کے اخراجات دکھائے گئے اور پھر ٹیکسوں کی بھرمار کر دی۔ اور میرے بھولے بھالے وزیر خزانہ اگلے دن یہ کہنے لگے کہ دس فی صد کٹ بھی لگا دی گئی ہے۔ جناب سپیکر! ٹیکسوں کی بھرمار' ۲۱ ارب کے ٹیکس سٹنر میں لگے۔ وہ بھی پنجاب پر بوجھ۔ پاکستانیوں پر بوجھ۔ پنجاب میں پرائیویٹ ہسپتالوں' شادی ہالوں' پٹرول پمپوں' ڈاکٹروں' ڈینٹسٹوں پر ٹیکس لگا دیے گئے۔ کورٹ فیس ساڑھے سات فی صد کے بجائے ساڑھے آٹھ فی صد۔ پندرہ ہزار کورٹ فیس کی حد بڑھا کر چونتیس ہزار روپے کر دی گئی۔ حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم فری انصاف دینا چاہتے ہیں۔ ہم انصاف کو لوگوں کے گھروں تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ کورٹ فیس ساڑھے

جناب سپیکر! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارا پنجاب کا جو ترقیاتی پروگرام ہے یہ پچھلے سال ۹۶-۱۹۹۵ء ۱۲ ہزار ۵ سو ملین روپے رکھے گئے تھے۔ اور اس خطیر رقم سے حکومت نے یقین ظاہر کیا تھا کہ پنجاب کے سکولوں، کالجوں، سڑکوں، گلیوں، ہسپتالوں، ڈسپنسریوں کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ مگر پنجاب کی قسمت میں شاید ابھی رونا ہی لکھا ہے اور وہ تیرہ ہزار پانچ سو ملین کا جو ترقیاتی بجٹ تھا، اس کی ایک جھلک بھی پنجاب میں کہیں نظر نہیں آتی۔ آج سڑکیں اسی طرح ٹوٹی پھوٹی ہیں۔ گلیاں اسی طرح تاریک ہیں۔ ہسپتال اسی طرح مریضوں سے سسکیاں اور آہیں بھرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طریقے سے سکولوں اور کالجوں میں بچوں کے داخلوں کے لیے مشکلات ہیں لیکن وہ سارے کا سارا 13 ہزار 500 ملین کا بجٹ جو تھا وہ تو ختم ہو گیا اور آج 15 ہزار 750 ملین کا ترقیاتی بجٹ جو دیا گیا ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ کہاں پر ختم ہو گا اور میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ووٹ کی رٹ چل رہی ہے۔ وہ جوں جوں قریب آ رہی ہے وہی 15 ہزار 750 ملین کا بجٹ جو ہے وہ ایسی سکیموں پر یعنی اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کے لیے، ان لوگوں کو خریدنے کے لیے، گھوڑوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے خرچ آئے گا۔

جناب سپیکر! میں یہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا گھپلا جو ہے وہ block allocation میں کیا گیا ہے اور وہ لوکل ڈویلپمنٹ کے لیے 1540 ملین اور priority programme جس میں SAP کے 227 ملین بھی شامل ہیں، 884 ملین رکھے گئے ہیں۔ لوکل کونسل کی ترقیاتی سکیموں کے لیے 300 ملین۔ لیکن مجھے block allocation کی کسی جگہ پر بھی کوئی تصحیح نظر نہیں آتی اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ block allocation کا فنڈ جو ہے یہ وزیر اعلیٰ اپنی مرضی کے مطابق لوگوں میں تقسیم کریں گے۔ اپنی مرضی کے مطابق لوگوں کو سیاسی وفاداریاں خریدنے کے لیے دیں گے اور میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ نکمی تو بالکل بے اختیار ہیں۔ یہ سارے کے سارے فنڈ محترم ملک مشتاق اعوان جو وزیر بلدیات ہیں ان کے ذریعے خرچ کیے جائیں گے اور سیاسی وفاداریاں خریدنے کے لیے یہ ساری کی ساری رقم خرچ ہو گی۔

جناب سپیکر! ترقیاتی پروگرام کی بات ہوئی تو میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ میرے حلقے میں 1992-93ء کے مالی سال میں 2 ہسپتال تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ ایک ہسپتال یکی گیٹ میں اور دوسرا ہسپتال سیدمٹھا بازار میں۔ یکی گیٹ کا ہسپتال جو ہے تقریباً اس کی عمارت تو مکمل

ہو چکی ہے لیکن وہاں پر آج کل آوارہ کتوں کا بسیرا ہے۔ وہاں پر ہسپتال چلانے کے لیے کوئی سامان مہیا نہیں کیا گیا۔ وہاں پر ڈاکٹروں کو provide کرنے کے لیے اس موجودہ بجٹ میں کوئی فنڈ نہیں رکھا گیا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مالی سال جو نیا شروع ہونے والا ہے یہ سارے کا سارا گزر جائے گا اور وہ ہسپتال اسی طرح ویران ہو گا۔ میری جناب کے توسط سے یہ گزارش ہے کہ وہ جو یکی گیٹ کا ہسپتال ہے، جس کی عمارت مکمل ہو چکی ہے، وہاں پر اسے چلانے کے لیے فنڈز مہیا کیے جانے چاہئیں۔ دوسرا ہسپتال جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا سید مٹھا بازار میں تعمیر ہونا تھا۔ اس ہسپتال کی ابتدائی تعمیر بھی مکمل نہیں ہو سکی اور اس ہسپتال کو بند کر دیا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس علاقے کے لوگوں کے ساتھ یہ بہت بڑی زیادتی ہے کہ ایک ہسپتال جو کہ وہاں پر لوگوں کے مفت علاج کے لیے بننا تھا اسے روک دیا گیا ہے۔ میری جناب کے توسط سے گزارش ہے کہ وہ جو دوسرا ہسپتال سید مٹھا بازار میں بننا تھا اس کی تعمیر شروع کی جائے تاکہ وہاں کے لوگ مفت علاج سے مستفید ہو سکیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب، آپ کے پاس دو منٹ اور ہیں۔ آپ دو منٹ میں اپنی بات کو wind up کیجیے۔

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس گھڑی کے مطابق میں نے دس منٹ کم دو پر شروع کیا تھا۔ آپ کے مقرر کردہ ٹائم کے مطابق ابھی میرے پانچ منٹ باقی ہیں۔ تو مجھے اپنے ٹائم کا احساس ہے۔ میں اپنے وقت سے پہلے ہی اپنی تقریر کو ختم کر دوں گا۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میرے حلقہ کے اندرون شہر میں لڑکیوں کا صرف ایک گورنمنٹ ڈگری کالج، چونا منڈی ہے۔ جس وقت نواز شریف کی حکومت تھی اس وقت وہ کالج بن رہا تھا۔ جونہی وہ حکومت ختم ہوئی 1993ء سے لے کر آج تک اس کالج کی تعمیر مکمل کرنے کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں دیا گیا۔ جناب سپیکر! وہ کالج جو کبھی ایک تاریخی کالج بننا تھا، اس کی حالت زار آج دیکھنے کے لائق ہے کہ وہاں پر ہماری بچیاں، ہماری بہنیں اور ہماری بیٹیاں کمروں کی بجائے باہر بیٹھی ہوئی ہیں اور ان کے بیٹھنے کا کوئی انتظام نہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس کی تعمیر اور renovation کے لیے فنڈز مہیا کیے جائیں۔ اسی طریقے سے گورنمنٹ گرلز ہائی سکول اور شیشہ موتی سکول، یہ دو سکول اہم سکول ہیں جہاں پر کہ ہماری کوئی تقریباً چار ہزار بچیاں اندرون شہر کی پڑھتی ہیں

لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں نے پورے کا پورا ڈویلپمنٹ بجٹ دیکھا ہے لیکن ان سکولوں کا مجھے کہیں نام تک نظر نہیں آیا۔ میری وزیر تعلیم سے یہ گزارش ہے کہ وہ اپنے خواب خرگوش سے کچھ تو بیدار ہوں تاکہ ان کو تھوڑا سا احساس ہو اور وہ ان سکولوں کی تعمیر کے لیے کچھ نہ کچھ کر سکیں۔

جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر کی بات کرتے ہوئے میں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جسٹس پر 459 ملین روپے خرچ ہونا propose کیا گیا ہے۔ پولیس کے لیے 5040 ملین' جیل اور detentionplaces کے لیے 444 ملین' سول ڈیفنس کے لیے 33 ملین اور ٹریننگ اینڈ ریسرچ کے لیے 112 ملین۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی کا مسئلہ عرصے سے چلا آ رہا تھا اور سپریم کورٹ نے ایک بہت بڑا تاریخی فیصلہ کیا کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کا فیصلہ دیا اور حکومت نے مجبوراً' چار و ناچار عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جسٹس اور لاء کورٹس کے لیے یہ جو رقم ہے یہ بہت کم رکھی گئی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس رقم کو بڑھایا جانا چاہیے اور وہاں پر جو اس وقت حالت ہے' وزیر قانون یہاں پر تشریف فرما ہیں' جو لوئر کورٹس میں سول جج اور سیشن جج ہیں ان میں اکثریت کرپٹ لوگوں کی ہے۔ مجھے یہ بات کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ ہماری لاء کورٹس میں جہاں پر سے غریبوں کو انصاف ملتا ہے وہاں پر کرپٹ لوگوں اور رشوت کھانے والے لوگوں اور جسٹس خلیل الرحمن صاحب جو کہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس ہیں انھوں نے بھی یہ کہا ہے کہ پہلے کہیں کوئی جج کرپٹ ہوتا تھا اب آوے کا آوا ہی بگڑ گیا ہے اور انھوں نے یہ کہا کہ 16 سال سے جج ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ پہلے عدلیہ میں اتنی کرپشن نہیں تھی جتنی اب ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس کے لیے ایک ہی طریقہ ہے کہ جو لوئر کورٹس کے جج صاحبان ہیں' مجسٹریٹ صاحبان ہیں' ان کی اتنی تنخواہ بڑھا دی جائے کہ وہ کرپشن کے قریب نہ آ سکیں۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی' شکریہ۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! آخر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کورٹوں کی حالت زار بہت خراب ہے۔ وکلاء کے لیے چیمبر کی تعمیر کا وعدہ ابھی ادھورا ہے اسے مکمل کیا جانا چاہیے۔ پھر وکلاء پر جو ایکسائز ٹیکس لگایا گیا ہے اس کے لیے آپ کے توسط سے میری وفاقی حکومت سے گزارش ہے کہ وکلاء پر سے یہ ایکسائز ٹیکس ختم کیا جانا بہت ضروری ہے اور آخر میں ایک sentence کہہ کر میں آپ

سے اجازت چاہوں گا کہ ملازمین کی تنخواہیں نہیں بڑھائی گئیں۔ لیکن ہوا یہ ہے کہ جو کارپوریٹ باڈیز کے ملازمین ہیں ان کے الاؤنسز پر ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ میری یہ گزارش کہ یہ ان کارپوریٹ ملازمین پر بہت بڑی زیادتی ہے۔ ان کے الاؤنسز پر سے ٹیکس ختم کیا جانا چاہیے اور اگر ان پر ٹیکس لگانا ضروری ہے تو سب سے پہلے میں یہ آج کہتا ہوں کہ اگر الاؤنسز پر ٹیکس لگانا ہے تو پارلیمنٹ کے اراکین پر ٹیکس لگائے جائیں' اسمبلی کے اراکین کے الاؤنسز پر ٹیکس لگائے جائیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ہم یہاں پر بیٹھ کر قانون بناتے ہیں اور اپنے لیے قانون نہیں بناتے لیکن ہم غریبوں کے لیے قانون بناتے ہیں۔ ان کے مفادات کے خلاف قانون بناتے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ کارپوریٹ کے ملازمین کے الاؤنسز پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے اسے فی الفور واپس ہونا چاہیے۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ بہت شکریہ' بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی' بہت مہربانی۔ رانا سہیل احمد نون تشریف نہیں رکھتے۔ چودھری عبدالحمید۔

چودھری عبد الحمید: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پہ تقریر کا موقع فراہم کیا۔ ابھی ہمارے بزرگ دوست چودھری خادم حسین یہاں پر بات کر رہے تھے کہ اِدھر کے دوست اور اُدھر کے دوست صرف بجٹ برائے بجٹ کی بات کرتے ہیں۔ آج وقت گزر چکا ہے۔ الحمد للہ' میں 1988ء سے ایم۔پی۔اے چلا آ رہا ہوں اور میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اُدھر کے بیٹھے ہوئے میرے ساتھی آج بھی بعض نے حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کی ہے اور خود چودھری خادم حسین نے جہیز فنڈ پر تنقید کی ہے اور جوئیہ صاحب نے لا اینڈ آرڈر' پولیس' زراعت اور حتیٰ کہ تمام شعبوں پر پالیسز پر مخالفت کی ہے کہ گورنمنٹ کی جتنی پالیسیاں ہیں ان میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔

(اس مرحلے پر میاں ریاض حشمت جنجوعہ کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

اور آج وقت آ چکا ہے کہ عوام کو اعداد و شمار کی جادو گری سے متاثر نہیں کیا جا سکتا نصف صدی گزر جانے کو ہے لیکن ہماری بدقسمتی رہی ہے کہ ہمارے کئی بجٹ تو مارشل لاء نے بنائے اور کئی جمہوری دور میں پیش ہوئے اور سب نے ایک ہی پیغام دیا کہ یہ غریبوں کا بجٹ ہے اور ان میں غریبوں کو مایوسی کے علاوہ کچھ نہ ملا اور آہستہ آہستہ نفرت کی دیوار بڑھتی گئی بیوروکریٹس

کی یہ سازش کامیاب ہوتی گئی اور آج ہمارے ملک میں سیاست دانوں اور عوام کے درمیان نفرت کی دیوار اتنی بڑھ چکی ہے کہ جب بھی وہ کسی ایم۔ این۔ اے یا ایم۔ پی۔ اے کی گاڑی کو دور سے دیکھتے ہیں تو اس کے خلاف عجیب قسم کی باتیں کرتے ہیں اور یہاں تک کہ بعض دوست تو گالیاں بھی دیتے ہیں۔

جناب والا! ہر سال مخصوص لوگوں کے لیے مراعات اور اپنے لیے مایوسی دیکھ کر لوگ باغی ہو رہے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ کہیں ایسا وقت آ جائے کہ یہ پوری قوم باغی ہو جائے اور ٹیکس دینے سے راہ فرار اختیار کرے اور یہاں تک کہ وہ بجلی کا بل بھی نہ دیں۔ پانی کے ٹیکس نہ دیں' ہاؤس ٹیکس نہ دیں اور پھر اس وقت اس حکومت کا اور ہمارا اس صوبے کا کیا بنے گا اور جب غریب لوگوں کی دلچسپی کا یہ عالم ہے' ابھی یہاں پر کل میرے ایک دوست فرما رہے تھے کہ ان کے کہنے پر تو کوئی بھی سڑکوں پر باہر نہیں آتا اور ہم نے جب بھی لوگوں کو بلایا تو لوگ بڑی تعداد میں ہمارے جلسوں میں آئے اور آج وقت گزر چکا ہے اور شاید یہ بات تمہارے ذہن سے گزر چکی ہے کہ اگر ہمارے ورکر لوگوں کو گھروں سے نکال کر باہر نہ لائیں اور ہم اس طریقے سے ان سے جا کر request نہ کریں تو آج ملک کا صرف دو فیصد طبقہ بھی ووٹ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ پولنگ سٹیشن پر آنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ لوگ اس نظام سے تنگ آ چکے ہیں۔ لوگ اس قدر نفرت کرتے ہیں' لہٰذا اس سے ہٹ کر کبھی ادھر اور کبھی ادھر کی بات کرنے والوں کو یہ بات بھی ذہن میں رکھ لینی چاہیے کہ بیورو کریٹس کا یہ بجٹ ہم نے پڑھ تو دیا ہے اور آخری وقت تک اسی پر ڈٹے نہ رہیے موجودہ سسٹم فیل ہو چکا ہے اور ہمیں اس کو تبدیل کرنا ہو گا۔ جناب والا! ایسا سسٹم لانا ہو گا جس میں امیر اور غریب دونوں کو ساتھ لے کر چلنا ہو گا۔ جناب والا! میں اس موقع محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ جس نے میرے وطن عزیز کو دنیا میں کرپشن کے لحاظ سے دو نمبر پر پہنچا دیا ہے اور جس تیزی سے ہم اس طرف جا رہے ہیں بہت جلد ہم ایک نمبر پر پہنچ جائیں گے ٹولنٹن مارکیٹ فروخت ہو گئی مگر وزیر اعلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے علم نہیں۔ انہیں علم ہو بھی کیسے سکتا ہے اس صوبے میں ایک حکم سینئر وزیر کا چلتا ہے ایک حکم وزیر اعلیٰ کا چلتا ہے گورنر پنجاب کا اور ایک حکم چلتا ہے سینئر وزیر اعلیٰ کا۔ اور جب بھی پنجاب میں کوئی ہلچل ہوتی ہے تو جناب' میرے خلاف اسی وقت کارروائی شروع ہو جاتی ہے جب جناب منظور وٹو

صاحب کی حکومت بنی اس وقت بھی میرے خلاف چار کیس رجسٹر ہوئے اور پھر جب منظور وٹو صاحب کو اپنی حکومت بچانے کے لیے کچھ لوگوں کی ضرورت پڑی اس وقت بھی میرے خلاف دو کیس رجسٹر کر دیے گئے اور جب منظور وٹو اپنے لیے ووٹ لینا چاہتے تھے اس وقت بھی میرے ساتھ یہی کچھ ہوا اور آج جب منظور وٹو صاحب سپریم کورٹ میں پہنچ چکے ہیں اور وہاں سے حکم ہو چکا ہے کہ جناب یہ فیصلہ تیس دن میں کر دیا جائے تو اب پھر وہی کام دوبارہ شروع ہو چکے ہیں اور آج پھر میرے خلاف دو کیس رجسٹر کئے جا چکے ہیں اور مزید دو درخواستوں پر آرڈر دیے جا چکے ہیں اور آج یہ حالت ہے ابھی چند دن پہلے کی بات ہے جس دن بجٹ پیش ہونا تھا۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر جناب سے یہی بات کرنا چاہتا تھا کہ میری بات سن لیجیے گا لیکن آپ نے مجھے وقت نہ دیا۔ جناب والا! میں یہ بتلا دینا چاہتا تھا کہ اس وقت تمام لوگ صرف مجھے گرفتار کرنے کے لیے ہائی کورٹ پہنچے ہوئے تھے اور اس صوبے کے سینئر وزیر اعلیٰ کا یہ حکم تھا کہ اگر یہ شخص گرفتار نہ ہوا تو میں محکمہ انٹی کرپشن کو بند کر دوں گا۔ میں اس دفتر کو سیل کر دوں گا کہ اگر آپ اس میں ناکام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میری ضمانت ہوئی اور کورٹ نے یہ آرڈر فرمایا کہ اس کے علاوہ بھی کسی کیس میں گرفتار نہ کیا جائے اور جب میں بجٹ سیشن میں حاضر ہونے کے لیے اس طرف آ رہا تھا تو اس وقت بھی وہ تمام لوگ میرے پیچھے اس مین گیٹ تک آئے۔ تو جناب والا! میں یہاں پر یہی گزارش کرنا چاہتا تھا کہ جناب' میرا یہی قصور تھا کہ میرے شہر میں جو سب سے قیمتی پلاٹوں کی لوٹ سیل لگی تھی وہ کن کن کو الاٹ ہوئے اور وہاں پر کیا کچھ ہو رہا تھا تو میں نے اخبار میں statement دی۔ وہاں پر جو لوگ قابض تھے وہ میرے پاس آئے میں ان کا نمائندہ ہوں میرا فرض بنتا ہے کہ میں ان کی تکلیفوں کا ازالہ کروں ان کے لیے میں نے گورنمنٹ سے استدعا کی کہ ان کو بے گھر کرتے وقت کم از کم یہ تو سوچ لیجیے گا کہ یہ اپنے بچوں کا پیٹ کہاں سے پالیں گے۔ یہ نہیں۔ اس کے علاوہ بے شک سارا شہر انہیں الاٹ کر دو۔ لیکن کم از کم انہیں متبادل جگہ تو دیجیے گا۔ لیکن کسی نے میری ایک نہ سنی انہیں اٹھا کر باہر پھینک دیا اور رات کو تمام انتظامیہ' تمام پولیس وہاں پر موجود تھی۔ وہ چار دیواری بنا رہے تھے تمام رات لگا کر انہوں نے وہ چار دیواری مکمل کی اور صبح ان ۳۷ صاحبان نے کہا کہ یہ لیجیے گا جناب' وہ پلاٹ جہاں پر پہلے کارپوریشن پلازا بنانا چاہتی تھی اور پھر اس کے بعد Improvement Trust نے کوشش کی کہ ہم

یہاں پر پلازا بنائیں۔ ان دونوں اداروں کو اجازت نہ ملی اور وہ پلاٹ ایک ایم۔ پی۔ اے کو الاٹ کر دیا گیا۔ جناب میں نے لوٹ مار کے خلاف آواز بلند کی ہے اور مجھے کئی افسران نے یہ بھی اشارہ دیا بلکہ کئی ایک نے اپنے دفتر میں بلا کر مجھے pressurize کیا کہ اگر آپ نے ایمان داری کا سرٹیفکیٹ حاصل نہ کیا تو اس قسم کے اور کئی کیس تمہارے خلاف رجسٹر ہوں گے تو میں نے ان کی خدمت میں یہی گزارش کی کہ اگر مجھے ایمان داری کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے یہ کچھ کرنا پڑے گا تو میں اس سے بے ایمان ہی بھلا ہوں لیکن میں اپنی آواز ضرور بلند کرتا رہوں گا اور یہ بات ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی بند نہ ہو گی اور میں نے جب یہ بات لوگوں کو بتلائی۔ میں نے بڑے بڑے اجتماع کئے اور لوگوں سے پوچھا کہ بیت المال سے گیارہ کروڑ روپیہ آیا ہے کیا تمہیں اس میں کوئی ٹیڈی پیسہ ملا ہے؟ اس بڑے اجتماع میں ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جس نے ہاتھ اٹھا کر یہ کہا ہو کہ وہاں سے مجھے کچھ رقم ملی ہے۔ اسی طرح عید گفٹ، گھی کی تقسیم، سائیکل اور مشینیں تقسیم ہوئی ہیں۔ تو اس میں بھی یہی صورت حال تھی اور میں چونکہ اڑھائی سال سے محکمہ انٹی کرپشن کے مقدمات میں ملوث ہوں اور میں تاریخیں بھگت رہا ہوں لیکن میں نے ابھی چند ماہ پہلے یہ دیکھا کہ ہمارے محترم وزیر جناب غلام عباس صاحب نے یہ حکم دیا ہے کہ جس جس ایم۔ پی۔ اے نے جو جو گھپلے کئے ہیں۔ چاہے اس کا تعلق کسی بھی جماعت سے ہے مجھے رپورٹ پیش کی جائے اور جب میں نے یہ دیکھا تو مجھے انتہائی خوشی ہوئی کہ جناب خدا کا شکر ہے کہ ہمارے منسٹر کو کم از کم یہ احساس ہوا ہے کہ ہمارے اپنے بھی کچھ لوگ ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ تو میں نے ایک لمبی لسٹ اس دفتر میں دیکھی جن میں لکھا ہوا تھا کہ ڈویلپمنٹ پروگرام سے فلاں شخص نے اتنے لاکھ کا گھپلہ کیا، فلاں شخص نے اتنے لاکھ کا کیا، فلاں شخص نے اتنے لاکھ کا گھپلہ کیا اور کئی ایک ایم۔ پی۔ ایز کے خلاف تو یہاں تک لکھا ہوا تھا کہ اس نے اپنی گرانٹ سے ایک روپیہ خرچ نہیں کیا، بلکہ پہلے سے بنی ہوئی سڑکوں، نالیوں اور گلیوں کی پیمائش کر دی اور فرضی ناموں سے ٹھیکیداروں کے نام دیے گئے تھے ان کے نام سے رقم نکلوا کر اپنے گھر لے گیا لیکن اس کے بعد ہمارے منسٹر نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ کیا بے بسی تھی، اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس کے بعد کچھ نہیں ہو سکا۔۔۔

وزیر برائے انسداد رشوت ستانی : جناب سپیکر! چودھری حمید صاحب نے مجھے کوئی ایسی لسٹ

پیش نہیں کی ۔ جہاں تک یہ اپنے کیسز کے حوالے سے بات کر رہے ہیں چونکہ میں خود تو investigation نہیں کر رہا مگر میری یہ تجویز ہے کہ اگر یہ بہتر فرمائیں تو اپوزیشن بنچوں سے کوئی دو آدمی لے لیں اور دو ہماری طرف سے لے لیں اس کیس کا چار رکنی کمیٹی معائنہ کر لے۔ اگر ان کے خلاف غلط انٹی کرپشن کا مقدمہ ہو گا تو ۲۴ گھنٹے میں خارج ہو جائے گا اور اگر واقعی بطور میئر ان سے کوئی بددیانتی مرتکب ہوئی ہے تو یہ بھی یہاں ہاؤس میں وعدہ کریں کہ یہ مہینے کے اندر اندر اس غریب قوم کا وہ پیسہ واپس کر دیں گے۔ آپ کمیٹی بنا دیں جو آپ ہی کی سربراہی میں ہو ۔ وہ کیس آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا ۔ جو بھی ہے مجھے اس کا پتا نہیں۔ کیونکہ میں نے اس کو پڑھا نہیں ہے ۔ خاکوانی صاحب بیٹھے ہیں ' راجہ بشارت صاحب بیٹھے ہیں۔ یہ دونوں آدمی بےشک آپ کمیٹی میں رکھ لیں ۔ ادھر سے بھی دو آدمی رکھ لیں اور آپ کی سربراہی ہو جائے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ جو حقائق ہیں وہ سامنے آ جائیں گے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ خدانخواستہ انھوں نے کوئی بد دیانتی کی ہے ۔ میرے منسٹر بننے سے پہلے کے مقدمات ہیں جیسے انھوں نے خود فرمایا کہ یہ وٹو صاحب کے زمانے میں بنے تھے ۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ لیکن چونکہ مقدمات موجود ہیں ۔ یہ میرے علم میں ہے کہ مقدمات موجود ہیں ۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ ہمیں ایک اچھی بنیاد رکھ لینی چاہیے۔ اگر ان کے خلاف یہ ثابت ہو جائے تو انھیں خود بخود نمائندگی سے علیحدہ ہو جانا چاہیے ۔ اگر ان کے خلاف کوئی ایسی بات نہیں ہو گی تو میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ چوبیس گھنٹے میں ہی وہ مقدمہ ختم ہو جائے گا۔ دو معزز ممبر ادھر سے لے لیں اور دو ادھر سے لیں آپ اس میں سربراہی فرمالیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: مجھے تجویز منظور ہے لیکن ایک بات میرے نوٹس میں آئی اور جس کے لیے مجھے امید ہے کہ ان کا ضمیر انھیں اجازت دے گا کہ وہ اس کو confess کریں گے ۔ میری وہ موہوم سی امید جو غلام عباس صاحب سے تھی وہ بھی ختم ہو گئی ہے۔ بہاولپور کے محکمہ فوڈ میں کروڑوں کے غبن والے کیس میں جو صاحب ایک حکومتی عہدیدار کے خاوند ہیں اور وہ ان کے پاس رشوت کی رقم لے کر آتے ہیں۔ سلام کرتا ہوں جناب غلام عباس کو کہ اسی وقت پولیس کو بلاتے ہیں کہ انٹی کرپشن کے وزیر کی حیثیت میں یہ مجھے رشوت پیش کر رہا تھا ۔ اور غالباً اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو اس نالائق آدمی نے ایک فوٹو گرافر بھی ساتھ لیا ہوا تھا ۔ اور پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر اس نے فوٹو بھی کھینچا تاکہ بعد میں میں غلام عباس کو بلیک میل کر سکوں۔ فلیش

پڑنے پر جناب غلام عباس صاحب کو معلوم ہوا اور پھر انھوں نے پولیس کو بلایا اور انہیں گرفتار کرانا چاہتا۔ اسی دوران وہ محترمہ جو اس وقت حکومت کے کسی ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں غالباً ان کا نام شہناز شیخ ہے۔ وہ بھاگیں، منتیں کیں پاؤں پڑیں لیکن غلام عباس صاحب نہیں مانے۔ لیکن پھر ایک حکومت کے اور پارٹی کے بڑے عہدے دار آئے اور بالآخر غلام عباس زچ ہو گئے اور انہیں چھوڑنا پڑا۔ غلام عباس صاحب، پہلے مجھے جواب دیجیے کہ کیا آپ فری ہیں؟ کیا آپ واقعی بلا امتیاز کارروائی کریں گے؟ ہم اس ہاؤس کی کمیٹی کے ممبر بننے کے لیے تیار ہیں۔۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات relevant ہے۔ لیکن یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

وزیر برائے انسداد رشوت ستانی: جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو میں ذاتی نکتہ وضاحت پہ بات کروں۔ جناب سپیکر! یہ حقیقت ہے کہ ایک صاحب میرے گھر تشریف لائے اور ان کے خلاف انٹی کرپشن میں مقدمہ تھا۔ مگر انھوں نے پیسے وغیرہ مجھے پیش نہیں کیے۔ یہ بات غلط ہے۔ وہ مجھے یقیناً سفارش کے لیے آئے تھے یا ورغلانے کے لیے آئے تھے یا کہنے کے لیے آئے تھے۔ مگر جو ان کے ساتھ میں نے سلوک کیا ہے وہ بھی پورے پاکستان کو علم ہے۔ میں نے یقینی طور پر کہا کہ ان کو گرفتار کر لو۔ ہم نے اس کو ہتھکڑیاں لگوائیں، سب کچھ کیا مگر اس کے بعد جو اس کے خلاف مقدمہ تھا اس میں وہ ضمانت پر تھا۔ اور جو اس نے میرے پاس آ کر سفارش یا pressurise کرنے کی کوشش کی اس کی سزا ہم نے اس کو کافی دی اور اس کے بعد اس سے معافی نامہ لے کر باقاعدہ طور پر رہا کیا گیا تھا۔ جناب خاکوانی صاحب، کسی قسم کی اس کے ساتھ رعایت نہیں کی گئی اور نہ ان شاء اللہ دباؤ مانا جائے گا اور نہ دباؤ قبول کروں گا۔ کسی بندے کو نہیں چھوڑوں گا۔ جب بھی چھوڑوں گا۔ وزارت چھوڑوں گا۔ بندہ نہیں چھوڑوں گا۔

چودھری عبدالحمید: محترم بھائی غلام عباس صاحب کی یہ تجویز مجھے منظور ہے۔ وہ کمیٹی کی بات کرتے ہیں میری ان سے گزارش ہے کہ وہ خود ہی سب کچھ چیک کر لیں۔ جب کہیں میں ان کے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ خود چیک کر لیں جو یہ فیصلہ دیں گے مجھے قبول ہو گا۔

وزیر برائے انسداد رشوت ستانی: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ بہت بڑا بوجھ مجھ پر ڈال رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ بعد میں کوئی ایسی بات نہ ہو کہ political victimisation ہوئی ہے۔ اس لیے کمیٹی کی تجویز آپ قبول فرمائیں۔ آپ اس کمیٹی کی سربراہی فرمائیں اور دو ممبر ادھر سے اور دو

ادھر سے لیں۔ بے شک ایک ہفتے کے اندر، چھ دن کے اندر، چار دن کے اندر آپ کے سامنے سارا ریکارڈ پیش کر دیا جائے گا اور آپ خود اس کو دیکھ لیں۔

جناب چیئرمین: چونکہ حکومت کی طرف سے وزیر قانون یہاں پر موجود ہیں میں اس مسئلہ پر ان کا نقطہ نظر معلوم کرنا چاہوں گا۔

وزیر قانون: یہ متعلقہ منسٹر صاحب کی تجویز ہے اور جو انھوں نے آفر دی ہے اس سے میں انکار تو نہیں کر سکتا۔

وزیر پارلیمانی امور: جناب غلام عباس صاحب کا موقف یہ ہے کہ جناب والا! اس کے سربراہ ہوں اور دو ممبر ادھر سے لے لیے جائیں اور دو ادھر سے لے لیے جائیں۔

وزیر برائے انسداد رشوت ستانی: جناب چیئرمین! اگر یہ ثابت ہو جائے کہ واقعی فراڈ یا زیادتی سرزد ہوئی ہے تو اس کے بعد وہ کسی عدالت میں اپیل میں نہیں جائیں گے۔

جناب چیئرمین: اس مسئلے میں یہ گزارش ہے کہ اگر یہ مقدمات چالان ہو کر انٹی کرپشن کی عدالت میں پہنچ چکے ہیں تو پھر ہم یہاں ہاؤس میں کوئی ایسی کمیٹی فریم کرتے ہیں تو یہ مسئلہ sub-judice ہو گا۔

وزیر قانون: جناب والا! ان کی تقریر میں بھی اس مسئلے پر بات نہیں ہونی چاہیے تھی۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں وزیر قانون کی یہ بات مجھے زیادہ قانونی لگتی ہے کہ جب مسئلہ sub-judice ہے اور مقدمہ عدالت میں ہے.....

وزیر پارلیمانی امور: میرے خیال میں یہ مسئلہ عدالت میں ہے اور یہ عدالت سے bail پر ہیں۔ یہ معاملہ قبل ازیں عدالت میں زیر سماعت ہے۔ Court has taken cognizance تو میرا خیال ہے کہ ان کو یہ مسئلہ اٹھانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ ہمارے منسٹر صاحب کا موقف تو ان کی بات پہ آیا ہے۔ حکومت کو چاہیے تھا کہ اپنا موقف بھی بیان کرتے۔

جناب چیئرمین: اگر ان کے مقدمات زیر تفتیش ہیں اور ان کے چالان مرتب ہو کر انٹی کرپشن کی عدالتوں میں نہیں گئے تو پھر تو یہاں پہ کمیٹی بنائی جا سکتی ہے۔

جناب محمد بشارت راجہ: جناب والا! آپ کا فرمان بالکل درست ہے کہ جب کوئی مسئلہ sub-judice

ہو یا عدالتوں میں زیر سماعت ہو تو اس کے متعلق کمیٹی بنانا بے سود ہو گا اور مناسب بھی نہیں ہے۔ چودھری صاحب نے جو بات کی تھی وہ poitical victumisation کے حوالے سے کی تھی۔ وہ ایک حوالہ دے رہے تھے، وہ کوئی مقدمات کے صحیح یا غلط ہونے کے متعلق بات نہیں کر رہے تھے۔ یہ poitical victimisation کی بات ہو رہی تھی۔ وزیر موصوف جو کہ انٹی کرپشن کے وزیر ہیں یہ بات ان کے علم میں ہے کہ مقدمات عدالتوں میں ہیں۔ انہیں آج اس ایوان کی کارروائی کے دوران یہ تیسرا یا چوتھا موقع ہے کہ انھوں نے کھڑے ہو کر خود اس بات کا اظہار کیا ہے کہ کمیٹی بنا دی جائے۔ میں فلاں بات کرنے کے لیے تیار ہوں، فلاں بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھیں بھی تھوڑا سا ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس طرح چیلنج برائے چیلنج ایوان میں نہیں کرنا چاہیے۔ انھوں نے ریفرنس دیا ہے۔ وزیر موصوف اپنی تقریر میں یا ان کی طرف سے کوئی ممبر اپنے وقت پر اس کا جواب دے دیتا تو میں سمجھتا ہوں اس طرح بہتر طور پر کارروائی چل سکے گی۔

جناب وزیر قانون : جناب والا ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جی فرمائیے۔

وزیر قانون : جناب سپیکر ! ایک مقدمہ جو sub-judice ہے اس کا اس ہاؤس میں ذکر کرنا بھی ایسے ہی ہے جیسا کہ اس پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ اس لیے معزز رکن کو ان مقدمات کا اس ہاؤس میں ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ اس سے عدالتوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا میں یہ کہوں گا کہ اگر یہ sub-judice ہے تو ان کی تقریر کا وہ حصہ حذف کر دیا جائے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جی فرمائیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : جناب سپیکر ! میرے دوست چودھری عبدالحمید صاحب نے فرمایا ہے کہ مجھ پر جو مقدمات ہیں ان میں وہ عدالتوں کی طرف سے ضمانت پر رہا ہیں لیکن پنجاب حکومت victumize کرنے کے لیے ان کے پیچھے پولیس لگا دیتی ہے۔ کیا وہ یہ بات اسمبلی میں نہ کریں؟ جناب والا ! یہ معاملہ کیسے sub-judice ہو گیا؟ اور وہ پولیس ان کا تعاقب کرتے ہوئے

گے تو پھر کہاں اٹھائیں گے؟ ہم نے یہ نہیں کہا کہ آپ ہمارے مقدمات میں ہمیں victimize کر رہے ہیں۔ یہ تو عدالتوں کا کام ہے وہ جو کرنا چاہیں کریں لیکن وہ اس وقت ضمانت پر ہیں اور پولیس ان کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ جناب والا! یہ پولیس ان کے پیچھے کس کے اشارے پر لگی ہوئی ہے؟ آپ اس کو کنٹرول کریں۔

جناب چیئرمین : اگر پولیس معزز رکن کو ہراساں کر رہی ہے تو معزز رکن کے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں کہ وہ اپنی harrassment کے خلاف اسمبلی کے forum پر آواز اٹھا سکتے ہیں۔

وزیر برائے انسداد رشوت ستانی : جناب والا! یہ ضمانت پہ نہیں تھے اسی لیے انھوں نے ہائی کورٹ سے ضمانت کرائی ہے۔ اور یہ کبھی شامل تفتیش نہیں ہوئے ۔ ان کے خلاف کروڑوں روپے غبن کے مقدمات ہیں۔ اب یہ ہاؤس کی کمیٹی سے کیوں بھاگتے ہیں؟ یہ آئیں ہاؤس کی کمیٹی میں' اپنے آپ کو ہاؤس کی کمیٹی میں پیش کریں۔

چودھری عبدالحمید : جناب والا! میں تو یہ کہتا ہوں کہ پورے ہاؤس کی کمیٹی کی بھی ضرورت نہیں بلکہ صرف وزیر صاحب' غلام عباس صاحب ہی اس پر خود فیصلہ کر دیں تو میں اسے مان لوں گا۔ جناب سپیکر! اگر میں حکومتی بنچز پر بیٹھ جاؤں تو میں سب سے بڑا ایمان دار بن جاؤں گا اور اب اپوزیشن کی طرف بیٹھا ہوں تو میں سب سے بڑا بد دیانت ہوں' میں کرپٹ ہوں' میں نے کروڑوں کا فراڈ کیا ہے۔ جناب والا! میں نے کوئی فراڈ نہیں کیا میرا صرف یہی قصور ہے کہ میں لوٹا نہیں بنا' میرا یہ قصور ہے کہ میں نے تمہارے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے' میرا یہ قصور ہے کہ میں نے سرگودھا میں لوٹ مار کے خلاف آواز بلند کی ہے؟ جو کیس وٹو دور میں میرے خلاف درج ہوئے وہ علیحدہ ہیں لیکن ابھی انھوں نے میرے خلاف چار کیس رجسٹر کیے ہیں اور سرگودھا میں انھوں نے دو ٹاؤٹ رکھے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ انھی کے نام سے میرے خلاف درخواستیں دی جاتی ہیں۔ 5 لاکھ کی آبادی کے شہر میں کوئی اور شخص میرے خلاف ان کو نہیں ملا جو درخواست دے۔ یہ ان ٹاؤٹوں سے ایڈوانس درخواستیں لے لیتے ہیں۔ موجودہ حکومت نے وٹو کو فارغ کرنے کے بعد فوری طور پر میرے خلاف چھ درخواستیں لیں جو کہ سب کی سب ایک ہی تاریخ میں لی گئی ہیں اور ان کے سیریل نمبر بھی متواتر یعنی 231, 232, 233, 234, 235, 236 ہیں۔ پھر اس کے بعد ایک مقدمہ درج کیا' پھر دوسرا کیا۔ میں یہاں اسمبلی کے فلور پر کھڑا ہو کر یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ ' خدا کی قسم مجھے یہ کہا گیا کہ تم اس گروپ میں شامل ہو جاؤ ' تم اس حکومت میں شامل ہو جاؤ۔

جناب چیئرمین : میں چودھری عبدالحمید صاحب اور وزیر انٹی کرپشن غلام عباس صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اس معاملے پر اب خاصی طویل بات ہو چکی ہے ۔ چودھری صاحب کی پیش کش بھی نیک نیتی پر مبنی ہے لیکن دیکھنا صرف یہ ہے کہ اگر ہم یہاں پر کوئی ایسی کمیٹی frame کرتے ہیں تو کیا وہ خلاف قانون تو نہیں؟ اور میرے خیال میں اب اس مسئلے پر مزید بات نہیں ہونی چاہیے۔ ہاں' آپ اگر بجٹ پر کچھ مزید فرمانا چاہتے ہیں تو فرمائیں۔

چودھری عبدالحمید : جناب والا ' میں نے ان سے کوئی بھیک نہیں مانگی۔ مجھے علم ہے کہ میرے خلاف جو کچھ ہونا ہے وہ ہوتا رہے گا۔ میں نے تو صرف یہ گزارش کی تھی کہ ہم تمام دوستوں کو غلام عباس صاحب پر فخر ہے کہ وہ ایک اچھے آدمی ہیں ' انھیں کام کرنے کا شوق ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ کام بہتر طریقے سے ہونا چاہیے۔ اور اگر کسی کے خلاف کوئی اس قسم کی زیادتی ہو رہی ہے تو وہ نہیں ہونی چاہیے۔ میرے خلاف تو ابھی مزید دو اور مقدمات درج کر دیے گئے ہیں۔ میونسپل کارپوریشن کا دس دفعہ آڈٹ ہوا ہے اور میرے پنجاب میں واحد میونسپل کارپوریشن سرگودھا ہے جس کا سب سے زیادہ دفعہ آڈٹ ہو چکا ہے لیکن ان کو میرے خلاف کچھ نہیں مل رہا ----

جناب چیئرمین : چودھری صاحب ! آپ میری گزارش سنیے کہ جو مقدمات چالان ہو کر عدالتوں میں جا چکے ہیں ان کا ذکر کرنا تو یہاں کسی لحاظ سے مناسب نہیں ہے۔ البتہ وہ مقدمات جو ابھی تک انٹی کرپشن پولیس کے پاس زیر سماعت ہیں ان کے بارے میں اگر آپ کوئی کمیٹی بنوانا چاہتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

وزیر پارلیمانی امور : جناب والا ' غلام عباس صاحب نے نیک نیتی سے ' ایک جذبے کے ساتھ' محبت کے ساتھ ' پیار کے ساتھ ' خلوص کے ساتھ آفر دی تھی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اپوزیشن کی طرف سے ان کے اس جذبے کو appreciate کیا جاتا کیونکہ ان کا جذبہ نیک نیتی پر مبنی ہے۔ انھوں نے کوئی بات mala fide or ulterior motive سے نہیں کی تھی۔ اس لیے میرے دوست عبدالحمید صاحب کو اسے کوئی دوسرا رنگ نہیں دینا چاہیے تھا' بلکہ انھیں ان کے اس جذبے کو appreciate کرنا چاہیے تھا۔ انھوں نے تو نہایت خلوص دل سے ' اس جذبے کے ساتھ کہ خدانخواستہ ان کے ساتھ کوئی زیادتی

نہ ہو جائے یہ آفر کی تھی لیکن چونکہ معاملہ sub-judice ہے۔ اس لیے قانونی تقاضے راستے کی دیوار ہیں۔

جناب چیئرمین : چودھری عبدالحمید صاحب ! آپ کی اگر کچھ تقریر باقی ہے تو فرمائیں۔

چودھری عبدالحمید : جناب والا ! ہر سال پولیس کے لیے رقم بڑھا کر رکھی جاتی ہے جبکہ اسی رفتار سے جرائم بھی بڑھ رہے ہیں۔ اگر یہی رقم لوگوں میں تقسیم کر دی جائے اور انھیں کہا جائے کہ آپ نے اپنی حفاظت خود کرنی ہے تو نتیجہ اس سے بہتر آئے گا۔ ہر گاؤں میں پولیس نہیں ہوتی لوگ خود اپنی حفاظت کا انتظام کرتے ہیں۔ شہروں میں جرائم زیادہ ہیں اس لیے شہروں میں لوگ اپنی حفاظت خود نہیں کرتے۔ جناب والا ! روزانہ سینکڑوں لوگ قتل ہو رہے ہیں' بڑی بڑی شاہراہوں پر کئی کئی گھنٹے سڑک بلاک کر کے لوٹ مار کی جاتی ہے یہاں تک کہ اب تھانے بھی محفوظ نہیں ہیں۔ کئی ایک تھانے ایسے ہیں کہ جن میں وہ لوگ جو arrested تھے قتل ہو گئے۔ گھر محفوظ نہیں ہیں۔ جب چاہو' جس وقت چاہو کسی کو لوٹ لو' قتل کر دو' ڈکیتی کر لو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ مقدمات درج نہیں ہوتے اور آج کل ایک نئی بیماری چلی ہوئی ہے کہ پہلے تو مدعی کے کہنے پر مقدمہ ہی درج نہیں ہو گا اور اگر مقدمہ درج ہو گیا تو پھر یہ ہوتا ہے کہ اس کے خلاف بھی ایک مقدمہ درج کر دو' پھر اس کو صلح پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ جب تک وہ صلح نہ کرے اس کی جان نہیں چھوٹتی یا پھر وہ بھی ملزم کے ساتھ جیل میں جائے گا۔ پولیس کہتی ہے کہ ہم پر اوپر سے پریشر ہے ہم کدھر جائیں' کیا کریں' ہم مجبور ہیں۔ لوگ مایوس ہو چکے ہیں اور وہ سمجھ چکے ہیں کہ ہمیں صحیح انصاف نہ تو پولیس سے مل سکتا ہے اور نہ ہی اس حکومت سے مل سکتا ہے۔ جناب والا ! آج میرے حزب اقتدار کے بھائیوں اور آپ نے خود اپنی تقریر کرتے ہوئے پولیس کے خلاف جو اعتراضات لگائے ہیں آدھے ہاؤس نے اس کی تصدیق کی ہے کہ آج کی پولیس صرف حکمرانوں کی لونڈی بنی ہوئی ہے۔ حکمران صبح اٹھ کر جو حکم دیتے ہیں وہ صرف اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ ملک میں جو لوٹ مار ہے وہ اسی وجہ سے ہے' ملک میں جو ڈاکہ زنی' چوری' فحاشی' عیاشی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ پولیس اپنے منصب سے ہٹ کر کام کر رہی ہے' اپنے منصب سے ہٹ کر ڈیوٹی دے رہی ہے۔

جناب والا ! اب میں تعلیم کے حوالے سے چند ایک باتیں کرنا چاہوں گا کہ نصف صدی

گزر جانے کے باوجود آج تک ہم تجربوں سے ہی گزر رہے ہیں کوئی ٹھوس تعلیمی نصاب جاری نہیں کر سکے ۔ جناب سپیکر، پاکستان میں ایسی تعلیم رائج کی جائے جس سے بچے کی ذہنی ' روحانی اور جسمانی صلاحیتیں اجاگر ہوں اور وہ صحیح مسلمان بن سکے ' قوم ' مذہب اور ملک کے لیے مفید ثابت ہو سکے اور تعلیم کے ذریعے ایسے حکمران سامنے آئیں جو ذاتی مفادات کو چھوڑ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کی مثال قائم کر دیں۔

جناب چیئرمین : چودھری صاحب ! آپ اپنے حصے سے زیادہ وقت لے چکے ہیں ۔

چودھری عبدالحمید : جناب والا ' پندرہ منٹ تو وہ کھا گئے ہیں میں ابھی اپنی بات تو نہیں کر سکا۔

جناب چیئرمین : وہ میں نے آپ کے وقت سے منہا کر دیے ہیں۔

چودھری عبدالحمید : میں نے تو ابھی بمشکل دس منٹ بات کی ہو گی ۔

جناب چیئرمین ، چودھری صاحب! آپ کے پاس ایک منٹ ہے آپ جو فرمانا چاہتے ہیں فرمائیں۔

چودھری عبدالحمید ، جناب والا ! تین سال سے مجھے ڈویلپمنٹ کا ایک روپیہ بھی نہیں ملا اور میرے ہی شہر میں میرے ہی ڈویژن میں میرے ہی ساتھیوں کو ڈویلپمنٹ کی رقم دی گئی ہے۔ جناب والا! وہاں پر بے پناہ مسائل ہیں جن میں گندے پانی کا نکاس ' پینے کا پانی' سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں ' بائی پاس ابھی تک مکمل نہیں ہوا ' over-head bridge جو پیپلز پارٹی کے وقت میں تعمیر ہوا تھا وہ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے' آئے دن اس کی مرمت کی جاتی ہے۔ سٹریٹ لائٹس نہیں ہیں اور ڈویلپمنٹ پروگرام میں لوکل گورنمنٹ کی جو لوٹ مار ہے وہ بھی جناب وزیر صاحب بہتر جانتے ہیں کہ اس میں کس ratio سے کام ہو رہا ہے ۔ جناب والا! مجھے تین سال سے ڈویلپمنٹ پروگرام نہیں ملا لیکن میرے ساتھیوں کو دیا گیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ مجھے شروع سے ہی target بنایا گیا ہے کہ اس شخص کو ڈویلپمنٹ کے لیے ایک روپیہ بھی نہ دیا جائے ۔ جناب والا ! مخالفت مجھ سے ہے دشمنی مجھ سے ہے لیکن میرے شہر والوں سے دشمنی نہ کی جائے ۔ وہاں کے جو ضروری مسائل ہیں جو ضروری کام ہیں ان کو فوری طور پر کرایا جائے ۔ خدا حافظ' شکریہ۔

جناب چیئرمین ، شکریہ۔ چودھری صاحب! اب چونکہ حکومتی بنچز کی طرف سے تقریر کرنے کے لیے کسی فاضل رکن کا نام موجود نہیں ہے۔ اس لیے اب میں ملک غلام شبیر جوئیہ صاحب کو خیالات کے

صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں ۔

حاجی مقصود احمد بٹ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

تمام حمد ہے اس خالق ازل کے لیے
سکوت جھیل کو دیتا ہے جو کنول کے لیے

جناب سپیکر ! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا کہ میں پنجاب کے میزانیہ سال 97-1996ء پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں۔۔۔۔

جناب سعید اکبر خان : پوائنٹ آف آرڈر !

جناب چیئرمین : جناب سعید اکبر خان صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

جناب سعید اکبر خان : جناب والا ! آپ نے فرمایا کہ حکومتی بنچز سے آج تقریر کے لیے کسی کا نام نہیں ہے ۔ ہم نے تو نام دیے ہوئے ہیں ۔ اگر وہ آج کی لسٹ میں نہیں ہیں تو کل کی لسٹ میں ہوں گے ۔تو ہمیں بتا دیا جائے کہ اگر کل کے لیے ہیں تو ہم تیار ہو کر آئیں ۔

جناب چیئرمین: جناب خان صاحب کل کے لیے بھی صرف ایک نام چودھری منیر ازہر صاحب کا ہے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا ! میں نے بھی نام لکھوایا تھا۔ کہیں وہ لسٹ گم نہ ہو گئی ہو؟

جناب چیئرمین : اگر اب آپ اپنا نام دینا چاہتے ہیں تو لکھ لیتے ہیں ۔

سعید اکبر خان : میں نے کل اپنا نام سپیکر صاحب کو دیا تھا اور انھوں نے آج کے لیے کہا تھا تو ابھی آج کے لیے نہیں کل کے لیے رکھ لیں کیونکہ میں اس بجٹ پر بولنا چاہتا ہوں ۔

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے کل کے لیے آپ کا نام لکھ دیتے ہیں ۔

جناب سعید اکبر خان : شکریہ

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! آج میری بھی باری نہیں آئی اس لیے کل کے لیے مہربانی فرمائیں۔

حاجی محمد افضل چن، مہربانی

جناب چیئرمین : جی بٹ صاحب' فرمائیے۔

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب سپیکر! میرے قائد میاں محمد نواز شریف' قائد حزب اختلاف قومی اسمبلی اور میرے قائد میاں شہباز شریف قائد حزب اختلاف پنجاب اسمبلی نے 97-1996ء کے اس بجٹ کو عوام دشمن بجٹ قرار دیا' تاجر دشمن قرار دیا اور غریبوں کے منہ سے نوالہ چھین لینے والا بجٹ قرار دیا۔ جناب والا! یہ بجٹ' جس کو عوامی بجٹ کہا جا رہا ہے میرے قائد نے اس بجٹ کو جوتی کی نوک پر رکھ کر مسترد کر دیا اور جس طرح انھوں نے ثبوت کے ساتھ حکمران ٹولے کی شاہ خرچیوں اور "سرے" میں----

چودھری محمد عارف چٹھہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جناب محمد عارف چٹھہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: جناب والا! معزز رکن پوری تقریر پڑھ رہے ہیں۔ notes تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن یہ آپ کے سامنے دیکھ کر پڑھ رہے ہیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب والا! میں نے صرف پوائنٹس لکھے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین : رولز کے مطابق کوئی رکن بھی لکھی ہوئی تقریر نہیں پڑھ سکتا البتہ اشارات سے مستفید ہو سکتا ہے جو اس نے اپنی سہولت کے لیے لکھے ہوتے ہیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب والا! میں نے حکمرانوں کی شاہ خرچیوں اور "سرے" کے محل کی بات کی ہے تو فاضل ممبر کو بڑی تکلیف ہوئی ہے----

جناب چیئرمین : چٹھہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب والا! میں نے پوائنٹس لکھے ہوئے ہیں اور پوائنٹس کے ساتھ بات کروں گا۔

جناب چیئرمین : جی آپ اشارات سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہا تھا کہ میرے قائد نے اس بجٹ کو جس

وزیر خزانہ صاحب کی بجٹ تقریر کے صفحہ نمبر 3 کے حوالے سے یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ جناب وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم ماضی کے حکمرانوں کی شاہ خرچیوں کے بر عکس خود انحصاری اور اور بچت کو اپنا وتیرہ بنا رہے ہیں۔۔۔۔

جناب چیئرمین، میں گزارش کروں گا کہ وزرائے کرام اور سابق وزرائے کرام اس ہاؤس کے آداب کا خیال کریں۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! میں نے یہ بات کی کہ بجٹ تقریر کے صفحہ 3 پر وزیر خزانہ صاحب نے یہ بات فرمائی کہ ہم سابقہ شاہ خرچیوں کے برعکس بچت کر رہے ہیں۔ میں اس کے بارے میں ثبوت کے ساتھ آپ کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ اس موٹی کتاب میں صفحہ نمبر 212 پر 1995-96ء کے بجٹ میں 87 لاکھ روپے تھے، جو اب بڑھا کر 2 کروڑ، 22 لاکھ کر دیے گئے ہیں۔ جناب والا! یہ بچت کی بات ہے کہ پچھلے سال 87 لاکھ روپے تھے اور اس سال اسے بڑھا کر 2 کروڑ، 22 لاکھ کر دیا گیا ہے۔ تو وزیر خزانہ نے جو بات کہی ہے میں اسے غلط ثابت کر رہا ہوں۔ اسی طرح اسی کتاب میں صفحہ نمبر 212 پر وزیر اعلیٰ صاحب کی صوابدیدی گرانٹ کے لیے 3 کروڑ روپیہ لکھا ہے۔ جناب والا! آپ کے علم میں بھی یہ بات ہے کہ صوابدیدی گرانٹ کا کوئی حساب نہیں ہوتا کوئی ممبر یا ایوان اس کے بارے میں نہیں پوچھ سکتا۔ صوابدیدی گرانٹ کی چیک بک ایک personal cheque book ہوتی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب جسے چاہیں، جتنا چاہیں اور جب چاہیں دے سکتے ہیں۔ جناب والا! یہ انتہائی زیادتی کی بات ہے۔ یہ رقم میرے پاکستان کے عوام کی ہے، یہ پنجاب کے ان غریب کسانوں، مزدوروں اور تاجروں سے ٹیکس لے کر اکٹھی کی ہوئی رقم ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر، جی جاری رکھیے۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! میں یہ بات کہہ رہا تھا کہ وزیر اعلیٰ صاحب کے صوابدیدی فنڈ کے لیے جو 3 کروڑ کی خطیر رقم رکھی گئی ہے یہ انتہائی زیادتی کی بات ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آگے دیکھیں کہ سپیکر صاحب کے لیے اور ڈپٹی سپیکر صاحب کے لیے اسی کتاب میں تقریباً صفحہ نمبر 212 پر ہی لکھا ہے کہ سپیکر کے لیے 5 لاکھ روپے اور ڈپٹی سپیکر کے لیے 3 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میرے خیال میں اس ہاؤس میں سپیکر کا درجہ

وزیر اعلیٰ سے زیادہ ہے ۔ سپیکر صاحب اوپر بیٹھتے ہیں اور وزیر اعلیٰ صاحب نیچے بیٹھتے ہیں ۔ میں ویسے بھی یہ کہوں گا کہ آپ اس ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں اور آپ کے وقار اور مقام کا ہمیں اچھی طرح علم ہے لیکن جہاں دوسروں کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے وہاں آپ کے ساتھ بھی انتہائی زیادتی کی گئی ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اپنے لیے 3 کروڑ روپے رکھ رہے ہیں اور سپیکر کے لیے صرف 5 لاکھ روپے اور ڈپٹی سپیکر کے لیے 3 لاکھ روپے رکھے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ایک اور بات میں آپ کو ثبوت کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں کہ اسی کتاب کے صفحہ نمبر 211 پر 80 وزیروں مشیروں اور پارلیمانی سیکرٹریوں کی فوج ظفر موج کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے یہ 3 کروڑ 43 لاکھ اور 62 ہزار روپے کی یہ رقم ہے۔ جناب والا! یہ صرف تنخواہ کے لیے ہے۔ عملہ' گاڑیاں' پٹرول' دفاتر' ٹیلی فون اور ان کے ٹی اے' ڈی اے جو کچھ بھی ہے' وہ اس کے علاوہ ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ بات کہوں گا' بلکہ دعوے سے کہوں گا کہ پنجاب کی تاریخ میں آج تک اتنے وزیر مشیر نہیں رکھے گئے جو اس مرتبہ رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں وزیر خزانہ صاحب کی تقریر کے صفحہ نمبر 8 پر آتا ہوں۔ اس میں وزیر خزانہ صاحب فرماتے ہیں کہ عدلیہ اور انتظامیہ کو الگ الگ کرنے میں جو سنہری موقع فراہم ہوا ہے یہ ان کی مہربانی ہے ان کی کاوشوں سے علیحدگی ہوئی ہے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں لیکن جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے عدلیہ کو دھوکہ دینے والی بات کی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم نے عدلیہ کے لیے اور ہائی کورٹ کے لیے ایک خطیر رقم رکھی ہے ۔ لیکن جناب سپیکر! میں اسی کتاب کے حوالے سے یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ صفحہ نمبر 333 پر ہائی کورٹ اور اس کی ماتحت عدالتوں کے لیے 96-1995ء میں 52 کروڑ روپے رکھے گئے تھے اور اس مرتبہ 97-1996ء کے بجٹ میں بھی تقریباً وہی 52 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! یہ کیسے کہا جا رہا ہے کہ ہم نے عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کیا ہے اور اس کے لیے ایک خطیر رقم رکھی ہے جب کہ اس سال اور پچھلے سال ایک جتنی رقم مختص کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! اصل میں بات کچھ اور ہے عدلیہ سے یہ حکومت سخت ناراض ہے عدلیہ نے پچھلے دنوں جو فیصلے کیے جیالے ججوں کی جو بات ہوئی اور اسی طرح سے عدلیہ کی طرف سے جو دو تین اور اچھے فیصلے ہوئے وہ اس حکومت کو چونکہ ناگوار گزرے تھے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسی رنجش کی وجہ سے انہوں نے عدلیہ کو الفاظ میں خوش کیا ہے رقم

میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! اب میں ڈیمانڈز فار ڈویلپمنٹ گرانٹس کے حوالے سے بات کرتا ہوں۔ جناب والا! اس کتاب میں صفحہ نمبر 5 پر جو ایک ارب 77 کروڑ روپے 50 لاکھ روپے کی خطیر رقم blockallocation کی مد میں رکھی گئی ہے ۔ جناب سپیکر! یہ اربوں روپے کی رقم جو رکھی گئی ہے اس کے بارے میں نہ ایوان کو کوئی خبر ہے اور نہ کسی ممبر کو اس کا کوئی پتا ہے کہ یہ کس کس کو کتنی ملے گی کیسے ملے گی کس کو نوازا جائے گا ' کس کو خریدا جائے گا ' کہاں تک ہارس ٹریڈنگ ہو گی ۔ اس allocation میں سے وزیر اعلیٰ اور سینئر وزیر صاحب جتنا چاہیں گے جس کو چاہیں گے اور جس طرح سے چاہیں گے جب چاہیں گے پیسے دیں گے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ چلیں اس طرف کے ممبران کا اگر حق نہیں بنتا لیکن جو ان کے اپنے ممبران ہیں ان سے بھی یہ بات چھپائی گئی ہے ۔ اس لیے جناب والا! اس مد میں جو اربوں روپے چھپائے گئے ہیں یہ کیوں چھپائے گئے ہیں ۔ جب کہ یہ اتنی موٹی کتاب چھاپی گئی ہے جہاں اتنا کچھ لکھا گیا تھا اگر اس میں ایک باب کا اور اضافہ کر لیا جاتا اور یہ لکھ دیا جاتا کہ فلاں علاقے میں فلاں ضلع میں ان ان سکیموں پر یہ رقم خرچ کی جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کے لیے آسانی تھی میرے لیے بھی تھی اور باقی ممبران کے لیے بھی تھی لیکن یہ صرف ہارس ٹریڈنگ کے لیے رقم چھپائی گئی ہے اور انتہائی زیادتی کی گئی ہے۔ ممبران کے ساتھ عوام کے ساتھ اور میرے ساتھ بھی میں کہوں گا کہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اتنی بڑی block allocation کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے۔ میں یہ بات وثوق سے بھی کہوں گا کہ آج اگر ہم امریکہ کے صدر کلنٹن کی بات کر لیں اس کے پاس بھی اس طریقے کے اختیارات نہیں ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے ایسا کرے ۔ وہ کلنٹن جو پوری دنیا میں اس وقت حکومت کر رہا ہے اس کے پاس بھی اتنے اختیارات نہیں ہیں جتنے ہمارے سردار صاحب کے پاس اختیارات ہیں۔ block allocation میں ایک ارب اور 70 کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے جو ان کی اپنی مرضی کے مطابق خرچ ہو گا ۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی زیادتی کی گئی ہے ۔

جناب سپیکر! اب میں آپ کو ضلع لاہور اور پنجاب کے باقی تین اضلاع شیخوپورہ ' بہاولنگر اور قصور کے بارے میں کوئی تھوڑا سا موازنہ کر کے دکھانا چاہتا ہوں اور اسی کتاب کے حوالے سے کر

کے دکھانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : محترم بٹ صاحب! وقت تو مکمل ہو گیا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی دوسرے سپیکر کو دعوت دینے کی بجائے تین بجے تک کا جو وقت ہے آپ ہی کو دے دیا جائے اس میں آپ نے اپنی بات مکمل کرنی ہے میں وقت بڑھاؤں گا نہیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب سپیکر! مجھ سے پہلے تو لوگوں نے بہت وقت لیا ہے۔

جناب سپیکر : آپ بھی پندرہ منٹ بات کر چکے ہیں یہ تو میں آپ کو ایک سہولت دے رہا ہوں کہ پانچ منٹ بھی آپ کو ہی دے دیے جائیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ : ٹھیک ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہا تھا کہ اسی کتاب میں صفحہ نمبر 70 کے اوپر واٹر سپلائی اور ڈرینیج کے بارے میں جو ایک سکیم دی گئی ہے' اس میں پچھلے سال 2 کروڑ 77 لاکھ روپے مختص کیے گئے تھے اور اب موجودہ سال میں اس کو کم کرکے 2 کروڑ 52 لاکھ روپے کر دیے گئے ہیں۔ لیکن دوسری طرف وزیر اعلیٰ کے ضلع قصور کے لیے صفحہ نمبر 76 پر 5 کروڑ 79 لاکھ 30 ہزار روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ کیا یہ لاہور کے شہریوں کے لیے سزا نہیں ہے؟ کیا ان کے ساتھ یہ زیادتی نہیں؟ اب میں سینئر وزیر صاحب کے شہر کی طرف آتا ہوں جن کا تعلق ضلع شیخوپورہ سے ہے۔ آپ صفحہ نمبر 97 ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں پچھلے سال جو رقم رکھی گئی تھی وہ 8 کروڑ 16 لاکھ اور 35 ہزار روپے اور جس کو revise کر کے اس وقت 15 کروڑ 7 لاکھ اور 76 ہزار روپے کر دیا گیا۔ جناب سپیکر! اب پھر موجودہ سال میں ان کے لیے 8 کروڑ 11 لاکھ 8 ہزار روپے مختص کیے گئے ہیں۔ جب کہ لاہور کے لیے پچھلے سال 2 کروڑ 53 لاکھ 93 ہزار روپے رکھے گئے اور اس سال اسے بھی کم کر دیا گیا جناب سپیکر! اسی طرح میں ضلع بہاولنگر کی بھی بات کرنا چاہتا ہوں اسی کتاب کے صفحہ نمبر 234 پر 7 کروڑ 65 لاکھ 7 ہزار روپے رکھے گئے ہیں اور پچھلے سال یہی 7 کروڑ 69 لاکھ روپے تھا جس کو بڑھا کر 11 کروڑ 79 لاکھ روپے کر دیا گیا تھا۔ جناب سپیکر! یہ واٹر سپلائی سکیم یعنی میں پبلک ہیلتھ کی بات کر رہا ہوں۔ جناب والا! ڈیرہ غازی خان ڈسٹرکٹ کے لیے پچھلے سال 96-1995ء میں 6 کروڑ 39 لاکھ روپے مختص تھے جسے revise کرنے کے بعد 18 کروڑ 23 لاکھ 71 ہزار روپے کر دیا گیا تھا اور اب اس کے لیے 8 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ جس طرح پچھلی مرتبہ اسے revise کرکے بڑھا دیا گیا اس مرتبہ 8 کروڑ شاید 24 کروڑ

تک پہنچ جائیں۔

جناب والا! میں یہ بتا رہا تھا کہ معزز وزیر اعلیٰ صاحب، سینئر وزیر صاحب اور وزیر خزانہ صاحب ان تینوں صاحبان کی اپنی مرضی کا بجٹ ہے اور اگر اسے یہ کہا جائے کہ یہ پنجاب کا بجٹ ہے تو میں یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ ضلع قصور، بہاولنگر اور شیخوپورہ کا بجٹ ہے۔

جناب سپیکر! ترقیاتی دستاویزات کے صفحہ 253 پر آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال ایک ایم پی ایز پیکج سکیم تھی کہ ہر ایم پی اے کے حلقے میں جو ترقیاتی کام ہو رہے تھے اس مرتبہ اس کو بھی ختم کر دیا گیا ہے اور اس صفحہ پر اس مد میں کوئی رقم مختص نہیں کی گئی۔ جناب والا! اسی سکیم کو ایک نئے نام سے Block Allocations for new Schemes کا نام دے کر اس پر 15 کروڑ 82 لاکھ اور 20 روپے کی خطیر رقم چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جناب سپیکر! یہ رقم پی پی پی کے تمام اضلاع کے عہدے داران کی مرضی سے خرچ کی جائے گی۔ جناب والا! اتنی خطیر رقم دے کر انتہائی زیادتی کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! اس ڈویلپمنٹ کو پنجاب کی ڈویلپمنٹ نہیں کہا جا سکتا۔ جناب والا! میں مختصر کرتے ہوئے اس کتاب کے صفحہ نمبر 254 پر ضلع لاہور کی ترقیاتی سکیم کے بارے میں عرض کروں گا جو واٹر سپلائی کی مد میں رکھی گئی ہے۔ جناب والا! اس کے لیے 51 لاکھ 50 ہزار روپے رکھے گئے ہیں اور اسی مد میں چھوٹے سے ضلع شیخوپورہ کے لیے ایک کروڑ 9 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح بہاولنگر ضلع کو واٹر سپلائی سکیم میں 2 کروڑ 65 لاکھ روپے دیے گئے ہیں اور جناب والا! اس دستاویز کو پڑھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پنجابی کی اس ضرب المثل کے مصداق ہے کہ انھا وندے ریوڑیاں مڑ مڑ گھر دیاں نوں۔

جناب سپیکر، بہت مہربانی بہت بہت شکریہ۔ اب یہ اجلاس کل 10 بجے صبح تک کے لیے ملتوی کیا ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا پینتسواں اجلاس)

جمعرات 20۔ جون 1996ء

(پنج شنبہ 3۔ صفر المظفر' 1417ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں 10 بجے صبح منعقد ہوا۔

جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَلْتَكُنْ

مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا
الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ
فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ
نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام بیّن آنے کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف و) اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔ جس دن بہت سے منہ سفید ہوں گے اور بہت سے سیاہ تو جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے ان سے اللہ (فرمائے گا) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟ سو (اب) اس کفر کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو۔ اور جن لوگوں کے منہ سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت (کے باغوں) میں ہوں گے اور ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو صحت کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور اللہ اہل عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔

وما علینا الا البلاغ٥

تعزیت

سابق صوبائی وزیر راجہ خلیق اللہ کی وفات پر فاتحہ خوانی

وزیر اوقاف(چودھری محمد شاہ نواز چیمہ) ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! راجہ خلیق اللہ صاحب سابق صوبائی وزیر اور سابق ممبر پنجاب اسمبلی وفات پا گئے ہیں ان کے لیے فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب سپیکر ، سابق وزیر راجہ خلیق اللہ صاحب کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلے پر فاتحہ خوانی کی گئی)

جناب سپیکر، تحاریک استحقاق کا وقت شروع ہوتا ہے۔ چودھری شوکت داؤد صاحب کی تحریک تھی۔ جس کا جواب شاید لاہنسٹر نے دینا ہے۔ میرا خیال ہے کہ چودھری صاحب نے اس کو پینڈ کروایا ہے اس پر فیصلہ سنوانے کے لیے۔

وزیر قانون، جی ہاں ۔

جناب سپیکر : وہ تشریف لائیں گے بات ہوجائے گے۔ اب سردارحسن اختر موکل صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمایے۔

چودھری شوکت داؤد ، ایک تو جناب اسی سلسلے میں تھا کہ اختیارات تو آپ کے پاس بھی ہیں پہلے وزیر صاحب نے یہ consent دے دی تھی کہ کیونکہ irregularity کا مسئلہ ہے اس کو کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ وزیر صاحب نے کہہ دیا تھا۔ اس کے بعد مختلف ممبران کی بھی یہی رائے تھی کہ اس کی تحقیقات ہو جائے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ میری ذات کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک پالیسی matter ہے ۔

وزیر قانون، میں نے کہا تھا کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی ۔ اور یہ irregularity کا مسئلہ نظر آتا

ہے ۔ اگر آپ ان کو لکھ دیں ان کو کوئی انسٹرکشن دے دیں تو یہ بہتر ہوگا میں نے یہ کہا تھا۔

چودھری شوکت داؤد ، جناب والا! یہ میرا کوئی ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ اور انھوں نے admit کیا ہے کہ 50 سیٹیں OK ہوئی ہیں۔ 40 کی گنجائش ہے تو انھوں نے 50 کیوں کیں ؟ میں یہی کہتا ہوں کہ bogus ہے fake ہے جو booking ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو لیٹرز جاری کیے گئے ہیں پی آئی اے والوں نے واضح کہا۔ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ ان کو ترجیح دی جائے۔ بلکہ انھوں نے کہا کہ انتظامات کیے جائیں۔ ہمیشہ یہ ہوتا ہے۔ ورنہ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ۔ میرا یہ کوئی ذاتی معاملہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر، شوکت داؤد صاحب تسلی رکھیے۔ منظور موہل صاحب نے ایک رائے قائم کی ہے آج میں ان سے پتہ کرلوں گا۔ اگر اس پر انھوں نے اپنا کوئی فیصلہ سوچا ہے ، غور کیا ہے ۔ اگر وہ کوئی فیصلہ دینا چاہتے ہیں تو وہ ادھر جب تشریف لائیں گے تو ان سے بات ہو جائے گی۔ اگر انھوں نے کہا کہ اس پر انھوں نے اپنی کوئی خاص رائے قائم نہیں کی تو پھر میں اس پر فیصلہ کردوں گا۔ آپ تسلی رکھیے۔ کوئی ایسا ایمرجنسی کا معاملہ تو نہیں ہے۔ سردار حسن اختر موکل صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے پینڈ کر لیتے ہیں

ملک مشتاق احمد اعوان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی ۔

ملک مشتاق احمد اعوان، جناب والا! میری تحریک استحقاق تھی۔

جناب سپیکر، آپ کی تحریک استحقاق ابھی فائل میں نہیں آئی۔ ہوسکتا ہے وہ کل یا پرسوں تک circulate ہوجائے۔ مجھے اس کا پتا نہیں ہے۔ آپ کو اس کا جواب بھی آجائے گا۔ اگر وہ منظور ہو گئی ہے تو circulate ہو جائے گی۔ نہیں منظور ہوئی تو وجہ آپ کو بتا دی جائے گی۔ پھر اس کے بعد غور کر لیا جائے گا۔

میزانیہ بابت سال 97-1996ء پر بحث

جناب سپیکر، اب سالانہ میزانیہ بابت سال 97-1996ء پر بحث جاری کی جاتی ہے۔ آج مجھے جو نام موصول ہوئے ہیں ان میں سے پہلے حزب اختلاف کی طرف سے محترم راجہ بشارت صاحب بحث کا آغاز کریں گے۔ تشریف رکھتے ہیں۔ نہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میں عرض کروں گا کہ راجہ خلیق اللہ خان صاحب کی وفات کا پتا چل گیا ہے۔ وہ ہمارے سابق ساتھی تھے۔ ہمارے بہت سے دوست اس طرف چلے گئے ہیں۔ اس لیے ناموں کی رد و بدل ہو گی۔

جناب سپیکر، کوئی بات نہیں۔ میاں احسان الدین قریشی صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ بسم اللہ کیجئے آپ کو فلور دیا جاتا ہے۔ اور سب دوستوں کے لیے پندرہ پندرہ منٹ ہیں۔ بالکل آپ کوشش کیجئے گا کہ بارہ تیرہ منٹ میں اپنی بات مکمل کرکے پھر وائنڈ اپ کرلیں۔

حاجی احسان الدین قریشی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر!

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
کہ سارے شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

جناب سپیکر! ابھی وفاقی بجٹ کی ٹیسیں عوام برداشت کرنے اور سہنے کی کوشش کر رہے تھے کہ صوبائی حکومت نے ایک زخیم اور بھاری بھرکم بجٹ عوام کے سر پر دے مارا۔ جناب سپیکر! اس ماحول میں اس وقت جس قدر عوام کو پریشان کیا جا رہا ہے وہ کسی طور پر بھی قابل ستائش نہیں ہے۔ جمہوری حکومتیں جہاں جمہوری نظام ہے وہاں ہمیشہ حکومتیں عوام کی بھلائی کے لیے بجٹ بنایا کرتی ہیں۔ لیکن ہماری بدقسمتی دیکھیے کہ حکومت عوام کی بھلائی کی بجائے اپنی ذات کی، اپنے دوستوں کی اور اپنے اقربا کی بھلائی کے لیے بجٹ بنا رہی ہے۔ کرپشن اس قدر ہے کہ اس کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کو تیار نہیں ہے کہ کسی طرح کرپشن رک جائے۔ لیکن اپنے فائدے اور اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے جن لوگوں نے بجٹ بنایا ہے جناب والا جعفری صاحب سے ایک صحافی نے سوال کیا کہ جناب

آپ بہت مایہ ناز بجٹ بنانے والے ہیں۔ آپ سے بہتر پاکستان میں کوئی بجٹ نہیں بنا سکتا۔ آپ سے اچھا پاکستان میں تو کیا دنیا میں کوئی بجٹ ساز نہیں ہے۔ وہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن ساتھ ہی اس صحافی نے یہ کہا۔ میں اس صحافی کی جرأت کو داد دیتا ہوں کہ اس نے کہا کہ جناب آج کے دور میں صرف دو میاں بیوی اور دو بچے ' بہن ' بھائی ' ماں باپ ان سب کا ذکر نہیں ۔ صرف دو میاں بیوی اور دو بچے آپ تین ہزار روپے ماہانہ تنخواہ کا بجٹ تو بنا دیجئے۔ تو وی اسے جعفری جہاں خوش ہو رہے تھے وہاں ایک دم گھبرائے اور کھسیانے سے ہوکر وہاں سے نکل گئے ۔ یہ پوزیشن ہے جناب کہ تین ہزار روپے تنخواہ پانے والے لوگ ہمارے ہاں بڑی تعداد میں ہیں ۔ اور اس سے بھی زیادہ تعداد میں 18 سو 22 سو اور 25 سو والے ہیں اور اس سے اوپر تنخواہ پانے والے بتدریج کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! جب وہ بجٹ بنانے والے تین ہزار روپے تنخواہ پانے والے کا ایک ماہ کا بجٹ نہیں بنا سکتے تو پھر اٹھارہ اور پچیس سو روپے تنخواہ پانے والوں کا کیا حال ہوگا ؟ جناب سپیکر! پھر تو کرپشن ہوگی' پھر تو رشوت ہوگی ' پھر تو ڈاکہ زنی ہوگی جب لوگوں کو پیٹ بھرنے کے لیے روٹی میسر نہ ہوگی' جب لوگوں کو سر چھپانے کے لیے مکان میسر نہ ہوگا تو جناب پھر کیا ہوگا ؟ جناب والا! یہ بجٹ غریب عوام مار بجٹ ہے یہ قاتل عوام بجٹ ہے جناب اس بجٹ کا سوائے چند دوستوں کے کسی کو فائدہ نہیں وہاں بھی لوگ بڑے پریشان ہیں ' وہاں بھی لوگ بڑے نالاں ہیں' روٹی ان کو بھی چاہیے ' کپڑا ان کو بھی چاہیے' مہنگائی نے ان کا جینا بھی دوبھر کر دیا ہے لیکن وہ مجبور ہیں۔ یہ اقتدار کے لوگ جو محب وطن ہیں وہ مجبور ہیں۔ وہ اس لیے مجبور ہیں کہ ان کو ہاں ہاں کرنی ہے۔ اگر وہ ان کی ہاں ہاں نہیں کرتے تو پھر جو کچھ ان کو راشن ملتا ہے وہ بھی بند ہوجائے گا۔ جناب والا! اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ لوگ کلبلا رہے ہیں ' لوگوں کو روٹی میسر ہی نہیں ہے اور اس پر ستم یہ کہ لوگوں کا جینا مزید دوبھر کر دیا گیا ہے۔ جناب والا! میرا تعلق ملتان سے ہے اور ملتان ایک ایسا شہر ہے جس کی تاریخ آج تک نہیں ملتی۔ اس دور میں بھی مورخ نے اس کو دیکھا ہے پچھلے دور میں اس کو ملتان نظر آیا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ میرا قیام ملتان کے نزدیک ایک جگہ پر ہے۔ یعنی یہ لاہور بھی ملتان کا مضافات تھا۔ ملتان وہ تاریخی شہر ہے۔ لیکن ہماری بدقسمتی یا

خوش قسمتی دیکھیے کہ ملتان سے ہم چار صوبائی اسمبلی کے ممبر اور دو قومی اسمبلی کے ممبر ہیں اور یہ چھ کے چھ ممبر مسلم لیگ سے وابستہ ہیں۔ اور وہاں ملتان مسلم لیگ کا گڑھ ہے۔ وہاں میاں محمد نواز شریف کے مجاہد لیتے ہیں۔ جناب ان دوستوں کو ملتان تو ویسے ہی نہیں بھایا۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ملتان تو ایسے ہے کہ جیسے آپ کالے پانی کا ذکر کردیں۔ ملتان کو یہ شہر گنتے ہی نہیں کیونکہ ہم جیسے درویش لوگ پڑے ہوئے ہیں۔ جناب وہاں پر اس وقت جو پوزیشن کر دی گئی ہے۔ وہ ایک تاریخی شہر ہے اور جس علاقے سے خاص طور پر میں elect ہو کر آیا ہوں وہاں پر موٹر سائیکل بھی آسانی سے نہیں جاسکتی۔ ہم وہاں پر پیدل جاتے ہیں۔ جناب ان چھوٹی اور تنگ گلیوں میں تاریخی عمارات ہیں۔ سینکڑوں سال پرانی عمارات ہیں لیکن اس تاریخی شہر اور عمارات سے جو سلوک یہ حکومت کر رہی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ اس حکومت نے وہاں پر واسا ایک ایسا ادارہ بٹھا دیا جس کو یہ کام سونپ دیا گیا کہ جناب چونکہ تاریخی عمارات ہیں ' اتفاق اور خوش قسمتی سے یہ سارے لوگ میاں نواز شریف کے دیوانے ہیں ان کو تباہ کردو۔ جناب! اس کو تباہ کرنے کی سازش کر دی گئی وہاں واسا کو چھوڑا جہاں میں نے پیدا ہو کر پانی کھڑا ہوا نہیں دیکھا تھا وہاں آج گھٹنوں گھٹنوں پانی کھڑا رہتا ہے اور وہاں کی عمارات اس پانی کی وجہ سے منہدم ہو گئیں۔ جناب! محلہ لاٹوں' گڑ منڈی اور محلہ بھارتیاں یہ تین محلے تو ایسے ہیں جو بالکل صفحۂ ہستی سے مٹ گئے ان میں تباہی پھیل گئی اور ان کے غریب لوگ سر چھپانے کے لیے جگہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں تو جناب! دکھاوے کے لیے اس بجٹ میں کم از کم اس شہر کے ایسے واقعات کے لیے کچھ تو رکھ دیا جاتا۔

جناب! ہیلتھ میں کروڑوں روپے لاہور کے ہسپتالوں کے لیے رکھے گئے وہ صرف دکھاوے کے لیے ہیں ان کا استعمال کہیں نہیں ہو گا وہ دکھاوے کے لیے رکھے گئے ہیں اور جناب! ملتان میں نشتر ہسپتال ہے ایشیاء کے بہترین ہسپتالوں میں اس کا شمار ہے لیکن وہاں لاکھوں روپے بھی نہیں ہیں۔ لاکھوں روپے وہاں پر رکھ دیے جاتے تو ہم کم از کم خوش ہو جاتے بے شک وہاں استعمال نہ ہوں پہلے بھی نہیں ہوتے ہیں وہاں ایک پیسہ نہیں رکھا گیا۔ نشتر ہسپتال کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہے کہ وہاں پہلے سارے پنجاب سے مریض آیا کرتے تھے اب وہ وہاں آنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں وہاں

علاج کرانے کی بجائے وہ لاہور کا رخ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! ملتان کی یہ حالت ہے کہ سڑکیں اس قدر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ ہمیں ڈویلپمنٹ کے لیے ایک پیسہ نہیں دیا جاتا وہ پیسہ ہماری ذات کو نہیں علاقوں کو دیا جاتا ہے لیکن لاہور یا ادھر ادھر میں نے سنا ہے کہ وہ فنڈز ان لوگوں کو دے دیتے ہیں جو ہم سے ہار گئے لیکن وہاں ملتان میں تو ایسا بھی نہیں ہوا۔ ہارے ہوئے لوگوں کو بھی فنڈ نہیں دیا گیا کہ ہم یہ سمجھتے کہ ہمارا شہر تو develop ہو رہا ہے ہم اس کے لیے بھی تیار تھے لیکن ایسا بھی نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! ان حالات میں' ان معاملات میں اور وہاں ہمارے ساتھ جو کچھ بیت رہی ہے یہ خدا بہتر جانتا ہے آپ بھی محسوس کرتے ہیں کیوں کہ ماشاء اللہ آپ دانشور ہیں اور اس ہاؤس کے eustodian ہیں اور کم از کم آپ ہماری ذات سے کم و بیش واقف ہیں کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اور کیا نہیں کر سکتے؟ تو جناب ہمارے شہر کے ساتھ انھوں نے یہ حالت کر دی ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت ملتان ایک صنعتی شہر ہے چھوٹی چھوٹی صنعتیں ہیں' لومز ہیں ان کے ساتھ اس وقت جو سلوک ہو رہا ہے کہ ملتان میں خاص طور پہ اور پاکستان بھر میں عام طور پہ کہ سوت مہنگا ہوگیا کیونکہ بجلی مہنگی ہے اور ان کے دوسرے تمام کے تمام لوازمات کو ٹیکسوں کی بھرمار کی وجہ سے مہنگا کر دیا گیا ہے تو ظاہر ہے سوت بھی مہنگا ہو گا۔ جناب! جب وہ سوت مہنگا ہو گیا تو ملتان کی وہ چھوٹی صنعت بالکل تباہی کے کنارے پر ہے یعنی لومز وہاں بند ہو چکی ہیں' بے روزگاری ہو گئی ہے۔ جب وہ لوگ بے روزگار ہوں گے تو وہ کیا کریں گے؟ ان کو روٹی تو چاہیے' ان کو بچوں کے لیے گھر میں کچھ تو چاہیے' پڑھائی کے لیے ان کو پیسہ چاہیے۔ جناب! وہ کدھر جائیں؟ پھر خدانخواستہ ایسا ہی ہو گا کہ وہ ڈاکے ماریں گے' چوریاں کریں گے اور حکومت چاہتی بھی یہی ہے کہ پاکستان میں اس قدر کرپشن آ جائے کیونکہ ان کو اپنی کرپشن چھپانے کے لیے دوسروں کو اس میں مبتلا کرنا ہے تو پاکستان میں اس قدر کرپشن آ جائے کہ جیسے چور' پہلے ہی شور مچا دیتا ہے تو پھر وہ چور' چور نہیں رہتا۔ جناب سپیکر! ہم نے کبھی کوشش نہیں کی کہ ہمیں سرکاری طور پہ حج پر بھیجا جائے۔ جناب! ہم تو صرف عوام کی بات کرتے ہیں ہم نے تو ایک ہی بات کی ہے کہ کسی طرح پاکستان فلاحی مملکت بن

جائے، پاکستان میں خوشحالی آ جائے، پاکستان میں ترقی ہو۔ جناب! پچھلا دور دیکھے ساری دنیا کہتی ہے اور پیپلز پارٹی کے میرے دوست بھی کہتے ہیں کہ نواز شریف کا دور سنہری دور تھا، وہ ترقی کا دور تھا، اس وقت ترقی عروج پر تھی تو جناب! بدقسمتی دیکھیے کہ آج وہ ترقی عنقا ہو چکی ہے، اس ترقی کی طرف آج یہ آنکھ اٹھا کر رشک تو کرتے ہیں لیکن مجبوراً، رشک کرتے ہیں چونکہ رشک کا مطلب انھوں نے حسد میں لے لیا ہے اور چونکہ ان کے ذہنوں میں اقتدار کا خوف ہے تو وہ حسد پہ تلے ہوئے ہیں تو اس پوزیشن میں انھوں نے پاکستان میں جو ہمارے ساتھ کر دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جناب! اللہ اس ملک کو اپنی مہربانیوں سے قائم و دائم رکھے۔ وہ اس ملک کو نقصان پہنچانے کے در پے ہیں کیونکہ جہاں لاقانونیت ہو جائے گی، کرپشن ہو جائے گی، لوگ ڈاکے اور چوریاں چکاریاں کریں گے اور ہم ساری دنیا میں دوسرے نمبر پہ کرپٹ ہیں اور ہمیں کہا جا رہا ہے کہ پاکستان دوسرے نمبر کا کرپٹ ہے اور کہیں خدانخواستہ ہم پہلے نمبر پر نہ چلے جائیں۔ جناب! اس کے تدارک کے لیے کچھ کیجیے خدارا! یہ اقتدار والے سنیں ان کو احساس ہے ان میں سارے غلط لوگ نہیں ہیں۔ کچھ لوگ ہیں جو ان میں غلط ہیں کچھ لوگ ہیں جو اس کو اپنی ذات کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ سارے لوگ ایسے نہیں ہیں اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ یہاں امن و امان بھی ہو یہاں مہنگائی بھی نہ ہو لوگ خوشحال ہوں ہم آپس میں جو مرضی کرتے رہیں کم از کم پاکستان اور پاکستانیوں کے لیے جتنا بہتر ہو کر سکیں۔ جناب! اس بجٹ کو جو انھوں نے ہمارے لیے، پاکستان کے لیے، پاکستانی قوم کے لیے ایک عذاب بنا دیا ہے ایک ایسا بجٹ دیا ہے جس میں لوگوں کا زندہ رہنا ہی محال ہے۔ اس بجٹ کو مسترد کریں اور اس بجٹ کے اندر ایسی ترامیم لائیں جس سے قوم اور ملک کی بہتری آئے، عوام کی بہتری آئے اور پنجاب کے عوام کی بہتری آئے، شکریہ۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ محترم وزیر خزانہ۔۔۔

MR SPEAKER: I call the House to order.

سید سجاد حیدر کرمانی، یہ بجٹ سیشن ہے اور محترم وزیر خزانہ کی عدم حاضری ہم محسوس کرتے ہیں میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ فاضل رکن نے خصوصی طور پر اپنے حلقہ انتخاب کی طرف محترم وزیر خزانہ کی توجہ آپ کی وساطت سے مبذول کرانی چاہی ہے اور ہم توقع کرتے ہیں کہ جب تقریر wind up ہو گئی تو اس میں وہ فرداً فرداً نوٹس کے ساتھ اس کا جواب دے سکیں گے تو میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ میرا مطالبہ in order ہے کہ وہ اس ایوان میں تشریف لائیں اور وہ ہمارے احساسات کو اور ہم اپنے جن خیالات کی ترجمانی کر رہے ہیں ان کی طرف وہ توجہ دیں۔

جناب سپیکر، محترم کرمانی صاحب! آپ نے جو سوال اٹھایا ہے یقیناً تمام معزز اراکین یہ چاہیں گے کہ ان کی بات وزیر خزانہ' سینئر منسٹر صاحب بلکہ چیف منسٹر صاحب بھی سنیں تاکہ ان کی فرمائشوں' شکایتوں پر توجہ دی جا سکے اس سلسلے میں روز یہی ہیں کہ اگر کابینہ کے کچھ ارکان موجود ہیں تو وہ کابینہ کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن زیادہ بہتر یہی ہے کہ اس موقع پر وزیر خزانہ خود تشریف رکھا کریں تاکہ اراکین کو احساس اور تسلی ہو کہ کوئی ان کی بات سن رہا ہے بہرحال میں محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے بہت ذمہ دار وزیر قانون صاحب توجہ سے ساری بات سن رہے ہوں گے اور اس کے علاوہ یہاں سیکرٹریٹ کے نمائندگان جو گیلری میں بیٹھے ہیں وہ بھی ان چیزوں کا نوٹس لے رہے ہوں گے اور اس کے علاوہ ہر چیز اسمبلی کے ریکارڈ پہ آ رہی ہے اور امید ہے کہ وزیرخزانہ جب تقریر wind up کریں گے تو اسمبلی کے ریکارڈ سے اس ساری گفتگو کو وہ دیکھ کر ہر ممبر کی طرف سے پیش کی ہوئی تجاویز اور شکایات کو مناسب توجہ دیں گے آپ کی مہربانی' جی فرمایئے۔

وزیر اوقاف، وزیر خزانہ صاحب سے میں نے پوچھا تھا کہ آپ کیوں نہیں بیٹھتے؟ ہمارے اپوزیشن والے دوست اعتراض کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بجٹ پر تقریر کریں تو میں بیٹھوں یہ تو اپنی آگے پیچھے والی کہانیاں سناتے رہتے ہیں اس لیے میں نے ہاؤس میں بیٹھ کر کیا کرنا ہے تو جب میرے دوست بجٹ پر تقریر کریں گے تو میں غیر حاضر ہوا تو مجھے آپ جو مرضی جرمانہ کر دیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، [*****]

میاں معراج دین، پوائنٹ آف آرڈر: جناب سپیکر! آپ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے لاء منسٹر صاحب کا احترام کرتا ہوں کہ وہ تشریف فرما ہیں۔ جو شاہ نواز صاحب نے حسب عادت کہا ہے یہ چونکہ سرکاری حامی ہیں انہوں نے سرکار کی ہر طرح سے مدد کرنی ہے لیکن آپ سٹاف کی طرف خود توجہ فرمائیں نہ تو فنانس سیکرٹری صاحب بیٹھے ہوئے ہیں' نہ پی اینڈ ڈی کے چیئرمین بیٹھے ہوئے ہیں' نہ کوئی اور ذمہ دار افسر بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان کی طرف ہی دیکھ لیں۔

جناب سپیکر، لاء منسٹر صاحب جواب دینے لگے ہیں۔

وزیر قانون، جہاں تک آپ کا حکم ہے کہ یہاں ہاؤس میں جتنی بھی حاضری ہو کم ہے۔ اس سے میں بالکل انکار نہیں کرتا لیکن اس سلسلے میں معزز اراکین کی تقاریر اور ارشادات کے نوٹس prepare کیے جا رہے ہیں اور جو بھی بات ہو گی اس کا جواب وزیر خزانہ دیں گے۔

جناب سپیکر، جی بیرسٹر عثمان ابراہیم صاحب

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب سجاد حیدر کرمانی صاحب نے بجا طور پر وزیر خزانہ کی غیر حاضری کے متعلق سوال اٹھایا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ وزیر خزانہ محاورتاً جیسے گدھے کے سر سے سینگ غائب ہوتے ہیں۔ تقریر پڑھنے کے بعد بالکل اس ہاؤس سے غائب ہو چکے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ شاید لکھی ہوئی تقریر پڑھنا ہی ان کے فرائض میں شامل ہے۔ ابھی جناب نے فرمایا ہے کہ محکمہ کے اہلکار یہاں موجود ہیں۔ جناب سپیکر! بیوروکریسی کا کام یہی ہے کہ وزیر خزانہ کے لیے بجٹ کی تقریر تیار کرنا اور بعد میں بجٹ پر جو تنقید ہے اس کو سننا اور پھر اس تنقید کی روشنی میں winding up speech وزیر خزانہ کے لیے تیار کرنا ہے۔ کیا وزیر خزانہ کا یہی رول رہ گیا ہے کہ وہ بیوروکریسی کی تیار کی ہوئی ایک بجٹ کی speech پڑھیں اور پھر بیوروکریسی کی ہی تیار کی ہوئی winding up speech پڑھیں۔

جناب سپیکر! یہی حال ہے تو پھر اس پی ڈی ایف کی حکومت کا خدا حافظ ہے۔ جناب

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

سپیکر! مجھے ان کی غیر حاضری پر زیادہ شکایت ہے۔ کیونکہ میں آج ان کی speech کے حوالے دینے والا تھا پتہ نہیں کہ ایڈیشنل سیکرٹری صاحب وزیر خزانہ کی نمائندگی کر رہے ہیں یا وزیر خزانہ ہاؤس میں بیٹھے ہوئے ان کی نمائندگی کرتے ہیں۔

جناب سپیکر، بیرسٹر صاحب آپ بہت سنجیدہ اور معزز رکن ہیں ۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آپ اپنے پندرہ منٹ اپنی معروضات اپنی گزارشات ' اپنی تجاویز اور اپنی شکایات بیان کریں۔ نہیں تو اس طرح کی باتوں میں پندرہ منٹ تو گزر جائیں گے۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! یہ بڑا اہم نکتہ ہے کہ کون کس کی نمائندگی کر رہا ہے۔

جناب سپیکر، ان باتوں سے کیا حاصل ہو گا ۔ آپ بجٹ پر آئیے ۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، میں ان کی بجٹ speech کے حوالے سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔ جناب سپیکر! زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ انھوں نے بجٹ speech کے شروع میں یہ فرمایا تھا کہ ہر سال اعلان بجٹ کا یہ لمحہ مایوسی اور امید کے جلو میں طلوع ہوتا ہے اور ایک نئی منزل کی خبر دے کر ماضی کے اندھیروں میں جا اترتا ہے ۔ جناب سپیکر! اس سال بجٹ کے اعلان کے اس لمحے میں ہمیں کسی نئی منزل کی خبر نہیں دی۔ البتہ وزیر خزانہ بے خبری میں ایک حقیقت کا اعتراف کر گئے ہیں کہ موجودہ بجٹ کا عوام کے مسائل سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اس بجٹ نے غریب عوام کے لیے سوائے اندھیروں کے اور کچھ نہیں دیا۔ جناب سپیکر! اگر وزیر خزانہ خود تقریر تیار کرتے اور خود بجٹ تیار کرتے تو وہ اتنے بے خبر نہ ہوتے اور انھیں غریب عوام کی محرومیوں کا احساس ضرور ہوتا' انھیں ان بیواؤں اور یتیموں کی سسکیاں اور آہیں ان کے کانوں تک ضرور پہنچتیں ۔ جناب سپیکر! جو غربت کی چکی میں پس رہے ہیں اور ان بیروزگار نوجوانوں کی مجبوریوں کا بھی انھیں ضرور احساس ہوتا جو اپنے والدین کا اکلوتا سہارا ہیں۔ جناب سپیکر! اگر وہ بجٹ کی تقریر خود تیار کرتے تو انھیں ان لاچار عوام کی بے بسی کا ضرور احساس ہوتا جو موجودہ حکومت کے دور میں جن کی جان و مال اور عزت تک محفوظ نہیں ہے۔ جناب سپیکر! یہ بجٹ غریب عوام کے لیے روشنی کی امید لے کر نہیں آیا بلکہ اس بجٹ کے بعد غریب عوام کے ارد گرد پھیلے ہوئے اندھیرے ہیں ان کو اور گہرا کر دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! وہ سوئی گیس کا کیا کریں جب ان کے پاس ہنڈیا چڑھانے کے وسائل تک نہیں ہیں۔ وہ بجلی کی روشنی سے اپنے گھر کو کیسے منور کریں جب ان کو اپنے مستقبل میں مایوسی اور تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ویسے بھی

جناب سپیکر! اس بجٹ کے دائرہ کار کو غریب عوام سے دور کر دیا گیا ہے۔ آپ نے شاید یہ بات نوٹ کی ہو گی کہ موجودہ بجٹ یا پچھلے سال کا جو بجٹ ہے اس کی figures لاکھوں میں تھیں لیکن جو 1996-97ء کا بجٹ ہے اس کی figures millions میں کر دی گئی ہیں۔ اس سے ہمیں تو یہی احساس ہوتا ہے کہ وزیروں اور مشیروں کا جو سٹینڈرڈ ہے وہ بہت بڑھ گیا ہے۔ لیکن عوام غریب سے غریب تر ہو رہے ہیں۔ جناب سپیکر! کیونکہ بجٹ کی تقریر لکھی ہوئی تھی اور وزیر خزانہ بے خبری میں یہ بھی اعتراف کر گئے کہ صوبہ پنجاب میں آئے دن دھماکے قتل و غارت اور ڈکیتیوں کا سلسلہ جاری ہے ۔ یہ میں ان کی تقریر کا حوالہ دے رہا ہوں اور حقیقت میں اس وقت پورا صوبہ جرائم کی لپیٹ میں ہے لیکن اگر کسی شخص کو اس حقیقت کا علم نہیں ہے تو وہ ہمارے محترم وزیر اعلیٰ ہیں۔ جو دن رات یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ میں نے آتے ہی امن و امان کا مسئلہ حل کر دیا ہے ۔ جناب سپیکر! بجٹ میں امن و امان کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے تقریباً پانچ ارب روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے ۔ اس کے بعد بھی مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو رہے ہیں۔ جناب سپیکر! اس وقت پورے صوبے میں ڈاکوؤں ' چوروں ' لٹیروں اور قاتلوں کا راج ہے اور پولیس جس کے لیے پانچ ارب روپے سے زیادہ رقم رکھی گئی ہے اس کا دائرہ کار پولیس سٹیشنوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے ۔ جہاں وہ عوام کے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑنے کے لیے بندوبست کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر پھر یہ وزیر خزانہ کیسے کہتے ہیں کہ صوبہ پنجاب میں دھماکے' قتل و غارت اور ڈکیتیاں ہمارا دشمن بھارت کروا رہا ہے۔ جناب سپیکر! جبکہ وفاقی حکومت نے ہمارے اصلی دشمن بھارت کو most favourite nation کا درجہ دے دیا ہے ۔ اور ابھی پچھلے دنوں وفاقی حکومت نے ہمارے اصلی دشمن بھارت کو پاکستان کے راستے ایران سے گیس حاصل کرنے کی سہولتیں فراہم کی ہیں۔ جناب سپیکر! may be وزیر اعظم نے بھارت کے سابقہ نو منتخب وزیر اعظم اور موجودہ وزیر اعظم کو نیک تمناؤں کو پیغام بھیجا ہے اور وفاقی حکومت نے آج تک کسی انٹرنیشنل پلیٹ فارم پر کشمیر میں ' جہاں ہمارے اصلی دشمن بھارت نے جو زیادتیوں کا بازار گرم کیا ہے آواز بلند نہیں کی۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ وزیر خزانہ نے کم از کم پنجاب اسمبلی میں اپنے اصلی دشمن کو ان دھماکوں' قتل و غارت اور ڈکیتیوں کا ذمہ دار ٹھہرا کر یہ جرأت کی ہے اور اس کا نام لیا ہے ۔ میری گزارش ہو گی کہ تھوڑی سی اپنی یہ جرأت وفاقی حکومت کو بھی منتقل کریں جو کہ ہمارے دشمن نے کشمیر میں جو بے پناہ ظلم و تشدد کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے اس کے خلاف کسی بین

الاقوامی فورم پر آپ آواز بلند کر سکیں۔

جناب سپیکر! ہمارے وزیر خزانہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا اصول ہے کہ اسراف سے احتراز کرنا اور کفایت شعاری کو اپنانا اور غیر ترقیاتی اخراجات کو کنٹرول کر کے ترقیاتی بجٹ کے لیے زیادہ سے زیادہ فنڈز مختص کرنا ہے۔ جناب والا! انھوں نے اپنا اصول تو بجٹ speech میں بتا دیا ہے۔ لیکن کاش وہ اس پر عمل بھی کرواتے۔ اگر وزیر اعلیٰ پنجاب اپنے لیے ڈیوٹی فری کار کے لیے بل منظور کرواتے ہیں تو کیا جناب سپیکر! یہ کفایت شعاری ہے۔ آپ بجٹ میں دیکھیں کہ وزیروں اور مشیروں کو جو مراعات دی گئی ہیں ان پر جو خرچ اٹھ رہا ہے۔ ان کی کوٹھیوں کی آرائش کے لیے کروڑوں روپے کے فنڈز مختص کیے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ان کو کروڑوں روپوں کے جو صوابدیدی فنڈ مہیا کیے گئے ہیں کیا یہ کفایت شعاری میں آتا ہے؟ اگر یہ کفایت شعاری ہے تو اسراف کسے کہتے ہیں؟ مجھے خوشی ہے کہ انھوں نے کفایت شعاری کو اپنا اصول بنایا ہے۔ جہاں انھوں نے اپنی تقریر میں اپنے اس اصول کا ذکر کیا ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ یہ مشورہ دیتے کہ کرپشن میں بھی کفایت شعاری کی جائے۔ اس وقت پورا صوبہ کرپشن کی لپیٹ میں ہے۔ اگر وہ کرپشن کو ختم نہیں کر سکتے تو کم از کم کفایت شعاری کا اصول وہاں بھی لے جائیں اور وزیروں، مشیروں اور بیورو کریسی کو یہ بھی ہدایت کریں کہ کرپشن میں بھی وہ کفایت شعاری سے کام لیں۔

جناب سپیکر! ابھی انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ ہم غیر ترقیاتی اخراجات کو کنٹرول کر کے ترقیاتی اخراجات کے لیے زیادہ فنڈ مہیا کریں گے۔ جناب سپیکر! اس کا عملی مظاہرہ جو انھوں نے کیا ہے کہ پچھلے سال کے مقابلے میں آئندہ مالی سال کے لیے انھوں نے سات ارب روپے کے غیر ترقیاتی اخراجات میں اضافہ کیا ہے۔ اس کے مقابلے میں انھوں نے ترقیاتی بجٹ میں صرف دو ارب روپے کا اضافہ، لیکن یہ اضافہ کن مدوں پر ہوا ہے یہ میں ابھی بتاؤں گا۔ لیکن اس اضافے کا کیا فائدہ جب کہ انھوں نے تعلیم کے بجٹ میں اس سال کٹوتی کی ہے۔ جناب سپیکر! یہ اس قوم کے ساتھ اتنا بڑا ظلم ہے کہ جب کہ اس وقت پوری دنیا اپنی نئی نسل کو اکیسویں صدی کے لیے تیار کر رہی ہے، کیا ہم تعلیم کے بجٹ میں کمی کر کے یہ توقع رکھتے ہیں کہ اپنی نئی نسل کو اکیسویں صدی کے تقاضوں کے مطابق تعلیم دے سکیں گے؟ تعلیم کے بجٹ میں کیا ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم صوبہ پنجاب یا

پورے پاکستان میں شرح خواندگی کو بڑھا سکیں گے جب کہ پہلے ہی اس خطے میں ہمارا ملک تعلیم کے میدان میں دوسرے ملکوں سے بہت پیچھے ہے۔ جناب سپیکر! تعلیم کے شعبے میں کمی کر کے کیا ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ ہم معیار تعلیم کو بلند کر سکیں گے؟ اور معیار تعلیم کے بغیر تعلیم کے حصول کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کا ایک ذیلی شعبہ ٹیکنیکل ایجوکیشن ہے۔ یہ بری طرح نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس کے لیے ترقیاتی بجٹ میں صرف تقریباً ساڑھے دس کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اور بھی on going schemes کے لیے ہے۔

جناب سپیکر، آپ کے پاس تین منٹ اور ہیں۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، شکریہ جناب سپیکر۔ ساڑھے دس کروڑ کی جو سکیم ہے وہ ساری کی ساری on going scheme کے لیے ہے اور نئی سکیموں کے لیے، ٹیکنیکل تعلیم کے شعبے میں ایک پیسہ بھی مختص نہیں کیا گیا۔ جناب سپیکر! موجودہ دور میں جب کہ ٹیکنیکل ایجوکیشن کے بغیر کوئی قوم نہ صرف اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکتی ہے اور نہ ہی ترقی کر سکتی ہے۔ اتنے بڑے شعبے کو اتنی بری طرح عدم توجہی کا شکار کرنا میں سمجھتا ہوں کہ پوری قوم کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر! ابھی آج میں اخبار میں پڑھ رہا تھا کہ ہمارے مشیر جناب ڈار صاحب یہاں بیٹھے ہیں، انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پہلی مرتبہ گوجرانوالہ کے لیے ترقیاتی فنڈ رکھے گئے ہیں۔ بجٹ کے سلسلے میں بہت باتیں تھیں۔ لیکن چونکہ وہ سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھے بتایا گیا ہے کہ وقت بھی دو منٹ بقایا ہے۔ جناب سپیکر! حقیقت سے اس اعلان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ کو یاد ہو گا کہ شاید ہی کوئی ایسا اجلاس پنجاب اسمبلی کا ہوا ہو جس میں ہم نے گوجرانوالہ میں سڑکوں کی ٹوٹ پھوٹ سے لے کر سیوریج کے ناقص انتظامات تک یہ پوائنٹ نہیں اٹھایا۔ ہمیں توقع تھی کہ اس بجٹ میں وزیر خزانہ کچھ پیسے رکھیں گے لیکن جس رقم کا جناب اظہر حسن ڈار صاحب نے ذکر کیا ہے، وہ تو وہ سکیم ہے، جی ٹی روڈ کی تعمیر، جو ہمارے دور کی منظور شدہ ہے۔ اب تین سال کے عرصے کے بعد اس پر تعمیر شروع کی گئی ہے اور وہ بھی شہر کو کھنڈرات میں تبدیل کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ اس کی ناقص منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ جو صحیح سڑک تھی اس کو بھی توڑ کر اس کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے، جو سڑک کا حصہ تھا اس کو نہ اس وقت تعمیر کیا گیا اور نہ اب تعمیر

ہو گا۔ اب فنڈ ختم ہیں۔ آئندہ سال میں جب فنڈ آئیں گے تو پتا نہیں یہ سڑک مکمل ہوتی ہے یا نہیں۔ لیکن گوجرانوالہ کی حالت سڑک کے تعمیر کرنے سے تبدیل نہیں ہو گی۔ جناب سپیکر! اس وقت پورے گوجرانوالہ میں سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ سیوریج کا نظام بالکل choke ہو چکا ہے اور گندگی کے انبار ہیں۔ آج ہمیں یہ نوید سنائی جا رہی ہے کہ وزیر اعظم کا پیکج آ رہا ہے۔ جناب سپیکر! ہمیں وزیر اعظم کے پیکج کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ انتقاماً ہمارے فنڈ تو روک لیتے ہیں۔ لیکن اب یہ کہتے ہیں کہ ہم گوجرانوالہ کے لیے فنڈ دے رہے ہیں۔ آپ ہمیں فنڈ نہ دیں۔ لیکن ایم پی ایز کی جو ڈویلپمنٹ سکیمیں ہیں آپ ان پر تو عمل درآمد کروا دیں۔ اس سے آپ حکومت کی سیاسی بد دیانتی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ایک طرف ایم پی ایز کے ڈویلپمنٹ فنڈز کے لیے جو سکیمیں دیتے ہیں وہ روک لیتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف کہتے ہیں کہ ہم وزیر اعظم کے ترقیاتی پیکج کے لیے اعلان کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر، حاجی محمد افضل چن صاحب!

حاجی محمد افضل چن: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! میں آپ کا بہت ممنون ہوں۔ یہ کوئی پہلا بجٹ نہیں ہے۔ ساری حکومتیں اپنے بجٹ پیش کرتی رہی ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ بجٹ پیش ہوتے رہیں گے۔ کوئی حکومت بھی اپنے عوام کے لیے برائی کے لیے بجٹ پیش نہیں کرتی' اس کی بہتری کے لیے کرتی ہے۔ اور جتنے وسائل ہوتے ہیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نے اپنا بجٹ تیار کرنا ہوتا ہے۔

جناب والا! میں سب سے پہلے تعلیم پر آؤں گا۔ کیونکہ تعلیم ایک ایسی چیز ہے جس کے بغیر نہ معاشرہ مہذب ہو سکتا ہے اور نہ دنیا کا کوئی کام ہو سکتا ہے۔ ماسوائے تعلیم کے۔ تعلیم ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی پہچان کراتی ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پہچان کراتی ہے۔انسان کی اپنی پہچان بھی تعلیم سے ہوتی ہے۔ لیکن آج نہیں' میں تو ۸۵ سے بات کرتا ہوں۔ اس میں میرے بھائی جناب عثمان ابراہیم صاحب بھی میرے وزیر تعلیم رہے ہیں۔ میرے بڑے پیارے بھائی ہیں۔ لیکن ان سے لے کر آج تک کوئی وزیر تعلیم یہ نہیں بتا سکتا کہ میں نے تعلیم کی بہتری کے لیے یہ کام کیا ہے اور بولی مافیا سے نجات دلائی ہے۔ یہ تو آپ یہاں بیٹھے دیکھتے ہیں' غربت دیکھنی ہے تو چلیں دیہاتوں میں۔ خدا کی قسم اتنی غربت کہیں نہیں ملے گی۔ یہ شہر جو آپ دیکھ رہے ہیں ناں' یہاں آپ ایچی سن کالج اور

یہ سارے دیکھ رہے ہیں۔ یہاں تعلیم بڑی ہو رہی ہے۔ ہمارے علاقے میں جو ستر فی صد' ہر آدمی اپنے منہ سے کہتا ہے کہ دیہی آبادی ستر فی صد ہے اور کوئی اسی فی صد کہہ دیتا ہے' میرے علاقے کو ہی لے لیں۔ میرے منڈی بہاؤالدین ضلع کو لے لیں۔ میں اتنی دفعہ سوال بھی دے چکا ہوں۔ آج تک بھی منڈی بہاؤالدین ضلع میں ایک ہی ڈگری کالج ہے۔ اس میں آج بھی سائنس کا ٹیچر نہیں ہے۔ میرے علاقے میں جائیں۔ یہاں ضیاء الحق سے لے کر ہر آدمی نے کہا، اسلام' اسلام' اسلام' اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ پاکستان کا نام تو اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ لیکن جا کر دیکھیں۔ آج تک ۱۹۸۵ء سے لے کر ہمارے علاقے میں کوئی عربی ٹیچر کام نہیں کر رہا۔ سکولوں میں سیٹیں ہی نہیں ہیں۔ اسلام میں اس کا اتنا لگاؤ رہا ہے' یہ لوگ اسلام اس قدر لانا چاہتے تھے اور آج والے بھی کہ آج تک وہاں عربی ٹیچر کی سیٹ نہیں ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ چوبیس ارب روپیہ تعلیم پر رکھا گیا ہے۔ یہ جب لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے وسائل بہت کم ہیں۔ میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ وسائل ہمارے کبھی کم نہ تھے نہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی implementation یا اس کو خرچ کرنا الگ بات ہے۔ اپنی اپنی ترجیحات ہیں۔ کہ اگر گھی کا ایک ٹین بھرا ہوا ہے' ہے وہ کھانے کے لیے آپ زمین پر اس کو انڈیل دیتے ہیں تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس گھی نہیں ہے۔ وہ تو آپ نے زمین پر پھینک دیا۔ اس کو کتے بھی کھا جائیں گے' کیڑے بھی کھا جائیں گے۔ ہمارے وسائل سے شروع سے لے کر آج تک یہی ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے جس کا آج صدر پاکستان نے بھی تذکرہ کر دیا ہے۔ اس سے آگے میں کیا بات کر سکتا ہوں۔

جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ میں نے ساری مدیں پڑھی ہیں۔ تعلیم کے لیے جو رقم ہے وہ بالکل کافی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ ان سکولوں میں نہ آج ٹاٹ ہیں اور نہ پھر ہوں گے۔ نہ ان سکولوں کی آج چھت ہے نہ پھر ہو گی۔ یہ رقم ساری کی ساری غیر ترقیاتی کاموں پر خرچ ہو جائے گی جس کا ثبوت میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں نے عثمان ابراہیم صاحب کے دور میں ایک سوال کیا تھا' اس وقت تعلیم کے لیے 7 ارب روپیہ تھا تو جواب مجھے ملا تھا کہ 126 کروڑ تعلیم پر خرچ ہوا ہے اور 540 کروڑ غیر ترقیاتی کاموں پر خرچ ہوا ہے تو یہ کتنی ستم ظریفی ہے۔ میں موجودہ حاکم وقت سے بھی یہی عرض کروں گا کہ براہِ مہربانی یہ بجٹ سب کو نصیب ہو لیکن اس میں جس جس مد کے لیے کوئی چیز رکھی گئی ہے وہ اسی پر خرچ کی جائے۔ ہمارے جتنے بھی دیہات ہیں ان میں نہ دینی تعلیم کا بندوبست ہے' نہ سائنسی تعلیم کا بندوست ہے اور میں ایک اور بات عرض کروں جو نہایت ضروری ہے جس کا

وقت کا بھی تقاضا ہے کہ اس وقت فنی تعلیم ہو۔ کیوں؟ ہر حکومت کہتی ہے کہ بڑی بے روزگاری ہے اور اگر فنی تعلیم نہیں دیں گے تو یہ دس دس تھرڈ ڈویژن پڑھے ہوئے' پہلے ہماری حالت یہ ہے' جب یہاں بات ہوتی ہے تو آپ جیسے سوچنے والے تو کہتے ہیں کہ میرٹ۔ لیکن جناب سپیکر! اس وقت آپ جیسے منجھے ہوئے اور ایک نہایت ہی محترم انسان' پڑھے لکھے لوگوں پر مجھے حیرانگی ہوتی ہے کہ اگر یہ میرٹ کا نام عدل و انصاف ہی ہے تو یہ انصاف کرتے کیوں نہیں ہیں؟ بھئی ہمارے بچوں کو تعلیم دے رہے ہیں تھرڈ ڈویژن پی۔ ٹی۔ سی' آپ بیشک چیک کروالیں تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ 70 فیصد آبادی کو تعلیم دیں تھرڈ ڈویژن پی۔ ٹی۔ سی اور شہروں میں ڈبل ایم۔ اے تعلیم دیں۔ براہِ مہربانی میری یہ گزارش ہے کہ کم از کم بی۔ اے تعلیم کا آدمی ٹیچر ہونا چاہیے۔ اس سے کم کی تعلیم کا ٹیچر نہیں لگانا چاہیے اور نہ ہی وہ تعلیم دے سکتا ہے۔

جناب والا! صحت کی حالت یہ ہے کہ ان کی حکومت سے ہی بی۔ ایچ۔ یو بننے شروع ہو گئے کیونکہ یا حکومت مارشل لاء کی رہی ہے یا پھر مارشل لاء کی باقیات کی تھوڑی سی حکومت رہی ہے جس میں ہم لوگ اس وقت power full تھے۔ اس وقت یہ سسٹم تھا کہ ہر یونین کونسل میں ایک بی۔ ایچ۔ یو بنا دیا جائے۔ تو میں ذرا صحت کی مثال پیش کرتا ہوں کہ میرے حلقے میں اِس وقت بھی کوئی بی۔ ایچ۔ یو ایسا نہیں ہے کہ جس میں آج بھی کوئی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر لگا ہوا ہو۔ کوئی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر نہیں ہے۔ یہاں آپ سروس ہسپتال لے لیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو پہلے ہی کروڑ کے مقروض ہیں۔ دیہاتوں میں یہ حالت ہے کہ وہاں کسی ہسپتال میں بھی کوئی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر نہیں ہے اور نہ دوائی ہے۔ تو یہاں کی حالت یہ ہے کہ سروسز ہسپتال تو وہ ہے جس سے گورنر صاحب' آپ بھی اور ہم بھی سارے حلقے بھی اپنے آپ کو وی۔ آئی۔ پی کہتے ہیں اس سے علاج کروانا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کروڑ روپے کے پہلے ہی مقروض ہیں۔ نہ اُدھر کوئی ڈاکٹر ہے اور نہ دوائی ہے تو اِدھر یہ لوگ مقروض ہیں۔ یہ صحت کا پیسہ خدا جانے پھر کہاں جاتا ہے؟ میری اس میں گزارش یہ ہے کہ جو سب سے بڑی بات ہے آپ نے خود پڑھا بھی ہو گا کہ ہمارے سابقہ گورنر مرحوم جب امریکہ گئے تو ان لوگوں نے بھی کہا تھا کہ یہ تو دوائی جعلی ہے۔ سب سے بڑی ظلم کی بات یہ ہے کہ یہ جعلی دوائیاں جو غریبوں' امیروں سب لوگوں کی جانوں سے کھیل رہے ہیں اس کا کوئی بندوبست نہ کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا سدباب کرنے کا کوئی حکومت ارادہ رکھتی ہے کیونکہ ہم خود حکومت میں بیٹھے ہیں ہمارا کام ہی

سارے بھائی کہتے ہیں میں بھی اس سسٹم کا حصہ ہوں لیکن جو وقت بتلا رہا ہے۔ حقیقت سے آپ کیسے انحراف کر سکتے ہیں؟ اس سسٹم نے ملک کو نہیں بچایا اور نہ بچا سکتا ہے۔ کیوں؟ اتنا غیر منصفانہ سسٹم' یہ کیا غریبوں کو دے سکے گا؟ کچھ نہیں دے سکتا۔ پھر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس میں مارشل لاء بھی آئے۔ انھوں نے بھی اس پورے ڈھانچے کا قلع قمع کیا۔ ملک کو قرضوں کے بوجھ کے نیچے دبا دیا۔ جب جمہوری دور آیا تو جمہوریت بھی ایسی آئی کہ جس میں آج بھی یہ جتنا ڈھانچہ بگڑا ہوا ہے صرف پانچ چھ آدمی ہیں اگر وہی قرآن پہ ہاتھ رکھ دیں کہ آج سے ہی ہم نہ کرپشن کریں گے اور نہ کرنے دیں گے تو کوئی ایسی بات نہیں کہ ہماری تقدیر بدل نہیں جائے گی کیونکہ علامہ صاحب تو کہتے ہیں کہ،

اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی گرسنگ
تقدیر کے پابند جمادات و نباتات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند
صرف یہ جو نیت ہے - - - -

بدل سکتا ہے رخ تقدیر کا تدبیر کی جانب
خلوص دل سے جب ہم کوئی تدبیر کرتے ہیں

بات ہے خلوص نیت کی۔ اس بجٹ میں بالکل کوئی نقص نہیں ہے۔ یہی بجٹ سارا غریبوں کے لیے ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نہ ہمیں ملے' نہ غریبوں کو ملے' کھانے والے کھا جائیں۔ اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بجٹ بنا۔ چاہیے تو یہ تھا بھئی جمہوریت والو آؤ! تم اپنے اپنے علاقے کی نمائندگی کرتے ہو۔ آؤ! تم شیئر ہولڈر ہو۔ اس بجٹ کو بناؤ۔ تمہارے علاقے کی کیا ترجیحات ہیں؟ لیکن افسوس کہ اس کی طرف ہمیں کسی نے نہیں بلایا' نہ بلانے کی ضرورت سمجھی۔ وہی بجٹ جو سابقہ دوروں میں' آج نہیں یہ ساری خرابیاں' یہ شروع سے ہو رہی ہیں' کہ کسی عوامی نمائندے کو اس بجٹ کے بنانے میں شامل نہیں کیا گیا۔ بیورو کریسی نے اپنی مرضی سے جس طرح چاہا بجٹ بنا لیا اور اس کا خرچ بھی' ماسوائے یہ کہ ہر ایم۔ پی۔ اے کو ساٹھ ساٹھ لاکھ مل جائے گا۔ ایک ارب نہیں تو ڈیڑھ ارب بن جائے گا۔ یہ بیچارے لوگ اس پر ہی خوش ہیں اور دوسرا کہ جی میرا تحصیلدار لگ گیا' میرا ڈی۔ ایس۔ پی لگ گیا۔ بھائی ہمارا کام یہ تو نہیں ہے۔ ہم اپنی منزل کو چھوڑ چکے ہیں۔ آؤ اپنی منزل کی طرف۔ ہمارا یہ کام نہیں۔ ہم رب کے حکم سے انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتے ہیں اگر ہماری نیت صاحب ہو۔ ہمیں افسر

لگوانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ جتنا بھی بجٹ ہے اسی کو آج ہماری حکومت یہ سمجھے کہ ہم نے عوام پر لگانا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اگلے سال یہی بجٹ بتائے گا کہ کتنا اچھا بجٹ تھا لیکن ہمیشہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

جناب والا! بڑی مدت سے آپ کے بھی بیانات آتے ہیں تو میں بڑا خوش ہوتا ہوں۔ کبھی کبھی دل میں خلش بھی ہوتی ہے کیوں کہ جو حقیقت ہوتی ہے وہ ہمیشہ تلخ ہوتی ہے تو میری یہ گزارش ہے کہ اس ملک میں تین زرعی اصلاحات پہلے ہو چکی ہیں اور اس میں 8 ہزار یونٹ سے بڑھ کر کوئی مالک نہیں ہے۔ اگر کسی نے چور دروازے سے آ کر آس پاس زمین لگوالی' کوئی چراگاہ بنوالی' کوئی ڈیری فارم بنوا لیا تو وہ الگ بات ہے۔ زرعی اصلاحات کا جو قانون ہے وہ 8 ہزار یونٹ کا ہے۔ اس میں بات یہ ہے جن کو آپ جاگیردار کہتے ہیں۔

جناب عبدالرشید بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

جناب عبدالرشید بھٹی: جناب سپیکر! حاجی صاحب بجٹ تے تقریر کر رہے نیں تے بڑی سوہنیاں گلاں کردے نیں پے۔ تے میرا خیال اے کہ سنا تہانوں رہے نیں۔ بجٹ دے بارے وچ جیہڑا اونہاں نے فرمایا اے ناں کہ ساڈے ممبراں کولوں کوئی رائے نہیں لئی گئی۔ میں جناب کولوں پچھنا چاہواں گا کہ as a Speaker تہاڈی کولوں ایس بجٹ وچ رائے لئی گئی؟

جناب سپیکر: نہیں۔

جناب عبدالرشید بھٹی: تے فیر ایتھے آپاں کیوں بیٹھے آں۔ ایتھے بیورو کریسی نوں لیا کے بٹھاؤ جہاں ایہہ بنایا اے۔ آپاں کاہدے لئی بحث کرن لگے ہوئے آں۔ (قہقہے) کیوں سر! تن سال ہو گئے نیں تے ہر سال اسیں پلنے آں' روپے آں پارلیمانی پارٹی وچ وی کہ ایہہ حق لوکاں نیں سانوں دتا اے۔ اسیں فیصلہ کریے کہ پنجاب نوں کہیڑیاں چیزاں دی لوڑ اے لیکن ہر سال فیصلہ کوئی ہور قوتاں کر دیندیاں نیں۔ آپاں ایویں رولا ایتھے پا چھڈنیں آں۔

جناب سپیکر: رشید بھٹی صاحب بہتر تے ایہہ وے کہ ایہہ گل تسی اپنی پارلیمانی پارٹی دے وچ کرو۔ ایہدے تے لڑو اور ایس نوں منواؤ کہ بجٹ دے پیش ہون توں پہلے ممبراں دی رائے لئی جائے'

جناب عبد الرشید بھٹی: تے ایہدا as a Speaker کوئی کرو فیصلہ۔ ایہہ ہر سال ای تماشا لگ کے فارغ ہو جاندا اے۔

جناب سپیکر: تشریف رکھو ناں۔ تہاڈی واری آندی اے تے تسیں ایہہ زور دے نال گل کرو۔ جی محترم حاجی محمد افضل چن صاحب

حاجی محمد افضل چن: بھٹی صاحب! میں آپ کی بات کا جواب ایک ہی فقرے میں دینا چاہتا ہوں۔۔۔۔

ملک بلال مصطفےٰ کھر: جناب والا! آج اخبار میں میرے متعلق ایک آرٹیکل آیا ہے کہ جی ایم۔پی۔اے ہوسٹل میں میرا کمرہ نمبر ۴۰۴ ہے اور انہوں نے اس کا نمبر ۱۰۴ لکھا ہے اور وہاں پر کوئی فائرنگ ہوئی ہے۔

and I was present in the house at that time or I was any where in the M.P As' Hostel

یہاں پر اپوزیشن کے کچھ صاحبان بھی ہیں جن کے ساتھ میں بیٹھا ہوا تھا جب فائرنگ ہو رہی تھی۔ جناب والا! یہ جو فائرنگ ہوئی ہے یا جو کچھ بھی ہوا ہے مسئلہ یہ ہے کہ میرا کمرہ نمبر ۱۰۴ نہیں ہے جبکہ میرے کمرے کا نمبر ۴۰۴ ہے Sir, I would be very grateful if you could have any enquiry to this. کیونکہ کل انہوں نے میرے بھائی کے خلاف لکھا ہے آج میرے والد صاحب اور میرے خلاف لکھا ہے I don't know the basis the news has been upto. اگر جناب والا! میرے ساتھ اس طرح ہوتا رہا۔۔۔۔

جناب سپیکر: جو بات آپ نے کہی ہے پریس گیلری میں بیٹھے ہوئے ہمارے صحافی دوستوں نے اسے سنا ہے میں ان سے خاص طور پر گزارش کروں گا کہ وہ اس کا نوٹس لیں اور آپ کی طرف سے جو وضاحت آئی ہے اسے وہ اخبارات میں دیں۔

آپ کے لیے میرا مشورہ ہے کہ آپ اس پر باقاعدہ پریس کانفرنس کر کے اس کو واضح کر دیں۔ یہاں سارے پریس والے بیٹھے ہیں۔

MALIK BILAL MUSTAFA KHAR: Sir, it is very clear that my room number is 404.

جناب سپیکر: آپ نے جو کہا ہے وہ ریکارڈ پر آ گیا ہے [illegible]

میں نے انہیں request کی ہے وہ انشاء اللہ آپ کو وضاحت دے دیں گے۔

ملک بلال مصطفےٰ کھر : جناب والا! میں نے یہاں پر from the M.P.As Hostel inquiries کی ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ساتھ کوئی بٹ صاحب ہیں انہوں نے کسی پلاٹ پر قبضہ کیا ہوا ہے وہ فائرنگ کرتے رہے ہیں and they took my name

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ آپ نے جو بھی بات کی ہے وہ نوٹس میں آ گئی ہے۔ اگر آپ مزید وضاحت کرنا چاہتے ہیں تو پریس گیلری موجود ہے ان سے بات کریں۔ آپ کی طرف سے جو بھی وضاحت ہو گی میرے تاکید ہے وہ اسے خصوصی طور پر اخبارات میں شائع کر دیں گے۔

MALIK BILAL MUSTAFA KHAR : Thank you, sir.

وزیر برائے پارلیمانی امور : جناب سپیکر! میری یہ درخواست ہے کہ ایسے واقعات کی تصدیق کر لی جائے اس سے پیشتر کہ اسے اخبارات کی زینت بنایا جائے۔ صحافت ایک مقدس پیشہ ہے جس پر جناب بے حد ذمہ داری ہے۔

جناب سپیکر : یہ تو بالکل بجا ہے۔ صدر صاحب نے بھی یہ بات وہاں پر کہی کہ اخبارات میں اس بات کا خیال نہیں کیا جا سکتا۔ خبریں لگانے سے ایک عزت وابستہ ہوتی ہے اور اخبار کی ایک غلط خبر لوگوں کی پگڑی اچھال کر رکھ دیتی ہے تو جب لوگ موجود ہوتے ہیں تو خبر چھاپنے سے پہلے تحقیق کرنی چاہیے۔ آپ نے بالکل بجا فرمایا ہے۔ جی حاجی افضل چن صاحب۔ آپ کے پاس دو منٹ اور ہیں۔

حاجی محمد افضل چن : نہیں جناب۔ جناب والا! مجھے تو بیس منٹ اور دیں کسی اور نے بات کرنی ہے، ٹھیک ہے۔۔۔

جناب سپیکر: بسم اللہ جاری رکھیے۔

حاجی محمد افضل چن : جناب والا! بھٹی صاحب نے فرمایا تھا اور انہوں نے بے بسی کا اظہار کیا تھا تو علامہ صاحب کا ایک شعر پیش کرتا ہوں۔

کبھی تو مل ہی جائے گی منزل لیکن اقبال
کوئی دن اور ابھی وعدہ پیمائی کا کر

جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ کسی کے پاس 8 ہزار یونٹ زیادہ زمین نہیں ہے۔ آپ

آج بھی دیکھ لیں کہ جن کو جاگیر دار کہتے ہیں وہ یہ کاشتکاری چھوڑ کر سارے کے سارے صنعتوں میں چلے گئے ہیں۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ اس میں کوئی کمائی نہیں رہ گئی لہذا وہ سارے کے سارے صنعتکار ہو گئے۔ جناب والا! یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے سب زمیندار بھائی چلے گئے ہیں بات اتنی ہے۔ ان کے لیڈر میاں نواز شریف زندہ ہیں۔ ۱۹۸۵ء میں میں نے ان سے کہا تھا کہ میاں صاحب! جب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لا تفرقوا ۔ کہ تفرقہ بازی مت کرو ۔ ہم ایسا کام کر جائیں تاکہ آنے والی نسلیں یہ نہ کہیں کہ یہ جاگیردار ہے یہ صنعتکار ہے لہذا آپ ان سب کو ایک کریں اور جناب ہماری حدیث میں بھی ہے اور میں کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ جناب سپیکر! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جناب انہوں نے ناچ گانے والوں کو تو فلمی صنعت قرار دے دیا زراعت اور صنعت جنکا چولی دامن کا ساتھ ہے زراعت کے بغیر صنعت ہو نہیں سکتی اس کو وہ خام مال دیتی ہے تو جناب زراعت کو صنعت کا درجہ دینے میں خدا جانے ان کے لیے کیا قباحت ہے۔ اگر یہ اس کو بھی صنعت میں لائیں تو کون ٹیکس سے بچ سکے گا۔ باقی جناب میں عرض کروں کوئی بھی معاشرہ ہو کسی بھی مکتب فکر کے لوگ ہوں انصاف سے آگے تو کوئی کچھ نہیں چاہتا اگر جناب کوئی قتل کرتا ہے تو جتنا حق مدعی چاہتے ہیں جو بے گناہ قتل میں آتا ہے وہ بھی اتنا ہی مظلوم ہوتا ہے اور اس کا حق بھی اتنا ہی ہوتا ہے صرف یہ دیکھ لینا کہ جن کا آدمی قتل ہو گیا' لیکن ان کو بے گناہ قتل میں پھنسا دینا وہ بھی اتنے ہی ظالم ہیں ۔ جناب والا! ہم کبھی ٹیکس سے نہیں بھاگتے۔ ہماری حالت آپ کے سامنے ہے صنعت کار جن کے متعلق علامہ صاحب نے بھی کتنا خوبصورت فیصلہ دیا ہے ۔

کارخانہ دار ہیں اک مرد نا کردہ کار
عیش کا پتلا ہے وہ محنت اسے ناسازگار
حکم حق ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ
مزدور کی محنت کا پھل کیوں کھائے سرمایہ دار

جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ ہم ٹیکس دینا چاہتے ہیں ہم سے لیتا کوئی نہیں اور باقی خدا کی قسم ہم اتنے ٹیکس دے رہے ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے ہمارے ساتھ سب سے بڑا جو ظلم اب ہو رہا ہے ویلتھ ٹیکس جناب والا! ظلم کے لیے بھی پورے پنجاب کو منتخب کیا ہے جس کا مقدمہ آپ نے بھی لڑا تھا آپ اس کا آج بھی درد رکھتے ہیں لیکن خاموش ہیں جناب سپیکر! سندھ میں جائیں! ایک

دو ضلعے کے سوا کسی کا یونٹ بھی ۲۲ ۔ ۲۳ سے اوپر نہیں ہے پنجاب میں ۴۲۔۴۰ سے لے کر ہمارے یونٹ ایک ' ایک ایکڑ کے ہیں میری اپنی زمین جو منڈی بہاؤالدین میں ہے اس کے ۶۲ یونٹس ہیں جو زمین سرگودھا میں ہے اس کے شاید ۴۲ یونٹس ہیں تو جناب گورنمنٹ نے یہ کیا پہلے جناب سو روپیہ فی یونٹ ہوتا تھا انہوں نے کہا کہ جی کاشتکار کو قرضہ کم ملتا ہے جو اس بات کو نہیں جانتے تھے وہ تو بڑے خوش ہوئے سو سے بڑھا کر دو سو روپیہ فی یونٹ قیمت لگا دی۔ اس کا انہوں نے کیا کیا کہ جی پہلے پانچ ہزار پر ٹیکس تھا پھر انہوں نے کہا کہ جی چار ہزار پر لاگو کرتے ہیں آج جناب سپیکر! حالت یہ ہے اس وقت ہمیں ویلتھ ٹیکس کے نوٹس آ چکے ہیں کہ اڑھائی ہزار یونٹ والے پر ٹیکس لگاؤ اور یونٹ کی قیمت چار سو روپے کر دی گئی ہے ۔ جناب والا! ہمارے ساتھ یہ کتنا ظلم عظیم ہے۔ نہ دیکھا گیا ہے کہ زمین اچھی ہے یا بری ہے یا زمین پر کچھ کاشت ہوتا ہے یا نہیں ہوتا ہے جناب چار سو روپے کی قیمت بڑھا کر اور اڑھائی ہزار یونٹ پر ٹیکس لگا دیا گیا ہے جناب آپ جانتے ہیں کہ جی آدمی کو کوئی مرض نہ ہو اس کی انکم ٹیکس والوں سے فائل بنوا دیں خدا کی قسم نہ کینسر کی ضرورت ہے نہ ٹی ۔ بی کی ضرورت ہے جس کی فائل بن گئی وہ خود بخود مر جائے گا اور آپ کو اسے باہر بھیجنے کی کوئی ضرورت پڑے گی ۔ جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ ہمارے ساتھ انصاف کریں کیونکہ ہائم تھوڑا ہے میں اپنی کارکردگی پر نہیں جاتا ۔ حالانکہ علامہ صاحب نے کاشتکار کے متعلق کہا تھا کہ۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

لیکن آج کہتے ہیں جی ۔

دہقاں تو گیا مر اب کس کو جگاؤں
اگنا ہی نہیں خوشہ اب کس کو جلاؤں

جناب سپیکر! ہماری حالت یہ ہے۔

جناب سپیکر ، آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

حاجی محمد افضل چن : جناب والا! اصل چیز کی طرف تو میں اب آنے والا ہوں۔ جناب والا! میں لیڈر آف دی اپوزیشن کی تقریر کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ میں اس کا موازنہ کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب والا! میرا وقت بھی ان کو عنایت کر دیجئے۔

حاجی محمد افضل چن : تو جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اس دن لیڈر آف دی اپوزیشن نے کہا کہ صوبے میں جناب کرپشن ہے۔ غریب اور بیوہ عورتوں کے حقوق چھین کر عیاشی کی جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! کتنا اچھا ہوتا کہ آج وہ ہوتے لیکن کوئی بات نہیں میرے ساتھی بھائی ان تک پہنچا دیں گے ۔ جناب والا! یہ وہ باتیں ہیں جن سے کوئی انحراف نہیں کر سکتا ۔ آپ ریکارڈ نکلوا کر دیکھ سکتے ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ ہمیں پنجاب کا دکھ ہے۔ 1988ء میں جہاں سے پہلی دکھ کی بات چلتی ہے۔ 1988ء میں دکھ ہوا۔ بے نظیر بھٹو کی حکومت آ گئی ۔ ادھر حکومت ان کی تھی ۔ اس بات کا انھیں دکھ ہوا۔ اسی اسمبلی میں وزیر قانون نصراللہ دریشک تھا ۔ اس اسمبلی میں کالا باغ ڈیم کی تحریک پیش کی گئی گورنمنٹ کی طرف سے ۔ 1990ء میں تو میں بھی اسی اسمبلی کا رکن تھا ۔ ان کی پارٹی کا آدمی تھا ۔ 1990ء میں چاروں صوبوں میں حکومت ہماری تھی ۔ پنجاب کے دکھ کی بات کر رہا ہوں ۔ جو غریب لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں کہ جناب ہمیں اس کا بڑا دکھ ہے۔ میں ان کا دکھ دکھانا چاہتا ہوں اور وہ بھی دستاویزی دکھ ۔ ایک شخص خود وزیر قانون کی معرفت بطور چیف منسٹر پنجاب کی خاطر یہ نعرہ بھی لگاتا ہے کہ جاگ پنجابی جاگ تیری پگ نوں لگ گیا داغ۔ اج تک پگ سے ہی بھٹی صاحب کول۔ ہور کسے کول نئیں اے ۔ جناب والا! وہی آدمی دو سال بعد جب میں ایک مسلم لیگی ہونے کے ناتے سے 'ایک پاکستانی ہونے کے ناتے سے میرا تعلق پنجاب سے ہے' میں نے تحریک پیش کی تو یہی وٹو صاحب سپیکر تھے ' انھوں نے کہا واپس لو۔ میں نے کہا واپس نہیں لوں گا میرے ٹکڑے کر دو۔ میں نے واپس نہیں لی تھی ۔ انھوں نے ٹیکنیکل طریقے سے کام دکھایا۔ کیونکہ سپیکر صاحب کے پاس بہت طاقت ہوتی ہے ۔ وہ جب چاہے جو جی چاہے کر سکتا ہے ۔ انھوں نے کہا جناب چار دن کا ایجنڈہ ٹیبل پر تھا ۔ صرف تحریک کی خاطر اسی دن اجلاس ملتوی کر دیا اور میری تحریک kill کی ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں پنجاب کا درد رکھنے والو جب تمہاری چاروں صوبوں میں حکومت تھی کالا باغ ڈیم کیوں بھول گئے ۔ آج میں اپنے بھائی نادر پرویز سے پوچھتا ہوں ۔ وہ سابقہ فوجی جرنیل آدمی ہے ۔ بھائی میرا تو اس وقت پانی و بجلی کا وزیر مملکت تھا ۔ جب وہ بیچارہ بیان دیتا کہ کالا باغ ڈیم بننا چاہیے تو اس کی مخالفت بلور کرتا ۔ جناب رامے صاحب! اس سے بڑا دھوکا قوم کے ساتھ کیا ہے ۔ آپ پاکستان کے بنانے والے ہیں۔ ٹھیک ہے میں آپ کا ساتھ نہیں دے رہا ' آپ کے دشمنوں سے تو بھائی چارہ قائم نہ کروں۔ کبھی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

میرے پاس سے گزر کر میرا حال تک نہ پوچھا
میں یہ کیسے مان جاؤں کہ وہ دور جا سکے ہیں

یہ تو حقیقت کو مسخ کر رہے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے۔ پچھلے دنوں بھی ولی خاں کا بیان آیا تھا۔ وہ بھی سمجھنے والوں کے لیے تھا۔ اس نے کہا کہ میں تو قائد اعظم محمد علی جناح کا نام لینا گوارہ نہیں کرتا۔ نواز شریف سے پوچھیں بھئی تم جو مسلم لیگ کا دعویٰ کرتے ہو۔ پاکستان مسلم لیگ کے صدر بھی ہو۔ پنجاب کا دکھ بھی تمھیں لے ڈوبا ہے۔ مجھے یہ تو بتاؤ! ولی خاں اس دن بھی آج بھی پاکستان سے نہیں قائد اعظم سے نہیں نظریہ پاکستان کا بھی مخالف ہے۔ پاکستان کا نام سننا گوارا نہیں کرتا۔ اس کو آج وہی نواز شریف نے۔۔۔

چودھری محمد حنیف: محترم ممبر صاحب، تقریباً پونے سننے سے تقریر فرما رہے ہیں۔ یہ بجٹ تقریر فرما رہے ہیں یا انتخابی جلسے سے خطاب کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ ان کا سٹائل ہے۔ ہمارے غلام عباس صاحب بھی اسی طریقے سے تقریر کرتے ہیں۔ آپ کے بادشاہ میر خاں آفریدی بھی اسی لہجے میں بات کرتے ہیں۔ ان سے بھی آگے انعام اللہ نیازی موچی دروازہ چھوڑ کے کسی اور جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ اپنا اپنا سٹائل ہے۔

حاجی محمد افضل چن: لیڈر آف اپوزیشن (ڈیسک پر ہاتھ مار کر) اس طرح بھی کریں اور جلسہ نہ بنے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

انھوں نے ہمارے لیڈر کی کردار کشی بھی کی۔ ہم اگر نام بھی لیں گے تو خوبصورتی اور پیار سے لیں گے۔ ہم انشاء اللہ بداخلاقی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ آپ کو بھی سننا چاہیے۔ جناب والا! اس وقت ولی خاں میں کسی کو غدار نہیں کہتا۔ باچا خاں فرما رہا ہے کہ مجھے اس زمین میں دفن بھی مت کرنا۔ ان چیزوں کو کوئی مٹا سکتا ہے۔ وہ دکھتیں پاکستان میں کہاں دفن کیا ہوا ہے۔ جو پاکستان کی زمین میں اپنے ناپاک جسم کو دفن نہیں کروانا چاہتا وہ پاکستان کا خیر خواہ ہے۔ جناب والا! نواز شریف کو اپنے جرم کا کبھی آپ تو پتا چلے تاکہ میں سنے کہ کیا جرم کیا تھا۔ آستینوں کے سانپ تھے۔ یہ دشمن تھا۔ ان کی پارٹی مر چکی تھی نواز شریف نے پاکستان کے دشمنوں کو دوبارہ زندگی عطا کی۔ ان کو دولتمند بنایا۔ وہ بلور ایک چوہا سا بلور جب نادر پر بات کرتا تھا تو وہ اس کی

وہیں گچی دبا دیتے تھے ۔ یہ ان کو پنجاب کا دکھ ہے ۔ کالا باغ ڈیم آج این ایف سی پہ بڑے چرچے ہوئے ۔ ٹی وی پر آیا کہ یہ کتنا بڑا معرکہ ہے ۔ بھٹو صاحب 1974 ء میں بھی اسے حل نہ کر سکے ۔ اس پر کمشن قائم کیا گیا تھا۔ وہ کمشن بھی اس کا فیصلہ نہ کر سکا ۔ ہم نے کر دیا ۔ مجھ سے ایک آدمی نے سوال کیا ۔ حاجی چن! بھئی بڑا کام ہوا ہے ۔ میں نے کہا کہ اس کا جواب میں یہی دے سکتا ہوں۔ جیسے کہہ دیا جائے کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے سارے کام ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ این ایف سی ایسا ایوارڈ ہے ۔ مجھے اپوزیشن کا کوئی بھائی یہ بتائے ۔ این ایف سی ایوارڈ میں سب سے بڑا مسئلہ کالا باغ ڈیم کا تھا۔ کہاں ہے وہ کالا باغ ڈیم؟ وہ دستاویز لاؤ ۔ مجھے دکھاؤ ۔ اگر اس میں کالا باغ ڈیم کی بات بھی ہو میں استعفیٰ دے کر چلا جاؤں گا۔ پنجاب کے لوگوں کو دھوکا مت دو ۔ بھئی کوئی تمہارے پاس دولت کی کمی ہے۔ حکومت تم نے کرلی ۔ اس پنجاب کا سر چھوڑ دو ۔ جناب والا ! این ایف سی ایوارڈ میں تمام صوبے اپنا پانی لے گئے ۔ پنجاب آج بھی اس کی ایک ایک بوند کو ترس رہا ہے ۔ پانی سمندر میں جا رہا ہے ہمیں کوئی نہیں دے رہا ۔ یہ این ایف سی ایوارڈ ہے ۔

جناب سپیکر ، چودھری ظہیر صاحب کا وقت بھی ختم ہو گیا ہے ۔

چودھری محمد ظہیر الدین : جناب والا! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تصحیح ہو جائے۔ میرا وقت ختم نہیں ہوا میری تقریر کا وقت ختم ہوا ہے۔

جناب سپیکر : اللہ فضل کرے ۔ اللہ آپ کو سلامتی دے ۔ خیر و برکت دے ۔

حاجی محمد افضل چن : جناب والا! اس کے بعد میں ایک گزارش کرنی چاہوں گا۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا وزیر اعلیٰ بے اختیار ہے۔ بھئی بات تو وہ کہے جس کا اپنا دامن صاف ہو ۔ جناب! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں لیڈر آف اپوزیشن سے کہ وائیں ایک مخلص اور غریب انسان تھا ۔ اس کا سر کاٹنے والے بھی آپ لوگ ہیں۔ چیف منسٹر وہ تھا۔ جناب! دستاویز نکلوالیں۔ انھوں نے کہا کہ بین لگا ہوا ہے ۔ چیف منسٹر نے بین لگایا تھا کہ کسی کو نوکری نہیں ملے گی ۔ میں نے گڑھی شاہو کے محمد اسلم کے کاغذات پکڑ لیے ۔ مجھے آج بھی یاد ہے ۔ اس کو اسے ایس آئی بھرتی کیا۔ دو اس کے ساتھ نائب تحصیلدار بھرتی کیے ۔ میں نے اسمبلی میں سوال دے دیا ۔ آپ ریکارڈ نکلوا سکتے ہیں۔ میں وہ باتیں کر رہا ہوں ۔

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

انشاء اللہ تعالیٰ بفضل خدا!

جناب! میں نے وائیں صاحب سے کہا وائیں صاحب! آپ چیف منسٹر ہیں ۔ آپ کہتے ہیں کہ بین ہے ۔ یہ آرڈر کہاں سے ہو گئے؟ وہ خاموش ہو گئے ۔ بےچارہ درویش تھا ۔ کیا کرتا ۔ درویش درباروں مزاروں پہ ہوتے ہیں۔ جناب! میں یہ پوچھتا ہوں کہ ہر دور میں خصوصاً اس پنجاب سے ظلم ہوتا رہا ہے ۔ اور کسی صوبے میں نہیں ۔ اس پنجاب کی قسمت سے لوگ کھیل رہے ہیں۔ میں آج بھی کہتا ہوں کہ ہمارے وزیر اعلیٰ کے پاس بھی تمام پاورز ہونی چاہییں۔ کیونکہ ساٹھ فی صد آبادی کا صوبہ ہے ۔ چیف ایگزیکٹو کی پاورز لے کر گورنر کو دینا کسی کو دینا یہ انصاف کے بالکل منافی ہے ۔ میں قطعی اس کے حق میں نہیں ہوں۔ چیف ایگزیکٹو سے powers لے کر گورنر کو دینا یا کسی اور کو دینا یہ انصاف کے بالکل منافی ہے ۔ میں کبھی اس کے حق میں نہیں رہا کیوں کہ جواب دہ صرف چیف ایگزیکٹو ہے ۔ میں نہیں سننا چاہتا کہ پنجاب کی کوئی بات دوسرا آدمی کرے ۔ وائیں صاحب جتنی دیر تک وزیراعلیٰ رہے تو تمام وزارت اعلیٰ کے اختیارات میاں شہباز شریف کے پاس تھے ۔ یہ اب کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ آج کا وزیراعلیٰ بے اختیار ہے؟ اس چیز کی بنیاد کس نے رکھی؟ میاں شہباز شریف نے رکھی ۔ جناب والا! میں شہباز شریف کی نظر ایک شعر کرتا ہوں ۔

غافل نہ ہو خودی سے کر اس کی پاسبانی
شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ
اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ اور کردارِ قہرانہ

جناب سپیکر : حاجی صاحب! آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے ۔

حاجی محمد افضل چن : جناب والا! مجھے میرے دو بھائیوں نے وقت دیا ہے ۔ ابھی میرے بیس منٹ باقی ہیں ۔ جناب سپیکر! جب مجھے ہاؤس وقت دے رہا ہے تو آپ بات کرنے دیں ۔

جناب سپیکر : جی بہتر ہے فرمائیے ۔

حاجی محمد افضل چن : جناب والا! سب بھائیوں سے میرا ہاتھ باندھ کر یہ ایک سوال ہے کہ اس پاکستان کو زندہ کس طرح رکھنا ہے ۔ یہ ہر پاکستانی کے لیے لمحۂ فکریہ ہے ' یہ ایک دعوت فکر ہے ۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ وہ وقت چلے گئے جب صرف بیانوں پر کام چلتا تھا آج کا وقت کردار

سسکیاں لے لے کر مر رہے ہیں ۔ یہ نہیں کہ وہ بھوکے ہیں نہیں کوئی بھوکا نہیں ہے بلکہ بیماریوں کی وجہ سے مر رہے ہیں ۔ ہمارے خزانے پر جو بوجھ ہے میں اس کی نشان دہی کرتا ہوں ۔ جناب والا ! جو لوگ سرکاری خرچ پر حج یا عمرہ کرنے کے لیے جاتے ہیں ۔ یہ کسی حکومت کو حق حاصل نہیں ہونا چاہیے کہ اس غریبوں کے خزانے پر بوجھ ڈال کر کسی ایم پی اے ' ایم این اے یا بیوروکریٹ کو قومی خزانے کے پیسوں سے حج یا عمرہ کروایا جائے۔ پورا ہاؤس میری اس بات کی تائید کرے گا ۔ اس سلسلے کو بند کیا جائے ۔ دوسرا جب وزیراعظم' صدر صاحب یا وزیراعلیٰ صاحب بیرونی ملک دورے پر جائیں تو صرف ان آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر جائیں جو کہ technical ہوں ' جن کی اشد ضرورت ہو ۔ میں میاں نواز شریف صاحب کے دور حکومت کی ایک مثال دیتا ہوں جب وہ وزیراعظم تھے تو جاپان کے دورے پر ان کے ساتھ پانچ سو آدمی گئے تھے یعنی پانچ سو آدمیوں کا جہاز جاپان گیا تھا اور اوپر سے شیخ رشید صاحب کا یہ بیان آیا تھا کہ ہم سارا پیسہ یہاں پاکستان لا رہے ہیں ۔ جاپان والوں کو کسی آدمی نے سمجھایا کہ اسے جاپان والو! تم کتنے عقل مند ہو ' تمہارا سارا ذہن مشینی ہے ۔ یہ تو پاکستانی ہیں اور یہ اپنا سارا پیسہ تو سوئیٹزر لینڈ میں رکھتے ہیں پھر تم اپنا پیسہ پاکستان میں کیسے لگاؤ گے ؟ جناب والا ! یہ اس ملک کے ساتھ کتنی زیادتی ہے ۔ وہ پانچ سو آدمی صرف رشوت کے لیے اپنے ساتھ لے گئے ۔ میں موجودہ حکومت سے بھی یہی عرض کروں گا کہ براہ مہربانی اس کام کی تقلید نہ کی جائے ۔ یہ ہمارے ملک سے بہت بڑی زیادتی ہے ۔ پرسوں ہمارے گورنر صاحب کے حوالے سے یہ اخبار میں آیا تھا کہ جب میں بہاولپور جاتا ہوں تو سب سے پہلے پٹواری کو سلام کرتا ہوں ۔ راجے صاحب ! یہ بات قابل غور ہے ۔ جناب والا ! میں پوچھتا ہوں کہ پاکستان کی سٹیٹ لینڈ کدھر ہے؟ گورنر صاحب تو پٹواری سے اپنی زمین کا پوچھتے ہیں جب کہ میں اس ہاؤس سے ' آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ جب پاکستان بنا تھا تو اس کی ایک اپنی سٹیٹ لینڈ تھی ۔ آج وہ سٹیٹ لینڈ کہاں ہے ؟ اگر اس کی سٹیٹ لینڈ ہی واپس ہو جائے تو پھر پاکستان کے سارے قرضے اتر جائیں گے ۔ جناب والا ! خدا کے لیے پاکستان کی سٹیٹ لینڈ جس جس کے پاس ہے اس سے واپس کراؤ ۔ میری اگلی گزارش یہ ہے کہ 1985ء سے لے کر آج تک جتنے قرضے دیے گئے ہیں وہ تقریباً 30 ارب روپے سے بھی زیادہ ہوں گے ۔ یہ قرضے خواہ وہ زرعی بینک کے ہیں یا کسی دوسرے بینکوں کے ہیں سب کے سب واپس کروائے جائیں ۔ جتنے بھی قرضے سرمایہ داروں نے لیے ہیں وہ سب ضیاء الحق نے ' جونیجو صاحب نے ' نواز شریف صاحب نے write off کر دیے تھے ۔ یہ سب کے سب قرضے واپس لیے جائیں ۔ جناب والا ! قوم کا پیسہ کسی کو write off

کرنے کا حق نہیں ہے ۔ آپ مجھے دنیا کا کوئی قانون دکھا دیں کہ جس کے تحت قوم کا پیسہ write off کیا جا سکتا ہو ۔ یہ الگ بات ہے کہ جب کوئی پوچھنے والا نہ ہو تو پھر جو جی میں آئے کرتے رہو ۔ جناب والا ! ہمارے پنجاب میں تو چپڑاسی بھی نہیں رکھا جاتا جب کہ سندھ میں آج بھی ڈی ایس پی ' اے سی وزیراعلیٰ خود بھرتی کر رہا ہے ۔ میری یہ گزارش ہے کہ ایک تو پاکستان کی سٹیٹ لینڈ واپس کروائی جائیں دوسرا وہ write off قرضے واپس کروائے جائیں ۔ میرے حلقے میں ٹی بی کا مرض بہت زور پکڑ گیا ہے ۔ لوگ ٹی بی سے مر رہے ہیں لیکن کوئی علاج نہیں ہے لہذا میری یہ گزارش ہے کہ اس کا کوئی بندوبست کیا جائے ۔ میں نے پچھلے جون کے بجٹ میں بھی عرض کی تھی کہ پاکستان پر سے سب سے پہلے قرضہ اتارو ۔ نواز شریف کو لاؤ جس دن سے تم سیاست میں آئے ہو اور اس دن جو تمہارے اثاثہ جات تھے اس پر چلے جاؤ تو خدا کی قسم ہم بھی واپس جانے کے لیے تیار ہیں ۔

جناب سپیکر : بس اب مہربانی کریں ۔

حاجی محمد افضل چن : ٹھیک ہے میں ختم کرتا ہوں ۔

جناب سپیکر : شکریہ ۔ سید محمد عارف حسین بخاری ۔

سید محمد عارف حسین بخاری : بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم ۔ جناب سپیکر ! میں بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس معزز و محترم ایوان میں اظہار خیال کی اجازت عطا فرمائی ۔ جناب والا قدر ! ہماری فرض شناس اور باتدبیر حکومت کی نو ماہ کی کارکردگی کا شاہکار بے ڈھنگ ' بے آہنگ ' بے جان ' غریب دشمن اور وزیر پرور بجٹ میرے سامنے ہے ۔ جناب والا ! یہ ایک چیستان ہے ' یہ اِک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا جس کے ایک ایک حرف سے حقائق سے چشم پوشی ' حقائق سے فرار ' بے عملی اور نفاق کی بُو آ رہی ہے ۔ جناب والا قدر ! پورا معاشرہ جہنم زار بنا ہوا ہے ۔ کوئی پہلو محفوظ نہیں ہے ' کسی کل چین نہیں ہے ' کہیں گوشۂ تسکین نہیں ۔

یارب رکھیں گے پنبۂ مرہم کہاں کہاں
سوزِ دروں سے سارا بدن داغ داغ ہے

جناب والا قدر ! ہمارے فاضل وزیرخزانہ نے بجٹ تقریر پڑھتے ہوئے خوب صورت استعاروں اور ادبی زبان کا سہارا لیا ہے مگر حقیقت ہے کہ یہ پلندہ اندرائن سے زیادہ کڑوا اور زہر سے زیادہ مہلک ہے ۔ جناب والا قدر ! کسی شاعر نے نہ جانے کن حالات میں کہا تھا کہ

مرا در دیست در دل اگر گویم زبان سوزد
وگر در دل همی خواہی مغز استخواں سوزد

مگر حقیقت ہے کہ آج ہم ان حالات سے گزر رہے ہیں ۔ جناب والا مجھے اپنے نہایت شریف ' متین ' ٹھنڈے میٹھے افضل سندھو صاحب سے ہمدردی ہے ۔ اتفاق کہ وہ تشریف نہیں رکھتے ۔ آج انھیں یہاں موجود ہونا چاہیے تھا۔ کسی نے کہا تھا کہ :

زاہد نداشت تاب جمال مہ رخاں
کنجے گرفت خوفِ خدا را بہانہ ساخت

جناب والا قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے نہایت متین شریف ' ٹھنڈے میٹھے افضل سندھو صاحب سے مجھے ہمدردی ہے کہ اس مرد خوش اطوار پر الفاظ کا گورکھ دھندا ' اعداد و شمار کا ہیر پھیر اور وزراء کے گفتنی ناگفتنی کارناموں کا کیا دھرا اور حکومتی اللوں تللوں کا بوجھ لاد کر اس غریب کو اس ایوان میں بھیج دیا گیا ہے ۔ جناب والا قدر! وفاقی حکومت کے 40 ارب کے ٹیکسوں سے سر چکرا رہا تھا کہ صوبائی بجٹ کی قیامت گزر گئی اور اب تو حالت یہ ہو گئی ہے کہ :

زندگی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

جناب والا قدر ! مہنگائی ' بے روزگاری سے آدھے اعصاب تو پہلے ہی شل تھے رہی سہی کسر وفاقی بجٹ نے پوری کر دی اور اب ہڈیاں جلانے اور راکھ سمیٹنے کا کام صوبائی بجٹ نے کر دیا ہے ۔ جناب والا قدر ! ہمارے فاضل وزیر خزانہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دامن میں کچھ پھول ہیں اور کچھ کانٹے ہیں ۔جناب والا ! انھوں نے بالکل درست فرمایا واقعی ہمارا بجٹ پھولوں اور کانٹوں کا امتزاج ہے لیکن پھول حکمرانوں کے لیے ہیں اور کانٹے غریب عوام کے لیے ۔ جناب والا قدر ' سیلِ بلا ہمارا مقدر بن چکا ہے آج کون خوش حال ہے ؟ کون فارغ البال ہے ؟ گھر گھر ماتم ہے ' گلی گلی شور ہے ' محرومیوں کی داستان طویل سے طویل تر ہے ' خوشیاں ہم سے روٹھ گئی ہیں ' غموں نے چھاؤنی ڈال دی ہے ' معیشت دم توڑ رہی ہے ' بنک دیوالیہ ہونے کو ہیں ' بیرونی تجارت فقط درآمدات تک محدود ہو کر رہ گئی ہے ۔ عوام بلک رہے ہیں ' سسک رہے ہیں بلکہ کراہ رہے ہیں لیکن حکمران اور ان کے کاسہ لیس نشہ اقتدار میں بدمست ہیں ۔

ستم کی آگ بھڑک رہی ہے سینوں میں
امیر شہر کھڑا ہے تماش بینوں میں

جناب والا قدر! غیر پیداواری اخراجات کی کثرت اور شاہی الوں تللوں نے پورے ملک کو بوچڑ خانے میں تبدیل کر دیا ہے اور ہمارے حکمران یہ سیاسی بوچڑ اپنا ذوق خون آشامی پورا فرما رہے ہیں۔ جناب والا قدر! ہمارا بجٹ کیا ہے؛ حکومتی شاہ خرچیوں کا سامان ہے بلکہ یوں کہہ لیجیے تو زیادہ مناسب رہے گا کہ حکمرانوں کی خرمستیوں کا تاوان ہے۔ اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ یہ کثرت کی بجائے قلت کا، صحت کی بجائے علت کا اور عزت کی بجائے ذلت کا بجٹ ہے۔ جناب والا قدر! ہمارے فاضل وزیر خزانہ نے حکومتی اخراجات میں میانہ روی اور مالیاتی نظم و ضبط کی خوبصورت بات کی ہے مگر افسوس کہ،

"یہ منہ اور مسور کی دال"

شاید اس سے بڑھ کر کبھی کوئی جھوٹ بولا گیا ہو،

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

جناب والا! کراچی سے نیویارک تک اور اسلام آباد سے بوسینا اور مراکش تک پوری دنیا میں ہماری کفایت شعاری کی مثالیں بکھری پڑی ہیں۔ پچھلے دنوں میں نے ایک اخبار میں پڑھا تھا کہ ہماری محترمہ وزیر اعظم صاحبہ ایک اقتصادی کانفرنس میں شرکت کے لیے امریکہ تشریف لے گئیں تو آپ نے ایسے ہوٹل میں قیام فرمایا جس کا یومیہ کرایہ 15 ہزار ڈالر تھا اور انھی ایام میں جاپان کے وزیر اعظم وہاں تشریف رکھتے تھے انھوں نے جس ہوٹل میں قیام فرمایا اس کا یومیہ کرایہ ساڑھے چار ہزار ڈالر تھا۔ جناب والا، کہاں دولت سے مالا مال جاپان اور کہاں کنگلا اور غریب پاکستان؛ اس پر تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ،

جیب میں پائی نہیں اور یہ شان و شکوہ
شرم سے تو ڈوب مر اے فاقہ مستوں کے گروہ

جناب والا قدر! ذرا دیکھیے کہ ایک ایک وزارت میں تین تین چار چار وزیر ہیں اور اس کے علاوہ مشیروں کی فوج ظفر موج ہے۔ جناب والا! اس ملک کی وزیر اعظم امریکی صدر سے زیادہ پروٹوکول کی مالک ہے۔ جہاں مصاحبوں، خوشامدیوں اور خادموں کے جہاز بھر کر ملک ملک گشت کر کے اپنے ملک کا نام روشن کیا جا رہا ہو۔ مشیر، پارلیمانی سیکرٹری، سٹینڈنگ کمیٹیوں کے چیئرمین، سپیشل اسسٹنٹ اور پتا

نہیں کتنے اور لوگ قومی وسائل پر سفید ہاتھی بن کر براجمان ہوں۔ اس کے علاوہ ذاتی ہوائی جہاز سے لے کر مہنگی گاڑیوں کے فلیٹ تک اور پتا نہیں کتنے کتنے حکومتی وسائل ان کے دست برد میں ہیں اور وہاں کفایت شعاری کی بات کرنا ایسے ہی ہے جیسے تپتے ہوئے صحرا کو رشکِ فردوس کہہ دینا ' جیسے صرصر کو بادِ نسیم کہہ دینا ' لو کے تھپیڑوں کو صبا کہہ دینا اور ظلمت کو ضیاء کہہ دینا۔جناب والا قدر ! میں عرض کر رہا تھا کہ آج ہم کن حالات سے گزر رہے ہیں ؟ اس وقت ضرورت تو یہ تھی کہ ہم قومی درد کا احساس کرتے ٹیسیں محسوس کرتے ۔ اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتے ' اپنے اخراجات پر کٹ لگاتے ' قومی درد کے تحت بھاری بھر کم کابینہ سے ہم ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے کہ آپ بھی ملک پر رحم کریں ' ترس کھائیں ۔ یہی پنجاب تھا میں نے پچھلے دنوں اسمبلی کی تقاریر پڑھیں تو پتا چلا کہ متحدہ پنجاب میں چھ وزیروں سے کام چلایا جا رہا تھا ۔ قیام پاکستان کے وقت اس صوبہ پنجاب میں چار وزراء نے حلف لیا۔ جناب والا ! آپ خود اس صوبے کے چیف ایگزیکٹو رہے ہیں میرے خیال میں آپ کی کابینہ بھی بہت بڑی کابینہ تھی لیکن 20/21 وزراء سے زیادہ نہیں تھی لیکن آج کیا حال ہے ؟ افسوس کہ ہمارے پاس تعلیم ہے اور نہ ہماری سڑکیں آمد و رفت کے قابل ہیں ۔ ہمارے سکولوں میں ٹاٹ نہیں ہیں ' ہمارے شہری ہسپتالوں میں ادویات نہیں ہیں ' دیہاتی ہسپتالوں کی عمارتیں نا مکمل ہیں وہاں کوئی ڈاکٹر جانے کو تیار نہیں ہے۔ پنجاب میں ایسے ایسے دیہات ہیں جہاں کئی کئی میل سے ہماری مائیں اور بہنیں سروں پر پانی کے گھڑے اٹھا کر روز مرہ کی ضروریات کے لیے پانی لاتی ہیں ۔ پرسوں ترسوں میں نے ایک اخبار میں پڑھا کہ ایک گاؤں والوں نے یہ اپیل کی تھی کہ ہمارے ہاں میت کو غسل دینے کے لیے پانی نہیں ہوتا یہ صورت ہے ؟ اور وہاں ہمارے وزراء کے یہ جاہ و جلال ' یہ آب و تاب اور یہ چمک دمک حقیقت ہے کہ اس پر افسوس آتا ہے ۔ہم پوری دنیا میں ایک گدا گر کے طور پر معروف ہیں ۔ حضور خیال فرمائیے کہ کسی معاشرے میں کبھی گدا گر کو بھی عزت کا مقام ملا ہے ؟ کبھی گدا گر کو معظم اور محترم سمجھا گیا ہے ؟

جناب سپیکر : آپ کے پاس تین منٹ اور ہیں ۔

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا ! ابھی تو میں نے بجٹ شروع ہی نہیں کیا۔ابھی تو باتیں ہو رہی ہیں آپ نے حاجی افضل چن صاحب کو کتنا وقت دے دیا مجھ پر بھی کرم فرمائیے اور حقیقت یہ ہے کہ آج دل چاہتا ہے کہ جی بھر کر باتیں کر لوں ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد ہمیں مل بیٹھنے کا موقع

ملے یا نہ ملے۔

جناب سپیکر ، کیوں ؟ اللہ مہربانی فرمائے گا۔ آپ باتیں کریں گے تو آپ کے کچھ ساتھی محروم رہ جائیں گے۔ اس لیے اپنے وقت میں بات کریں۔

سید محمد عارف حسین بخاری ،

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

جناب والا! کی اجازت سے عرض کر رہا تھا کہ

جناب سپیکر ، ارشاد فرمائیے۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ ہم عالمی طور پر گدا گر ہیں اور کسی معاشرے میں گدا کبھی لائق توقیر نہیں ہوتا ' لائق احترام نہیں ہوتا۔ ہم خیرات مانگتے پھر رہے ہیں ' جھولی اٹھائے ملک ملک ' قریہ قریہ کس لیے ؟ اپنے سابقہ قرضوں کے سود کی ادائیگی کے لیے اپنی شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے لیے جناب والا حالت یہ ہے کہ ،

قرض کی پیتے تھے مے اور دل سے کہتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

جناب والا قدر !

جب تک شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ہمیں مرغوب رہے گا
اس وقت تک ہمارا یہی گدایانہ اسلوب رہے گا

جناب والا! اگر اللہ تعالیٰ حکمرانوں کو عزت نفس کا شعور دے دے تو پھر دیکھیے تارقص ٹوٹتے ہیں یا نہیں ٹوٹتے۔ ہمیشہ یہاں وسائل کی کمی اور مسائل کی زیادتی کا رونا رویا گیا ہے۔ ابھی حاجی صاحب بھی یہی فرما رہے تھے۔ میں بھی حاجی صاحب کی تائید کرتا ہوں کہ وسائل اور مسائل کی بات نہیں بات ان سیاسی رزائل کی ہے جنہوں نے پوری معیشت کو گھائل کر رکھا ہے۔

جناب والا قدر! بجٹ میں غریب عوام کے لیے زبانی جمع خرچ کے طور پر بہت نسوے بہائے گئے ہیں مگر حقائق اس کا منہ چڑا رہے ہیں ' قول وفعل کا یہ تضاد حکمرانوں کے کردار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آج نجانے کیوں اعداد و شمار کے چکر میں پڑنے کو میرا دل نہیں چاہ رہا۔ ویسے بھی آپ فرما

رہے ہیں کہ تین منٹ رہ گئے ہیں اس لیے میں اعداد وشمار پر تو نہیں آتا فقط اتنا عرض کروں گا کہ افیون سے لے کر سرکاری ملازمین کے قرضے تک 35 ڈیمانڈز پر مشتمل ہمارا بجٹ ، ہمیشہ ہر بجٹ ہی افیون سے شروع ہوتا ہے۔ شاید اس میں کوئی سرور دینا مقصود ہوتا ہے----

جناب سپیکر ، حروف تہجی میں الف پہلے آجاتا ہے نا----

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب والا! میں تو سمجھ رہا تھا کہتے ہیں کہ۔

مے خانہ مغرب کے دستور نرالے ہیں
لاتے ہیں سرور اول دیتے ہیں شراب آخر

تو یہی کوئی سرور والی بات ہوگی ۔ آپ جو فرما رہے ہیں آپ استاد ہیں اور اس کے بعد یہ ذہن میں رہے گا۔ جناب والا! افیون سے لے کر سرکاری ملازمین کے قرضے تک 35 ڈیمانڈز پر مشتمل ہمارا بجٹ ، اس کو عوامی فلاحی بجٹ کہنا سفید جھوٹ ہے۔ اس پورے بجٹ میں ماسوائے حکمرانوں کے اللوں تللوں کے کوئی مد بھی ایسی نہیں جس میں خاطر خواہ اضافہ کیا گیا ہو بلکہ افراط زر کی وجہ سے جتنا اضافہ کیا گیا ہے اس افراط زر کے سامنے یوں ہوگا کہ کارکردگی پچھلے سال سے بھی کم تر رہے گی۔

جناب والا قدر! SAP میں سال بہ سال ہم کمی کر رہے ہیں تعلیم کا فروغ ہم نے طاق نسیاں کی زینت بنا دیا ہے ، صحت پر بھی ہماری توجہ نہیں ہے فلاح و بقاء کا کوئی منصوبہ ہم نے شروع نہیں کیا۔ کوئی ایک بھی بڑا پراجیکٹ پنجاب میں شروع نہیں ہو سکا ۔ کاش ہم اس وقت کالا باغ ڈیم ہی شروع کر دیتے جو ملکی توانائی کے لیے از حد ضروری ہے اور ڈیم کی اگر تعمیر ہو جاتے تو صوبہ پنجاب کی معیشت میں بہت بڑا انقلاب آجائے گا ۔ افسوس ہم سے وہ بھی نہیں ہو سکا۔ وفاقی گرانٹ سے ہمارا حصہ مسلسل کم ہو رہا ہے بلکہ دوسرے صوبوں کو ، مجھے نہیں کہنا چاہیے لیکن جو بات کرنے کی ہے وہ تو کرنا ہی پڑے گی کہ دوسرے صوبوں کو ہم سے زیادہ نوازا جا رہا ہے ۔ ہم سے زیادہ دیا جا رہا ہے اگر محروم ہے تو فقط پنجاب محروم ہے ۔ جناب والا! دیکھیے کس طرح عوام کو جبر کے شکنجے میں کسا گیا ۔ آپ حیران ہوں گے کہ مردہ خانے میں لاش رکھوانے پر ٹیکس ، ایمبولینس پر ٹیکس ، معذوروں کے لیے مصنوعی اعضاء پر ٹیکس ، جان بچانے والی ادویات پر ٹیکس اور جنرل سیلز ٹیکس کے نفاذ سے ہر چیز پر ٹیکس ۔ جناب والا! اتنی بھاری ٹیکسیشن کے بعد مجھے امید تھی کہ حکمران ضرور قبرستانوں کی

ویلفیئر کے لیے بھی کوئی مد رکھیں گے کہ عوام کے لیے اب یہی ایک راستہ رہ گیا ہے ۔ افسوس جس طرح سے یہ بھاری ٹیکس عائد کیے گئے ہیں شرم کا مقام ہے ' ایک تجویز آپ کی اجازت سے میں عرض کرتا ہوں کہ نئے ضمنی بجٹ میں ' چونکہ رواج ہو چکا ہے ضمنی بجٹ کا ' ضمنی بجٹ میں شاید حکومت کے کام آجائے ۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہر آدمی کے نتھنوں میں ایک آلہ لگا دیا جائے جو ہوا کی پیمائش کرے اور جتنا کسی نے سانس لیا ہے اس کے مطابق اس سے ٹیکس لے لیا جائے ۔ اس سے دو فائدے ہوں گے ایک تو گورنمنٹ کے ریونیو میں اضافہ ہوگا اور ایک ان جیالوں کے لیے میٹر ریڈر کے طور پر اسامیاں مل جائیں گی۔ اس تجویز پر چاہیں تو طبع آزمائی کر لیں ۔

جناب سپیکر ، اب آپ ایسی تجاویز پر آ گئے ہیں اس کا مطلب ہے کہ اب آپ کی بات ختم ہو گئی ہے۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب والا! ابھی تو میں نے اپنے حلقے کی بات کرنی ہے ۔

جناب سپیکر ، وہ تو اور بات ہے ۔ میں نے آپ کو دوسروں سے پانچ منٹ زیادہ وقت دیا ہے ۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب والا! وہ تو آپ کی کرم نوازی اور عنایت تھی۔ جناب والا! میں اس کو بہت جلد ختم کر دیتا ہوں۔ میں یہ عرض کر رہا تھا۔۔۔۔

جناب سپیکر ، آپ wind up کریں۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب والا! میں wind up کرتا ہوں۔ بڑی مہربانی شکریہ اور آپ کی اس خصوصی عنایت اور شفقت کا شکریہ ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم نے کس طرح عوام کو جبر کے شکنجے میں کسا ہوا ہے باقی تو خیر جو ہوگا سو ہوگا لیکن جناب دو طبقے ایسے ہیں مجھے جن کی بے بسی پر ترس آتا ہے۔ اس بجٹ کے نفاذ کے بعد ویسے تو پوری قوم کی حالت دگرگوں ہے لیکن دو طبقے ایسے ہیں جن کی بے بسی پر مجھے ترس آتا ہے۔ ایک تنخواہ دار طبقہ اور ایک کاشت کار طبقہ ۔ تنخواہ دار کی تنخواہ محدود ہے ' ضروریات لا محدود ہیں۔ لوازمات مہنگے ہیں ' ایک درجہ چہارم کا ملازم ایک کلرک ' خدا را اس سے پوچھیے کہ وہ زندگی کی گاڑی کیسے کھینچ رہا ہے ۔ اس کے اوپر کیوں نگاہ کرم نہیں کی گئی شاید کہ وہ غریب ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

جناب والا قدر! دوسرا طبقہ کاشت کار ہے' کاشت کار اتنا مظلوم ہے' اتنا بے بس ہے' اتنا بے کس ہے' اتنا بے آسرا ہے' وہ غریب مجبور ہے کہ اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر اپنے مویشی بیچ کر بھوکا ننگا رہ کر، ظلم و جبر سہہ کر، مہنگی کھاد اور ادویات خرید کر، مہنگی بجلی اور ڈیزل خرید کر بلکہ اپنا خون جلا کر چھ ماہ تک اپنی محنت کے ثمر کے لیے انتظار کرے لیکن چھ ماہ بعد بھی اس غریب کے دامن میں آنسو اور حسرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ شاید اسی کے لیے علامہ اقبال نے کہا تھا کہ۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو
جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

جناب والا قدر! یہاں کی ایک روایت ہے کہ بجٹ اجلاس میں اپنے حلقے کی ضرورتوں اور محرومیوں کا رونا رویا جاتا ہے مگر میں آج ایسا کر کے اس ایوان کا وقت ضائع نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ ہمارے حلقوں سے حکمرانوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ شاید ہمارے حلقے بھارت میں واقع ہیں۔ اگر دلچسپی ہوتی تو یقیناً ہمارے ڈویلپمنٹ فنڈز بھی ریلیز ہوتے۔ بے شک میرا حلقہ محرومیوں کا گڑھ ہے' انتہائی پسماندہ ہے لیکن چونکہ اس کا کوئی مقصد نہیں اس لیے میں ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اور ایک آخری بات کر کے اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں۔

جناب والا! اپنے حلقے میں ہونے والا ایک لاء اینڈ آرڈر کا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میرے حلقے میں ایک گاؤں ہے مانگٹ نیچا۔ اس گاؤں سے دو نوجوان جن میں ایک حاضر سروس فوجی تھا' قریبی گاؤں بھڑی شاہ رحمان میں میلہ دیکھنے گئے۔ میلے میں سفید کپڑوں میں ملبوس ایک اے ایس آئی سے ان کا جھگڑا ہو گیا اور اس سے گولی چل گئی جس سے اے ایس آئی زخمی ہو گیا' وہ دونوں لڑکے اپنے گاؤں آ گئے پولیس پارٹی نے گاؤں آ کر ان دونوں کو گرفتار کیا اور گاؤں سے دو میل کے فاصلے پر دونوں کو مار کر دیا اور یہ ایف آئی آر درج کی گئی کہ پولیس مقابلے میں مارے گئے۔ جناب والا! یہ صورت ہے جب محافظ ہی اپنے لوگوں کو عوام کو قتل کرنے لگ جائیں تو پھر ایسی قوم کو تقدیر' تازیانہ عبرت کے لیے منتخب کر لیتی ہے اور جس جگہ یہ صورت ہو جائے کسی نے کہا تھا کہ۔

رات بے خوابی میں کٹتی ہو جہاں انسان کی
گل رہی ہوں ہڈیاں انصاف اور ایمان کی
ایسی زمین پہ آگ اور پتھر برسنے چاہییں
برق گرنی چاہیے اژدر برسنے چاہییں

جناب سپیکر، اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہونا چاہیے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! میں آخر میں آپ کی اجازت سے ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، یہ بھی شعر ہی تو تھے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! یہ آپ سن لیں۔

جناب سپیکر، جی سنائیے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! میں اس پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ کسی نے کہا ہے کہ:۔

جب بھی ناقص نظام ہوتا ہے
ملک میں ظلم عام ہوتا ہے
حق کی توہین عام ہوتی ہے
کفر کا احترام ہوتا ہے
مے کشی جب حلال ہوتی ہے
ذکر کوثر حرام ہوتا ہے
اک طرف بھوک رقص کرتی ہے
اک طرف رقصِ جام ہوتا ہے
وزیروں کو عیش ملتا ہے
غم نصیب عوام ہوتا ہے

شکریہ۔ جناب سپیکر۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر : مہربانی ۔ محترم سعید اکبر خان !

جناب سعید اکبر خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے آج مجھے بڑی اہم بحث میں حصہ لینے کی دعوت دی۔ جناب والا! سب پہلے تو میں بجٹ سے ہٹ کر ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں اپنے دوست سیاست دانوں سے ایک اپیل کرنا چاہتا ہوں۔ میری اپیل یہ ہے کہ اس وقت سیاسی حالات اور سیاسی فضا میں مجھے کچھ آلودگی نظر آ رہی ہے۔ 1985ء میں ہم اس خوش قسمت ایوان میں آئے ہیں۔ اور جب بھی اڑھائی سال کا عرصہ پورا ہوتا ہے تو کچھ نہ کچھ سیاسی فضا میں آلودگی آجاتی ہے۔ مجھے اس بات کا بڑی شدت سے احساس ہے کہ اس ملک میں جتنے بھی ادارے ہیں ان میں کام کرنے والوں کے آپس میں بہت اختلافات ہوتے ہیں۔ بیورو کریسی ہو ' آرمی ہو جو بھی ادارہ ہو ان کے آپس میں بہت سے اختلافات ہوتے ہیں کسی کا posting پر اختلاف ہوتا ہے کسی کو ایک دوسرے کے ہٹانے پر اختلاف ہوتا ہے۔ لیکن جناب والا! جب ان کے ادارے کی بات آتی ہے تو وہ سب متحد ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے ادارے کے تقدس اور اس کی بقاء کے لیے یک جان ہوجاتے ہیں۔ لیکن میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ایک ادارہ ایسا ہے جو سیاسی ادارہ ہے جس کے ہم تمام لوگ ممبر ہیں یہی ادارہ اختلافات کی بنیاد بنتا ہے۔ ہمارے ایک دوسرے کے اختلافات ہوتے ہیں اور ہونے بھی چاہییں۔ سیاسی اختلافات ہوتے ہیں۔ مجھے اس بات پر اعتراض نہیں ہے کہ ہمارے میں سیاسی اختلافات نہیں ہونے چاہییں کیوں کہ ہر آدمی کی سوچ ہوتی ہے ایک پارٹی کے دوسری پارٹی کے ساتھ سوچ نہیں ملتی۔ اسی لیے ہم ایک دوسرے کے مد مقابل کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی ہمارے لیے افسوس ناک ہے کہ ہم اس ادارے کے خلاف ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوجاتے ہیں۔ اور اس ادارے کے خلاف وہ فورسز جن کا اس کے back پر ہاتھ ہوتا ہے وہ ہمیں استعمال کرتی ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسی ہاؤس میں بیٹھ کر دیکھا کہ 1988ء میں جونیجو کے خلاف میاں نواز شریف استعمال ہوئے۔ 1990ء میں اسحاق خان نے نواز شریف کو بے نظیر کے خلاف استعمال کیا۔ 1993ء میں بے نظیر کو میاں نواز شریف کے خلاف استعمال کیا گیا۔ اور انھوں نے اپنا مطلب حاصل کیا۔ آج ان تمام سیاست دانوں سے میری یہ اپیل ہے کہ ہمارے اختلافات تو رہیں گے کیوں کہ نظریات کا اختلاف ہے۔ لیکن ہمیں آج اس بات پر اتحاد کرنا چاہیے کہ آج کے بعد ہم اپنے ادارے کے خلاف کسی فورس کے کہنے پر استعمال نہیں ہوں گے۔ تب تو یہ ادارے مضبوط و مستحکم ہوں گے ۔ جناب

والا! دوسری ہماری بد قسمتی یہ بھی ہے کہ طاقت کا توازن اس ملک میں بگڑا ہوا ہے۔ کمزور آدمی طاقت ور پر حکومت کر رہا ہے۔ اس ملک میں طاقت کا ratio سب سے نمبر 1 پر ہماری آرمی ہے۔ جس کے پاس فورس کی وجہ سے طاقت ہے اور اپنی بات منوانے کی ان کے پاس پاور ہے۔ اس کے بعد بیورو کریسی آتی ہے۔ تیسرے نمبر پر politician ہے۔ یہ پاور کا ایک توازن ہے۔ لیکن بد قسمتی سے کمزور politician طاقت ور فورسز پر حکومت کر رہا ہے۔ اس لیے نہ ان کی کوئی پالیسی implement ہوتی ہے نہ وہ ان کے نظریات کو پورا کر سکتے ہیں۔ اسی لیے خوشامد کرتے ہوئے ہم دو یا تین سال نکالتے ہیں۔ ہمیں اس بات پر بھی سوچنا ہے کہ ہمارے پاس اس کا کیا حل ہے۔ اب جناب والا! میں بجٹ کی بات کرتا ہوں۔ میں 1985ء سے اس ہاؤس کا ممبر ہوں۔ 1947ء سے بعد اس ملک میں بجٹ پاس ہوتے رہے ہیں۔ اور 1985ء کے بعد سے تو ہم خود دیکھ رہے ہیں۔ آج میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ آج calculation کی بات ختم ہو چکی ہے، نگرز کی بات ختم ہو چکی ہے کہ ہم اس طرح بیٹھ کر یہ کہیں کہ ہم نے اتنے percentage کے حساب سے ایجوکیشن کا حساب بڑھا دیا ہے، ہیلتھ کا بڑھا دیا ہے۔ یا calculation کے چکر میں پڑ کر ہم اپنی فوقیت حاصل کریں۔ میں سمجھتا ہوں جناب والا اب یہ بات ختم ہو گئی ہے کہ ہم calculation کر کے لوگوں کو percentage بتائیں کہ زیادہ ہو چکی ہے یا کم ہو چکی ہے۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہم نے آج اس بات کا تجزیہ کرنا ہے کم از کم ہم 1985ء سے اس ہاؤس میں آئے ہیں کوئی بھی حکومت یہ نہیں چاہتی کہ وہ برا بجٹ پیش کرے جس پر عوام کا ردعمل اس کے خلاف ہو۔ لیکن جناب والا! میں دیکھ رہا ہوں کہ ہر بجٹ دوسرے بجٹ سے بدتر حالات پیدا کر رہا ہے۔ دوسرا بجٹ تیسرے سے بدتر حالات پیدا کر رہا ہے۔ اب ہم نے بجٹ کو discuss نہیں کرنا۔ ہم نے یہ discuss کرنا ہے کہ وہ کون سے عوامل ہیں جو اس بجٹ کی ترجیحات کو کھا جاتے ہیں اور بجٹ کے نتائج ہمیں نہیں مل رہے۔ جناب والا! میری ناقص رائے کے مطابق، میری سمجھ کے مطابق میرے سامنے دو پوائنٹ ایسے ہیں جو مجھے لگتا ہے کہ ان بجٹ کی افادیت کو کھا جاتے ہیں۔ اور ان کا فائدہ نہیں ہو رہا۔ جناب والا! میرے خیال میں پہلے آبادی ہے جو اس بجٹ کو کھائے جا رہی ہے۔ دوسری رشوت ہے، جو اس بجٹ کے بقایا جات ہیں وہ ہم نے غریب عوام نے پہنچانا ہیں جو ہم نہیں پہنچا پاتے۔ وہ رشوت کی نظر ہو جاتے ہیں۔ جناب والا! جب تک ہم پاپولیشن کو کنٹرول نہیں کریں گے۔ آپ کوئی بھی فارمولا اپنا لیں، آپ جتنے بھی ذرائع بڑھا لیں آپ عام آدمی کے لیے کچھ بھی نہیں

کرسکتے۔ وہ حالات جو آج سے چالیس سال پہلے تھے وہ حالات آج پیدا نہیں کرسکتے۔ وہ اس لیے کہ جس گھر میں کنبے کے پانچ افراد تھے آج اس کے پانچ سو افراد ہوچکے ہیں۔ حکومت ذرائع کو بڑھانے کی کوشش کرتی ہے لیکن اس حساب سے ذرائع نہیں بڑھ رہے جس حساب سے آبادی بڑھ رہی ہے۔ اس کے بعد جناب والا! آبادی سے بچا کر جو کچھ ہم عام آدمی تک لے جانا چاہتے ہیں وہ رشوت کی نظر ہوجاتا ہے۔ جناب والا! میں اس میں کسی ایک آدمی کو blame نہیں کرنا چاہتا۔ ہم تمام اس آوے میں پھنس چکے ہیں اور ہر آدمی اس میں شریک ہے۔ چاہے میں ہوں چاہے میرے اور دوست ہوں وہ چاہے اس ہاؤس میں بیٹھے ہوں چاہے وہ اس ہاؤس سے باہر بیٹھے ہوئے ہوں یہ رشوت اس طریقے سے بڑھ چکی ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے یہ کینسر ہر آدمی تک پہنچ چکا ہے۔ اب ہمیں ان دو باتوں کا تجزیہ کرنا ہوگا کہ آیا ہمیں ان باتوں کو روکنے کے لیے پہلا قدم کیا اٹھانا ہوگا۔ جناب والا! میری سمجھ کے مطابق تو وہ پہلا قدم پاپولیشن ہے۔ کہ ہمیں پاپولیشن کو کنٹرول کرنا چاہیے۔ تب تو ہم اس صوبے کے لیے جو بھی بجٹ دیں گے اس کی کوئی افادیت ہوگی otherwise یہ سلسلہ تو اسی طرح سے چلتا جائے گا۔ اور مجھے یقین ہے اگر آبادی اسی طرح چلتی رہی اور یہ سلسلہ بھی اسی طرح سے چلتا رہا 20 سال بعد اس ملک کے حالات خانہ جنگی کی صورت اختیار کرلیں گے اور لوگ ایک دوسرے کو کھائے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ اور حالات بدستور اسی طرف جا رہے ہیں۔ جناب والا! جتنے بھی ادارے ہیں، آپ تعلیم کے ادارے کو لے لیں، صحت کو لے لیں، پولیس کو لے لیں، آپ جس ادارے کو بھی ہاتھ لگائیں تو کیا معلوم ہوگا کہ اس میں پہلے سے کوئی بہتری آئی ہے یا اس میں ابتری ہے۔ عام آدمی جو بھیڑیں چراتا ہے وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہے اور وہ کہتا ہے کہ ہمارے تمام اداروں میں تنزل آگیا ہے decline ہوا ہے۔ تمام اداروں میں فائدے کی بجائے نقصان ہوا ہے۔ جناب والا! آپ کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کو لے لیں، صحت کو لے لیں، تعلیم کو لے لیں کسی کو لے لیں، تعلیم کے لیے ہم کروڑوں اربوں روپے کا بجٹ رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہم جو ادویات خریدتے ہیں اس کا بھی سوائے میرے اور بااختیار آدمی کے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ غریب آدمی کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جس کے لیے ہم اس ہاؤس سے پیسے مانگتے ہیں اس تک وہ پیسے نہیں پہنچتے۔ میرے کسی رشتہ دار کو اگر کوئی تکلیف ہو اور اس کو میں کسی ہسپتال میں داخل کرادوں تو اس کو دوائی بھی مفت ملے گی اس کو کمرہ بھی مفت ملے گا اس کو تمام سہولیات جو اس

سرکاری ہسپتال میں available ہیں اس کو ملیں گے۔ آپ دیکھ لیں۔ میں اس ہاؤس میں دیانت داری سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی آدمی اس ہاؤس میں اٹھ کر کہہ دے کہ کوئی غریب آدمی اس ہسپتال میں جائے اور اس کو ایک آنے کی بھی دوائی مفت ملے کوئی آدمی کہنے کو تیار نہیں ہے۔ یہ تمام بجٹ ہم طاقت ور اور با اختیار آدمی کے لیے رکھتے ہیں۔ کہ اسی سے اس کو افادیت ہوتی ہے جس کے حالات پہلے ہی بہتر ہیں تمام سہولتیں بھی اسی کو ملتی ہیں۔ غریب آدمی کو سہولت available نہیں ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو بجٹ ادویات کے لیے رکھا جاتا ہے اس کو ختم کر دینا چاہیے۔ جب ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی افادیت کوئی نہیں ہے تو اس کو رکھنے کا کیا فائدہ ہے۔ اس کے علاوہ اس کو ختم کر کے میری تو یہ بھی رائے ہے کہ اگر ان تمام ہسپتالوں کو ختم کر دیا جائے تب بھی وہ اس صوبے کے لیے بہتر ہو گا اور میرے پاس اس کی ایک تجویز ہے کہ میں نے باہر کے ملکوں میں دیکھا ہے کہ وہاں کوئی سرکاری ہسپتال نہیں ہے پرائیویٹ ہیں لیکن انھوں نے انشورنس کو اتنا بہتر کیا ہوا ہے کہ ہر آدمی insured ہے اور کمپنیاں ان کو پے کرتی ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ یہ ضائع ہونے والے بجٹ کو اکٹھا کر کے اور انشورنس کی پالیسیز کو بہتر کر کے گورنمنٹ ہر آدمی کے لیے اس کو لازمی کر دے جیسے کہ شناختی کارڈ ہے اور غریب آدمی کی پراپرٹی کی assessment کروا لے جو اس کی اقساط نہیں دے سکتا تو اسی بجٹ سے اگر ان کی اقساط گورنمنٹ پے کرے اور وہ جس بہتر سے بہتر ہسپتال میں جائے گا کمپنیاں پے کریں گی اس کے اوپر بوجھ نہیں پڑے گا۔ otherwise اس بجٹ کو بڑھاتے جائیں اس ملک میں بجٹ کا غریب آدمی کو فائدہ نہیں ہو گا۔ جناب والا! تعلیم کو دیکھ لیں۔

جناب سپیکر، آپ کے پاس دو منٹ اور ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب! میں نے تو ابھی شروع کیا ہے۔

جناب سپیکر، یہ آپ کی مرضی ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! تعلیم کو دیکھ لیں میں دیانتداری سے کہتا ہوں کہ ہم نے 85ء میں جو سکول بنوائے تھے جب ہم 88ء میں گئے تو تمام سکول گرے ہوئے تھے تو ہمارے ترقیاتی کاموں کا یہی حال ہے تو ہم اس کو دیکھ کے ان پر بضد رہیں تو پھر یہ ہماری ضد والی پالیسی ہے کوئی بہتری والی پالیسی نہیں ہے۔ جناب والا! کسی سکول میں کوئی ماسٹر جانے کے لیے تیار نہیں ہے کوئی آدمی کام

لوگوں سے کام کرنے کی عادت ختم کر دی ہے۔ جناب والا! لڑکیوں کے ایک سکول میں درجہ چہارم کا ایک آدمی رکھ دیتے ہیں جس کی عمر 22 سال ہے وہاں گرلز ٹیچر کی عمر انیس سال یا بیس سال ہے جو شریف ٹیچرز ہیں جب پہلے دن آتی ہیں ان کو کہتی ہیں کہ آپ پہلی تاریخ کو آیا کریں اپنی تنخواہ لے جایا کریں اس سکول میں آپ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ گھر میں اس طرح پھرتا ہے جیسے شہنشاہ ہو وہ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتا اس کے دوسرے جو دوست یا رشتہ دار ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ پانچ سو روپے وہ گھر والوں کو دیتا ہے ٹیپ ریکارڈر اس نے رکھا ہوا ہے اس کو کوئی اونچی بات نہیں کرتا کہ اگر نقد دس روپے کی ضرورت ہو تو اسی سے ملتے ہیں کام وہ کرتا نہیں ہے۔ اس کو دوسرے دیکھ کر اس حسرت میں ہمارے پیچھے پڑتے ہیں کہ جناب والا! ہمیں درجہ چہارم میں ملازم کرا دیا جائے۔ ہم جب ان سے پوچھتے ہیں کہ جناب کوئی اور کام کر لیں وہ کہتے ہیں سب سے بہترین یہ کام ہے جس میں کوئی کام ہی نہیں کرنا پڑتا اور بغیر کام کے تنخواہ ملتی ہے۔ جناب والا! جب کسی قوم میں یہ concept آ جائے گا تو ترقی کیسے ہو سکے گی؟

ہمارے backward علاقے ہیں میں وزیر تعلیم کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے پچھلے دنوں بہت کام کر کے کم از کم ڈویژن لیول پہ ہمارے کالجز میں انھوں نے لیکچرار پہنچا دیے ہیں اس میں کافی خرابیاں ہوں گی لیکن اس کے بہتر رزلٹ آئے ہیں۔ اسی سلسلے میں میری ایک تجویز ہے کہ ہمارے backward علاقوں میں گرلز سکول بالکل بند ہیں وہاں ٹیچرز لگی ہوئی ہیں لیکن ان کی عمر اکیس، بائیس سال ہوتی ہے پانچ دس میل پر سکول ہوتا ہے وہ ٹیچر وہاں پر نہیں جا سکتی۔ ان کے لیے میری یہ تجویز ہے کہ خاص کر backward علاقے کے لیے جو گرلز پرائمری سکول ہیں ان میں جو ریٹائرڈ پی ٹی سی ٹیچر ہیں جن کی عمر ساٹھ سال سے اوپر ہے اگر ان کی صحت کو دیکھ کر عمر پینسٹھ سال رکھ دیں اور پانچ سال کے لیے حکومت ان کو کنٹریکٹ پر ملازمت دے دے تو مجھے یہ یقین ہے کہ ان تمام پرائمری سکولوں میں بچیاں پڑھ لکھ جائیں گی اور پانچویں تک ان کی تعلیم مکمل ہو جائے گی۔ otherwise ہم گیارہ سال سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ کوئی سکول نہیں چلا۔ ڈپٹی ڈی ای اوز اور ڈی ای اوز نے یہ بنایا ہوا ہے کہ ٹیچر سے تیسرا حصہ تنخواہیں وہ خود لے لیتی ہیں دو حصے ان کو دیتی ہیں۔ وہ گھر میں بیٹھی ہیں فیلڈ میں کوئی کام نہیں ہو رہا اور ہمارے لوگوں کو تعلیم نہیں پہنچ رہی۔

جناب والا! اس کے بعد زراعت ہے اس ملک کی major آبادی کا انحصار زراعت پر ہے جیسے

کہ میرے بھائی ریاض حشمت جنجوعہ نے کل کہا تھا کہ پچھتر فی صد آبادی کا direct یا indirect تعلق زراعت سے ہے۔ جناب والا! ہمیں زراعت پر ٹیکس دینے سے کوئی انکار نہیں ہے ہم اس ملک کے باشی ہیں ہم اس ملک کے رہنے والے ہیں ہم اس صوبے کے ہمدرد ہیں لیکن ہم پہلے مالیے کی صورت میں، لوکل ریٹ کی صورت میں، عشر زکوۃ کی صورت میں، ضلع کونسل کے برآمدگی ٹیکسز کی صورت میں ٹیکس دے رہے ہیں اس کے علاوہ جب ہمارے پاس مونجی ہوتی ہے تو ازھائی سو پر لی جاتی ہے اور باہر بارہ سو روپے پر بھیجی جاتی ہے یہ ہزار روپے ہم سے ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا اس کو ٹیکس کا نام دے دیں تو یہ ٹیکس نہیں ہے اسی طرح cotton ہم سے سات سو روپے میں خریدتے ہیں اور باہر بارہ سو روپے میں بھیجتے ہیں یہ پانچ سو روپے ہم پر ٹیکس نہیں ہے ہم یہ بھی ٹیکس دیتے ہیں۔ آپ inputs کی حالت دیکھ لیں اس میں ملاوٹ، بناوٹ اسے جب ہم لے کر اپنے کھیتوں میں ڈالتے ہیں تو ہمیں اس کی افادیت پانچ فی صد ملتی ہے ریٹ ہم سو فی صد دیتے ہیں تو ان کا خیال تو کسی کو نہیں آتا کوئی بھی اٹھتا ہے تو کہتا ہے کہ زمیندار اس ملک کو کھا گیا۔ جناب والا! اس ملک کو زمیندار اور زرعی پیشہ لوگوں نے بنایا ہے اب لینڈ لارڈ تو نہیں رہے چار اصلاحات ہو گئی ہیں اس میں ویسے بھی اصلاحات ہوتی ہیں۔ ایک باپ کے تین بیٹے ہیں جب تین میں تقسیم ہوتی ہے تو اصلاحات ہو گئی اس میں تینتیس تینتیس کنال آ گئی۔ جناب والا! اب کم از کم پنجاب میں لینڈ لارڈز والا مسئلہ ختم ہو چکا ہے لیکن اس میں ہماری ضد یہ ہے کہ ہم پہلے ہی ٹیکس دے رہے ہیں اب ویلتھ ٹیکس بھی ہم پر آ گیا اور بھی کئی قسم کے ٹیکس ہم دیتے ہیں لیکن جب ہم پہلے ہی دے رہے ہیں تو جب ہمیں مراعات نہیں دی جاتیں تو ہم پر ٹیکس کیوں لگایا جاتا ہے۔ جناب والا! یہ ہماری گزارشات تھیں اور بھی میری باتیں ہیں۔

جناب سپیکر، آپ کا بہت شکریہ، آپ نے بہت قیمتی باتیں کی ہیں بڑی مہربانی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے آپ نے اچھے پوائنٹ اٹھائے ہیں، آپ کا بہت شکریہ۔ میں خواجہ محمد اسلام صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

چودھری محمد حنیف خان: جناب سپیکر! میرا تیسرا نمبر تھا جو میں نے تھوڑی دیر پہلے آپ کے نام ایک چٹ بھیجی تھی اس میں سید عارف حسین بخاری صاحب کے بعد سید اختر حسین رضوی صاحب ہیں اور اس کے بعد میرا نمبر ہے۔

جناب سپیکر، اگر آپ اس پر بات نہیں کرنا چاہتے تو میں کسی اور کو دعوت دے دیتا ہوں۔

خواجہ محمد اسلام، جناب! مجھے تو موقع ہی نہیں دیا جا رہا۔

جناب سپیکر، بات یہ ہے کہ آپ کے لیڈر کھوسہ صاحب کا پیغام جو مجھے لکھا ہوا ملا ہے کہ خواجہ صاحب کو چوتھے نمبر پہ موقع دیا جائے۔

چودھری محمد حنیف خان، جناب! سیکرٹری صاحب کی طرف سے دستخطوں والی جو چٹ ہے آپ ذرا دیکھ لیں۔

جناب سپیکر، آپ آپس میں طے کر لیں اس میں مجھے کیا اعتراض ہے اگر آپ پہلے بولنا چاہتے ہیں آپ پہلے بول لیں۔

خواجہ محمد اسلام، جناب سپیکر! میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے بجٹ 97-1996ء کے موقع پر مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب سپیکر! بجٹ پر وزیر خزانہ کی تقریر سن کر اور اعداد و شمار پڑھ کر اور بعد میں حکومتی اراکین کی تعریف و ثنا کے بعد میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ:۔

کیوں پڑے ہو ہوس کی چادر میں چہرہ ڈھانپ کے
سونے والو اٹھو سر پر آفتاب آنے کو ہے
جب سکوت مرگ طاری ہو فضا پر ہر طرف
پھر یہ سمجھ لو جلد انقلاب آنے کو ہے

جناب سپیکر! میں یہ بات آپ کو ببانگ دہل کہوں گا کہ بجٹ سال کی آمدنی اور خرچ کا میزانیہ ہوتا ہے۔ لیکن جو عوام کو اعتماد میں لے کر لاگو کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں پر کیا ہو رہا ہے کہ عوام تڑپ رہی ہے' مزدور پریشان ہے' کاروباری حضرات بلک رہے ہیں' کسان خوشحال نہیں ہیں۔ لیکن ہمارے یہاں پر تعریف و ثنا کے انبار لگائے جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں اگر وفاقی بجٹ کی بات کروں تو یہ ہے کہ وفاقی بجٹ اعداد و شمار کی ہیرا پھیری کے بعد بھی غیر متوازی ہے۔ 41 ارب روپے کے جو نئے ٹیکس لگائے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! انھوں نے ماسوائے قبر کے ہر شے پر ٹیکس لگا دیا ہے۔ 41 ارب کے جو ٹیکس لگائے گئے ہیں اس سے عام آدمی کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی ہے۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہوں گا کہ پنجاب کا باوا آدم ہی نرالہ ہے اور یہاں ہمارے بے بس وزیر اعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے این ایم سی ایوارڈ سے وفاقی حکومت سے 71 ارب روپے پنجاب کے

نام پر لیے ہیں۔ جناب سپیکر! جبکہ پنجاب کا حصہ 77 ارب روپے بنتا ہے۔ اس میں بھی چھ ارب روپیہ کم لے کر آئے ہیں۔اس کے بعد بھی وہ کہہ رہے ہیں کہ محسن اعظم وزیر اعظم میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی یہ ہمارے آج کے بے بس وزیر اعلیٰ کرا رہے ہیں۔ سابقہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔جناب سپیکر! پنجاب کی اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہو گی کہ آج پنجاب کی کرپٹ اور بدعنوان حکومت جس سے پنجاب کا پالا پڑا ہوا ہے کہ اس کو اپنی کرپشن اور بدعنوانی کے سوائے کسی اور طرف دھیان ہی نہیں جاتا۔ جناب سپیکر اگر انھیں پنجاب سے محبت ہو انھیں پنجاب کا احساس ہو تو وہ آج اپنے پنجاب کے لیے اس کا حق لے کر آئیں۔ اور وہ چھ ارب روپیہ جو انھوں نے وہاں سے کم لیا ہے وہ پنجاب کے لیے لے کر آئیں اور جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ اگر انھیں پنجاب سے پیار ہو تو وہ پنجاب کے ساتھ ٹیکسوں کی مد میں ہونی والی زیادتی نہ ہونے دیں۔ جناب سپیکر! لیکن یہاں پر ہو کیا رہا ہے ایک تو وہ وفاق سے اپنا پورا حق وصول نہیں کر رہے۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے ہر شعبہ فکر میں کمی کر دی ہے۔ صحت میں' تعمیر و ترقی میں بلکہ تعلیم کے شعبہ میں جو کمی کی گئی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ خود تو نالائق تھے اس لیے وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری اگلی نسل بھی نالائق ہو۔ جناب سپیکر! ہم انشاء اللہ یہ کبھی برداشت نہیں کریں گے اور پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لیے تعلیم کی جتنی حیثیت اور اہمیت ہے اسے ہم قبول کریں گے۔ جناب سپیکر! یہ جو چھ ارب روپے پنجاب کو کم دیے گئے ہیں اگر پنجاب کی حکومت کو ملتے تو شاید پنجاب کی قسمت میں کوئی جلترنگ بجتی اور شاید میرے حلقہ سیف آباد میں مڈل سکول کو ہائی کا درجہ مل جاتا' کسی ہائی سکول کو کالج کا درجہ مل جاتا اور جناب سپیکر! اسی چھ ارب روپے سے میرے پنجاب کی سڑکیں بنتیں' ہائی وے بنتے' گلیاں بنتیں' سولنگ لگتے' سیوریج ملتے اور شاید ان آبادیوں کو میٹھا پانی ملتا۔ لیکن جناب سپیکر! آج پنجاب کی تمام سڑکیں بقول نظام دین کے " جس طرحاں کنتیاں رضائی پاڑی ہوندی اے" اس طرح کھنڈرات بنی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی ہیں۔ جناب سپیکر! میں وفاقی حکومت نے جو وفاق کے نام پر بجٹ میں ٹیکسوں کی بھرمار کی گئی ہے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ پہلے ایک پاور لوم پر ایک سو روپیہ ٹیکس تھا آج انھوں نے ایک پاور لوم پر -/1875 روپے ٹیکس کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ ظلم و زیادتی کی انتہا ہے۔ جس سے آج یہ ہو رہا ہے کہ میرے فیصل آباد میں پاور لوموں کی آواز چڑیوں کے چہچہانے کے مترادف تھی' جہاں پاور لوموں کی ردہم مزدوروں کے لیے

لوری کی مانند ہوتی تھی۔ وہ پاور لومیں آج بند ہو رہی ہیں اور وہ شہر ' شہر خاموشاں بن رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں اتنا کہوں گا کہ آج اس حکومت کی نااہلی کی وجہ سے پورے پنجاب کے دکاندار پریشان ہیں' مزدور پریشان ہیں ' کسان پریشان ہیں ' صنعت کار پریشان ہیں اور مالک بے چین ہے ۔ جناب سپیکر! یہ پاور لومیں چلتی تھیں تو گھروں کے چولہے جلتے تھے ' رات کی روٹی میسر ہوتی تھی ' بیمار ماں کی دوائی آتی تھی اور جوان بہن کو سرخ جوڑا پہنایا جاتا تھا۔ جناب سپیکر ! میرا شہر فیصل آباد جس کو چمنیوں کا شہر کہا جاتا تھا۔ لیکن اس حکومت کی ظلم و زیادتی کی وجہ سے وہ چمنیوں کا شہر ' شہر خاموشاں بن چکا ہے۔ وہاں پر فیکٹریاں بند ہو رہی ہیں' ملیں بند ہو رہی ہیں۔ جناب سپیکر! اس وجہ سے ہے کہ یہ ایکسائز کی مد میں ٹیکسیشن کر رہے ہیں۔ وہ سب اس گورنمنٹ پالیسی کی وجہ سے عالم نزاع میں ہے۔ جناب سپیکر! فکسڈ ٹیکس ختم کر کے وہاں پر ایکسائز انسپکٹر بٹھائے جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر ان کا جی پی ریٹ بڑھانے کی وجہ سے وہ اپنی موت آپ مر رہے ہیں۔ اور جناب سپیکر! یکم جولائی سے پورے پاکستان کے کارخانے بند ہو رہے ہیں ۔ یہ اس حکومت کے لیے اس بات کا پیش خیمہ ہے کہ وہ آج بھی ہوش کے ناخن لیں۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ فیصل آباد جہاں ہو کا عالم ہو ' اور فیصل آباد وہ شہر ہو گا جہاں سے لاکھوں مزدور بیروزگار ہوں گے۔ وہ لاکھوں مزدور بیروزگار ہوں گے وہ اپنی پریشانی کے عالم میں جلسوں اور جلوسوں کا ایسا طوفان اٹھائیں گے جو اس نااہل کرپٹ اور بدعنوان حکومت کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ بات ان کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ آج پاکستان کے سرکاری ملازم کلرک حضرات جو حکومت کو چلانے میں ایک ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہیں۔انھوں نے ان کا بھی استحصال کیا ہے۔ ان کو بھی نہیں چھوڑا۔جناب سپیکر! ان کی تنخواہیں نہیں بڑھائیں۔ اگر بڑھایا ہے تو اپنی عیاشیوں کا سامان بڑھایا ہے ۔ اگر بڑھایا ہے تو وزراء اورمشیروں کو عیاشیوں کے لیے ان کو لمبی لمبی گاڑیاں دی جا رہی ہیں۔ جناب سپیکر! میں اتنا عرض کروں گا کہ پاور لوم کیوں بند ہو رہی ہیں۔ آج پاکستان کی بدعنوان اور کرپٹ حکومت کے وزراء یہ نہیں چاہتے کہ میرا ملک ترقی کرے۔ میرا ملک manufacturing میں آئے۔ کیونکہ آج میرے پنجاب کو بیوہ کی گود کی طرح بانجھ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ وزیر تجارت احمد مختار صاحب نے پچھلے دنوں اخبار میں یہ کہا تھا کہ میں اس ملک سے manufacturing ختم کر کے trading میں لے کر آؤں گا۔ جناب سپیکر! یہ بہت بڑی سازش ہے جو ہمارے ملک کے خلاف کی جا رہی ہے۔ خدارا!ایک پاکستانی ہونے کے ناطے آپ بھی اور میرے حکومتی

ارکان بھی اس سازش کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ ورنہ وہ اتھوپیا کے قحط کو یاد رکھیں اور وہ چیچنیا میں جو ہو رہا ہے وہ یاد رکھیں۔ جناب سپیکر میں یہ کہوں گا کہ اس انڈین تجارت میں وہ اپنا نفع اکٹھا کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے انڈیا کے ساتھ جو لٹھے کا سودا کیا ہوا ہے۔ وہ اس پر عملدرآمد کرنا چاہتے ہیں۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ وفاقی بجٹ کی طرح پنجاب کا بجٹ بھی عوام دشمن ہے۔ یہ عوام دشمنی اگر حکومت نے نہ چھوڑی تو پھر یہ بینظیر اور بدعنوان حکومت اس کو لے ڈوبے گی۔

جناب سپیکر! میں آخر میں صرف اتنی گزارش کروں گا کہ آج میرے پنجاب کا ہر شہری بے چین ہے، مزدور بے چین ہے، دکاندار پریشان ہے، فیکٹری اونر پریشان ہے، غیر مطمئن، بے کس اور بے بس ہے۔ کیونکہ فیکٹریاں بند ہو رہی ہیں۔ ملیں بند ہو رہی ہیں۔ دکانیں بند ہو رہی ہیں۔ پاور لومیں بند ہو رہی ہیں۔ چل رہی ہے تو صرف اور صرف اس حکومت کی کرپشن چل رہی ہے۔ چل رہی ہے تو اس وقت بینظیر کی وہ سیاست چل رہی ہے جس سے سرے میں محل خریدے جا رہے ہیں۔ چل رہی ہے تو آصف زرداری کی وہ کرپشن چل رہی ہے جس سے وہاں پر مینشن خریدے جا رہے ہیں۔ انھی کے لیے کسی شاعر نے کہا تھا کہ۔

جنھیں تعمیر گلشن میں لہو دینا نہیں پڑتا
وہ قوم کی آزادیوں کو اکثر بیچ کھاتے ہیں

خواجہ محمد اسلام، صرف دو منٹ اور دے دیں۔ مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر، چلیے، الزام تراشی سے نکلیے اور مہربانی سے کوئی بات کیجیے۔

خواجہ محمد اسلام، جناب سپیکر! مجھے آج پھر اپنے قائد میاں محمد نواز شریف کا دور یاد آ رہا ہے جب یہ ملک امن و سکون کا گہوارہ تھا۔ جب یہاں پر فیکٹریوں کے جال بنے جا رہے تھے۔ دکاندار خوش تھا۔ کسان خوش تھا۔ مزدور خوش تھا۔ اور وہ مرد آہن چاہتا تھا کہ اس ملک کو ترقی کی طرف لے جایا جائے۔ لیکن ہوا کیا؟ شاید میری بات ایوان کو اچھی نہ لگے۔ لیکن میں یہ کہنا چاہوں گا کہ آج ہمیں حقیقت سے آنکھیں نہیں چرانی چاہییں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی پوری calculation کریں۔ ہمارے پنجاب کا، پاکستان کا ستر فی صد حصہ دیہاتی آبادی ہے۔ ۳۰ فی صد جو شہری آبادی ہے اس میں بھی پچیس فی صد ٹیکس دیتے ہیں۔ بقایا وہ بھی ٹیکس نہیں دیتے۔ اگر اس ملک کی معیشت کو اور اس کے خزانوں کو مضبوط کرنا ہے تو پھر ہمیں زرعی ٹیکس نافذ کرنا ہوگا۔ کیونکہ زرعی ٹیکس دینے سے پورا پاکستان جب

ٹیکس دے گا تو ہمارے ملک کا خزانہ مضبوط ہو گا اور ملک کے ریونیو میں یہ اچھائی کا علم بردار ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری جسارت پر شاید ملک کے جاگیردار مجھے کچوکے لگائیں لیکن میں اپنی سچ بات کہتے ہوئے صرف اتنا کہوں گا کہ:

پہلا پتھر کون اٹھائے کون پلٹ کر وار کرے
میں ملزم ہوں شہر بھی اپنے جرموں کا اقرار کرے

جناب سپیکر، بس' اب' مہربانی۔

خواجہ محمد اسلام، جناب سپیکر! میں اب صرف اپنے حلقے کی طرف آنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، یہ وقت آپ نے خرچ کر لیا ہے۔ محترمہ شیلا بی چارلس۔

چودھری محمد حنیف خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ کی مجھ سے ناراضگی کیا ہے؟

جناب سپیکر، مجھے آپ سے by the way ناراضگی کیا ہو سکتی ہے؟ آپ کے لیڈر نے یہ مجھے رقعہ لکھا ہے کہ انھیں چوتھے نمبر پر کر دیجیے۔ اس کے بعد آپ کا نمبر ہے' آپ کی باری آ جائے گی۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ آپ آپس میں طے کر لیجیے۔

چودھری محمد حنیف خان، جناب والا! میرا تیسرا نمبر تھا' آپ نے چوتھے پر کر دیا' اب ساتویں پر چلا گیا۔ یہ سیکرٹری اسمبلی صاحب کے دستخط ہیں۔ میں نے چٹ بھیجی تھی اس میں میرا نمبر چھٹا تھا۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس، جناب سپیکر! اب آپ نے مجھے فلور دے دیا ہے۔ مہربانی کر کے یہ میرے بعد بات کر لیں۔

جناب سپیکر، اس کے بعد آپ کی باری آ جائے گی۔ چلیے۔

چودھری محمد حنیف خان، آپ انھیں پورا ٹائم دے دیں۔ ہمارے لیے کل جمعے کا ٹائم رکھ لیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ آپ غلط بات کر رہے ہیں۔ مجھے کیا پریشانی ہے؟ آپ کے لیڈر صاحب مجھے ایک لسٹ بھیجتے ہیں۔ میں نے اس کے مطابق آپ کو بلایا ہے۔ میری طرف سے آپ پہلے کر لیں۔

چودھری محمد حنیف خان، جناب سپیکر! یہ دستخط آپ کے سیکرٹری کے ہیں' میں نے نہیں کیے۔

جناب سپیکر، اچھی بات ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اس کے بعد آپ کو بلالیں گے۔ چلیے، محترمہ شیلا بی چارلس۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس، جناب سپیکر! سب سے پہلے میری پریس سے درخواست ہے کہ میں آج جو کچھ فلور پر کہوں گی میری سب باتیں پریس میں ضرور دیں۔

جناب سپیکر! میں کہنا چاہتی ہوں' کچھ گلے ہیں' کچھ شکوے ہیں اور کچھ شکرگزاریاں بھی ہیں۔ کوئی کہتا ہے بجٹ اچھا ہے' کوئی کہتا ہے برا ہے۔ اپوزیشن کہتی ہے کہ بجٹ بہت برا ہے۔ ٹریژری بنچز کہتے ہیں بجٹ بہت اچھا ہے۔ لیکن میرا رونا تو اپنی مینارٹی کے لیے ہے۔ میں آج بھی کہوں گی کہ 1985ء سے لے کر آج تک جتنے بھی بجٹ بنے ہیں' چاہے وہ نواز شریف دور کے بنے ہوں' آج تک بجٹ میں مینارٹی کے لیے کوئی علیحدہ فنڈز مختص نہیں ہوئے ہیں (نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! میں ان غریب عوام کی لیڈر ہوں۔ یہ باتیں کرتے ہیں غریب عوام کی۔ اِدھر بھی باتیں کرتے ہیں غریب عوام کی۔ جتنی میری کرسچین کمیونٹی غریب ہے شاید ہی پاکستان میں کوئی بھی عوام اتنے غریب ہوں۔

جناب سپیکر! مجھے تو افسوس ہے کہ یہ باتیں کرتے ہیں کھادوں کی۔ یہ باتیں کرتے ہیں پرائم منسٹر صاحب کے امریکہ جانے کی۔ کاش' یہ باتیں کریں میری مینارٹی کے لوگوں کی جو آج بھوکے مر رہے ہیں۔ جن کو روٹی نہیں مل رہی ۔ جن کو کھانا نہیں مل رہا۔ جن کو نوکریاں نہیں مل رہیں۔ جناب سپیکر! کروڑوں کا بجٹ بنا۔ لیکن کاش اس میں کچھ لاکھ میری کرسچین کمیونٹی کے لیے بھی رکھا جاتا۔ تب اس ایوان میں بیٹھ کر میرا دل خوش ہوتا۔ جناب سپیکر! جب بجٹ بنتا ہے تو ہر اپوزیشن کو اعتراض ہوتا ہے۔ کیا یہ بتائیں گے کہ پوری دنیا میں مہنگائی نہیں ہو گئی؟ کیا یہ بتائیں گے کہ آج پوری دنیا میں expenses کا سلسلہ چل رہا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ جو میں بول رہی ہوں وہ پریس نوٹ کرے۔

جناب سپیکر! زرعی ٹیکس کی بات ہو رہی ہے کہ وہ معاف ہو گیا ہے۔ ہمارے غریب عوام نہ تو زمین خرید سکتے ہیں اور نہ زمین بیچ سکتے ہیں۔ وہ تو ایک مزدور پیشہ لوگ ہیں جو ہماری کرسچین کمیونٹی کے لوگ ہیں اور جن کی لیڈر میں ہوں۔ میں بھی غریب عوام کی لیڈر ہوں اور میں ان کی لیڈر نہیں ہوں بلکہ میں ان کی ورکر ہوں۔ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ان کے پاس سو سال پرانے ان کے

باپ دادوں کے گھر چلے آ رہے ہیں اور ہو کیا رہا ہے؟ آج جس کے پاس چار پیسے ہیں وہ' وہ زمینیں الاٹ کر رہے ہیں جس میں میری مینارٹی کی کمیونٹی بیٹھی ہے۔ جو کرسچین کمیونٹی بیٹھی ہے۔ وہ بستیاں بیٹھی ہیں۔ وہ ان کو الاٹ کروا رہے ہیں اور ان لوگوں کو تنگ کیا جا رہا ہے کہ یا اس جگہ کے ہمیں پیسے دے دو یا یہ جگہ خالی کر دو۔ جناب سپیکر! میری یہ درخواست ہے کہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں وہ سو سالوں سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں یہ کہوں گی اور وزیر اعلیٰ کو میری یہ ایک درخواست ہو گی کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں' مہربانی کر کے ان کو مالکانہ حقوق دیے جائیں۔ جو چار پیسے والے لوگ ہیں ان کو وہ جگہیں الاٹ نہ کی جائیں۔

جناب سپیکر! اب میں اپنے قبرستانوں کی طرف آؤں گی۔ مجھے تو یہ نہیں سمجھ آتی کہ لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟ ایک وقت تھا کہ لوگ قبرستانوں کی عزت کرتے تھے۔ آج یہ لوگ پیسے والے ہیں' آج یہ ہمارے قبرستانوں پر بھی قبضے کر رہے ہیں۔ راتوں رات ہل چلا رہے ہیں۔ راتوں رات وہاں کوٹھیاں بنا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! ان کے پاس اندھی دولت آ گئی ہے جو کہ انھوں نے مردوں پہ گھر بنانے شروع کر دیے ہیں۔ جناب سپیکر! میری یہ درخواست ہے کہ ہر ضلع کے ڈی سی کو یہ کہا جائے کہ وہ اپنے علاقے میں کرسچینز کے ہر قبرستان کو دیکھے اور اس کا سروے کرے۔ اس سے ایک انچ بھی نہ کسی کو گھر کے لیے دیا جائے نہ الاٹ کیا جائے۔ یہ میری گزارش ہے۔

جناب سپیکر! اب میں آؤں گی کہ treatment abroad کی بات ہوئی۔ ہمارے بھائی شہباز شریف اپوزیشن لیڈر نے بڑی باتیں کیں کہ فلاں abroad گیا' فلاں اُس جگہ گیا' فلاں کو اتنے پیسے ملے۔ وہ ڈالروں کی بات کرتے تھے۔ کیا میں ان سے پوچھ سکتی ہوں کہ اگر مینارٹی کا کوئی ایک انسان بھی بیمار ہوا اور وہ آج تک گاؤں سے لے کر ہسپتال میں بھی آیا ہے؟ یہ abroad کی باتیں کرتے ہیں۔ وہ اپنی لسٹ میں سے مجھے یہ بتائیں کہ آج تک کبھی کوئی کرسچین کسی بستی سے کسی گاؤں سے کبھی آج تک abroad گیا ہے؟ ان کے دور میں بھی گیا ہے؟۔ میری ایک گزارش ہے۔ ہمارے لوگ بھی ہیں۔ ان کو بھی بیماریاں آتی ہیں۔ میں آپ کو mention کروں گی کہ چک نمبر ۱۷۵ ایم میں لوگ ٹی بی سے مر رہے ہیں۔ جوان بچیاں ٹی بی سے مر رہی ہیں۔ ان کو طبی سہولتیں نہیں مل سکتیں۔ یہ بات abroad کی کر رہے ہیں اور میں بات پاکستان کی کر رہی ہوں۔ جناب سپیکر! میری درخواست ہے کہ ان لوگوں کے لیے انتظام کیا جائے اور میں کہوں گی کہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ ان کے لیے انتظام کرے۔ چودہ چودہ سال کی لڑکیاں ٹی بی سے مر رہی ہیں۔ ایک ماں مرتی ہے تو دس بچے روتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں

کہ مہربانی کرکے یہ نوٹ کیا جائے۔

جناب سپیکر! پھر میں میڈیکل کالج کی سیٹوں پر آؤں گی۔ ہمارے مشنری سکول ہیں جن میں ہمارے بچوں کو اچھی تعلیم ملتی تھی اور فری تعلیم ملتی تھی۔ وہ ہمارے سکول نیشنلائز ہو گئے ہیں۔ میری ایک درخواست ہے کہ ان سکولوں کو ڈی۔ نیشنلائز کیا جائے' تاکہ ہمارے مشنریز' ہمارے بچوں کو اتنی تعلیم دیں کہ وہ میڈیکل کالجوں میں' انجینئرنگ کالجوں میں' یونیورسٹیوں میں معیار پر آئیں اور میرٹ پر آ کر وہ admission لیں۔ آج یہ حال ہے کہ آج ہمارے یہ بچے میڈیکل کالجز سے' یونیورسٹیز سے' اور انجینئرنگ کالج سے محروم ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں تھوڑی سی تعریف بھی کرنا چاہتی ہوں۔ کہتے ہیں کہ اگر قطرہ قطرہ مل بھی جائے تو انسان کو شکر گزاری کرنی چاہیے۔ جناب سپیکر! میں آج محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے ہمارے ان چکوک میں بجلی لگوائی' ان چکوک میں سوئی گیس دی' ان چکوک میں نالیاں اور گلیاں بنائیں جہاں کبھی ہمارے لوگ سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ میں نے خود یہ کے چکوک میں بجلیاں لگوائی ہیں اور دو دو مہینے میں لگوائی ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ کہوں گی کہ میں پرائم منسٹر بے نظیر بھٹو صاحبہ کی بے حد شکرگزار ہوں۔ میں نے ان چکوک میں اور ان بستیوں میں بجلی لگوائی ہے کہ جن کو امید بھی نہیں تھی کہ سو سال بعد بھی ان کو کبھی بجلی ملے گی۔ تو میں یہ کہوں گی کہ جو اچھی بات ہے وہ ضرور اس Floor پر کہنی چاہیے۔

جناب سپیکر! میں چیف منسٹر نکئی صاحب کی بھی شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے سال کے آخر میں آ کر ہمارا بیت المال کا جو پیسہ ہے وہ ریلیز کر دیا ہے۔ آج ہمارے لوگوں کی کسی دوسرے فنڈ سے مشکلات حل نہیں ہوسکتیں۔ میں اپنے چیف منسٹر کی بھی شکرگزار ہوں کہ انھوں نے آخر میں آ کر بیت المال کا فنڈ مینارٹی کے لیے ریلیز کر دیا ہے اور وہ ایک کروڑ کے قریب ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ایک کروڑ میں بھی ہمارے پنجاب کی جو مینارٹی ہے وہ اپنے مسائل کا کچھ نہ کچھ حل نکال لے گی۔

جناب سپیکر! پھر میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی بے حد شکر گزار ہوں۔ ایک بڑی surprising سی بات تھی کہ میانوالی میں ایک چک ایم۔ ایس نمبر ۱۷ تھا۔ ایک غریب سے ماسٹر نے مجھے request کی کہ یہاں ایک پی۔ سی۔ او لگنا چاہیے کیونکہ یہ چک اتنا غیر علاقے میں ہے کہ ہمارا کوئی پی۔ سی۔ او کا انتظام نہیں ہے۔ پچھلے ہفتے مجھے پرائم منسٹر سیکرٹریٹ سے confirm letters آ گئے ہیں کہ

اس چک میں پی۔ سی۔ او لگے گا۔ تو میں اتنی خوش ہوئی کہ ایک غریب ماسٹر کی request پر کم از کم آج پرائم منسٹر صاحبہ نے مجھے اس کا جواب دیا ہے اور میں اس کو منہ دکھانے کے قابل بھی ہو گئی ہوں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں کہوں گی کہ یہ بڑی بات کرتے ہیں۔ آج یہ بیلو کیب کا تو حساب بتائیں کہ لوگوں نے کتنے قرضے لیے ہیں؟ کس سے لیے ہیں اور کس کو بیلو کیب ملی ہیں؟ لوگوں نے کاروبار کیے ہیں۔ یہ تو غریب عوام کے لیے تھا۔ کیا میں اپوزیشن لیڈر سے پوچھ سکتی ہوں۔ کاش وہ یہاں بیٹھے ہوتے اور میری باتیں سنتے۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ان بیلو کیب میں سے ہمارے مینارٹی کے لوگوں کو کتنے loans ملے ہیں؟ کیا وہ مجھے لسٹ بتا سکتے ہیں؟ کیا ہماری عوام غریب نہیں؟ کیا ہماری عوام ٹیکسی نہیں چلا سکتی تھی؟ میں نے یہ دیکھا ہے کہ یہ ٹیکسیاں ان لوگوں نے لی ہیں جنھوں نے اپنے شو رومز میں رکھ کر ڈبل ریٹ پر بیچی ہیں۔

جناب سپیکر! میں ٹیکسوں کی بات کروں گی۔ ہم تو یہ کہیں گے کہ ہم پاکستان کے وفادار شہری نہیں ہیں۔ اگر ہم شروع دن سے ٹیکس دیتے تو آج یہ ٹیکس ہمیں بوجھ نہ لگتا۔ آپ انڈیا میں جائیں، آپ دنیا کے ہر ملک میں جائیں، ہر شہری ٹیکس دیتا ہے۔ انڈیا میں ایک ریڑھی والا ہے وہ سال میں 50 روپیہ ٹیکس دیتا ہے۔ لیکن ہمیں ٹیکس دینے کا کوئی رواج ہی نہیں ہے۔ اس لیے آج جب محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے ٹیکس لگائے ہیں تو ہمیں ایسے لگتا ہے کہ ہمارے سر پر ایک بوجھ آ گیا ہے۔ ملک چلے گا کیسے؟ قرضوں سے چلے گا تو وہ کہاں سے اتریں گے؟ میں یہ کہوں گی کہ ہمیں خود ایمانداری سے ٹیکسز دینے چاہییں اور جو دیتے ہیں وہ کم از کم یہ سوچیں کہ وہ خدا کی نظر میں اپنے آپ اور اپنی آمدنی میں انصاف کرتے ہیں۔ میں اپنا ایک بڑا غریب ادارہ چلاتی ہوں۔ ایک آئی ہاسپٹل چلاتی ہوں اور اس میں غریب بھی آتا ہے، مڈل کلاس بھی آتا ہے اور امیر بھی آتا ہے اور جب مجھے کوئی کہتا ہے کہ مجھے زکوٰۃ چاہیے میں پھر آپ سے آپریشن کراؤں گا یا کراؤں گی تو میں ان کو کہتی ہوں کہ زکوٰۃ کو چھوڑ دیں، آپ مجھ سے مفت علاج کروائیں۔ یہ دولت اس دنیا میں ہی رہ جاتی ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمارے جو اچھے اعمال ہوں گے وہ اوپر تک جائیں گے۔

میاں احسان الدین قریشی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، احسان صاحب!

میاں احسان الدین قریشی، جناب سپیکر! بی بی نے ابھی تھوڑی دیر پہلے یلو کیب ٹیکسیوں کی ایک بات کی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جب یہ سکیم چلی' یہ پروگرام شروع ہوا تو یہ بی بی کہاں تھیں اور کن کے ساتھ تھیں؟

ڈاکٹر شیلا بی چارلس، جناب! میں اس وقت بھی ان بنچز پر تھی اور مجھے اس وقت بھی اعتراض تھا کہ ہمارے مینارٹی کے ممبرز کو بھی یہ ٹیکسیوں کی سکیم ملنی چاہیے۔

جناب سپیکر، کچھ پرانا ہے۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس، یہ میرا آپ کو جواب ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ان کی تصحیح کرنا چاہتا ہوں کہ جو پہلی ٹیکسی سکیم تھی اس میں کوئی کوٹہ سسٹم نہیں تھا بلکہ یہ پہلے آئیے اور پہلے پائیے کی بنیاد پر تھی اور اس میں مینارٹیز پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ پابندی صرف یہ تھی کہ پڑھے لکھے نوجوان جن کے پاس روزگار نہیں ہے وہ یہ ٹیکسیاں لے کر وقتی طور پر اپنے روزگار کا بندوبست کریں۔ اس میں کوئی کوٹہ سسٹم نہیں تھا۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس، کوٹے کی تو کوئی بات نہیں تھی۔ مینارٹیز بھی ایک پاکستانی شہری ہیں۔

وزیر پارلیمانی امور، یہ کاغذوں میں نہیں تھا ویسے کوٹہ سسٹم ہی تھا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ جی۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس، جناب سپیکر! میں آخر میں پولیس پر آؤں گی۔ میں یہ ضرور کہنا چاہوں گی کہ پولیس پر اتنا کنٹرول ہونا چاہیے۔ یہ میں اپنے آپ کو ضرور اس بات میں ملوث کروں گی کہ ہمارے گوجرانوالہ میں جب بھی کوئی تہوار آتا ہے' کوئی کرسمس ہوتا ہے' کوئی ایسٹر ہوتا ہے تو مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ پولیس والے ان مسیحیوں کے گھر پر کیوں جا لپکتے ہیں جنہوں نے اپنا تہوار منانا ہوتا ہے۔ آج میں اس Floor پر کہنا چاہتی ہوں کہ جب بھی ہمارے یہ تہوار آئیں' میں سمجھتی ہوں کہ آئی۔ جی صاحب اگر بیٹھے ہوتے تو وہ بھی سنتے کہ پولیس کو کبھی بھی ہمارے تہواروں پر ہمارے گھروں پر

چھاپہ نہیں ڈالنا چاہیے۔ نہ وہ جرائم پیشہ ہیں' نہ وہ شرابوں میں ملوث ہیں' ان کو کھانے کو روٹی نہیں ملتی' انھیں شرابیں کہاں سے ملتی ہیں۔ یہ پولیس نے صرف رشوت کا ایک ڈھونگ رچایا ہوا ہے اور میں آج اسے اس Floor پر اس لیے لانا چاہتی ہوں کیونکہ میں نے ہر تہوار پر یہ دیکھا ہے۔ پولیس اتنی کرپشن کرتی ہے کہ انہی تہواروں پر ہمارے مسیحی لوگوں کو تنگ کرنا شروع کر دیتی ہے۔

جناب سپیکر! آخر میں' میں پھر کہوں گی کہ بجٹ آئے' ہر دفعہ آئے لیکن ڈاکٹر شیلا ایک غریب مسیحی عوام کی لیڈر ہے' اس کی struggle جاری رہے گی اور اس پاکستان میں رہ کر ڈاکٹر شیلا کی struggle مرتے دم تک جاری رہے گی۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، چودھری محمد حنیف خان صاحب!

چودھری محمد حنیف خان، جناب سپیکر! شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں شروع میں ہی آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ مجھے تھوڑا سا ٹائم زیادہ دیا جائے کیونکہ میں تو ایک سال یا تین سالوں میں پہلی دفعہ بول رہا ہوں۔

وزیر پارلیمانی امور، جناب سپیکر! ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں میرے دوست سچ نہیں کہہ رہے۔

جناب سپیکر، جی بسم اللہ۔

چودھری محمد حنیف خان، تو کتنا وقت مجھے مل جائے گا جناب؟

جناب سپیکر، سب کے لیے پندرہ منٹ ہیں۔ آپ کو سولہ منٹ دیتا ہوں۔ (قہقہے)

چودھری محمد حنیف خان، جناب والا! آپ اپنے نام کی لاج رکھ لیں اور مجھے خصوصی وقت دیں۔

جناب سپیکر، آپ شروع تو کریں۔ آپ بسم اللہ کریں۔

چودھری محمد حنیف خان، جناب سپیکر! اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ تمام کامیابیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ سارے کے سارے خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق ذات ہیں۔ اللہ تعالیٰ صمد ذات ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ذمہ دار اور بااختیار بنا کر بھیجا ہے۔ جس کا جتنا دائرہ اختیار ہو گا قیامت کے دن اس سے اسی کے حساب سے حساب لیا جائے گا۔ چاہے وہ چوکیدار ہے یا چاہے وہ صدر ہے۔ اس وقت تک وہ پاؤں نہیں ہلا سکتا جب تک اس کا حساب نہ دے دے۔ اس کے پاؤں وہاں جکڑ دیے جائیں گے۔

جناب والا! حکومت کے ذمہ ہے عوام کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنا۔ پورے ملک میں نہ صرف پنجاب میں نہ جان محفوظ ہے' نہ مال اور نہ ہی عزت و آبرو۔ میں یہ جو تین باتیں کر رہا ہوں کہ جان' مال' عزت و آبرو اس پر اگر بات کی جائے تو اس میں ایک ہی topic پر بہت وقت چاہیے۔ لیکن مختصراً عرض کروں گا کہ پورے ملک میں قتل و غارت جو ہو رہی ہے' چوریاں' ڈکیتیاں وہ ساری کی ساری ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اسی طریقے سے میرے اپنے حلقے میں بھی بہت ساری ڈکیتیاں ہوئی ہیں۔ جن پر کوئی شنوائی نہیں ہو رہی' کوئی ان کا حل نہیں نکل رہا۔ رہزنیاں ہو رہی ہیں۔ میرے اپنے گاؤں کے راستے میں' میرے اپنے دو ناؤں ہیں ان میں ہیروئن کا کاروبار بہت وسیع ہے اور اس کے لیے بارہا حکام بالا کو آگاہ کیا گیا ہے لیکن کوئی حل نہیں۔ اسی طریقے سے مال جو ہے وہ محفوظ نہ ہے۔ جب ڈکیتی ہو گی تو مال عوام کا جائے گا' انسان کا جائے گا تو وہ ذمہ داری بھی حکومت کی ہو گی۔ تو اس پر میں مختصراً یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ جب مال' جان' عزت و آبرو محفوظ نہ ہے کیونکہ عزت و آبرو کا بھی یہی معاملہ ہے ۔ یہ حکومت کے ذمہ ہے کہ ملک کے اندر جہاں بھی ایک عورت کی' بہن کی' بیٹی کی اگر عصمت دری ہو گی اور عزت و آبرو لٹے گی تو اس کی ذمہ دار بھی حکومت ہو گی ۔ آئے دن ہماری ماؤں بہنوں کی عصمت دری اور اجتماعی آبرو ریزی کے قصے اخبارات میں چھپ رہے ہیں لیکن حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی ۔

جناب والا! پورے ملک میں جنگل کا قانون نافذ ہے اور وزیر اعلیٰ جو کہ میرے ضلع سے تعلق رکھتے ہیں ان کو سوائے بھڑکوں کے اور کوئی کام نہیں ۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پوری طرح ناکام ہو چکی ہے ۔ موجودہ حالات جن کا ابھی ہمارے بھائی نے ذکر کیا کہ ہمارے موجودہ سسٹم کو خطرہ ہے' اسمبلیوں کو خطرہ ہے ۔ جناب والا! اسمبلیوں کو خطرہ کیوں نہ ہو کہ جب یہاں اقربا پروری ہو رہی ہے اور لوٹ مار کا بازار گرم ہے تو کیا ہم یہاں پر صرف تنخواہوں کے لیے بیٹھے ہیں ۔ جب بے روزگاری عام ہے' غربت انتہا تک پہنچ چکی ہے' مہنگائی کا کوئی حل نہیں نکل سکا اور مہنگائی اتنے زوروں پر ہے اور ہر غریب انسان کے لیے قبر میں جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ۔ تو جناب والا! اس کا حل کیا ہے۔ حل تو اس کا یہ چاہیے تھا۔ اگر ہم سیاستدانوں نے مل کر اس کا کوئی حل نکالنا تھا تو ہم سارے اپنی اپنی تنخواہیں غریبوں کے لیے گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کرواتے۔ اپنے الاؤنسز' میڈیکل الاؤنسز' سفری سہولتیں اور جو بھی دیگر چیزیں ہیں وہ ہم چھوڑتے۔ اسی طرح صدر' وزیر اعظم' وزراء

اور جتنے بھی اسمبلیوں سے متعلقہ لوگ ہیں وہ سارے کے سارے چھوڑیں۔ تو اس کا حل نکل سکتا ہے کہ ہم اپنی مثال دیں۔ اگر ہم خود کرپٹ ہوں گے تو ہم کسی کے لیے کیا کریں گے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو حالت ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت سیاستدان اس ملک کو لوٹنے میں بیوروکریسی کے ہم پلہ ہے اور یہی دو طبقے یعنی بیوروکریٹ اور سیاستدان ۔ تیسرا میں انجینئرز کے طبقے کو بھی شامل کروں گا اور اس کے ساتھ ہی ٹھیکیدار صاحبان بھی اس سے ملحقہ ہیں۔ اگر ہم ان تین طبقوں کو ٹھیک کرلیں تو سارے کا سارا ملک ٹھیک چل سکتا ہے اور حکومت ان تین طبقوں کے لیے باہر کے ملکوں سے ایسی کڑی شرائط پر گرانٹ، امداد کے لیے معاہدے کرتی ہے جو کسی بھی حکومت کی غیرت کے شایان شان نہیں ہوتا اور اس کا سود دینے کے لیے پوری قوم کے ہر انسان کو گروی رکھ دیا گیا ہے۔ اگر ان تین طبقوں سے چھٹکارا حاصل کرلیں تو ٹیکس بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے ٹیکس کے اس نظام کو درست کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر ہم ٹیکس بڑھائیں گے تو اس سے عام آدمی متاثر ہو گا۔ اگر ہم ٹیکس کی وصولی کے نظام کو درست کرلیں تو یہ ہمارے لیے کافی ہے۔

جناب والا! ہر گرانٹ جس کا تعلق چاہے سکول سے ہو، ہسپتال سے ہو، سڑکوں سے ہو، گلیوں سے ہو، نالیوں سے ہو چاہے جس سے بھی اس کا تعلق ہو ان سب گرانٹس کا تعلق انجینئرز کے محکمے سے ہے اور یہ ساری کی ساری ساٹھ فیصد کھائی جا رہی ہے۔ تو اس کی درستگی کون آ کر کرے گا؟ کیا اسمبلی والے کریں گے یا بیوروکریسی کرے گی یا انجینئرز کریں گے؟ اس کی درستگی تو کوئی بھی کرنے کو تیار نہیں ہے۔ ہر بندہ اسے اپنی جیب میں رکھنے کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ یہ سارے کے سارے معاملات اپنی ذات کے لیے ہو رہے ہیں تو میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ اگر ہم اس کی طرف خصوصی توجہ دیں تو تب ہی اس نظام کی درستگی ہو سکتی ہے۔ جب تک ہم کرپشن ختم نہیں کریں گے، اس کا احتساب نہیں کریں گے تو اس وقت تک یہ نظام ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اگر احتسابی کمیشن کی بات آ رہی ہے تو یہ درست بات ہے ۔ اس میں ڈر اور خوف کس بات کا ہے؟ ہم سب مل کر اسے کیوں نہیں کرتے؟ یہ کرنا چاہیے۔

جناب والا! جہاں تک میرے اپنے حلقے کی ڈویلپمنٹ کی بات ہے وہ میں اس لیے نہیں کروں گا کہ میرا یہاں پر استحقاق نہیں ہے چونکہ یہاں پر استحقاق حکومتی پارٹی کا ہے۔ ہم لوگ تو یہاں رہتے ہی نہیں ہیں۔ ہمیں تو یوں لگتا ہے کہ پاکستان پر اسرائیلی حکومت غالب آ گئی ہے۔ ہمارے حلقوں

میں کوئی ڈویلپمنٹ نہیں ہو رہی ' کوئی کام نہیں ہو رہا وہاں پر نہ سڑکیں ہیں نہ سکول ۔ اس کے علاوہ ہمارے تمام کے تمام سیم نالے بند پڑے ہیں اور اس کی وجہ مصطفٰے آباد ٹاؤن اور رابھن ٹاؤن اور دیگر دیہات ایسے ہیں جیسے ہم سب وہاں کے رہنے والے نیچے کا گندہ پانی پی رہے ہیں اور ہم اس لیے نہیں کہہ رہے کہ ہم کس سے فریاد کریں؟ ہماری اس فریاد کو کون سنے گا؟ اور کوئی کرے کیوں؟ جناب والا! ہمیں پتا ہے کہ یہاں پر کوئی سننے والا ہے ہی نہیں ۔ کیونکہ انسان اپنے بھائی سے فریاد کرتا ہے یہاں تو بھائیوں کی بات نہیں یہاں تو دونوں پارٹیاں دشمنی کی بنیاد پر چل رہی ہیں تو یہ ملکی نظام چلنے والی بات نہیں ہے۔ نہ ہی اس طرح سے ملک کے نظام چلا کرتے ہیں۔ جب آپ نے ہمیں دینا ہی کچھ نہیں تو پھر اس بجٹ کا کیا فائدہ؟

جناب والا! اس بجٹ سے میرے اپنے حلقے کے عوام متاثر ہو رہے ہیں۔ میرے حلقے کے عوام نے بھی آپ کو ٹیکسز دیئے ہیں لیکن ان کے لیے مراعات کوئی نہیں ہیں۔ میرے ایک بہت قریبی عزیز نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کی حکومت کیا پالیسیاں دے رہی ہے؟ عوام کے لیے آپ کی صحت کی پالیسی کیا ہے؟ تعلیم کی پالیسی کیا ہے؟

جناب والا! ہماری صحت کی پالیسی کی تو یہ حالت ہے کہ ہمارے جو بڑے وزراء صاحبان ہیں وہی اسے کھا جائیں گے۔ اس کے بعد جو بچا وہ ممبران کا بھی حق بن گیا اور وہ بھی کھا رہے ہیں۔ بعد میں ہسپتال کے لوگ نہیں چھوڑیں گے۔ جناب! وہاں تو غریبوں کو کوئی چیز ' کوئی دوائی نہیں مل رہی اور اب تو حالت یہ ہے کہ جب سے چودھری بدرالدین صاحب آئے ہیں ممبروں کو بھی دوائی نہیں ملتی اور انہوں نے تو کمال کر دیا کہ ہسپتال کے اندر چھوڑا ہی کچھ نہیں۔ نہ دوائی ملتی ہے نہ سہولتیں' نہ ہی کوئی کمرہ ملتا ہے۔ کمرہ تو ہمیں بھی نہیں ملتا۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! میں نے کانوں کی یہ دوائی آج سے تین چار روز پہلے اسمبلی سے لی۔ آپ اسے ذرا دیکھیں یہ expire ہو چکی ہے جو دوائی ہمیں دی جا رہی ہے ۔

(اس مرحلہ پر دوائی کی شیشی جناب ڈپٹی سپیکر کی خدمت میں پیش کی گئی)

جناب سپیکر! آپ اس دوائی کی expiry date دیکھ لیں۔ جناب والا! میں آپ کی خصوصی توجہ کا طالب ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تقریر شروع کریں ناں۔ آپ کی باتیں کارروائی کا حصہ بن رہی ہیں اور باقی notes بھی لکھے جا رہے ہیں۔

چودھری محمد حنیف خان، لیکن آپ کی خصوصی توجہ تو ضروری ہے ناں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری توجہ تو آپ ہی کی طرف ہے۔ میرے کان تو آپ ہی کی طرف ہیں۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کون کون تقاریر کر چکے ہیں اور باقی کن صاحبان نے تقاریر کرنی ہیں۔

چودھری محمد حنیف خان، اور اسی طریقے سے ہسپتالوں کے سامان میں کمیشن ہے۔ سکولوں کے سامان میں کمیشن ہے اور دوسری چیزوں میں کمیشن ہے۔ یہاں پر تو ہر چیز کمیشن basis پر چل رہی ہے۔ یہاں پر تو ہر چیز بدیانتی پر مبنی ہے۔ اس کو ختم کون کرے گا؟ کیا اس کو پاکستان والے ختم کریں گے یا امریکہ والے ختم کریں گے؟ امریکہ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ اس ملک کو خوشحال ہونے دے۔ آپ جو آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بینک کی باتیں کر رہے ہیں وہ تو آپ کو اس بکھیڑے میں رکھیں گے کہ آپ اس سے باہر نہ نکل سکیں۔ اگر آپ نے اسی کو خوش کرنا ہے تو اپنا ملک خوشحال کیسے ہو گا۔ ہمارا تو وہاں نظریے کا ہی فرق ہے۔ ادھر ہمارا دین اسلام ہے وہ لادین لوگ ہیں۔ ہمارا ان سے معاملہ نہیں بنتا اور آپ ان کے مشوروں کے بغیر چلتے نہیں ہیں۔ حکومت جب تک اس بارے میں نہیں سوچے گی، اپنی پالیسیاں نہیں بنائے گی، اپنے ملک کے عوام کے لیے ترجیحات مقرر نہیں کرے گی اس وقت تک ملک نہیں چل سکتا۔ جناب والا! جہاں تک بجٹ کی بات ہے میں آپ کی اجازت سے کچھ گزارشات کرنی چاہوں گا۔ کیا یہ اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ بجٹ ہو سکتا ہے؟ یہ سراب جس میں اس قوم کو الجھایا گیا ہے بجٹ نہیں دھوکا ہے، صریحاً دھوکا ہے۔ عام آدمی کو فریب دیا گیا ہے۔ ہر طرف لوٹ کا بازار گرم ہے۔ سیمنٹ جو آج سے دو تین سال پہلے نوے روپے بوری تھی آج اڑھائی سو روپے فی بوری بک رہی ہے۔ اسی طرح دوسری تمام چیزیں مہنگی ہو گئی ہیں۔ ٹیکس خریدار پر لگایا گیا ہے۔ عام آدمی کی پہنچ سے ہر چیز باہر ہو چکی ہے۔ مہنگائی اتنی بڑھ چکی ہے۔ یہ بجٹ غیر سیاسی، غیر سماجی، غیر اخلاقی ہے۔ انتقامی اور ظالمانہ بجٹ ہے۔ جناب والا! اس بجٹ میں نہ تو زمینداروں کو اور نہ مزدور کو سہولت دی گئی ہے، نہ تاجر خوش ہے نہ ملازمین کو کچھ ملا ہے۔ میرے نزدیک بجٹ عام آدمی کا معیار زندگی بلند کرنے، عوام کی خوشحالی اور ان کی ضروریات پوری کرنے کا نام ہے۔ لیکن ہمارے کرم فرماؤں نے ہر چیز اس کے برعکس کی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ غریب کے منہ سے نوالا

چھین لیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! جہاں ہمارے سکولوں میں انگلش ٹیچرز کی تعیناتی ہوئی اور دیگر چیزیں جو اسی طرح کی ہم کر رہے ہیں وہاں ہم نے دین کے لیے اور اسلام کے لیے کچھ نہیں کیا۔ اگر ہم دینی مدارس کے لیے کچھ کرتے ہیں، دینی مدارس کو امداد دی جاتی ہے تو وہ سود کی رقم سے دی جاتی ہے۔ جب کہ حافظ، عالم اور مفتی جو ان دینی مدارس میں بنتے ہیں اگر ان کے لیے ہم کچھ رکھتے تو وہ اور زیادہ بہتر بجٹ ہو سکتا تھا۔ (وقت ختم ہونے کا اشارہ)

جناب سپیکر! میں نے آپ سے پہلے سپیکر صاحب سے بھی استدعا کی تھی کہ مجھے مزید وقت دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مجھے سپیکر صاحب نے بتایا ہے کہ 12.13 منٹ ہو گئے ہیں۔ دو تین منٹ رہتے ہیں۔

چودھری محمد حنیف خان، جناب والا! میں نے ابھی تو بات شروع کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کی بات مانوں یا سپیکر صاحب کی بات مانوں۔

چودھری محمد حنیف خان، میرے لیے تو وہ بھی بادشاہ ہیں اور آپ بھی بادشاہ ہیں لیکن آپ جنگل کے بادشاہ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دو تین منٹ ہو گئے ہیں۔ میں نے ابھی گھنٹی بجائے ہے۔ یہ آپ کو اشارہ دیا ہے کہ دو منٹ میں بات کو مکمل کیجیے۔

چودھری محمد حنیف خان، جناب والا! اب میں کیا کروں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ شروع کہاں سے کروں اور ختم کہاں پہ کروں۔ چونکہ ادھر ادھر سے آپ کی کھینچا تانی ہو رہی ہے۔ اگر حکومت کے پاس دینی اداروں کو دینے کے لیے پیسے ختم ہو جاتے ہیں تو زکوٰۃ کی رقم سے ان کی امداد کی جاتی ہے۔ ان کے لیے جب بھی صدارتی، وزارتی یا دیگر ایوارڈ دیے جاتے ہیں۔ کرکٹ اور ثقافتی طائفوں کے لیے حکومت کے پاس رقم وافر ہوتی ہے۔ جب کہ دینی مدارس کے لیے کچھ نہیں دیا جاتا۔ اسی طریقے سے یہ گولڈ میڈل دیے جا رہے ہیں ان میں نور جہاں، نیلی، ریما کے لیے صدارتی ایوارڈ وہی دے رہے ہیں جو ایک عالم کے لیے اور ملک کے ایک بہت بڑے مفکر کے لیے دیے جاتے ہیں۔ ان کو فرنٹ لائن میں بٹھایا جاتا ہے۔ ان کا مقام ہے اور ایک عالم کا مقام ہے۔ ذرا غور فرمائیں۔ اور اس کو ثقافت کا نام

دیا جا رہا ہے۔

جناب والا! بجٹ میں غریبوں، مسکینوں، اپاہجوں، یتیموں، بیروزگاروں اور فقیروں کے لیے کچھ نہیں رکھا گیا کہ وہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر عزت کی زندگی گزار سکیں۔

جناب سپیکر! میرے حلقے کے بہت سارے مسائل ہیں جس میں نہریں، ڈرینیج، واٹر سپلائی ہے۔ سڑکیں، سکول ہسپتال ان تمام چیزوں میں سے کسی مد میں بھی کوئی کام نہیں ہو رہا۔ حکومت نے میرے حلقے کے لیے کوئی فنڈز نہیں رکھے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر میرے حلقے کے لیے کوئی فنڈز نہیں رکھے گئے تو میرے حلقے کے لوگ ٹیکس کیوں دیں۔ میں ٹیکس دینے سے انکار کرتا ہوں اور میں اپنے عوام سے کہوں گا کہ حکومت کو ٹیکس نہ دیے جائیں جو کہ ان کے لیے کچھ نہیں کر رہی۔

جناب والا! یہ بجٹ عوامی امنگوں کا آئینہ دار نہیں ہو سکتا۔ یہ لفظی دھوکے، کاغذی دعوے بھوکے کو روٹی نہیں دے سکتے۔ حکمرانو! اپنے ایوانوں سے باہر جھانک کر دیکھو عام آدمی تم سے نالاں ہے اور اب وہ وقت بہت قریب ہے

جب تاج اچھالے جائیں گے جب تخت گرائے جائیں گے

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب محمد حنیف صاحب، آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

چودھری محمد حنیف خان، مخالفین پر ظلم ڈھائے جانے کو جمہوریت نہیں کہتے۔ اپنے مخالف کی آواز کو اس کا گلا دبا کر بند نہیں کیا جا سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب محمد منیر ازہر!

جناب محمد منیر ازہر، جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

(چودھری محمد حنیف خان صاحب مسلسل بولتے رہے)

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے بلکہ دو تین منٹ اوپر چلا گیا ہے۔

جناب محمد منیر ازہر، اس سے پہلے کہ میں اپنی تقریر شروع کروں میں جناب حنیف خان صاحب کے لیے حکومت سے پر زور سفارش کرتا ہوں کہ آئندہ ہر فینسی شو میں مادھوری ڈکشٹ، ریما اور نورجہاں کے پہلو میں ان تمام افراد کو بٹھایا جائے جن کی لسٹ یہ فراہم کریں اور یہ جن شرفاء کے نام بھی

صاحبزادہ محمد فضل کریم: فاضل رکن آپ کی نظر شفقت کے محتاج ہیں۔ ویسے بھی وہ کبھی کبھی بولتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے انھیں دو تین منٹ اوپر دے دیے ہیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم: آپ کا اس کرسی پر بیٹھ کر اتنا رعب اور دبدبہ ہے کہ بہت سے نئے آنے والے ممبر دب جاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے بدلے ان کو انشاء اللہ پھر وقت دیں گے۔

چودھری محمد حنیف خان: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ میری بات نہیں مانتے۔

جناب محمد منیر ازہر: جناب سپیکر! یہ بجٹ امن و سلامتی اور خوشحالی سے عبارت ہے۔ ہر دور کا بجٹ انہی عوامل کے حصول کے لیے صبح نو کی نوید سناتا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! جیسے منیر اظہر صاحب کہہ رہے تھے کہ ریا نیلی وغیرہ جن کے انھوں نے نام لیے ان کے پہلو میں بٹھانے کو تیار ہیں۔ کیا کوئی میرا بھی چانس بنتا ہے۔ مجھے بھی ان کے پہلو میں بٹھوا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ تشریف رکھیں۔

جناب محمد منیر ازہر: جناب سپیکر! ہر بجٹ حکومت وقت کی سوچ اور طبقاتی کردار کا مظہر ہوتا ہے۔ اگلے روز محترم وزیر خزانہ نے ایک فاضل اور متوازن بجٹ پیش کیا۔ مگر اپوزیشن نے اس کو شوروغوغا کی نذر کر دیا۔ اہل وطن دل چھوٹا نہ کریں۔ یہ وہی اپوزیشن ہے جس کے دور میں وطن عزیز معاشی بدحالی کے دہانے پر پہنچا۔ یہاں تک کہ پاک فوج کے لیے ایک ماہ کے لیے تنخواہ دستیاب نہ رہی تھی۔ نوجوان نسل کو قلم کی بجائے کلاشنکوف کلچر دیا گیا تھا۔ ڈرگ مافیا اصل سیاسی قوت بن بیٹھا تھا۔ سندھ ڈاکوؤں کی آماجگاہ اور شاہراہیں ڈاکوؤں کے قبضے میں جا چکی تھیں۔ کراچی دہشت گردی کی آگ میں جل رہا تھا اور پاک فوج کو اس میں جھونک دیا گیا تھا۔ پورا ملک فرقہ واریت کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ ہر میونسپل کمیٹی اور کارپوریشن کروڑوں روپے کی مقروض ہو چکی تھی اور بندر بانٹ کا سلسلہ جاری تھا۔ جناب سپیکر! میاں اور چودھری خاندانوں نے اپنی سرکاری حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر صنعت پہ

صنعت آئے روز کھڑی کر کے لیگل کرپشن کے جھنڈے گاڑ دیے تھے اور اس کے لیے ایک مخصوص طبقے پر نوازشات کی بارش کی جا رہی تھی ۔ جناب والا! ملکی معیشت کو کس نے سنبھالا دیا؟ پاک فوج کا اعتماد کس نے بحال کیا؟ کلاشنکوف کلچر کا صفایا کس نے کیا؟ ڈرگ مافیا سے کون ٹکرایا؟ کراچی اور سندھ میں امن کس نے قائم کیا؟ جناب سپیکر! میونسپلٹیوں میں گھپلے کس نے روکے؟ فرقہ واریت کی آگ کو کس نے ٹھنڈا کیا؟ یہ سب محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی جرأتِ رندانہ اور قائدانہ صلاحیتوں کے سبب ہوا ۔ آج قوم کو وہ قیادت نصیب ہے جس پر یہ الزام نہیں کہ وہ مارشل لاء کی گود میں پلی ہے ' جس پر یہ طعنہ نہیں کہ اس کے سر میں بھوسہ بھرا ہوا ہے ' کوئی نہیں کہتا کہ وہ ایجنسیوں کی پیداوار ہے۔ جناب سپیکر! ہماری قائد شہید بابا کی بیٹی ہے جو سُولی پر لٹک گئے مگر آمر کے آگے نہیں جھکے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جسے تیسری دنیا کی قیادت کرنے کی سزا دی گئی ۔ جسے وطن کے تحفظ اور خوشحالی کے لیے ری پروسیسنگ پلانٹ حاصل کرنے کی کوشش میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا مگر شہید بھٹو کا انتخاب عبدالقدیر خان بالآخر وطن کی سلامتی کا ضامن بن گیا ۔ وہ استحصالی طبقات سے ٹکرایا تھا ۔ وہ غریب کی آن' وطن کی شان اور تیسری دنیا کا متفقہ لیڈر تھا اور پسے ہوئے طبقات ہر دور میں شہید بھٹو کو یوں پکاریں گے :۔

منزلوں کی بات چھوڑیں پائی کس نے منزلیں
اک سفر اچھا لگا ' اک ہم سفر اچھا لگا

اور ہر آمر کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے رہیں گے :۔

وہ لوگ تو نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے
ڈھونڈا تھا جن کو آسماں نے خاک چھان کر

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے اراکین قومی اسمبلی کو پلاٹوں کی تقسیم پر legal corruption کا الزام دیا ہے ۔ یہ M.B.A کی ایک نئی اصطلاح ہے تاہم یہ خوش آئند ہے ۔ یہ اپنے طویل دور میں legal corruption کا حساب اس مقدس ایوان میں قرآن کریم پر چکا دیں تو مجھے یقین ہے کہ قوم بھی ساتھ دینے پر تیار ہو گی اور یہ ایوان بھی ۔ آئیں بسم اللہ کریں ۔ جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے ایک طبقے کا رونا رویا ہے کہ دھرتی ان کا بستر اور نیلا آسمان ان کی چھت ہے ۔ گفتار

کے اس غازی کو اس طبقے کے لیے کردار ادا کرنے کے لیے ایک طویل عرصہ میسر آیا لیکن اس دور میں دیہی سات مرلہ سکیم مستحقین کی بجائے غیر مستحقین میں تقسیم کر دی گئی ۔ اس دور میں شہری ہاؤسنگ کالونیوں کے پلاٹ بھی اپنے غیر مستحق حواریوں میں بانٹ دیے گئے اور یہ طبقہ بدستور محروم رکھا گیا۔ جناب والا ! قائد حزب اختلاف نے کرپشن کے خلاف احتسابی کمیشن اور باقاعدہ سیکریٹریٹ کے قیام کا مطالبہ کیا ہے۔ انھیں یہ ترکیب اپنے طویل دور میں کیوں نہ سوجھی؟ اور پھر کمیشن تو ہمیشہ بڑوں کے جرائم پر پردہ ڈالنے اور عوام کی نظروں میں دُھول جھونکنے کے لیے قائم کیے جاتے ہیں ۔ ہم نہیں چاہتے کہ ان کے دور کی کرپشن کو نئے کمیشن کی سفید چادر میں لپیٹ دیا جائے ۔ اب انھیں وہ سب سہنا ہو گا جو کیا ہے۔ جناب سپیکر! جب تک گھتار کے غازیوں کو قوم کردار سونپتی رہے گی منصوبہ بندی کا فقدان ' معاشی اور معاشرتی بحران جنم لیتے رہیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! موجودہ میزانیہ میں زراعت کے لیے 1736 ملین ' تعلیم کے لیے 2725 ملین ' صحت کے لیے 1260 ملین اور low income housing scheme کے لیے 102 ملین ' پبلک ہیلتھ کے لیے 2191 ملین رکھے گئے ہیں ۔ مجھے میزانیہ کی چند بنیادی باتوں پر بات کرنا ہے ۔ نمبر 1 ۔ ہر میزانیہ میں شامل کی جانے والی un- approved schemes ہوتی ہیں اور پھر سارا سال محکمے ان schemes کی approval کی نذر کر دیتے ہیں آخری مہینوں میں منظور ہونے والی ان schemes کے فنڈز مئی ' جون میں برآمد ہوتے ہیں ۔ ٹینڈر نوٹس اور work order کے مراحل سے گزرتے آخری دن آ جاتے ہیں اور پھر فنڈز غائب اور schemes اگلے بجٹ میں on going ہو جاتی ہیں ۔ جناب سپیکر! یہ فنڈز کا زیاں ہے اور schemes غیر معیاری تیار ہوتی ہیں ۔ میری بھرپور تجویز ہے کہ منصوبہ بندی کا یہ فقدان دور کیا جائے ۔ اس سال پہلی مرتبہ یہ کوشش کی گئی ہے ' وزیراعلیٰ پنجاب نے پہلی مرتبہ ہر حلقے کے لیے ایک package دے دیا ہے اور توقع ہے کہ ان schemes پر آئندہ سال اکتوبر اور نومبر کے مہینے میں منظوری کے مراحل سے گزر کر تعمیری کام شروع ہو جایا کرے گا ۔ نمبر 2۔ low income housing schemes کے لیے پچھلے سال 1020 لاکھ رکھے گئے تھے اور اس سال بھی 102 ملین روپے رکھے گئے ہیں ۔ جناب والا! 1020 لاکھ میں سے گزشتہ سال صرف دو schemes شروع کی جا سکی ہیں ایک چیچہ وطنی اور دوسری تاندلیانوالہ میں ۔ چیچہ وطنی میں 700 پلاٹ اور تاندلیانوالہ میں تقریباً 600 پلاٹ کی سکیم ہے ۔ اور ان پر رواں سال میں ایک کروڑ روپے لگے ہیں جبکہ باقی 920 لاکھ lapse ہو گئے ہیں۔ جناب والا ! اگر معزز اراکین نے دلچسپی نہ لی تو اس سال بھی یہ خطیر رقم lapse ہو جائے

گی ۔ اگر اراکین دلچسپی لیں اور ہر شہر میں ایک تین مرلہ سکیم بنوائیں تو بے گھر کرایہ داروں کو چھ سات سو پلاٹ آسانی سے میسر آسکیں گے ۔ میری اس میں گزارش ہو گی کہ یہ سب سے بڑی انسانی خدمت کا کام ہے۔ میری تجویز ہے کہ ہر شہر میں تین مرلہ پلاٹ اور ہر گاؤں میں پانچ مرلے کے پلاٹ کی schemes فوری طور پر جاری و ساری کی جائیں اور اگلے بجٹ میں اس سے دگنی رقم اس مد میں رکھی جائے ۔ نمبر 3 پر سیوریج ڈرینج اور واٹر سپلائی کی منصوبہ بندی ہے ۔ جناب والا! یہ قابل غور ہے کہ اس مد میں منصوبہ بندی ایک قومی المیہ سے کم نہیں ہے جو گزشتہ دور سے جاری و ساری ہے۔ ہر گاؤں میں 35 لاکھ اور پنجاب میں ہر سال 2 ہزار ملین سے زائد رقم حتیٰ کہ تعلیم کے SAP سیکٹر سے بھی lapse شدہ 60/70 کروڑ اس میں ڈال کر مٹی میں دفن کر دیے جاتے ہیں۔ جناب والا! اربوں کی یہ رقم دھرتی ماتا کی بھینٹ یوں چڑھا دی جاتی ہے جیسے یہ بھینٹ چڑھائے بغیر ملک نہیں چل سکتا اور یہ سلسلہ سالوں سے جاری ہے۔ اس سلسلے کو بند کرنا ہو گا اور اس کے لیے نئی تجاویز لانا ہوں گی۔ سکیم تیار کرنے میں منصوبہ بندی کا فقدان ہے ۔ سکیم بچھانے میں بے احتیاطی کی انتہا ہے ' سکیم چلانے کے لیے نہ user committee ہے ' نہ آئندہ کے لیے فنڈز دستیاب ہیں ' نہ کسی کی ذمہ داری ہے ۔ اِدھر سکیم بنتی ہے اُدھر بند ہو جاتی ہے ۔ ایک گاؤں میں 35 لاکھ اور پنجاب میں تقریباً پونے تین ارب روپے ہر سال مٹی کی نظر ہو رہے ہیں ۔ جناب والا! اس پر نہ داد نہ فریاد چونکہ اپوزیشن اپنے دور میں یہ سب کچھ جان بوجھ کر کرتی رہی ہے اس لیے اس دفینہ پر اس کی نظر نہیں پڑتی ' حکومت بھی کان نہیں دھرتی ۔

جناب والا! میری تجویز ہے کہ اس پر اپوزیشن اور حکومت دونوں مل بیٹھیں اور ایک نیا لائحہ عمل تیار کریں ۔ پھر سے منصوبہ بندی کی جائے۔ ہر گاؤں میں user کمیٹیاں بنائی جائیں اور انھیں رجسٹرڈ کرایا جائے 'اور دو سال کے فنڈز پیشگی جمع کرائے جائیں اور اس پر عمل در آمد کو یقینی بنایا جائے ورنہ ہر سال یہ اربوں روپے کا فنڈ دھرتی ماتا کی نذر کرتے کرتے ملک معاشی طور پر کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جائے گا ۔جناب والا! ملکی معیشت کے حوالے سے دو کردار بڑے اہم ہیں کاشت کار اور سرمایہ کار ' کاشت کار کے ذمرے میں بھی کئی لوگ آتے ہیں مثلاً زمیندار ہیں ' کھیت مزدور ہیں اور اسی طرح سرمایہ کار کے زمرے میں بھی مڈل مین آتا ہے ' صنعت کار آتا ہے ' کارخانے دار آتا ہے ' مزدور آتے ہیں ۔ جناب والا ! ان کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے ۔ کاشت کار ہر فصل 'ہر جنس اور عام مال تیار کرتا ہے۔ ہر صنعت کاشت کار کے تیار کردہ عام مال سے چلتی ہے ۔ کاشت کار اپنی ساری پونجی خاک میں

بکھیر دیتا ہے ' کاشت کاری کے لیے ٹریکٹر ' ڈیزل ' آلات کھاد اور زرعی ادویات سب کچھ بین الاقوامی ریٹ پر ملتا ہے کوئی چیز بھی ملکی ریٹ پر نہیں ملتی اور ہر چیز پر سرمایہ کار سیلز ٹیکس اور انکم ٹیکس تک کاشت کار سے اضافی طور پر وصول کر رہا ہے ۔ کاشت کار جو کچھ پیدا کرتا ہے وہ انتہائی کم بھاؤ پر حکومت کے مقرر کردہ نرخوں پر فروخت کرتا ہے اور اس قیمت کے اندر رہ کر اپنی گرہ سے مالیہ ' آبیانہ ' عشر ' چولہا ٹیکس اور بے شمار ڈھالیں چونگی ٹیکس ' ٹول ٹیکس اور منڈی تک کرایہ ادا کرتا ہے ۔ کاشت کار کا پورا خاندان سارا دن چلچلاتی دھوپ میں کام کرتا ہے اور جاڑے کی راتوں میں کھیتوں کو پانی لگاتا ہے ۔ اس کے باوجود کاشت کار کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کر سکے اور اپنی بیماریوں کا علاج کرا سکے ' اپنے بچوں کی شادیوں کے انتظامات کر سکے۔ جناب والا! دوسری جانب سرمایہ کار ہے وہ جو کچھ بھی فروخت کرتا ہے وہ اصل قیمت پر سیلز ٹیکس اور انکم ٹیکس تک خریدار سے وصول کرتا ہے وہ اپنے پاس سے کچھ نہیں دیتا۔ کاشت کار کو دو نمبر کھاد اور پانچ نمبر زرعی ادویات بھاری قیمتوں پر فروخت کرتا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا یہ سلسلہ سال ہا سال سے جاری و ساری ہے ۔ اس طرح زندگی کی ساری آرائشیں سرمایہ کار کے لیے مختص کر دی گئی ہیں ۔ ہر سال میزانیہ کا اربوں روپیہ سرمایہ کار کی آسائشوں پر اٹھ جاتا ہے اور اس سے کوئی حصہ نہیں مانگتا ۔ شہروں کو چونگی ٹیکس ' مال منڈی ٹیکس اور برآمد گی ٹیکس سب کاشت کار کی جیب سے جاتا ہے ۔ جناب والا ! آپ نے میزانیہ میں کاشت کار کے لیے کیا رکھا ہے ؟ 2017 کھال رکھے ہیں ۔ اصلاح کھال کے لیے 174 ملین روپے کی رقم رکھی ہے ۔ اس پر بھی کاشت کار نے پیشگی ایک تہائی دینا ہوتا ہے اور سیمنٹ کی شکل میں پیشگی وصول کیا جاتا ہے ۔ اس کی مزدوری اور مستری کا خرچہ بھی کاشت کار سے پیشگی وصول کرنا ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی جگہ پر اس سکیم کے تحت اصلاح کھال کی کوئی سکیم جاری کروا سکے ۔ وہ کاشت کار جس کا میں نے معمولی سا سٹرکچر کھینچا ہے ۔ وہ کاشت کار جو اس وقت سب سے زیادہ مفلسی اور قلاشی میں پسا ہوا طبقہ ہے۔ جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ اصلاح کھال کے لیے رکھی ہوئی 174 ملین کی رقم اصلاح کھال کے لیے یوں استعمال کی جائے کہ ایک تہائی کاشت کار سے وصول نہ کی جائے تاہم کاشت اسے بنانے کے لیے اور اس کی تعمیر کے لیے اخراجات برداشت کرنے کو تیار ہے ۔ جناب والا! کاشت کار ایک تہائی نہیں دے سکتے اس کا حل نکالنا ہو گا اور کاشت کار کی زرعی اجناس کا بھاؤ بین الاقوامی سطح پر لانا ہو گا ۔ Thank you

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' میاں ریاض حشمت صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب والا! میرا نکتہ اعتراض یہ ہے کہ اس وقت ایوان میں ارکان اسمبلی کی حاضری کی جو صورت حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ جس وقت جناب چودھری منیر ازہر صاحب تقریر فرما رہے تھے تو مقررسمیت چھ یا سات آدمی موجود تھے۔ آپ ارکان کا حاضری رجسٹر منگوا کر دیکھ لیں سب لوگوں کی حاضریاں لگی ہوئی ہیں۔ ہم اس صوبہ کے قانون ساز ہیں جب ہم ٹی اے' ڈی اے وصول کرنے کے لیے رجسٹر حاضری میں جعلی حاضریاں لگاتے ہیں تو پھر ہمیں دو ہزار روپے تنخواہ لینے والے کلرک سے اور دو ہزار روپے تنخواہ لینے والے کانسٹیبل سے اس کی کرپشن پر شکایت کیوں ہے؟ جناب والا! خواہ میرے اس act کو کسی بھی نظر سے دیکھا جائے لیکن میں خاص کر اس بجٹ اجلاس میں اس غیر قانونی کارروائی میں ممنوا بننے کے لیے تیار نہیں ہوں اور اس کا حصہ دار بننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں کورم کی نشاندہی کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کورم کی نشاندہی کی گئی ہے ـــــ گنتی کی جائے۔ جو حضرات لابی میں تشریف رکھتے ہیں وہ ہاؤس میں تشریف لے آئیں۔۔۔(گنتی کی گئی) ہاؤس میں کورم پورا نہیں ہے لہذا پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر 5 منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر، پانچ منٹ گزر گئے ہیں دوبارہ گنتی کی جائے۔ جو حضرات لابی میں تشریف رکھتے ہیں' وہ اندر تشریف لے آئیں۔ ہاؤس میں کورم نہیں ہے' صرف پچاس افراد یا فاضل اراکین تشریف رکھتے ہیں جو کورم کریہ ہے' لہذا میں ہاؤس کو 20 منٹ تک کے لیے ملتوی کرتا ہوں۔ ہم 20 منٹ کے بعد یہاں پر پھر حاضر ہوں گے۔ مہربانی۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی 20 منٹ کے لیے ملتوی کر دی گئی)

(20 منٹ کے وقفے کے بعد جناب ڈپٹی سپیکر دوبارہ 1:45 منٹ پر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر، بیس منٹ گزر گئے ہیں جو فاضل اراکین لابی میں تشریف رکھتے ہیں یا اس ہاؤس سے باہر ہیں وہ تشریف لے آئیں تاکہ گنتی کا آغاز کیا جائے۔ کورم نہیں ہے لہذا اجلاس بروز ہفتہ صبح دس بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا پینتیسواں اجلاس)

ہفتہ 22۔ جون 1996ء

(شنبہ 5۔ صفر المظفر 1417ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس، اسمبلی چیمبر، لاہور میں صبح 10 بجے منعقد ہوا

جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝٢
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝٣ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝٤ بِاَنَّ
رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝٥ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا
اَعْمَالَهُمْ ۝٦ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٧ وَمَنْ
يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨

سورۃ الزلزال آیات 1 تا 8

جب زمین بھونچال سے ہلا دی جائے گی اور زمین اپنے (اندر کے) بوجھ نکال ڈالے گی اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ اس روز وہ اپنے حالات بیان کر دے گی کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو حکم بھیجا (ہوگا) اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے۔ تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھا دیے جائیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

وما علینا الا البلاغ○

مسئلہ استحقاق

پی آئی اے کے عملے کا رکن اسمبلی کے ساتھ توہین آمیز رویہ

(----------جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر ، تحاریک استحقاق کا وقفہ شروع ہوتا ہے سب سے پہلے چودھری شوکت داؤد صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ شوکت داؤد صاحب تشریف نہیں رکھتے لیکن یہ تحریک پڑھی جا چکی تھی اور اس پر لاء منسٹر صاحب نے بھی سٹیٹمنٹ دے دی تھی میں نے صرف فیصلہ کرنا تھا اس لیے اسے pending رکھا تھا۔ تو اس کا فیصلہ یہی ہے کہ اس روز اس پر سیر حاصل بحث ہوئی اور لاء منسٹر صاحب نے یہ موقف پیش کیا کہ ان کی سیٹ چانس پر تھی۔ اس روز کوئی اور شخص چانس پر نہیں بٹھایا گیا اگر کوئی اور بٹھایا جاتا اور ان کو turn نہ دی جاتی تو پھر ان کی تحریک استحقاق بنتی تھی اور ان کا استحقاق مجروح ہوتا تھا لیکن جب پہلے تمام مسافر جن کی سیٹیں کنفرم تھیں وہ سب تشریف لائے اور ان کو بٹھا دیا گیا تو کسی شخص کو بھی چانس avail نہ ہوا جس میں شوکت داؤد صاحب بھی شامل ہیں۔ اس لیے یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ observation دوں گا کہ لاء منسٹر صاحب وہاں کے پی آئی اے کے منیجر کو 25-6-96 کو بلائیں اور شوکت داؤد صاحب کو بھی بلا لیں اور ان پر یہ واضح کریں کہ جب بھی بجٹ اجلاس یا کوئی بھی اجلاس شروع ہو تو وہ احتیاطاً ایک دو سیٹیں حفظ ماتقدم کے تحت کنفرم نہ کیا کریں اور ان کو open رکھا کریں تاکہ ہمارا کوئی فاضل رکن اجلاس میں شمولیت کے لیے لاہور آنا چاہے تو اس کو پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ ان کو بلا کر طے کر لیں مہربانی، شکریہ۔ اس کے بعد سردار حسن اختر موکل صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

نشان زدہ سوال نمبر 2160 کا غلط جواب

سردار حسن اختر موکل ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O شکریہ جناب سپیکر ! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں نے محکمہ زراعت سے ایک سوال نمبر 2160 کیا تھا۔ جس کے جواب میں وزیر زراعت نے ایک فہرست کاشت کاران تحصیل چونیاں ارسال کی ہے۔ جن کو امدادی رقوم یا کھاد و بیج مہیا کیا گیا۔ یہ فہرست سراسر غلط ہے۔ اس معزز ایوان کو غلط اطلاع فراہم کر کے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔ لہٰذا میری استدعا ہے

کہ میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

وزیر قانون ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون ، جناب والا ! گزارش ہے کہ میں ویسے تو ان حالات کے مطابق جواب دینے کو تیار ہوں لیکن متعلقہ وزیر کی یہ خواہش تھی کہ میں خود سنوں گا اور جواب دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تو وہ تشریف کیوں نہیں لائے ؟

وزیر قانون ، پتا نہیں ۔ انھوں نے آنا تو تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں۔ آنا تو تھا لیکن بات یہ ہے کہ 9 بجے کی بجائے ہم نے تمام فاضل اراکین کی خواہش کو پیش نظر رکھتے ہوئے 10 بجے کا وقت مقرر کیا ہوا ہے اور 10 بجے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہاں ہاؤس میں تین بجے تک پانچ گھنٹے بیٹھنا ہے ۔ 9 بجے کا وقت بھی کافی ہوتا ہے لیکن احتراماً سپیکر صاحب نے یہی فیصلہ کیا اور 10 بجے کا وقت مقرر کیا ۔ تو وزیر زراعت کو یہ بھی علم ہے کہ آج میری تحریک استحقاق ہے تو ان کو یہاں تشریف لانا چاہیے تھا ۔ یعنی یہ ہاؤس کسی کا انتظار نہیں کیا کرتا۔

وزیر قانون، جناب والا! یا تو اسے کل تک کے لیے مؤخر کر دیا جائے یا میں اس کا جواب دے دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی سردار صاحب اسے مؤخر کر دیا جائے ؟

سردار حسن اختر موکل ، جناب والا ! یہ تو Chair کی مرضی ہے جو حکم ہو گا ہم اس کے پابند ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ اگر جواب دینا چاہتے ہیں تو یہ اچھی بات ہو گی ۔

سردارحسن اختر موکل ، جناب والا! میں عرض کر رہا ہوں کہ جو چیئر کی مرضی آپ بھی صورت حال دیکھ رہے ہیں ' ویسے یہ ہے زیادتی ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وزیر قانون اور محرک کے کہنے پر میں اس تحریک استحقاق کو مؤخر کرتا ہوں اب ہم کل اس کو لیں گے لہٰذا وزیر زراعت کو لازماً کل دس بجے یہاں تشریف لانا چاہیے ۔ مہربانی ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ ایک مرتبہ نہیں بلکہ

کئی مرتبہ چیئر سے یہ رولنگ دے چکے ہیں۔ متعلقہ وزراء جن کا معاملہ اسمبلی میں پیش ہو' چاہے سوالات ہوں' چاہے تحریک التوائے کار وغیرہ ہو یا تحریک استحقاق ہو ان کو یہاں موجود ہونا چاہیے۔ آپ کی ہدایت کے باوجود ان کا یہ رویہ مناسب نہیں ہے 'یہ اس چیئر کی توہین ہے براہ مہربانی آپ سختی کے ساتھ اس پر عمل کروائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ نے شاید نہیں سنا میں نے پہلے ہی اس بات کا نوٹس لیا ہے ' بلکہ پہلے بھی لیا ہے اور آج بھی لیا ہے ۔ آج بھی میں کہہ رہا ہوں کہ یہ بات مناسب نہیں ہے ' ٹھیک نہیں ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، آپ اس سے زیادہ کہہ چکے ہیں ' آپ یہ کہہ چکے ہیں کہ ان کو یہاں موجود رہنا چاہیے ۔ میں حاضر کا لفظ استعمال نہیں کر رہا آپ نے یہ کہا ہے کہ موجود رہنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ وہی لفظ جو مجھ سے کہلوانا چاہتے ہیں خود کہہ دیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا انھیں پابند کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں نے پابند کیا ہے 'جس فاضل وزیر کا مسئلہ یہاں زیر بحث آنا ہے ان کو لازمی طور پر ہاؤس میں تشریف لانا چاہیے

سید خلیل الرحمٰن چشتی ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میں آپ کی توجہ ایک اہم نکتے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ ہمارا اجلاس تقریباً چودہ تاریخ کو شروع ہوا ہے اور سولہ تاریخ سے میرے ساتھ یہ پریکٹس چلی آ رہی ہے کہ صبح دس بجے سے پہلے میں سیکرٹریٹ میں مختلف کاموں کے سلسلے میں جاتا رہا ہوں تاکہ دس بجے ہم اسمبلی میں حاضر ہو جائیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ بڑا اہم نکتہ ہے شرقپوری صاحب! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔ خلیل الرحمٰن چشتی صاحب ایک اچھی بات کر رہے ہیں۔

سید خلیل الرحمٰن چشتی ، جناب والا! پورے دس دن میں نے سیکرٹریٹ کا طواف کیا ہے۔ مجھے کوئی سیکرٹری' کوئی ایڈیشنل سیکرٹری پونے دس بجے تک اپنے دفتر میں نہیں مل سکا۔ دس بجے چونکہ اسمبلی میں پہنچنا ہوتا ہے اور پندرہ منٹ راستے میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس تجربے میں' میں نے آپ کو بھی شامل ہوتے دیکھا ہے کہ آپ بھی پی اینڈ ڈی میں تشریف لے گئے تھے اور اتفاق سے پونے

دس بجے تک سیکرٹری، ایڈیشنل سیکرٹری، ممبر، ٹیکنیکل ممبر جس سے بھی ملنا تھا کوئی اپنے دفتر میں موجود نہیں تھا۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ وہ پنجاب سے پیار کریں پنجاب میں رہنے والے لوگوں سے پیار کریں، اور ہم جو دور دور سے عوام کے کاموں کے لیے آتے ہیں، ہم سے پیار کریں۔ جناب والا! یہ معاملہ کس طرح سے چلے گا کئی دفعہ اس کی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے۔ جناب والا! سیکرٹریٹ کا ٹائم 8 بجے سے 4 بجے تک ہے آپ پونے چار بجے دفاتر میں جا کر دیکھ لیں کوئی افسر موجود نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں جی ٹائم ہو گیا، جناب 4 بج گئے ہیں۔ جناب دس بجے تک تو ویسے ہی نہ ملیں اور چار بجے سے پہلے اٹھ کر چلے جائیں آپ ہی بتائیے کہ اس کا کیا حل ہے؟ جناب والا! ایک اور عرض بھی میں نے آپ سے کرنی ہے اور میں نے اپنی تقریر میں ایک نکتہ اٹھایا تھا کہ تمام محکمے جن میں پانچ محکمے ضروری ہیں۔ پبلک ہیلتھ، ہائی وے، لوکل گورنمنٹ، ایجوکیشن بلڈنگ اور بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ۔ یہ ہمارے جتنے بھی کام کرتے ہیں ان میں ٹینڈر ہوتے ہیں، کروڑوں روپے کا بجٹ ہوتا ہے، خدا کے لیے آپ ہمیں بتائیں کہ یہ اس میں سے بیس فیصد کٹوتی کس لیے کرتے ہیں؟ جناب والا یہ اڑھائی سو ممبران کا اتنا معزز ایوان جس میں صوبے کے لوگوں نے آپ کو چن کر یہاں پہنچایا ہے۔ آپ اس کی طرف کیوں توجہ نہیں دیتے؟ جناب والا! وہ جو بیس فیصد کٹوتی ہو جاتی ہے اس کا کیا حل ہے؟ جناب والا! میں نے آپ کی خدمت میں یہ دو مسائل پیش کیے ہیں اس کے متعلق آپ میں آپ کی رولنگ چاہتا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میں نہ صرف فاضل رکن کی اپنے بنچوں کی طرف سے بھرپور تائید کرتا ہوں بلکہ آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں کہ چیئر نے سرکاری ملازمین کی غیر منظور شدہ سہولیات استعمال کرنے پر ایک کمشن مقرر کیا ہے۔ تب بھی میں نے اٹھ کر یہ کہا تھا کہ صرف ائر کنڈیشنرز کے استعمال پر یہ کمشن جائزہ نہ لے بلکہ جو ان کی اور بد عنوانیاں ہیں ان کا بھی جائزہ لیا جائے اور اس کی بھی رپورٹ اسمبلی کو پیش کی جائے۔ اس میں غیر حاضر رہنا، فرضی دورے لکھ دینا، ریسٹ ہاؤسسز سے کتابیں منگوالی جاتی ہیں اور دفتروں میں بیٹھے ہوئے تاریخیں ڈال دی جاتی ہیں۔ ٹی اے، ڈی اے سرکار سے وصول کیا جاتا ہے حالانکہ دفتر سے وہ ایک قدم نہیں ہلے ہوتے یا گھروں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ جناب والا! میں ان کی تائید کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ اس کمشن کے دائرہ کار میں یہ تمام چیزیں لے آئیں اسی وقت ہی ان کی نااہلیاں اور بد عنوانیاں رک سکیں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب ایس اے حمید!

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! شکریہ۔ میں فاضل رکن سید خلیل الرحمٰن چشتی صاحب کی بات سے پوری طرح سے متفق ہوں۔ سیکرٹریٹ کے متعلق انہوں نے جو صورت حال بیان کی ہے وہ بالکل صحیح ہے لیکن مجھے حیرانی اس بات پر ہوئی ہے کہ تین سال کے بعد شاہ صاحب کو اس صورت حال کا پتا چلا کہ سیکرٹریٹ میں لوگ دس بجے کے بعد آتے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس سے قبل بھی یہ بات کئی مواقع پر بات ایوان میں کہی گئی لیکن آج تک اس پر واضح طور پر کوئی رد عمل نہیں ہوا۔ دوسری بات جو انہوں نے محکمہ پبلک ہیلتھ، لوکل گورنمنٹ اور دوسرے محکموں کے بارے میں کہی کہ وہ بیس فیصد کمشن لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی بہت سی تحاریک اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہیں لیکن کبھی اس بارے میں کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ جناب سپیکر! یہ ملک صرف انجینئرز کے لیے نہیں بنا یا ڈاکٹروں کے لیے نہیں بنا بلکہ ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جب واضح طور پر کمشن لے کر کام ہو رہے ہیں اور حقیقت میں سو روپے میں سے صرف چالیس روپے کا کام گراؤنڈ پر ہوتا ہے۔ آخر حکومت کیا کر رہی ہے؟ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کے بارے میں کوئی واضح طور پر کمیٹی بنائیں جو اس سلسلے میں لائحہ عمل متعین کرے۔ ائر کنڈیشنرز کا بھی غیر ضروری استعمال دفاتر میں ہو رہا ہے اور کروڑوں روپے کے بجلی کے بل آتے ہیں، جس طرح سے بیوروکریسی ملکی وسائل کو برباد کر رہی ہے اور نام صرف سیاست دانوں کا بد نام ہوتا ہے۔ اس وقت بات ہو رہی ہے کرپشن کی تو کرپشن جہاں بھی ہے اسے ختم ہونا چاہیے۔ میاں نواز شریف صاحب نے یہ کہا ہے کہ مجھ سے احتساب شروع کریں۔ جناب والا! جب اس ملک کا سابق وزیر اعظم اور آج کا اپوزیشن لیڈر یہ بات کہتا ہے کہ مجھ سے احتساب شروع کریں تو پھر احتساب کا یہ عمل تمام شعبوں میں ہونا چاہیے جس میں بیورو کریسی بھی سر فہرست ہے۔ جناب والا! میں یہ بات بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ پچھلی دفعہ ایک رپورٹ تیار ہوئی جس میں یہ کہا گیا کہ 9 کھرب اور 10 ارب روپے کے ان کے اثاثے ہیں۔ اب تک اس معاملے میں کیا کیا گیا ہے؟ جناب والا 9 کھرب اور 10 ارب روپے کے اثاثے بیوروکریسی کے پاس اور اگر 108 ارب روپے پورے ملک کے تاجر، صنعت کاروں اور سیاست دانوں کے قرضے ہیں تو وہ تو ان کے مقابلے میں دس فیصد بھی نہیں بنتے۔ میں یہ چاہوں گا کہ چونکہ آج یہ بات چھڑ گئی ہے اور بات بھی

کمیٹی بنائیں جو اس بارے میں باقاعدہ کام شروع کرے۔ کمیٹی بنے بن چکی ہے لیکن اس پر کام آج تک نہیں ہوا ۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جناب سعید اکبر!

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! میرے محترم خلیل الرحمٰن چشتی صاحب نے نہایت ہی اہم بات پوائنٹ آؤٹ کی ہے۔ اس صوبے کے سب سے بڑے ایوان میں یہ بات کی ہے۔ ہمیں اس بات کا بڑی سنجیدگی سے نوٹس لینا ہوگا کہ جہاں ہمارا معاشرہ ہر جگہ پر انحطاط پذیر ہے' میں نے بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا کہ میں بھی اپنے آپ کو اس میں شامل کرتے ہوئے یہ بات کرتا ہوں کہ چاہے وہ اس صوبے کا ہو یا ملک کا کوئی آدمی کام کرنے کے لیے تیار نہیں۔جیسا کہ خلیل الرحمٰن چشتی صاحب نے فرمایا کہ میں پونے دس بجے تک وہاں دس دن تک چکر لگاتا رہا اور مجھے ایک بھی افسر اپنے آفس میں نہیں ملا۔ یہ قابل افسوس بات ہے۔ میرے نوٹس میں ہے اور مجھے ابھی اطلاع ملی ہے کہ آج محترم چیف منسٹر صاحب اس ہاؤس میں خطاب فرما رہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ وہ آج اس بات کا نوٹس لیتے ہوئے ہاؤس میں اس بات کا اعلان ضرور کریں کہ آئندہ اگر اس طرح کی کوئی کوتاہی پائی گئی تو وہ اس کا سختی سے نوٹس لیں گے۔ ہمیں بھی اس بات کا سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔ میں خاص طور پر آپ سے یہ توقع کرتا ہوں کہ آپ کسی بھی ریاکاری کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے ہمیشہ بات کرتے ہیں اور حقیقت پر مبنی کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آج یہ جو پوائنٹ اٹھایا گیا ہے اس پر بھی آج آپ اپنا view دیں گے اور سختی سے نوٹس لیں گے ۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی اقبال خان خاکوانی۔ ان کے بعد بھٹی صاحب۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی،جناب سپیکر! یہ کرپشن اور irregularity پر بات ہو رہی ہے۔ میں آپ کی خصوصی توجہ چاہوں گا آج آپ ویسے بھی بڑے مہربان ہیں۔ کرپشن اور irregularity پر بات ہو رہی ہے ۔ ہمارے جنوبی پنجاب کے شہر شجاع آباد سے تعلق رکھنے والے ایک سرائکی شاعر ہیں۔ انھوں نے اس بارے میں یہ فرمایا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کی بات میں مداخلت کر رہا ہوں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ آج بحث کا آخری

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! میری ایک تجویز ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسی پوائنٹ کو آپ کہیں کہ جو آدمی بجٹ پر بحث کرنا چاہتا ہے وہ اسی پوائنٹ پر discuss کرے تاکہ یہ discussion میں آجائے اور وقت ضائع ہونے سے بچ جائے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، یہ وزیر بننا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! اس کرپشن کے بارے میں شاکر شجاع آبادی نے کہا ہے کہ،

اکھ وی سوجھاک رہ گئی دیوا وی بلدا رہ گیا
اٹامٹورے دے وچوں ول وی نکل دا رہ گیا
عظمت میری دا قاتل کیویں چڑھیا پھانسی
حاکم دے گھروں پیرا ویندا تے ول دا رہ گیا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! کرپشن کا منبع شاکر شجاع آبادی کی زبان میں جہاں سے نکلتا ہے اس کی نشاندہی ہوچکی ہے۔ کہ حاکم کے گھر سے کھرے کے نشان آجا رہے ہیں۔ آگے آپ کی مرضی جو بھی کمیشن بنائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی بھٹی صاحب۔

جناب عبدالرشید بھٹی، شکریہ جناب سپیکر! اے کمیٹی جس دا ذکر ہو ریا اے ایدے حوالے نال مینوں یاد آیا کہ پہلے وی اتھے ہاؤس دی اک کمیٹی بنی سی۔ جناب ڈپٹی سپیکر اودھے ممبر سن۔ اور اودھے وچ ایہوئی معاملات دا رونا روندے رہتے آں بیورو کریسی دا' اوہناں دے ٹائمنگ دا یا اوہناں دے رویاں دا یا ساڈے اپنے رویاں دا۔ ایہوئی چیز طے کرن واسطے ہاؤس نے اک کمیٹی متفقہ طور تے بنائی سی۔ اور ہاؤس نے سپورٹ کرکے اوکمیٹی بنائی سی۔ لیکن اس کمیٹی دا جو حشر ہویا جناب نوں وی پتا اے۔ ساڈا دائرہ اختیار ای طے نہیں ہون دتا گیا۔ اور فیر ساڈے ای دوستاں وچوں چار اک پاسے سن تے پنج اک پاسے سن۔ او فیصلہ دتا گیا کہ جی ایہنوں واپس بھیج دیو۔ اور اوندا اج تکر کی بنیا اے کسے نوں کوئی پتا نہیں۔ جناب سپیکر! اتھے جنیاں وی تقریراں ہوندیا نیں ہن تکر میں تے ڈھائی تن سالاں

وچ سنیا اے کہ دوستاں دی میجارٹی وچوں کسے وی ایہہ admit نہیں کیتا کہ میں کرپشن کیتی اے۔ ہر اک نے بس الزامات ہی لگائے نیں۔ اور ہر بندے دی خواہش اور اظہار ایہوئی اے کہ بھئی کرپشن نہیں ہونی چاہی دی۔ سانوں کوئی بہتر نظام وضع کرنا چاہی دا اے ۔ فیر اسیں کیوں نہیں طے کر پاندے۔ روز تقریراں کرنے آں بحثاں کرنے آں بحث آوندا اے اک علامت جئی بن گئی اے روٹین ہوگئی اے۔ کم کوئی نہیں اوہناں تقریراں دی out put اج تک نہیں کڈی۔ میں نہیں سمجھ دا جد دونویں گھر ایس گل تے متفق نیں اور اے ای عوام دے اور سارے پنجاب دے نمائندے نیں بہتر فیصلہ کرن۔ لوکاں لئی جہڑا قنون مرضی بنان۔ اگر اے دونویں تڑھیاں نیں فیصلہ کرلیا اے کہ کرپشن نہیں رہنی چاہی دی تے فیر کوئی ایسی کمیٹی کیوں نہیں بن سکدی جہڑی عمل وی کروا سکے ۔ اے کمیٹیاں وچوں میں سمجھناں او کمیٹی بڑی ہی زبردست سی۔ واقعی سانوں اج نویں رویاں دی نویں قواعد و ضوابط طے کرن دی لوڑ اے۔ بیوروکریسی دا نواں رول طے کرن دی اور اپنا نواں رول طے کرن دی لوڑ اے۔ otherwise اتھے قوم نہیں بچ دی اتھے آپاں جنیاں مرضی تقریراں کرکے گئے جائیے اپنے بچناں تد ہی اے جے اسی ایمانداری نال کوئی پہلا قدم چکیے تے۔ کوئی اک قدم چک لئیے جہیدے نال کوئی گل بن جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

جناب عبدالرشید بھٹی، میوں جناب ڈپٹی سپیکر نال وی کہہ اے ۔ جناب ڈپٹی سپیکر! ایڈے اچھے اور روشن خیالی دے بندے نیں میں سمجھناں کہ میں تہاڈے توں متاثر آں لیکن تسی وی کسے ویلے بیٹھاں پیر کچھ لیندے او۔ ڈٹ کے ایدے تے فیصلہ کرو اور عمل کراؤ۔ ایہہ نہ ہووے کہ دائرہ کار کی اے کمیٹی دا تے فیر کوئی لکونا پاکے واپس ہوجانے کمیٹی۔ کوئی ایسی کمیٹی بناؤ جہیدے نال کوئی بنیادی کم کرسکیے۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! اسی حوالے سے ایک متعلقہ بات ہے اور میں کوئی غیر متعلقہ بات نہیں کروں گا۔ ہمارے فاضل رکن نے بہت اچھی بات کی ہے۔ ہماری اسمبلی کی غفلت اور خصوصاً حکومتی بنچز کی غفلت کا ایک شاہکار میں آپ کو عرض کر دیتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ یعنی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی ون کے چیئرمین resign کرگئے۔ کیوں کہ وہ وزیر قانون بن گئے اور آپ نے چیئر پر

بیٹھے ہوئے متعدد بار ہدایت' کی تاریخیں مقرر کروائیں۔ آپ کا آخری یہ اعلان تھا کہ 30 مئی سے پہلے اس کا الیکشن ہوجانا چاہیے۔ حاضری ڈالنے کی بات نہیں تھی۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ جن تاریخوں پر ہمیں سیکرٹری پنجاب اسمبلی کی طرف سے بلایا گیا۔ اپوزیشن کے تمام ارکان وہاں موجود تھے ان کے دستخط موجود ہیں۔ حکومت کی لاپرواہی کہہ لیں' عدم دلچسپی کہہ لیں۔ کہ ایک standing committee جو سرکاری محکمہ جات کی بدکاریوں اور بدعنوانیوں کا حساب لیتی ہے اور وہ بھی صرف ایک فیصد۔ جو وہ آڈٹ کرتے ہیں وہ ہمارے پاس لاتے ہیں۔ اس کو حکومتی پارٹی عمل میں نہیں لانا چاہتی۔اس بارے میں آپ برائے مہربانی ایک ایسی ہدایت جاری کردیں جس سے مزید ٹالنا ممکن نہ ہو۔ PAC-1 آج تک meet نہیں کر رہی۔ کیونکہ وہ الیکشن کے لیے آمادہ نہیں ہوتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی شرقپوری صاحب!

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، جناب سپیکر! یہ کرپشن کرپشن اور کمیٹیاں' میں سمجھتا ہوں کہ جہاں چوروں کی تعداد کم ہو وہاں شکایت کی شنوائی ہوتی ہے۔ اور جہاں اسے ڈی ایل (جی) بھی چور ہو ڈی سی بھی چور ہو' سیکرٹری بھی چور ہوں' ایس ڈی او بھی چور ہوں اور ٹھیکیدار بھی چور ہوں۔ (قطع کلامی) بڑے پیار سے میری بات سنیں کہ جب چور ہی چور ہیں تو پھر proof بھی نہیں مل سکتا کیونکہ سب چور ہیں۔ میجارٹی چوروں کی ہے اسے ڈی ایل (جی) چور' ایس ڈی او چور' ٹھیکیدار چور' ڈی سی چور۔ موہل صاحب پلیز مجھے عرض کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، elected آدمیوں کی بھی بات کریں۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، میجارٹی کی بات کر رہا ہوں۔ ذرا میری بات سنیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ تمام ایم این ایز اور ایم پی ایز جو ہیں ان کو یہ اختیارات مل جائیں۔ کہ یہ عوام کو ساتھ لے کر ان کو پھینٹیاں لگائیں' ان کی ٹانگیں توڑ دیں (قہقہے) ان کے سر پھٹ جائیں' ان کو دفتروں میں لٹکا دیں اور ان کو دریاؤں میں پھینک دیں' ان کو آگ لگا دیں اور ان کے دفتروں کو آگ لگا دیں۔ یہ وقت پر نہیں آتے تو ان کو پھینٹی لگائیں۔یہ کرپٹ ہیں' ان افسروں پہ پٹرول چھڑک کر آگ لگا دیں۔ خدا کی قسم آگ تو لگ ہی چکی ہے اور لگا دیں' لگا دیں کوئی حل نہیں' کوئی حل نہیں' کوئی حل نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' اگر اجازت دیں تو اب آگے چلیں کیونکہ معزز اراکین نے تقریریں کرنی ہیں۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اسی بات پہ؟

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، جی، پہلی بات تو یہ ہے کہ بھٹی صاحب نے جس احتسابی ادارے یا کمیشن کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروائی۔ بسا اوقات اس ہاؤس کے اندر اپوزیشن اور حکومتی بینچز کی طرف سے احتساب کی بات ہوتی ہے تو میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ جب حکومت اور اپوزیشن پنجاب ہاؤس میں احتساب کے لیے متفق ہیں تو پھر احتسابی کمیشن بنا دیا جائے اس میں کیا قباحت ہے؟ نمبر دو خلیل الرحمن چشتی صاحب نے جس طرف آپ کی توجہ مبذول کروائی اس سلسلے میں میری رائے یہ ہو گی کہ آپ کی رولنگ کیا ہے؟ تیسری ایک شعر پڑھتا ہوں کہ۔

سونا جنگل ' رات اندھیری ' چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو ! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی، شکریہ۔ شوکت داؤد صاحب ایک منٹ۔ اسے پھر لیتے ہیں۔ پہلے ہم اس کو نپٹا لیں۔ قائد حزب اختلاف کی توجہ چاہتا ہوں۔ جناب خلیل الرحمن چشتی نے اسمبلی میں یہ ایک مسئلہ پیش کیا۔ وزراء کی توجہ چاہتا ہوں خاص طور پہ شاہ نواز چیمہ صاحب کی توجہ چاہتا ہوں تو یہ ایک نہایت اہم مسئلہ اسمبلی کے سامنے پیش ہوا ہے اگر اس کی تاریخ بیان کی جائے تو بہت لمبی چوڑی ہے۔ پرانے ممبران کو یاد ہو گا کہ میں بھی ممبر کے طور پہ یہاں تھا تو میرا یہ اصول ہے۔ کھر صاحب! یہ ٹھیک نہیں ہے کہ سپیکر ایک رولنگ دے رہا ہے کہ آپ کو کیا پتا ہو گا کہ کیا بات کی ہے؟ تو میں ممبر کی حیثیت میں اس وقت بھی جس وقت ہاؤس meet کرنا ہوتا تھا میں اپنی سیٹ پہ بیٹھ جاتا تھا۔ نو بجے کا وقت ہوتا تھا اس سے پہلے میں چاہتا تھا کہ سیکرٹریٹ میں جا کر اپنے لوگوں کے کام نمٹاؤں آٹھ بجے کا ٹائم ہوتا تھا۔ مجھے کوئی شخص نہیں ملتا تھا۔ میں یہاں point raise کرتا تھا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ جناب سپیکر! کو قاعدہ بارہ کے تابع وقت پر آنا چاہیے۔ اس وقت جو ہمارے معزز سپیکر تھے وہ کہتے تھے میں دیکھتا رہتا ہوں کورم پورا ہے، نہیں پورا ہے، جب کورم ہوتا ہے تو میں آتا ہوں۔ میں کہتا تھا جناب! رول بارہ کہتا ہے کہ appointed time پہ سپیکر کو کرسی assume کر لینا چاہیے تو بہرحال آپ نے دیکھا ہو گا کہ جو اس وقت ہمارے فاضل سپیکر ہیں انھوں نے یہ روایت ڈالی ہے کہ وہ سپیکر وقت پہ تشریف لاتے ہیں۔ یہ ہاؤس کی بات ہے۔ میں اس وقت بھی کہتا تھا کہ سیکرٹری صاحبان تشریف نہیں

لاتے۔ آج بھی وہی صورت حال ہے لیکن "چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی" اگر ہم لوگ ہی جو عوام کے نمائندگان ہیں ہمارا ہی یہ طریقہ ہو کہ ہم وقت کی پابندی نہ کریں۔ ان سے جو آپ توقع کرتے ہیں میرے خیال میں جو خود نماز نہ پڑھتا ہو کہے کہ نماز پڑھیں' خود نہ پڑھتا ہو کیا اس کا اثر ہو گا؟ یہی صورت حال ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ وہ وقت پہ نہیں آتے اور ہم ہاؤس میں کتنے وقت پہ آتے ہیں۔ اب صورت حال دیکھ لیں ساڑھے دس ہو چکے ہیں دو سو اڑتالیس کا ہاؤس ہے اور تعداد ممبران کتنی ہے؟ منسٹرز کی تعداد دیکھ لیں' ایڈوائزر کی دیکھ لیں' پارلیمانی سیکرٹری کی دیکھ لیں تو یہ تعداد پوری نہیں ہے۔ قومی سطح پہ یہی ایک اصول ہو چکا ہے لیکن اس سے ہٹ کر آپ حکمران ہیں وہ بہرحال ملازم سرکار ہیں۔ میری اپنی تشریح ہے کہ ملازم سرکار اور ایک عوام کے نمائندے میں فرق ہوتا ہے۔ اس لیے اس سے پہلے بھی میں نے ایک دو رولنگ دی ہیں جس کا رشید بھٹی صاحب نے ذکر کیا وہ یہ کہ چیف سیکرٹری صاحب آ رہے تھے راستہ بند تھا ایم پی اے کو روکا گیا کیونکہ چیف سیکرٹری صاحب کی گاڑی آ رہی تھی تو میں نے اس پر کہا تھا کہ ایک کمیٹی بنائی جائے۔ مخدوم الطاف کو اللہ مغفرت بخشے انھوں نے یہ تمام قباحتیں دور کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی تھی۔ اپوزیشن کے بھی دوست تھے۔ آپ بھی تھے لیکن جس طرح انھوں نے کہا ہے اس کے بعد وہ technicalities کا شکار ہو گئی اس پر کچھ نہ ہو سکا۔ اس کے بعد آپ کو یاد ہے یہاں air conditioners کے بارے میں ذکر آیا کہ وہ افسر جو استحقاق نہیں رکھتے ہیں انھوں نے بھی اپنے دفتروں میں air conditioners لگائے ہوئے ہیں۔ میں نے پھر ایک کمیٹی بنائی جس کی سربراہی طارق بشیر چیمہ کو دی کہ دو ماہ کے اندر رپورٹ پیش کریں۔ میں نے اخبار میں ایک خبر پڑھی کہ طارق بشیر چیمہ اور خلیل الرحمٰن چشتی اور ایس اے حمید صاحب دو فاضل اراکین وہاں پہ موجود تھے۔ باقی ہمارے دوست تشریف ہی نہیں لائے۔ انھوں نے یہ نہیں سمجھا کہ ہم وہاں چلے جائیں۔ یعنی کمیٹی بنا دینا بڑا آسان ہے۔ کمیٹیاں بنانے کے لیے بڑی بات ہے لیکن اس پر عمل کرنا اس کو اپنا فرض سمجھنا بڑی مشکل بات بنتی ہے۔ اسی طرح جس طرح احتسابی کمیٹی' احتسابی کمیشن کی بات ہے بڑی اچھی بات ہے قوم کے لیے نہایت ضروری ہے لیکن دیانتداری کی رائے ہے کہ مسئلہ یہ ہو گیا ہے کہ یہاں پہ دو جماعتیں آ گئی ہیں۔ ان کی محاذ آرائی شروع ہے وہ محاذ آرائی ایسی ہو گئی ہے۔ اگر ایک جماعت اچھی بات کہے تو وہ کہیں کہ بات ان کی ہے لہٰذا نہیں مانتی' ان کی طرف سے ہے لہٰذا ہم مانتے ہی نہیں ہیں۔ یہ ہمارے ذہن میں ایک ایسی بات آ گئی ہے حالانکہ

احتسابی کمیشن، احتسابی پارٹیاں قوم کو ٹھیک کرنے کے لیے ہیں لیکن یہ بھی بات ہے کہ جو بھی احتسابی کمیشن بنائے گئے یا جو اس طرح کا کمیشن کسی بھی پوائنٹ پہ بنایا گیا کسی کمیٹی پہ بنایا گیا تو وہ کسی مسئلے کو ختم کرنے کے لیے اس کو اور زیادہ linger on کرنے کے لیے بنا دیا گیا تو میں اس صورت حال میں جو بات چشتی صاحب نے کی حالانکہ ہمارے ڈپٹی سپیکر، سپیکر، وزیر اعلیٰ، قائد حزب اختلاف کی prestige اتنی بڑی ہے کہ ان کو دفتروں میں نہیں جانا چاہیے ان کے کام ازخود ٹیلی فون پہ ہو جانے چاہییں لیکن سچی بات ہے کہ ٹیلی فون پہ اگر وہ ہاں بھی کر لیں تو اس وقت تک fruitfully ہی نہیں ہوتا جب تک آدمی سر پر نہ بیٹھ جائے اور کہے یہ کرو۔ یہ ایک رویہ بن گیا ہے اس کے لیے اب کمیٹی بنانے کا تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مقصد پورا ہو گا۔ یہ ایک لاعلاج قسم کی بیماری ہے۔ اس کے major operation کی ضرورت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ہم سب سے پہلے اپنے سے شروع کریں۔ جب ہمیں استحقاقات ملے ہوئے ہیں۔ قوم نے ہمیں یہ mandate دیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا کام اجلاس اور اجلاس میں شامل ہونا، قانونی سازی کا کام اور بجٹ سازی کا کام، یہ دو اہم مسئلے ہیں لیکن ہم اور فروعی کاموں میں شروع ہیں، تبادلے کروانے میں، تبادلے رکوانے کے لیے اور اس طرح کی باتیں جو ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں ہیں اس کی طرف ہم زیادہ توجہ دے رہے ہیں اور جس طرف ہماری توجہ ہونی چاہیے وہ نہیں ہو رہی چونکہ یہ نہایت اہم مسئلہ ہے۔ میں اس سلسلے میں اپنی طرف سے ایک رولنگ دینا چاہتا ہوں۔ رولنگ یہ ہے کہ بجائے کمیٹی بنانے کے میں اس کو پہلے اس طرح سے لیتا ہوں کہ سپیکر صاحب کی سربراہی میں، میں ایک پانچ رکنی کمیٹی بناتا ہوں جو پہلے یہ طے کرے کہ اس مسئلے کو کیسے حل کیا جائے؟ کمیٹی بنانے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ سپیکر صاحب کی سربراہی میں اس میں ایک وزیر قانون صاحب ہوں گے۔ ادھر سے بہتر ہے قائد حزب اختلاف، اگر وہ خود نہیں چاہتے تو ان کے ڈپٹی اس کمیٹی میں شامل ہوں۔ یہ دو حضرات ہو گئے، دو اور اپنی طرف سے یا میں اگر کہیں تو تمام ممبران کو سمجھتا ہوں۔ میں دو اس طرف سے اور دو اس طرف سے پانچ رکنی کمیٹی بناتا ہوں۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے اگر آپ نے شخص نامزد کرنے ہیں تو آپ کو اختیار ہے آپ ابھی ہاؤس میں کر دیں دو اپوزیشن کی طرف سے اور دو گورنمنٹ کی طرف سے جس کو آپ چاہیں ان کو نامزد کر دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ سپیکر صاحب خود اس کے کنوینر ہوں۔ وہ بیٹھ کر اس کا طریق کار طے کریں کہ یہ جو نکتہ ہے کہ دفتروں میں افسران نہیں آتے ہیں، سیکرٹری صاحبان نہیں آتے ہیں۔ وہ اس مسئلے کو

پہلے دیکھیں اور بعد میں ہاؤس میں لے کر آئیں اور پھر ہاؤس اس بات پر عمل کرے۔ جی کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے اپوزیشن بنچز سے دو نام تجویز کیے ہیں۔ صاحبزادہ محمد فضل کریم صاحب اور میرا ناچیز کا نام تجویز کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اپوزیشن کی طرف سے سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ اور صاحبزادہ محمد فضل کریم صاحب ہوں گے۔ گورنمنٹ کی طرف سے ایک لاءمنسٹر اور دوسرے عبدالرشید بھٹی صاحب ہوں گے اور یہ کمیٹی حنیف رامے صاحب کی سربراہی میں بیٹھے گی۔ یہ پہلے طریق کار طے کریں گے کہ اس مسئلہ کو کس طرح حل کریں اور پھر اس مسئلہ کو اسمبلی میں لائیں گے اور پھر اس پر کارروائی ہوگی۔ میرے خیال میں اس کے لیے بجٹ اجلاس کے بعد ایک مہینے کے اندر اندر کا وقت ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، چودھری پرویز الٰہی صاحب جو ڈپٹی اپوزیشن لیڈر ہیں۔ وہ اپنے بیٹے کے آپریشن کے سلسلے میں ملک سے باہر ہیں اگر وہ واپس آگئے تو میری بجائے ان کا نام ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ لہذا 30 جون کے بعد 31 جولائی تک کمیٹی اپنا کام کرے گی اور وہ اس پر پوری طرح سے کام کرے گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! توجہ چاہوں گا کہ میں نے PAC-1 کے الیکشن کے بارے میں جو عرض کی تھی' اس کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ باقی آپ نے ہر پہلو کو بڑا cover کیا ہے۔ اس پہلو کو cover نہیں کیا اس پر مہربانی کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں مسئلہ یہ ہے کہ میں اس پر دو تین مرتبہ رولنگ دے چکا ہوں۔ اس سے پہلے بھی آپ نے دیکھا ہے اور جیسا کہ آپ نے ہی بیان کیا کہ اس کا حشر کیا ہوا ہے وہ بھی آپ کے علم میں ہے تو میرے خیال میں جب سپیکر صاحب تشریف لائیں تو آپ ان کے سامنے یہ نکتہ اعتراض اٹھائیں۔ میری یہ استدعا ہے۔

سردار حسن اختر مؤکل، میں پوائنٹ آف آرڈر پر عرض کرنی چاہتا ہوں کہ یہ اس چیئر کی بات ہے۔ یہ ایک ڈپٹی سپیکر اور سپیکر کی بات نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ کیونکہ ابھی ہم نے بحث پر آغاز نہیں کیا اور آپ

کی تحریک استحقاق تھی جو وزیر موصوف کے نہ ہونے کی وجہ سے میں نے کل کے لیے رکھی تھی ۔ وزیر موصوف آ گئے ہیں ابھی ہم نے بحث کا آغاز نہیں کیا اور پوائنٹ آف آرڈر شروع تھا اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو میں ان کو کہہ دیتا ہوں کہ جواب دیں۔

چودھری احمد یار گوندل، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں گوندل صاحب!

چودھری احمد یار گوندل، اگر کوئی بات کرے تو آپ کہتے ہیں کہ وقت ضائع ہو رہا ہے لیکن اگر اس طرح چاہے چھ چھ گھنٹے گزر جائیں تو پھر وقت ضائع نہیں ہوتا۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی اس طرح کا مسئلہ بغیر کسی وجہ کے چھڑ جائے تو پھر وہ چاہے چھ چھ گھنٹے چل جائے لیکن جب کسی موضوع پر بات کرنے کا موقع آتا ہے تو پھر آپ کے سامنے گھڑی آ جاتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کمیٹی بنانی ہے تو ان لوگوں کی بنائیں جن کے پاس وقت ہو۔ کچھ لوگوں نے آپ کو استعفے دے دیے ہیں کہ آج تک کمیٹی نے کوئی کام نہیں کیا اور آپ ممبر وہ رکھ لیتے ہیں جن کے پاس پہلے ہی وقت نہیں ہوتا تو پھر کوئی کمیٹی کام کیسے کرے گی؟ جو آپ کو زیادہ پریشان کرتے ہیں آپ ان کے نام کسی نہ کسی کمیٹی میں دے دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، میں نے تو کوئی کمیٹی نہیں بنائی۔

چودھری احمد یار گوندل، جناب سپیکر! دوسرا آج بجٹ پر بحث کا آخری دن ہے اور ہمارے اپوزیشن کے کم از کم انیس ممبران بقیہ ہیں۔ لازمی ہے کہ ادھر سے بھی ہوں گے ۔ اس لیے مہربانی کر کے ان کو بھی لے لیں تا کہ کوئی کام تو ہو۔ ایک بات کو بار بار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے آئندہ اس بات کا خیال رکھیں گے۔ جی عباس کھوکھر صاحب!

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سال کے بعد بجٹ اجلاس آتا ہے اور بجٹ پر ہمیں بولنے کا موقع ملتا ہے۔ اس میں اگر ہمیں وقت نہ دیا گیا اور ہم نہ بول سکے تو پھر ہم اپنے علاقے میں جا کر کیا منہ دکھائیں گے۔ آج ہماری باری ہے ۔ ہم چاہتے ہیں کہ چاہے آپ شام کا اجلاس بھی کریں لیکن ہمیں موقع ضرور دیں۔ ورنہ ہم پورے اجلاس کا بائیکاٹ کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک بات ہے ۔ جی ایس اے حمید صاحب اب جلدی کریں ۔ کیونکہ لوگوں کا

پریشر ہو گا۔ واقعی یہ بات سچ ہے۔

جناب ایس اے حمید : میں دو تین منٹ میں بات کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! آپ نے صحیح پوائنٹ آؤٹ کیا۔ وقت کی پابندی کی بات کی۔ مجھے یاد ہے کہ سپیکر صاحب یہاں نہیں تھے اور 1993 کی اسمبلی میں آپ نے پرانی روش کو ختم کرکے وقت پر تمام اجلاسوں کو شروع کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قابل تحسین بات ہے اور وہ ممبران جو دو دو گھنٹے لیٹ آتے تھے انھوں نے اپنی عادت کو بدل لیا لیکن کیا اس کے مقابلے میں بیورو کریسی نے یا سیکرٹریٹ نے اپنا رویہ تبدیل کیا ہے۔ دوسری بات آپ نے یہ فرمائی ہے کہ 248 کے ہاؤس میں لوگ کم آتے ہیں۔ جناب سپیکر! پوری دنیا کی اسمبلیوں میں کبھی پورا ہاؤس حاضر نہیں ہوتا۔ لوگ آتے ہیں اور اپنے چیمبرز میں بیٹھ کر سپیکر پر بات سنتے ہیں اور اپنے اپنے وقت پر بات کرتے ہیں۔ بعض اوقات دو چار آدمی بیٹھ کر بھی ہاؤس کی کارروائی جاری رکھتے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ نے تیسری بات یہ کی ہے کہ ہاؤس کا کام قانون سازی کا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے بجٹ سازی بھی کہا تھا۔

جناب ایس اے حمید : لیکن یہاں پر یہ کام نہیں ہوتا۔ جناب سپیکر! میں آپ کو یہ بات پوائنٹ آؤٹ کرنا چاہتا ہوں کہ آج سے چھ سال قبل میں نے "وال چاکنگ" کا بل دیا تھا۔ اس بل میں مجھے جس طور پر وزارت قانون کی طرف سے مشکلات درپیش آئیں اور جس طور پر اسے لٹکایا گیا۔ آج اس بل کو پاس ہوئے بھی تقریباً ایک سال چار ماہ گزر چکے ہیں اور یہ بھی آپ کو شرف حاصل ہے کہ اس وقت آپ صدارت فرما رہے تھے۔ جب بل پاس ہوا تھا۔ اس میں یہ کہا گیا کہ رولز بنائے جائیں۔ جناب سپیکر! سولہ ماہ میں نہ محکمہ رول بنا سکا نہ وزارت قانون نے اس بارے میں کچھ کیا بلکہ محکمہ نے جب رولز بنا کر وزارت قانون کو بھجوائے تو انھوں نے واپس بھجوا دیا کہ بل میں اس کی پروویژن نہیں تھی۔ لہٰذا اس کی ضرورت نہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ وزارت قانون اس ملک میں عوامی نمائندوں کو کام کرنے کے لیے کسی قسم کی سہولت دینے کے لیے تیار ہے۔ کیا یہ رکاوٹ نہیں ہے؟ کیا یہ عوامی نمائندوں کو بدنام کرنے کے لیے اپنے طور پر تمام حربے اختیار نہیں کرتے کہ کسی طور پر کوئی عوامی نمائندہ قانون سازی کے عمل میں شرکت نہ کر سکے۔ جناب سپیکر! میں نے آپ کی توجہ کے لیے بات کی ہے۔ میں چاہوں گا کہ اسے ریکارڈ پر لا کر اس کے بارے میں اقدامات کیے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی تینوں باتیں درست ہیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں اس پر رولنگ چاہوں گا۔ باتیں درست ہونے سے بات نہیں بنتی ہے۔ میں رولنگ چاہوں گا کہ جو بل سوا سال سے پاس ہو چکا ہے۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے آپ کی بات مان لی ہے۔ یہ بات درست ہے۔ جی ریاض حشمت جنجوعہ صاحب!

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! میں ذاتی وضاحت کے نکتے پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے غیر قانونی ایئر کنڈیشنر کے استعمال کے لیے جو کمیٹی تشکیل دی تھی۔ میں بھی اس کا رکن تھا۔ اس کمیٹی کے کنوینر جناب چودھری طارق بشیر صاحب تھے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ انھوں نے میٹنگ بلائی اور ممبران تشریف نہیں لائے۔ جناب والا! مجھے نہ تو اس کمیٹی کی میٹنگ کی اطلاع موصول نہیں ہوئی بلکہ میں نے آپ سے یہ شکوہ کیا تھا کہ آپ نے جو کمیٹی تشکیل دی ہے ڈیڑھ مہینہ گزر گیا ہے آج تک اس کی میٹنگ ہی نہیں بلائی گئی۔ جناب والا! جب ہمیں صحیح طریقے سے میٹنگ کی اطلاع ہی نہیں دی جاتی۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے کہ گرمیوں کے نکل جانے کا انتظار ہے پھر اے سی کی ضرورت نہیں ہو گی۔ پھر آپ کی کمیٹی کوئی بات کرے گی۔ طارق بشیر صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں وہ اس کو نوٹ کریں کہ آئندہ فاضل اراکین کو اطلاع کرائیں۔

وزیرصحت، کل یہاں فاضل رکن نے نشاندہی کی تھی کہ پنجاب اسمبلی کی ڈسپینسری سے انھیں کوئی زائدالمیعاد دوائی دی گئی ہے تو میں اس بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تو wind up پر وزیر خزانہ بیان کریں گے۔

وزیر صحت، میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کو یہاں پر ہی حل کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بدرالدین صاحب! اس طرح تمام وزراء جن کے محکموں کے بارے میں باتیں ہوئی ہیں۔ اگر وہ شروع کریں تو میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔ اب ہم سالانہ میزانیہ 97-1996 پر بحث کو جاری رکھتے ہیں۔ جو اراکین آج اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے ناموں کی چٹیں مجھے بھیج دیں۔جی میں بھول گیا تھا۔ آپ نے ابھی شارٹ سٹیٹمنٹ دینی ہے۔ جی دیجئے۔

سردار حسن اختر موکل، شارٹ سٹیٹمنٹ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شارٹ سٹیٹمنٹ ابھی دینی ہے؟ جی' دیجیے شارٹ سٹیٹمنٹ۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف انفرمیشن۔ آپ ہماری طرف دیکھتے ضرور ہیں لیکن اجازت نہیں دیتے۔ پتا نہیں اندر سے آپ کوئی ہمارے خلاف ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک شعر پڑھ کر اپنا نکتۂ اعتراض ختم کر دیں۔

خواجہ ریاض محمود، شعر تو میں پڑھتا رہتا ہوں۔ لیکن یہ بتائیں کہ آج آخری دن ہے۔ لسٹ میں میرا نام ہے یا نہیں؟ ہمارے قائدین نے فرمایا ہے کہ آپ کا نام لکھ دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا نام ہے۔

خواجہ ریاض محمود، کس نمبر پر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بائیسویں نمبر پر ہے۔

خواجہ ریاض محمود، پھر تو میرا خیال ہے کہ کوئی امید نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب میں کیا کروں پھر؟ یہ آپ کی طرف سے لسٹ آئی ہے۔

خواجہ ریاض محمود، میں اپنے قائدین کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر میں نام پڑھ دوں تو وہ لوگ سارے چلے جائیں گے۔ کہیں گے کہ ابھی تو ہماری باری ہی نہیں آئی۔

خواجہ ریاض محمود، بڑی مشکل سے جنھوں نے ماشاء اللہ آخری دن بائیسویں نمبر پر میرا نام لکھا ہے۔ اور میں انہی کی شان میں شعر کہنا چاہتا ہوں۔ سیف صاحب نے فرمایا ہے،

میرے اپنے بھی پرانے ہیں مجھے کیا معلوم
وہ راہ کہ جن راہوں سے چل کے آنے ہیں
وہ راستے ڈھونڈنے آنے ہیں مجھے کیا معلوم
وہ سامنے چپ سے اداس سے جو بیٹھے ہیں
مجھی سے کچھ مانگنے آئے ہیں مجھے کیا معلوم

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' شارٹ سٹیٹمنٹ۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، پوائنٹ آف آرڈر پہ ڈاکٹر شیلا بی۔ چارلس۔

ڈاکٹر شیلا بی۔ چارلس: جناب سپیکر! ہمارے بھائی ریاض صاحب کہہ رہے تھے میرا آخری دن ہے۔ خدا نہ کرے ان کا آخری دن ہو۔ یہ سو سال جییں اور ان کے دن گزرتے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اصل میں سیٹوں کے لحاظ سے آپ پڑوسی ہیں۔ یہ ہمدردی ہے۔ I call the House to order.

سردار حسن اختر موکل: جناب سپیکر! بات اس طرح ہے کہ ویسے تو میں سمجھتا ہوں کہ جب سیلاب آتے ہیں تو ان کے لیے خصوصی طور پر ایک ریلیف کا محکمہ ہوتا ہے۔ وہ یہ ساری امداد مہیا کرتا ہے۔ اس بار مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے چیمہ صاحب جو ہمارے معزز وزیر زراعت ہیں ان کے ساتھ یہ زیادتی کی گئی کہ ان سے بیج تو لے لیا گیا لیکن تقسیم آگے پھر محکمہ مال کو دے دی۔ اور محکمہ مال نے جس انداز سے تقسیم کی اس سلسلے میں، میں نے یہ سوال کیا تھا اور مجھے نہایت افسوس ہے کہ جو جواب اس معزز ایوان کو موصول ہوا وہ حقیقت میں پچاسی فی صد غلط ہے۔ وہاں موقع پر پچاسی فی صد لوگوں کو گندم کا ایک دانہ تک نہیں دیا گیا۔ جب یہ سوال میں نے یہاں پیش کیا تو اس کے جواب میں دفتروں میں بیٹھ کے لوگوں نے ایک لسٹ تیار کی۔ محکمہ مال نے لسٹ تیار کی اور ایسے گاؤں کے، ایسے دیہاتوں کے نام ڈال دیے جن کا کم از کم پورے ضلع قصور میں وجود نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ دو یونین کونسلوں میں ان کا وجود ہوتا۔ نمبر ۲، ایسے تمام افراد کے نام ڈال دیے جن میں سے اکثریت کے پاس تو زمین نام کی چیز ہی کوئی نہیں۔ ان کے آبا و اجداد نے کبھی کاشت کاری نہیں کی۔ بے شمار لوگ ہیں جن کا اس دنیا میں وجود نہیں۔ جناب والا! پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ اس سوال کے بعد جب میں نے یہ تحریک استحقاق دی تو یہاں سے جب اس کو verification کے لیے بھیجا گیا تو جن لوگوں کے نام انھوں نے یہاں بیٹھ کے درج کیے تھے دیہات میں جا کے محکمے کے لوگ ان کو دھمکیاں دیتے رہے۔ جناب والا! یہ آج سے ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے۔ مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان غرباء کو دھمکیاں دیتے رہے کہ آؤ، اس پر دستخط کر دو، انگوٹھا لگاؤ کہ ہم نے گندم لے لی ہے ورنہ تمھارے خلاف کوئی نہ کوئی کارروائی کی جائے گی۔ تحصیل دار اور اہل ارباب وہاں پر جا کر، پٹواریوں کو ساتھ لے کر یہ حرکات کرتے رہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس سے پہلے بھی ایسے واقعات ہوتے رہے کہ نیچے سے جواب آ گیا۔ منسٹر

صاحبان نے تو یہاں on the floor of the House وہی جواب پڑھنا ہوتا ہے جو نیچے سے آتا ہے۔ اس کا تدارک ہونا چاہیے اور اس کا تدارک میرے نقطۂ نظر سے اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور وہ لوگ جو اس میں ملوث پائے گئے ہیں ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کی جائے تاکہ آئندہ بیورو کریسی کے کسی بھی شخص کو اس بات کی جرأت نہ ہو کہ وہ اپنے متعلقہ وزیر کو ایسے غلط جوابات فراہم کرے اور اس مقدس ایوان کی بے حرمتی کا مرتکب ہو۔ جناب والا! یہ میری مختصر سٹیٹمنٹ ہے۔ اور اس کے ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ یہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔ شکریہ جناب والا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' جناب طارق بشیر چیمہ!

وزیر زراعت، شکریہ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں وضاحت کر دوں کہ آج تک محکمے سے وصول شدہ جواب پر جب تک میری اپنی تسلی نہیں ہوتی' میں نے floor of the House پہ کبھی اس کا جواب on record بیان نہیں کیا۔ جہاں تک معزز رکن کا مسئلہ ہے کہ ان کا ایک سوال تھا کہ سیلابوں میں حکومت نے جن لوگوں کو مفت بیج فراہم کیے ہیں ان کی لسٹ اور تفصیل فراہم کی جائے۔ وہ تفصیل ہم نے ایوان میں فراہم کی۔ The total number of people was 988 ۹۸۸ وہ افراد جن کو مفت بیج ملا' اس میں سے دس لوگوں کے نام معزز رکن نے دیے ہیں کہ یہ نام' exist نہیں کرتے۔ اسی طریقے سے کچھ چکوک کے نام' کچھ موضع جات کے نام فاضل رکن نے دیے ہیں کہ یہ چکوک یا موضع جات بھی اس علاقے میں exist نہیں کرتے۔ اور پھر ابھی جس طرح معزز رکن فرما رہے تھے کہ محکمہ مال والوں نے بیج تو لے لیا لیکن اپنے دفاتر میں بیٹھ کر لسٹیں تیار کیں۔ تو جناب والا! اگر ان کی یہ بات درست تسلیم کر لی جائے پھر تو اس کا جواب بھی محکمہ مال ہی کو دینا چاہیے۔ ہم نے بیج حکومت کی ہدایت پر' چیف منسٹر کی ہدایت پر ایک کابینہ کے فیصلے کے حوالے سے' یا کسی بھی پالیسی کے حوالے سے محکمہ مال کو مہیا کیا۔ لیکن چونکہ یہ اسمبلی کا ان کا سوال تھا۔ تو اس میں' میں گزارش کر دوں کہ سوائے اس کے' ان کی تحریک استحقاق کے بعد میں وضاحت کر دوں جب انھوں نے اپنی تحریک استحقاق دی ہے' اس کے بعد بھی ایک کمیٹی بنائی ہے جس میں اسسٹنٹ کمشنر چونیاں' ڈپٹی ڈائریکٹر' ریجنل منیجر پی اے ڈی اینڈ ایس سی' لاہور۔ ان تینوں افراد کی ایک کمیٹی بنائی اور جو نام معزز رکن نے دیے ہیں ان تمام کے حلفیہ بیان جو انھوں نے کہا ہے کہ یہ exist ہی نہیں کرتے' ان تمام کے

حلفیہ بیان جس کی تصدیق تحصیل دار نے باقاعدہ کی ہے' ان کے شناختی کارڈ کے نمبر' ان کے موقع جات ان کے چکوک میرے پاس ہیں۔ اگر یہ چاہیں تو میں پڑھ کے سنا سکتا ہوں۔ اگر یہ چاہیں تو اس کے بعد تشریف لے آئیں۔ جس طرح ان کی تسلی ہوگی۔ میرے خیال میں اس میں استحقاق کے حوالے سے کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے کہ جس میں استحقاق مجروح ہوا ہو۔ اگر ایک شکستہ تحریر کی وجہ سے یا غلط تلفظ کی وجہ سے ۹۸۸ لوگوں میں سے ایک آدھ یا دو چار ناموں میں غلط ہوا تو میرے خیال میں اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ فاضل رکن جس وقت تشریف لائیں گے تو میں ان کو تسلی کرا دوں گا۔ میرے خیال میں اس میں استحقاق مجروح ہونے والی کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مؤکل صاحب!

سردار حسن اختر مؤکل، جناب والا! میں نہایت افسوس کے ساتھ عرض کروں گا کہ معزز وزیر صاحب میرے بھائی ہیں۔ بات پھر وہیں پر چلی گئی۔ انھوں نے دو باتیں فرمائی ہیں۔ میں نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ مجھے اس بات پر بڑی حیرانی ہے' بیج تو ریلیف کا محکمہ دیتا ہے محکمہ زراعت کے منسٹر صاحب کو کہاں پر پھنسا دیا گیا۔ نمبر دو' اگر یہ وہ تحریر ساری پڑھ دیتے جو میں نے دس دیہات کے نام دیے ہیں تو بات واضح ہو جاتی کہ میں نے یہ لکھا ہے کہ چونکہ لسٹ بہت لمبی ہے' on the floor of the House میں یہ پیش نہیں کر سکوں گا' اس لیے میں چند دیہات اور چند نام پیش کر رہا ہوں۔ لیکن کمیٹی کے سامنے میں سارے حقائق لے آؤں گا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا ہے کہ یہ چند لوگوں کے ہی یا چند دیہاتوں کے نام آئے ہیں۔ نمبر تین' میں نے تو اس سے پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ ایک ہفتہ پہلے' بڑا اچھا ہوا مجھے یہ علم نہ تھا کہ یہ کمیٹی وزیر موصوف نے بنائی ہے۔ مجھے تو کوئی دہشت گردی کی علامت لگتی تھی کہ وہ لوگ گئے اور انھوں نے جا کر لوگوں کو گھروں سے پکڑا اور ان سے کہا' یہاں پر انگوٹھے لگاؤ' تم نے گندم لی ہے۔ اگر تم نہیں لگاؤ گے تو یاد رکھنا۔ جناب والا! اب آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ دیہاتوں میں جب اس قسم کے حکام پہنچ کر یہ باتیں کرتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ میں on the floor of the House آپ کی وساطت سے دعوے سے یہ بات کرتا ہوں کہ جناب وزیر صاحب! آپ میرے بھائی ہیں' ان لوگوں کے جن کے میں نے نام لیے ہیں باقی تو میں ثابت کروں گا اگر یہ ثابت ہو جائیں' حقیقت میں ان کو بلا کر میرے سامنے بٹھا کر کہ ان لوگوں کو ایک کلو گندم بھی ملی ہے تو یقین جانیے میں وہ سزا پانے کے لیے تیار ہوں گا جو یہ ایوان

تجویز کرے گا۔ مجھے افسوس اسی بات کا ہے کہ ابھی صبح سے پوائنٹ آف آرڈرز پر یہ بات چلتی رہی کہ جو غلط کاریاں اور سیاہ کاریاں یہ بیوروکریسی کرتی ہے ان کو shelter ہم لوگ دیتے ہیں اور اس کے بعد یہاں پر بات بھی یہ کرتے ہیں۔

جناب والا! بات نکلے گی تو بہت دور تک پہنچے گی۔ وقت آنے کا اور کل پھر اس پر میں بات کروں گا۔ یہاں پر میرے بہت سے معزز اراکین اور وزراء صاحبان بھی بیٹھے ہیں جن سے میں یہاں پر پوچھوں گا کہ کل آپ نے جو بات کی تھی اس کا جواب کیا آیا؟ تو میری یہ گزارش ہے کہ پھر ایک بار میرے معزز وزیر صاحب کو ان کے ماتحت عملہ نے mis-guide کیا ہے۔ یہ ہزاروں عوام کا مسئلہ ہے۔ سیلاب تو پھر آنے والا بن گیا۔ یہ پچھلے سیلاب کی بات کر رہے ہیں۔ وہاں آج تک لوگ یہ انتظار کر رہے ہیں کہ وہ امدادی رقوم' وہ امدادی بیج' وہ امدادی کھاد جو اخباروں کی زینت بنی' جو منادیوں کی زینت بنی وہ کہاں پر چلی گئی اور دوبارہ پھر سیلاب کی آمد آمد ہے۔ میری اپنے معزز وزیر صاحب سے یہ گزارش ہے کہ وہ مہربانی کریں اس بات کا سختی سے نوٹس لیں۔

میاں عبدالستار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میاں عبدالستار پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! آپ پہلے بھی کئی بار فرما چکے ہیں کہ جس وقت وزراء صاحبان ہاؤس میں بیٹھے ہوں تو انھیں اسمبلی بزنس کے علاوہ کوئی دیگر کام نہیں کرنا چاہیے۔ تو میں دیکھ رہا ہوں کہ جناب عطاء مانیکا صاحب دستخط پہ دستخط کیے جا رہے ہیں اور وہ اسمبلی کی کارروائی میں کوئی حصہ نہیں لے رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ان کو خود بھی یہ احساس ہے۔ وہ اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ میری بھی کوئی زندگی ہے کہ ہر وقت میں دستخطوں میں ہی لگا رہتا ہوں۔ ہاؤس کے اندر' لابی میں' اپنے کمرے میں' باہر' گھر میں' کار میں تبادلے کرنے کے یا منسوخ کرنے کے دستخط ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ ان کو خود بھی احساس ہے۔ لیکن سسٹم ایسا آ گیا ہے اور یہ آپ بھی سمجھتے ہیں۔ وہ کہاں جائیں؟ کیا کریں؟

سردار حسن اختر موکل، جناب سپیکر! میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ آپ بیشک وزیر موصوف صاحب کی سربراہی میں کمیٹی بنا دیں لیکن اس میں میری ایک تجویز ہے کہ محکمہ مال کا بھی ایک ایسا شخص' ایک ایسا فرد جو اہل اختیار ہو' جو صاحب اختیار ہو' وہ بھی اس کمیٹی میں ہو اور کمیٹی اتنی لمبی چوڑی نہ ہو کیونکہ میں نے بات ثابت کرنی ہے۔ اس کے لیے کمیٹی کو موقعہ پر جانا پڑے گا تو

میری یہ گزارش ہے کہ وہ اگر کمیٹی بناتے ہیں تو on the floor of the House اس بات کی یقین دہانی کرائیں کہ وہ کمیٹی جس نتیجہ پر پہنچے گی اس کی سزا ان کو ملے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی طارق بشیر چیمہ صاحب!

وزیر زراعت(جناب طارق بشیر چیمہ) ، جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں گزارش کروں کہ جس طرح ابھی فاضل رکن فرما رہے تھے کہ لسٹ بہت لمبی ہے۔ میں نے تو ابھی صرف دس بارہ نام لیے ہیں۔ تو ہمارے ہاں اس چیز کی تسلی کرنے کا یہی ایک سسٹم ہے کہ آیا اس شخص کو واقعی [illegible] ہے یا نہیں ملا۔ اس کے لیے ایک سہ رکنی کمیٹی بنی۔ انھوں نے چونیاں کے تحصیل ہیڈ کوارٹر میں اے۔ سی چونیاں کے دفتر میں باقاعدہ میٹنگ کی۔ دس بارہ آدمیوں کے شناختی کارڈ کے نمبر' ان کے حلفیہ بیان اور ان کا سیریل نمبر جس پر ان کو وہ سیڈ فراہم کیا گیا تھا وہ ساری کی ساری تفصیل میرے پاس ہے۔ اگر وہ لسٹ خاصی لمبی ہے اور ان کے پاس اور نام بھی ہیں تو میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ یہ میرے لیے بڑے قابل احترام ہیں۔ یہ میرے پاس تشریف لے آئیں اور ویسے بھی ایک چیز طے شدہ ہے کہ ابھی فاضل رکن فرما رہے تھے کہ آپ ایگریکلچر منسٹر کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنا دیں۔ اس سے یہ تو طے شدہ ہے کہ ان کا استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ یہ insist ہی نہیں کر رہے کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ یہ میرے پاس تشریف لے آئیں اور جب یہ تشریف لائیں گے تو جو بھی ان کا شک شبہ ہے یا اگر واقعی محکمہ مال کے کسی اہلکار نے کیا ہے تو Why not اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں اپنی بات واضح کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کی بات بھی سمجھ گیا ہوں اور ان کی بات بھی۔

سردارحسن اختر موکل، جناب والا! میں insist نہیں کر رہا بلکہ میری تو یہ خواہش تھی کہ اس کو ایک نئے انداز سے لیا جائے اور پھر اگر وزیر موصوف کو شوق ہے استحقاق کمیٹی کے سامنے پیش ہونے کا' تو ٹھیک ہے۔ میں نے تو تحریک استحقاق اسی لیے پیش کی ہے اور رولز کے تحت یہ ہے کہ on the floor of the House اگر جواب غلط دیا جاتا ہے تو پھر اس کا فیصلہ استحقاق کمیٹی کرتی ہے۔ میں پھر یہ عرض کروں گا کہ یہ اس ہاؤس کی کمیٹی بنانے سے کیوں بھاگتے ہیں؟ وہ اے۔ سی اور وہ ڈی۔ سی' ان کی [illegible]

ہیں۔

جناب والا! میں یہاں پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ گندم جو غرباء اور سیلاب زدگان کے لیے گئی تھی وہاں پر بڑے بڑے زمینداروں کے گھروں میں گئی اور وہاں سے بیوپاریوں کو بکی۔ یہ اس بات سے کیوں بھاگتے ہیں؟ مجھے آج وزیر زراعت کے اس رویے سے بڑی حیرانی ہو رہی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ان پر بھی یہ رنگ چڑھ گیا ہے۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ یہ یہاں پر ایک کمیٹی بنا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' مسئلہ یہ ہے کہ مجھے طارق بشیر چیمہ اور آپ دونوں پر بہت اعتماد ہے۔ میں آپ دونوں کی ہی' اور کوئی شخص شامل نہیں کرتا' کمیٹی بناتا ہوں۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کو بلا لیجیے اور یہاں اسی سیشن کے اندر اندر ہی فیصلہ کر لیجیے تب تک میں اس کو پینڈنگ رکھتا ہوں۔ تو طارق بشیر چیمہ آپ کی موجودگی میں ہی جو فیصلہ یہاں سنائیں گے وہ درست ہو گا۔ مجھے اعتماد ہے۔

سردار حسن اختر مؤکل، بالکل ٹھیک ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! غالباً آپ اب بجٹ پر بحث کا آغاز کرنا چاہ رہے ہیں تو میں اسی سلسلے میں آپ کی اجازت سے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے آپ لسٹ سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ آج بھی ہمارے 23 سپیکرز نے اپنے نام دیے ہیں۔ تو کچھ left over کل کے ہیں' کچھ left over پرسوں کے ہیں جو کہ اپنی باری پر نہ بول سکے چونکہ وقت ختم ہو گیا تھا۔ میں نہایت مؤدبانہ گزارش کروں گا کہ بجٹ پر بحث کے لیے ایک دن اور بڑھا دیا جائے۔ پہلے بھی ہم نے یہ درخواست کی تھی اور روایات بھی یہی ہیں کہ چھ دن بجٹ کی بحث پر رکھے جاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کھوسہ صاحب! تشریف رکھیں۔ آپ کو بھی پتا ہے کہ ایک شیڈول اناؤنس ہو گیا ہے اور اس شیڈول میں آگے ہم نے تین دن کٹ موشنز پر دیے ہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آج کا یہ ہاؤس جو تین بجے تک چلنا ہے اس کو اور آگے چلا لیں۔ چار بجے تک چلا لیں' پانچ بجے تک چلا لیں۔ یہ ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں اگر شروع کریں گے تو یہ اس طرح ہو گا کہ وہ دو گھنٹے بھی برابر ہیں ایک دن کے جس طرح کہ دیکھیں ناں آج اجلاس دس بجے کا شروع ہے اور سوا گیارہ ہو گئے ہیں ابھی تک ہم نے بجٹ پر بحث کا آغاز نہیں کیا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، تو اب تک جو گفتگو ہوئی ہے وہ غیر ضروری تھی؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، وہ بحث تو کارروائی کا حصہ ہوتی ہے۔

میزانیہ بابت سال 97-1996ء پر بحث

جناب ڈپٹی سپیکر، بہرحال ہم آغاز کریں اور adjust کرنے کی تمام کوشش کریں گے کہ فاضل اراکین بولیں۔ خصوصاً اپوزیشن کو ہم وقت دینا چاہتے ہیں۔ جی لاء منسٹر صاحب! آپ اس بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون، جناب والا! ہماری طرف سے یہ offer ہے کہ آج چونکہ ہم ان کو پورا موقعہ دینا چاہتے ہیں اس لیے ہماری طرف سے کوئی ممبر نہیں بولے گا۔ وہ تقاریر کر لیں۔ ہماری طرف سے اگر چیف منسٹر صاحب کچھ فرمانا چاہیں گے تو وہ فرمائیں گے اور پھر wind up ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں یہ ٹھیک ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، اس میں ہمارے 23 سپیکر بول لیں۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں کوشش کروں گا کہ زیادہ سے زیادہ تقاریر ہو جائیں۔ اب ہم بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ آج کی لسٹ میں سب سے پہلا نمبر سید ظفر علی شاہ صاحب کا ہے۔ تو ٹائم limit بھی جا دیجیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پندرہ پندرہ منٹ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو شاہ صاحب کوشش کریں کہ پندرہ منٹ کے اندر آپ اپنی بات کو مکمل کر لیں۔

وزیر قانون، جناب! پانچ منٹ تو شاہ صاحب کو بریکیں لگانے پر لگ جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، نہیں۔ شاہ صاحب بڑے ذہین ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں کوشش کروں گا۔ ویسے تو ہر معزز رکن کی تقریر 355 ایکڑ لمبائی پر ہے۔ (قہقہے) تو میں کوشش کروں گا کہ کم از کم وقت میں اپنا نکتہ نگاہ آپ کو پیش کر سکوں۔ ویسے بھی میری طبیعت اب ٹھیک نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

سید ظفر علی شاہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر، معزز اراکین اسمبلی! کیتھلین کیرٹ سے

ایوان قومی اسمبلی اور چھوٹے ایوانوں میں بجٹ پر پچھلے ہفتے عشرے سے بحث جاری ہے ۔ جناب سپیکر! پوری دنیا کے مہذب اور جمہوری ممالک میں سال میں ایک دفعہ قوم کے لیے بجٹ پیش کیا جاتا ہے اور پاس کیا جاتا ہے لیکن جناب سپیکر! پاکستان وہ بدقسمت ملک ہے جس میں سال کے ۳۶۵ دنوں میں ۳۶۵ بجٹ پیش کئے جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ مظلوم قوم ہر روز صبح اٹھ کر بس ویگن کے کرائے سے لے کر دھنیا ٹماٹر اور پیاز کی قیمتوں سے لے کر بجلی ، سوئی گیس اور فون کی قیمتوں میں اضافے کا اعلان سنتی ہے اور جناب سپیکر! آج یہی وجہ ہے کہ پوری قوم نے لنڈی کوتل سے لے کر لانڈی تک پاکستان کی موجودہ وفاقی حکومت کے وفاقی بجٹ کو مسترد کرتے ہوئے اس سے خوف زدہ ہوتے ہوئے اس بجٹ کو آفت زدہ قرار دیتے ہوئے ۲۲ جون کو ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔

جناب سپیکر! یہ یونیک ہسٹری کی بات ہے کہ ابھی وفاقی بجٹ بحث کے مراحل میں گزر رہا ہے لیکن پوری قوم کی چیخیں نکل رہی ہیں پوری قوم نے۔۔۔۔

میاں محمد رفیق آرائیں ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ پوری قوم کا ذکر کر رہے ہیں ہم تو اس میں شامل نہیں ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، بالکل آپ شامل نہیں ہیں۔ اگر آپ شامل ہوتے تو آپ یہ خونیں بجٹ کبھی نہ دیتے میں نے کب کہا ہے کہ آپ قوم کا حصہ ہیں۔ آپ قوم کا حصہ نہیں ہیں آپ تو قوم کو قتل کرنے والے لوگ ہیں ۔ قوم کی نبض پر آپ کا ہاتھ نہیں ہے ۔ آپ تو قوم کو لوٹ رہے ہیں۔ جناب سپیکر! یہاں کو کیسے غلط فہمی ہو گئی کہ یہ قوم کا حصہ ہیں۔ میں نے تو اس قوم کی بات کی ہے جس قوم کی گردن پر چھری چل رہی ہے۔ جناب سپیکر! یہ اس مغالطے میں نہ رہیں۔ ہمارے قائد حزب اختلاف نے۔۔۔۔۔۔

میاں محمد رفیق آرائیں، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اگر ہم قوم کا حصہ نہیں ہیں تو یہ بھی قوم کا حصہ نہیں ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! ٹھیک ہے آپ اپنی تقریر جاری رکھیں ۔ دیکھیے یہ ان کا اپنا ایک انداز ہے ۔۔۔۔۔۔ جی آپ interrupt نہ کیجیے ۔ جی شاہ صاحب!

سید ظفر علی شاہ ، بہر حال جناب سپیکر! آپ ان کو سمجھالیں گے یا قوم انہیں سمجھائے گی اور

انقلاب فرانس کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں ' آپ انقلاب روس کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں اس وقت کے بھی حکمران اسی انداز سے سوچا کرتے تھے ۔ اسی انداز سے بات کیا کرتے تھے ۔ جناب سپیکر! اس انقلاب کی ہسٹری اٹھا کر دیکھ لیں اور ان کے صرف آخری chapter دیکھ لیں کہ اس وقت بھی اس وقت کے حکمرانوں پر اسی طرح کی پٹی بندھی ہوئی تھی اس وقت بھی ٹیکسز کی حالت یہی تھی کہ تندور پر ' چولہے پر اور روٹی پر ٹیکس لگ چکا تھا اور آج میرے بھائی انقلاب فرانس اور انقلاب روس کے جراثیم آپ کی معاشی حدوں کو پھلانگ چکے ہیں اور داخل ہو چکے ہیں آپ کر [illegible] ہے ہیں ۔ آج بڑے سے لے کر چھوٹے اور چھوٹے سے لے کر بڑا آدمی چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے اور قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف نے اور صوبائی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف نے ایک بڑے خوفناک انقلاب کا اندیہ آپ کو دیا ہے ۔ آپ کیا سمجھتے ہیں آپ کیا تقاریر برائے تقاریر کر رہے ہیں ۔ تقاریر کے لیے بڑی جگہ پڑی ہیں ۔ جناب سپیکر! ہمیں یہ بھی پتا ہے کہ ہم بھینس کے آگے بین بجا رہے ہیں لیکن بھینس کو بین سنانا مقصود نہیں ہم اپنی قوم کو بتا رہے ہیں کہ آپ کے نمائندے ' اصل نمائندے آپ کے دکھ درد کو سمجھتے ہیں ان کی دکھتی رگ پر جب آپ ہاتھ رکھیں تو انہیں تکلیف اور پریشانی ہو جاتی ہے اور جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کرپشن کا لفظ اتنا استعمال ہو چکا ہے اور کرپشن سوسائٹی کی رگوں میں اتنی رچ بس گئی ہے جس طرح انٹر ویئس ٹیکہ لگایا جاتا ہے اور میں تو یہ کہوں گا کہ اے ارباب اقتدار! آج اگر آپ کرپشن ختم نہیں کر سکتے تو اس کو legalize کر دیں تاکہ دنیا میں ہم اپنا منہ کالا نہ کرا سکیں ۔ دنیا کے میڈیا میں نمبر ۱ اور نمبر ۲ پر کرپشن میں ہمارا نام آتا ہے اگر آپ اس کو legalize کر دیں تو کم از کم یہ تو نام آئے گا کہ بڑے قانون پسند لوگ ہیں یہ قانون کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ کرپشن قانونی طور پر legalize ہو گئی ہے۔ جناب سپیکر! کرپشن' کرپشن' کرپشن سن کر ایسے محسوس ہو رہا ہے کہ every body is looting every body. میں آپ کی جیب کاٹ رہا ہوں اور آپ میری جیب کاٹ رہے ہیں۔ کلرک سیکرٹری کو لوٹ رہا ہے اور سیکرٹری وزیر کو لوٹ رہا ہے اور وزیر پورے ملک کو لوٹ رہا ہے ۔ جناب سپیکر! کسی جگہ پر کوئی end ہونا چاہیے۔ کوئی اختتام ہونا چاہیے۔ جناب سپیکر! بات آئے گی اور پھر شاید کسی کو تکلیف ہو کہ وفاقی مسئلہ ہے۔ اس دن قائد حزب اختلاف نے بڑی تفصیل سے--- اور میں نے اپنے پلے سے سو سوا سو روپیہ لگا کر اپنے قائد حزب اختلاف کی وہ ٹیپ محترمہ وزیر اعظم پاکستان بے نظیر صاحبہ کو بھیج رہا ہوں کہ وہ

food for thought ہے سوال جناب سپیکر! ۲۵۵ ایکڑ کا نہیں ہے جب ۳۳۵ ایکڑ کی بات آتی ہے تو یہاں پر چیخ نکل جاتی ہے کہ ذکر مت کریں یہ مسئلہ تو وفاق کا ہے اور اس کا جواب تفصیلی طور پر تقریر میں دیا گیا تھا تو جناب والا! یہ وفاق کی بات نہیں ہے یہ ایک 'ایک گھر کی بات ہے ' یہ ایک ایک چولہے کی بات ہے ' یہ ایک 'ایک دکان کی بات ہے یہ ایک 'ایک ادارے کی بات ہے۔۔۔

وزیر خزانہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آج کے ہمارے قومی اخبارات میں بڑے واضح طور پر یہ خبر چھپی ہے کہ محترمہ نے سنڈے ایکسپریس کو اس سلسلے میں قانونی نوٹس جاری کیا ہے اور یہی مطالبہ تھا کہ اگر ایسی بات غلط ہے تو محترمہ یا آصف زرداری صاحب عدالتی چارہ جوئی کیوں نہیں کرتے اور یہ قومی اسمبلی حزب اختلاف کی طرف سے اور یہاں پر حزب اختلاف کی طرف سے بار بار کہا جاتا رہا ہے ۔ آج سنڈے ایکسپریس کے ایک نمائندہ کے حوالے سے بھی ایک خبر چھپی ہوئی ہے کہ ان کو اس سلسلے میں نوٹس مل گیا ہے اور وہ اپنے لیگل ایکسپرٹ سے اس سلسلے میں صلاح مشورہ کر رہے ہیں ۔ میں یہ آپ کی وساطت سے شاہ صاحب کی خدمت میں اور اپوزیشن کی خدمت میں یہ اطلاع عرض کرنی چاہتا تھا اور جب کسی معاملے میں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سندھو صاحب! آپ کو بڑا وقت ملتا ہے اگر اس وقت آپ کریں تو میرے خیال میں مناسب ہو گا۔ مہربانی۔۔۔ جی شاہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا ! میں یہ تاثرات دھرانا چاہتا ہوں کہ کم از کم وزیر خزانہ کو پوائنٹ آف آرڈر پر interrupt نہیں کرنا چاہیے ۔ جب یہ وائنڈ اپ کریں گے ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں جی ۔ میں نے ان کو کہا ہے کہ ان کے پاس تو وقت ہے ۔۔۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، لیکن جس بات کا یہ حوالہ دے رہے تھے میں اس کے لیے پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوا ہوں ۔

جناب والا! صرف جنگ میں وزیر اعظم صاحبہ کی طرف سے ایک خبر آئی ہے ان کے شوہر کی طرف سے کوئی بیان نہیں آیا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بہرحال یہ ایک disputed matter ہے ۔ آپ ان کو تقریر کرنے دیں۔۔۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ۔ تو جناب والا ! میں آپ کی ہدایت چاہوں گا کہ وہ پوائنٹ آف آرڈر نہ کریں وائنڈ اپ میں جو وہ کہنا چاہتے ہیں وہ کہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے ان کو روک دیا ہے۔ میں نے ان کو وہی کہا ہے۔ جی شاہ صاحب!

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں فنانس منسٹر کا مشکور ہوں۔ سوال اس بات کا نہیں۔ اچھا کیا کہ انہوں نے نوٹس لیا۔ ان کا حق تھا انہیں پہلے دن دے دینا چاہیے تھا ۔ پہلے دن ہی پرائم منسٹر صاحبہ کا یہ سوال نہیں ہونا چاہیے تھا ۔ آپ کا right ہے۔ آپ دیں ۔ یہ کام تو آپ کو پہلے دن کرنا چاہیے تھا۔ تاکہ اتنا طبلہ نہ بجتا اتنا شور نہ مچتا ۔ لیکن جناب سپیکر! میں اور angle سے بات کر رہا ہوں کہ وہ الزام سچا ہے یا جھوٹا ہے ۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا آج کل تو دنیا بڑی سکڑ گئی ہے گھر بیٹھے بیٹھے ' لیٹے لیٹے پتہ چل جاتا ہے کہ دنیا کے کس کونے میں کیا ہو رہا ہے کونسا سربراہ کیا کر رہا ہے ۔ اس لیے جناب سپیکر! وہ تو اور بات ہے ۔ میں تو جناب سپیکر! اس انداز سے سوچ رہا ہوں کہ اسلامی خدا داد مملکت کے سربراہ کے بارے میں اتنی بات بھی کیوں ہو۔بات تبھی ہوتی ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے اور آج جناب پرائم منسٹر صاحبہ کی وہ تقریر اور وہ اعلان میرے کانوں میں گونج رہا ہے ۔ یہ اکتوبر 1995ء کے بعد کی بات ہے ۔ یہ اس ڈیل کے بعد کی بات ہے ۔ جب محترمہ پرائم منسٹر صاحبہ کہتی ہیں کہ پارلیمنٹ کے اراکین کو اسلام آباد پارلیمنٹ کے ساتھ دو دو کنال کے پلاٹ دیے جائیں گے ۔ سب سے پہلا اعلان لیڈر آف دی ہاؤس محترمہ کی طرف سے آیا تھا ۔ اب مجھے پتا چلا ہے کہ پارلیمنٹ کے ممبران کو یہ آفر کیوں دی گئی تھی ۔ اس لیے کہ وہ ہر ممبر پارلیمنٹ کے ساتھ 355 ایکڑ کو at par کر رہی تھی ۔ جناب سپیکر! جب ملک کا سربراہ ' جب گھر کا باپ ' جب گھر کی ماں کرپشن کے بیج بونے گی تو اس کی اولاد ' اس کا ملک ' اس کے عوام کرپشن کریں گے ۔ مجھے اس کلرک اور ٹریفک کے سپاہی سے کوئی گلہ نہیں جو ٹرک والے سے بیس پچیس تیس روپے ہتھیا لیتا ہے ۔ قائد حزب اختلاف کی تقریر کے دوران میرے ایک دوست نے کہا کہ پھر اور بات بھی ہو گی ۔ یہ جوڑے کی بات کیوں کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! مسز تھیچر بھی پرائم منسٹر رہی ہیں اس کے خاوند کے بارے میں کبھی کسی نے کیوں بات نہیں کہی اور نہ ہی پڑھی ۔ اس لیے کہ وہ عوامی دنیا اور سیاسی دنیا سے الگ تھلگ تھا۔ جس وزیر اعظم کا خاوند یا جس وزیر اعظم کی بیوی اگر ملک کے سیاسی معاملات میں ملوث ہو گی تو لوگ

کو ایک طرف رکھتے اور اگر شوہر عزیز ہے تو شہرت داؤ پر لگے گی۔ جناب سپیکر! جتنا بڑا آدمی ہو گا اتنا اس کا بڑا گناہ نظر آئے گا۔ اور میں تو اس زاویے سے بات کر رہا تھا کہ عام آدمی تو یہ بھی کہہ رہا ہے۔ ہم پارلیمنٹرین ہیں اور کہتے ہیں کہ قوم کا سرمایہ ادھر چلا گیا یا قوم کا بجٹ ادھر چلا گیا۔ انکم ٹیکس اتنا کھا رہے ہیں۔ انھوں نے خرید کیسے کر لی۔ عام آدمی تو یہ کہتا ہے کہ ہمارے سربراہان کو اور ہمارے ارباب اقتدار کو پاکستان کی سرزمین سے کوئی محبت نہیں۔ وہ برطانیہ اور امریکہ سے ادھر ادھر نہیں سکتے' رہ نہیں سکتے۔ جناب سپیکر! جس ملک کے سربراہ کا اپنی سرزمین سے پیار مشکوک ہو جائے تو اپنی سوہنی دھرتی یہ اس کو اقتدار کرنے کا اور حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ یہ وہ بات ہے جو عام شہری کو pinch کرتی ہے۔ پاکستان میں خرید لیں۔ لاڑکانہ میں بھی جاگیریں ہیں۔ اسلام آباد میں خرید لیں۔ پورا پاکستان خرید لیں۔ کم از کم مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ ان کی ہر چیز خریدی ہوئی یہاں پر ہو گی' یہاں کی عوام کی دسترس میں ہو گی۔ کبھی تو ایسی پارلیمنٹ آئے گی جو ان کی اس ناجائز دولت اور پراپرٹی کو forfeit کر سکے گی۔ جناب سپیکر! سات سمندر پار اگر پراپرٹی ہو گی تو ایسی باتیں ہوں گی۔

جناب سپیکر! میں دوسرے ٹریک پر چلا گیا تھا۔ جناب سپیکر! بیروزگاری' غربت' مہنگائی اور بے حیائی نے پوری کی پوری قوم کو ننگا کر دیا ہے۔ آج غربت کی وجہ سے آدھی سے زیادہ قوم ننگی نظر آ رہی ہے۔ جناب سپیکر! میں نے پہلے عرض کی تھی کہ میری تقریر 355 ایکڑ پر محیط نہیں ہے۔ دس منٹ کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وقت کسی کے قابو میں نہیں ہے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! یقیناً نہیں ہے لیکن اتنا وقت ضرور ہونا چاہیے کہ میں اپنا نقطہ نگاہ پیش کر سکوں۔ جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اس آدھی سے زیادہ قوم کو مہنگائی نے ننگا کر دیا ہے اور جو رہ گئی ہے اس کو بے حیائی نے ننگا کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! حکومت کے زیر کنٹرول الیکٹرونک میڈیا ٹیلی ویژن اور ریڈیو جو کہ اس وقت اس طرح نظر آتا ہے کہ جیسے پوری کی پوری قوم کسی ننگے حمام میں بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ ایک اسلامی مملکت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ایک اشتہار کو۔ آپ نے بڑی دفعہ سنا اور دیکھا ہو گا۔ ٹیلی ویژن پر اشتہار آتا ہے۔ ایک دوست دوسرے دوست سے پوچھتا ہے۔ "یار کیا سوچ رہے ہو۔ وہ کہتا ہے یار سوچ رہا ہوں۔ ایک لمبی سی گاڑی ہو' اس میں لڑکی پیاری ہو'

میری اس سے یاری ہو ۔" جناب سپیکر! لعنت ہے جس گورنمنٹ کنٹرولڈ میڈیا سے قوم کی ماؤں بہنوں کو یہ اشتہار دکھلایا جائے کہ گاڑی ہو ' لڑکی پیاری ہو اور اس سے میری یاری ہو ۔ shame for this Government ٹیلی ویژن تو ٹیلی ویژن تھا ۔ اب ایک اور ایف ایم ریڈیو چل رہا ہے ۔ چوبیس گھنٹے سروس ہے ۔ اناؤنسر اس کا مرد ہوتا ہے اور ٹیلیفونز اس کو لڑکیاں کرتی ہیں۔ اناؤنسر لڑکی ہو تو ٹیلیفونز اس کو مرد کرتے ہیں۔ کیا کیا گفتگو ہوتی ہے کیا کیا باتیں ہوتی ہیں۔ مجھ سے ایک آدمی پوچھنے لگا کہ ایف ایم کا کیا مطلب ہے ۔ میں نے اس سے کہا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اردو اور فارسی میں اگر یہ کہا جائے کہ جیسے مادر پدر آزاد ٹیلیویژن ۔ یہ ایف ایم ریڈیو ہے فادر مدر آزاد ریڈیو ۔ اس لیے اس کا یہ سرکاری نام ہے ۔ اس کو انھوں نے ذرا الٹا کر دیا ہے ۔ جناب سپیکر! پاکستان کے شہریوں کو ایک طرف بھوک نے تنگ کیا ہوا ہے ۔ ایک طرف ان کو بچوں کی فیس کا پریشیر ہے ۔ ایک طرف جناب سپیکر! اس کی بیوی یا بیماری کے لیے علاج کا پریشیر ہے ۔جب اس قسم کی بکواسات جب وہ الیکٹرونک میڈیا پر سنتا ہے تو اس کی ذہنی کیفیت کیا ہوتی ہے اس کا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں چونکہ آپ سیاسی ورکر ہیں اور پولیٹیکل ورکر سے زیادہ کیمرہ اور ایکسرے مشین کے ذہن کا حامل اور کوئی شخص نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! وفاق میں 41 ارب کے ٹیکس لگائے گئے ہیں ۔ 41 ارب کے ٹیکس لگا کر 61 ارب کا خسارہ بتایا گیا ہے ۔ توبہ توبہ توبہ ۔ جناب سپیکر! ٹیکسوں کا بوجھ دیکھ لیں۔ پھر خسارے کا اعلان دیکھ لیں۔ اپنے ملک کی کرپشن کی کیچ دیکھ لیں اور اس کا مستقبل آپ بتا دیں۔ آج ہمارے سپیکر محترم حنیف رامے صاحب نے یہ کہا ہے کہ ہمارا ملک سیاسی لحاظ سے 1965 ء پر چلا گیا ہے اور بڑا مضبوط ہے ۔ پتا نہیں انھیں کیسے مضبوط نظر آ رہا ہے ۔ جناب سپیکر! آپ نے گھنٹیاں بجانی شروع کر دی ہیں اور میری طبیعت میں گڑبڑ شروع ہو گئی ہے ۔

جناب سپیکر! جو اعداد و شمار دکھائے گئے ہیں ان کے مطابق 86 ارب ڈائریکٹ ان ڈائریکٹ ٹیکسز کی شکل میں پیش کرنا ہیں۔ جناب سپیکر! پاکستان کی اور اس صوبے کی اتنی ناتواں قوم، مظلوم قوم کی اس دن تفصیلی تصویر جناب قائد حزب اختلاف نے کھینچی ہے ۔ بہت عنوان ہیں۔ اتنا بڑا بجٹ آپ نے ہمیں دیا ہے ۔ صرف دو تین کی بات کرتا ہوں ۔ تعلیم اور صحت کی بات کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! صحت کی حالت یہ ہے ۔ کل کسی ممبر نے یہاں پر کہا ہے کہ پریویلج کلاس میں جو گورنر

نے لوٹ مار مچائی ہے جو گورنر نے ہمارے ملک کا' ہمارے صوبے کا فارن ایکسچینج لوٹا ہے اس کی تفصیل قائد حزب اختلاف بتا چکے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ کو میں کسی دور دراز کے ہسپتال میں نہیں بھیجتا۔ آپ کو ایسی جگہ نہیں بھیجتا جہاں پر جہاز نہیں جاتا۔ آپ یہیں باہر نکل کر میو ہسپتال میں چلے جائیں' سروسز ہسپتال کے باہر گیٹ پر چلے جائیں صرف اپنے بیس منٹ وہاں پر ضائع کریں۔ آپ کو اپنے شہریوں کی بیماریوں کا پتا چل جائے گا۔ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں اور انٹرویو لے کر دیکھیں۔ لاہور جیسے دارالخلافہ کی بات کر رہا ہوں۔ میں دور دراز' کہیں چونیاں' بہاول نگر یا گوجر خاں کی بات نہیں کر رہا۔ میں آپ کے دارالخلافہ کی بات کر رہا ہوں۔ جب اسمبلی کی بریک ہو تو آپ بیس منٹ کے لیے وہاں چلے جائیں اور واپس آ کر ہمیں بتائیں کہ صحت کے بارے میں' بیمار اور مریض کے بارے میں' ہسپتال کی treatment اور ادویات کے بارے میں آپ کی سروے رپورٹ کیا ہے؟

جناب سپیکر! privileges class کی یہ حالت ہے کہ------

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ کو بیس منٹ ہو گئے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! آخر میں ایک دو آئینی تجاویز دینی ہیں وہ ضروری ہیں باقی میں مختصر کر لیتا ہوں۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا: جناب والا! میرا وقت بھی شاہ صاحب کو دے دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ کا نام فہرست میں ہے؟

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا: جی ہے آپ بے شک دیکھ لیں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! میں عرفان ڈاہا صاحب کا مشکور ہوں لیکن وہ بے شک اپنا وقت لیں کیونکہ میں کوشش کروں گا کہ جلد ختم کر لوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں اگر ایسا کیا گیا تو پھر یہ ایک رسم چل نکلے گی بہر حال شاہ صاحب! آپ کو دس منٹ اور دے دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی فرمائیں۔

میاں محمد شہباز شریف : جناب والا! گزارش یہ ہے کہ یہ اس ہاؤس کی نہیں بلکہ پورے پاکستان اور وفاقی پارلیمنٹ میں set tradition ہے کہ اگر کوئی فاضل ممبر اپنا وقت کسی اور مقرر کو دینا چاہے تو اس کا پورا وقت دوسرے مقرر کو ملتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں یہ کوئی ایسا hard and fast rule نہیں ہے موقع کی مناسب سے ایسا ہو سکتا ہے۔ میں اس کو ایسا نہیں بنانا چاہتا کہ بالکل ایک پختہ بات ہو جائے۔ یہ سپیکر کی صوابدید ہے اور موقعے کی مناسبت سے وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ بہر حال میں شاہ صاحب کو تو وقت دے رہا ہوں۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب والا! میں تو آپ سے قومی اسمبلی کی set tradition عرض کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں ایسا نہیں ہے بہر حال میں نے ان کو 30 منٹ دے دیے ہیں۔ پندرہ ان کے اپنے اور پندرہ منٹ ڈاہا صاحب کے۔ شاہ صاحب! اب آپ مہربانی کریں اور اپنی تقریر مکمل کریں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! میں اپنے دوستوں اور آپ کا مشکور ہوں۔ میں کوشش کروں گا کہ اپنی بات کو مزید مختصر کروں اور جناب والا! اسی لیے تو میں آپ کو چیچو کی ملیاں یا گجر خان لے کر نہیں گیا۔ میں short ہونا چاہتا ہوں اور اسی لیے میں اپنے foot - step کے ہسپتالوں کی بات کر رہا ہوں کہ آج پوری قوم کی آنکھیں بیماری کی وجہ سے کسی مردے کی طرح اندر دھنسی ہوئی ہیں۔ علاج کی جو بنیادی سہولتیں ہیں اس سے بھی وہ محروم ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں برسر اقتدار طبقہ ' privileges طبقہ ' ایک مخصوص طبقہ پچھلے پچاس سال سے اس ملک کو گدھوں کی طرح نوچ رہا ہے اس لیے ہم بار بار کہتے ہیں اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ سیاسی کارکن کی حیثیت سے ہمیں انقلاب نظر آ رہا ہے۔ جناب سپیکر! یہ قوم جس کی کالیں پچکی ہوئی ہیں ' وہ کتنی مفلوک الحال ہے اس کا اندازہ آپ یقیناً لگا سکتے ہیں ممکن ہے کہ بڑے سپیکر نہ لگا سکتے ہوں۔ جناب والا! تعلیم کی کس کس پالیسی کا ذکر کروں؟ میں لمبی چوڑی بات نہیں کرتا کیونکہ حکومت نے کوئی پالیسی دی ہی نہیں۔ بے روزگاری سے لے کر مہنگائی، تعلیم، صحت تک کوئی پالیسی تو ہے ہی نہیں۔ سارا سلسلہ ایڈہاک ازم اور دھکے بازی سے چل رہا ہے۔ جناب سپیکر! جس قوم کا تعلیم کا معیار یہ ہو وہ کیسے ترقی کرے گی میں اس

اور کہیں دور کسی دوسرے شہر میں نہ جائیں بلکہ لاہور شہر کے اردو بازار جو کہ کتابوں کی سب سے بڑی منڈی ہے وہاں چلے جائیں اور آپ وہاں کسی دکان دار سے کہیں کہ یہ پرائمری کا نصاب ہے اور مجھے اس نصاب کی کتابیں نکال کر دیں' یہ مڈل کا نصاب ہے اس کی کتابیں نکال کر دیں' یہ میٹرک کا نصاب ہے کتابیں نکال کر دیں۔ جناب سپیکر! آپ یقین جانیں کہ کسی جماعت کی بھی آپ کو پوری کتابیں نہیں ملیں گی۔ نصاب کی کتابیں تو مارکیٹ میں میسر نہیں ہیں اور آپ پھر بھی یہ فخر سے کہتے ہو کہ آپ اپنی قوم کی تربیت کر رہے ہیں۔ اگر کسی کلاس کا نصاب ہے تو کتاب نہیں ہے اور اگر کتاب ہے تو کلاس کا ٹیچر کہتا ہے کہ یہ کتاب آپ کے نصاب میں شامل نہیں ہے۔ جناب والا! کس کس بات کا رونا روئیں؟ قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر wind up کرتے ہوئے سات آٹھ مطالبے کیے تھے اور تجاویز دی تھیں جن میں حج اور عمرے کا ذکر بھی تھا۔ ہر سال ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حج اور عمرے پر فارن ایکسچینج کے کروڑ ہا روپے لگ جاتے ہیں۔ لیکن قوم کے لیے کیا ہوتا ہے؟ صرف ٹیلیویژن یا اخبار میں سرکاری حوالے سے ایک خبر آتی ہے' ایک فوٹو آتا ہے کہ صدر پاکستان یا وزیراعظم حرم شریف میں بیٹھے ہیں اور نیچے caption یہ لگا ہوتا ہے کہ صدر پاکستان یا وزیراعظم حرم شریف میں یا روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر زار و قطار رو رہے ہیں۔ جناب سپیکر! روئے تو یہ قوم' زار و قطار روتے تو ہم ہیں۔ انھیں کس بات کا رونا ہے؟ مال ہمارا اور گناہ وہ اپنے بخشوا رہے ہیں۔ جناب والا! زار و قطار تو میں رو رہا ہوں کہ ہمارے مال پر اپنے گناہ بخشوانے جا رہے ہیں۔ یہ جائز مطالبہ ہے آنے والی ہر حکومت کے لیے law making کر دیں کہ جس کسی نے بھی اپنے گناہ بخشوانے ہیں وہ اپنی جیب سے بخشوائیں۔ ہمارے مال پر زار و قطار نہ روئیں۔ ہمیں زار و قطار روتا ہوا چھوڑ کر آپ پورے کا پورا بوئنگ بھر کر چلے جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! کچھ حد اخوفی ہونی چاہیے۔ subjects بہت سارے ہیں اور ہر subject پر دس دس دن تک بات ہو سکتی ہے۔ میں عدلیہ کے حوالے سے بات اس لیے کروں گا کہ ابھی پرسوں کی بات ہے کہ ہمارے first man of the Country کے بزرگ والد محترم حاکم علی زرداری صاحب نے سپریم کو criticise کرتے ہوئے کہا ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان جمہوریت کے آگے رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ یعنی آج جو تھوڑا بہت releaf قوم کو عدلیہ کے حوالے سے مل رہا ہے وہ بھی نہ ملے۔ عدلیہ ایک تیسرا constitutional pillar ہے اور آج عدلیہ کے ساتھ ایک constitutional body جو کہ executive body ہے جس طریقے سے treat کر رہی ہے

مقننہ اور کسی باہر کھڑے ہوئے کلاشنکوف اٹھائے ہوئے ڈاکو میں کوئی تمیز نہیں رہے گی ۔ یہ معاشرہ آپس میں ٹکرا جائے گا اور اس کی تمام تر ذمہ داری ان لوگوں پر ہے جو اپنے دل و دماغ کے اندر اس ملک کی بقا اور فلاح نہیں دیکھنا چاہتے۔ ورنہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ سیاست دان اقتدار میں ہو یا حزب اختلاف میں سیاست دان ولی ہوتا ہے وہ اپنی قوم کا سرپرست ہوتا ہے ۔ اقتدار اعلیٰ جو اللہ تعالیٰ کا ہے سیاست دان اس اقتدار اعلیٰ کو امانت کے طور پر اپنے ملک کے اندر استعمال کرتا ہے ۔ جناب سپیکر ! بہت ساری باتیں تھیں لیکن میں آخر میں ایک constitutional تجویز عرض کروں گا ۔ یہ ایک open secret ہے ' یہ ایک open debate ہے کہ ہر حکومت اور موجودہ حکومت IMF dictation کے تحت taxes لگاتی ہے ۔ ایسے محسوس ہو رہا ہے کہ پاکستان ' ہمارا ملک IMF کی ٹیکسی بن گیا ہے ' IMF ہمارے ملک پر اس طرح سوار ہو گیا ہے کہ جیسے ایک بیلو کیپ ٹیکسی پر روپے دے کر سوار ہوا جاتا ہے ۔ جناب سپیکر! کل اس پوری قوم کو ہڑتال کی اپیل ہے ۔ پورے ملک کی ذمہ دار نمائندہ حزب اختلاف کی طاقتوں نے پوری قوم کو بجٹ کے حوالے سے کال دی ہے ۔ بجٹ کو مسترد کرتے ہوئے ہڑتال کی کال دی ہے ۔ جناب سپیکر! اب بھی وقت ہے' کچھ نہیں گیا اور مشورہ کسی جانب سے بھی آئے ' حزب اختلاف کی جانب سے آئے اپنے ملازم کی طرف سے آئے ' چپڑاسی کی طرف سے آئے تو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ مشورہ دینے والا کون ہے بلکہ دیکھنا یہ چاہیے کہ مشورہ بذاتِ خود کیسا ہے ۔ اگر ہمارے اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے ارباب اقتدار دیانت دار ہیں ' دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ وہ ملک کی smooth running چاہتے ہیں تو اب بھی وقت ہے ابھی کچھ نہیں گیا کہ وہ آئین کے آرٹیکل 85 کے تحت پاکستان کی قومی اسمبلی جس کو اختیار ہے اور آرٹیکل 125 جس میں صوبائی اسمبلی کو ' ہمیں اس بات کا اختیار ہے کہ ہم advance grants ایمرجنسی حالات میں یا کسی وقت بھی منظور کر سکتے ہیں ۔ جناب والا! اگر قائد حزب اقتدار قومی اسمبلی میں ---- اگر میری آواز ان تک جا سکتی ہے اور جناب پہنچا سکتے ہیں۔ اور میں اپنے محترم قائد حزب اختلاف کی اجازت سے اور ان سے پوچھتے ہوئے کہ اگر یہاں پر میری آواز قائد ایوان کے کمرے میں جا رہی ہے تو ان کی خدمت میں اور آپ کی وساطت سے اس صوبائی اسمبلی کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ان آرٹیکل کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم ایک ایک مہینے کے خرچے کے لیے' میں صرف جولائی کی بات کر رہا ہوں کہ جولائی کے ایڈوانس اخراجات کے لیے ہم unanimous ووٹ دیتے ہیں ۔ میں یہ بات قائد حزب اختلاف سے پوچھے بغیر کہہ رہا ہوں لیکن ان کی اجازت سے کہ ایک ماہ کے اخراجات کے لیے ہم آپ کو unanimous advance

vote دیتے ہیں ۔لیکن اس شرط پر کہ آج قائد ایوان یا ان کے نمائندے وزیر خزانہ اور اسی طرح قومی اسمبلی میں قائد ایوان یا ان کے نمائندے وزیر خزانہ اسمبلی میں اٹھ کر یہ 97-1996ء کے پیش کیے ہوئے بجٹ واپس لے لیں اور ایک ایک مہینے کے ایڈوانس اخراجات کی منظوری لے لیں اور بجٹ کو reshape کریں ، ٹیکسز واپس لیں تاکہ ان کی دیانتداری کا پتا چلے کہ وہ مخلص ہیں اور قوم کو صحیح راستے پر لے جانا چاہتے ہیں ۔ جناب والا ! میں آپ کا اور معزز اراکین کا مشکور ہوں Thank you very much (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ ۔ جناب سید تابش الوری

سید تابش الوری ، جناب سپیکر ! آپ کے توسط سے نئے دور اور نئی بہاروں کے پیامبر محترم افضل سندھو وزیر خزانہ کو شاعرانہ زبان میں مخاطب کرنا چاہتا ہوں کہ ۔

آپ کہتے ہیں کہ نئے دور کا آغاز ہوا
سایہ افگن وہی دیرینہ فسوں ہے اب بھی
آپ کہتے ہیں کہ رنگ چمنستان بدلا
دامن گل پہ نمایاں وہی خون ہے اب بھی
اب بھی چپے چپے پہ ہیں ہم رنگ زمین دام ہی دام
شاخ در شاخ گلستاں میں قفس ملتے ہیں
خوف و دہشت کا وہ پرہول سماں طاری ہے
کوئی پتا بھی کھڑکتا ہے تو دل ملتے ہیں
خود کو زخمی نہ کہو ہے یہی زخموں کا علاج
تازہ تازہ یہ سنا ہے ستم ایجاد کا حکم
اب اسیری ہی کو آزادی کامل سمجھو
در و دیوار پر تحریر ہے صیاد کا حکم

جناب سپیکر ! آپ نے مجھے بجٹ پر اظہار خیال کے لیے تاریخ کے اس گھمبیر لمحے میں طلب کیا ہے جب قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی منظوری اور نامنظوری کے مرحلے سے پیشتر ہی عوامی سطح پی ڈی ایف کے سوائے تمام معتبر سیاسی جماعتوں ، سماجی حلقوں ، تاجروں ، صنعت کاروں ، مزدوروں ،

کسانوں، مزدوروں، وکیلوں اور صحافیوں نے دونوں بجٹوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ سیاسی محاذ آرائی، اقتصادی تباہی اور اقتدار کی معرکہ آرائی اپنے منطقی نکتہ عروج کی طرف بڑھ رہی ہے۔ 23 جون کی ملک گیر ہڑتال کی میاں نواز شریف کی کال پوری قوم کے اجتماعی احتجاج کی علامت بن گئی ہے۔ رائے عامہ کا غیض و غضب حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے خلاف ایک grand alliance کی صورت میں ابھر رہا ہے اور ایک پوشیدہ سیاسی زلزلے کی دھمک صاف سنائی دے رہی ہے جو ناکام، نا اہل اور بد عنوان حکومت کے ایوانوں کو ۔۔۔ کر کے رکھ دے گا۔ جناب سپیکر!

خامشی مائل گفتار ہوئی جاتی ہے
اب ہر اک سمت بغاوت کی صدائیں ہوں گی
خار گل چیں کے گریباں سے الجھ جائیں گے
چاک شبان گلستاں کی قبائیں ہوں گی

جناب سپیکر! ترقی یافتہ ممالک میں، مہذب ممالک میں نئے بجٹ نئی مراعات اور نئی سہولیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں لیکن ہمارے ملک میں ہر نیا بجٹ دہشت ناک اعلانات اور عوامی تعزیرات سے تعبیر ہوتا ہے۔ نئے سال کا نیا وفاقی بجٹ بھی اسی روایت کے مطابق مہنگائی، بد امنی، بے روزگاری سے سسکتی تڑپتی اور کراہتی ہوئی قوم 41 ارب کے ٹیکسوں کے عذاب سے دو چار ہے۔ تمام رعائتیں تمام عنائتیں امیروں کا حق بنا دی گئی ہیں۔ تمام مصیبتیں اور تمام سختیاں غریبوں کا مقدر ہو گئیں۔ جناب سپیکر! ابھی تو یہ صرف بجٹ کا ٹریلر ہے جب dracola بجٹ کی حقیقی فلم قسطوں میں چلے گی تو لوگ حواس باختہ ہو کر رہ جائیں گے اور پوری قوم نفسیاتی مریض بن جائے گی۔ جناب سپیکر! ٹیکسوں کی خوف ناک گرفت سے کوئی شعبہ اور کوئی طبقہ محفوظ نہیں رہا۔ سیلز ٹیکس کے حضریت نے تجارت اور معیشت کو پوری طرح جکڑ کر رکھ دیا ہے۔ خوراک سے ادویات تک زندگی سے موت تک کوئی چیز اور کوئی مرحلہ ٹیکس سے مستثنیٰ نہیں رہا بلکہ ایک ہی چیز پر تہرے ٹیکس، تین تین مرتبہ ٹیکس کے نظام کا نیا تجربہ کیا جا رہا ہے مثال کے طور پر کاٹن پر 18 فی صد سیلز ٹیکس لگایا گیا ہے پھر کاٹن کے دھاگے پر 18 فی صد سیلز ٹیکس ہے پھر کاٹن کے کپڑے پر 18 فی صد سیلز ٹیکس ہے اور اس طرح سے ایک ہی چیز پر 54 فی صد سیلز ٹیکس لگا دیا گیا ہے نتیجہ کیا ہو گا کہ جو کپڑا ایک سو روپے گز میں ملتا ہے وہ سیلز ٹیکس، انکم ٹیکس اور دوسری ڈیوٹیز کے بعد 100 فی صد مہنگا ہو جائے گا اور ایک سو روپے گز کا

کپڑا 200 روپے گز میں ملے گا۔ جناب والا! غریب جو اپنا تن من ڈھانپنے سے پہلے ہی عاجز ہے وہ آئندہ شاید اپنے پیاروں کو مہنگے کفن بھی نہیں دے سکیں گے اور انھیں پرانے پھٹے کپڑوں میں دفنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

حضر اسے چیرا دستاں سخت ہے فطرت کی تابینی

جناب سپیکر! 41 ارب کے ہوشربا ٹیکس ہی کیا کم تھے کہ محترم وزیر خزانہ نے پنجاب کی غریب نواز اور عوام دوست حکومت نے صوبائی بجٹ میں ایک ارب' 14 کروڑ روپے کے نئے اور اضافی ٹیکسوں کے بوجھ سے " مرے کو مارے شاہ مدار کے مصداق " عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ پنجاب میں 95-1994ء کے بجٹ میں direct taxation 133 کروڑ تھی اب یہ بڑھ کر نئے بجٹ میں 159 کروڑ ہو گئی ہے جبکہ 95-1994 میں indirect taxation 407 کروڑ تھی جو اب 539 کروڑ کر دی گئی۔

جناب والا! انصاف کو سستا کرنے کی بجائے اور مہنگا کر دیا گیا ہے' عدالتی دستاویزات اور سٹیمپ ڈیوٹی موجودہ مالی سال میں سو فیصد بڑھا دی گئیں تھیں اور اب نئے مالی سال میں اس میں مزید سو فیصد اضافہ کر دیا گیا ہے جس کے نتیجے میں انصاف کو لوگوں کی دہلیز تک پہنچانے والی حکومت' عوام کو انصاف کے بنیادی مرحلے ہی میں حق رسی سے محروم کر رہی ہے

انصاف کا یہ کہہ کے کیا آپ نے در بند
انصاف حکومت میں رہا ہے نہ رہے گا

جناب سپیکر! وزیر خزانہ افضل سندھو کی روشن خیالی ترقی پسندی اور نظریاتی وابستگی کے سبب ہمیں توقع تھی کہ وہ نسبتاً ایک روشن خیال ترقی پسندانہ بجٹ پیش کریں گے۔ مگر ہمیں افسوس ہے کہ انہوں نے بھی نوکر شاہی کا تیار کردہ نو آبادیاتی گھسا پٹا' غیر عوامی' رجعتی' روایتی' غیر حقیقی' رجعت پسندانہ' ظالمانہ بلکہ ظالمانہ بجٹ پیش کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! پنجاب کے عوام کے لیے اس بجٹ میں کوئی خوشخبری کوئی نئی شہری سہولت کوئی نیا انقلابی لائحہ عمل بلکہ کوئی فکر انگیز خیال تک موجود نہیں ہے۔

نہ خیال وصل نہ عرض غم نہ حکایتیں نہ شکایتیں
تیرے عہد میں دلِ زار کے سبھی اختیار چلے گئے

جناب سپیکر ! آج سے چوبیس سال پہلے بھی پیپلزپارٹی کی حکومت تھی تو اس وقت کے وزیر خزانہ اور آج کے سپیکر جناب حنیف رامے کہہ رہے تھے کہ پنجاب کی خوشحالی محض ایک سراب ہے ۔ غریبی کے پہرے پر کہیں کہیں خوشحالی کے جزیرے نظر آتے ہیں ۔ مگر کیفیت یہ ہے کہ دیہات کی بات چھوڑیے ہمارے بڑے بڑے شہروں کا ہر پانچواں شہر پینے کے پانی، بجلی اور رہائش جیسی بنیادی ضرورتوں سے محروم ہے۔ جناب سپیکر! 1970ء کی دہائی میں پنجاب پر پی پی پی کی پانچ سالہ مطلق العنان حکومت کی ناکامیوں کا اعتراف آپ نے رامے صاحب کی زبان میں سن لیا ۔ اب حکومت کے موجودہ وزیر خزانہ کا اپنی تازہ بجٹ تقریر میں یہ اعتراف ملاحظہ فرمائیے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ترقی کا ہر خواب ادھورا ہے ، کروڑوں لوگ غربت اور پسماندگی کا شکار ہیں بستیاں زندگی کی بنیادی سہولتوں سے بے بہرہ ہیں ، تعصب اور جہالت سکہ رائج الوقت ہے ، معاشی اور معاشرتی انصاف کے بلند بانگ دعوے اپنے معانی کھو رہے ہیں اور ترقی کی کوششیں محض چند خطوں اور طبقوں تک محدود ہو چکی ہیں۔

جناب سپیکر ! وزیر خزانہ کی یہ تقریر خود اپنی پیپلز پارٹی کی صوبائی حکومت کے خلاف ایک چارج شیٹ اور فرد جرم کی حیثیت رکھتی ہے وہ تین سال میں کوئی تبدیلی، کوئی انقلاب، کوئی ترقی سامنے نہیں لا سکی ۔ جب کہ اس اعتراف جرم اور اعتراف ناکامی کے بعد اقتدار کا کوئی جواز باقی نہیں رہا ، اس لیے پی پی پی کی موجودہ حکومت کو بجٹ پیش کرنے کی بجائے اپنا استعفیٰ پیش کرنا چاہیے۔ جناب سپیکر! اگر وزیر اعلیٰ پنجاب کاملاً با اختیار اور با اقتدار ہونے کے دعویدار ہیں ، مگر نہ جانے کیوں ان کے دعوے کے برعکس پنجاب بھر میں یہ نعرہ عام ہو رہا ہے کہ گندم نہ مکئی، وزیر اعلیٰ نکئی تفنن طبع بر طرف اب ہم ہی نہیں پی پی پی کے .....

جناب ڈپٹی سپیکر ، بس تابش صاحب اب وقت ختم ہو گیا ہے۔

سید تابش الوری ، جناب والا! ابھی وقت ختم نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، 11 بج کر 42 منٹ پر شروع کیا تھا

سید تابش الوری ، جناب والا! تو آپ دیکھیں ابھی تو پانچ منٹ رہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں پوچھ رہا ہوں کہ شاید آپ کو کوئی وقت دینا چاہتا ہے۔

سید تابش الوری ، جناب والا! مجھے احساس ہے میرے دوستوں نے اظہار خیال کرنا ہے میں کسی کا

جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اب ہم ہی نہیں پیپلز پارٹی کے بعض باضمیر حلقے بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ وزیر اعلیٰ اور نام نہاد سینئر وزیر کے اختیارات ان کے ذاتی مفادات اور مراعات تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں ورنہ صوبے پر عملاً اقتدار و اختیار کا محور گورنر ہے وفاقی حکومت پنجاب کی خود مختاری اور صوبائی مقننہ کی بالا دستی ختم کر کے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے صوبے کو چلا رہی ہے۔ جناب والا! پنجاب کا اختیار سلب کر لیا گیا ہے۔ پنجاب کے حقوق غصب کیے جا رہے ہیں' پنجاب کے مفادات پامال ہو رہے ہیں مگر ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ' وزیر اعظم صاحبہ کو محسن پنجاب کا خطاب دے رہے ہیں۔ جناب والا! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں یہ چار پانچ نکات نہایت اہم ہیں جو پنجاب کے حوالے سے میں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں ۔ جناب والا! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پنجاب پر کیا احسانات ہو رہے ہیں نمبر ایک نیشنل فنانس کمشن کو صدر نے نئے ایوارڈ کے لیے جو ریفرنس بھجوایا ہے اس میں سے تمباکو اور شوگر پر ڈیوٹی کو حذف کر دیا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایوارڈ جو بھی ہو دوسرے صوبوں کے ساتھ پنجاب کو آئندہ ایک ارب روپے سالانہ کے حصے سے محروم ہونا پڑے گا۔

نمبر دو این ایف سی ایوارڈ 1995ء تک کے لیے تھا لیکن 1996ء سے نئے ایوارڈ کے تحت دوسرے صوبوں کے ساتھ پنجاب کو بھی وفاقی حصہ ملنا تھا لیکن نئے ایوارڈ کو مؤخر کر کے اس سال پنجاب کو اضافی حق سے محروم رکھا گیا ہے اور پرانے ایوارڈ کے مطابق محاصل تقسیم کیے گئے ہیں۔

نمبر تین پھر نئے ایوارڈ کے مطابق بھی پنجاب کو 1996-1997ء کے لیے اس کے حصے سے کم مالی گرانٹ دی گئی ہے ۔ مرکز میں ہمارا محصولاتی حصہ 57.88 فیصد بنتا ہے ۔ اس طرح 133 ارب روپے کے محاصل میں سے ہمیں 77 ارب روپے ملنا تھے مگر پنجاب کو 6 ارب روپے کم دیے گئے ہیں ۔ اس کے مقابلے میں سرحد کو اس کے حصے سے ایک ارب 8 کروڑ ' بلوچستان کو 4 ارب 2 کروڑ ' اور سندھ کو ساڑھے تین ارب روپے زیادہ دیے گئے ہیں ۔

نمبر چار وفاق کا پنجاب پر نیا احسان یہ ہے کہ وہ پنجاب کی ترقی کی بجائے پنجاب کی قرقی کر رہا ہے ' پنجاب کے لیے اس کے لینے اور دینے کے پیمانے مختلف ہیں ۔ آئینی طور پر واپڈا سے پنجاب کو اس کے حصے کا بجلی پر 9 فیصد منافع ملنا چاہیے لیکن سالہا سال سے یہ منافع نہیں مل رہا اور پنجاب اپنے کروڑوں کے حصوں سے محروم چلا آ رہا ہے ۔ اس پنجاب نے وفاق سے مطالبہ کیا تو کہا

گیا کہ واپڈا ایک خود مختار ادارہ ہے اسی سے حساب کتاب کرو ۔ لیکن جب واپڈا کے واجبات کی ادائیگی کا مسئلہ آیا تو وفاق نے پنجاب کا ہیڈ قرق کر کے 4 ارب روپے کاٹ لیے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، مہربانی ۔

سید تابش الوری ، جناب والا! اس سے پنجاب کا مالی توازن خراب ہو کر رہ گیا ہے۔ نمبر پانچ صوبہ سندھ کو پسماندگی دور کرنے کے لیے کئی سال سے اڑھائی ارب روپے سالانہ کی علیحدہ مخصوص گرانٹ دی جا رہی ہے ۔ مگر پنجاب کو اس مد میں ایک پیسہ بھی نہیں دیا گیا ۔ بلوچستان کے احتجاج پر سوئی گیس کی رائلٹی میں یک جنبش قلم اڑھائی ارب روپے کا اضافہ کر دیا گیا مگر پنجاب کی گندم ' چاول اور دوسری اشیاء پر رائلٹی اور منافعے کا مطالبہ ابھی تک نہیں مانا گیا۔ وفاق نے درآمدی گندم کی اضافی قیمت اور اضافی خرچے سے متعلق پنجاب کا کلیم دو سال پہلے تسلیم کر لیا تھا۔ مگر اب اس سے انکار کر دیا گیا ہے جس کے نتیجے میں اب تقریباً چار ارب روپے کا کلیم وفاق پر واجب الادا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ مہربانی۔ اب جناب احمد یار گوندل۔

سید تابش الوری، جناب میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں تابش صاحب اب آپ کا وقت آگے چلا گیا۔ آپ کا وقت دو تین منٹ آگے چلا گیا ہے۔

سید تابش الوری، جناب والا! میں آخری فقرہ کہہ رہا ہوں اور میں پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں پوچھ لیں۔

سید تابش الوری، کہ موجودہ حکومت تین سالوں سے جو سنہری وعدے کر رہی ہے اس کی تعبیریں کہاں ہیں ' جو تصور پیش کر رہی ہے اس کی حقیقتیں کہاں ہیں اور جو تصور وہ ہمارے سامنے رکھتی رہی ہے اس کی تصویریں کہاں ہیں ؟

جناب ڈپٹی سپیکر، بڑی مہربانی تابش صاحب ۔ شکریہ۔

سید تابش الوری،

تم تو کہتے تھے کہ یہ رات گزر جائے گی

چہرۂ ارض سے صدیوں کی سیاہی نہ گئی
دور ظلمت کہ عالم سے اندھیرے نہ ہوئے
بات سے بات نکلتی ہی چلی جاتی ہے
اب ہر سمت بغاوت کی صدائیں ہوں گی

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ مہربانی۔ جناب احمد یار گوندل صاحب! آپ تقریر شروع کریں ورنہ میں یہ آپ کا ٹائم تصور کروں گا۔

سردار حسن اختر موکل، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

سردار حسن اختر موکل: جناب والا! کیا سیکرٹری کے بغیر یہ ہاؤس چل سکتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاں کوئی ایسی بات نہیں۔ انٹرپریٹر موجود ہیں۔ جناب احمد یار گوندل۔

جناب احمد یار گوندل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ بجٹ کے متعلق میرے قائد اور باقی دوستوں نے تفصیل سے بات کی ہے کہ کیا کچھ ہو رہا ہے اور کیا کچھ نہیں ہو رہا۔ جو ظلم عوام کے ساتھ ہو رہا ہے وہ انھوں نے تفصیل کے ساتھ ہاؤس میں پیش کر دیا ہے۔ میں تو ہاؤس کے سامنے کچھ ایسی چیزیں لاؤں گا جو آپ کی فوج ظفر موج منسٹر صاحبان کے احکام کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر! مورخہ 7 فروری 1995ء کو منسٹر ایریگیشن نے ایک وعدہ فرمایا تھا' جس میں آپ نے بھی مجھ سے یہی الفاظ کہے تھے کہ آپ کامیاب ہوگئے۔ لیکن آج 22 جون 1996ء گزرگیا ہے اور اس پر آج تک عمل درآمد نہیں ہوا۔ جس کے لیے دوبارہ آپ نے Assurance Committee کو لیٹر لکھے' آپ تین ریمائنڈر بھیج چکے ہیں مگر آج تک ان کا جواب بھی موصول نہیں ہوا۔ اگر آپ کے منسٹر صاحبان کے حکم کی یہی حیثیت ہے تو پھر اتنے منسٹرز رکھنے کا میرے ذہن میں کوئی مقصد نہیں بنتا۔ اسی طرح ایک اور منسٹر صاحب تھے انھوں نے بھی 1994ء میں یہ وعدہ کیا تھا کہ اس سال جون تک سڑک مکمل ہوجائے گی لیکن وہ بھی آج تک جوں کی توں پڑی ہے اور اس کا ریفرنس آپ نے میرے پاس دوبارہ بھیجا ہے اور یہ تیسرا ریمائنڈر ہے کہ آپ پوزیشن بتائیں؟ کیا آپ دس سالوں تک پوزیشن ہی پوچھتے رہیں گے؟ کسی حکم کی تعمیل کے لیے کتنا عرصہ چاہیے ہوتا ہے؟ کسی کام کو مکمل کرنے کے لیے محکمہ

کشتیاں خرید کر اس پر گزارا کر رہے ہیں۔ لیکن حکومت کو یہ بھی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ کم از کم اپنے طور پر ان کو سرکاری خرچے پر جتنی دیر پل نہیں بن جاتے کشتیاں ہی سپلائی کر دی جائیں۔ یہ حکومت عوام کے ساتھ کتنی زیادتی کر رہی ہے اور یہ کتنی دیر اور کرے گی؟ میرے خیال میں اب عوام اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اگر یہ منسٹر صاحبان ادھر مل جائیں تو کسی کو نہر میں کسی کو ٹرک یا ٹریکٹر کے نیچے دے کر اپنی تسلی کرلیں گے۔ پچھلے دنوں 1995ء میں وزیر مواصلات سعید اکبر خان صاحب نے منڈی بہاؤالدین ڈسٹرکٹ کا دورہ کیا تو انہوں نے پوری ایک فلیٹ کو ان کے کام کی غلطیوں اور زیادتیوں پر ' کرپشن پر معطل کر دیا۔ لیکن پتہ نہیں کہ ایک مہینے بعد کیبنٹ dessolve ہو گئی۔ اور متعلقہ ڈیپارٹمنٹ میں ان سب کو بغیر انکوائری کیے بحال کر دیا گیا۔ کیا اس سے زیادہ کرپشن کوئی اور ہوسکتی ہے۔ کہ منسٹر نے تو معطل کیا اور بغیر انکوائری کیے ان کو بحال کر دیا گیا۔ میں نے ہی اس پر نکتہ اٹھایا تھا کہ غلط کاموں کی انکوائری کی جائے ' مجھ سے بھی کسی نے پوچھا تک نہیں کہ آپ کے سامنے کیا چیز ہے ۔ ان کی منسٹری گئی ساتھ ہی وہ سارے کا سارا ڈیپارٹمنٹ بغیر کسی انکوائری کے بحال ہو گیا۔

جناب والا! 1992ء میں ایک ڈرینج نکالی گئی جس کا نام ہنجووال تھا۔ محکمہ اریگیشن نے 21 لاکھ روپیہ ریونیو ڈیپارٹمنٹ کو ٹرانسفر کر دیا۔ وہاں پر ایک فیصل آباد کے کلیکٹر صاحب ہیں پتہ نہیں ان کی کتنی اپروچ ہے' وہ بڑے سخت ہیں کہ آج تک انھوں نے وہ رقم کسی زمین دار کو نہیں دی۔ وہ خزانے میں ہے یا انھوں نے وہ رقم خود draw کرکے استعمال کر لی ہے۔ اس کو کوئی چیک کروانے کے لیے بھی تیار نہیں۔ یہ مسئلہ پہلے دو مرتبہ اسمبلی میں پیش ہوچکا ہے۔ ان چیزوں کو چیک کرنے کے لیے میں یہ عرض کروں گا کہ یہ بھی چیک کریں کہ کیا ان کے احکام کی تعمیل ہو رہی ہے یا صرف یہ آرڈر پر آرڈر کر رہے ہیں اور دستخط پر دستخط کیے جا رہے ہیں اور تعمیل نہیں ہو رہی۔ جناب وزیر میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ منسٹر ڈیری ڈویلپمنٹ بیٹھے ہیں یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں ان کے سیکرٹری صاحب کے پاس مورخہ 13جون 1996ء کو گیا تو انھوں نے مجھے یہ جواب دیا کہ میں اتنا تنگ ہوں کہ اس سے بہتر ہے کہ میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر سرگودھا چلا جاؤں۔ بجائے اس کے کہ میں سیکرٹری ڈیری ڈویلپمنٹ رہوں۔ کیوں کہ میری جو بے عزتی ہوتی ہے' میرے ساتھ جو زیادتی ہوتی ہے' میں یہاں سیکرٹری شپ کر ہی نہیں سکتا۔ یہ نہیں پتہ کہ وہ غلط کہتے ہیں یا یہ زیادتی کرتے ہیں۔ اگر سیکرٹری اور

منسٹر کے آپس میں ایسے تعلقات ہوں تو محکمہ خاک ترقی کرے گا۔ وہ کیا ترقی کرے گا اس میں کیا کچھ نہیں ہو گا۔ یہ ساری چیزیں زمین دار سے متعلق ہیں۔ یہ سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ امید ہے ان کو اگر ضرورت پڑی تو میں یہ چیز آمنے سامنے ثابت کردوں گا۔ کہ انھوں نے مجھے یہ جواب دیا اور کہنے لگے کہ آپ جائیں اور منسٹر صاحب سے خود ہی بات کرلیں۔ میرے بس کی کوئی بات نہیں ہے۔جناب سپیکر! ہمارے منڈی بہاؤالدین ڈسٹرکٹ میں نہر کی لمبائی 563 میل ہے۔ پہلے یہ وہاں پر چھ سات سال تک کیسے رہے ' پھر ڈویژن ہی ختم کر دیا گیا۔ اب ڈیپارٹمنٹ وہاں پر ڈویژن کھولنا چاہتا ہے۔ لیکن وزیر خزانہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں افضل سندھو صاحب کی توجہ کا خواست گار ہوں۔ گجرات میں نہر کی لمبائی 142 میل ہے۔ پہلے منڈی بہاؤالدین میں ایک ڈویژنل ہیڈ کوارٹر تھا۔ اب فنانس والے یہ کہتے ہیں کہ پہلے یہ کیوں ختم کیا گیا۔ اس کو ختم کرنے میں اگر عوام کا کوئی قصور ہے پھر تو ان کو کوئی سزا دی جائے۔ اگر عوام کا قصور نہیں ہے بلکہ کسی سیکرٹری ' کسی منسٹر ' کسی چیف منسٹر کا قصور ہے ان کی زیادتی ہے تو میں عرض کروں گا کہ وہ اس کی منظوری دیں۔ اور وہاں پر ایک علیحدہ ڈویژن کا اختیار دیا جائے کسی ایکس ای این کو اور وہاں پر علیحدہ ایکس ای این بھیجا جائے۔ کیوں کہ عوام کو سو(100) میل دور آنا پڑتا ہے۔ جہاں پر نہر ہے وہاں پر کوئی ایکس ای این موجود نہیں ہے۔

سکارپ ٹیوب ویلوں کے بارے میں عرض ہے کہ میرے پاس یہ ایک رپورٹ ہے جو کہ آپ کے ایک منسٹر کی complaint پر انکوائری شروع ہوئی بیس ٹیوب ویل چیک کیے گئے اور ان میں 38 لاکھ 31 ہزار 59 روپے کی کرپشن دیکھی گئی ہے۔ لیکن آج تک پتہ نہیں چلا۔ ممکن ہے کرپشن اس سے زیادہ بھی ہو مگر یہ چیز ریکارڈ پر آنے کے باوجود آج تک اس کے خلاف کسی نے کوئی کارروائی نہیں کی جو اسٹاف وہاں پہ بیٹھا ہے اس کا یہ حال ہے آگے اب کیا ہو رہا ہے؟ کیا ہو گا؟ اس کا مجھے علم نہیں لیکن یہ زیادتی ہے کہ نو سو چھ ٹیوب ویلوں میں سے بیس ٹیوب ویل چیک کرنے پر اڑتیس لاکھ کی کرپشن کی رپورٹ میں جناب کو پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر! زرعی ٹیکس کے متعلق بات ہوتی رہتی ہے اور میں حیران ہوں کہ وزیر زراعت کا اپنا چیلیانوالہ زرعی فارم ہے انھوں نے خرچہ نکال کر جو اوسط آمدن دی ہے وہ دو سو اکیاون روپے ہے۔ زرعی فارم چیلیانوالہ اتنا کا اچھا رقبہ ہے اس کی آمدن دو سو اکیاون روپے ہے تو پھر دو سو

دینا چاہیے۔ اگر زرعی ٹیکس لگانے کا کوئی پروگرام ہے تو گورنمنٹ ساری کی ساری زمین اپنے قبضے میں لے لے۔ زمین دار کے ساتھ یہ سراسر زیادتی ہو گی۔

جناب سعید اکبر خان: جناب! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے اور میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ کسی سٹینڈنگ کمیٹی کا چیئرمین منسٹر ہو سکتا ہے۔ میرا دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر میں ایک ہی بات ہوتی ہے۔

جناب سعید اکبر خان: نہیں جناب! اسی کے ساتھ concerned ہے۔ اگر وہ چیئرمین ہو سکتا ہے تو پھر ٹھیک ہے وہ بحیثیت چیئرمین اجلاس کرے اور اگر منسٹر چیئرمین نہیں ہو سکتا تو پھر انھوں نے بحیثیت منسٹر کے چیئرمین سٹینڈنگ کمیٹی کے جو اجلاس کیے ہیں ان کی کیا حیثیت ہو گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نوٹ کر لیا گیا میں کل اس پہ اپنی رولنگ دوں گا۔ ان کو تقریر کرنے دیں۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان: جناب! پوائنٹ آف آرڈر۔ چونکہ کل آپ نے رولنگ فرمانی ہے اسی ضمن میں ساتھ ہی یہ وضاحت ہو جائے گی۔ کیا ایک سپیشل اسسٹنٹ کسی سٹینڈنگ کمیٹی کا ممبر رہ سکتا ہے؟ براہ کرم کل یہی فرما دیجیے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے نوٹ کر لیا ہے۔

چودھری احمد یار گوندل: جناب! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اب تو آپ تقریر کر رہے ہیں۔

چودھری احمد یار گوندل: میں نے پوائنٹ آف آرڈر لانا ہے۔ کیا ان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ بلاوجہ پوائنٹ آف آرڈر، پوائنٹ آف آرڈر۔ میں باقی دوستوں سے بھی عرض کروں گا کہ اگر ان کو پوائنٹ آف آرڈرز کا شوق ہے تو بڑی خوشی سے کریں لیکن وہ کسی وقت پر کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تقریر جاری رکھیں میں وہ ٹائم کاٹ دوں گا۔ شکریہ، تقریر نہ کریں اپنا وقت استعمال کریں۔

چودھری احمد یار گوندل: وقت ان کا تو ضائع نہیں ہو گا وقت تو میرا ہی ضائع ہو گا کیوں کہ میں کھڑا ہوں۔

جناب سعید اکبر خان، چودھری صاحب کا مجھے نہایت احترام ہے میں نے ایک نہایت ہی اہم نکتہ جو اسمبلی سے متعلقہ ہے اٹھایا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، درست ہے۔ جی' شروع کیجیے۔ آپ کا ایک منٹ جو ضائع ہوا ہے میں آپ کو وہ دے رہا ہوں کیوں کہ آپ کا وقت تو ختم ہو گیا ہے۔

چودھری احمد یار گوندل، اب میں ایک منٹ میں ختم کر رہا ہوں سب چیزیں تو سامنے آ گئیں ہیں۔ جناب سپیکر! میں افضل سندھو صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ عام طور پہ یہ سنا جاتا ہے میں نے عملی طور پر سنا ہے' میں نے دیکھا کچھ نہیں ہے کہ یہ منصوبہ بند پڑا ہے اس وجہ سے کہ اس کی بقایا رقم lapse ہو گئی ہے۔ کیا وہ lapse ہو کر انڈیا چلی جاتی ہے؟ کہاں جاتی ہے؟ سکول کی دیواریں بن جاتی ہیں' دروازے لگ جاتے ہیں' سب کچھ ہو جاتا ہے لیکن نہ چار دیواری ہوتی ہے' نہ بجلی ہوتی ہے' نہ نلکا ہوتا ہے اور رقم lapse ہو جاتی ہے۔ اس بلڈنگ کا کوئی مالک یا ذمہ دار نہیں ہوتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' بڑی مہربانی۔

چودھری احمد یار گوندل، جناب! میں نہیں بیٹھوں گا۔ آپ زبردستی مجھے نکالیں گے یا میں دو تین باتیں اور کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ بیٹھ بیٹھیں میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ تشریف تو رکھیں ایک بات مجھے کرنے دیں۔ I call the House to order please مسئلہ یہ ہے کہ آج مجھے کہا گیا کہ پندرہ پندرہ منٹ ہر مقرر کو دیے جائیں۔ حزب اقتدار کے بھی دو ارکان کا نام آ گیا ہے تو یہ فیصلہ کیجیے کہ پندرہ منٹ کیسے ممکن ہو گا آخر کے دن میں تو پانچ منٹ تک بات آ جاتی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! وزیر قانون نے آپ کی اجازت سے یہ بیان دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں ان کو ٹائم نہیں دے رہا لیکن آپ اس ٹائم کو کم کریں۔ پندرہ منٹ تو ممکن نہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ہمارے کچھ ممبران نے voluntarily یہ کہا ہے کہ وہ بجائے دس منٹ کے پانچ پانچ منٹ لیں گے' وہ آپ کے سامنے آ جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب دیکھو نا! احمد یار گوندل صاحب نے پورے بارہ بجے تقریر شروع کی۔ اب مسئلہ

یہ کہ ہم کیسے سب کو اس کے اندر adjust کر سکتے ہیں؟ یہ باقی دوست تو رہ جائیں گے' تو میرے خیال میں احمد یار گوندل صاحب آپ ایک منٹ لیں گے یا دو' چلیں آپ کو دو منٹ دیے جاتے ہیں۔

چودھری احمد یار گوندل: جناب سپیکر! میں منسٹر پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ سے عرض کروں گا کہ وہ ایک کام ایک ہی ڈیپارٹمنٹ کے ذمے کریں کیوں کہ سکولوں کے مسئلے میں ایجوکیشن بلڈنگ علیحدہ ہے' لوکل باڈیز علیحدہ رہی ہے' بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ علیحدہ بنا رہا ہے۔ ایک جگہ پر تین تین سکول بن گئے ہیں۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

تو ان کو چاہیے کہ اس سلسلے میں کوئی طریقہ کار بنائیں تاکہ یہ تین تین سکول ایک جگہ پر نہ بنیں اور غلط گاڑیاں بھی ختم ہو جائیں اسی طرح نہروں پر جو سڑکیں بنائی جا رہی ہیں۔ اس میں ہائی وے ڈیپارٹمنٹ بھی اپنے پل بناتا ہے اور اریگیشن ڈیپارٹمنٹ بھی اپنے پل بنا رہا ہے۔ اس سلسلے میں بھی ان کو کوئی نہ کوئی منصوبہ بنانا چاہیے تاکہ کرپشن کا معاملہ ختم کیا جا سکے چونکہ میرے کافی دوست بیٹھے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں جب بھی بیجائی کا سیزن آ جاتا ہے تو ہمیشہ کے لیے یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ کھاد غائب ہو جاتی ہے۔ میں زراعت منسٹر صاحب کو ایک عرض کروں گا کہ وہ اس سلسلے میں کوئی بندوبست کریں کہ بیجائی کے وقت زمین دار کو ہر قسم کی کھاد موقع پر صحیح ریٹ پہ ملنی چاہیے جو کہ ہر دو سیزن میں بلیک ہوتی ہے۔ پہلے ملتی نہیں' بلیک ہوتی ہے اگر بلیک ہو تو پھر اس میں mixture بھی ہوتی ہے۔ میں نیازی صاحب کے حوالے سے بھی ایک بات کرتا جاؤں کہ ایک سال پہلے جب یہ وزیر تھے تو انھوں نے ایک ایک ہفتے کے نوٹس پر ایک محکمے سے رپورٹ مانگی تھی لیکن آج تک ان کو رپورٹ نہیں دی گئی رپورٹ ان کو کیا دینی تھی ہاؤس کو دینی تھی۔ یہ ہاؤس کا استحقاق ہے اگر وزیر تبدیل ہونے سے کام بھی تبدیل ہو جاتے ہیں تو اس طریقے سے سوچنا پڑے گا اور اس کا کوئی نہ کوئی بندوبست کرنا پڑے گا۔ ایک گھنٹی بجا لیں پھر ایک منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی' آپ تشریف رکھیے۔

چودھری احمد یار گوندل: رامے صاحب! ایک بات کے لیے صرف آدھا منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: نہیں' بالکل نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا آپ تشریف رکھیں' پیر اختر حسین رضوی صاحب!

تھوڑا ہے ممبران کو پانچ پانچ منٹ ٹائم کر دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ اعلان ہی فرما دیں کہ تمام ممبران اپنی تقریریں لکھ کر آپ تک پہنچا دیں۔ پانچ منٹ میں کوئی کیا بات کر سکے گا۔

جناب سپیکر! میں نے اپنی تقریر کرنے سے پہلے ایک عرض کرنی ہے جو آپ سے متعلق ہے۔ کوئی ایسی خطرناک بات نہیں ہے کل حنیف خان صاحب آپ سے اصرار کر رہے تھے کہ میرا کتنا ٹائم ہے؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ آپ پندرہ منٹ تقریر کریں تو انھوں نے پھر اصرار کیا کہ جی پندرہ منٹ تو تھوڑے ہیں تو آپ نے کہا اچھا پھر آپ سولہ منٹ کر لیں تو اس پہ مجھے ایک بات یاد آ گئی جو آپ سے متعلق ہے کہ" اک بندہ کسے دے گھر پروہنا ٹر گیا اوس گھر وچ اک عورت سی تے اوہدی بیٹی سی ۔ اوس عورت نے کہیا کہ تیئے چاچا آ گیا اے ویہہ روٹیاں پکا لے۔ چاچا بڑا گرم ہو گیا اوسنے کیا کہ کیہہ گل اے سانوں تسی دوش سمجھدے او' سانوں تسی پینڈوں سمجھدے او' سانوں تسی پینڈو سمجھدے او' کڑیئے 10 پکا لے۔" اسی طرح کی بات جو ہے کل ہوئی تھی۔ جناب سپیکر! تو میں اپنی تقریر کا آغاز کروں گا مجھے بھی ٹائم بتا دیں۔ جناب سپیکر! ہر ریاست کا اولین فریضہ ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کرے۔ اصلی حاکمیت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اصل اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات کے پاس ہے اور اس نے اپنے اقتدار میں سے تھوڑا سا اقتدار اپنے بندوں کو یہ آزمائش کرنے کے لیے دیا ہے کہ کیا وہ اس اقتدار کو اپنے جیسے بندوں پر کس طرح برتتے ہیں اور کیا سلوک روا رکھتے ہیں۔ جناب سپیکر! جب بھی کوئی نیا بجٹ ہر سال پیش کیا جاتا ہے تو ہر طبقہ فکر کے لوگ ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ اس میں اپنے لیے بہتری اور روشنی کی کرن تلاش کرتے ہیں۔ کسان اگر اس میں اپنے کھیت کی ہریالی چاہتا ہے تو مزدور اس میں صرف دو وقت کی روٹی چاہتا ہے۔ طالب علم اس میں نئے ادارے چاہتا ہے تو مریض اپنے علاج معالجہ کے لیے اس میں نئے ہسپتال چاہتا ہے ۔ لیکن جناب سپیکر! اس بجٹ نے کسان سے اس کے کھیت کی ہریالی چھین لی' مزدور سے اس کی دو وقت کی روٹی چھین لی اور اس بجٹ میں اگر کوئی طبقہ خوش نظر آتا ہے اور حاجی چن صاحب بھی اس بات کی تائید کریں گے کہ کوئی طبقہ خوش نظر آتا ہے تو وہ نظر آتا ہے جسے اس میں دس یا پانچ فی صد کمیشن نظر آ رہی ہے۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب نے بجٹ پڑھا جس کی کتابت بڑی خوب صورت تھی جس کی سطریں بڑی خوب صورت تھیں ، جس میں بڑے خوب صورت شعر تھے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ اس معاملے میں بالکل بے قصور ہیں ۔ کیوں کہ یہ بجٹ انھوں نے خود تو بنایا نہیں

ہے ۔ انھیں تو یہ بجٹ تیار شدہ ملا ہے۔ جو انھوں نے یہاں پڑھ دیا ہے۔ مجھے اس پر ایک بات یاد آ رہی ہے کہ " اک بندہ اپنے گھر آیا اوہنے آ کہ اپنے گھر دا دروازہ کھولیا تے اندر اک لاش پئی سی ۔ اینی دیر وچ پولیس آ گئی ' پولیس اوہنوں پھڑ کے لے گئی۔ کہن لگی کہ ایہہ قتل توں کیتا اے تے تیرے گھر توں لاش برآمد ہوئی اے۔ اوہنے کیا تئی مائی باپ میں ایہہ قتل نہیں کیتا ایہہ قتل میوں کیتا کرایا ملیا اے ۔ " اسی طرح یہ بجٹ ہمارے وزیر خزانہ کو تیار شدہ ملا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! اگر میں یہ کہوں کہ یہ بجٹ اسی طرح ہے جس طرح کہ ایک بھوکے شیر کو رسیوں سے باندھے ہوئے انسانوں کے درمیان چھوڑ دیا جائے تو وہ جو ان لوگوں کا حشر کرے گا۔ وہ آپ کو معلوم ہے۔ اسی طرح اس بجٹ نے غریب عوام کا کیا حشر کیا ہے۔ یہ بجٹ درندہ صفت بجٹ ہے ۔ جناب سپیکر! یہ بجٹ تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اسرائیل نے فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے لیے بنایا ہو۔ یہ بجٹ تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے بال ٹھاکرے نے ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں کے لیے بنایا ہو۔ جناب سپیکر! یہ بجٹ تو ایسے ہے جیسے ایک دشمن ملک اپنے دشمن ملک پر اپنی شرائط مسلط کر دے۔ جناب سپیکر! اس بجٹ میں میں نے کسانوں کی زبوں حالی کی بات کرنی ہے اور پنجاب کے کسانوں کی بات آپ سن لیں ۔ جناب سپیکر! پنجاب کا کسان جس کے دس سال بچے سے لے کر ساٹھ سال کے بوڑھے تک پورا سال اپنے کھیت میں محنت کرتے ہیں تو اسے پھر کہیں جا کر مشکل سے دو وقت کی روٹی میسر ہوتی ہے۔ اس کے بیٹے کے پاؤں میں جوتا نہیں ہوتا' اس کے اہل خانہ کے تن پر پورا کپڑا نہیں ہوتا اس کے بچے اچھے سکول میں نہیں پڑھ سکتے اور پھر ہم کہتے ہیں کہ کسان ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ جناب سپیکر! اگر اس ریڑھ کی ہڈی کو بچانا ہے تو ہمیں کسان کو تمام ٹیکسوں سے مستثنیٰ قرار دینا ہوگا۔ اگر ہم نے اس ریڑھ کی ہڈی کو بچانا ہے ' اگر ہم نے اس کسان کو بچانا ہے ' اگر ہم نے اس کی زمینوں کو بنجر ہونے سے بچانا ہے تو اس کو سستے داموں پر ٹریکٹر مہیا کرنے ہوں گے ' اسے محکمہ واپڈا کی تباہ کاریوں سے بچانا ہوگا۔ اسے سستے داموں بجلی دینی ہو گی ۔ اگر کسان کا یہی حال رہا تو کسان اپنی کاشت کاری چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اگر کارخانہ دار پر ٹیکسوں کا اتنا زیادہ بوجھ رہا تو وہ اپنے کارخانے بند کرنے پر مجبور ہو جائے گا تو پھر اس ملک میں نہ اناج ملے گا' نہ پہننے کے لیے کپڑا ملے گا۔ جناب سپیکر! دونوں طبقوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ جناب سپیکر! جہاں پر مزدوروں' کسانوں طالب علموں اور کارخانہ داروں کے ساتھ اس بجٹ میں (وزیر اعلیٰ کے آنے پر تالیاں) جناب

کیا یہ میری تقریر پر تالیاں بج رہی ہیں۔؟

جناب سپیکر، ہمیشہ مثبت رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ آپ یہی سمجھیں۔

سید اختر حسین رضوی، جناب سپیکر! جس طرح کسانوں، مزدوروں اسی طرح جو چھوٹے ملازمین ہیں ان کی تنخواہیں گھر بیٹھے بٹھائے بجائے بڑھنے کے، کم ہو گئی ہیں۔ ٹیکسوں کی وجہ سے ان پر 25 فی صد بوجھ بڑھ گیا ہے اور وہ بھی غریب کی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے ہیں انھیں بھی دو وقت کی روٹی ملنی مشکل نظر آتی ہے۔ جناب سپیکر! میں نے غربت کے حوالے سے ایک عرض کرنی ہے کہ کل کے اخبار میں ایک بڑی اچھی بات آئی تھی کہ اب اس ملک میں اس صوبے میں کوئی عورت چولہا پھٹنے کی وجہ سے ہلاک نہیں ہوگی۔ دوسرے ساتھی نے اس سے پوچھا کہ کیوں کیا حکومت نے کوئی مضبوط پالیسی بنائی ہے یا کوئی کارخانہ بن گیا ہے جہاں ایسے چولہے تیار ہوں گے کہ اب کوئی چولہا نہیں پھٹے گا۔ اس کے جواب میں کہا کہ جب کوئی چولہا جلے گا ہی نہیں تو پھٹے گا کیسے۔ جناب سپیکر! اس بجٹ نے یہ حال کر دیا ہے کہ "اک محلے وچوں اک جنازہ جا رہیا سی۔۔۔۔

جناب سپیکر، یہ آپ نے اچھی تقسیم کی ہوئی ہے کہ جب دلیل دیتے ہیں تو اردو میں دیتے ہیں اور مثال دیتے ہیں تو پنجابی میں دیتے ہیں۔

سید اختر حسین رضوی، پنجابی میں میں ذرا مزا آ جاتا ہے۔ "اک محلے وچوں اک جنازہ جا رہیا سی تے اوس جنازے دے نال اک عورت وین کردی پئی سی ۔ اوہ آہندی سی کہ توں اوتھے جا رہیا ایں جتھے نہ چولہا نہ توا، توں اوتھے جا رہیا ایں جتھے دیوا نہ بتی، توں اوتھے جا رہیا ایں جتھے آٹا نہ روٹی، توں اوتھے جا رہیا ایں جتھے لون نہ مرچ ۔ اک بچہ نسیا آیا اوہنے اپنی ماں نوں آکھیا کہ بے بے دروازہ بند کر لے ایہہ بندہ ساڈے ول ای آؤندا پیا ای ۔ "ایہہ بجٹ ہر گھر گھر وچ انج ای جا رہیا اے ۔ جناب عالی! شکریہ۔

جناب سپیکر، قائد ایوان جناب سردار عارف نکئی صاحب ہاؤس سے خطاب کرنا چاہتے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری شوکت داؤد، ہماری تقریریں ان کے بعد آئیں گی؟

جناب سپیکر، جی ہاں۔ میں وقت دوں گا، ان شاء اللہ۔

وزیر اعلیٰ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

جناب سپیکر! میری تقریر اعداد و شمار اور حقائق پر مبنی ہے۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ مجھے تقریر پڑھنے کی اجازت دی جائے تاکہ میں اعداد و شمار یا تقریر میں کوئی ایسی بات نہ کہہ جاؤں جو میں نہیں کہنا چاہتا۔

جناب سپیکر! اس معزز ایوان کی دوسری جانب سے لیڈر آف دی اپوزیشن نے بجٹ سیشن جیسے اہم اجلاس میں جو انداز اختیار کیا اس سے کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا کہ ماضی کی طرح انھیں اب بھی پنجاب کے عوام کے معاملات اور مسائل سے کم ہی دل چسپی ہے۔ پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ اور پاکستان کی سالمیت، ترقی اور روشن مستقبل کی اہم ترین علامت ہے۔ اس لیے میں ذاتی سیاست، جھوٹی خود نمائی یا لچھے دار تقریر کے ذریعے پنجاب اور پنجابیوں کے اصل مسائل اور معاملات سے جان چھڑانے کے بجائے سنجیدگی سے اور دردمندی سے اور پنجاب کے ذمہ دار بزرگ کی حیثیت سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! اس معزز ایوان کے سارے ارکان اور میں اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھنے والوں کو خاص طور پر متوجہ کر رہا ہوں کہ اگر واقعی سیاسی محاذ آرائی کو ایک طرف رکھ کر، سینے پر ہاتھ رکھ کر اور اپنے دلوں کی سچی دھڑکنوں کو گواہ بنا کر سوچیں تو میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ چند سال پہلے جب آج کی اپوزیشن پنجاب میں بر سر اقتدار تھی تو پنجاب کا بجٹ خطرناک حد تک خسارے کا بجٹ بن کر رہ گیا تھا۔ پنجاب، سونا اگلنے والے کھیتوں کا پنجاب قومی بنکوں کے سامنے سوالی بن کر کھڑا رہتا تھا۔ اور آج خدا کے فضل سے جب صوبے کا انتظام ہمارے ہاتھ میں ہے اسی پنجاب کے وزیر خزانہ نے تالیوں کی گونج میں فاضل بجٹ پیش کیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہم نے پنجاب کو مالی اعتبار سے خوش حالی کے اس مقام پر جادو کی چھڑی سے نہیں پہنچایا۔ ہم نے خلوص نیت سے اپنی صلاحیتوں کو اپنی ساری توانائی کو تین بنیادی پالیسی مقاصد کے حصول کے لیے وقف کر دیا ہے۔ ہم نے خود انحصاری کو اپنی منزل بنایا۔ ہم نے طے کیا کہ ترقیاتی پروگرام اپنے اور صرف اپنے وسائل سے پورے کرنے ہیں۔ ہم نے ماضی کے شہزادوں والی حکومت کی طرح فضول خرچی اور اسراف سے بچنے اور اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے کو پتھر پر لکیر سمجھ کر اپنا لائحہ عمل بنایا۔ ہم عمل پر یقین رکھتے ہیں مگر دوسری طرف کیا ہو رہا ہے؟ قائد حزب اختلاف بیانات کی حد تک پنجاب کی محبت کا دم بھرتے نہیں تھکتے ۔ مگر اس میں حقیقت کتنی ہے، اس کا

"صرف" کہہ رہا ہوں' صرف انتیس ارب بیاسی کروڑ روپے دیے۔ ۹۴-۱۹۹۳ء میں جب ہماری حکومت آ چکی تھی اس وقت چونتیس ارب پچیس کروڑ دیے گئے۔ جب کہ اب اگلے مالی سال کے لیے ہمیں وفاق کی طرف سے اکتیس ارب تیس کروڑ روپے فراہم کیے جا رہے ہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔ میں دوبارہ دہراتا ہوں کہ ہمیں وفاق کی طرف اکتیس ارب تیس کروڑ روپے فراہم کیے جا رہے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ۸۶-۱۹۸۵ء میں پنجاب کو صرف دس ارب ساٹھ کروڑ ملے تھے۔ جناب والا! ملاحظہ فرمائیے' جب وہ خود وزیر اعظم تھے تو پنجاب کو وسائل کی فراہمی میں انتہائی بخل سے کام لیا۔ اب جب کہ ہمیں گزشتہ سال کے مقابلے میں بھی تقریباً ساڑھے دس ارب روپے زاید ملے ہیں تو ہمارے مہربان ہم پر پنجاب کے حقوق کا سودا کرنے کا الزام لگا رہے ہیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! سارے اختیارات رکھنے کے باوجود پنجاب کے حقوق تو وہ خود غصب کرتے رہے' الٹا الزام ہم پر۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے پہلے دن سے یہ طے کر لیا تھا کہ محض پروپیگنڈے اور اپنی ذاتی پبلسٹی کرا کر عوام کی نظروں میں اچھا اور بڑا لیڈر بننے کی کوشش نہیں کرنی۔ بلکہ عمل سے سڑکیں بنا کر' بائی پاس بنا کر' پل بنا کر' لوگوں کو ضروریات زندگی کی وافر اشیاء بہم پہنچا کر اور امن و امان یقینی بنا کر یعنی ان کی خدمت کر کے ان کے دلوں میں عزت بنانی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) لوگوں کے ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی رقم کو اپنی ذات اور فضول سرگرمیوں پر ضائع نہیں کرنا۔ بلکہ عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے بنا کر اور عوام کے پیسے کا محافظ بن کر اپنی اور حکومت کی عزت کا اہتمام کرنا ہے (نعرہ ہائے تحسین) اور خدا کے فضل سے ہم اس میں کامیاب رہے اور پورے ایوان نے دیکھا کہ سال ہا سال کے بعد پنجاب کے اس معزز ایوان کو فاضل بجٹ کے الفاظ سننے نصیب ہوئے ہیں۔ پھر موجودہ فاضل بجٹ عوام کے لیے ترقی' خوش حالی اور باوقار زندگی کے متعدد منصوبوں کا حامل بھی ہے جو سونے پر سہاگہ ہے۔

جناب والا! ہر نیا مالی سال اخراجات اور منصوبہ بندی کے اپنے تقاضے ساتھ لاتا ہے۔ بجٹ کے اعداد و شمار سے ایسا لگتا ہے کہ ۹۷-۱۹۹۶ء کے لیے غیر ترقیاتی اخراجات میں کچھ اضافہ ہوا ہے۔ لیکن ہم یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر کہہ سکتے ہیں کہ آج کی اپوزیشن کے دور کے مقابلے میں یہ اخراجات پھر بھی کم

ہیں۔ بلکہ بہت کم ہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔ میں معزز ایوان کے تمام ساتھیوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہمیں این ایف سی نے جتنے اخراجات کی اجازت دی تھی ہم نے پنجاب کے عوام کے مجموعی مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود اس میں بہت کم اضافہ کیا۔ ملک کے سب سے بڑے صوبے میں امن و امان کسی بھی حکومت کا پہلا مسئلہ ہوا کرتا ہے۔ اور ہمیں وقت کے ساتھ ساتھ کئی چیلنجوں کا سامنا ہے۔ پنجاب کو کراچی سے فرار ہونے والے دہشت گردوں سے بچانا' بھارتی خفیہ ایجنسیوں کی سازشوں کا مقابلہ کرنا اور کلاشنکوف کلچر کے عذاب سے پنجاب کی سوہنی دھرتی اور پنجاب کے عوام کو محفوظ رکھنا معمولی بات نہیں۔ چنانچہ ہم نے پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لیے رقوم مختص کی ہیں۔ عمومی اخراجات میں کمی کا فیصلہ کرتے وقت ہم نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ عوام کو تعلیم اور صحت کی بہتر سے بہتر سہولتیں فراہم کی جائیں۔ جناب والا! ۸۶-۱۹۸۵ء کے دوران تعلیم کے شعبے کے لیے چار ارب نوے کروڑ روپے رکھے گئے تھے۔ جب کہ ۹۲-۱۹۹۱ء میں گیارہ ارب پینسٹھ کروڑ روپے مختص کیے گئے اور اب آئندہ مالی سال کے لیے ہم نے تعلیم کے شعبے کے لیے چھبیس ارب انتیس کروڑ روپے رکھے ہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔ میں دوبارہ repeat کر رہا ہوں' چھبیس ارب انتیس کروڑ روپے رکھے ہیں۔ سکولوں میں تعلیم کی سہولتیں مزید بہتر بنانے کے لیے پروگرام شروع کیے جا رہے ہیں' کیوں کہ ہم نہیں چاہتے کہ تعلیم کے اعتبار سے ہمارا صوبہ ماضی کی یعنی اپوزیشن کے دور کی اس طرح تیرہ شبی کے عالم میں گھرا رہے جس کو سامنے رکھ کر فیض نے کہا،

وہ معصوم جو بھولپن میں
وہاں اپنے ننھے چراغوں میں لو کی لگن
لے کے پہنچے جہاں
بٹ رہے تھے گھنا ٹوپ
بے انت راتوں کے سائے

(نعرہ ہائے تحسین)

ہم اپنے بچوں' اپنے مستقبل کے وارثوں کی آنکھوں میں روشن مستقبل کے جگمگاتے چراغ دیکھنا چاہتے ہیں۔ بلکہ علم کے معاملے میں تو ہم اس سے بھی آگے کی سوچتے ہیں کہ،

بجھنے لگ جائیں تو پھر شمعیں جلا دی جائیں
میری آنکھیں میرے دشمن کو لگا دی جائیں

(نعرہ ہائے تحسین)

پنجاب کے عوام کو صحت کی زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرنے کے لیے حکومت نے آئندہ سال تقریباً سات ارب روپے رکھے ہیں جب کہ 86-1985ء کے دوران یہ رقم صرف ایک ارب 94 کروڑ روپے تھی اور 92-1991ء میں 4 ارب 9 کروڑ تھی۔ اس اضافی رقم سے جدید طبی آلات ہسپتالوں کو فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ نادار اور مستحق افراد کے لیے مفت ادویات فراہم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

پنجاب میں بیشتر علاقے آج بھی پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں۔ فراہمی آب اور نکاسی آب کی مد میں ہم نے آئندہ مالی سال کے دوران 2 ارب 78 کروڑ روپے رکھے ہیں جب کہ 86-1985ء میں صرف 30 کروڑ تھے اور 92-1991ء کے دوران ایک ارب 12 کروڑ رکھے گئے تھے۔ سوشل سیکٹر کے فنڈز میں 20 فی صد اضافہ کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے بعض دوست سمجھتے ہیں کہ عوام کی طرح اس ایوان کے معزز ارکان کا حافظہ کمزور ہے۔ لیکن میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں۔ مثلاً یہ کہا گیا ہے کہ چیف منسٹر کی صوابدیدی گرانٹ میں اضافہ کیا گیا ہے جب کہ سچ یہ ہے (بشرط یہ کہ میرے اس طرف کے احباب سننا اور ہضم کرنا پسند کریں) کہ اس بجٹ میں صوابدیدی گرانٹ 3 کروڑ روپے رکھی گئی ہے جو 91-1990ء کے بجٹ سے بھی کم ہے۔ 91-1990ء میں یہ گرانٹ 3 کروڑ 50 لاکھ تھی۔ 92-1991ء میں 3 کروڑ 70 لاکھ تھی اور اگر مزید سچ برداشت کر سکیں تو موجودہ اپوزیشن لیڈر کے بھائی صاحب جب وزیر اعلیٰ پنجاب تھے تو صوابدیدی گرانٹ خاص طور پر "لامحدود" کر دی گئی تھی اور یہ سب ریکارڈ کی بات ہے۔ میں لفظ کہہ رہا ہوں "لامحدود" کر دی گئی تھی (شیم شیم) اور یہ سب ریکارڈ کی بات ہے۔ پھر یہ "لامحدود گرانٹ" کا چسکا صرف صوبہ پنجاب تک محدود نہیں رہا۔ میرے دوست اپنی یہ شان صوبے سے وفاقی حکومت میں بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے اور ان کی مہربانیوں نے وفاق کے خزانے پر بھی خوب ہاتھ صاف کیے۔ پیلی ٹیکسی سکیم میں قوم کا کتنا سرمایہ ڈوبا' بی۔ ایم۔ ڈبلیو' مرسڈیز' ہیلی کاپٹر' جہاز اور نہ جانے کس کس ادائے دلبری پر قوم کا لہو کس کس طرح لٹایا کہ اب تک صدائے باز گشت سنائی دیتی

ہے۔

کس کس کی زبان روکنے جاؤں تیری خاطر
کس کس کی تباہی میں ترا ہاتھ نہیں ہے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! بعد میں کرنے والی باتوں کا کچھ تذکرہ پہلے ہی آ گیا۔ میں ترقیاتی پروگراموں کی بات کر رہا تھا۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام 86-1985ء میں صرف 5 ارب 67 کروڑ روپے تھا۔ 92-1991ء میں 10 ارب 50 کروڑ تھا جب کہ آئندہ سال کے لیے 15 ارب 75 کروڑ رکھا گیا ہے۔ علاوہ ازیں 75 کروڑ روپے بہبود آبادی کے لیے رکھے گئے ہیں۔ اس میں foreign aided projects کے حوالے سے تعمیر پنجاب کے لیے ڈونر ایجنسیز کی 55 6 ارب روپے کی بیرونی امداد بھی شامل کر لیں تو پنجاب کے ترقیاتی بجٹ کو کم از کم الفاظ میں مثالی قرار دیا جا سکتا ہے۔

ہم نے صوبے کی ترقیاتی ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے تعمیر پنجاب پروگرام کو مثبت حکمت عملی سے ترتیب دیا ہے جس کے تحت ہم زراعت اور آب پاشی کے نظام کو جدید خطوط پر استوار کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم آج پنجاب کی زرعی ترقی کی بنیاد کا جو بیج بو رہے ہیں وہ مستقبل میں بھرپور فصلوں سے خوش حالی کی ضمانت دے گا۔ اس منصوبہ بندی سے کھیت کھلیان، کسان اور زمین دار کا دامن ایک ساتھ بھر جائے گا۔ زراعت اور متعلقہ شعبوں کی ترقی میں ہم نے کتنی دلچسپی لی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 86-1985ء کے بجٹ میں اس مد میں ایک ارب 59 کروڑ روپے رکھے گئے تھے جب کہ ہم نے نئے بجٹ میں اس مد میں 3 ارب 33 کروڑ روپے رکھے ہیں اور 92-1991ء کے دوران ایک ارب 64 کروڑ تھے۔

ہم نے پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ایک ارب 40 کروڑ روپے رکھے ہیں اور پنجاب کی دیہی عوام کی ترقی کے لئے ترقیاتی پروگرام کا 73 فی صد مختص کر دیا ہے۔ اتنی بھاری رقم سے دیہات میں پانی، بجلی نکاسی آب، تعلیم اور بنیادی صحت کی سہولتوں کی فراہمی کے منصوبے مکمل ہوں گے۔

صوبے میں مواصلات کے نظام کو بہتر سے بہترین کی حد تک لانے کے لئے ہم نے ساڑھے 93 کروڑ روپے کی رقم رکھی ہے جب کہ 86-1985ء کے دوران اس مد میں صرف 32 کروڑ روپے اور

1991-92ء کے دوران صرف 65 کروڑ روپے رکھے گئے تھے۔

جناب سپیکر! ہم نے تعلیم، صحت اور دیہی علاقوں میں فراہمی آب اور نکاسی آب کی سکیموں کو خصوصی اہمیت دی ہے۔ آج جب ہم اکیسویں صدی کے دروازے پر آن پہنچے ہیں تو ہمارے دیہات کے محنت کش عوام کو ابھی تک پینے کا پانی بھی میسر نہیں۔ وہ لوگ جو اپنے ہم وطنوں کے لیے غلہ اگلاتے ہیں اگر پانی کی تلاش میں میلوں دور سفر کرتے رہیں تو کیا ان کی کارکردگی متاثر نہیں ہو گی؟

چمن کو اس لیے مالی نے خوں سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

(نعرہ ہائے تحسین)

سید تابش الوری، جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر، جی۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں وزیر اعلیٰ سے آپ کے توسط سے گزارش کروں گا کہ اگرچہ قواعد کے مطابق تقریر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر وہ پڑھ رہے ہیں تو کم از کم صحیح پڑھیں اور کم از کم اشعار کو صحیح ادا کریں۔ انھیں بے وزن نہ کریں، تقریر بے وزن ہو جائے تو کوئی بات نہیں لیکن شعر بے وزن نہ پڑھوائیں۔

وزیر اعلیٰ، جناب والا! اگر کسی شعر میں غلطی ہے تو آپ نشان دہی کر دیں میں درست کر دوں گا۔

جناب سپیکر، آپ فکر نہ کریں۔ آپ جاری رکھیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر، جی کھوسہ صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! آج ایوان میں ایک چیز بڑی واضح ہے کہ جیسا کہ سید تابش الوری صاحب نے آپ سے گزارش کی ہے کہ وہ تقریر پڑھ رہے ہیں اور باقاعدہ یہ سب سمجھ رہے ہیں کہ وہ پڑھ رہے ہیں۔

جناب سپیکر، انھوں نے اجازت لی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، اور آپ نے دیکھا کہ حزب اختلاف کی طرف سے کوئی پوائنٹ آف

آرڈر نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، مہربانی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ان کی تقریر کے دوران کوئی دخل اندازی نہیں کی گئی۔ پھر جو قائد حزب اختلاف کے ساتھ انھوں نے سلوک کیا تھا آج وہ فرق قوم کے سامنے نمایاں ہے۔

جناب سپیکر، نہیں، جب طے ہو گیا تھا تو پھر انھوں نے بھی آپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! پھر یہ بھی بات میں یہاں وضاحت سے کہنا چاہتا ہوں کہ بہت اہم اور ملک گیر مسائل پر جناب قائد حزب اختلاف نے نشاندہی کی تھی۔ یہ تو وزیر خزانہ کی تقریر کو اپنے الفاظ میں بیان کر رہے ہیں۔ براہ مہربانی ہمیں ان نکات کا بھی جواب دیں۔

جناب سپیکر، ان نکات کا بھی جواب آئے گا۔ آپ تسلی رکھیے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں قاعدہ 175 کا حوالہ دوں گا۔

جناب سپیکر، نہیں، اب آپ نے یہ طے کیا کہ آپ سوالات نہیں اٹھا رہے تو اب نہ اٹھائیں۔

وزیر اعلیٰ، میں اپوزیشن کا مشکور ہوں اور میں ان کی تعریف کرتا ہوں کہ انھوں نے مجھے interrupt نہیں کیا۔ میں اس کے لیے ان کا مشکور ہوں۔

ہم نے سوشل سیکٹر کی ترقی کے لیے آئندہ بجٹ میں 617.6 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ 1985-86ء کے دوران اس سیکٹر کی بہتری کے لیے صرف 209 کروڑ روپے رکھے گئے تھے جب کہ 1991-92ء کے دوران صرف 363 کروڑ روپے مختص کیے گئے۔ اس طرح ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کے لیے اس بجٹ میں 434 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جب کہ 1985-86ء میں یہ رقم محض 112 کروڑ روپے تھی۔ اور 1991-92ء میں 189 کروڑ رکھے گئے تھے۔

جناب سپیکر! ہم تعمیر پنجاب کے نئے مالی سال کے منصوبے ایک بالکل نئی حکمت عملی سے مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ 1995-96ء کی وسطی مدت میں ترقیاتی سکیموں کے جائزے کے بعد ہم نے صورت حال کے مطابق مزید رقوم فراہم کی تھیں اور ہمیں امید ہے کہ اس سال 3 ہزار سے زائد سکیمیں مکمل ہو جائیں گی۔ اب 1996-97ء کے دوران ہمیں یقین ہے کہ 5900 سکیمیں پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ ان سکیموں میں سوشل ایکشن پروگرام کے تحت زیر تکمیل سکیمیں بھی شامل ہیں۔

اس موقع پر ایک خاص بات کا ذکر کرتا چلوں کہ ہم نے آج کی اپوزیشن کے دور کی طرح ترقیاتی منصوبوں کے معاملے شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑ دیے بلکہ ایک ذمہ دار انتظامیہ کی طرح ترقیاتی سکیموں کی رفتار کا جائزہ لینے کے لیے ایک مانیٹرنگ سسٹم بنایا ہے ۔ اس نظام کے تحت ہر تین ماہ کے بعد مجھے مختلف ترقیاتی منصوبوں کی تازہ ترین صورت حال کی رپورٹ ملتی رہے گی ۔

جناب سپیکر ! جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ آج پنجاب فاضل بجٹ کی حد پر آ پہنچا ہے تو یہ سب کچھ جادو کی چھڑی سے نہیں ہوا میں نے حکومت کی منصوبہ بندی حکمت عملی اور خود انحصاری کے ساتھ ساتھ عوام کی امانت یعنی سرکاری خزانے کی ذمہ داری کے ساتھ استعمال کی چند جھلکیاں پیش کی ہیں لیکن یہ سب کچھ آج ہے ماضی کی حکومتوں کے دور میں ایسا نہیں تھا ۔ ماضی میں پنجاب کے بجٹ کو خطرناک خسارے کا بجٹ بنانے والے لوگ آج اپنے انجام کے مطابق اپوزیشن بنچوں پر بیٹھے ہیں تو قدرت کے اٹل اصولوں کے مطابق ایسا ہونا ہی تھا ان لوگوں کو اقتدار کے نشے میں کچھ بھی یاد نہیں رہا ۔شاعر کے بقول

اب تم بھی یقین کر لو میری جان کہ جس نے
یہ دنیا بنائی ہے قیامت بھی کرے گا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر ! ہمارے مہربانوں نے سنی سنائی باتوں کو بنیاد بنا کر ایک نکتہ یہ اٹھایا ہے کہ میرے بیٹے نے لاہور میں پلاٹ الاٹ کرائے جب کہ سب جانتے ہیں حتیٰ کہ خود الزام لگانے والے بھی گواہ ہیں کہ 1991ء میں میرے بیٹے نے علامہ اقبال ٹاؤن میں پانچ پانچ مرلے کے چار پلاٹ خریدے تھے ۔ الاٹ نہیں کرائے تھے۔ میں پھر زور دے کر کہہ رہا ہوں کہ الاٹ نہیں کرائے تھے یہ بات ایل ڈی اے کے ریکارڈ سے چیک کی جا سکتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ خود میاں صاحب جب وزیر اعلیٰ تھے تو اپنے رشتہ داروں اور منظور نظر افراد پر ان کی عنایات شاہانہ کیا کیا نہ تھیں؛ انھوں نے تقریباً چار ہزار پلاٹ محض برائے نام قیمت پر تقسیم کیے ۔ جس سے ایل ڈی اے کو اربوں کا نقصان ہوا جو کہ ایک estimate کے مطابق 6 ارب بنتے ہیں ۔ایل ڈی اے کا شمار امیر ترین اداروں میں ہوتا تھا مگر آج یہی ادارہ پنجاب حکومت کا 80 کروڑ کا مقروض ہے۔ انھوں نے ایبر مال پر پلاٹ نمبر 263-A کمرشل کروا لیا اور وہاں اپنا دفتر بنا لیا مگر کمرشلائزیشن فیس کے 80 لاکھ روپے کی خطیر رقم ابھی تک ان کے ذمہ واجب الادا ہے ۔وہ عوام کے خزانے میں یہ رقم جمع کروا کر اپنی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری کب پوری

کریں گے؟ جب 1990ء کی اسمبلی توڑی گئی تو پچھلی تاریخیں ڈال کر ایک دن میں 500 پلاٹ ایل ڈی اے سے الاٹ کیے گئے۔ ان لوگوں کے بارے میں شہباز شریف ہی بہتر بتا سکتے ہیں جن کو یہ پلاٹ الاٹ کیے گئے اور ایل ڈی اے کو کروڑوں کا نقصان پہنچایا گیا۔ میں مرحوم وائیں صاحب کے دور میں جو ہوا اس کا ذکر نہیں کرنا چاہتا کیونکہ وہ اس دنیا میں موجود نہیں' انہی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے میاں منظور وٹو نے اپنی حکومت کے خاتمے پر ایک روز قبل کی تاریخ ڈال کر 110 پلاٹ الاٹ کیے جن میں اکثریت وساوے والا کے لوگوں کی ہے۔ ان 110 آدمیوں کی لسٹ' میں ایوان کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور جو 4 ہزار پلاٹ الاٹ کیے گئے ہیں ان کی فہرست بھی میں ایوان کی میز پر رکھ رہا ہوں اور اس کے لیے میں تمام ایوان کے ممبران اور اخبار نویسوں کو دعوت دیتا ہوں کہ جو میں نے باتیں کی ہیں ان کو وہ بے شک ملاحظہ کر لیں۔

جناب سپیکر! وہ ہم پر ڈیوٹی فری گاڑی منگوانے کا الزام لگاتے ہیں جو قانون اور آئین کے تحت ہمارا حق ہے لیکن خود ان کا طرز عمل ملاحظہ فرمائیے کہ 1992ء میں صدر آزاد کشمیر سردار سکندر حیات کے نام پر در آمد کی گئی ڈیوٹی فری کار آج بھی نواز شریف کے زیر استعمال ہے۔ ان کے زیر استعمال کئی ایسی گاڑیاں بھی ہیں جو موٹر سائیکل اور ٹریکٹروں کی رجسٹریشن نمبروں پر چل رہی ہیں۔ ایک مرسڈیز میاں صاحب نے جس کی کسٹم ڈیوٹی ادا نہ کی گئی تھی وہ ملک توقیر اعوان ہجویری پلازہ اسلام آباد کو بیچی جو کہ کسٹم حکام نے پکڑ لی اور بطور وزیر اعظم وہ گاڑی کسٹم والوں سے لے کر واپس دی گئی جو بعد میں جب یہ وزیر اعظم نہ تھے پکڑی گئی اور اس کا کیس ہائیکورٹ میں چل رہا ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

(نعرہ ہائے تحسین)

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی شاہ صاحب!

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! ہماری تو خیر ہے۔ ہم تو شاعر نہیں ہیں۔ ہم تو یہ شاعری ہضم کر جائیں گے۔ جناب کیسے ہضم کر رہے ہیں۔ اتنے بڑے شاعر ہونے کے باوجود آپ کو داد دینی پڑتی ہے کہ آپ یہ شاعری ہضم کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ کو کس نے کہا ہے کہ میں اعتم کر رہا ہوں۔ (قہقہے)

سید ظفر علی شاہ، آپ یقیناً خراج تحسین کے مستحق ہیں۔

جناب سپیکر، جی، آپ تشریف رکھیے پلیز۔ آپ جاری رکھیے۔

وزیر اعلیٰ ..ذر میں اپنے انتخابی حلقوں میں ووٹ پکے کرنے کے لیے میرٹ، انصاف، آئین اور قانون کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی گئیں۔ 1985ء سے 1993ء تک محکمہ پولیس میں ASI کی کل 1645 آسامیوں پر بھرتی کی گئی اور ان میں سے نصف سے زائد یعنی 838 آسامیاں تمام سرکاری قواعد کو نظر انداز کر کے میرٹ کو ٹھوکر مار کر اس وقت کے وزیر اعلیٰ نواز شریف کے ذاتی حکم سے پر کی گئیں۔ ٹریفک سارجنٹ کی 53 اسامیاں بھی سرکاری قواعد کو پس پشت ڈال کر اس طرح پر کی گئیں کہ اس کی تعداد کا نصف ایسے حضرات تھے جو جسمانی طور پر عمر یا تعلیم کے لحاظ سے ان اسامیوں پر بھرتی ہونے کے اہل ہی نہ تھے۔ پھر پورے پنجاب کے لیے نکالی گئی ان 53 اسامیوں میں سے 18 افراد صرف لاہور کے سکونتی تھے۔ آج اصول قانون کی بات کرنے والے حضرات نے اپنے دور میں صرف محکمہ مال میں تحصیل دار کی گریڈ 16 کی 58 اسامیاں پیدا کیں۔ قانونی طور پر ان اسامیوں کو پر کرنے کے لیے پنجاب پبلک سروس کمیشن کی منظوری ضروری تھی مگر نہ تو اس کے لیے قانونی راستہ اختیار کیا گیا نہ ہی ان کو پر کرنے کے لیے برابری کی بنیاد پر پنجاب پر تقسیم کیا گیا بلکہ 58 میں سے 15 افراد کو صرف لاہور سے بھرتی کیا گیا۔ اسی محکمہ میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ نواز شریف نے نائب تحصیل دار کی 284 اسامیاں بنا کر ان میں سے 177 کو اپنے احکامات سے پر بھی کیا اور ان 177 میں سے 55 حضرات لاہور کے رہنے والے تھے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ ساری اسامیاں بلا ضرورت تھیں اور عوام کے پیسے کو لٹا کر اپنا "کلا" پکا کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی۔ ماضی کے وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف نے منفعت والے کسی محکمے کو نہیں چھوڑا تھا۔ محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن میں 86-1985ء کے دوران ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن انسپکٹروں کی 128 اسامیاں صرف ان کے حکم خاص سے پُر کی گئیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں بھی 52 خوش نصیب لاہور کے رہنے والے تھے۔ اس کے مقابلے میں ہمارا دور ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ 1993ء میں شروع ہونے والی ہماری حکومت کے دورانیے میں ان تمام اہم محکموں میں کوئی ایک بھرتی بھی وزیر اعلیٰ کے حکم سے نہیں ہوئی۔ بلکہ آئین اور قانون کے مطابق پبلک سروس کمیشن یا با اختیار اداروں کے ذریعے ضابطے کے تحت سارے کام ہو رہے ہیں۔ 97-1996ء کے حوالے سے تصویر

کے دونوں رخ پیش کیے گئے ہیں۔ اور میں اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے دیانتداری سے عوام کی خدمت اور حالات کی تصویر کشی کی ہے۔ میرے پنجاب کے عوام کا مقدر ہمیشہ کے اندھیرے نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہم نے خود انحصاری پر ایسا ترقیاتی بجٹ پیش کیا ہے جو پنجاب میں ایک روشن صبح کی بنیاد رکھ دے گا اور ایک خوشحال معاشرے کی بنیاد بنے گا۔ دیہات سے شہروں تک میرے پنجاب کے عوام کی آنکھوں میں وہ چمک واپس لوٹ سکے گی جو ماضی کے حکمرانوں کی لوٹ مار کی نذر ہو گئی تھی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا "[illegible] پنجاب دا" بلکہ ہر طرف سے یہ صدا آئے گی کہ

پنجاب تیرا دامن خوشبوؤں سے بھرا رہے

جناب سپیکر! صوبے کی تیز رفتار اقتصادی و سماجی ترقی کی خاطر آئندہ مالی سال کے بجٹ میں مختلف شعبوں کے لیے غیر معمولی ترقیاتی فنڈز مختص کرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ حکومت نے پنجابی زبان و ادب کے فروغ اور پنجاب کے غیور اور بہادر عوام کی تہذیب و ثقافت کو اجاگر کرنے کے لیے رکن پنجاب اسمبلی عبدالرشید بھٹی کی سربراہی میں نو اراکین اسمبلی پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی قائم کی ہے اور اس مقصد کے لیے پانچ کروڑ روپے کی گرانٹ کی منظوری دی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) یہ کمیٹی پنجاب کے ساتھ ساتھ صوبے کی دیگر علاقائی زبانوں کی حوصلہ افزائی کے لیے بھی نمایاں خدمات سر انجام دے گی۔ محترم قائد حزب اختلاف نے اپنے خطاب میں پنجاب کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کا بار بار ذکر کیا ہے۔ ان کے بڑے بھائی جب صوبے کے وزیر اعلیٰ تھے تو انھوں نے سیاسی مقاصد کی خاطر "جاگ پنجابی جاگ تیری پگڑی نوں لگ گیا داغ" کا نعرہ لگایا اور صوبے کے حقوق کا نام نہاد چیمپئن بننے کی کوشش کی لیکن یہ کس قدر ستم ظریفی کی بات ہے کہ دو تہائی اکثریت رکھنے کے باوجود بحیثیت وزیر اعظم پاکستان انھیں کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا اعلان کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ (شیم شیم) جس کی تعمیر پر نہ صرف پنجاب کی ترقی و خوشحالی کا دارومدار ہے بلکہ ہمارے ملک کے عوام اور اس کی آنے والی نسلوں کے درخشندہ مستقبل کے لیے بھی یہ ڈیم انتہائی ناگزیر ہے۔ میں میاں نواز شریف صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ جلسہ عام میں اس ڈیم کو بنانے کا اعلان کریں میں ان کی تائید و حمایت کرنے والا سب سے پہلا شخص ہوں گا۔

جناب سپیکر! میاں شہباز شریف صاحب نے کرپشن میں ملوث سیاسی قائدین کے محاسبہ کے

لیے مستقل احتسابی کمشن کے قیام کے بارے میں جو تجویز دی ہے ان دنوں میاں نواز شریف صاحب بھی اس کا ذکر کرتے نہیں تھکتے۔ موجودہ عدالتی نظام کی موجودگی میں کسی ایسے کمشن کی تشکیل متوازی عدالتی نظام کے مترادف ہو گی۔ یوں بھی سیاستدانوں کا احتساب ہر پانچ سال بعد ان کے رائے دہندگان کرتے ہیں۔ جب کہ دوران اقتدار وہ منتخب ایوانوں کے سامنے ہمہ وقت جوابدہ ہوتے ہیں۔ تاہم میں ان کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے علاوہ صوبے کے دو سابق وزرائے اعلیٰ یعنی میاں منظور احمد وٹو اور میاں محمد نواز شریف کے دور کی بے ضابطگیوں کی چھان بین کے لیے انھیں اس معزز ایوان کے ارکان پر مشتمل تین رکنی خصوصی کمیٹی کے قیام کی پیشکش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور میں ان کی طرف سے مثبت جواب موصول ہونے پر اس بات کا اعلان اسمبلی کے فلور پر کروں گا۔

چشتی صاحب اور دیگر اراکین اسمبلی نے شکایت کی ہے کہ افسران وقت پر اپنے دفتروں میں نہیں آتے۔ میں اس سلسلہ میں ہاؤس کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ کے لیے سد باب کیا جائے گا اور جو افسر وقت پر دفتر نہیں آئے گا اس کے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔ آخر میں' میں اس بات پر اپنی ختم کرتا ہوں

خدا کرے میری ارض پاک پر اترے
وہ فصل گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو

جناب والا! میں نے سابقہ حکومت کی جن بےضابطگیوں اور بے قاعدگیوں کا ذکر کیا ہے ان کی فہرست مع دستاویزی ثبوت ایوان کی میز پر رکھ دی ہے تاکہ معزز ممبران اسمبلی اور صحافی حضرات ملاحظہ فرما سکیں۔ پاکستان زندہ باد!

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر' وزیر اعلیٰ صاحب نے جو تقریر اس ایوان میں پڑھی اور جس طرح انھوں نے تلفظ کا قتل عام کیا' کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ جس صاحب نے یہ تقریر لکھی ہے اسی کو کہتے کہ وہ ہاؤس میں پڑھ دیتا تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ لیڈر آف دی ہاؤس اور وزیر اعلیٰ صاحب کی تقریر ہم نے سنی۔ جس کسی نے بھی لکھ کر دی یا جس کسی سے بھی انھوں نے لکھوائی' یہ ان کا اپنا استحقاق

ہے۔ آج ہم توقع کر رہے تھے کہ محترم وزیر اعلیٰ لیڈر آف دی ہاؤس' لیڈر آف دی اپوزیشن کے ان حقائق اور ان الزامات کا جواب جن کا بلاواسطہ تعلق Constitution Obligation سے ہے' این ایف سی ایوارڈ سے متعلقہ ہے' جس کے یہ رکن ہیں' جس کی چیئرمین محترمہ پرائم منسٹر صاحبہ ہیں' جس کے رکن ہمارے فنانس منسٹر صاحب ہیں۔ اس کے بارے میں ہمیں کوئی تفصیلی بات بتاتے۔ باقی شعر و شاعری آپ کہہ سکیں کہ وہ درست تھی یا غلط۔ کیونکہ آپ بذات خود ایک بہت اچھے شاعر ہیں۔ وہ چلے جاتے تو میں ان سے نہ پوچھتا لیکن چونکہ اب وزیر اعلیٰ یہاں موجود ہیں۔ میں ایک رکن [illegible] کی حیثیت سے ان سے گزارش کروں گا کہ این ایف سی ایوارڈ کے متعلق وہ کچھ بتائیں۔

جناب سپیکر، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر سن لیا گیا ہے۔

وزیر خزانہ، جناب والا! سید ظفر علی شاہ صاحب' میرے بڑے محترم دوست ہیں جو کہ ایک بڑے سینئر ایڈووکیٹ بھی ہیں۔ مجھے افسوس اس بات کا ہوا کہ آج تک انھوں نے constitution of the NFC نہیں پڑھی۔ نیشنل فنانس کمشن کی constitution تمام صوبوں کے وزرائے خزانہ اور ایک ایک ممبر ہر صوبے سے صدر پاکستان نامزد کرتے ہیں اور ان آٹھ افراد کے اوپر این ایف سی کمیشن مشتمل ہوتا ہے اور اس کی سربراہی وفاقی وزیر خزانہ کرتے ہیں۔ میں شاہ صاحب کو آپ کی وساطت سے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کی constitution کو پڑھیں۔ اس میں وزیر اعلیٰ کا تعلق واسطہ نہیں ہوتا۔ ایک بات اور جس سے میرا خیال ہے کہ ان کو غلط فہمی ہوئی وہ یہ ہوئی کہ سندھ کے وزیر اعلیٰ میٹنگز میں شمولیت کرتے ہیں تو وہ صرف وزیر خزانہ کی حیثیت سے شمولیت کرتے ہیں۔ وہ قطعی طور پر چیف منسٹر کی حیثیت سے نہیں کرتے۔ بڑی مہربانی۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ صاحب کا مشکور ہوں۔ ان کو میں یہ بھی بتا دوں گا کہ این ایف سی کی constitution کیسے ہوتی ہے؟ مجھے بالکل پتا ہے۔ آئین میرے ہاتھ میں ہے۔ وہ مجھے اس آرٹیکل کا حوالہ دے دیں یا میں ان کو دے دیتا ہوں۔ سوال یہ نہیں تھا۔ این ایف سی کی میٹنگز کے بارے میں یہ کہیں تو میں ان کو تاریخیں بھی بتاتا ہوں' کہیں تو ان کو یہ بھی بتاتا ہوں کہ ان کی کوٹہ میں کس جگہ میٹنگ ہوئی' غاپور میں کس جگہ میٹنگ ہوئی' اسلام آباد میں کس جگہ ہوئی۔ جناب سپیکر! یہ بات نہیں۔ سوال یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب, being the Leader of the House, being the Chief Executive of the Province ہمیں یہ بتائیں کہ این ایف سی کے بارے میں

جو ایوارڈ پنجاب کو ملنا تھا اور جو نہیں ملا ۔ یہ بالکل صدر صاحب کا اختیار ہے اس میں کسی کی کوئی دو آراء نہیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہمیں وزیر خزانہ صاحب بتائیں کہ پنجاب کے حصے میں کیا آیا؟

جناب سپیکر : شاہ صاحب ! ابھی وزیر خزانہ نے wind up تقریر کرنی ہے۔ وہ ان سب باتوں کا جواب اپنی تقریر میں دیں گے ۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے اپوزیشن کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ این ایف سی ایوارڈ کا ابھی تک فیصلہ ہی نہیں ہوا جب فیصلہ ہو گا تو پھر اس پر بات کریں گے ۔

سید ظفر علی شاہ : تو پھر یہ بجٹ آپ نے کیسے بنایا؟ جناب سپیکر ! آپ چیئر پر نہیں تھے' جناب ڈپٹی سپیکر صاحب صدارت کر رہے تھے اور میں نے اپنی تقریر میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ ان کے پاس اب بھی وقت ہے کہ بجٹ واپس لے لیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب انھیں ابھی کچھ ملا ہی نہیں ہے تو پھر انھوں نے یہ بجٹ کس طرح پیش کیا؟ وزیراعلیٰ صاحب نے ابھی اپنی لکھی ہوئی تقریر میں بڑی بانگیں دی ہیں' بڑی آوازیں دی ہیں کہ ہمیں 71 ارب روپے مل رہے ہیں جبکہ انھیں تو ابھی تک ملا ہی کچھ نہیں ہے ۔ ابھی تک تو award announce ہی نہیں ہوا ۔ یہ ہمیں کس طرح بجٹ دے رہے ہیں؟

وزیر اعلیٰ: جناب والا! میں فاضل رکن کی اطلاع کے لیے وضاحت کرتا ہوں کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں ایک NFC اور دوسرا NEC ہے۔ جو NEC کا ایوارڈ ہوا ہے اس میں پنجاب کو 71 ارب روپے ملے ہیں ۔ آپ پہلے یہ معلوم کرلیں کہ NFC کیا ہے اور NEC کیا ہے ؟ پھر اس پر بات کریں ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب انعام اللہ خان نیازی: کیا آپ وزیراعلیٰ صاحب کو داد دے رہے ہیں یا ہوٹنگ کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں ۔ کھوسہ صاحب کو بات کرنے دیں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! چیئر کی ایک مرتبہ نہیں بارہا یہ رولنگ آچکی ہے کہ کسی کی ذاتیات پر حملہ نہ کیا جائے اور پھر بالخصوص یہ کہا گیا ہے کہ جو یہاں موجود نہ ہو' جو یہاں جواب دینے کے قابل نہ ہو ان کا ذکر نہ کیا جائے ۔ جب قائد حزب اختلاف میاں شہباز شریف صاحب بجٹ پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے تقریر کر رہے تھے تو حکومتی بنچز کی طرف سے یہ اعتراض ہوا تھا اور انھوں

نے برملا کہا تھا کہ میں نے کہیں کسی کا نام نہیں لیا۔ آج جناب نکئی صاحب نے direct نام لے کر الزامات لگائے ہیں اور ان حضرات کے نام لیے ہیں جن کی کابینہ میں یہ شامل رہے ہیں اگر ان میں اخلاقی جرأت ہوتی تو یہ اعتراضات آج نہ سناتے بلکہ اس وقت ان کی کابینہ سے resign کر گئے ہوتے اگر اس وقت انھوں نے ایسا کیا ہوتا تو آج ہم بھی ان کی تائید کرتے۔ جناب سپیکر! اس وقت یہ جناب وزیر اعلیٰ، میاں نواز شریف کے سامنے جس طرح جاتے تھے میں اس کا گواہ ہوں اور پھر جب وٹو صاحب کی حکومت بنتی ہے تو اس وقت بھی یہ ممبران کو خریدنے کے لیے جس [illegible] ر گرم تھے وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اور یہاں سے ہی لوٹے کا لفظ قائم ہوتا ہے اس کے بھی ہم سب گواہ ہیں۔ آج یہ ان پہ الزام لگا رہے ہیں جو یہاں جواب دینے کے لیے موجود نہیں ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ نکئی صاحب کے وہ تمام الفاظ جو ان کے بارے میں استعمال کیے گئے ہیں وہ ریکارڈ سے expunge کیے جائیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیے۔ جی وزیر اعلیٰ صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر اعلیٰ: جناب والا! میں نے جو الزامات لگائے ہیں ان کے ثبوت بھی اسمبلی کی میز پر رکھ دیے ہیں۔ میں نے کوئی بات ایسی نہیں کی کہ جس کا میرے پاس ثبوت نہ ہو۔ میں نے ثبوت کے ساتھ باتیں کی ہیں اور ثبوت یہاں اسمبلی کی میز پر رکھ دیے ہیں۔ جہاں تک ان کا یہ کہنا ہے کہ میں نے اس وقت ان کی کابینہ سے استعفیٰ کیوں نہیں دیا؟ تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب بجٹ اجلاس ہوتا تھا تو اس سے ایک گھنٹہ پہلے ہمیں بلوایا جاتا تھا اور اس سے پہلے کچھ نہیں بتایا جاتا تھا۔ اب جب میں وزیر اعلیٰ بنا ہوں تو تب میں نے یہ ریکارڈ دیکھا ہے کہ پہلے کیا کیا ہوتا رہا ہے اور وہ ریکارڈ ایوان کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔

وزیر پارلیمانی امور: جناب سپیکر! وزیر اعظم صاحبہ پر انھوں نے جو الزامات لگائے ہیں وہ سنڈے ایکسپریس کی صرف ایک فوٹو سٹیٹ تھی اور اسی پر اتنا واویلا کیا گیا۔ جبکہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب facts and figures کے ساتھ آئے ہیں اور اگر تمھارا دامن صاف ہے تو ان دستاویز کو چیلنج کرو۔ آؤ! اور ان کو چیلنج کرو۔ یہاں کئی چہرے مرجھا رہے ہیں۔ جو اپنی ایمانداری کے بارے میں بہ بانگ دہل دعوے کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے دامن پر کوئی داغ نہیں ہے۔ وہ فرشتے آج آئیں۔ میں نکئی صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ان لوگوں کو بے نقاب کیا ہے جنھوں نے

پنجاب کو اربوں میں لوٹا ہے ۔ دوسری بات یہ عرض کرتا ہوں کہ نواز شریف صاحب احتساب کا فرماتے ہیں ۔ ہم نے ان کو احتساب کے لیے چیلنج کیا ہے کہ آئیں اور وہ اپنے وزارت اعلیٰ کے دور کو لیں اور ہمارے وزیراعلیٰ کے دور کو بھی دیکھیں۔ اگر ہمارے وزیراعلیٰ کے دامن پر داغ ہوا تو خدا کی قسم ہم پہلے resign کر دیں گے ۔ آؤ میدان میں ہم یہاں پنجاب سے شروع کرتے ہیں وہ تو بڑا ایوان ہے تم چھوٹے ایوان سے شروع کرو ۔ اگر تمہارے سینے میں اللہ کا نور ہے ' پنجاب سے محبت ہے تو آؤ پنجاب کے لوگوں کے جو حقوق غصب کیے ہیں وہ واپس کرو ' پنجاب کے پلاٹ پنجاب کو واپس کرو ۔ یہ ریکارڈ آپ کے سامنے ہے پہلے اسے چیلنج کرو ۔ یہ بابا بیٹھا ہے اور یہ ریکارڈ ہے آؤ اسے چیلنج کرو لیکن آپ چیلنج نہیں کریں گے کیونکہ مجھے علم ہے کہ آپ کے پاس پلاٹ ہے ۔ آج یہ چہرے لٹک گئے ہیں ۔ بتائیں کہ وہ کمرشل پلازے کہاں گئے ؟ آؤ سامنے آؤ۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز ۔ I call the House to order سب تشریف رکھیں ۔ پہلے میاں منظور احمد وٹو صاحب کو بات کرنے دیں ۔

میاں منظور احمد وٹو : جناب سپیکر ! میں یہاں ایوان میں موجود نہیں تھا تو جناب وزیر اعلیٰ نے اپنے ارشادات میں میرا ذکر بھی مناسب سمجھا ہے ۔ باقی وزرائے اعلیٰ جن کا ذکر انھوں نے ایوان میں فرمایا ہے وہ تو اس وقت موجود نہیں ہیں لیکن میں موجود ہوں ۔ تو میں نکتۂ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر : ضرور ۔ ارشاد فرمائیے ۔

میاں منظور احمد وٹو : جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے میرے دور حکومت میں پلاٹوں کی الاٹ منٹ کا ذکر فرمایا ہے کہ میں نے پلاٹ الاٹ کیے ہیں تو اس بارے میں ' میں یہاں یہ بات نہیں کرنا چاہتا لیکن میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پلاٹوں کی الاٹ منٹ کے سلسلے میں یہاں عدالت عالیہ ہائی کورٹ کی طرف سے یہ پابندی لگا دی گئی تھی کہ آئندہ سے پلاٹوں کی الاٹ منٹ نہیں کی جائے گی اس لیے میرے دور حکومت میں عدالت کے احکامات کی وجہ سے پلاٹوں کی الاٹ منٹ پر مکمل پابندی رہی ہے۔ جناب والا ! ایک تو ہے پلاٹوں کی الاٹ منٹ اور ایک ہے رقبہ lease پر دینا۔ رقبہ lease پر دینے والی بات اور ہے جبکہ پلاٹوں کی الاٹ منٹ والی بات اور ہے لیکن میں یہاں آپ کو عرض کرنا

رولز میں ہے تو پھر وزیر اعلیٰ اس کو exercise کر سکتا ہے اور اس پر نہ کوئی قانونی پابندی ہے اور نہ ہی کوئی اخلاقی پابندی ہے ۔ میں نے اپنے دور میں اگر کوئی پلاٹ الاٹ کیے ہیں تو یہاں on the floor of the House میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ کارکنوں کے لیے کیے ہیں ' درجہ چہارم کے ملازمین کے لیے کیے ہیں ۔ ان میں تین مرلے اور پانچ مرلے کے پلاٹ ہیں ۔ پانچ مرلے سے اوپر میں نے اپنے سارے دور حکومت میں ایک بھی پلاٹ کسی شخص کو سیاسی بنیاد پر ' ذاتی بنیاد پر ' عزیز داری کی بنیاد پر الاٹ نہیں کیا ۔ اور میں توقع کرتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب اگلی دفعہ تشریف لائیں تو وہ اس سارے ہاؤس کو بتائیں کہ آیا میرے دور حکومت میں ایک بھی پلاٹ کی الاٹ منٹ سیاسی بنیاد پر ہوئی ہے اور اس پر عمل درآمد ہوا ہے؟ شکریہ۔

وزیر صحت : جناب والا ! وٹو صاحب یہ بتا دیں کہ کیا وہ پنجاب کے وزیراعلیٰ تھے یا وساوے والا کے وزیراعلیٰ تھے؟

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں ایک بڑی ضروری بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر : وزیر خزانہ ایک ضروری بات کرنا چاہتے ہیں ۔ جی فرمائیے ۔

وزیر خزانہ :جناب سپیکر ! گزارش یہ ہے کہ میاں منظور احمد وٹو صاحب نے میرا خیال ہے' میں حسن ظن رکھتا ہوں انھوں نے ایک لفظ استعمال کیا ہے کہ وزیراعلیٰ کے صوابدیدی اختیارات پر قانونی اور اخلاقی پابندی نہیں ہوتی۔ میں کسی ایسے ضابطے کو نہیں جانتا جس کے اوپر اخلاقی پابندی نہ ہو میں یہ تصحیح کرنا چاہتا ہوں ۔ جہاں تک پلاٹوں کا تعلق ہے وہ لسٹ یہاں پر رکھی گئی ہے لیکن میں بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کروں گا کہ وہ معاشرے اور وہ ضابطے اور وہ قوانین جن سے اخلاقی پابندیاں اٹھ جائیں وہ معاشرے برباد ہو جایا کرتے ہیں ۔

جناب سپیکر ، جی کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! جناب نکئی صاحب جاتے جاتے فرار ہوتے ہوتے یہاں فرما گئے ہیں-----

جناب سپیکر ، نہیں نہیں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، کہ ان کے دور میں ایک گھنٹے میں بجٹ بنا کرتا تھا۔ وہ کس پیریڈ کی بات کر رہے تھے؟ اگر میرے پیریڈ کی بات کر رہے تھے کہ جب میں نے یہاں پر بجٹ پیش کیا تھا تو میں ایمان کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے مارچ میں study شروع کی تھی اور جون میں بجٹ پیش کیا تھا۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ کیا ان کو پتا بھی تھا کہ بجٹ کہاں بن رہا ہے؟

جناب سپیکر، نہیں۔ وہ تو وزیر خزانہ کو پتا تھا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! وزیر اعلیٰ کو پتا ہونا چاہیے۔ چیف ایگزیکٹو کی طرف سے وزیر خزانہ کو ہدایات ہوتی ہیں اور پھر یہ تحصیلداری وغیرہ کا اعتراض کر گئے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہوں گا کہ سردار آصف نکئی کس کا بیٹا ہے اور کب بھرتی ہوا؟ کس کے دور میں بھرتی ہوا؟

جناب سپیکر، اچھا یہ سوال تو الگ سے آیا ہوا ہے اس پر بحث ہو گی۔

جناب ایس اے حمید، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، جی نہیں۔ بات آگے چلے گی۔ دیکھیے کہ اگر آپ واقعی چاہتے ہیں کہ آپ آج کے دن اس بحث کو ختم کر لیں تو یہ آپ پر ہے۔ آخر یہ ہاؤس لامحدود طریقے سے نہیں چل سکتا۔ اب جانے دیجیے ـــــــ ایسی کیا بات ہے؟ اچھا کریں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! وزیر اعلیٰ صاحب نے فرمایا ہے کہ وزیر اعظم نے پنجاب کو 71 ارب روپے دیے ہیں اور وہ محسن پنجاب ہیں۔ میں انھیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میاں نواز شریف نے ایوارڈ کی جو بنیاد رکھی تھی اسی بنیاد پر یہ رقم ملی ہے۔ دوسرے نمبر پر وہ یہ کہتے ہیں کہ کالا باغ ڈیم کے بارے میں اگر میاں نواز شریف اعلان کریں تو وہ ان کی support کریں گے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلے تین سال میں کالا باغ ڈیم کے لیے اس حکومت نے آج تک ایک پائی بھی رکھی ہے؟

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، نہیں۔ پلیز نیازی صاحب آپ کو موقع ملے گا آپ اپنی تقریر کر لیجیے گا۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر!

حاجی محمد افضل چن ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر ، نہیں ۔ نیازی صاحب پہلے سے کھڑے ہیں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب سپیکر ! میری طبیعت خراب ہے اور مجھے بلڈ پریشر کا پرابلم ہوا ہوا ہے ----

جناب سپیکر ، اللہ رحم کرے ۔ اللہ رحم کرے ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا ! میں تقریر تو نہیں کر سکوں گا ۔ میں چھوٹی سی گزارش کروں گا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں باہر لابی میں لیٹا ہوا تھا کیونکہ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو میں یہاں پر شعروں کا قتل ہوتے سن رہا تھا ۔ ایک اور بات جس کی وجہ سے میں نے آپ سے اجازت مانگی ہے اور آپ کا اور ایوان کا ٹائم لے رہا ہوں وہ بات یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وزیر اعلیٰ صاحب یہاں پر تقریر کر رہے تھے ۔ ہمارے قائد حزب اختلاف نے ہمیں کہا تھا کہ آپ لوگوں نے وزیر اعلیٰ صاحب کی تقریر میں انھیں disturb نہیں کرنا اور ایوان کا احترام کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ صاحب کو تقریر کرنے دی جائے تو وزیر اعلیٰ صاحب کی تقریر کے دوران ہم تو خاموش تھے لیکن ایوان اقتدار کے اپنے ممبران وزیر اعلیٰ صاحب کی تقریر کو hoot کر رہے تھے ۔ اس کی وجہ کیا ہے ؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے کمیٹی روم میں ایک چائے کا بندوبست کیا گیا تھا (حزب اقتدار کی طرف سے آوازیں آپ بھی پی کر آئے ہیں)---- میں تو نہیں گیا اللہ ایسی چائے سے معافی دے ۔ پتا یہ چلا کہ بیت المال کے مال کو مال غنیمت سمجھتے ہوئے وہاں پر چائے اڑائی جا رہی تھی ۔ وہاں پر یہ چائے بیت المال کے فنڈ سے اراکین کو پلائی جا رہی تھی ۔ میری گزارش ہے کہ یہاں پر اہل اقتدار بیت المال کے مال سے چائے پینے کی بات کی وضاحت کریں کہ آیا بیت المال کا مال ان کے ذاتی مقاصد کی خاطر اس بے دردی سے کیوں استعمال ہو رہا ہے ؟

جناب سپیکر ، بہت اچھی بات ہے ۔ آپ تشریف رکھیے ۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر ، فرمائیے ۔ آپ بھی دل ہلکا کر لیجیے ۔ ان کے بعد چن صاحب کو موقع دوں گا ۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، جناب والا ! میری یہ گزارش ہے کہ ہم لوگ بھی ووٹ لے کر اس

ہاؤس میں آئے ہیں ۔ ہمارا بھی کچھ استحقاق ہے ۔ ہم صبح سے یہ چیخ رہے ہیں۔ پہلے موبل صاحب تشریف رکھتے تھے میں نے اس وقت بھی کہا تھا اور آپ کو بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آج ہمیں بجٹ پر بولنے کی اجازت نہ دی گئی تو ہم ہاؤس نہیں چلنے دیں گے' بالکل نہیں چلنے دیں گے ۔یہ میں آپ کو بتا دوں کہ آپ ہمیں ٹائم دیں' چاہے رات 9 بجے تک بیٹھنا پڑے کیونکہ ہمارا تقریر میں نام ہے اور ہمارے اوپر تھانیداری حکم نہ چلائیں ۔

جناب سپیکر ، حاجی افضل چن صاحب!

حاجی محمد افضل چن ، جناب والا ! ظفر علی شاہ صاحب نے بھی اور ایس اے حمید صاحب نے بھی این ایف سی کی بہت بڑی بات کی ہے تو ان کو یاد ہونا چاہیے تھا کہ جب میاں نواز شریف صاحب وزیر اعظم تھے اور پہلی میٹنگ ہوئی تھی تو ان کو یہ بھی یاد ہونا چاہیے کہ این ایف سی ایوارڈ کی کالا باغ کے بغیر کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر کسی میٹنگ میں بھی یہ این ایف سی میں کالا باغ دکھا دیں تو خدا کی قسم میں آج ہی یہاں سے مستعفیٰ ہو جاؤں گا ۔ جس این ایف سی کی یہ بات کر رہے ہیں کہ ہم نے یہ لے کر دیا ۔ ان کو کہیں کہ یہ document لائیں کہ این ایف سی میں کہیں کالا باغ کا تذکرہ بھی ہو تو ۔ یہ ہر روز جھوٹ سے کام لیتے ہیں ۔ جناب ایس اے حمید صاحب اور سید ظفر علی شاہ صاحب آئیں اور مجھے اس بات کا جواب دیں ۔این ایف سی ایوارڈ میں انھوں نے ہمیں کچھ بھی نہیں دیا۔ وہ پانی کا مسئلہ تھا آج بھی پانی سمندر میں جا رہا ہے ۔ وہ پانی پنجاب کو کہاں مل رہا ہے ؟ ان لوگوں نے تو کالا باغ کا تذکرہ بھی بند کر دیا ہے ۔کالا باغ آج بھی بے معنی ہے ۔ کالا باغ سے نہ وہ حکومت مخلص تھی اور نہ ہی آج کی حکومت مخلص ہے ۔میں تو یہ ببانگ دہل کہہ رہا ہوں اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ ،

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

جناب سپیکر ، مختار صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

سید محمد مختار حسین شاہ، جناب والا ! یہاں پر بیت المال کے متعلق بات ہوئی تھی۔ میں اس کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر ، جی فرمائیے۔

سید محمد مختار حسین شاہ، جناب والا ! اس وقت تک بیت المال میں ایک پائی بھی جمع نہیں ہوئی

لیکن اس سے پہلے وائیں صاحب کے وقت میں بیت المال کے فنڈ سے خود وزیر اعلیٰ نے 10 کروڑ روپیہ صوابدیدی فنڈ میں لے لیا تھا جس کا آج تک کوئی حساب نہیں دیا گیا۔ اس پر audit objection بھی لگا ہوا ہے۔

جناب سپیکر، وہاں حساب کتاب ہو رہا ہو گا آپ فکر نہ کیجیے۔

سید محمد مختار حسین شاہ، 5 کروڑ 85 لاکھ واپس کیے تھے۔

جناب سپیکر، میاں معراج دین صاحب! آپ کے پاس دس منٹ ہیں؟

میاں معراج دین، بسم اللہ الرحمن الرحیمO شکریہ جناب سپیکر! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ہے کہ میں بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کروں۔۔۔

جناب سپیکر، آپ بلا تمہید شروع ہو جائیے۔

میاں معراج دین، جناب سپیکر! یہ جو میزانیہ پیش کیا گیا ہے اور ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب بھی اپنی لکھی ہوئی تقریر میں فرما گئے ہیں کہ یہ فاضل بجٹ ہے۔ یہ تو فاضل بجٹ نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ بجٹ قاتل بجٹ ہے، ظالمانہ بجٹ ہے، غریبوں کا خون چوسنے والا بجٹ ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ بجٹ جیالا ازم کو پالنے والا بجٹ ہے۔ مجھ سے پیشتر میرے فاضل دوست اعداد و شمار کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں بالخصوص قائد حزب اختلاف نے جو اعداد و شمار اور جو اخبارات کے تراشے آپ کی خدمت میں پیش کیے ہیں انھوں نے جس محنت سے کام کیا ہے اس پر میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ انھوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ بجٹ، بجٹ نہیں بلکہ یہ بجٹ قاتلانہ بجٹ ہے اور میں بھی اسے مسترد کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں چند تجاویز پیش کروں گا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے عوام کی بھلائی کے لیے بجٹ پیش کیا جاتا لیکن اس میں عوام کو کچل کر رکھ دیا گیا ہے۔ عوام کو بے چین کر دیا گیا ہے بلکہ عوام کے لیے ایسا بجٹ پیش کیا گیا ہے جس سے ان کے چولہے بند ہو گئے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جیسے پہلے وزیر اعلیٰ صاحب نے فرمایا ہے کہ میں دیانتداری کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے ذاتی خرچ کے لیے اور کوئی کام نہیں کیا۔ چونکہ ان کی تقریر کے بعد مجھے یہ خیال آیا کہ انھوں نے اپنے لیے ایک ڈش انٹینا جو کہ آج کل 10/8 ہزار روپے کا مل جاتا ہے وہ ایک لاکھ روپے کا لگوایا۔ اسی طریقے سے پانچ لاکھ روپے کے انہوں نے اپنے کاؤں میں دو ٹیلیفون بوتھ لگوائے ہیں۔ کیا یہ ان کے ذاتی نہیں تو اور کس کے ہیں؟ اس کے علاوہ

تین کروڑ روپے کے صوابدیدی فنڈز بھی تھے ' آج انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ لامحدود فنڈز مجھے دے دیے گئے ہیں تو یہ ہارس ٹریڈنگ اور جیالوں کے پالنے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ پھر جو جہاز میاں منظور احمد وٹو کے وقت امپورٹ کیا گیا تھا وہ بھی کھڑا ہے ابھی چلا ہی نہیں اور اب 3 کروڑ 50 لاکھ روپے مزید اس کے خرچ کے لیے وزیر اعلیٰ مانگ رہے ہیں۔ یہ ذاتی خرچ نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر نیو اسلام آباد میں انھوں نے جو سکیم شروع کی ہے ایک عام شخصیت' میں اس کا نام نہیں لینا کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ نام نہیں لینا چاہیے' یہ سکیم ائرپورٹ کے سامنے ایک پہاڑی ہے اس پہاڑی کو دن رات صاف کر کے پلاٹنگ کی جا رہی ہے اور یہ ایک فرضی فرم کے نام سے تیار کی جا رہی ہے۔ شاہی جوڑے کے متعلق لوگ اشارہ کرتے ہیں ۔ اسی طرح نیول سکیم جو نیوی والوں کی کالونی ہے وہاں پر ایک گرین بیلٹ تھی اس گرین بیلٹ کو اسی مہینے راتوں رات ختم کر کے اس پر پلاٹنگ کی گئی ہے اور یہ سب کچھ بھی اعلیٰ شخصیات نے کیا ہے اور وہ اس سے اپنے لیے فنڈز اکٹھے کر رہے ہیں۔ جناب والا! میں یہ عرض کروں کہ یہی نہیں ۔ ماریشس کے بادشاہ کے لیے یہاں سے ایک طائفہ گروپ بھیجا گیا ہے جو کہ 36 افراد پر مشتمل ہے اور ان کو 2 کروڑ روپے بھی اپنے ٹی اے ڈی اے کے علاوہ ساتھ دیا گیا ہے۔ انہوں نے وہاں پیش کیا کرنا ہے؟ ٹیلی ویژن کا تو بیڑہ غرق ہوا ہے لیکن میں یہ بات بھی وثوق سے کہوں گا بلکہ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ جب ٹی وی پر ناچ گانے کا پروگرام پیش ہوتا ہے تو کیا آپ اپنی فیملی کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ آپ نہیں دیکھ سکتے۔ اب ہمارے حکمرانوں نے 36 افراد پر مشتمل ایک طائفہ گروپ بھیجا ہے جس میں ظل ہما' نگہت چودھری وغیرہ شامل ہیں ۔ اب یہ لوگ ہمارے ملک کا وہاں پر نام روشن کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ یہ ہمارے ملک کا کلچر ہے ۔ یہ اسلامی ممالک کا کلچر پیش کرنے وہاں گئے ہیں ۔ جناب والا اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کروں کہ اسی سال حج کے موقع پر 1079 لوگ جو احرام باندھ کر حج کے لیے گئے جہاز پر بیٹھنے لگے تو ان کو نوٹس دے دیا گیا کہ یہ لوگ نہ جائیں----

جناب سپیکر ، میاں صاحب! آپ کے لیے شاید یہ زیادہ اچھا ہوگا کہ آپ پنجاب کے بجٹ پر اور اپنے حلقے پر آجائیں۔

میاں معراج دین ، جناب والا! میں ادھر ہی آرہا ہوں۔

جناب سپیکر ، اس طرح آپ کا وقت ختم ہو جائے گا۔

میاں معراج دین ، جناب والا! میں ایک چھوٹی سی بات کرنے لگا ہوں میرا وقت ختم نہیں ہو گا۔ میرا اور آپ کا حلقہ ملحقہ ہے ۔ آپ اپنے حلقے کے لیے مجھے پانچ منٹ دے دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہو گی ۔

جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ان کو اتار کر اپنے جیالوں کو بھیجا گیا اور وہی لوگ ہیروین کے سلسلے میں پکڑے گئے جو اپنے احرام میں باندھ کر لے گئے تھے ۔ یہ تو ان کا کردار ہے۔ میرا جو حلقہ نیابت ہے اس کے متعلق میں عرض کروں گا آپ نے مجھے یہ فرمایا ہے کہ میں حلقہ نیابت کی طرف آ جاؤں۔ میرے ساتھ پچھلی دفعہ بھی یہ وعدہ کیا گیا تھا بلکہ میاں صاحب سے یہ وعدہ لے کر دیا تھا اب حکومت بدل گئی ہے تو میں پھر آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ ادھر بیٹھنے والے لوگ 70 فیصد ہیں لیکن ہمارے علاقوں میں اس سال کوئی بھی ترقیاتی فنڈ جاری نہیں کیا گیا ۔ پچھلے سال بھی یہ فنڈز نہیں دیے گئے تھے۔ ان علاقوں کو اس لیے نظر انداز کیا جا رہا ہے کہ یہ علاقے میاں نواز شریف کے قلعے ہیں۔ لاہور کے لیے تو اس دفعہ ایک پائی بھی ترقیاتی کاموں کے لیے مختص نہیں کی گئی کیونکہ لاہور مسلم لیگ کا قلعہ ہے اور یہاں سے مسلم لیگ کے سوا کوئی ممبر منتخب نہیں ہو سکا۔

جناب سپیکر ، میرے بارے میں کیا خیال ہے ؟

میاں معراج دین ، جناب سپیکر! آپ کے بارے میں بھی خیال یہ ہے کہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ دو ایسے امیدوار کھڑے ہو گئے جن کے ووٹ بٹ گئے جس کی وجہ سے آپ کی خوش قسمتی کہ آپ ممبر منتخب ہو گئے ۔ لیکن آپ اس کے ساتھ ساتھ ایک دانشور ہیں۔ ایک پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ آپ کو لوگوں نے پھر بھی پسند کیا ہے۔

میاں عبدالستار ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ نے میاں معراج دین سے یہ پوچھا کہ آپ کے بارے میں کیا خیال ہے ؟ میں یہ عرض کروں گا کہ آپ بنیادی طور پر تو مسلم لیگی ہیں ، آپ کونسٹی ٹیوشن مسلم لیگ میں تھے اور پھر گرین پردے کے لیے آپ مسلم لیگ میں دوبارہ تشریف لائے تھے ایک تھوڑے سے عرصے کے لیے پیپلز پارٹی میں گئے ہیں اور مجھے امید واثق ہے کہ آپ دوبارہ مسلم لیگ میں آئیں گے ۔ اس لیے کہ آپ کی birth ہی مسلم لیگ میں ہے ۔

جناب سپیکر ، بڑی مہربانی ۔

آپ نے اپنی سیاست کا آغاز بھی مسلم لیگ سے کیا تھا اور ایک دفعہ پھر مسلم لیگ میں آئے لیکن نہ جانے کن حالات کی وجہ سے آپ ادھر چلے گئے لیکن مجھے امید ہے کہ آپ انشاء اللہ واپس مسلم لیگ میں ہی آئیں گے۔

جناب سپیکر ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پنجاب میں اور بالخصوص لاہور میں جو ایک بڑی مصیبت ہے وہ یہ ہے کہ سیوریج کا انتظام ہے ہی نہیں ۔ جہاں کہیں سیوریج بچھایا نہیں گیا وہاں سے بھی سیوریج کا ٹیکس لیا جا رہا ہے اور جہاں کہیں سیوریج ہے وہ اتنے choke ہو چکے ہیں اور گندہ پانی وہاں پر اس طرح سے بہہ رہا ہے جیسے کہ ندی نالے بہہ رہے ہوں ۔ آپ کے حلقے کا بھی میں ذکر کروں آپ اپنے حلقہ سلامت پورہ ' مومن پورہ میں جا کر دیکھیں کہ وہاں پر کیا کیفیت ہے ؛ لیکن اس سے زیادہ بدتر حالت شمالی لاہور اور جنوبی لاہور میں ہے ۔ اس لیے میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ مہربانی فرما کر میرے حلقے کا خیال کیا جائے۔ دوسرا واپڈا کی طرف بھی میں آپ کی وساطت سے توجہ دلاتا ہوں ۔ واپڈا والے بے نیاز ہیں جہاں کہیں بھی ٹرانسفارمر رکھا گیا ہے اور ٹرانسفارمر کے ساتھ جو proper D لگتی ہیں' جو کنکشن کے لیے دی جاتی ہے وہاں پر تار کے ساتھ روڑا باندھ کر D لگا دی جاتی ہے ۔ جب بھی بارش یا آندھی آتی ہے ۔ آپ کے حلقے کے ٹرانسفارمر میں نے دیکھے ہیں وہاں پر تو D بھی درست طور پر لگی ہوئی ہیں لیکن ہم ناچیز لوگوں کی طرف D کی بجائے روڑے لگے ہوئے ہیں ۔ وہاں پر چھ چھ گھنٹے اور بعض اوقات ساری ساری رات بجلی بند رہتی ہے ۔ آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ اس کی طرف بھی توجہ دلائی جائے ۔

جناب سپیکر ، wind up کیجیے پلیز۔ بس ایک منٹ آپ کے پاس اور ہے

میاں معراج دین ، جناب والا! تعلیم کے متعلق میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ معمولی سے سکول کو لے لیں وہاں پر پانچ چھ سو روپے فیس ہے غریب لوگ بچوں کی فیس بھی ادا نہیں کر سکتے۔ روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والی پارٹی نے لوگوں کا جینا دو بھر کر دیا ہے ۔ بلکہ وہ لوگ اگر بچوں کی تعلیم کے لیے سوچیں تو گھر کا کرایہ نہیں دیا جاتا اور اگر کرایہ ادا کریں تو دوائی کے لیے پیسے نہیں بچتے ' دوائی کے متعلق سوچیں تو تن پر پہننے کے لیے کپڑا نہیں ملتا ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ان کو کہیں کہ یہ اپنا سلسلہ ٹھیک کریں۔ جناب سپیکر! گو میں شاعر نہیں ہوں اور اس طرح سے شعر بھی نہیں پڑھوں گا جیسا کہ وزیر اعلیٰ صاحب شعر کا پڑھ ہی غرق کر کے چلے گئے ہیں ۔ آج میں ایک شعر آپ کی

نذر کرتا ہوں

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

جناب سپیکر ، مہربانی ۔ ملک غلام شبیر جوئیہ!

ملک غلام شبیر جوئیہ ، بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ جناب سپیکر صاحب! بڑی مہربانی کہ بجٹ پر بولنے کے لیے مجھے اجازت دی گئی۔ میں بجٹ کے معاملے پر کیا عرض کروں یہ تو عیاشی کا [illegible] یہ غیر جمہوری بجٹ ہے۔ یہ بجٹ عوام کے لیے نہیں بنایا گیا۔ بلکہ یہ تو عیاشی پر بنایا گیا ہے۔ عیاشی کی اصطلاحات کرتے تو پھر ہم سمجھتے کہ واقعی یہ بجٹ عوام کے لیے ہے۔ مگر اس قدر عیاشی بڑھ چکی ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ مرکز یا صوبے میں وزیر، مشیر کو اتنی رعایتیں دی گئی ہیں کہ بچتا کچھ نہیں کہ کچھ پیسہ عوام کی خوشحالی پر بھی لگ سکے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بجٹ میں اگر صحیح طریقے سے کام کیا جائے تو پہلی بات یہ کہ ہمارے جو الیکشن ہوتے ہیں وہ اگر صحیح طریقے سے ہوں تو پھر بعد میں بجٹ بھی صحیح بنے گا اور حکمران بھی اپنی مرضی سے عوام کے اعتماد کے مطابق کام کریں گے۔ ہوتا ایسا ہے کہ لوگ ٹکٹیں لیتے ہیں اور آزاد امیدوار بھی آجاتے ہیں اور کچھ پارٹیاں جن کے تھوڑے تھوڑے ووٹ ہوتے ہیں وہ بھی ایک بڑی پارٹی کے ساتھ ایگریمنٹ کرتے ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ اس میں ایک قانون ایسا بنایا جائے کہ جو آزاد امیدوار ہیں جس وقت وہ کامیاب ہوں وہ بالکل تھوڑے دنوں میں ہی جس پارٹی کے ساتھ اپنا الحاق رکھنا چاہیں وہ اس کا اعلان کردیں۔ جو پارٹی جس پارٹی کے ساتھ اپنا اتحاد رکھنا چاہے تو وہ اپنا agreement کرلیں کہ ہم اس پارٹی کے ساتھ مکمل طور پر حکومت کے ساتھ رہیں گے۔ تاکہ یہ جو خرید و فروخت ہوتی ہے اس میں حکمران زیادہ مراعات اس لیے دیتے ہیں کہ وہ اپنی کرسی کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس طرح وہ ہر اس آدمی کو زیادہ مراعات دے دیتے ہیں کہ وہ جو کچھ بھی کرتے رہیں اس پر نہ چیک ہے اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی پابندی ہوتی ہے۔ نہ قانون کی حکمرانی رہتی ہے اور نہ ہی عیاشی کے اخراجات پر پابندی کی جاسکتی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ ہمارا جو بنیادی الیکشن ہے اس میں مضبوطی نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد حکمران صحیح طور پر اپنے ملک و عوام کے لیے کام کر سکے گا۔ پھر انشاء اللہ عوام کی امنگوں کے مطابق بجٹ بھی بنیں گے اور عوام کی خوشحالی اور اس کی سہولت کے لیے کام بھی ہو سکیں گے۔

اس کے بعد ڈویلپمنٹ میں ہمارے جو اخراجات ہیں وہ اتنے بڑھ چکے ہیں کہ اس میں تین محکمے

کام کرتے ہیں۔ ایک تو ہائی وے ہے ' ایک بلڈنگ ہے ' ایک لوکل گورنمنٹ بلدیات ہے ' ایک ڈسٹرکٹ کونسل بھی ہے۔ وہ بھی بلدیات کی مد میں ہے۔ جناب والا! یہ دیکھا گیا ہے کہ لوکل گورنمنٹ مڈل ' پرائمری سکول اور سڑکیں بھی بناتی ہے۔ اور وہ جو پیسے لگاتے ہیں اس کا کوئی معیار نہیں ہوتا۔ بلڈنگ میں جو بھی پیسہ لگتا ہے وہ بعد میں ایجوکیشن میں منتقل ہوتا ہے اور ایجوکیشن والے اس کو لے تو لیتے ہیں لیکن بعد میں بلڈنگ والے اس کی ذمہ داری نہیں اٹھاتے اور اتنا غیر معیاری کام ہوتا ہے کہ محکمے آپ کے پاس موجود ہیں محکمہ بلڈنگ بھی ہے اور ہائے وے بھی ہے اور ان کے پاس پہلے ہی چیف انجینئر تک موجود ہیں۔ ان کی لیبارٹریاں ہیں ۔ ان کے پاس سارے لوگ موجود ہیں۔ اگر وہ ہائی وے اور بلڈنگ کے سارے کام صحیح وقت میں صحیح طریقے سے کریں اور ان کی دیکھ بھال بھی صحیح ہو تو بعد میں وہ جس محکمے کو منتقل کریں وہ اس کے ذمے دار بھی ہوسکتے ہیں۔ ہمارے ایم پی اے صاحبان اور ایم این اے صاحبان کا یہ جو پیسہ لوکل گورنمنٹ کو جاتا ہے اس سے ہم یونین کونسل کی سطح پر کوئی کام کرواتے ہیں' پچاس ہزار کا کام بھی کروا لیتے ہیں' لاکھ روپے کا کام بھی کروا لیتے ہیں' دس لاکھ روپے کا کام بھی کروا لیتے ہیں۔ جو ٹاؤن کمیٹی یا ڈسٹرکٹ کونسل کی یونین کونسلوں کا کام ہے وہ ایم پی اے صاحبان کرواتے ہیں۔ اس کا کم از کم ایک معیار ہونا چاہیے کہ ایم پی اے حضرات اپنے کام کے معیار کی کم از کم کوئی حد رکھیں کہ پانچ لاکھ کے اوپر اوپر کام کروائیں۔ ایسے نہ ہو کہ بالکل ہی چھوٹے چھوٹے کام جس کا نہ کوئی معیار ہوتا ہے نہ ہی پیسے کا کوئی حساب کتاب ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے اور سننے میں بھی آیا ہے اور حقیقت بھی ہے کہ لوکل گورنمنٹ میں خاص طور پر ایم پی ایز کی کمشن اور کرپشن سب سے زیادہ ہے ۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی ایم پی اے ایسا نہیں ہے جس کی اس میں کمشن نہ ہو۔ اور کمشن مافیا سارے کا سارا لوکل گورنمنٹ سے چل رہا ہے۔ اسی وجہ سے ساری کرپشن پھیلی ہوئی ہے اور اسی وجہ سے جو کام کروانے والے ہیں وہ پھر دوبارہ اس سے زیادہ کمشن لیتے ہیں اور پھر ٹھیکیدار چار حصے لیتے ہیں اور کام کے معیار کی کوئی گارنٹی نہیں ۔

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، فرمائیے۔

چودھری شوکت داؤد، جناب والا! میرا خیال ہے کہ ملک صاحب تقریر کے جوش میں ایک لفظ کہہ گئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ ذہن بھی نہیں تھا۔ انھوں نے کہا کہ کوئی ایسا ایم پی اے نہیں جس کا

کشن نہ ہو۔

ملک غلام شبیر جوئیہ، میں کہتا ہوں کہ کوئی آدمی اگر بچا ہوا ہو تو ہو۔ ورنہ اکثریت ایسی ہی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کام کی گارنٹی کیوں نہیں ہوتی۔ انگریزوں کے وقت کے ان کے ساتھ جو کچی دیواروں کے مکان کھڑے ہیں ان کی تعمیر اس وقت بالکل ٹھیک ہے ۔ آپ کی سیمنٹ کی چنائی اور سیمنٹ لگا کر آپ کے کام کی گارنٹی بالکل Nill ہے ۔ جتنے بھی ایسے کام ہوئے ہیں اگر آپ جا کر اس وقت ان کی دیواریں دیکھیں تو وہ ٹوٹی پھوٹی ہیں۔ اگر آپ کی نگرانی سخت اور کام ٹھیک ہو تو پھر اس کی گارنٹی کیوں نہ ہو' ہونی چاہیے۔ اس طرح سے بھی حکومت کا پیسہ ضائع ہو رہا ہے۔ جو بھی حکومت کا کام ہو اس کی کم از کم گارنٹی ہونی چاہیے۔ اس میں پائیداری ہونی چاہیے۔ اس کی دیکھ بھال سخت ہونی چاہیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ کام ٹھیک ہو تو پائیداری اور گارنٹی کا معیار اپنایا جائے ۔

جناب سپیکر! آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ملک میں آئے دن بُرے سے بُرا کام ہو رہا ہے اور زوال پر زوال آ رہا ہے۔ ملک بجائے ترقی کے پستی کی طرف جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہمارا باہر کے کسی ملک کے ساتھ کوئی agreement ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں کیا بات ہے کہ ہمیشہ قرضوں کے لیے ہماری چوبیس گھنٹے دوڑ لگی رہتی ہے۔ موجودہ حکومت سارے ملکوں میں جا رہی ہے کہ ہمیں پیسے دیئے جائیں' پیسے دیئے جائیں۔ اتنا قرض اگر ہم لیں گے تو پھر ہمارے ملک کی خود داری کو ٹھیس پہنچ سکتی ہے اور ہم اپنے ہی ملک میں کوئی قابل عزت کام اپنی مرضی سے نہیں کر سکیں گے۔ جب ہم ہر وقت غیروں سے اتنے اتنے پیسے لیں گے اور ان کے مقروض ہو جائیں گے تو پھر وہ جو کہیں گے ہمیں کرنا پڑے گا ۔ اس طرح شاید دس سال کے بعد ہم اسلام سے بھی دور ہو جائیں۔ کیونکہ باہر کے ملک چاہتے ہیں کہ اس ملک پاکستان میں اسلام نہیں ہونا چاہیے۔ شاید اسی لیے یہاں پر ایسے قوانین سر اٹھا رہے ہیں کہ اس ملک میں عورت کو سزائے موت نہ ہو ۔ اس پر سارے دینی لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہمارے ملک میں غیر مذہبی ہے۔ یہ سب باتیں اسی لیے ہو رہی ہیں کہ ہم خود دار نہیں بن رہے۔ ہم دن بدن پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ اور ہمارا ہر وقت پیسے مانگنے کا ہی کام رہ گیا ہے۔ میں تھوڑی سی یہ عرض کروں گا کہ میاں نواز شریف صاحب کا ایک کردار تھا کہ اس نے موٹر وے' ہائی وے یا انڈس جیسے منصوبے بنائے۔ اور وہ ہمیشہ یہ بات صاف صاف کہتے تھے کہ ہم بھیک مانگ لیں گے اور کسی کے آگے کبھی ہاتھ نہیں پھیلائیں گے۔ انہوں نے اپنی تقاریر میں یہ بات کئی مرتبہ کہی ہے۔ میاں صاحب کو خاص طور

پر اسی کی سزا ملی ہے کہ آپ اتنے اچھے اچھے کام کروا کر خود داری کی بات کرتے ہیں' پاکستان میں جو حکومت کرے گا وہ خود دار تو نہیں رہ سکے گا۔ ان کو فوری طور پر نکالنے کی وجہ یہی تھی کہ قوم کے لیے ان کی یہ آواز تھی کہ ہم ایک غیرت مند قوم ہیں اور خود دار بن کر رہیں گے اور اچھے اچھے منصوبے بنا کر اپنے ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا کریں گے۔

زراعت ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے اس میں وزیر اعلیٰ صاحب فرما رہے تھے کہ ہم نے بہت زیادہ پیسے رکھے ہیں لیکن زراعت پیشہ اس وقت ٹیکس یا ایسی چیزیں برداشت نہیں کر سکتا چونکہ کاشت کار کے لیے ایک تو کھاد کا دن بدن ریٹ بڑھنا' دوائی کا ریٹ بڑھنا پھر اس کے بعد اس میں ملاوٹ کرنا' زرعی آلات کی قیمت دن بدن آسمانوں پہ چڑھ رہی ہے۔ نواز شریف کے وقت ٹریکٹر کی قیمت تین لاکھ روپے تھی آج کل پانچ لاکھ تیس ہزار روپے قیمت ہے تو ہر چیز کی قیمتیں اتنی بڑھ رہی ہیں اور پھر زرعی کاشت کار رات دن کھیتوں میں کام کرتے ہیں تو وہ غریب اس ملک میں اتنی مزدوری کر کے خوراک کی پیداوار بڑھاتے ہیں یا دوسری ایسی چیزیں بڑھاتے ہیں جس سے پنجاب میں صنعتیں چلتی ہیں۔ خاص طور پر گنا وغیرہ ہو گیا' کپاس وغیرہ ہو گئی' سورج مکھی ہو گئی اگر ان کو اس طریقے سے ٹیکس وغیرہ یا ایسی چیزوں کا ان پر بوجھ ڈالا گیا تو پہلے وہ اتنی مہنگائی میں کام کر رہے ہیں تو پھر کس طریقے سے کوآپریٹو یا زرعی بنکوں سے وہ قرضہ لے کر اگر کام کریں گے تو چوتھے دن وہ قرضہ اتنا بڑھ جاتا ہے تو وہ غریب اپنا ٹریکٹر بھی بیچ دیتا ہے۔ ہم نے کئی دیکھے ہیں کہ غریبوں نے ٹریکٹر لیے ہیں لیکن پھر بعد میں قرضہ نہیں دے سکے پھر انھوں نے اپنے ٹریکٹر فروخت کر دیے تو اس طرح یہ زمیندار آپ کی ستر فی صد آبادی ہے آپ کم از کم اس کو خوشحال رکھیں اور اس کو کام کرنے کا موقع دیں تاکہ ملکی پیداوار بڑھ سکے۔ گندم ہم اربوں کے حساب سے باہر سے منگواتے ہیں اور کپاس کا کسی وقت بحران پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ساری چیزیں ان کی کمزوری کی وجہ سے ہیں۔ وہ نہ ٹیوب ویل لگا سکتے ہیں اگر وہ ٹیوب ویل لگاتے ہیں تو بجلی کے ریٹ اتنے بڑھ چکے ہیں کہ وہ ٹیوب ویل نہیں چلا سکتے۔ ڈیزل کا ریٹ اتنا بڑھ چکا ہے۔ اس میں نہیں چلا سکتے۔ میں ایک چھوٹی سی گزارش کرتا ہوں کہ ہمارے علاقے میانوالی میں اور میں غیر جمہوری جو کہہ رہا تھا وہ اس لیے کہ ہم پورا ٹیکس بھی دیتے ہیں۔ آبیانہ' مالیہ بھی دیتے ہیں۔ ہم کم از کم ترانوے' چرانوے ایم پی اے ہیں پنجاب کا نصف حصہ ہیں۔ ہمیں اس بجٹ میں سے کوئی چیز نہیں ملتی۔ یہ غیر جمہوری نہیں تو اور کیا ہے؟ ڈویلپمنٹ کے سارے پیسے صرف

سرکاری ٹیچر کو ملتے ہیں ہم جو ترانوے، چرانوے آدمی بیٹھے ہیں ہمیں ایک پیسہ نہیں ملتا تو یہ ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے کہ ہم عوام کی ڈویلپمنٹ سے محروم ہیں۔

میں امن عامہ کی بات کر رہا تھا اس میں خاص طور پر میں صرف میانوالی کے بارے میں عرض کروں گا کیونکہ ہمارا میانوالی صوبہ سرحد کے ساتھ ملتا ہے تو اس میں ایک چشمہ جھیل ہے اس میں اتنا زیادہ جنگل پیدا ہو گیا ہے کہ اس میں صوبہ سرحد سے سینکڑوں کی تعداد میں مفرور وہاں پہنچ گئے ہیں اور دوسرا پہاڑی علاقہ ہمارے ساتھ ہے صوبہ سرحد کے پہاڑ ہمارے ساتھ ملتے چلتے ہیں [illegible] سے وہ پہاڑوں میں آئے اور وہاں سے نکل کر کئی لوگوں کو انھوں نے قتل کیا ہے، کئی لوگوں سے انھوں نے موٹریں چھینی ہیں، کئی لوگوں کی شادیوں کے زیورات انھوں نے چھین لیے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ ان کا اثر بھکر اور خوشاب تک ہے اور ہمارے علاقے سے کئی چیزیں اخباروں میں نہیں آتیں اور میں حقیقت میں کہتا ہوں کہ ایک دن، دن دیہاڑے انھوں نے نہر کے پل پر موٹر سائیکل بھی چھین لیا اور اس بندے کو گولی بھی مار دی۔ اسی طرح کئی وارداتیں ہو رہی ہیں اور بعد میں جب تین وہاں سے پکڑے گئے تو وہی مفرور نکلے جو اس چشمہ جھیل کے جنگل میں سے نکلے تھے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ اس کے لیے خاص انتظام کیا جائے وہاں کی پولیس اپنی گاڑیوں سے یا عام بندوق سے گزارا نہیں کر سکتی، نہ وہاں پہنچ سکتی ہے اور ان کے متبادل انتظام کیا جائے تاکہ مفروروں کا قلع قمع کیا جا سکے۔

جناب سپیکر، ملک سلیم اقبال صاحب تشریف نہیں رکھتے، ملک محمد عباس۔

میاں عبدالستار، پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! اگر اجازت فرمائیں تو مجھے ایک بڑی ضروری بات کرنی تھی۔

جناب سپیکر، میں اجازت نہیں دیتا۔ آپ ملک صاحب کو بات کرنے دیں جب ملک صاحب بولتے ہیں آپ بیچ میں ٹوکتے ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب سپیکر! آپ کی مہربانی۔

جناب سپیکر، بھئی ملک صاحب کو کوئی نہ ٹوکے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، میرے بولنے پر ہی نہیں یہ ویسے ہی کافی بولتے رہتے ہیں۔ میں یہ

wind up تقریر پہلے ہی تیار ہو چکی ہے۔ وزیر خزانہ نے جو کہنا ہے وہ پہلے تیار کر کے افسر لے کر بیٹھے ہیں لیکن میں ایک منٹ کے لیے آپ کی توجہ اس طرف دلاتا ہوں کہ ذرا آفیسر گیلری کی طرف اور وزیروں کے بینچوں پر بھی نظر ڈال لیں کہ حالت کیا ہے اور ان کو کیا دلچسپی ہے؟ اور میں خاص طور پر یہ گزارش کروں گا کہ جن کے لیے پانچ چھ ارب روپیہ رکھا گیا ہے ان میں سے کسی آدمی نے ایک دن بھی یہاں آ کر حاضری نہیں دی۔ آئی جی کو چھوڑیں کسی کنسٹیبل نے بھی یہاں آ کر بات نوٹ نہیں کی کہ یہاں آ کر بیٹھیں ان کے لیے چھ ارب روپے رکھے گئے ہیں بہرحال یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سالانہ بجٹ کسی حکومت کی مالی ترجیحات کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس میں جو جو مالی ترجیحات قائم کی جاتی ہیں انھی سے اس حکومت کے عزائم کا پتا چلتا ہے اور یہ بجٹ سے پہلے ایک وائٹ پیپر چھاپتے ہیں وائٹ پیپر میں پچھلے سال کے بجٹ کا اور اس سال کے بجٹ کا موازنہ کیا جاتا ہے اور پچھلے بجٹ میں جو کوتاہیاں یا غلطیاں ہوں ان کو دور کر کے لوگوں کی مشکلات کو دور کیا جاتا ہے اور بجٹ لوگوں کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے ہوتا ہے لیکن یہ بجٹ مشکلات تو کیا دور کرے گا؟ لوگ پہلے ہی بہت بدحال ہیں یہ تو کہتے ہیں کہ ہم یہ بجٹ دے رہے ہیں ۔ آپ کا اپنا حلقہ ہے میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنی گلی میں نکل کر کسی آدمی کو پوچھ کر دیکھیں تو وہ آپ سے یہی سوال کرے گا کہ اس ظالم حکومت سے ہماری جان کب چھوٹے گی۔ اب ہر پاکستانی کی زبان پہ یہ بات ہے سوائے چند ان جیالوں کے جو اس حکومت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بجٹ بدحال عوام کے لیے مزید بدحالی کا پیغام لے کر آیا ہے اور افراط زر اور ٹیکسوں کا اتنا بوجھ ڈال دیا گیا ہے کہ عام آدمی کا جینا دوبھر ہو گیا ہے اور اس بجٹ میں سیل ٹیکس اور ڈیوٹی لگا کر غریب عوام کا جتنا مذاق اڑایا گیا ہے اس کا اندازہ آپ کسی وقت اپنے حلقے میں نکل کر لگائیں۔

دوسری بات یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حکومت جو اپنے آپ کو عوام دوست حکومت کہتی ہے اس عوام دوست حکومت نے لوگوں کی عزت نفس، روٹی، کپڑا ان کے لیے مشکل کر دیا ہے۔ بہرحال یہ بہت لمبا مضمون ہے وقت تھوڑا ہے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے اس بجٹ کو چھ مدوں میں تقسیم کیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ترقیاتی بجٹ ہے اور غیر ترقیاتی بجٹ کو انھوں نے ترقیاتی بجٹ کی صورت میں پیش کیا ہے میں جو اعداد و شمار جناب کی خدمت میں پیش کروں گا

سب سے پہلے جنرل ایڈمنسٹریشن ہے اس پہ انھوں نے گیارہ ارب اکیاسی روپے رکھے ہیں جو کہ انھوں نے غیر ترقیاتی کام کے لیے پیسے کم کرنے تھے لیکن انھوں نے ایک ارب اکتیس کروڑ کا اس میں اضافہ کیا ہے اور یہ کس لیے کیا ہے؟ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں اور حکمران مجھے بتائیں اور سب سے پہلے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ بلیک میلنگ سے چلنے والی حکومت کبھی اچھا بجٹ پیش نہیں کر سکتی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پارلیمانی سیکرٹریوں کی فوج یہاں کیا کر رہی ہے؟ مشیروں کی اتنی بڑی فوج ہے وہ کیا کام کرتے ہیں؟ وہ قوم کی کیا خدمت کرتے ہیں؟ ہاں البتہ وزیروں کی [illegible] کہتے ہیں کہ وہ چند منٹ دفتر میں بیٹھ کر اپنے سیکرٹریوں کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور وہ جو لے آتے ہیں ان پہ دستخط کرتے ہیں اس کے علاوہ میں فوج کا پوچھتا ہوں کہ جس پر یہ پیسہ خرچ ہونا ہے یہ کیا کرتے ہیں؟ جناب! ان کی پاس گاڑیوں ہیں' ان کے پاس سٹینو ہیں' ان کے پاس دفتر ہیں' ان کے پاس ٹیلی فون ہیں میں کہتا ہوں یہ قوم کا پیسہ کس لیے ضائع کرتے ہیں؟ یہ اتنی بڑی فوج قوم پہ سوار کر دی گئی ہے۔ راسے صاحب! میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان سے پوچھیں کہ کسی پارلیمانی سیکرٹری کو کوئی کام ہے؟ کسی ایڈوائزر کو کوئی کام ہے؟ کسی معاون خصوصی کو کوئی کام ہے؟

جناب سپیکر، آپ نے محاورہ سنا ہو گا کہ "ویلے نوں سو کم"

ملک محمد عباس خان کھوکھر، یہ بجا ہے لیکن میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بلا وجہ قوم پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔ یہ فوج تیار کر کے قوم پر حملہ آور کرائی گئی ہے یہ کس لیے کرائی گئی ہے۔ یہاں ان کا عالم یہ ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری نے اپنے محکمے کے سوالوں کا جواب دینا ہے تو وہ کھڑا ہو کر کہہ رہے ہیں کہ مجھے علم نہیں ہے کہ آج میرے محکمے کے سوال آنے ہیں۔ وزیروں کا یہ حال ہے کہ میں شوگر کا مریض ہوں مجھے بلڈ پریشر ہو گیا ہے میں تو آج جواب دے ہی نہیں سکتا۔ میں آج ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ فوج کس لیے ہے۔ بہر حال میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس دفعہ انھوں نے ایک ارب کتنے کروڑ روپے اپنے لاڈلوں کے لیے رکھا ہے۔ فیوڈل بیوروکریسی کے دفتروں میں جا کر دیکھیں جو انگریزوں کی باقیات ہیں انھوں نے آج تک ہمارے دماغوں کے اوپر سے انگریز کا ماحول اترنے ہی نہیں دیا۔ اتنی بڑی بڑی کوٹھیوں میں رہتے ہیں کہ اگر کوئی غریب آدمی فریاد لے کر جائے تو وہاں پہنچتا پہنچتا کانپتا کانپتا مر جاتا ہے۔ ان کے دفتروں کو جا کر دیکھیں تو شاہی قلعے اللہ کے فضل سے ان سے شرمندہ ہیں۔ انھیں سوائے اس کے کوئی کام نہیں کہ وہ اپنے دفتروں سے اپنے عہدوں سے لطف اندوز ہونے

کے لیے وہ ان حکمرانوں کے ناجائز حکم مانیں اور ان پر عملدرآمد کریں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن کے ممبر کو نمائندگی کا کوئی حق ہی نہیں ہے ۔ سوائے اس کے کہ آج ہم تقریر کر جائیں گے اور یہ اس کا نوٹس بھی نہیں لیں گے۔ ہمارے ساتھ گورنمنٹ نے دو کام کیے ہیں۔ ایک فوج تیار کی ہے اس کے اخراجات ' ان کی فیوڈل بیوروکریسی کے اخراجات کے لیے کام کیا ہے ۔ اور ان کے پاس ہمیں ووٹ دینے والوں کے خلاف جھوٹے پرچے اور ان کے ساتھ زیادتیاں کرانے کے سوائے کوئی کام نہیں۔ آج میں آپ کی وساطت سے بڑے ادب سے ان کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ جو سرکاری پیسوں پر حج کر کے آئے ہیں۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ جتنا پیسہ سرکار کا تمہارے حج پر لگا ہے۔ توبہ کریں اور وہ پیسہ گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کرائیں اور اتنا ہی پیسہ خیرات کریں تو شاید آپکا یہ گناہ معاف ہوجائے ورنہ آپ کا گناہ آپ کو اگلے جہاں جہنم میں لے جائے گا۔ غریبوں کے خون پسینے کی کمائی جنھوں نے اپنے پیسے سے حج کرنا تھا وہ آرہے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ اگلے سال حج کر لینا کیونکہ ہمارے جیالوں نے حج کرنے کے لیے جانا ہے ۔ ایک جیالا ان میں سے بولا کہ یار ہمیں ایسے ہی حج کی تکلیف دی ' یہ پیسے ہمیں ویسے دے دیتے تو بہتر تھا۔ یہ جنھوں نے غریبوں کے پیسوں سے حج کیے ہیں اور علاج کرائے ہیں میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ ایم پی اے نہ بنتے' یہ وزیر نہ بنتے اور یہ گورنر نہ بنتے تو کیسے علاج کراتے اور کیسے باہر جاتے ۔ اس وقت جس طرح علاج کرانا تھا اب بھی اسی طرح کرائیں۔ لوگوں نے اس لیے آپ کو ووٹ نہیں دیے کہ آپ ہمارے خون پسینے کی کمائی سے عیاشیاں کریں۔ یہ تو ان کی ایڈمنسٹریشن کا مسئلہ ہے ۔ میں قربان جاؤں ان پر کہ وہ ظالم پولیس والے جو ہمارا خون نچوڑ کر پی گئے ہیں۔ ان کے لیے لاء اینڈ آرڈر میں چھ ارب روپیہ رکھا ہے۔ پانچ ارب روپیہ صرف پولیس کے لیے رکھا ہے۔ اب ایمانداری کی بات یہ ہے کہ قوم کا ان پر بالکل اعتماد اٹھ گیا ہے۔ قوم کا اعتماد ان پر بالکل مشکوک ہو گیا ہے ۔ کسی آدمی کو کہا جائے کہ آپ کی حفاظت کی جائے گی تو وہ اعتبار نہیں کرتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے۔ کیوں اس لیے کہ یہاں کوئی لاء اینڈ آرڈر کی طرف توجہ نہیں ہے۔ آپ اپنے شہر لاہور میں دیکھ لیں اور کوئی ایک دن آپ مجھے بتا دیں جس دن آپ کے شہر میں ڈکیتی ،قتل کے نہ ہوئی ہو۔ اخبار پڑھ لیں اس سے زیادہ شرم کی بات اور کیا ہے کہ ڈاکٹر یہ کہتے ہیں کہ دل کا مریض اب اخبار نہ پڑھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ڈکیتی ہوتی ہے قتل ہوتا ہے ڈکیتی ہوتی ہے اور عزتیں لوٹی جاتی ہیں۔ آپ کے شہر میں ہوا ہے ہمارے شہر میں

ہوا ہے کہ ڈکیتی کرنے آئے ہیں اور وہ لوٹ گئے ہیں۔ پہلے ہی آپ نے انھیں موٹرکاریں دے رکھی ہیں۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ وہ لاء اینڈ آرڈر کے لیے استعمال نہیں کرتے ہیں۔ سارا دن تھانوں میں بیٹھ کر یہی منصوبے بناتے ہیں کہ آج کس کو پکڑنا ہے کتنے پیسے لینے ہیں۔ کس کے پاس جانا ہے اور کتنے پیسے لینے ہیں۔ اگر کوئی تردید کرے تو میں یہ ثابت کر دوں گا کہ رات کو انھی گاڑیوں پر چڑھ کر غریبوں کے گھر سوئے ہوئے لوگوں کو پکڑ لیتے ہیں۔ صبح ان کی تھانوں میں منڈی لگتی ہے۔ اتنے ہزار تو دے گا اور اتنے ہزار تو دے گا۔ غریب آدمی کو یہ دن کو اور رات کو ڈستے ہیں ' ب ے یے پانچ ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔ میں اپنے حکمرانوں کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ لوگوں کا ان پر اعتماد نہیں رہا۔ ان کو اپنے لوگوں میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لیے ایک نسخہ بتاتا ہوں اور ایک چھوٹے سے کام سے ان کا سارا کام بن جائے گا اور یہ دوبارہ پھر ممبر بھی ہو جائیں گے۔ وہ بات یہ ہے کہ تھانوں کو تالے لگوا دیں۔ ایمانداری کی بات ہے کہ ساری قوم ان پر خوش ہوگی۔ان کی ہر دلعزیزی اور بڑھ جائے گی اگر یہ اس بات کو تسلیم کریں۔ لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ تھانوں میں جو کچھ ہو رہا ہے جس راستے سے میں جاتا ہوں جہاں سے میرا حلقہ شروع ہوتا ہے۔ وہاں ایک مہینے میں سترہ ڈکیتیاں ہوئی ہیں' لوگوں کی جوتیاں لوٹ گئی ہیں لیکن ایک کیس رجسٹر نہیں ہوا۔ ایک ڈکیتی کے پرچے کے لیے میں خود گیا۔ اتنی بری طرح سے ڈکیتی ہوئی کہ ان کی عزتوں کو انھوں نے خراب کیا اور ان کے کانوں کے زیور چھین کر لے گئے اور ان کا صندوق توڑ کر سارا سامان لوٹ کر لے گئے۔ میں ایس پی کے پاس گیا' اس نے لکھا اور اس کے باوجود بیس دن پرچہ نہیں کیا گیا۔میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بڑے مسئلے ہیں آپ کے پاس وقت تھوڑا ہے۔ میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے پہلی اسمبلیوں میں بھی بجٹ دیکھے ہیں۔ ایک مہینہ پورا بجٹ پر بحث ہوتی تھی۔ آپ دس پندرہ دن میں اسے بلڈوز کر کے پرے پھینک دیتے ہیں۔ تیسری چیز جناب میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ جیالے یہ ہمارے ایم این اے آج اقتدار کو جانے والا ہر راستہ رشوت بددیانتی اور کمیشن سے آراستہ ہے۔ یہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ پچھلے دنوں ٹی وی میں ایک بحث کے دوران کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ اس میں وزراء صاحبان اور ہمارے بھٹی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ ایک لڑکے نے اٹھ کر سوال کیا کہ آپ ممبران ملازمتیں بیچ دیتے ہیں۔ مجھے بڑا دکھ ہوا کہ کاش میں وہاں بیٹھا ہوتا اور جواب دیتا کہ ملازمتیں بیچ دینا بھی چھوٹا گناہ ہے ' کمیشن لے لینا بھی چھوٹا گناہ ہے' سب سے بڑا گناہ یہ

ہے کہ یہ انسان ہیں ' باعزت لوگ ہیں اور لوگوں نے ان کو عزت دی ہے۔ جب یہ خود گھوڑوں کی طرح بک جاتے ہیں' جانوروں کی طرح بک جاتے ہیں۔ اس وقت یہ قوم کہاں جائے اور یہ لوٹے جو بلیک میلر ہیں ۔ جب تک ان پر کنٹرول نہیں کیا جائے گا تو تمھاری democracy نہیں چل سکتی ۔ اگر democracy کے ماتھے پر کوئی کلنک کا ٹیکہ ہے تو وہ یہ لوگ ہیں جو بکتے ہیں جو پرمٹ لیتے ہیں اور فنڈوں میں کھاتے ہیں۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب مجھے ایک منٹ اور دے دیں۔ آپ دیکھیں اور ہیلتھ کو لے لیں کہ ایک دوائی ہندوستان میں 29 روپے میں مل رہی ہے وہی دوائی پاکستان میں 618 روپے میں مل رہی ہے۔ یہ ان کی ہیلتھ ہے ۔ اب زراعت جو کہ میرا محکمہ ہے جناب آپ روزانہ کہتے ہیں کہ زرعی ٹیکس لگنا چاہیے ۔ میں کہتا ہوں کہ جتنے ٹیکس زراعت والا دیتا ہے دنیا کے کسی حصے میں کوئی اور اتنا ٹیکس نہیں دیتا۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اب انھوں نے زراعت پر سبسڈی ختم کی ' کھاد کی قیمت مہنگی ہو گئی اور ادویات کی قیمت مہنگی ہو گئی۔ سبسڈی شہر والوں کو آٹے پر دی۔ جو آٹا پیدا کرتے ہیں' ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ غریب کی حالت شہر میں جا کر دیکھیں۔ راجے صاحب! یہاں تو تین ہزار لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں جو کھیت میں کام کرتے ہیں ' پچاس فی صد وہ ہیں جو آٹھ سو روپے تنخواہ لیتے ہیں۔ یہ میرے زمیندار بھائی جانتے ہیں۔ اور آٹھ سو روپے میں وہ گزارہ کرتے ہیں۔ آٹھ آٹھ دس دس بچے ہیں۔ انھوں نے اتنی رقمیں لا اینڈ آرڈر میں پولیس کے لیے رکھ لیں' جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے رکھ لیں۔ غریب کلرک کے لیے' غریب چھوٹے ملازم کے لیے انھوں نے سوچا تک بھی نہیں۔

میں آخر میں یہی گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ایک دو پوائنٹ ہیں۔ میں پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں کہ جو ہماری زراعت ہے یہ ملک کا ایک protective محکمہ ہے۔ اگر اس میں ہم کوئی چیز لگائیں گے تو اس میں پیداوار بڑھے گی اور ملک کی آمدنی بڑھے گی۔ جو غیر ترقیاتی کام ہے ان پر تو انھوں نے پیسہ لگا دیا۔ وزیر خزانہ صاحب مجھے یہ بتائیں کہ کیا آپ نے زراعت پر سبسڈی ختم کر دی ہے؟ اور راجے صاحب! میں آپ کو ایک دعوت دینا چاہتا ہوں۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ یہاں میں قصور سے آتا ہوں۔ ایمان داری کی بات ہے کہ یہ ایم پی اے کمیونٹی سنٹروں کے نام پہ لاکھوں میں' بیس لاکھ'

تیس لاکھ، چالیس لاکھ میں اپنے گھروں کے ڈیرے بنوا رہے ہیں۔ اپنے گھر بنوا رہے ہیں۔ جن کے گھر میں چھپر بھی نہیں تھا۔ کچا کوٹھا بھی نہیں تھا آج وہ محل بنوا رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں ایک ایک گن کے بتاؤں گا۔ جو ہم سے ہارے ہوئے لوگ ہیں ان کے گھروں میں کمیونٹی سنٹر بن رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے گھر بن رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ قوم کو کب تک لوٹیں گے؟ کیسے کیسے لوٹیں گے؟ ---- تھوڑا سا وقت اور دیں۔

جناب سپیکر، نہیں، نہیں۔ بس---- شعر جانے دیجیے۔ بڑے شعر ہو گئے یہاں۔ چلیے، شعر سنا دیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر،

جن کا نام شامل تھا رہزنوں کی سرپرستی میں
وہی چہرے ہمارے قافلہ سالار ٹھہرے ہیں
بھلا کیونکر حفاظت ہو امانت کے خزانے کی
لٹیرے جو ہمارے گھر کے پہرے دار ٹھہرے ہیں

جناب سپیکر، شیخ محمد انور سعید! یہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ شعر آخر میں پڑھنا کیوں ضروری ہو گیا ہے؟ ہر آدمی ضروری سمجھتا ہے کہ آخر میں اسے ضرور ایک شعر پڑھنا چاہیے۔

شیخ محمد انور سعید، جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے یہ موقع فرمایا۔ ابھی آپ شعر کی بات فرما رہے تھے کہ آخر میں یہ شعر پڑھنا کیوں ضروری ہوتا ہے۔ جناب! میں شروع میں ہی پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر، ضرور، ضرور۔

شیخ محمد انور سعید، اور شاید آج پہلی بار میں شعر پڑھ رہا ہوں،

انداز بیاں اگرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں بات میری

جناب سپیکر، ایہدے تے وی چھری پھیر دتی جے ناں---- ایہہ کُند چھری نال ذبح کیتا گیا اے۔

چودھری محمد ریاض، فنانس سیکرٹری نے وزیر اعلیٰ صاحب کو شعر تو بہت اچھے لکھ کر دیے تھے۔ ان میں قتل و غارت ہو گئی۔

جناب سپیکر، چلو، کوئی بات نہیں۔ جی، بسم اللہ۔

شیخ محمد انور سعید، جناب والا! ہر سال کی طرح آج پھر بجٹ پر ایوان میں بحث ہو رہی ہے۔ لیکن چند سال قبل بجٹ پر چند روز کے لیے ایوان کے اندر یا ایوان کے باہر بجٹ موضوع بحث رہتا تھا۔ لیکن اب تو پورا سال ہی پورے ملک میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پریس میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ اور تھڑوں پر، دکانوں پر اور ہر ایسی جگہ جہاں چند افراد مل بیٹھیں بجٹ موضوع زیر بحث رہتا ہے۔ جناب سپیکر! اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ اب بجٹ سال میں ایک بار نہیں، بلکہ بار بار پیش کیا جاتا ہے اور منی بجٹ کے نام پر سال میں کئی بار نازل ہو جاتا ہے۔ جناب والا! مہینوں قبل آئی ایم ایف کی مذاکراتی ٹیمیں ہمارے ملک میں آ جاتی ہیں جن کا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے بجٹ پر مکمل کنٹرول ہے۔ ماہرین کی کثیر تعداد دن اور رات اس کی نوک پلک سنوارنے میں لگی رہتی ہے لیکن بجٹ میں غریب عوام کی بچت کہیں نظر نہیں آتی اور غریب عوام مہینوں پہلے depression کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور بجٹ پھر ہمیشہ کی طرح امیروں، جاگیرداروں، سرمایہ داروں، صنعت کاروں اور اب تو وزیروں اور بیوروکریٹس کی شان و شوکت، دولت و امارت بڑھانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ غریب عوام جو مہنگائی کی چکی میں بری طرح پس رہے ہوتے ہیں ان کی کمر مزید جھک جاتی ہے۔ جناب والا! آج روپے کی قیمت میں بار بار کمی کرنے میں ایک بہت بڑی سازش نظر آتی ہے۔ جس نے ملک کی اقتصادیات کو بری طرح تباہ کیا ہے اور پورا ملک مہنگائی کی بھٹی میں جھونک دیا گیا ہے۔ آج غریب کو دو وقت تو کیا ایک وقت کی روٹی بھی میسر آنی مشکل ہو گئی ہے۔ جناب والا! روپے کی قیمت میں کمی کرنے کا مقصد برآمدات بڑھانا اور زیادہ سے زیادہ زر مبادلہ کمانا ہوتا ہے۔ لیکن حکومت کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے برآمدات میں مسلسل کمی ہوتی چلی جا رہی ہے اور اب مزید ٹیکس اور سیلز ٹیکس لگا کر خام مال کی قیمتیں مزید بڑھا کر کارخانوں میں پروڈکشن کم کر دی گئی ہے۔ اور کارخانوں کی پروڈکشن مزید مہنگی ہو گئی ہے۔ جن کی برآمدات دنیا کے دوسرے ممالک کی قیمتوں میں نمایاں فرق کی وجہ سے کم ہو گئی ہیں۔ اور باہر سے آنے والی اشیاء ہمیں مزید مہنگے داموں منگوانی پڑتی ہیں۔ جناب والا! یہ ایک ایسی سازش ہے جو ملک کی معیشت کو تباہ کر کے اس ملک کو بغیر جنگ کے ختم کیا جا سکتا ہے۔ اور آج ہمارے حکمران اس بات پر تلے ہوئے ہیں۔ جناب والا! آج پورا ملک اور خصوصی طور پر پنجاب بے چینی کا شکار ہے۔ ۱۴۔ جون کو وزیر خزانہ نے روایتی طور پر عجب صورت لفاظی کی لیکن جو منی بجٹ انہوں نے پیش کیا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کا نام

بجٹ نہیں، بلکہ کرپشن کا مجموعہ یا مہنگائی کا جن یا جھوٹ کا پلندہ ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہ کرپشن کا بجٹ غریبوں کی تباہی کا بجٹ ہے جس نے پوری معیشت کو نہایت ہی خستہ حال اور غریب کو مفلوک الحال کر دیا ہے۔ جناب والا! اس بجٹ میں قومی فلاح و بہبود کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

جناب والا! اب میں بجٹ کے اعداد و شمار کی طرف آتا ہوں۔ جناب وزیر خزانہ نے اس بجٹ کو فاضل بجٹ کہا جس میں سات ارب ستانوے کروڑ اکتالیس لاکھ کی رقم فاضل ہے تو پھر اگر یہ فاضل بجٹ ہے تو اس میں ایک ارب 9 کروڑ روپے کے قریب نئے ٹیکس لگانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ درحقیقت یہ تقریباً 2 ارب 75 کروڑ روپے خسارے کا بجٹ ہے جو ان کے وائٹ پیپر کے ذریعے ثابت ہوتا ہے۔ اگر آپ بغور اس کا مطالعہ کریں تو اس سے پتا چلے گا کہ اس میں مجموعی اخراجات جو انھوں نے دکھائے ہیں وہ 94 ارب 95 لاکھ ہیں جبکہ وصولیاں 92 ارب اور 14 کروڑ روپے کے قریب ہیں۔ یہ فاضل بجٹ ان کے اپنے وائٹ پیپر کے ذریعے جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے اور آج وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی بڑے زور شور سے یہ بات فرمائی کہ فاضل بجٹ پیش کیا گیا ہے جو کہ پنجاب میں کئی سال کے بعد ایسا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ اگر اس کے اعداد و شمار آپ دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ فاضل بجٹ نہیں درحقیقت یہ خسارے کا بجٹ ہے اور اس کے ثبوت کے طور پر اگر آپ کہیں تو جنگ اخبار کی ایک ہی سرخی پڑھوں گا کہ "پنجاب کے بجٹ میں پونے تین ارب کا حقیقی خسارہ ہے۔ اب وزیر خزانہ اس کو ترقیاتی بجٹ کہتے ہیں۔ آپ ترقیاتی اخراجات دیکھ لیں اور غیر ترقیاتی اخراجات دیکھ لیں آپ کو یہ پتا چل جائے گا کہ یہ ترقیاتی بجٹ ہے یا غیر ترقیاتی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر غیر ترقیاتی بجٹ ہے اور اس کا فیصلہ آپ اس طریقے سے کر لیں۔

جناب سپیکر، پلیز واٹنڈ اپ کیجیے۔

شیخ محمد انور سعید، کہ اس سال بھی اور پچھلے سال بھی آپ سندھ کا بجٹ دیکھ لیں جنھوں نے اس سال 16 ارب اور 22 کروڑ روپیہ اپنے ترقیاتی کام کے لیے رکھا ہے اور پنجاب میں 15 ارب 75 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں جبکہ پنجاب اور صوبہ سندھ کا آپ موازنہ کر لیں کہ پنجاب کتنا بڑا صوبہ ہے۔ اس کے لیے کتنے ترقیاتی فنڈز چاہییں تھے اور سندھ جو پنجاب کے مقابلے میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ بہت چھوٹا صوبہ ہے لیکن انھوں نے اپنے ترقیاتی اخراجات میں 16 ارب روپے کے قریب رکھے ہیں جبکہ پنجاب میں 15 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر، پلیز واٹنڈ اپ۔

شیخ محمد انور سعید، جناب سپیکر! ابھی تو میں نے شروع کیا ہے۔ مجھے دو چار منٹ اور دیں۔

جناب سپیکر، بالکل نہیں۔ بس آپ واٹنڈ اپ کیجیے۔ ایک منٹ میں واٹنڈ اپ کیجیے۔

شیخ محمد انور سعید، جناب سپیکر! تعمیر پنجاب کے نام سے جو فنڈز رکھے گئے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ان کا نام تعمیر پنجاب کی بجائے تعمیر شیخوپورہ رکھ دیتے یا تعمیر قصور رکھ دیتے یا تعمیر بہاولنگر رکھ دیتے تو زیادہ مناسب تھا۔ اس لیے کہ اگر آپ تعمیر پنجاب کا صفحہ 8 دیکھ لیں تو اس میں ایک شق فارم ٹو مارکیٹ روڈ آتی ہے۔ اس میں لاہور کے لیے صرف 4 ملین روپیہ اور قصور کے لیے 11 ملین روپیہ اور شیخوپورہ کے لیے 24 ملین روپیہ رکھا گیا ہے۔ لاہور والوں کو یہ کس بات کی سزا دی جا رہی ہے' اس لیے کہ وہ نواز شریف اور مسلم لیگ کے ساتھی ہیں۔ اگر آپ سیاسی بنیادوں پر لاہور والوں کو سزا دینا چاہتے ہیں تو آپ یہ نہیں دیکھتے کہ لاہور میں پیپلز پارٹی کے لوگ بھی رہتے ہیں۔ لاہور میں دوسری جماعتوں کے لوگ بھی رہتے ہیں۔ اگر تکلیف پہنچتی ہے تو پوری لاہور کی آبادی کو پہنچتی ہے۔ صرف مسلم لیگ کے لوگوں کو نہیں پہنچتی۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں جو توازن ہے اس کو درست کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! اب میں آپ کو ایک block allocation کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ ایک ارب 77 کروڑ 50 لاکھ روپے block allocation میں رکھے ہیں۔ وزیر خزانہ صاحب فرماتے ہیں کہ ماضی کی حکومتیں شاہ خرچیاں کرتی چلی آئی ہیں اور ہم اب کفایت شعاری سے کام لے رہے ہیں۔ تو ان کی کفایت شعاری کا یہ عالم ہے کہ وزیروں اور مشیروں کی تنخواہ کے لیے 3 کروڑ 43 لاکھ روپیہ اور کروڑوں روپے میں مراعات جو رکھی ہیں' وہ الگ ہیں۔ وزیروں اور مشیروں کے لیے بھی صوابدیدی فنڈ ہے جو تقریباً 2 کروڑ 22 لاکھ روپے کے قریب ہے جبکہ 96-1995ء میں یہ صرف 87 لاکھ روپیہ تھا۔ پھر چیف منسٹر کے لیے 3 کروڑ روپیہ صوابدیدی فنڈ رکھا ہے اور چیف منسٹر سیکرٹریٹ کے لیے 4 کروڑ 78 لاکھ 46 ہزار روپے کی ایک خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ اب مجھے بتائیں کہ شاہ خرچیاں یہ ہیں یا پہلے شاہ خرچیاں تھیں۔ یہ جناب وزیر خزانہ کو محسوس ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر! میں نے جیسا کہ یہ کہا تھا۔۔۔۔

جناب سپیکر، بس اب تشریف رکھیں۔

شیخ محمد انور سعید، جناب سپیکر! ابھی تو میں تھوڑا سا بولا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں نہیں۔ چودھری شوکت داؤد صاحب۔

شیخ محمد انور سعید، جناب سپیکر! مجھے تھوڑا سا وقت دے دیں۔

جناب سپیکر، نہیں sorry

شیخ محمد انور سعید، جناب سپیکر! یہ بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر، یہ زیادتی نہیں ہے۔ آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد انور سعید، جناب سپیکر! پہلے کوئی بولتا ہے تو آپ بیس بیس منٹ اور پچیس پچیس منٹ دے دیتے ہیں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

جناب سپیکر، جی' یہی بات ہے۔

شیخ محمد انور سعید، آپ دوسرے لوگوں کو ٹائم دے دیتے ہیں اور جب میں بولوں تو ٹائم نہیں دیتے۔

جناب سپیکر، آپ غلط بات کہہ رہے ہیں اور یہ آپ کی ناانصافی ہے۔ میں نے آپ کو دس منٹ کی بجائے سو منٹ وقت دیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ ایسے نہیں ہو سکتا اور داؤد صاحب میں معذرت چاہتا ہوں منشاء بٹ صاحب کی باری ہے۔ مسٹر منشاء اللہ بٹ۔

میں آئندہ سے تمام دوستوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دس منٹ کے بعد وقت کی گھنٹی بجے گی اور سب کو اس کا احترام کرنا چاہیے اور یہ بحث نہیں کرنی چاہیے۔ میرا اس میں کیا ہے۔ میں بیٹھا ہوں لیکن اگر آپ اس طرح سے ایک آدمی کو موقع دیتے چلے جائیں گے تو باقی لوگ کیا کریں گے؟ اتنی بڑی لسٹ مجھے دی ہوئی ہے اور تین بج جاتے ہیں۔

شیخ محمد انور سعید، جناب سپیکر! آپ بیس منٹ بھی دیتے ہیں' آپ پچیس منٹ بھی دیتے ہیں' آپ تیس منٹ بھی دیتے ہیں

جناب سپیکر، نہیں' آپ تشریف رکھیں۔ مہربانی فرمائیے۔ میں آپ کا نیاز مند ہوں۔ میں نے آپ کے ساتھ ناانصافی نہیں کی' رعایت کی ہے۔ محترم منشاء اللہ بٹ۔

جناب منشاء اللہ بٹ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر! چند روز پیشتر محترم وزیر خزانہ جو نہایت

ہی شریف آدمی ہیں نے بڑی معصومیت سے کسی کا بوجھ اپنے سر لیتے ہوئے پنجاب کا عوام دشمن لیکن حکمران دوست بجٹ پیش کیا ہے۔ میں ان سے اظہار افسوس کرتا ہوں۔ یہ بجٹ اعداد و شمار کی فرض کاری ہے۔ کسی بھی نمائندے سے اس کے حلقے کے بارے میں کسی قسم کا کوئی مشورہ نہیں کیا گیا۔ وفاقی بجٹ کے بعد پنجاب کے بجٹ میں ٹیکسوں کی کمر توڑ بھرمار اسی طرح ہے جیسے چکی کے دو پاٹوں کے درمیان غریب عوام کو کچل کر رکھ دیا گیا ہے۔ مہنگائی' کرپشن' بے روزگاری' امن و امان کی صورت حال کو درست کرنے کے لیے اس میں کسی قسم کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا گیا۔ حالانکہ ان مسائل کو نہایت سنجیدگی اور متانت سے دیکھنا چاہیے تھا اور اس کا حل تلاش کرنا چاہیے تھا۔ حکومت کا ہر قدم مہنگائی میں اضافے کا باعث بن رہا ہے اور یہ عوام کا معاشی قتل ہے۔

جناب سپیکر! اپنے عوام کے لیے آسانیاں پیدا کرنا حکومت کا فرض ہے لیکن اس بجٹ میں شادی ہال پر بھی ٹیکس لگا دیا گیا ہے جبکہ تنگ اور تاریک گلیوں میں رہنے والے غریب آدمی اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے تھے' میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔

جناب سپیکر! ملازمین کے الاؤنسز کو بھی ٹیکس میں شامل کر لیا گیا ہے اور یہاں تک کہ یہاں جو ہمارے معزز و محترم مہربان ٹیکسوں کی بھاری بھاری کتب اٹھا کر ہماری سیٹوں پر پہنچاتے تھے یا جنھوں نے پہنچایا ہے ان کی تنخواہوں میں کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا گیا۔ مزدوروں کو' ملازمین کو' اساتذہ کرام کو' کلرکوں کو کسی قسم کی مراعات جو ہیں وہ اس بجٹ میں نہیں دی گئی ہیں۔ تین چار ہزار روپیہ کمانے والے شخص کے کنبے کا بجٹ بنانا کسی بھی ماہر اقتصادیات کے آج بس میں نہیں ہے۔ اس بجٹ نے ان کو خوشیوں سے محروم کیا ہے اور ان کے سکون کے لیے کسی قسم کا کوئی انتظام نہیں کیا ہے۔ غریب کے منہ سے آخری نوالہ بھی چھینا جا رہا ہے۔ ٹیکسوں کی بھرمار ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ وکلاء پر ٹیکس' ڈاکٹروں پر ٹیکس یہ کس نے دینا ہے؟ indirectly ہر ٹیکس جو ہے وہ عوام کے اوپر بوجھ بنتا ہے۔ امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورت حال' بے روزگاری' مہنگائی نے اس وقت لوگوں کو نفسیاتی مریض بنا دیا ہے اور 77 فیصدی لوگ ڈپریشن کا شکار ہیں۔

جناب والا! ۸۸ فیصد عوام وہ ہیں جو ادویات خرید ہی نہیں سکتے اتنا حبس ہے کہ لوگ لو کی دعا کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! نہ جانے کن کے اشاروں پر عوام کو قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے۔

بجٹ بنانے والوں کو ان تکالیف کا احساس نہیں ہے میں بجٹ بنانے والوں کے لیے ایک شعر آپ کی اجازت سے عرض کروں گا۔

آپ کیا جانیں کیا ہوتی ہیں شب کی تلخیاں
آپ کے گھر چاندنی بن کے اتر جاتی ہے رات

عوامی نمائندگان کو عوام ووٹ اس لیے دیتے ہیں کہ وہ انہیں بنیادی ضروریات زندگی مہیا کریں انہیں بےروزگاری اور خوف کی فضا سے نجات دلائیں لیکن جناب سپیکر [illegible] کو مقروض در مقروض کیا جا رہا ہے یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم سادگی اور کفایت شعاری کو شعار بنائیں اور خود انحصاری کے slogan پر مارچ جاری کریں ۔ معاشی ' سیاسی استحکام کے لیے کام کریں غیر ضروری اخراجات کو کم کریں۔

جناب سپیکر! اس وقت ملک میں کرپشن کا غلبہ ہے ۔ سرکاری فنڈز خوردبرد ہو رہے ہیں ۔ انصاف کا نظام بہت ہی ضروری ہے قائد حزب اختلاف نے بھی ایک ریزولوشن آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے اس ہاؤس کو متفقہ طور پر اس طرف مارچ کرنا چاہیے یہ ہم سب کا فرض ہے کہ ایک اقتصادی کمیشن ہو جس کے سامنے سیاستدان اور انتظامیہ کا ہر افسر جوابدہ ہو۔ جناب سپیکر! آپ کے علم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ۝ "جو لوگ ہمارے قانون سے روگردانی کرتے ہیں ہم ان پر رزق تنگ کر دیتے ہیں"۔ جناب سپیکر! آپ کے علم میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس زمین کا مالک ہے اور حکم بھی صرف اسی کا چلے گا۔ جناب سپیکر! آپ کے علم میں یہ بات بھی ہے کہ از کلید دین در دنیا کشاد ۔ جناب سپیکر ! دین کی چابی سے اگر دنیا کا دروازہ کھولا جائے تو تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں ۔ جناب سپیکر! ہمارے آقا' ہمارے ہادی' ہمارے مرشد' میری روح ان پر فدا ہو کی ذات کا نمونہ' ان کی سنت ہمارے پاس موجود ہے ۔ ہمارے حکمرانوں اور ہمیں اس پر عمل کرنا ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ دجلا کے کنارے اگر ایک کتا بھی بھوکا مر جائے گا تو مجھ سے پوچھا جائے گا ۔ جناب سپیکر! آج تو لوگ روٹی کو ترس رہے ہیں ۔ آج تو لوگ تعلیم کو ترس رہے ہیں ۔ آج تو لوگ ادویات کو ترس رہے ہیں ۔ طرح طرح کی پریشانیوں کا شکار ہیں عدم تحفظ کا شکار ہیں کیا حکمرانوں کو یہ یاد نہیں آ رہا کہ انہوں نے اور ہم نے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور وہاں ہر چیز کا حساب لیا جائے گا اور وہ حساب بہت سخت حساب ہو گا

وہاں کسی کی کوئی سفارش نہیں چلے گی ۔ جناب سپیکر! ہمارا ملک دنیا کا بہترین ملک ہے۔ اگر میں یہ کہوں تو میں حق بجانب ہوں کہ قرآن پاک کی تفسیر اور سورۃ رحمٰن کی تفسیر ہمارا ملک ہے ۔ ہمارے ملک کے عوام نہایت محنتی اور نہایت ہی محب وطن ہیں اور ان کی مشکلات کو حل کرنا انہیں سکون اور امن فراہم کرنا ہم سب کا فرض ہے ہم سیاستدانوں کا فرض ہے ۔ ہم سیاست کو عبادت سمجھتے ہیں کیونکہ سیاست ایک خدمت ہے اور خدمت عبادت ہے ہمیں اس چلن پر چلنا ہو گا اور جناب سپیکر! خدارا ' خدارا ' خدارا اپنے عوام پر رحم کیجیے گا اپنے ملک پر رحم کیجیے گا ' قانون کو بدلیے گا ' غیروں پر تکیہ چھوڑیے گا اپنے وسائل کو دیانتداری سے استعمال کیجیے گا خداوند تعالیٰ کے قانون پر عمل کیجیے گا۔ اسی میں ہم سب کی بہتری ہے ۔ اسی میں آخرت کی بہتری ہے ۔ اسی میں دنیا میں بہتری ہے ۔

جناب سپیکر! پیشتر اس کے کہ آپ گھنٹی کی طرف جائیں میں اپنے حلقے کی چند گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا! میرا حلقہ شہر اقبال ہے جسے سیالکوٹ کہتے ہیں اور آج کل وہ مسائل کوٹ بنا ہوا ہے ۔ جناب سپیکر! اس کی سڑکیں تباہ ہو چکی ہیں ۔ اس کے سیوریج کا نظام تباہ ہو چکا ہے اس کے نکاسیٔ آب کا مسئلہ فوری حل طلب ہے ۔ پینے کا پانی مضر صحت ہے ۔ لیکن بجٹ میں اس شہر کا کہیں ذکر نہیں ہے ۔ ان مسائل کو حل کرنے کا کہیں ذکر نہیں ہے اس لیے کہ ہمارا تعلق اپوزیشن سے ہے ۔ شہر میں ایک ڈگری کالج ہے جہاں پر بچیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں ۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ایک بچی کا تعلیم حاصل کرنا آئندہ آنے والی نسلوں کا تعلیم حاصل کرنا ہے لیکن اس بجٹ میں کسی اور کالج کی نوید نہیں سنائی گئی ۔ میرے دیہاتوں میں نکاسیٔ آب کا مسئلہ ہے جوہڑ کے پانی باہر نکل رہے ہیں لوگوں کا چلنا پھرنا مشکل ہو چکا ہے ۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ حقدار کو حق دیا جائے۔ میرے محترم سپیکر! یہ نظریہ پاکستان کے خالق حضرت علامہ اقبال کا شہر ہے قومی شاعر کا شہر ہے لیکن اسے کسی قسم کا کوئی پیکج آج تک نہیں دیا گیا ۔ اس کو بڑے شہروں میں شامل ہی نہیں سمجھا جاتا ۔ کیا بڑے شہروں کا کوئی خاص criteria رکھا گیا ہے ۔ میرا شہر کراچی کے بعد سب سے زیادہ زرمبادلہ کمانے والا شہر ہے ۔ غیور محب وطن صنعتکاروں کا شہر ہے بیشمار ہنرمندوں کا شہر ہے اور جن کی ہنر مندی کا لوہا تمام دنیا مانتی ہے صنعتکار دنیا کے کونے کونے میں جا کر پاکستان کے سفیر کا کردار ادا کرتے ہیں ۔ اربوں روپے کی ایکسپورٹ کر کے اس ملک کے جسم میں زرمبادلہ کا خون مہیا کرتے ہیں لیکن جناب سپیکر! اس شہر کی حالت دن بدن

خراب ہو رہی ہے ۔ حنیف رامے صاحب! میں آپ کو حضرت علامہ اقبال صاحب کی روح کا ایک پیغام دوں گا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ رامے صاحب ! آپ کوئی نہ کوئی رولنگ تو دے سکتے ہیں آپ وزیر خزانہ صاحب سے یہ کہہ تو سکتے ہیں کہ حضرت علامہ اقبال کے شہر کی حالت کو درست کیا جائے ' قومی شاعر کے شہر کی حالت کو درست کیا جائے ۔ اربوں روپے کمانے والے شہر کی حالت کو درست کیا جائے ۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کا فرض ہے اور میں پیار سے آپ سے یہ بات کر رہا ہوں ۔

جناب سپیکر ! یہ بجٹ نہایت ہی غیر منصفانہ ہے ۔ اس میں مساوی تقسیم نہیں ہے ۔ یہ ظالم بجٹ ہے ' غریب کا دشمن بجٹ ہے ۔ ہم ان فضول خرچیوں کی اجازت نہیں دے سکتے ۔

جناب سپیکر! اللہ تعالیٰ میرا اور آپ کا حامی و ناصر ہو ۔ شکریہ ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، چودھری شوکت داؤد صاحب!

چودھری شوکت داؤد، شکریہ جناب سپیکر!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب والا! باتیں تو کرنے کی بہت تھیں لیکن وقت کم ہے باقی تو انشاء اللہ کٹ موشنز پر بنچے ادھریں گے ۔ تو میں بجٹ پر بحث کرنے سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ ہر سال بجٹ بنتے ہیں پیش ہوتے ہیں اور ان پر بحث ہوتی ہے ۔ اس سال بھی میں نے ایک تجویز دی تھی کہ اگر ہم کسی بھی بجٹ کو صحیح ' عوامی بجٹ ' علاقی بجٹ اور عوامی امنگوں کے مطابق بجٹ کہنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ہمیں ایک پری بجٹ سیشن کرنا چاہیے ۔ سال میں جہاں اتنے سیشنز ہوتے ہیں اگر ہم ایک پری بجٹ کا نام دے کر پانچ یا چار مہینے پہلے اجلاس بلالیں اور ہمارے پاس چار پانچ دن کا وقت بھی ہو وہاں ہر ممبر اپنے اپنے علاقے کے مسائل بیان کرے اور وہاں پر بجٹ تجاویز بھی بیان کرے اس کے بعد اگر بجٹ بن جائے تو میں سمجھوں گا کہ اس کو صحیح عوامی بجٹ کا نام دیا جا سکتا ہے وگرنہ ہر سال کی طرح ہی اس کو بیورو کریٹک بجٹ کا نام ہی دیا جائے گا جو ایک حقیقت ہے اس کے علاوہ میں آپ کو یہ بات کہوں کہ میں نے ہر سال بجٹ تقاریر میں اگر میانہ روی اختیار کی تو وہ اس انداز سے کی ۔ میرے ذہن میں ایک بات آئی کہ شاید اگر میں اقتدار سے تعلق رکھتا تو اس لحاظ سے اگر میں بجٹ کی حمایت کروں تو اس انداز میں نہ کروں کہ میں ایک پارٹی تصور ہوں۔ اگر میں حزب اختلاف کے بنچز سے بول رہا ہوں تو میں بجٹ کو اس انداز میں criticize نہ

کروں کہ میرے اوپر چھاپ لگ جائے حالانکہ میں نے اس وقت بھی ہمیشہ کوشش کی کہ میں اپنے دل کی بات کہوں ۔ اگر میں آج بھی بات کر رہا ہوں تو افسوس کے ساتھ یہ بات کر رہا ہوں کہ آج پاکستان کی تاریخ کا تاریک ترین بجٹ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پیش کیا گیا ہے یہاں افسوس مجھے یہ ہے کہ جہاں یہ بجٹ عوام دشمن ہے وہاں مجھے آج یہ خوشی ہو رہی ہے کہ اپوزیشن پارٹیوں کے ساتھ ساتھ محب وطن لوگوں کو اس بجٹ کے خلاف عوامی جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے عوامی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے ۲۳ تاریخ کو جو عام ہڑتال کی اپیل کی ہے وہ صحیح معنوں میں عوام کے جذبات کی ترجمانی ہے ۔ آج بھی میں شاید اپنی بجٹ تقریر نہ کرتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ فرض اولین ہے کہ آج میری اس سوہنی دھرتی پر بسنے والے عوام جن مشکلات کا شکار ہیں جو ان کے دلوں کی آواز ہے جو ان کا دکھ اور درد ہے وہ میرا فرض بنتا ہے کہ میں اس ایوان میں اس آواز کو بلند کروں اور اپنے علاقے اور اپنے پنجاب کے صوبے کے عوام کی ترجمانی کروں ۔ جناب والا! میں اگر یہ کہوں کہ اس بجٹ کو اس انداز میں پیش کیا جا رہا ہے جیسے اس پنجاب کے عوام کو اور پاکستان کے عوام کو لیموں کی طرح نچوڑا جا رہا ہے تو بے جا نہ ہو گا شاید اس عوام کو لیموں کی طرح نچوڑ کر اس کی جو پھک بچے گی وہ بھی میرا خیال ہے زرداری صاحب کے گھوڑوں کو پیش کر دی جائے گی۔

جناب والا! کل ایک بندہ بات کر رہا تھا کہ یار ہر چیز پر ٹیکس لگ گیا ہے اور ہر چیز پر سیلز ڈیوٹی لگ رہی ہے یکم تاریخ سے پہلے کھانا پینا کر لیں جو کچھ کرنا ہے کر لیں اور موج اڑا لیں اس کے بعد تو ٹیکس لگ جانے کا تو دوسرے نہ کہا کہ شکر ہے کہ بیت الخلا پر ٹیکس نہیں لگا۔ دوسرے نے کہا۔ اس کا بھی میں بتاتا ہوں کہ کیوں نہیں لگایا گیا۔ جب آپ کو کھانے کو ہی نہیں ملے گا تو بیت الخلا۔ کیوں جائیں گے۔ وہ تو ٹھیکیدار بھی کھانے میں رہے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم بجٹ کا بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ لیکن ہمارے حکمرانوں کی باتیں یہ ہیں۔ شاہی جوڑے کو دیکھ لیں ۔ اس پر اتنی لمبی بحث ہو چکی ہے ۔ اس کو تو چھوڑیں۔ صوبائی حکمرانوں نے بھی اپنے طور طریقے بدل لیے ہیں۔ سردار جی بیری دے درخت تے چڑھیا ہویا ۔ کسی نے کہیا کیہ کر رہے او ۔ اوس نے کہیا دو ای شوق آ ۔ اچھا کھانا تے اچھا پہننا ۔ بیر کھا رہے آں تے کچھا پایا ہویا آ۔ ہن اسین کچھے چھڈ کے مرسیڈیزاں تے چڑھنا شروع کر دتا تے بجت دا بجٹ اسیں کتھوں پیش کر سکنے آں۔ سردار نے شوق بدل لے نیں تے بجت دا بجٹ کتھوں آناں اے۔ اگر ہم نے بجت کرنی ہے اور اگر ہم نے بیوروکریسی کو درست کرنا

ہے----

جناب سپیکر، اگر آپ کی بات بن گئی ہے تو جانے دیجیے ۔ مزید اس کو کیوں بگاڑتے ہیں۔ بس کریں اور شکریہ ادا کریں۔

چودھری شوکت داؤد، سائیں ابھی تو میں نے شروع کیا ہے ۔

جناب سپیکر، چلو پھر وائینڈ اپ کرو۔

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! مجھ سے پہلے باتیں تو بہت تھیں کرنے کے لیے ۔ میں نے وہی کہا کہ کٹ موشن میں کوشش کریں گے کہ ہر محکمے کا تجزیہ بھی کریں۔ لیکن میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے یہ ضرور کہوں گا کہ حقیقت ہے کہ جیسے بٹ صاحب نے کہا ہے کہ اگر ہم اسلامی شعار کو اپنا لیں۔ اسلام کو اپنا لیں جو مکمل ضابطہ حیات ہے ۔ جس میں ہماری معاشی معاشرتی اخلاقی ہر چیز پنہاں ہے تو شاید ہمیں اتنی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے اور ہم ان رہنماؤں کو جو کہ صحیح معنوں میں ہمارے رہنما ہیں ۔ اور ہمیں درس دیا گیا ہے کہ اگر ان کی زندگیوں کو اپنا لیں تو آج ہمیں ان مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔ لیکن آج بدقسمتی یہ ہے کہ جس معاشرے کے بجٹ اس معاشرے کو معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی طور پر تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے ۔ اپنی شان و شوکت کو بڑھانے کے لیے اس بجٹ کو استعمال کیا جا رہا ہے ۔ میں اپنے علاقے کے تین چار مسائل عرض کروں گا کہ صادق آباد اور رحیم یار خاں میں ----(قطع کلامی) میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ رانا صاحب کو خود نہیں پتا کہ یہ پی اینڈ ڈی کے وزیر ہیں ۔ ان کے پاس کیا کیا تجاویز آ رہی ہیں۔ میں یہ کہہ رہا تھا ہم اس بجٹ کو انصاف کا بجٹ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ مجھے تو شک پڑ گیا ہے کہ حکمرانوں کی آنکھوں کا چیک اپ ہونے والا ہے کہ وہ کانے ہیں ۔ ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ ان کو صرف اقتدار کے بغیر نظر آ رہے ہیں۔ ان کو صرف اقتدار نظر آ رہا ہے ۔ ان کو دولت نظر آ رہی ہے ۔ ان کو کرپشن نظر آ رہی ہے ۔ ان کو ایمانداری نظر نہیں آ رہی ۔ ان کو حزب اختلاف نظر نہیں آ رہی ۔ ان کو ان کے علاقے نظر نہیں آ رہے ۔ حقیقت ہے کہ ان کی آنکھوں کا چیک اپ کروائیں تو ایک آنکھ ہی نکلے گی ۔ دو آنکھیں نہیں ہوں گی ۔

میرے ضلع رحیم یار خاں میں اور تحصیل صادق آباد میں تین چار دیہات ایسے ہیں جو سکارپ کی غلط پلاننگ کی وجہ سے برباد ہو چکے ہیں۔ ان کے لیے سکیمیں بنانی چاہییں۔ صادق آباد میں پینے کے لیے پانی اور ڈرینیج سسٹم بالکل ناکافی ہے ۔ میرے علاقے میں لانڈی اور بندور حماسہ کی ایسی دو یونین

کونسلیں ہیں جہاں پینے کا پانی کڑوا ہے اور چھ مہینے کی نہریں ہیں باقی چھ مہینے لوگ پینے کے پانی کو ترستے ہیں۔ یہ ایسے مسائل ہیں جن پر پاکستان اور صوبہ کے لیول پر کام ہونا چاہیے ۔ اس کے علاوہ آخر میں میں یہ کہوں گا کہ انصاف اور تحفظ ہمارا بنیادی حق ہے ۔ اس پر ہمیں توجہ دینی چاہیے ۔ اگر ہم کچھ نہ دیں ۔ یہ ہی دے دیں تو میں سمجھتا ہوں ہماری جیت ہو گی۔ ملازمین کی تنخواہیں بڑھانی چاہییں۔ اس کی بجائے ان کو کہہ دیا ہے کہ مہنگائی کو کم کیا جا رہا ہے ۔ ان کو کرپشن کے راستے دیے گئے ہیں ۔ اس پر غور کرنا چاہیے ۔ زراعت پر سبسڈی دینے کی بجائے ٹریکٹر پر سیلز ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ ساٹھ ہزار سے نوے ہزار قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ اور آخر میں میں یہ کہوں گا کہ مجھے یہ درخواست کی گئی تھی کہ سی اینڈ ڈبلیو کے ملازمین جو کہ یہاں پورا دن کام کرتے ہیں ۔ آپ نے بھی سیکریٹری فنانس کو لکھا تھا ۔ ان کو اضافی تنخواہیں دینی چاہییں۔ ہم اسمبلیوں میں ایئر کنڈیشنڈ ہاؤس میں بیٹھتے ہیں اور ہمارے غریب ڈرائیور سارا دن دھوپ میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کے لیے موزوں انتظام ہونا چاہیے ۔

جناب سپیکر ، ابھی آپ نے فرمایا کہ ڈرائیور صاحبان باہر دھوپ میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ابھی ایک چٹ میرے پاس آئی تھی کہ گزشتہ چار گھنٹے سے ایک گاڑی کا اسے سی چلا کر اس کے اندر سوئے ہوئے ہیں۔ یہ صورت حال بھی ہے ۔

چودھری شوکت داؤد ، وہ سرکاری گاڑیوں میں ایسا کرتے ہیں۔ آخر میں میں ایک بات ختم کرنے سے پہلے کہوں گا ۔ آج سے چار پانچ سال پہلے بھی یہ بات کی تھی ۔ ہمیں ہوسٹل اور اسمبلی کے درمیان ایک مسجد کی تعمیر ضرور کرانی چاہیے اور ہاؤس میں اذان کا انتظام کروائیں۔

جناب سپیکر ، اب صورت حال جس طرح کی ہے ۔ تین بجنے میں صرف پندرہ منٹ باقی ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ سارے دوست یہ تصور کریں کہ فنانس منسٹر صاحب کو موقع دیا جائے کہ وائینڈ اپ کریں اور بحث ختم کی جائے اور باقی دوست کٹ موشنز پر بات کر لیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس کے مطابق عمل کر لیا جائے ۔

حاجی عبدالرزاق، جناب سپیکر! لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے ہمارے لیے کیا کیا ہے۔ آپ ہمیں موقع دیں ۔ ایک گھنٹہ وقت بڑھا دیں۔

چودھری محمد ریاض، آدھا گھنٹہ وقت بڑھا لیں ۔ ہم بھی پانچ پانچ منٹ بات کر لیں گے اور سارے معاملات طے ہو جائیں گے ۔ صبح کے اسی انتظار میں بیٹھے ہیں کہ اپنے حلقے کی کوئی بات کریں۔

جناب سپیکر ، آپ اپنی پارٹی سے بات کر لیں اور کٹ موشنز پر بات کر لیں ۔

چودھری محمد ریاض، جو ہم بجٹ پر بحث کر سکتے ہیں وہ کٹ موشنز پر تو نہیں ہو سکتی ۔ ہمارا بھی قتل عام نہ کیجیے گا۔ جس طرح پہلے صبح سے اشعار کا قتل عام ہو رہا ہے ۔

جناب سپیکر ، بہر حال آپس میں کوئی سمجھوتہ کریں ' کوئی طریقہ نکالیں تو اچھا ہے ۔ گھمن صاحب ذرا آپ اس موقع پر ان سے بات کریں۔ گھمن صاحب آپس میں یہ طے کر لیجیے کہ کتنے بجے فنانس منسٹر کو اجازت دے دیں گے ۔ بیچ میں جو رہ گیا سو رہ گیا۔

وزیر اعلیٰ، میرے اپوزیشن کے اراکین نے مزید آدھا گھنٹا مانگا ہے ۔ تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ ان کی خواہش پوری کرتے ہوئے ان کو آدھا گھنٹا دے دیا جائے ۔ یعنی سوا تین بجے تک ۔

جناب سپیکر ، جہاں آپ نے اتنی مہربانی کی ہے یہ بھی کریں کہ ساڑھے تین بجے تک کر دیں ۔ ساڑھے تین بجے فنانس منسٹر کو وائینڈ اپ کرنے کے لیے کہا جائے گا ساڑھے تین بجے تک تو وقت بڑھ ہی گیا ہے ۔ اس کے بعد پھر دیکھتے ہیں کہ فنانس منسٹر صاحب کتنا وقت لیتے ہیں۔ ۔ اب صورت یہ ہے کہ اب پانچ پانچ منٹ بات ہو گی ۔ رانا محمد اقبال خان اور سب لوگ اس (ہتھوڑا کی) آواز کا احترام کریں گے۔ یہ پانچ منٹ کے بعد کھڑک جائے گا۔

رانا محمد اقبال خان، میرے خیال میں آپ اس کو کھڑکا ہی لیں تو بہتر ہے ۔

جناب سپیکر : مجھے کیا ہے ساڑھے تین تو بج ہی جانے ہیں ۔ میری طرف سے چاہے ایک آدمی بولتا رہے ۔

رانا محمد اقبال خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر ! بجٹ کسی صوبے اور ملک کے سالانہ تخمینہ ترقی کا نام ہوتا ہے لیکن ہمارا یہ بجٹ جو اسمبلی میں پیش ہونے سے پیشتر ہی اخبارات کی نظر ہو چکا تھا۔ وزیر خزانہ نے بڑے اچھے انداز میں یہاں پڑھا ہو گا لیکن جب حکومت کے اراکین سے اس سلسلے میں رابطہ کیا گیا اور آپ کو بھی اس میں گواہ بنایا گیا کہ آیا اس بجٹ میں آپ سے کچھ مشورہ لیا گیا ہے یا آپ کو پتا ہے تو میرے خیال میں آپ نے بھی انکاری کا اظہار کیا۔ جناب سپیکر! اس بجٹ کو انھوں نے فاضل بجٹ قرار دیا ہے جبکہ میرے خیال میں اس بجٹ کو کسی طرح بھی فاضل بجٹ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ جو وسائل بتائے گئے ہیں وہ 84 ارب 5 کروڑ ہیں جبکہ جو لازمی اخراجات دکھائے

گئے وہ92 ارب 75 کروڑ ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے کہ لازمی اخراجات77 ارب روپے' لازمی اخراجات15 ارب' 75 کروڑ روپے اس طرح سے یہ بجٹ 92 ارب پر پہنچے گا۔ جناب سپیکر! حکومت نے پچھلی مرتبہ کی طرح اس دفعہ بھی 5 ارب کی بچت کا اظہار کیا ہے اور انہی کے اس اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ 3 ارب 75 کروڑ روپے کے مزید ٹیکس عائد کیے جائیں گے۔ اس طرح پچھلے سال 1995-96ء میں جب انھوں نے بجٹ پیش کیا تو 72 ارب روپے رکھے گئے تھے لیکن ضمنی بجٹ میں اس پر5 ارب' 67 کروڑ کا مزید بوجھ ڈالا گیا۔ جناب والا! اس بجٹ کو ہم کسی صورت بھی فاضل بجٹ نہیں کہہ سکتے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ federal grants میں' متفرق گرانٹس میں' (miscellaneous transfer grants) میں اس سال 2 ارب 38 کروڑ 42 لاکھ روپے کی کمی کر دی گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب فرما رہے تھے کہ مجھے پچھلے سال کی نسبت اس دفعہ کم رقم ملی ہے یا ان کے صوابدیدی فنڈز میں کم رقم رکھی گئی ہے جبکہ یہ ان کا اپنا ہی شائع کردہ white paper ہے جس میں تقریباً 88 کروڑ 84 لاکھ روپے کے لگ بھگ ان کا صوابدیدی فنڈ رکھا گیا ہے۔ جناب والا! آج صبح اپنی تقریر کے دوران وزیر اعلیٰ صاحب جب شعروں کی بھرمار کر رہے تھے اور بے چارے شاعر باہر بیٹھ کر رو رہے تھے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں بھی ان کی نظر ایک شعر کرتا ہوں وہ میرے بزرگ ہیں' قابل احترام ہیں میں ان کی شان میں کوئی ایسی ویسی بات نہیں کرنا چاہتا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا وقت ختم ہو گیا اور اگلے مقرر بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ذوالفقار احمد ڈھلوں صاحب ہیں۔

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر! میں صرف ایک چھوٹی سی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے ایک شعر فرمایا اس کے جواب میں' میں بھی شعر عرض کرتا ہوں۔

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں چالان
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

جناب سپیکر: جی بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ذوالفقار احمد صاحب!

BRIG (RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILUN: Mr Speaker, Sir, I am quite conscious that you just want to go through this ritual of having called us to speak on the budget and I have no mood also to comment on the ritualized absurdity of the government in producing this budget. I can only say that

"welldone people's government in three years. You deserve these three years for producing this poverty-oriented budget. You have produced a blue print for poverty for the people of Pakistan and the people of Punjab." I would like to speak only just for a minute or so. Although I have prepared a speech for 10 to 15 minutes which are normally allotted but to cut it out and to please the Finance Minister I would say while speaking on the budget during 1994 I said that this Government seems to be pursuing a strategy of an indirect approach for the disintegration of this nation and the successive budgets are proving my point. They have killed the people of Pakistan in soul and spirit. Sir, if you kill the people in soul and spirit you disintegrate them socially and politically and if you disintegrate the people socially, politically and economically, I am sorry to observe that geographic disintegration is ever far behind and that is the direction in which this government is heading and that is the result that they are seeking with this nation.

Second point I wish to make in this abbreviated speech that the 16 billion rupees that we have failed to claim from the Federal Government, we could have done so much in Punjab. We could have at least repaired all our roads with this money to save the people of Punjab three to four billion rupees annually on the repair and maintenance of their vehicles or we could possibly have built twenty high grade universities or perhaps twenty high profile hospitals or we could have restored the fertility of overall wheat acreage in Punjab to produce six million tonnes of additional wheat worth about twenty billion rupees. So, Sir, this is the loss or else we could have produced electricity with the generating capacity about 550 MW with this money and we could

have saved lot of royality that the people of Punjab pay. Sir, this is the loss you have inflicted on the people of Punjab for not claiming your rightful share from the federal Govt. and I would request you to do that . Do that for your right. And the people of Punjab, perhaps would stand up and cheer you Thank you very much.

جناب سپیکر ، چودھری محمد ریاض صاحب اور اگلے سپیکر چودھری غلام احمد خان ہیں اور اگر وہ نہیں آئیں گے تو ان کے بعد حاجی عبدالرزاق صاحب ۔ جی چودھری ریاض صاحب ۔

چودھری محمد ریاض ، شکریہ جناب سپیکر ! آج مجھے آپ نے اجازت فرمائی کہ میں اس صورت حال میں نام نہاد عوامی بجٹ پر اظہار خیال کروں ۔ اس بجٹ کا جس دن سے اعلان ہوا ہے اسی دن سے اس صوبے کی عوام خصوصاً محنت کش ، غریب تنخواہ دار طبقہ ، ریٹائرڈ ملازمین شدید کرب اور بے چینی کی حالت میں ہیں ۔ جناب سپیکر ! میں نے بچپن میں ایک کہانی پڑھی تھی کہ ایک خونی بلا گاؤں میں آتا ہے اور کسی ایک شخص کا خون چوس کر چلا جاتا ہے اور پوری آبادی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن آج زمانہ بدل گیا ہے ۔ جناب والا ! اب ہر سال جنگلی بلا کی جگہ بجٹ آتا ہے جو بستیاں برباد کر دیتا ہے لوگوں کی زندگیاں اجیرن کر دیتا ہے کسی ایک شخص کا خون نہیں لیتا بلکہ پورے پاکستان کی عوام پریشان ہوتی ہے ۔ یہ بے رحم بھیڑیا پاکستان کی تمام آبادی کی شہ رگوں پر اپنے مکروہ دانت گاڑ دیتا ہے ۔ یہ کیسا بجٹ ہے ؟ جس میں حکمرانوں کی عیاشیوں ، بدمعاشیوں ، لوٹ مار اور شاہ خرچیوں کو تحفظ دیا گیا ہے لیکن عوام کے لیے بھوک ننگ اور بدحالی کے سوا کچھ نہیں ۔ جناب سپیکر ! میں نے پچھلے بجٹ اجلاس میں بھی آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے بارے میں کہا تھا کہ ہمارے حکمران ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسا بجٹ بناتے ہیں جس سے عوام پر بے پناہ ٹیکس لگیں۔ مگر اس دفعہ ہمارے حکمرانوں نے ان کو بھی بے وقوف بنایا ہے انھوں نے اعداد و شمار کا اس طرح کمال ہیر پھیر پیش کیا ہے کہ 40 ارب کے نئے ٹیکس بھی لگا دیے اور صوبہ میں بھی بے پناہ ٹیکس لگے مگر میری سمجھ سے باہر ہے کہ ملازمین کی تنخواہیں نہیں بڑھائی گئیں اور پھر وزیر اعظم صاحبہ اعلان فرماتی ہیں کہ مہنگائی نہیں ہو گی ۔ جناب والا ! جب 40 ارب روپیہ ٹیکس لگے گا تو مہنگائی نہیں ہو گی تو پھر کیا ہو گا ؟ جناب سپیکر ! حکمرانوں کی منافقت کی طرح اس بجٹ میں بھی جگہ جگہ منافقت نظر آ رہی

ہے ۔ مجھے اس معاشی بجٹ کے اندر بھی ناجائز منی بجٹ کلبلاتے ہوئے نظر آتے ہیں جس کا اشارہ جناب وزیر اعظم صاحبہ نے اپنی پریس کانفرنس میں کر دیا ہے ۔ میرے صوبہ پنجاب کی عوام کو دو وقت کی روٹی تو نہیں ملتی مگر یہ حکمران اپنے لیے فرانس سے 6 کروڑ روپے کا پانی منگواتے ہیں ۔میرے صوبہ پنجاب کی عوام کو دوائیاں نہیں ملتیں ہسپتال میں سسک کر مر جاتے ہیں ان کے بچوں کے لیے سکول نہیں ' ان کے بچوں کے سکولوں کی چھتیں نہیں مگر آج حکمران اپنے بنائے ہوئے قانون اپنی کہی ہوئی بات اور اپنے اصول بنائے ہوئے کہ ہم بیرون ملک علاج نہیں کروائیں گے لیکن اس غریب عوام کا کروڑوں روپے کا فنڈ لے رہے ہیں ۔ یہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہیں یہ آج کے اخبارات دیکھیں انھوں نے ہی قانون بنایا ہے کہ پنجاب میں اسلحہ کی نمائش نہیں ہو گی مگر آج دیکھیں کہ سالگرہ پر کس طرح فائرنگ کی جا رہی تھی ؟ اور باہر سے لوگوں کو گاڑیوں میں لاد کر یہاں لایا جا رہا تھا اور محترمہ کی سالگرہ کا کیک کاٹا جا رہا تھا حقیقت میں وہ بے نظیر صاحبہ کی سالگرہ کا کیک نہیں تھا بلکہ وہ غریب کے گلے پر چھریاں چلائی جا رہی تھیں ۔جناب والا ! میں اس حکمران جوڑے سے پوچھتا ہوں (اس مرحلے پر ٹائم ختم ہونے کا اشارہ کیا گیا) لو جناب ہماری باری آتی ہے تو ٹائم بھی ختم ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر ، جی ہاں ۔ بالکل ٹھیک ہے۔

چودھری محمد ریاض ، جناب والا ! میں آخر میں ایک دو باتیں کرنا چاہتا ہوں اور دو منٹ میں ختم کرتا ہوں ۔

جناب سپیکر ، دو منٹ نہیں ۔ آدھے منٹ میں ختم کریں ۔

چودھری محمد ریاض، جناب والا! یہاں پر کرپشن کی بات ہے کہ جس طرح پوری قوم کا پیسہ لوٹا جا رہا ہے انگلینڈ میں "سرے محل" خریدا جا رہا ہے ۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ کرپشن کیوں کی جا رہی ہے ؟ سابقہ وزیر اعظم میرے قائد میاں نواز شریف نے کہا کہ احتسابی کمیشن بنایا جائے تو انھیں کیا اعتراض ہے؟ احتسابی کمیشن بنایا جائے میں بھی وہاں پیش ہوتا ہوں اس طرف کے لوگ بھی پیش ہوتے ہیں اس طرف کے بھی پیش ہوں اور اسلام آباد والے لوگ بھی پیش ہوں اور اپنی صفائی پیش کریں۔ جناب والا ! آخر میں میں اپنے حلقہ گوجر خان کی بات کروں گا کہ آج الحمد اللہ مجھے اس فلور پر بجٹ کو سنتے ہوئے 12 سال ہو گئے ہیں مگر آج تک نہیں دیکھا کہ تحصیل گوجر خان جہاں پر دو نشان حیدر ہیں جہاں کے لوگ بیرون ملک رہتے ہیں foreign exchange پاکستان کو بھیجتے ہیں ان

کے لیے پہلی دفعہ کسی روڈ کے لیے پیسے نہیں ہیں واٹر سپلائی سکیم کے لیے پیسے نہیں ہیں سڑکوں کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے گزارش کروں گا کہ گوجر خان کو مت بھولیے کل سے یول on going scheme ہے ان کے لیے ایک آنہ نہیں۔ چار سال سے گوجر خان 'گلیانہ' دولتالہ روڈ کی ہماری ایک سکیم چلی آ رہی تھی اس پر صرف 15 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! ہم کہتے ہیں کہ ہمارے تحصیل گوجر خان سے جو تیل نکلتا ہے جو قدرتی گیس نکلتی ہے اگر اس کی ہی رائلٹی تحصیل گوجر خان پر خرچ کر دی جائے تو ہماری تحصیل گوجر خان کی حالت بدل سکتی ہے۔

جناب سپیکر: حاجی عبدالرزاق صاحب!

چودھری محمد ریاض: جناب سپیکر! میں اس فلور پر کھڑا ہو کر وارننگ دیتا ہوں کہ اگر ہماری تحصیل گوجر خان کو تیل کی رائلٹی نہ دی گئی، گیس کی رائلٹی نہ دی گئی تو ہم گیس کے پائپ لائن کو کاٹ دیں گے۔ ہم اسلام آباد اور راولپنڈی کو گیس فراہم نہیں کرنے دیں گے۔

جناب سپیکر: حاجی عبدالرزاق صاحب!

حاجی عبدالرزاق: شکریہ جناب سپیکر! ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے پنجاب کا فاضل بجٹ پیش کیا ہے۔ میں ان سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ملک کے اندر سڑکیں مکمل ہو گئی ہیں؟ عوام کے لیے ہسپتال بن چکے ہیں؟ ہمارے صوبے کے بچوں کے لیے سکول بن چکے ہیں؟ کہ فاضل بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ اب میرے ملک میں حالت یہ ہے کہ اس پنجاب کے اندر ہسپتالوں میں 1566 آدمیوں پر ایک بیڈ آ رہا ہے یہ حالت ہے اور آپ فاضل بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ 51 فی صدی لوگ گندے پانی پر گزارا کر رہے ہیں انھیں صاف پانی مہیا نہیں ہے۔ تین سو ارب کا جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں سے آپ نے پونے دو کھرب روپیہ سود پر ادا کر دیا ہے تو آپ بتائیں کہ یہ کس طرح کا بجٹ ہے؟ میں یہاں سمجھتا ہوں کہ مشیروں کی مہارت اور عقلمندی پر ماتم کیا جا سکتا ہے۔ وفاقی حکومت نے نج کاری سے 45 ارب روپیہ اکٹھا کیا ہے اس میں سے صرف 20 کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے باقی کے بارے میں نوید قمر صاحب اور محترمہ وزیر اعظم صاحبہ بتائیں کہ وہ پیسہ کدھر گیا ہے؟ اس طرح حکومت کا ایک اور کارنامہ بھی آپ کو بتاتا ہوں کہ گزشتہ سال حکومت نے اپنے بجٹ میں کہا تھا کہ 30 ارب روپیہ سٹیٹ بنک سے قرضہ لیں گے لیکن actually 74

ارب روپیہ لیا گیا تو وہ پیسہ کہاں گیا؟جناب والا! پنجاب غریب صوبہ ہے اور عوام بڑی دکھی ہے ان کو اعداد و شمار کے گورکھ دھندے میں ڈال دیا گیا ہے ۔سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ نہیں کیا گیا یہ لوگ تو سکھ کا سانس بھی نہیں لے سکتے ۔ گورنر صاحب کی کار کے لیے تو 25 لاکھ رکھا گیا ہے اور ایک کروڑ 42 لاکھ روپیہ وزراء کرام کی کاروں کے لیے رکھا گیا ہے کیا یہ غریب ملازمین کی تنخواہوں سے زیادہ ضروری تھا؟جناب والا! اسلام آباد میں پنجاب ہاؤس ہے وہاں پر وزیر اعلیٰ کے لیے الگ دروازہ اور گورنر کے لیے الگ دروازہ اور وزیر اعلیٰ کے ناشتہ کے لیے کمرے کی تزئین و آرائش کے بلوں کے لیے 90 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ کیا یہ غریب عوام پر ظلم نہیں ہے ؟

جناب سپیکر ، حاجی صاحب! آپ بر وقت اپنے حلقے میں آ جائیے ۔

حاجی عبد الرزاق ، جی؛

جناب سپیکر ، حاجی صاحب! آپ بر وقت اپنے حلقے کی طرف آ جائیے ۔

حاجی عبد الرزاق، جناب والا ! یہ میرے پنجاب کا مسئلہ ہے اور میں پنجاب کی بات کر رہا ہوں یہاں میرا بجٹ استعمال ہو رہا ہے میرے ٹیکس استعمال ہو رہے ہیں ۔

جناب سپیکر ، آپ کی مرضی ۔ آپ کے پاس پانچ منٹ ہیں ۔

حاجی عبد الرزاق ، یہ جو 40 ارب روپے کے ٹیکس لگائے گئے ہیں کیا یہ ٹیکس اس لیے دیے جا رہے ہیں کہ اس سے " سرے " میں محل خریدے جائیں۔ ہم ٹیکس دیتے ہیں اور غریب عوام کی فلاح و بہبود کے لیے دیتے ہیں ۔ میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ سنڈے ایکسپریس کو کس طرح سے جرأت ہوئی ' پاکستان ایک آزاد ملک ہے اور اس کی ایک وزیر اعظم پر اتنا بڑا الزام لگائے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے ۔ جناب والا! ہم نے ابھی تک اس کو جواب نہیں دیا وزیر اعظم کو چاہیے تھا کہ اسی وقت اس کو یا تو نوٹس دیتی یا پھر استعفیٰ پیش کرتی ۔ جناب والا! یہ کوئی مذاق ہے یہ بے نظیر کا یا زرداری کا مسئلہ نہیں ہے یہ ہمارے ملک کے وزیر اعظم پر الزام ہے آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی معمولی بات ہے میں اس کو معمولی بات نہیں سمجھتا بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میرے ملک پر الزام ہے اور اس الزام کا جواب صرف بے نظیر دے سکتی ہے ' میں اور آپ نہیں دے سکتے۔ جناب والا! پچھلے سال 29 وزراء تھے اس سال 52 وزراء اور 22 مشیر ہیں ۔ آپ اندازہ کیجیے صرف 10 کروڑ 29 لاکھ روپے ان کی تنخواہوں پر خرچ ہو رہا ہے ۔

جناب سپیکر : جناب امان اللہ خان بابر!

حاجی عبدالرزاق ، جناب والا! ابھی تو میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی ہے پانچ منٹ کیسے ہو گئے ہیں؟ جناب والا ابھی تو دو منٹ ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر ، میں نے آپ کو warn کیا تھا ۔ جناب محمد افضل ساہی صاحب۔

حاجی عبدالرزاق ، جناب والا! مجھے اپنی بات تو مکمل کرنے دیں۔

جناب سپیکر ، آپ اپنے کام کی بات کریں ۔

حاجی عبدالرزاق ، جناب والا! میں بات کرتا ہوں۔ جناب والا! کئی ایسے محکمے ہیں جو صرف کاغذی محکمے ہیں ان میں وزیر اعلیٰ کی معائنہ ٹیم ہے ۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس معائنہ ٹیم نے آج تک کیا کیا ہے کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہے؟ ایک کروڑ روپے اس پر خرچ آ رہا ہے۔ جناب والا! یہ میرے خون اور پسینے کی کمائی ہے جس سے لوگوں کو نوازا جا رہا ہے۔ جناب والا! وی آئی پی طیارے کی دیکھ بھال کے لیے ایک علیحدہ نیا cell بنایا گیا اس پر بھی ایک کروڑ روپے خرچ کیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ کہاں کی انسانیت ہے۔

جناب سپیکر ، آخر میں----

حاجی عبدالرزاق، جناب والا! میں آخر میں بس یہ آخری بات کروں گا کہ جس طرح وفاقی حکومت نے پچھلے سال بھی منی بجٹ پیش کیے اس طرح پنجاب حکومت نے بھی ہمارے ساتھ وہی سلوک کیا ۔ گورنر اور وزیر اعلیٰ کے درمیان اخراجات کی ایک ریس لگی ہوئی تھی کہ کون زیادہ خرچ کرتا ہے ؟ گورنر کے لیے ایک کروڑ 29 لاکھ روپے مختص کیے گئے تھے اور اسے ہاؤس نے منظور کیا تھا لیکن انہوں نے 2 کروڑ 71 روپے خرچ کیا۔ وزیر اعلیٰ کے لیے 5 کروڑ 86 روپے مقرر کیا گیا تھا لیکن انہوں نے بھی 7 کروڑ اور 45 لاکھ روپے خرچ کیا۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں اس وزیر اعلیٰ اور گورنر کی ریس میں 17 لاکھ روپے سے وزیر اعلیٰ جیت گئے ہیں۔

جناب سپیکر ، محمد افضل ساہی صاحب!

حاجی محمد افضل چن ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جو بھی میرا بھائی اٹھتا ہے یہی کہتا ہے چودھری ریاض صاحب نے بھی اور اب مولانا صاحب نے بھی بنگلوں کی

بڑی بات کی ہے۔ جناب والا! 1988ء کا بجٹ آپ نکلوالیں ۔ اس غریب صوبے کے بجٹ میں سے ساڑھے چار کروڑ روپے بھوربن ریسٹ ہاؤس کی آرائش کے لیے ہے ۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔ جناب محمد افضل ساہی صاحب!

حاجی عبدالرزاق ، جناب بس آخری بات کرنی ہے ۔

جناب سپیکر ، جی کتنی آخری باتیں کریں گے آپ ؟

حاجی عبدالرزاق، جناب والا! حکومت نے افراط زر کی شرح 10 فیصد admit کی ہے ۔ حالانکہ حقیقت میں افراط زر 30 سے 40 فیصد ہوا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس وقت حکومت کا کسی چیز پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ میں صرف قیمتوں کا تقابلی جائزہ پیش کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ جناب والا! 1993ء میں گندم کا ریٹ ساڑھے چار روپے کلو تھا اور اب 6 روپے 30 پیسے کلو ہے۔ چاول 6 روپے 50 پیسے کلو تھے اور اب 10 روپے کلو ہیں ۔ دال مسور 20 روپے کلو تھی اور اب 30 روپے کلو ہے' دال چنا 11 روپے تھی اب 19 روپے کلو ہے اور میں یہ تھوک کے ریٹ بتا رہا ہوں پرچون والے پتا نہیں کیا وصول کرتے ہیں؟ دال ماش 14 روپے تھی اب 26 روپے ہے ۔

جناب سپیکر ، بڑی مہربانی ۔

حاجی عبدالرزاق ، اب غریب عوام کے ساتھ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر ، محمد افضل ساہی صاحب!

چودھری محمد افضل ساہی ، جناب والا! ابھی ابھی وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنی تقریر میں بار بار ترقیاتی فنڈز کے حوالے سے بات کی ہے اور اس بجٹ کو ایک مثالی بجٹ قرار دیا۔ جناب والا! جو بات انہوں نے تعمیر پنجاب پروگرام کے حوالے سے کی ہے ۔ میں آپ کی وساطت سے ہاؤس کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہوں گا کہ یہ جو ترقیاتی بجٹ کو مثالی کہہ رہے ہیں ۔ تمام بجٹ 15 ارب 75 کروڑ روپے کا یہ بجٹ ہے اور اس میں اپوزیشن کے تمام اراکین اسمبلی کو نظر انداز کیا گیا ہے بلکہ اپوزیشن کے ممبران تو درکنار حکومتی پارٹی کے چند معزز وزراء کے سوا باقی حکومتی پارٹی کے اراکین اسمبلی کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے۔ جناب والا! آپ دیکھیں اس میں ایک مد ہے farm to market road اس میں لاہور کو 4.072' شیخوپورہ کو 24.778 اور اوکاڑہ کو 51.667 دیا گیا۔ جناب والا! لاہور

کسی لحاظ سے بھی ان دونوں اضلاع سے کم اہمیت کا حامل نہیں ہے ۔ لاہور ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے لاہور کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ وہ اس صوبے کا صدر مقام ہے ۔ لیکن اس کی نسبت شیخوپورہ کو چھ گنا اور اوکاڑہ کو 13 گنا زیادہ فنڈز دیے گئے ہیں ۔ سوائے اس کے کہ مجھے تو کوئی اور سمجھ میں نہیں آتی کہ شیخوپورہ جو ہے وہ سینئر وزیر کا ضلع ہے اور جو اوکاڑہ ہے وہ وزیر منصوبہ بندی و ترقیات کا ضلع ہے ۔ اسی طرح جناب والا! آگے آپ دیکھیں ڈی جی خان کو اسی مد میں 21.873 راجن پور کو 20.356 دوسری طرف لیہ کو 5.888 رحیم یار خان 6.880 دیا گیا ہے۔ جناب والا! رحیم یار خان اور لیہ کسی صورت میں ڈی جی خان اور راجن پور سے کم نہیں ہیں ۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس کی وجہ بھی صوبائی وزیر آب پاشی ہیں جس کی وجہ سے ڈی جی خان کو اہمیت دی گئی ہے ۔ اسی طرح جناب والا! آپ دیکھیں کہ ملتان ڈسٹرکٹ کو 14.824 خانیوال کو 32.978 اور بہاولنگر کو 26.818 دیا گیا ہے۔ جناب والا! ملتان ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے اور آبادی کے لحاظ سے ان دونوں اضلاع سے کسی صورت بھی کم نہیں ہے بلکہ خانیوال تو ملتان ڈسٹرکٹ کی تحصیل ہوا کرتا تھا لیکن اس سے دگنے تگنے بجٹ ان دو اضلاع کو دیے گئے ہیں۔ جتنا بجٹ ملتان کو دیا گیا ہے۔ جناب والا! ملتان تو پیری پور ملتان ہے ' پیروں کا شہر ہے اس سے زیادہ حکومت پنجاب کے ذمہ ملتان کا نذرانہ ہی بنتا تھا ۔ یہ تو ملتان کے ساتھ انتہائی زیادتی کی گئی ہے کہ اتنا کم بجٹ دیا گیا ہے ۔ آگے جناب والا! میں چند چیزیں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ابھی انہوں نے wind up کرنا ہے اور میں یہ بھی چاہوں گا کہ میری ان باتوں کا جواب وہ اپنی تقریر میں دیں ۔

جناب والا! جو وزیر اعلیٰ صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ ایک مثالی بجٹ ہے ۔ اس میں سینکڑوں نہیں ہزاروں سکیمیں ایسی ہیں جو unapproved سکیمیں ہیں اور ان کو on going schemes کی category میں شامل کر لیا گیا ہے ۔ جناب سپیکر! farm to market road میں 75 سکیمیں ایسی ہیں جو غیر منظور شدہ ہیں لیکن انہیں on going scheme کی category میں شامل کیا گیا ہے اسی طرح پبلک ہیلتھ واٹر سپلائی اور ڈرینیج کی جو سکیمیں ہیں ان میں 615 سکیمیں ایسی ہیں جو on going schemes میں شامل کی گئی ہیں لیکن وہ بھی غیر منظور شدہ سکیمیں ہیں ۔ اسی طرح سے جناب والا! محکمہ تعلیم میں 55 سکیمیں ہیں ۔ میں پورے بجٹ کی تفصیل بنا سکتا ہوں لیکن جناب والا! وقت کی کمی کے باعث میں نے ایک دو hints دے دیے ہیں ۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں on going

schemes کا مقصد یہ ہے کہ پچھلے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں جو سکیمیں شامل تھیں ان کے لیے بجٹ مختص کر دیا گیا تھا اور ان پر پچھلے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں کام بھی ہو چکا ہے اور اس سال وہ on going schemes کی category میں آ گئی ہیں لیکن جناب والا! ایسی سکیمیں بھی ہیں جن پر سرے سے کام ہی نہیں ہوا اور کئی سکیمیں ایسی ہیں جن پر دو یا تین فیصد کام بھی ہوا ہے ' آگے لکھا ہوا ہے کہ unapproved سکیم پر کسی صورت میں بھی کام نہیں ہو سکتا اگر unapproved سکیم پر کام ہو سکتا ہے تو پھر جناب سپیکر! approval کی کیوں ضرورت پڑی۔ بس جناب چھوٹے چھوٹے دو پوائنٹس ہیں۔ آگے دیکھیں کہ صفحہ 315 پر پبلک ہیلتھ کی سکیمیں ہیں اور اس میں ڈرینج سکیم سیریل نمبر 1797 پر ہے۔ اور دوسری سیریل 1798 پر ہے' تیسری سکیم 1799 پر ہے اور چوتھی سکیم سیریل نمبر 1800 پر ہے۔ اس میں انھوں نے جو لکھا ہے اور جو کل تخمینہ لاگت بیان کی گی ہے وہ 0.300 ملین ہے۔ 3 لاکھ روپے فی سکیم۔ لیکن جناب والا! پچھلے ADP میں دیا گیا۔ کل تخمینہ لاگت ایک سکیم کا 3 لاکھ روپے ہے۔ اور جو پچھلے ADP میں دے دیا گیا وہ 2 لاکھ روپیہ ہے۔ جبکہ پچھلے ADP میں کام کتنا ہوا صرف 5% ۔ اس ADP میں کتنا دیا گیا ہے 2 لاکھ روپیہ۔ اور متوقع کام کتنا ہے 15% ۔ جناب سپیکر! سکیم تو 3 لاکھ روپے کی ہے مگر رقم 4 لاکھ روپے دے دی گئی ہے۔ اور جون 1997ء تک کام کتنا ہوگا وہ 15% ہوگا۔ یعنی لاگت سے بھی ایک لاکھ روپیہ زیادہ جاری کر دیا گیا ہے۔ اور اگلے سال جو کام موقع پر ہم توقع کر رہے ہیں وہ 15 % ہے۔ اسی طرح جناب والا! کئی سکیمیں ایسی ہیں جو پچھلے ADP میں ترقیاتی بجٹ میں شامل کی گئیں۔ اس وقت وہ واٹر سپلائی سکیمیں تھیں۔ جب وہ اس سال ADP میں on going سکیموں کی category میں شامل کی گئیں تو وہ بن گئیں ڈرینج سکیمیں۔ پچھلی ADP میں ان کا تخمینہ 35 لاکھ روپے تھا۔ اب اس ADP میں اس کا تخمینہ 25 لاکھ روپے بن گیا۔ جناب والا! یہ جو بھی گزر دی گئی ہیں یہ بوگس کارروائی ہے جس کو یہ مثالی بجٹ قرار دے رہے ہیں۔ جناب والا! بس میرا ایک پوائنٹ رہ گیا ہے۔ اس میں ایک مد واٹر اینڈ پاور کی ہے۔ اس مد میں آپ اگر ملاحظہ فرمائیں تو اس میں ایک شق Flood Works کی ہے۔ اس میں پورے پنجاب میں کل دس اضلاع کو فنڈز دیئے گئے ہیں اور ان دس اضلاع میں سے ایک ضلع راجن پور کا ہے جس کو فنڈز 7.119 دیئے گئے ہیں۔ اور باقی سات اضلاع کو 6.548 دیئے گئے ہیں۔ جناب والا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس مد میں جتنے پورے پنجاب کو فنڈز

دئیے گئے ہیں اس سے زیادہ صرف راجن پور کو دئیے گئے ہیں۔ جناب والا! جب سیلاب کے دن تھے اور ہم ٹی وی پر دیکھتے تھے، خبریں سنتے تھے بعض دفعہ کئی جگہوں پر جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ اس وقت ہم سنتے تھے کہ نارو وال، شیخوپورہ، گجرات، جہلم، وزیر آباد، پنڈی بھٹیاں، حافظ آباد، چنیوٹ، شورکوٹ اور جھنگ وغیرہ کے اضلاع میں سیلاب نے تباہی کی ہے۔ لیکن اس کے برعکس Flood Works ضلع راجن پور میں ہوا ہے۔ اس سے مجھے ایک کہاوت یاد آئی۔

جناب سپیکر: اب کہاوتوں کا وقت کہاں ہے۔

چودھری محمد افضل ساہی: ایک منٹ سر۔ ایک کہاوت ہے۔ "الٹی گنگا بہنا۔" میرے خیال میں حکومت پنجاب یہ الٹی گنگا بہانے کی کوشش کر رہی ہے۔ کیونکہ ان کو خدشہ ہے کہیں سمندر کے راستے پانی آکر سنٹر پنجاب اور شمالی پنجاب کو تباہ نہ کر دے۔ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر کے آخر میں ایک شعر پڑھا تھا کہ:

"اک ذرا صبر کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں"

بہتر تھا اگر وہ اس کو کچھ اس طرح پڑھ لیتے

"اک ذرا صبر کہ PDF کے دن تھوڑے ہیں"

شکریہ جناب۔

جناب سپیکر: میاں سعید احمد شرقپوری صاحب!

میاں سعید احمد شرقپوری: بسم اللہ الرحمن الرحیم O الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوۃ و السلام علیک یا حبیب اللہ۔ جناب سپیکر! مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں دو تین منٹ میں سارے موضوعات کو discuss کروں۔ تقریر میری واقعی پانچ منٹ کے اندر اندر ختم ہو جائے گی۔ میرے ذہن میں ابھی بات آ رہی تھی کہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ، یہ دوائیاں اور ڈاکٹر، غریبوں کے لیے علاج فری ہے۔ لیکن ذی شعور cabinet کو سوچنا چاہیے کہ ہر تقریر پر اگر یہی سوچا جائے کہ یہ تنقید ہے۔ تو میرے خیال میں ہم جیسے افراد جو درد دل لے کر، اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لے کر ایوانوں میں آتے ہیں اور positive ذہن لے کر ایوانوں میں آتے ہیں۔ اگر ان کی بات بھی غور سے نہ سنی جائے، درد دل سے نہ سنی جائے اور ہمدردی سے نہ سنی جائے تو یہ بہت بڑی زیادتی ہو گی۔ میرے خیال میں یہ جو دو وزرائے ہیلتھ ہیں یہ زیادتی ہے ایک وزیر صحت ہونا چاہیے تھا۔ وہ کنٹرول کریں کہ جو غریب

لوگ ہسپتالوں میں جاتے ہیں ' بے بس' غریب ' بے سہارا لوگوں کی' ڈاکٹر حضرات خدمت کریں تو ان کے درجے میں بلندی ہو گی۔ اور انھیں یعنی ڈاکٹر حضرات کو جنت الفردوس میں جگہ ملے گی۔اور ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ جہاں بڑا خرچ ہوتا ہے۔ میری suggestion یہ ہے کہ میں آج خلاف توقع minimum بولنا چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ غریبوں کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ مفت تعلیم کا بندوبست کیا جانا چاہیے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

جناب سپیکر، ہاؤس کا وقت 4-00 بجے تک بڑھایا جاتا ہے اور میں وزیر خزانہ جناب محمد افضل سندھو صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

وزیر خزانہ، بہت مہربانی جناب سپیکر! میں جناب کا اور ایوان کا شکر گزار ہوں۔ وزیر خزانہ کی speech جس کو winding up speech کہا جاتا ہے۔ اس کا مقصد اور اس کا جو فائدہ ہوتا ہے آنے والے پورے سال کے لیے ' آنے والے سال کا جو تخمینہ ہوتا ہے اس کی سب سے زیادہ اہمیت اس حوالے سے ہوتی ہے کہ ایوان کے اس طرف بیٹھے ہوئے جو دوست ہیں وہ بجٹ کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ کچھ لوگ اس انداز سے کرتے ہیں جسے ہم ہمیشہ تعمیری بات کہتے ہیں جو کہ اس جمہوریت کا طرہ امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ کچھ لوگ تنقید برائے تنقید کرتے ہیں۔ لیکن مجھے یہاں پر جو بات کرنی ہے وہ یہ ہے کہ میں اپنی winding up speech سناؤں تو کس کو سناؤں۔ میرے حکومتی بنچز پر بیٹھے ہوئے ساتھی اس بات کے گواہ ہیں کہ اس سال جس طریقے سے یہ بجٹ جناب وزیر اعلیٰ کی قیادت میں تخلیق کیا گیا جس طریقے سے اسے بنایا گیا۔ اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ صاحب نے بہت سی میٹنگز کیں ' ایک ایک ڈیپارٹمنٹ سے بریفنگ ہوئی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھی ہوئی۔ اور پھر وزیر اعلیٰ صاحب نے کمیٹی بھی تشکیل دی جس میں ہم پانچ ساتھی تھے اس کمیٹی نے بھی میٹنگز کیں' پھر پارلیمانی گروپ میٹنگ میں بھی ہم اس بجٹ کو زیر بحث لائے اور اس بجٹ کے اوپر ہم نے اتنی تگ و دو ' محنت سے دن رات کام کیا کہ مجھے یہاں پہ یہ بات کرتے ہوئے کسی قسم کی عار نہیں کہ ایک وہ حصہ جس کا بہت چرچا تھا کہ ٹیکس آئے گا لیکن ہماری ایک جمہوری روایت کے حساب سے ہماری جماعت نے' ہماری کابینہ نے اور ہمارے وزیر اعلیٰ نے جس طریقے سے محنت کی وہ آپ سب کے سامنے ہے۔

ہم سب اس بجٹ کی خوبیوں سے' اس بجٹ کے فاضل ہونے کے ناطے' اس بجٹ کے عوامی ہونے کے ناطے' بجٹ غرباء کی فلاح وبہبود' ملک کے مفاد میں ہونے کے ناطے ہم تو سب کے

سب بخوبی آگاہ ہیں۔ ہم نے تو یہ بجٹ پہلے پاس کیا ہے افسوس تو اس بات پر ہے کہ جو اس طرف جمہوریت کے دعویدار بیٹھے ہوئے ہیں جنھوں نے شوق تنقید میں بہت لمبی لمبی باتیں کیں۔ چودھری ریاض صاحب بیٹھے ہوئے ہیں میں آپ کی وساطت سے عرض کرنا چاہتا ہوں ان کے علم میں ہے کہ میں نے حزب اختلاف کے لیڈر کی تقریر یہاں سے آپ کی مدد سے کمپیوٹرائزڈ کروائی میں نے اس ساری تقریر کو پڑھا' میری بد نصیبی کہ میں اس دن یہاں پہ نہ تھا لیکن میں جواب دوں تو کس کو دوں؟ winding up کس چیز کی کروں؟ قابل افسوس ہے جمہوریت تو ایک ایسی طرز حکومت کا نام ہے جس میں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں جو کہ لوگوں کی حکومت ہوتی ہے' لوگوں کے لیے ہوتی ہے اور لوگوں کی سوچ کے مطابق ہوتی ہے جس کو کہتے ہیں Government of the people, by the people, for the people This is the net result of the democracy لیکن یہاں پہ جمہوریت کون سی؟ آپ کی وساطت سے الوری صاحب بڑے خوبصورت اشعار پیش کرتے ہیں' بڑی خوبصورت باتیں کرتے ہیں لیکن یہ جمہوریت بے چاری اس کے متعلق میں عرض کروں گا،

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

یہاں پہ نہ لیڈر آف دی اپوزیشن ہے' نہ ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن ہے' نہ وہ ہمارے ساتھی ہیں جو کہ دونوں کی غیر حاضری میں قائمقام لیڈر آف دی اپوزیشن کا رول ادا کرتے ہیں یہ میرے ان دوستوں کی جمہوریت سے محبت ہے' یہ اس سارے سال کے تخمینے کو چلانے کے لیے' اس حکومت کو چلانے کے لیے اس جمہوریت سے محبت ہے' مجھے افسوس ہے کہ میں یہ بات کر رہا ہوں اور میں یہ بات اس لیے نہیں کر رہا کہ اس سے کسی کی دل شکنی ہو۔

جناب سپیکر: جی' میاں عبدالستار صاحب فرمائیے۔

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! شکریہ' میں چاہتا تو نہیں تھا کہ محترم وزیر خزانہ کی تقریر میں interruption کرتا لیکن کیونکہ بار بار یہ اپوزیشن بینچز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں کس سے بات کروں۔ میں انھیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہاں پر اپوزیشن کا ہر رکن بیٹھا ہوا' لیڈر آف اپوزیشن یہاں پر بیٹھا ہوا ہے۔ ڈپٹی لیڈر آف اپوزیشن ہے۔ آپ بات کریں ہم آپ کی بات سننے کے لیے یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں ہم نے اپنے اعتراضات جو آپ کو دیے تھے۔ ان کے جواب میں ہم آپ

کے اعتراضات سننے کے لیے یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! اگر یہی بات ہے تو ہر روز آپ اس بات کی کیوں شکایت کرتے رہتے ہیں کہ وہاں فلاں صاحب نہیں بیٹھے' سینئر منسٹر نہیں بیٹھے' چیف منسٹر صاحب نہیں بیٹھے' وزیر خزانہ صاحب نہیں بیٹھے' فلاں منسٹر متعلقہ نہیں بیٹھے اگر یہی بات ہے کوئی نہ کوئی تو بیٹھا ہوتا ہے کافی لوگ بیٹھے ہوتے ہیں آئندہ شکایت نہ کیا کریں' جی۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں آپ کے حوالے سے میاں صاحب کا شکر گزار ہوں کم از کم وہ ہمہ تن گوش ہیں وہ بات سن رہے ہیں چلیں کچھ لوگ ہی ایسے ہیں جو کہ ہمارے اس جمہوری نظام کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔ میں نے جناب میاں شہباز شریف صاحب کی تقریر پڑھی اس میں میں نے جو پہلے سلسلہ رہا وہ بھی پڑھا اور اس میں بہت زور شور سے ایک بات کا ذکر ہوتا رہا کہ جناب ذوالفقار کھوسہ صاحب نے جب بجٹ پیش کیا تو پھر ایسے ہوا' ایسے ہوا' اور پھر یہ ہوا کہ وہ بجٹ ایسے ہوا اور اس کے بعد پھر یہ ہو گیا۔ آج جناب الوری صاحب نے کہا کہ میں ایک دھماکے کی آواز محسوس کر رہا ہوں۔ جناب سپیکر! ہماری یہ جمہوریت بے چاری بے بس ہے ہم اس کے اندر رہنے والے لوگ' اس سے مستفید ہونے والے لوگ' بڑے افسوس کی بات ہے مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پتا نہیں ان لوگوں کے دلوں میں اس چیز کی کیوں خواہش ہے کہ کوئی دھماکہ ہو۔ بخدا یقین کریں یہ ملک جو جمہوریت کی پیداوار ہے' جو جمہوریت کی وجہ سے معرض وجود میں آیا' بخدا اس کی بیخ کنی نہ کریں۔ آپ ان دھماکوں سے اپنے کان بنا لیں' اسی ایوان کو مضبوط رکھیں' اسی ایوان کو زندہ رکھیں اور پھر میرے بہت سے دوست' میرے ساتھی ایسے ہی جن کا طرز تکلم یہ ہے جو کہ ہر ایک کا جمہوری حق ہے۔ جناب سپیکر! چار بجے تک ٹائم ہے نا؟

جناب سپیکر: چار بجے تک ٹائم بڑھا دیا ہے۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں نے آج تک اس جمہوریت کے ناتے اخلاق کی بہت قدر کی ہے۔ میں اپنے ہر ساتھی' ہر ممبر کو' جب بھی اپوزیشن کا میرا کوئی دوست ملا ہے' سر راہ ملا ہے' ائیر پورٹ پر ملا ہے انتہائی خلوص اور محبت سے ملا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جمہوری روایات بھی یہی ہیں لیکن یہاں پہ۔

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

جناب سپیکر! کیا یہ انداز گفتگو ہے؟ جس طریقے سے ہم اپنے بھائیوں کو، ہم اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہیں، جس طریقے سے ہم ان کی تذلیل کرتے ہیں، جس طریقے سے ہم ایک دوسرے کے اوپر آوازے کستے ہیں۔

تمہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

جناب سپیکر! یہ ساری باتیں میں اس لیے نہیں کر رہا کہ میں دوستوں کی دل آزاری کرنی چاہتا ہوں، میں دوستوں کی دل آزاری کے لیے نہیں بلکہ میں صرف اس حوالے سے یہ بات کرنی چاہتا ہوں کہ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے۔ جہاں تک بجٹ میں لیڈر آف دی اپوزیشن کی تقریر جو کہ میں نے پڑھی اس میں اور یہاں پہ بہت سے ساتھوں نے جس بات کا بہت زیادہ حوالہ دیا ہے وہ این ایف سی کے بارے میں بہت سی باتیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں ان کی جو دلچسپی ہے وہ ہرصوبے کے لئے والے ہر دوست کو ہونی چاہیے۔ اس میں ہمیں سب سے زیادہ سوچ بچار ہونی چاہیے اور اس میں ان کا سوچنا، ہمارے دوسرے ساتھیوں کا اس سلسلے میں سوچ بچار کرنا میں سمجھتا ہوں یہ خوش آئند بات ہے اور جناب چیف منسٹر صاحب نے بھی جس طریقے سے فرمایا ہے اور جناب چیف منسٹر کا میں ذکر کرتے ہوئے کہوں گا ان کی اپنی بڑی خوبصورت تقریر ہے جو آج انھوں نے فرمائی ہے، میں ان کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے جس طریقے سے ہمارے بجٹ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ میں اور میرا تمام محکمہ اور پلاننگ اور ڈویلپمنٹ بھی ان کا شکر گزار ہے لیکن جیسے میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ این ایف سی ایک constitutional requirement ہے یہ پہلی دفعہ میرے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید کے زمانے میں 74ء میں ایوارڈ آیا اور اس کے بعد پھر ماشاء اللہ ایک طویل تاریک رات تھی، اس ملک میں ایک عذاب تھا، نہ جمہوری حقوق تھے، نہ کسی کی عزت محفوظ تھی، نوجوان ساتھیوں کی ننگی پیٹھیں تھیں اور کوڑے تھے جس کی بہت سی پیداوار میرے سامنے ہے اور جو کہ بہت زیادہ اس جمہوریت کی ٹھیکیدار ہے اور اس بارے میں میرے چیف منسٹر صاحب نے شعر بہت خوبصورت پڑھا تھا میں اس کو repeat نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے بعد پھر NFC ایوارڈ 1991ء میں آیا۔ نیشنل ایوارڈ کمیشن وہ ہوتا ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس میں ہر صوبے سے ایک ممبر ہوتا ہے جو وزیر خزانہ ہوتا ہے اور ایک ایک ممبر ہرصوبے سے جناب صدر نامزد

کرتے ہیں۔ ہمارے پنجاب سے میرے ساتھ جو ساتھی ہیں۔ وہ پرویز صالح صاحب ہیں۔ جو دوسرے ممبر ہیں۔ NFC ایوارڈ کی تقسیم جو ہے جسے divisible pool کہتے ہیں divisible pool وہ ہوتا ہے جو سارے صوبوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔اس کی تقسیم کا حصہ یہ ہے کہ 5 فی صد محصول وفاقی حکومت ٹیکس کو اکٹھا کرنے کی ساری سروسز کے لیے کاٹتی ہے جو کہ اس سلسلے میں وفاقی حکومت پیش کرتی ہے اور 20 فی صد وفاق اپنے پاس رکھتا ہے اور 75 فی صد جناب والا! صوبوں کے پاس آتا ہے۔اس وقت ہمارے کچھ دوستوں نے جن میں لاہور سے سلہری صاحب ہیں۔ ان سے بھی اس کی نشاندہی کی اور بھی دوستوں نے نشاندہی کی کہ 6 بلین کم ملے ہیں' 71 کے بجائے 77 بلین ملنے چاہیے تھے۔تو میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ کمپیوٹر میں حساب کتاب بڑی آسانی سے ٹک ٹک کر کے ہو جاتا ہے۔ وفاقی حکومت کے کل محاصل کو اگر اس حوالے سے 5 فی صد جمع 25 فی صد کر کے نکال دیں گے تو 71 بلین ہی بنیں گے اور میں اس فلور آف دی ہاؤس کے اوپر بڑے یقین اور وثوق سے کہہ رہا ہوں۔ ایک اور بات اپنی طرف سے پنجاب کا نمائندہ ہونے کے ناتے بتاتا ہوں کہ نکئی صاحب کے ساتھ ہر میٹنگ میں جانے سے پہلے ہماری میٹنگ ہوا کرتی تھی اور میرے ساتھی ظفر علی شاہ صاحب جن کو dates تک یاد تھیں کہ کہاں کہاں NFC کی میٹنگز ہوئیں۔ لیکن جنھیں NFC کے constitution کا علم نہیں تھا کہ کیسے ہوتی ہے۔ لیکن انھیں dates یاد تھیں وہ میرے دوست ہیں' ساتھی ہیں۔ جناب والا! میں اس ہاؤس میں یہاں اس ایوان میں برملا کہتا ہوں کہ جناب چیف منسٹر کی قیادت میں ایک پیسے کا خسارہ صوبہ پنجاب کو نہیں ہوگا۔ آپ میری اس بات کا یقین کریں۔ لیکن یہاں پر یہ بات کرتے ہوئے مجھے کوئی عار نہیں ہے۔ کہ اس طرف بیٹھے دوستوں نے جب یہ بات کہی تھی کہ NFC میں یہ یہ باتیں ہونی چاہیے تھیں۔ جناب والا! یہ ایوارڈ وہی ایوارڈ ہے جو کہ جب مرتب کیا گیا تھا تو اس وقت ملک کے وزیر اعظم میاں نواز شریف صاحب تھے۔ اور چاروں صوبوں میں مسلم لیگ کی حکومت تھی۔ کیا اس وقت وہ باتیں یاد نہ رہیں؟ کیا اس وقت صوبہ پنجاب کی پگڑی سنبھال جانے والی بات یاد نہ رہی؟ یہ آپ کا بنایا ہوا ایوارڈ ہے۔ اس کو بھی آپ پسند نہیں کرتے ہیں۔ لیکن یہاں پر ہم کوشش کر رہے ہیں کہ میرے لیڈر جناب سردار عارف نکئی صاحب اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم اس میں بھی بہتری کی کوشش کر رہے ہیں تو اسی حوالے سے کر رہے ہیں کہ پنجاب کے لیے ہم مزید حقوق لے کر آئیں گے۔ ایک بات جو کہ NFC ایوارڈ کے حوالے سے ہمیشہ ہوتی رہی جس کی وضاحت یہاں

اس فلور پر میں ضرور کروں گا۔ جناب والا! جب میں فائنل میٹنگ پر جارہا تھا تو مجھے چیف منسٹر سردار عارف نکئی صاحب نے کہا' جو بات انھوں نے اس فلور پر بڑے خوبصورت انداز میں کہی ہے۔ انھوں نے مجھے کہا کہ دیکھو افضل اگر دو' تین یا چار فیصد پنجاب کا حق چھوڑنا پڑتا ہے تو چھوڑ دو لیکن ان سے کہو کہ مشترکہ طور پہ اور متفقہ طور پہ کالا باغ ڈیم کے اوپر دستخط کر دیں۔(نعرہ ہائے تحسین) لیکن اس ملک میں ایک پنجابی ڈکٹیٹر ضیاالحق گیارہ سال حکومت کرتا رہا اور اس کے حوالے سے سیاست میں آنے والے اس ملک میں بہت عرصہ حکومت کرتے رہے۔ جب کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ جب کوئی آواز نہیں اٹھ سکتی تھی۔ جب کوئی صحیح بات نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے آج تک یاد ہے کہ ایک میٹنگ ہو رہی تھی جس میں بہت بڑے بڑے لوگ اور سیکرٹری تھے تو ضیاالحق نے کہا تھا لیکن میں پورا لفظ نہیں بولوں گا آگے آپ سمجھ لیں کہ دو کان سے پکڑ کر throw you out if any body again questions me anything اس وقت یہ صورتحال تھی کہ کالا باغ ڈیم بنانے کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اگر تھی تو صرف بدنیتی تھی کہ اس ملک کو ان ایجنٹوں کے ہاتھوں تڑوایا جائے۔ اس ملک کو ترقی نہ کرنے دی جائے۔ اس ملک میں پنجاب کی سر زمین بنجر پڑی رہے اور لاکھوں اور کروڑوں ایکڑ اراضی میں فصلیں نہ اگیں' اگر تھی تو اس وقت یہ سازش تھی other wise راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ جناب والا! یہ ساری باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ہم نے بھی بہت کچھ دیکھا ہے۔ جناب سپیکر! یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ گورنمنٹ کے اخراجات کو بڑھا دیا گیا ہے۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ جس چیز کا حوالہ لیڈر آف اپوزیشن نے اپنی تجاویز کے سلسلے میں دیا تھا۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں بعد میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا۔ لیکن ایک بات جس پر بہت زور دیا گیا ہے۔ جس کے بارے میں میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ میں اتنی زیادہ بات کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ یہاں صرف اور صرف زبانی جمع خرچ کے طور پر ملازمین کی تنخواہوں کا چرچا کیا گیا۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ سب دوست باخبر ہیں سب لوگ جانتے ہیں کہ صوبائی حکومتیں ہمیشہ مرکزی حکومت کو follow کیا کرتی ہیں۔ اور مرکزی حکومت نے ایک کمیٹی تشکیل دے دی ہے جو کہ تنخواہوں کے سلسلے میں کام کر رہی ہے۔ میں اس ہاؤس میں سرکاری ملازمین کو یقین دلاتا ہوں کہ جب اس کمیٹی کی رپورٹ آئے گی اور جس حوالے سے تنخواہیں بڑھیں گی۔ ہمارے پنجاب کے جو ملازم ساتھی اور بھائی ہیں۔ ان کی تنخواہیں اسی حوالے سے بڑھیں گی اور یہ بہت جلد ہو گا۔ (نعرہ ہائے تحسین) ایک اور بات بڑی اہم

ہے کہ سالہا سال سے بیچارے سرکاری ملازمین کے پاس ایک concession تھی کہ 36 پیشگی تنخواہیں مکان بنانے کے لیے یا گاڑی خریدنے کے لیے ملتی تھیں۔ جس کو آپ ہمدردی رکھنے والے دوستوں نے بڑے سالوں سے ختم کر دیا تھا۔ اس بجٹ میں ان سرکاری ملازمین کے لیے جناب چیف منسٹر صاحب کی ہدایت کے اوپر ہم نے 8 کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی ہے۔ تاکہ وہ بیچارے ساتھی اپنے گھر بنانے میں تھوڑا اسے شامل کرلیں ہم نے یہ رقم رکھی ہے۔ ایک اور بات یہ کہی گئی ہے کہ جی پی فنڈ کہاں گیا۔ 8 ارب روپے سابقہ حکومتیں ان غریب سرکاری ملازمین کا دم بھرنے والے کھا گئے۔ یہ سال اور پچھلا سال صرف دو ایسے سال ہیں، پچھلے سال ہم نے 84.50 کروڑ کے ڈیفینس سرٹیفکیٹ خریدے اور اس سال ہم ایک ارب روپیہ انویسٹ کر رہے ہیں۔ جس سے جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ 8 ارب روپے ان کے جی پی فنڈ سے حکومت کے اخراجات میں خرچ کر دیے گئے تھے۔ یہ دو سال صرف ایسے ہیں کہ جن میں ایک ارب 84.50 روپیہ ہم نے save کر کے انویسٹ کیا ہے اور انویسٹ کیوں کیا ہے اس لیے کیا ہے کہ جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں کہ یہاں پر میری اس speech کا بڑا حوالہ دیا گیا ہے۔ جو کہ 24 سال پہلے آپ نے کہا تھا کہ سراب ہے۔ کیوں سراب ہے؟ یہیں سے میں بات کرتا ہوں کہ ہم نے یہ invest اس لیے کر دیے کہ کوئی ایسے لوگ جنھوں نے کہ آپ کی پانچ سالہ حکومت جو تھی جو انھوں نے سراب نخلستانوں میں بدلنے کی کوشش کی تھی، جو سعی کی تھی، جو جد و جہد کی تھی۔ جب دس پندرہ بیس سال ایسے لوگ آئے تو پھر وہ نخلستان ویرانوں میں بدل گئے۔ میں نے آپ کی تقریر کا حصہ اسی لیے پڑھا تھا کہ جناب، راستے میں اگر ایسے ملک دشمن لوگ، ڈکٹیٹرز، فوجی نہ آجاتے اور ایسے لوگ نہ آجاتے جو کہ ان فوجی آمروں کی وجہ سے جن کا سیاست میں جنم ہوا تھا تو میرا خیال ہے کہ یہ ملک بہت آگے جا چکا ہوتا۔ اور اس ملک میں بسنے والے لوگوں کو پانی بھی ملتا، سڑکیں بھی ہوتیں، نہریں بھی ہوتیں اور سب کچھ ہوتا (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب سپیکر! یہ invest ہم نے اس لیے کر دیا کہ کوئی ان بےچاروں کے جی پی فنڈ کو ضائع نہیں کر سکے گا، کوئی اسے تلوں سے اپنے شاہی سائل کے اوپر، اپنے مغلیہ دور سائل کے اوپر ان کو خرچ نہ کر سکے۔ جناب سپیکر! ہم نے یہ ایک کام اس لیے کیا ہے۔ انھوں نے بہت سی باتیں کی تھیں۔ تجاویز بھی دی تھیں۔ بہت کچھ کہا گیا۔ ہم نے اس سارے بجٹ میں ٹیکس لگائے ہیں۔ شاید ۵۴ کروڑ کے ٹوٹل ہیں۔ یہاں سے بہت سی نگرز آتی رہیں۔ جو کہ قطعی طور پر غلط ہیں۔ ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ ٹیکس اس لیے لگائے جاتے ہیں، جناب سپیکر! وقت

بہت تھوڑا ہے تقریر میری بہت لمبی ہے۔ آج میں تھوڑی سی یہ گزارشات بھی کرنی چاہتا ہوں کہ ۲،۴ بلین ڈالر کی مدد اس پاکستان کو ملی تھی۔ جب روس اور امریکہ آپس میں متحارب تھے۔ کولڈ وار کا جب زمانہ تھا۔ تو بہت subsidies ملتی تھیں۔ بہت امداد ملتی تھی۔ بہت سی خیرات بٹتی تھی جو کہ غیرت مند قوموں کے لیے کوئی اچھی باتیں نہیں ہوتیں۔ غیرت مند قومیں دوسری قوموں کی خیرات پر زندہ نہیں رہا کرتیں۔ یہ وہ وقت تھا جب کولڈ وار تھی۔ جب روس اور امریکہ آپس میں گتھم گتھا تھے۔ بڑی امداد آیا کرتی تھی۔ بڑی subsidies ملتی تھیں۔ بڑی گرانٹس ملتی تھیں۔ جناب والا! ہم نے اس بجٹ میں بہت کوشش کی ہے کہ ہم وفاق سے بھی ہٹ کر اپنے صوبے کے محاصل سے گزارہ کریں اور اس لیے ہم نے کچھ ٹیکس لگائے ہیں۔ غیرت اور عزت کی زندگی کے لیے اگر کچھ معمولی سی رقم دینی پڑے تو یہ مہنگی نہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ جتنی آپ اپنے source base کو broaden کریں گے، جتنا آپ اپنے ٹیکس کے base کو broaden کریں گے، اگر فرض کریں کہ آپ اپنا ٹیکس base broaden ایک ارب روپیہ کرتے ہیں تو حکومت پاکستان جو ہے، جو وفاقی حکومت ہے، محترمہ بےنظیر کی جو حکومت ہے انھوں نے یہ کہا ہوا ہے کہ ایک ارب ہم میچنگ گرانٹ دیں گے۔ یہ کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے اوپر یہ سارے میرے دوست علم والے بیٹھے ہیں یہ خود بھی سمجھتے ہیں۔ یہ ایسی بات نہیں کہ میں انھیں سبق پڑھا رہا ہوں۔ جناب والا! دوسری بات آٹھ فی صد این ایف سی ایوارڈ میں ہے کہ حکومتوں کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ ایک بات جو میں سمجھتا ہوں کہ بلا وجہ کا ایک اعتراض کیا گیا ہے کہ ایک ۵۱۵ کروڑ روپے کی خطیر رقم لاء اینڈ آرڈر کے لیے رکھ دی گئی ہے۔ جناب والا! کون نہیں جانتا کہ عزت دار لوگ اپنی عزت کی خاطر پیٹ پتھر باندھ سکتے ہیں۔ عزت دار لوگ بھوکے تو سو سکتے ہیں لیکن بے غیرتی اور بے عزتی کی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ یہ افغانستان کی جنگ نے اور اس کلاشنکوف کلچر نے، جس کے لانے والوں کا میں بار بار نام نہیں لیتا، ساری قوم جانتی ہے کہ کلاشنکوف کلچر کون لایا تھا، کدھر سے آیا تھا۔ کراچی میں جو بیروت بنا اس کی وجوہات کیا تھیں اور یہ کلاشنکوف کہاں سے آئے اور یہ ہیروئن کہاں سے آئی اور یہ ہیروئین کی منڈیاں کہاں سے بنیں۔ اور یہ ہمارے معاشرے میں ڈکیتی اور بدامنی ہے اور یہ جو بھی کچھ ہے اس کے لانے والوں کو سب لوگ جانتے ہیں۔ اگر اس کو fight out کرنے کے لیے، اگر law enforcing ایجنسیوں کے لیے یہ رقم رکھی گئی ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ میرے دوست مجھے مجبور کریں گے کہ میں جواب بھی دوں۔ میں یہ سمجھتا

ہوں کہ اس کی ہمیں ضرورت ہے اور اس سلسلے میں' میں ان کی مدد کا بھی طلب گار رہوں گا۔ جناب سپیکر! ایک بات چیف منسٹر صاحب نے کر کے میرے علم میں اضافہ کیا۔ بلکہ میرے علم کو انھوں نے refresh کیا۔ میرے علم میں تھا کہ ایک وقت میں چیف منسٹر پنجاب کی جو discretionary grants تھیں وہ unlimited ہو گئی تھیں۔ اب تو تین کروڑ روپے کی ہے' پہلے unlimited تھیں۔ اس سے زیادہ رہی ہیں جیسے چیف منسٹر صاحب نے تین اعشاریہ کچھ کہا تھا۔ اور یہ کس طریقے سے خرچ ہوتی رہی ہیں؟ یہ سب کچھ آپ کے زمانے میں ہوتا رہا ہے۔

تمھاری زلف میں آئی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں تھی

جناب سپیکر! الوری صاحب کی خدمت میں' میں عرض کرتا ہوں' وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں تھی۔ وہاں پہ unlimited کوئی حساب نہیں' کوئی کتاب نہیں۔ شیر مادر ہے۔ پوچھنے والا نہیں۔ اوپر ضیاء الحق ہے۔ نیچے غریب مخلوق ہے۔ نیچے غریبوں کی پیٹھیں ہیں کوڑے لگانے کے لیے' ہتھکڑیاں لگانے کے لیے ان کی نازک کلائیاں ہیں۔ ان کے گھروں کی عصمتیں ہیں۔ رات کے بارہ بجے کسی کے گھر میں جاؤ۔ تو جناب سپیکر! وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں ہے۔ اینھاں دے زلف وچ پینچے تو جناب' حسن بن جاندی اے' کرنیے کی۔ جناب' گزارش یہ ہے کہ یہ تو وہیں سے چلا آ رہا ہے اور آج یہ بات میں برملا کہہ سکتا ہوں کہ اس discretionary fund کو بڑے ----- چیف منسٹر صاحب یہاں فرما کے گئے تھے کہ اس کے خرچ کے اوپر قانونی اور اخلاقی قدغن نہیں ہوتی ہے۔ discretionary quota جو ہوتا ہے ناں' تو میں نے پوائنٹ آف آرڈر کے اوپر کہا تھا کہ جس معاشرے سے اخلاقی قدغنیں ختم ہو جائیں وہ معاشرے برباد ہو جاتے ہیں۔ جناب سابق چیف منسٹر صاحب ہوتے تو ان کو یہ میں ضرور عرض کرتا کہ یہ discretionary quota کے اوپر سردار عارف نکئی صاحب نے اخلاقی قدغنیں ضرور رکھی ہوئی ہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب والا! کہا گیا کہ یہ بجٹ غریب دشمن ہے۔ سروسز جو ہوتی ہیں' یوٹیلیٹیز جو ہوتی ہیں' ان میں بنیادی باتیں ہوتی ہیں۔ تعلیم ہوتی ہے' صحت ہوتی ہے اور یہ ساری وہ یوٹیلیٹیز اور وہ سروسز ہیں کہ مہذب معاشرے اپنی تمام تر کوششیں کر کے ان کو بڑھاتے ہیں اور ہم نے بھی ان کو بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ آپ کے لیے میں عرض کرتا ہوں-----

جناب سپیکر، جناب وزیر خزانہ! کچھ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ مزید کتنا وقت لیں گے؟

وزیر خزانہ، دس منٹ۔

جناب سپیکر، آدھا گھنٹا ہو گیا ہے۔ وقت پندرہ منٹ کے لیے بڑھایا جاتا ہے۔ دس منٹ کی فرمائش ہے لیکن احتیاطاً پندرہ منٹ بڑھا دیے ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب والا! Mr Speaker sir, I am grateful for this. I am very grateful. تو میں عرض کر رہا تھا کہ صوبائی بجٹ میں کم آمدنی والے طبقوں کی ترقی اور بہبود کے لیے investment سوشل سیکٹر کی صورت میں کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں گزارش ہے کہ ہم نے تعلیم میں تیئس[23] ارب ستانوے کروڑ کا ریکارڈ بجٹ مہیا کیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ آج تک اس صوبے کا ریکارڈ بجٹ ہے۔ محکمہ صحت کے لیے گزشتہ بجٹ میں چھیانوے کروڑ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ گیارہ کروڑ کا اضافہ لوگوں کو پینے کے پانی کی بہتر سہولتیں مہیا کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ پاپولیشن ویلفیئر کے لیے ہم نے بہت سی رقم رکھی ہے۔ تو جناب والا! میں یہ بات اس لیے عرض کر رہا ہوں۔ ویسے یہ Facts and figures میرے ساتھیوں نے دیکھے ہیں۔ میں ان کے اوپر بہت زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ اور ویسے بھی بہت تھوڑے دوست ہیں۔ لیکن ایک بات کا مجھے بہت افسوس ہوا اس کے متعلق ہمارے سب ساتھیوں نے بات کی۔ میری اپنی برادری' وکیلوں کی برادری' جس سے میرا تعلق ہے' میرے والد صاحب بھی وکیل تھے۔ اس کا بڑا کہا گیا کہ اس کے اوپر ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ جناب والا! پنجاب کے بجٹ میں وکیلوں کے اوپر کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا (نعرہ ہائے تحسین)۔

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

جناب والا! حزب اختلاف کے قائد میرے لیے بہت محترم ہیں۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بھئی! کون سا ٹیکس ہم نے وکیلوں کے اوپر لگایا ہے؟ میں نے اس دفعہ چیف منسٹر صاحب کی اجازت سے پچاس لاکھ روپیہ پنجاب بار کونسل کے لیے رکھا ہے اور آج تک یہ پہلی مثال ہے۔ آپ آج تک کے بجٹ اٹھا کر دیکھ لیں' پنجاب بار کونسل کو ایک پیسہ نہیں دیا گیا۔ پنجاب بار کونسل کو میرے قائد نے شاہ چراغ مینشن کے باہر ایک پلاٹ دیا تھا جو کہ اس دفعہ ان کو واپس دیا جا رہا ہے۔ بیس سال وہ ہمارے ساتھی وکیل مقدمے کی نذر ہی رہے کہ وہ پلاٹ کس کی ملکیت ہے۔ تو یہ پچاس لاکھ روپیہ ہم

نے پہلی دفعہ رکھا ہے۔ جہاں تک ہائیکورٹ کا تعلق ہے تو آپ یقین کریں کہ ہم ان کو ان کی ضرورت کے مطابق اسامیاں بھی دے رہے ہیں اور ان کی ضرورت کے لیے ہم نے ان کا پی سی (ون) بھی تیار کروایا ہے کہ subordinate judiciary کے لیے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان بیس سالوں میں جس قدر انحطاط آیا ہے' اللہ و الحفیظ کون نہیں جانتا کہ یہ کہا جاتا تھا کہ فلاں سول جج کرپٹ ہے' لوگ کہتے تھے کہ جھوٹ بولتے ہو سول جج بھی کبھی کرپشن کر سکتا ہے۔ انحطاط کا یہ عالم ہے کہ معاشرے کا کوئی حصہ نہیں جو کہ اس انحطاط سے' اس de-generation سے محروم رہ گیا ہو۔ یہ بھی مثال ہو گی کہ میں خود ہائیکورٹ میں گیا ہوں اور چیف جسٹس کے چیمبر میں جناب خلیل صاحب کے ساتھ اور جناب اعجاز نثار صاحب جو کہ سیکنڈ سینئر جج ہیں ان کے ساتھ میٹنگ کی ہے اور ان کی ضروریات کا پتا کیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) کیوں کیا ہے؟ کہ یہ وہ ادارے ہیں جن کے بغیر حکومتیں رہ نہیں سکتیں' معاشرے قائم نہیں رہ سکتے' معاشرے ترقی نہیں کر سکتے اور اس کے لیے ہم نے ان کی پی۔ سی (ون) تیار کروائی ہے کہ یہاں پر subordinate judiciary کے لیے ایک اکیڈمی ہو۔ جہاں پر وہ آ کر ٹریننگ لیں' جہاں پر ان کو اخلاقیات اور قانون کا درس دیا جائے۔ یہ بھی ایک بہت بڑا اقدام تھا کہ پہلے ہم نے اس سلسلے میں کوئی اقدامات نہیں کیے۔

جناب والا! ہمارے بہت سے دوستوں کو اس بات کا علم ہونا چاہیے۔ یہ بہت کہا گیا کہ شہروں کے لوگوں کو کچھ نہیں دیا گیا۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ شہروں سے اس الیکشن میں ہماری جماعت کو بہت کم سیٹیں حاصل ہوئی ہیں لیکن ہم انھیں اپنا بھائی سمجھتے ہیں' وہ ہمارے ہم وطن ہیں' ہمارے عزیز ہیں' ہمیں ان سے محبت ہے۔ بڑے شہر ہمیشہ ملکوں کا' قوموں کا' تہذیبوں کا گہوارہ ہوتے ہیں ' ہم کس طرح ان کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ ہم تو پرائم منسٹر کی زیر قیادت بڑے شہروں کا جو پیکج کر رہے ہیں اس میں بھی ہم نے وہ ثقافتیں جو ہمارے لوگ چھوڑ گئے ہیں ان ورثوں کے تحفظ کے لیے بھی پیسے رکھے ہیں کجا یہ کہ ہم وہ لوگ جو شہروں میں بستے ہیں ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ایک ارب اور 40 کروڑ روپیہ پنجاب کے چھ بڑے شہروں کے لیے بجٹ میں رکھا گیا ہے۔ لاہور' گوجرانوالہ' فیصل آباد' ملتان' راولپنڈی اور یہ جو اب این۔ ای۔ سی کی میٹنگ ہوئی اس میں جناب چیف منسٹر نے سیالکوٹ کے اوپر خصوصی مہربانی کرتے ہوئے پرائم منسٹر صاحبہ سے کہا کہ سیالکوٹ کو

بھی اس میں شامل کیا جائے اور سیالکوٹ کے میرے ایک دوست' میرے ایک ساتھی منشاء اللہ بٹ صاحب کہہ رہے تھے کہ سیالکوٹ کا کیا قصور ہے تو میں انھیں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس دفعہ ہم نے کروڑوں کے حساب سے پنجاب کے بجٹ میں رکھے ہیں اور آپ حیران ہوں گے' میں اس کا ابھی یہاں پر اعلان نہیں کرتا لیکن اربوں روپے کا پیکج ہے جو کہ لاہور' سیالکوٹ' گوجرانوالہ' فیصل آباد' ملتان اور راولپنڈی کے لیے ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! لاہور شہر میں لوگ بڑے آرام سے سفر کرتے تھے۔ یہاں پر بہت بسیں ہوتی تھیں۔ ہماری مائیں بہنیں بڑے آرام سے بسوں میں بیٹھتی تھیں۔ اب بکرے بھی اس طریقے سے بہاولنگر اور بہاولپور سے ٹانک کر نہیں لاتے جس طریقے سے ویگنوں میں ان میرے بھائیوں نے لوگوں کو سوار کر دیا ہے اور وہ آرام دہ بسیں' وہ ڈبل ڈیکر بسیں مفقود ہو گئی ہیں۔ ان کی حکومت کے ایک ساتھی وزیر نے ایک رات اور ایک دن میں تین ہزار بندہ پی۔ آر۔ ٹی۔ سی میں بھرتی کر دیا تھا جس پر 4 کروڑ روپیہ ماہانہ ہم ان کو تنخواہیں دے رہے ہیں۔ وہ ہمارے مزدور بھائی ہیں۔ ہماری ان سے دشمنی نہیں ہے لیکن خرابی کون کرتا ہے؟ خرابی وہ کرتے ہیں جو پالیسی میکرز ہوتے ہیں' جو at the helm of the affairs ہوتے ہیں' ان بیچاروں کا میں سمجھتا ہوں کہ کوئی قصور نہیں ہے۔ خرابی انھوں نے کی کہ اس کا اتنا اچھا نظام تھا۔ میں اس شہر میں پڑھتا رہا ہوں۔ سالہا سال میں پڑھا ہوں۔ کتنی آرام دہ سڑکیں تھیں' کتنی آرام دہ سہولتیں تھیں۔

جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ساری کی ساری باتیں جو ہیں ہم تو اس سلسلے میں کہ جن شہروں نے ہمیں ووٹ نہیں دیے جیسے کہا جا رہا تھا کہ ہم ان کو سزا دینا چاہتے ہیں' بخدا نہیں ہم تو قائل ہیں کہ

حیات لے کر چلو کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

(نعرہ ہائے تحسین)

ہم تو ان کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ یہ ہمارے بھائی ہیں' ہم ان کی عزت کرتے ہیں اور آج یہاں میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے محترمہ بے نظیر بھٹو کی قیادت میں' وزیر اعلیٰ سردار نکئی صاحب کے زیر سایہ رہتے ہوئے یہ شہر ان سے ہم واپس لیں گے' لیں گے یہ میرا اعلان ہے'

ہماری نیک نیتی سمجھیں۔

جناب سپیکر! اور بہت سی ایسی باتیں ہیں' جہاں تک زراعت کا انھوں نے کہا ہے تو زراعت کے بارے میں facts and figures ہیں۔ وقت بہت آگے نکل گیا ہے میں ایک بات اور کہتا چلوں۔ بہت شور ڈالا ہے جس کا یہ کہا گیا ہے کہ Operational Short Fall ۔ یہ Operational Short Fall بجٹ میں 1971ء سے آ رہی ہے۔ یہ ہمیشہ ہوتی ہے۔ قومیں امیدوں پر اپنے تقوے رکھتی ہیں' امیدوں پر زندہ رہتی ہیں۔ اچھے خیالات' اچھے منصوبے رکھنے والے لوگ ایسی گنجائش رکھتے ہیں اور میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں' آپ کو اور آپ کی وساطت سے ان کو یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ Short Fall جو ہم نے رکھی ہے اس کو ہم پورا کریں گے۔ اس کو ہم بالکل پورا کریں گے اور یہ ایسے نہیں ہو گی کہ یہ صرف Short Fall کی حد تک رہ جائے گی۔

جناب سپیکر! ایک بات میں کرنی چاہتا ہوں کہ کرپشن کے اوپر بڑی بات ہوئی ہے اور واقعی میں سمجھتا ہوں کہ کرپشن جس نہج پر چلی گئی ہے وہ انتہا پر پہنچ گئی ہے لیکن میں آپ کی اس فقرے کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ ملک کا حاکم جب مجلس شوریٰ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو کہے کہ ٹھنڈا کر کے کھاؤ بہت اسے۔ تو روکنا کس نے ہے؟ ٹھنڈا کر کے کھاؤ بہت اسے۔ جاؤ اپنے حلقے مضبوط کرو تو ہم کس دور سے گزرے ہیں؟ وہ قافلے کہاں کہاں لٹے ہیں؟ کیا کیا اس قوم کے ساتھ ہوا ہے؟ کن کن منزلوں سے یہ قوم گزری ہے؟ اور پھر ہمیں تو اس بات کا فخر ہے کہ ہم نے' ہماری جماعت نے' ہمارے ساتھیوں نے اس ملک کی خاطر قربانیاں دی ہیں اور دیتے رہیں گے۔

یہ بات آج بہت دفعہ ہر سپیکر نے کہنے کی کوشش کی Surrey,Surrey,Surrey ۔ پتا نہیں کس کے Surrey ؟ آج اخبار میں محترمہ کی طرف سے بیان آ چکا ہے اور میں پہلے بھی اس ہاؤس کو عرض کر چکا ہو کہ انھوں اس اخبار کو قانونی نوٹس دیا ہے اور انھوں نے اس کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنے دوستوں کا بہت شکر گزار ہوں۔ زراعت کے بارے میں اگر میں facts پر چلا گیا تو بات بہت آگے چلی جائے گی لیکن ایک بات میں ضرور عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس دفعہ 11۔ ارب روپے این۔ ایف۔ سی میں ہم نے زیادہ حاصل کیے ہیں لیکن مسلم لیگ کی جو سابقہ حکومت تھی ان کے سابقہ سال سے صرف 4 ارب روپے بڑھے تھے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں پھر آپ کا' تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ایک بات یہ

معذرت کے ساتھ کہ میری وجہ سے اگر کسی کا دل دکھا ہو تو میں بڑی معذرت سے اس سے معافی کا طلب گار ہوں۔ بہت شکریہ' بڑی نوازش۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، اب یہ اجلاس کل صبح دس بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا پینتیسواں اجلاس)

اتوار' 23 جون 1996ء

(یک شنبہ' 6 صفر المظفر 1417ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح 10 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ
فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا
مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

سورۃ آل عمران آیات 114 تا 116

(اور) اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نیکیوں پر لپکتے ہیں اور یہی لوگ نیکو کار ہیں اور یہ جس طرح کی نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے جو لوگ کافر ہیں ان کے مال اور اولاد اللہ کے عذاب کو ہرگز نہیں ٹال سکیں گے اور یہ لوگ اہل دوزخ ہیں کہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ وما علینا الا البلاغ۔

جناب سپیکر : تحریک استحقاق کا وقت شروع ہوتا ہے۔ چودھری عبدالحمید۔

جناب عبد الرؤف مغل : جناب سپیکر ! کورم نہیں ہے' گنتی کی جائے۔

جناب سپیکر : کورم کی نشاندہی ہو گئی ہے۔ گنتی کی جائے---- گنتی کی گئی ------- کورم نہیں ہے' پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں۔ (اس مرحلے پر پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی گئیں--- دوبارہ گنتی کی جائے ---- گنتی کی گئی----- ہاؤس میں کل 24 فاضل ارکان موجود ہیں کورم پورا نہیں ہے۔ تو آدھے گھنٹے کے لیے اجلاس ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر ہاؤس کی کارروائی آدھے گھنٹے کے لیے ملتوی ہو گئی)

(آدھے گھنٹے کے وقفے کے بعد دوبارہ جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر، تمام حضرات جو لابی میں موجود ہیں تشریف لے آئیں تاکہ گنتی کی جائے۔ گنتی کی گئی---- کورم پورا ہے۔

جناب عبد الرؤف مغل، بہت زیادہ فرق ہے۔

جناب سپیکر ، چلیں دوبارہ گنتی کر لیتے ہیں۔ دوبارہ گنتی کی گئی----- 64 ارکان موجود ہیں۔ کورم پورا ہے۔

وزیر قانون ، جناب والا! کورم پورا ہے ۔ اب کارروائی شروع کریں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر، چودھری عبدالحمید صاحب تشریف نہیں رکھتے ان کی تحریک استحقاق کو pend کرتے ہیں اور تحریک التوائے کار لیتے ہیں۔ میاں فضل حق صاحب کی تحریک التوائے کار ہے ۔ وہ اس وقت تشریف نہیں رکھتے اس لیے اسے dispose of کرتے ہیں۔ پھر ایس اے حمید صاحب کی تحریک التوائے کار ہے وہ بھی تشریف نہیں رکھتے تو dispose of ہوتی ہے۔ ایک مشترکہ تحریک التوائے کار ہے جناب ایس اے حمید' جناب عبدالرؤف مغل اور جناب محمد منشاء اللہ بٹ صاحب۔ مغل صاحب تشریف رکھتے ہیں ۔ جی' آپ پیش کرنا چاہتے ہیں؟

جناب عبد الرؤف مغل، جی ہاں۔

تھانہ کوتوالی سیالکوٹ کے مال خانے میں آتشزدگی

جناب عبد الرؤف مغل ، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ بعض اوقات سرکاری اہلکاروں کی غفلت ' لاپرواہی اور سازش کے باعث نہ صرف قومی نقصان ہو جاتا ہے بلکہ قیمتی انسانی جانیں بھی ضائع ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ تھانہ کوتوالی سیالکوٹ کے مال خانے میں آگ لگ جانے کے باعث ہوا جس سے مال خانے میں پڑے ہوئے اسلحہ کے پھٹنے سے زبردست دھماکے ہوتے رہے اور آگ نے پورے مال خانہ کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس مال خانے میں مختلف وارداتوں میں پکڑا جانے والا سامان بھی رکھا ہوا تھا جس کا اب نام و نشان تک مٹ گیا جس کا فائدہ ملزمان اٹھائیں گے۔ یہ ایک خوفناک حادثہ تھا جس سے قریبی آبادی کے لوگ خوفزدہ ہو کر گھروں سے باہر نکل آئے۔ مگر انتظامیہ ایسے مقامات کی حفاظت کرنے میں غفلت سے کام لے رہی ہے جہاں اسلحہ رکھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ واقعہ قومی اخبارات میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس سے علاقہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر ، اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ نہیں ہوتی اور اس کی صرف پوزیشن معلوم کرتے ہیں۔ وزیر قانون صاحب آپ اس پر کیا کہتے ہیں۔

وزیر قانون ، جناب والا! 19-5-96 کو دوران پڑتال مقدمہ جس میں سامان آتش بازی وغیرہ تھا۔ محمد اصغر ہیڈ کنسٹیبل کو ٹھوکر لگنے سے اتفاقیہ طور پر آگ لگ گئی۔ اس بارے میں ایڈیشنل ایس پی سیالکوٹ کی انکوائری رپورٹ کے مطابق مال خانہ سٹی سرکل میں موجود مال مقدمہ آتش زدگی سے نہ پھٹا اور نہ ہی کوئی دھماکہ ہوا تاہم سات مقدمات سے متعلق کچھ مال مقدمہ جل گیا اور کچھ کو جزوی نقصان پہنچا۔ مگر عدالت میں بطور شہادت پیش کرنے کے قابل ہے۔ مزید مال خانہ میں آگ لگنے سے ملزمان کو کسی مقدمہ میں کوئی خاص فائدہ پہنچنے کا امکان نہیں ہے۔ وہاں جو مال مقدمہ پڑا تھا اس میں تھوڑا بہت آتش بازی کا سامان بھی تھا جو کہ پٹاخے وغیرہ تھے۔ ان کو آگ لگنے سے تھوڑا بہت نقصان ضرور ہوا ہے لیکن اس کے باوجود انکوائری کروائی گئی اور جو مندرجہ بالا سات مقدمات کے متعلق مال مقدمہ

کے علاوہ مال خانہ میں موجود دیگر تمام مقدمات کا مال محفوظ ہے۔ جن چیزوں میں آگ لگی ان میں آتش بازی کے پٹاخے اور ہوائیاں وغیرہ تھیں۔ جس سے کچھ آواز تو ضرور پیدا ہوئی لیکن کوئی زور دار دھماکہ نہ ہوا۔ فائر بریگیڈ کی مدد سے بروقت آگ پر قابو پالیا گیا تھا۔ مال خانہ کی حفاظت کے لیے ضروری ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ انکوائری آفیسر کی رپورٹ کی روشنی میں محرر مال خانہ محمد اصغر ہیڈ کنسٹیبل، محبوب حسن اے ایس آئی، اور ایس ایچ او کوتوالی کے خلاف اپنے فرائض سے غفلت برتنے کے الزامات میں تادیبی کارروائی کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر، میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون کی اس وضاحت کے بعد اس تحریک التوائے کار کو مزید زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے معاملے کی نشاندہی ہو گئی ہے اور حکومت نے اس کی cognizance لے لی ہے۔ اس لیے اسے dispose of کیا جاتا ہے۔

آگے تحریک التوائے کار ہے میاں فضل حق کی تشریف نہیں رکھتے اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ حاجی مقصود احمد بٹ صاحب کی تحریک التوائے کار ہے تشریف نہیں رکھتے dispose of کی جاتی ہے۔ جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی تحریک التوائے کار ہے dispose of کی جاتی ہے۔ جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی ایک اور تحریک التوائے کار ہے تشریف نہیں رکھتے dispose of کی جاتی ہے۔ جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی ایک اور تحریک التوائے کار نمبر 11 ہے تشریف نہیں رکھتے dispose of کی جاتی ہے۔ جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی ایک اور تحریک التوائے کار نمبر 12 ہے ان کی غیر حاضری کی وجہ سے dispose of کی جاتی ہے۔ 13 نمبر کی تحریک التوائے کار خواجہ محمد اسلام صاحب، جناب ایس اے حمید کی ہے تشریف نہیں رکھتے۔ تو dispose of کی جاتی ہے۔ عبدالرؤف مغل صاحب اور سید عارف حسین بخاری صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 14 ہے۔ بخاری صاحب پیش کریں۔

جپسم کی عدم فراہمی کے باعث کاشت کاروں کو پریشانی کا سامنا

سید محمد عارف حسین بخاری، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے جنوری اور فروری 1996ء میں جپسم کی خریداری کے لیے اخبارات

میں ٹینڈرز شائع کرائے تھے تاکہ شور زدہ زمینوں کی بحالی کے لیے کاشتکاروں کو سپلائی کیا جا سکے مگر ابھی تک جبکہ مئی کا مہینہ بھی گزر گیا ہے۔ جپسم کی خریداری نہیں کی گئی اور نہ ہی حکومت کی طرف سے کاشتکاروں کو جپسم کی سپلائی کا متبادل انتظام کیا گیا ہے۔ جب کہ صوبے بھر میں چاول کی بوائی شروع ہو چکی ہے اور زمیندار کاشتکار جپسم نہ ملنے کے باعث حکومت کے اس رویہ سے سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر ، وزیر قانون صاحب آپ اس پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون ، جپسم کی قیمت 625 روپے فی ٹن ہوتی ہے جو کہ کاشتکاروں کو 160 روپے فی ٹن کے حساب سے subsidize کر کے دیا جاتا ہے۔ 465 روپے وفاقی گورنمنٹ subsidize کرتی ہے۔ وفاقی گورنمنٹ سے یہ فنڈز فراہم ہونے میں کچھ دیر لگی تھی ۔ لیکن اب 9677 ٹن کے لیے فنڈز فراہم ہو گئے ہیں ۔چنانچہ PC-1 میں ترمیم کر کے جپسم کی پیداوار سبسڈی کی رقم کے مطابق کر دی گئی ہے۔ فروری 1996ء میں جپسم کی فراہمی کے لیے ٹینڈر طلب کیے گئے ۔ کل 20 پارٹیوں نے ٹینڈر داخل کیے اور ٹینڈر کھلنے پر انکشاف ہوا کہ کسی پارٹی نے PC-1 میں منظور کیے گئے نرخوں پر جپسم فراہم کرنے کی حامی نہیں بھری اور کم سے کم نرخ جس کی پیشکش وصول ہوئی وہ 695 روپے فی میٹرک ٹن تھی۔ جبکہ سٹوریج اور بوری کی قیمت اور دیگر اخراجات اس کے علاوہ ہونے تھے۔ اس طرح PC-1 کے مطابق جپسم کی فراہمی ممکن نہ رہی۔ کیونکہ PC-1 1992ء میں تیار کیا گیا تھا اور 1996ء تک بجلی تیل مزدوری نقل حمل کے اخراجات کئی گنا بڑھ گئے تھے۔ مزید برآں اس عرصہ میں سیلز ٹیکس کا نفاذ بھی عمل میں آیا اور بنک چارجز بھی 14,325 فی صد سے بڑھ کر 16.25 فی صد ہو گئے۔ ان تمام عوامل کی وجہ سے ٹینڈر میں قیمت بہت زیادہ آئی۔ اس مسئلے کا ایک ہی حل تھا کہ جپسم کی قیمت فروخت میں اضافہ کر دیا جائے' تاکہ اس طرح حاصل ہونے والی اضافی رقم سے جپسم کی فراہمی ممکن ہو سکے۔ چنانچہ نئی رعایتی قیمت فروخت تین سو روپے فی ٹن مقرر کی گئی ہے۔ اس طرح مطلوبہ اضافی رقم فراہم ہو جائے گی۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد ٹینڈر دہندگان کے ساتھ معاہدہ کر کے انھیں جپسم کی فراہمی کا آرڈر دے دیا گیا ہے اور جپسم کی سپلائی بحساب پندرہ روپے فی بوری پچاس کلو گرام شروع کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر، میں سمجھتا ہوں کہ اس وضاحت کے بعد اس تحریک التوائے کار کو مزید زیر بحث لانا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔

اگلی تحریک التوائے کار حاجی مقصود احمد بٹ صاحب کی ہے' پندرہ نمبر کی۔ تشریف نہیں رکھتے۔ اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر ۱۶ ہے' جناب محمد ریاض فتیانہ صاحب کی۔ تشریف رکھتے ہیں؟ (مداخلت) نہیں' نہیں۔ وہ ہڑتال پہ نہیں ہیں۔ ویسے ہی میرا خیال ہے تشریف نہیں لائے۔ بہرحال' وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اسے بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ نمبر ۱۷ تحریک التوائے کار بھی جناب محمد ریاض فتیانہ صاحب کی ہے۔ تشریف نہ رکھنے کی وجہ سے dispose of کی جاتی ہے۔ نمبر ۱۸ تحریک التوائے کار جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی ہے۔ تشریف نہیں رکھتے' dispose of کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر ۱۹ جناب ایس اے حمید صاحب کی ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔ dispose of کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر ۲۰ میاں عبدالستار اور حاجی مقصود احمد بٹ صاحب کی طرف سے ہے۔ تشریف نہیں رکھتے' dispose of۔ تحریک التوائے کار نمبر ۲۱ میاں محمد ثاقب خورشید اور جناب غلام حیدر خان کھچی صاحب کی طرف سے ہے۔ دونوں صاحبان تشریف نہیں رکھتے۔ dispose of میاں فضل حق صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر ۲۲ ہے۔ تشریف نہیں رکھتے' It is dispose of جناب ارشد عمران سلہری صاحب' حاجی مقصود احمد بٹ صاحب' میاں فضل حق صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر ۲۳۔ تشریف نہیں رکھتے' dispose of تحریک التوائے کار نمبر ۲۴' جناب ایس اے حمید' جناب ارشد عمران سلہری' میاں معراج دین۔ تشریف نہیں رکھتے' dispose of کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر ۲۵۔۔۔ آپ تشریف لے آئے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر ۲۴' میاں معراج دین صاحب۔ (مداخلت) مطلب ہے کہ پھر ہڑتال پر نہیں ہیں' سارے لابی میں ہی بیٹھے ہوئے ہیں! جی' چیمہ صاحب۔

وزیر اوقاف، پوائنٹ آف آرڈر جناب! ایہہ صرف حاضریاں للن آئے ہوئے نیں۔ پیسے وی نہیں چھڈدے۔ دیہاڑی وی نئیں چھڈدے تے قوم دے اگے دہائی وی پاندے نیں۔ کہ اے قوم! ویکھو' اسیں کی کر رئے آں۔ اسیں بڑے محب وطن آں۔ ہڑتالاں وی کردے نیں۔ ایس واسطے کہ ملک نوں unstable کیتا جائے۔ اندر نئیں وڑدے' باہر یہہ رئے نیں۔ ایہناں وی وی بندیاں نے اکٹھیاں رل رل کے تحریک التواء دتیاں نیں۔ محنتاں کیتیاں گیاں نیں۔ سارے بندے بیٹھے نیں۔ اونھاں وچ باہر بیٹھے ہوئے نیں' اسیں جتھے آئے ہوئے آں۔

جناب سپیکر، جی ہاں۔ تشریف رکھیں ۔ میاں معراج دین صاحب! پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ سردار ذوالفقار کھوسہ صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، وزیر اوقاف فرما رہے تھے کہ ہم پیسوں کے لیے حاضری دیتے ہیں' وغیرہ' وغیرہ۔ بہرحال' یہ ان کی اپنی ذہنیت ہے۔ لیکن جو حقائق ہیں وہ یہ ہیں کہ بارہا قومی اسمبلی میں بھی اور یہاں بھی ٹریژری بنچز کے وزراء نے سرے مینشن کے بارے میں یہ کہا ہے کہ یہ غلط بیانی ہے ----

جناب سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر میں سرے مینشن کہاں سے آ گیا؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر ان کے الزامات کے جواب میں' میں کہہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں' نہیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ I am sorry. This is no point of order.

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! سن لیں' اس کے بعد آپ رولنگ دے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، میں نے سن لیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، سنے بغیر آپ کیسے رولنگ دے سکتے ہیں؟

جناب سپیکر، میں نے سنا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! آپ نے سنا ہی نہیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! آپ نے میرا پوائنٹ آف آرڈر سنا ہی نہیں۔

جناب سپیکر، نہیں This issue is not relevant.

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، یہاں غلط بیانی کی گئی ہے' اس کے بارے میں' میں کچھ بولنا چاہتا ہوں جناب! یہاں ایک وزیر نے-----

جناب سپیکر، انھوں نے جو بیان کیا ہے جس نے نہیں سنا وہ دوبارہ سنے۔ انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ ہم ہڑتال پر ہیں اور دوسری طرف یہاں جو حاضری رجسٹر رکھا ہوتا ہے اس میں حاضری لگوانے کے لیے تشریف بھی لے آتے ہیں۔ یہ انھوں نے الزام لگایا ہے۔ اس کے جواب میں آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو فرمائیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! یہاں ہاؤس کے فلور پر ایک سینئر منسٹر یا جو بھی کہلاتے ہیں' یہ فنانس منسٹر صاحب نے بیان دیا تھا اس کے جواب میں میں بات کر رہا ہوں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے۔

جناب سپیکر ، اب دیکھیے' سرے کی جائیداد کا اس پوائنٹ آف آرڈر سے کیا تعلق ہے' حاضری رجسٹر سے؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، آپ نے بارہا پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس پوائنٹ آف آرڈر کا بھی کوئی جواز نہیں بنتا۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر کسی نکتے پر نہیں اٹھایا گیا۔ یہ ایسے ہی ایک بات کر دی گئی ہے پوائنٹ آف آرڈر کا نام لے کر۔

جناب سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر اس لیے بنتا ہے کہ یہاں کچھ لوگ بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ جو بظاہر نہیں بیٹھے وہ جب جی چاہتا ہے اندر آ جاتا ہے۔ اس سچوایشن پر انھوں نے ایک بات کی ہے۔ وہ relevant ہے۔ آپ اس کے جواب میں ایک relevant بات کریں' میں سننے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن سرے کی جائیداد کا اس سے کیا تعلق ہے؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، کل یہاں ہاؤس میں وزیر خزانہ نے ایک سٹیٹمنٹ دی تھی۔ کل چونکہ میرے پاس یہ ثبوت موجود نہ تھا۔ اس وقت میں ان کے بیان کی تردید نہیں کر سکتا تھا۔ آج میں اس بیان کی تردید کرنا چاہتا ہوں اور ثبوت کے ساتھ۔

جناب سپیکر ، بہت سے مواقع آئیں گے۔ آج سارا دن پڑا ہے۔ آپ اپنی بات اس موقع پر کر لیجیے گا۔ اب اس بات سے جو یہاں اٹھائی گئی ہے' اس کا کیا تعلق ہے؟ اور تحریک التوائے کار ہو رہی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، یہاں این ایف سی کے بارے میں باتیں کی گئی ہیں۔ جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے یہاں باتیں کی ہیں۔ اس کے بارے میں بھی میں کچھ کہنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر، آپ کہنا چاہتے ہیں۔ کہیے' فرمائیے۔ اس وقت وہ لیڈر آف دی اپوزیشن کے مقام پر ہیں۔ میں ان کو موقع دیتا ہوں کہ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہہ دیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، یہ میرے پاس ۲۳۔ مارچ کی "سنڈے ایکسپریس" کی کاپی ہے اور انھوں نے categorically یہ کہا ہے۔۔۔۔۔

وزیر اوقاف، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، نہیں' پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ جی' فرمائیے

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں اس کا صرف relevant portion پڑھ رہا ہوں۔

Asif Zardari, husband of Pakistan's Prime Minister Benazir Bhutto is at the center of planning dispute over his application to build an Arabian Horse Stud in the grounds of his mansion in Surray.

یہ تو کہہ رہے ہیں کہ ان کی وہ ہے ہی نہیں اور وہاں ایک stud build کرنے کی اجازت طلب کی گئی ہے۔ یہ "سنڈے ایکسپریس" کی نیوز ہے۔

جناب سپیکر، چلیے۔ آپ نے کہہ دیا۔ اخبارات میں چھپا ہے یہ۔ اب آگے چلیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، اسی طرح جناب والا! "جنگ" لندن میں خبر شائع ہوئی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں relevant portion پڑھ دیتا ہوں' ورنہ ـــــ

جناب سپیکر، مجھے پہلے یہ بتائیے۔ اس کا کس بحث سے تعلق ہے؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جو کل یہاں ٹریژری بنچز کے ایک وزیر نے categorical statement دی تھی۔

جناب سپیکر، کیا سٹیٹمنٹ دی تھی؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، کہ یہ غلط بیانی ہے اور لیگل نوٹس ہو چکا ہے۔ لیگل نوٹس کے بارے میں انھوں نے واضح کر کے لکھا ہے کہ ہمیں کوئی لیگل نوٹس serve نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، جی ہاں' فرمائیے۔

وزیر خزانہ، جناب کھوسہ صاحب جو کہ بڑے سینئر پارلیمنٹیرین ہیں' جن کی ہم کم از کم اس طرف بیٹھنے والے عزت بھی کرتے ہیں۔

جناب سپیکر، یقیناً۔

وزیر خزانہ، بار بار wittingly ایک وزیر' ایک وزیر کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انداز گفتگو والا کل

شعر میں نے کہا تھا کہ،

تمہی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

گزارش یہ ہے کہ یہ میرے متعلق ذکر فرما رہے ہیں۔ میں نے کل _____

جناب سپیکر، نہیں، پہلے وہ شعر سنائیے۔ اتنے برے برے شعر سن کے دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اب کوئی اچھا سا شعر سنائیے۔

وزیر خزانہ، جناب کھوسہ صاحب! وہ شعر میں نے یہ پڑھا تھا،

ہر اک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہی بتاؤ کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

میں نے یہ عرض کیا تھا (نعرہ ہائے تحسین)

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں نے وزیر خزانہ کہا تھا۔

جناب سپیکر، نہیں، وزیر خزانہ نہیں کہا آپ نے۔ سینئر وزیر کہا ہے۔ آپ نے کوئی وزیر کہا ہے۔ اتفاق سے ان کا اسم گرامی آپ نے نہیں لیا۔ انھوں نے اس کی وضاحت کر دی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! ٹیپ چلا کے دیکھ لیجیے۔

جناب سپیکر، چلیے، اس سے کیا فرق پڑ رہا ہے؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، وہ کہہ رہے ہیں کہ شاید میں ان کی توہین کر رہا ہوں۔ قطعاً نہیں۔

جناب سپیکر، بہت اچھی بات ہے۔ وہ بھی توہین نہیں چاہتے، وہ بھی توہین نہیں چاہتے۔

وزیر قانون، جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں، پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن تو مکمل ہو جائے۔ اس کے بعد آپ کا پوائنٹ آف آرڈر آ سکتا ہے۔

وزیر خزانہ (چودھری محمد افضل سندھو)، جناب والا! گزارش یہ ہے کہ کل میں نے جو ہاؤس کی خدمت میں پیش کیا تھا وہ پاکستان کے قومی روزنامے کی ایک خبر تھی جس میں یہ درج تھا کہ "محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ وزیر اعظم پاکستان نے سنڈے ایکسپریس کو لیگل نوٹس دیا ہے۔" یہ کل کے اخبارات میں چھپا اور کم از کم ایک اخبار کا مجھے یاد ہے۔ آج یہ جو بات کر رہے ہیں، میں نے جو بات کی وہ بھی اخبار کے

حوالے سے ہے' یہ بھی تراشہ جو پیش فرما رہے ہیں وہ بھی اخباری تراشہ ہے۔ لہذا اخباری خبر کو اخباری تراشے سے contradict نہیں کیا جا سکتا۔ میں جناب کھوسہ صاحب کی خدمت میں آپ کی وساطت سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، اور ہو سکتا ہے کہ تراشا ہوا تراشہ ہو۔ جی لاء منسٹر صاحب سے پہلے وعدہ ہوا ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! ادھر پوائنٹ آف آرڈر پر جناب ڈپٹی سپیکر صاحب کی ایک رولنگ بھی آ چکی ہے کہ جو مسئلہ under discussion نہ ہو اس کے اوپر پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اگر مجھے آپ اجازت دیں تو میں اپنے محترم بھائیوں کے لیے عرض کروں کہ اگر یہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہی ساری بحث ہونی ہے۔

جناب سپیکر، فرمائیے۔

LAW MINISTER: May I read-

(184) (1) A point of order shall relate to the interpretation or enforcement of these rules or such Articles of the Constitution as regulate the business of the Assembly.

(2) A point of order shall relate to the business or matter before the Assembly at the moment

(3) Subject to sub-rule (1) and (2), any member may submit a point of order for the decision of the Speaker but in doing so shall confine himself to stating the point.

(4) During Division, a member may raise a point of order only on a matter arising out of the Division.

(5) The Speaker shall decide all points of order and his decision there on shall be final.

(6) No discussion or debate shall be allowed on any point of order but the Speaker may, if he thinks fit, hear members before giving his decision.

یہاں پر ڈیبیٹ بھی آپ کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

"A point of order shall relate to the business or matter before the Assembly at the moment. Not even the day not even the hour"at the moment".

at the moment جو ہو رہا ہے اس کے علاوہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ تو اس لیے یہ پوائنٹ آف آرڈر ویسے ہی out of order ہے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب رولز کے مطابق اور میری سمجھ بوجھ کے مطابق یہی ہے کہ جو چیز زیر بحث ہو اس کے حوالے سے ہی پوائنٹ آف آرڈر ہوتا ہے' میں نے بھی اس پر اعتراض کیا تھا اور میں نے اسے بطور پوائنٹ آف آرڈر قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد میں نے دیکھا' اس وقت قائد حزب اختلاف میاں شہباز شریف صاحب تشریف نہیں رکھتے تھے وہ بعد میں تشریف لائے ہیں اور میں نے اندازہ کیا کہ اس وقت کھوسہ صاحب کی پوزیشن قائم مقام قائد حزب اختلاف کی ہے اور ان کے اس مقام پر میں نے انھیں اجازت دی اور یہ کہہ کر اجازت دی کہ چونکہ آپ کی یہ حیثیت ہے اس لیے اگر آپ اسی مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں تو اس کی میں اجازت دیتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے یہ بات کی۔ لیکن پوائنٹ آف آرڈر جو ہے اس کی پوزیشن یہی ہے کہ وہ اسی حوالے سے ہو گا جو مسئلہ زیر بحث ہے اور یہ بات اپنی جگہ درست ہے۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ جی شاہ صاحب۔

وزیر اوقاف: جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے شاہ صاحب کو اجازت دی ہے۔

وزیر اوقاف: شاہ صاحب سے پہلے میں کھڑا تھا۔

جناب سپیکر: نہیں' نہیں۔ شاہ صاحب کی باری ہے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہی ہوں۔ اگر وہ یہ کہتے ہیں تو میں محترم لاء منسٹر صاحب کا ٹیکنیکلی جواب دوں گا کہ پوائنٹ آف آرڈر پر جو رولز کی پوزیشن ہے وہ یہی ہے جو کہ جناب لاء منسٹر صاحب نے پڑھی ہے۔ لیکن جب معزز سپیکر کسی معزز ممبر کی کسی بات کو out of order قرار دے دیتا ہے سن لیتا ہے چاہے وہ relevant ہے یا irrelevant ہے تو دوسرے ممبران کا حق بن جاتا ہے کہ وہ اسی reference میں پوائنٹ آف آرڈر پر دوسرے ممبر کو جواب دیں جس طرح کہ پہلے آپ سردار صاحب کو فرما رہے تھے پھر جیسا کہ محترم دوسرے منسٹر چیمہ صاحب نے کہا اسی کا میں اب جواب دینا چاہتا ہوں۔ انھوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر حزب اختلاف پر یہ الزام لگایا کہ یہ

آتے ہیں اور دیہاڑیاں بھی لگاتے ہیں' ادھر بیٹھے ہوئے ہیں اور ہڑتال بھی کرتے ہیں اور پتا نہیں کیا کیا کرتے ہیں اور کیا کیا نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے محترم منسٹر صاحب اور ٹریژری بنچز کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس عشرے کی جو حزب اختلاف ہے وہ اس صوبے کی اور اس ملک کی خوش قسمتی ہے کہ وہ حزب اختلاف ذاتی مفادات کے چکر میں نہیں پڑتی اور نہ پڑی ہوئی ہے۔ اگر ہمیں پانچ سو' ہزار روپے' تین سو' چار سو یا کسی مفادات کی بات ہوتی تو اس طرف مفادات کا سمندر ہے۔ اس طرف وزارتوں اور مشاورتوں کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ باقی رہ گئی بات یہ کہ ہم نے ہڑتال بھی کی ہوئی ہے اور ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟ مرکز میں بھی حزب اختلاف ہے ہڑتال جس پوائنٹ پر ہے' ہڑتال ہے بجٹ پر اور بجٹ وفاق میں اور صوبوں میں قاتل گورنمنٹ کا پیش کیا ہوا ہے۔ اس کو ہم نے باہر بھی public opinion میں meet کرنا ہے اور یہاں بھی meet کرنا ہے۔ ہم نے ایسے کھلی چھٹی نہیں دینی کہ ہم سارے جو ہیں باہر ہوں۔ چیمہ صاحب اور لاء منسٹر صاحب تو آج خوش ہو رہے تھے کہ شاید اپوزیشن ساری باہر ہو گی اور ہم سارا یہ بلڈوز کر دیں گے۔ تو اس طرح بات نہیں بنتی۔ ہم نے ایک ایک کٹ موشن پر آپ کے ساتھ کم از کم ایک ایک دن لڑائی کرنی ہے۔ آپ یہ مت سمجھیں کہ ہم باہر چلے جائیں گے اور آپ اس طرح کر لیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر اوقاف ، Sir I am on a personal explanation شاہ صاحب نے واقعی بڑی اچھی گل کیتی اے۔ ہاؤس دے وچ ایہاں دا کردار وی ماشاء اللہ ایسا ای ہوندا اے کہ جیہڑا ہاؤس دی زندگی واسطے بہترین ہوندا اے۔ میں جیہڑی گل کیتی اے اوہ صرف ایس واسطے کیتی سی کہ ہڑتال وی کرن ایہاں دا basic right اے' walk over وی کرن ایہاں دا basic right اے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جی کیا walk over (قہقہے)

جناب سپیکر، واک آؤٹ۔ سمجھ تے گئے او ناں تسیں۔ کوئی گل نہیں جی۔ کوئی گل نہیں۔

وزیر اوقاف ، دیکھو ناں! کنے خوش ہو گئے نیں۔ اینی جئی گل تے خوش ہو گئے نیں (قہقہے) لیکن اک گل دی مینوں سمجھ نہیں آوندی ایہاں میریاں بھراواں واسطے سنڈے ایکسپریس کوئی الہامی کتاب تے نہیں۔ اوہدی اسیں جان نہیں پے چھڈ دے۔ کوئی کم نہیں کر دے۔ اونہاں کہیا اے ناں کہ میں کٹ موشناں تے بولاں گا' پوری جنگ کراں گا۔ تے میں احترام کرنا' اوہ قابل عزت نیں۔

لیکن سنڈے ایکسپریس نال کی رشتے داری اسے تہاڈی کوئی یا اونوں الہامی کتاب سمجھ دے او۔ چھڈو جان سنڈے ایکسپریس دی۔ آؤ ہاؤس وچ کم کریے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر، ایک منٹ کھوسہ صاحب، جنجوعہ صاحب کو سن لیں۔ وہ پہلے سے کھڑے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب والا! یہاں پر پوائنٹ آف آرڈر یا نکتہ اعتراض کے بارے میں جناب وزیر قانون نے وضاحت کی ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر یا نکتہ اعتراض صرف وہ ہوتا ہے کہ اسمبلی میں کارروائی ہو رہی ہے اور قواعد انضباط کار پنجاب اسمبلی یا آئین کی وہ دفعات جو اسمبلی کی کارروائی کو چلانے کے لیے نافذ کی گئی ہیں، اس وقت ان کی اگر کوئی خلاف ورزی ہو رہی ہے تو پھر نکتہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ نکتہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر، یہ بھی آپ درست کہہ رہے ہیں۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! وزیر قانون نے نکتہ اعتراض سے متعلق 184 (2) کا حوالہ دیا ہے جس کا تمام نکتہ اعتراض پر اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ ایک خاص situation کے لیے مختلف صورتیں ہیں۔

جناب سپیکر، اور ایک صورت کی وضاحت جنجوعہ صاحب نے کی ہے۔

سید تابش الوری، جی۔ میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ 184 کا نمبر 1 یہ ہے کہ کوئی نکتہ ضابطہ قواعد ہذا یا آئین کے ایسے آرٹیکلوں کی تشریح یا نفاذ سے متعلق ہو گا جو اسمبلی کی کارروائی کو منضبط کرتے ہوں۔ یہ بات ہے جو مستقلاً نکتہ اعتراض سے متعلق ہے۔ پھر آگے ہے کہ وہ کسی کی شکل میں ہو یعنی اگر رائے شماری ہو رہی ہو تو پھر نکتہ اعتراض کی شکل میں اس پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی کارروائی جاری ہو اور اس میں کوئی غلط بات ہو رہی ہو تو اسے الگ point out کیا جا سکتا ہے۔ اگر سپیکر کوئی بات کر رہا ہو اور اس میں کسی قاعدے کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اس کی طرف توجہ مبذول کرائی جا سکتی ہے۔ اس لیے نکتہ اعتراض کو صرف متعلقہ کارروائی تک محدود کرنا صحیح نہیں ہے۔ نکتہ اعتراض کسی وقت بھی اٹھایا جا سکتا ہے لیکن وہ قاعدے اور آئین سے متعلق ہونا چاہیے یا دوسری شکل میں اس کارروائی سے متعلق ہونا چاہیے جو اس وقت جاری ہو۔

جناب سپیکر، بجا ہے۔ یہ دو صورتیں ہیں ایک کی وضاحت وزیر قانون نے کی اور ایک کی وضاحت آپ نے اور محترم جنجوعہ صاحب نے کی ہے۔

سید ظفر علی شاہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کل جناب تشریف فرما تھے اور محترم لیڈر آف دی ہاؤس بھی تشریف فرما تھے جب ان کی تقریر ختم ہوئی تھی تو میں نے آپ کی وساطت سے این۔ایف۔سی کے حوالے سے بات کی تھی اور میں نے چیف منسٹر صاحب being Head of the Province سے یہ بات پوچھی تھی جس میں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے اراکین ہمارے فنانس منسٹر صاحب بھی ہیں اور وزیر اعظم صاحبہ اس کی چیئرمین ہیں اس وقت فنانس منسٹر صاحب تشریف لے جا رہے ہیں انہوں نے اٹھ کر بڑے پیار سے ----------

جناب سپیکر ، فنانس منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ ذرا لابی سے واپس آ جائیں۔ آپ کے حوالے سے بات ہو رہی ہے ذرا توجہ دیجیے۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب والا! وہ میرے بڑے ہی قابل احترام بھائی ہیں اور وہ میرے colleagues بھی ہیں۔ انہوں نے میرے بارے میں کہا تھا کہ شاہ صاحب کو یہ نہیں پتہ کہ وزیر اعلیٰ کا تو این۔ایف۔سی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جبکہ میں نے اسی وقت یہ کہا تھا کہ یہ Head of the executive ہیں اور province کو lead کر رہے ہیں۔ اس لیے میں ان سے سوال کر رہا ہوں۔

دوسرے انہوں نے یہ کہا تھا کہ وزیر اعظم کا این۔ایف۔سی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جو مرکزی وزیر خزانہ ہوتے ہیں وہ اس کے رکن ہوتے ہیں یا چیئرمین ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! بالکل یہی صورت حال ہے کہ مرکزی وزیر خزانہ اور صوبوں کے وزرائے خزانہ اور کوئی اگر nominated by the President ہو۔ وہ اس کے رکن ہوتے ہیں۔ لیکن میں جو بات جناب کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں عرض کرنی چاہتا ہوں انہیں یقیناً پتہ ہو گا میں یہ نہیں کہتا کہ انہیں نہیں پتہ کہ وفاق کے وزیر خزانہ ' محترمہ وزیر اعظم بینظیر بھٹو صاحبہ اور by virtue of that office, she is a member of the N.F.C. شہاب الدین صاحب ممبر نہیں ہیں نہ وہ وزیر خزانہ ہیں وزارت خزانہ کا قلم دان directly وزیر اعظم کے پاس ہے اسی لیے میں نے ان کا نام استعمال کیا تھا کہ وزیر اعظم صاحبہ جو ہیں وہ بھی اس این۔ایف۔سی کی ممبر ہیں اور چیئرمین ہیں۔

This is just to amend the record of the Assembly.

جناب سپیکر، بہت اچھی بات جی۔۔۔۔۔۔ جی آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ شاہ صاحب اور میں، ہم دونوں ایک ہی frequency پر ہیں جو بات وہ کہہ رہے ہیں وہی بات میں نے کی ہے۔

جناب سپیکر، بالکل ٹھیک ہے۔

وزیر خزانہ، اس پر کوئی ابہام نہیں۔ لیکن کل جس بات پر ابہام پیدا ہوا تھا جناب میں غلط ہو سکتا ہوں میں شاہ صاحب کی بات سے یہ سمجھا تھا کہ وہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، وہ چیف منسٹر صاحب کا ذکر کر رہے ہیں۔ وہ پرائم منسٹر کا ذکر نہیں کر رہے۔

وزیرخزانہ، کہ وہ وزیر اعلیٰ صاحب کو این۔ایف۔سی کا ممبر بنا رہے تھے اور وہ ان سے پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ صاحب سے پوچھا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں یہ عرض کیا تھا۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، چلیے وضاحت ہو گئی۔

وزیر خزانہ، جو شاہ صاحب فرما رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ایک ہی بات ہے۔

جناب سپیکر، چلیے وضاحت ہو گئی۔ اچھی بات ہے۔ تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ میاں معراج دین صاحب، آپ کی تحریک التوائے کار کو ہم قائم سمجھتے ہیں وہ انشاء اللہ کل لے لی جائے گی۔

میاں معراج دین، جناب میری گزارش ہے کہ اسے آج ہی لے لیا جائے۔

جناب سپیکر، جی نہیں۔ آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت ہو گیا ہے۔ جی قائد اختلاف میاں شہباز شریف صاحب۔

میاں محمد شہباز شریف، شکریہ، جناب سپیکر! کل محترم وزیر اعلیٰ نے اس ہاؤس میں ایک statement پڑھی اور پھر جناب وزیر خزانہ نے budget debate کو conclude کیا۔ جناب والا! میں اس وقت یہاں موجود نہیں تھا میری اور appointments تھیں۔ گو کہ میری بڑی خواہش تھی کہ میں محترم قائد ایوان کی اور honourable Finance Minister کے جوابات سنتا۔ لیکن آج کے اخبارات میں میں نے ان کا سرسری مطالعہ کیا ہے ان میں کچھ سقم ہیں اور بعض ایسی باتیں ہیں جن کا جواب دینا میرے لیے ضروری ہے اس لیے میں چاہوں گا کہ آپ مجھے کسی وقت ان کے جواب کے لیے موقع دیں۔ جناب والا! میں اپنی بات conclude کرنا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں۔

جناب سپیکر، جی اجازت ہے۔

میاں محمد شہباز شریف، جناب والا! میں نے اپنی تقریر میں بجٹ سپیچ کے حوالے سے اور محترم وزیر اعلیٰ کے بیانات کے حوالے سے بے شمار پوائنٹس کو rebut کیا تھا۔ مثال کے طور پر میں نے عرض کی تھی کہ محترم وزیر اعلیٰ نے کئی دفعہ کہا ہے کہ ہم نے پنجاب کے لیے 71 بلین وفاق سے این۔ ایف۔سی ایوارڈ کے تحت حاصل کیے۔ کل محترم وزیر اعلیٰ نے اپنی تقریر میں فرمایا جو میں نے اخبارات میں پڑھا کہ جناب وہ ایوارڈ ابھی finalize نہیں ہوا پھر یہ فرمایا کہ یہ این۔ای۔سی نے ایوارڈ کیا۔ پھر فرمایا کہ نہیں یہ جو ہم نے ۱۰ بلین لیے ہیں یہی ہمارا حق ہے۔ ان تین جگہ انہوں نے contradictory statements دیں اور پھر میرے جتنے بھی points تھے کہ جناب پنجاب کو foreign grants میں ایک دھیلہ نہیں ملا۔ پنجاب کو foreign loans کے حوالے سے اس کا حق نہیں ملا۔ این۔ایف۔سی کے حوالے سے ہمارا 6 بلین کا حق مارا گیا جو پبلک سیکٹر کے ڈویلپمنٹ فنڈز ہیں ان میں ہمارا حق ۱۳ بلین بنتا تھا اس میں ہمیں کم ملا ہے اور پنجاب کے حقوق کا اس طرح سے سودا کیا گیا ہے۔ محترم فنانس منسٹر نے بھی اپنی concluding speech میں جو باتیں فرمائیں ان میں ایک تو انہوں نے فارمولا بتایا کہ اس کٹوتی سے پنجاب کا یہ حق بنتا ہے۔ جناب والا! میں یہ پوچھتا ہوں کیا وجہ ہے کہ پنجاب کے حق کو یہ justify کر رہے ہیں اور سندھ، فرنٹیئر اور بلوچستان کو جو پاکستان کے محترم حصے ہیں ان کو ان کے حق سے زیادہ کس طرح مل گیا۔ جناب سپیکر! یہ ایسے معاملات ہیں جن پر اس ہاؤس میں ڈیبیٹ ہونی چاہیے اور میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں آپ سے درخواست کروں کہ آپ کسی وقت مجھے موقع دیجیے گا ان پوائنٹس کو میں نے آج دیکھا ہے ان کا جواب بنا کر میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا وگرنہ ہم پنجاب کے عوام کی حق آرائی نہیں کر رہے ہوں گے کیونکہ وزیر اعلیٰ صاحب نے تو ایک طوطے کی طرح بیان پڑھ دیا۔ جو سپیچ تھی وہی انہوں نے دہرا دی۔ انہوں نے ایک بھی پوائنٹ rebut نہیں کیا۔ لیکن یہ کہہ دینا کہ جناب یہ این۔ایف۔سی کا ایوارڈ ہے۔ اب بتائیے کہ محترم وزیر اعلیٰ کو یہ علم نہیں کہ این۔ایف۔سی کا اپنا کیا رول ہے اور این۔ای۔سی کا کیا رول ہے اور پھر پنجاب کے عوام کو اپنا حق جاننے کا حق ہے۔ اب دیکھیے کہ پرسوں "توائے وقت" اور "نیشن" میں آیا کہ ورلڈ بینک نے کہا کہ جناب جو deficit between revenue and expenditure ہے وہ 5 فیصد پر نہیں آیا وہ بدستور 7 فیصد پر ہے اور حکومت پاکستان نے 50 بلین روپے کے مگرز میں ہیر پھیر کیا۔ اب جناب ورلڈ بنک محترمہ وزیر اعظم کی اس statement کو rebut کر رہا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بڑا

دعویٰ کرتی ہیں کہ میں ریونیو اور expenditure کا difference سات سے کم کر کے پانچ فیصد پر لے آئی ہوں۔ جناب ایوان میں وزیر اعلیٰ صاحب کو پتہ نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ جناب والا! یہ ایوان کی توہین نہیں بلکہ پنجاب کے سات کروڑ عوام کی توہین ہے تو جناب والا! میری گزارش ہے کہ آپ آج کے ایجنڈے کو ضرور continue کروائیں لیکن آپ مجھے موقع دیجیے کہ میں اس کو rebut کر سکوں شکریہ۔

جناب سپیکر، جب آپ بات کرنا چاہیں مجھے بتائیے گا اس کی کوئی صورت پیدا کریں گے اور چونکہ آخر میں ------

وزیر اعلیٰ، جناب ------

جناب سپیکر، ایک سیکنڈ۔ میں بات کر رہا ہوں۔ اس کے بعد میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ بجٹ کی جو بحث ہوتی ہے یہ بحث technically تو کل ختم ہو گئی تھی۔ اب یہ کٹ موشنز ہیں ان پر بھی طریقے طریقے سے بحث پر بحث ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات جو پوائنٹس عام بحث میں رہ جاتے ہیں وہ خاص subject کے حوالے سے کٹ موشنز میں زیر بحث آ جاتے ہیں۔ آخر میں بھی یہ ہوتا ہے چیف منسٹر صاحب بھی پالیسی statement دیتے ہیں اور شکریہ ادا کرنے کے طریقے سے ایک دفعہ پھر وہ اپنی بات کرتے ہیں۔ وزیر خزانہ کو بھی موقع ملتا ہے جس طرح انہیں موقع ملتا ہے اس سے پہلے کسی موقع پر آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں آپ مجھے بتائیے گا آپ کو بھی اس کا وقت دے دیں گے تاکہ وہ جب آخر میں اپنی بات کریں تو آپ کی بات کا جواب دینے کے لیے ان کے پاس پھر موقع ہو۔ --------
--- جی قائد ایوان۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! ابھی محترم قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے کہ مجھے این۔ایف۔سی اور این۔ای۔سی کے فرق کا پتہ نہیں ہے۔ کل میں نے یہاں پر جو statement دی تھی اس میں میں نے صاف طور پر یہ کہا تھا کہ این۔ایف۔سی کے ایوارڈ کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا اور یہ جو ہمیں ایوارڈ دیا گیا ہے یہ این۔ای۔سی کے تحت ۱۰ ارب روپے ہمیں دیے گئے ہیں۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جب میاں نواز شریف صاحب کی حکومت تھی اس وقت پنجاب کو ۲۱ ارب روپے ملے تھے اور یہ این۔ای۔سی کے تحت ملے تھے اور آج این۔ای۔سی میں سے ۱۰ ارب روپے سنٹرل گورنمنٹ نے پنجاب گورنمنٹ کو دیے ہیں۔

جناب والا! میں نے دوسری گزارش یہ کی تھی اور ابھی قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے کہ ہمیں foreign loans نہیں ملے۔ میں نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ پنجاب گورنمنٹ اپنی چادر کے اندر پاؤں رکھنے کی عادی ہے میں ان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ کہ پنجاب گورنمنٹ نے اس سال دو ارب 33 کروڑ جو ان کے وقت کے قرضے تھے وہ واپس کیے ہیں اور آئندہ پنجاب گورنمنٹ قرضوں پر لعنت بھیجتی ہے اور ہم قرضے کسی قیمت پر نہیں لیں گے۔ یہ میں نے وزیر اعظم صاحبہ سے بھی کہا تھا اور آج اس ایوان میں بھی یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم قرضے نہیں لیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور ابھی جب تک این ایف سی ایوارڈ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا اتنی دیر جو سابقہ ہے وہی چلے گا۔

جناب سپیکر ، قائد حزب اختلاف۔

میاں محمد شہباز شریف ، جناب سپیکر !میں محترم قائد ایوان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ان کو یہ علم ہے کہ این ای سی کا مطلب کیا ہے۔ یہ نیشنل اکنامک کونسل کے purview میں فنانس ایوارڈ کس طرح آتا ہے ۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ اسی لیے تو میں نے ان سے کہا تھا میں معافی کا خواستگار ہوں کہ جو ان کو لکھ کر دیا گیا ہے وہ بھی صحیح طور پر پڑھ نہیں سکے اور وہ طوطے کی طرح انھوں نے کوشش کی لیکن وہ نہیں پڑھ سکے۔ نیشنل اکنامک کونسل کے مقاصد ' ان کے areas of operation اور ہیں۔ این ایف سی کا area of operation اور ہے یا تو یہ ایک سٹینڈ لیتے کہ ہاں جناب این ایف سی کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا اور ایک عبوری انتظام ہوا ہے۔ اس کے بعد جب صحیح فیصلہ ہو گا تو ہم ایوان کو بتا دیں گے۔ تب تو ہم اس بات کو تسلیم کرتے۔ لیکن یہ تو اس ایوان سے باہر ایک مرتبہ نہیں ہزار ہا مرتبہ یہ بیان دے چکے ہیں کہ میں نے این ایف سی ایوارڈ کے تحت 71 بلین پنجاب کو دلوائے اور سیدھا نشانہ مارا جیسے تیتر اور بٹیر پہ مارتے ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ یہ قرضوں کے اوپر ضرور لعنت بھیجیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ 94 فیصد جو ان کی عیاشیوں اور شہ خرچیوں پر اٹھائے گئے خود ان کا 1995ء کا بجٹ یہ کہتا ہے کہ انتظامی اخراجات کے اوپر 49 فیصد اضافہ ہو گا۔ ان کی لمبی گاڑیوں کے نام پر ' ان کی ڈبوٹی فری گاڑیوں کے نام کے اوپر ' ان کے دفاتر کی آسائش و زیبائش کے اوپر ' باہر کے اخراجات کے اوپر ۔ ان پر انھوں نے 1995ء میں 94 فیصد خرچہ کیا۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم قرضوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ قرضوں پر آپ لعنت کس طرح بھیج سکتے ہیں جب تک کہ آپ کی شہ

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! Point of personal explanation.

جناب سپیکر، سردار سکندر حیات خان کافی دیر سے انتظار کر رہے ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے بجٹ تقریر کی ہے۔ اس پر کٹوتی کی تحاریک آ گئی ہیں۔ ان کے اوپر یہ بول سکتے ہیں۔ فنانس کا موضوع آئے گا اور موضوعات بھی آئیں گے۔ خاص طور پر اسی طرح اٹھ کر کہ when the cut motions are on the table and they have to be discussed. کوئی ایسا ایمرجنسی کا مسئلہ ہو تو معزز قائد حزب اختلاف اٹھ کر سوال جواب کر سکتے ہیں یا بول سکتے ہیں۔ cut motions جو پہلے ہی آ چکی ہیں۔ ہر ایک کا سبجیکٹ آئے گا اس پر یہ بولیں۔ لیکن روایات کے خلاف بات نہ کریں۔

جناب سپیکر، (قطع کلامیاں) میری بات سنیے۔ I call the House to order میں نے واضح طور پر آپ سے عرض کیا ہے جو صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے بہت مواقع ہیں۔ ابھی بہت دن اس کے اوپر بحث ہو گی۔ جہاں تک قائد ایوان کا اور قائد حزب اختلاف کا تعلق ہے یہ ایک روایت ہے کہ جب بھی وہ چاہتے ہیں انھیں بات کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ لیکن باقی تمام حضرات کے لیے یہی بہتر ہے کہ قاعدے کے مطابق جو بحث ہو رہی ہے، جو ایجنڈا ہے، جو رولز ہیں ان کے مطابق چلیں۔ میرے خیال کے مطابق مجھے اجازت دیجیے کہ میں ایجنڈا introduce کر دوں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! آپ نے درست کہا ہے کہ رولز کے مطابق بات ہونی چاہیے۔ جناب سپیکر! بجٹ تقریر اور بجٹ کی representation 14 تاریخ کو فنانس منسٹر صاحب نے اس ایوان میں کر دی تھی۔ Finance Minister is the representative of the Chief Minsister. انھوں نے اپنی تفصیلی تقریر مع دستاویزات ایوان میں کر دی۔ اب جناب سپیکر! روایات سے ہٹ کر بات ہو رہی ہے۔ مان لیا کہ چیف منسٹر اور قائد حزب اختلاف کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اسی لیے میں بات کر رہا ہوں۔

وزیر خزانہ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! this is interruption. ابھی میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی۔

جناب سپیکر، ابھی تو انھوں نے اپنی بات مکمل نہیں کی۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر! یہ بات بنیادی طور پر میرے بارے میں ہے ۔

جناب سپیکر ، میں آپ کو موقع دوں گا۔

سید ظفر علی شاہ ، آپ کو کیسے الہام ہو گیا کہ یہ آپ کے بارے میں ہے ۔

جناب سپیکر، آپ فکر نہ کیجیے ۔ میں آپ کو موقع دوں گا۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ چیف منسٹر کی ایک distinguish position ہوتی ہے ۔ Chief Minister is Government چیف منسٹر صاحب نے اس معزز ایوان میں بجٹ پر ایک پالیسی اور lengthy تقریر کی ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے دو تقاریر اس ایوان کے سامنے آئیں۔ اب یہ اس معزز ایوان کے ہر رکن کا حق ہے اور آپ پر یہ فرض ہے کہ چیف منسٹر کی تقریر کو یہاں پر open to discussion کریں۔ اور قائد حزب اختلاف کا جائز مطالبہ ہے ورنہ یہ پورے صوبے میں ابہام پایا جائے گا ۔ جس طرح چیف منسٹر صاحب نے کل بھی کہا اور آج دوبارہ این ای سی کا ذکر کیا۔ حالانکہ این ای سی کوئی اور چیز ہے اور وہ کوئی اور بات کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ اس ایوان کے احترام کا تقاضا ہے اس ایوان کی آئینی ذمہ داری کا تقاضا ہے کہ اب لیڈر آف ہاؤس کی کل کی تقریر کو open to discussion کیا جائے اور اس کے لیے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم دو دن یا ایک دن ضرور دیا جائے تا کہ دونوں طرف سے ایک ایک بات پر بحث ہو سکے ۔

جناب سپیکر، وزیر خزانہ! آپ فرمائیے۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر! دو تین باتیں ہوئی ہیں کہ جن میں میرا حوالہ دیا گیا ہے۔ شاہ صاحب نے کل بھی ایک لفظ استعمال کیا تھا اور آج بھی متعدد بار کیا ہے کہ میں چیف منسٹر صاحب کا representative ہوں۔ میں چیف منسٹر کا representative نہیں ہوں۔ میں Cabinet Collegue ہوں۔ I am a Minister, I am not anybody's representative یہ لفظ ہی غلط ہے جو کہ میں سارے ایوان کی اطلاع کے لیے عرض کروں گا کہ کوئی وزیر نمائندہ نہیں ہوتا۔ Cabinet Collegues ہوتے ہیں Cabinet Ministers ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ بات علم کے حوالے سے سارے دوستوں کی خدمت میں عرض کرنی چاہتا تھا۔ دوسری گزارش میں یہ کرنی چاہتا ہوں۔ محترم میاں شہباز شریف صاحب قائد حزب اختلاف کی طرف سے این ایف سی کے حوالے سے جو باتیں ہوئی ہیں

کل وہ تشریف فرما نہیں تھے ۔ میں نے کل divisible pool کی تقسیم کا طریقہ کار عرض کیا تھا۔ کہا یہ گیا تھا کہ پنجاب کو 6 ارب روپے کم ملے ہیں؛ 77 ملنے چاہییں تھے۔ میں نے کل اس ایوان میں عرض کیا تھا کہ 20 فیصد وفاق کا حصہ ہوتا ہے۔ 5 فیصد وفاق کے سروس چارجز ہوتے ہیں۔ وفاق کے پاس 1999ء کے ایوارڈ کے حوالے سے کل 25 فیصد ہوتا ہے اور صوبوں کو عملی طور پر جو کہ 80 فیصد لکھا ہوتا ہے 75 فیصد ملتا ہے۔ 75 فیصد کے متعلق میں نے عرض کیا تھا جو کہ ہمارا due share ہے میاں صاحب کاروبار کو زیادہ جانتے ہیں۔ میں تو صرف وکالت کرتا رہا ہوں۔ اگر یہ کمپیوٹر پر حساب کریں گے تو یہ 71 ہی بنے گا 75 نہیں بنے گا۔

دوسری گزارش یہ کرنی چاہتا تھا ۔ آج بات کسی دوسری طرف چلی گئی ہے ۔حالانکہ آج تو ان کی اپنی کوتی کی تحاریک تھیں اور میری طرف سے مطالبات زر تھے ۔ بات یہ ہے کہ ہمیں اللہ کے فضل سے اس آنے والے سال میں 6.55 بلین فارن ایڈڈ پراجیکٹس ہمیں ملتے ہیں۔ یہ بات کہ ہمیں نہیں ملے اور دوسرے صوبوں کو ملے ہیں میں on the floor of the House یہ کہہ رہا ہوں کہ ہمارا foreign aided دوسرے تمام صوبوں سے زیادہ ہے۔ بہت بہت شکریہ

میاں محمد شہباز شریف : جناب سپیکر ! آپ کی اجازت سے میں عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے ۔

میاں محمد شہباز شریف : جناب سپیکر ! Let me conclude this point, Sir effectively میرے خیال میں جس طرح محترم وزیر خزانہ نے باتیں فرمائیں ہیں اور جس طرح میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ آپ مجھے مہربانی کر کے موقع عنایت فرمائیں کہ میں اس پر ایک comprehensive statement دوں کیونکہ tits and bits میں جواب دینا مناسب نہیں ہے لیکن ابھی آپ کی وساطت سے اسی ایک point کے بارے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ جناب والا! اگر انھی کا فارمولا جو انھوں نے اس ہاؤس کے اندر explain کیا ہے and I am sure that the Hon'ble Minister and whatever he is saying is not wrong but I think کہ غلطیاں انسان سے ہوتی ہیں مگر اسی مفروضے کو مان لیا جائے کہ فیڈرل شیئر that is 20 per cent کو اس میں سے cut کیا' پانچ فی صد سروس چارجز cut گئے let us assume share what he has said, is right تو پھر میرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم اسی فارمولے پر رہیں تو پھر یہی جواب دیجیے گا اور میں اس بارے میں انشاء اللہ اپنے بیان

میں عرض کروں گا کہ سندھ کو اسی فارمولے کے اوپر ساڑھے تین بلین کس طرح زیادہ مل گیا؟ سرحد کو اسی فارمولے کے اوپر 2 ارب زیادہ کس طرح مل گیا؟ اور بلوچستان کو اسی فارمولے کے اوپر 4 ارب زیادہ کیوں مل گیا؟ جب پنجاب کا حصہ 6 ارب کم ہو جائے اور باقی صوبوں کا حصہ بڑھ جائے تو یہ ایک ایسی کہانی ہے جس کا میں سمجھتا ہوں کہ ان کو جواب دینا ہو گا۔ اگر 20 فی صد federal share کو کاٹ دیا جائے، منہا کر دیئے جائیں اور پانچ فی صد سروس چارجز کاٹ دیئے جائیں تو 75 efectively فی صد رہ جاتا ہے۔ آپ کی بات مان لی تو اسی کسوٹی کے اوپر مجھے بتائیے گا کہ جو باقی صوبے اسی پاکستان، وفاق کے حصے اور ہمیں بڑے پیارے، بڑے عزیز ہیں اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض اخبارات نے، بلکہ مجھے تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ کسی کی شرارت تھی اور حکومتی بنچز میں سے بعض لوگوں کی شرارت سے، سبھی نہیں کیونکہ بعض تو بڑے معزز لوگ ہیں۔ بعض لوگوں کی شرارت سے یہ بیان بھی آیا کہ شہباز شریف نے صوبوں کے خلاف چڑھائی کر دی اور ان کے خلاف محاذ آرائی کروائی حالانکہ I am on record and has said کہ اگر کراچی کی روشنی اور چمکتی ہے تو پاکستان کی روشنی چمکتی ہے آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے ایسے کہا تھا۔ میں وہ بات بھی انشاء اللہ clarify کروں گا اور پھر میں یہ بات:

> Even at the cost of repetition, let me say Sir very vehemently that for the consumption of the Hon'ble Chief Minister that not a penny has been given to Punjab as grant in the foreign allocation. Our share as foreign loans have been reduced drastically.

اور پھر میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ کہتے ہیں کہ جناب قرضے ہمیں عزیز نہیں تو پھر آپ شاہ خرچیوں کو کم کریں۔ لہٰذا جناب سپیکر! I think that this debate should come to an end.

جناب سپیکر: جی This debate comes to an end.

میزانیہ بابت سال 97-1996ء کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر، اب ہم گوشوارہ میزانیہ بابت سال 97-1996ء کے مطالبات زر کو زیر غور لاتے ہیں۔ ان

مطالبات زر کی کل تعداد 42 ہے جن میں سے 17 مطالبات زر میں تخفیف کی تحریکیں موصول ہوئی۔ وزیر قانون، وزیر پارلیمانی امور اور قائد حزب اختلاف کی باہمی رضا مندی سے کیے جانے والے فیصلے کے مطابق آج زیر غور لائے جانے والے مطالبات زر کی ترتیب مندرجہ ذیل ہو گی :۔

(۱) مطالبہ نمبر 2 بسلسلہ مالیہ اراضی۔

(۲) مطالبہ نمبر 3 بسلسلہ صوبائی آب کاری۔

(۳) مطالبہ نمبر 21 بسلسلہ امداد باہمی۔

(۴) مطالبہ نمبر 22 بسلسلہ صنعتیں۔

(۵) مطالبہ نمبر 33 بسلسلہ غلے و چینی کی سرکاری تجارت۔

(۶) مطالبہ نمبر 26 بسلسلہ تعمیر مکانات و عمل منصوبہ بندی۔

(۷) مطالبہ نمبر 5 بسلسلہ جنگلات۔

وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 2 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر 2

وزیر خزانہ : جناب سپیکر : میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ۔

"ایک رقم جو 42 کروڑ 16 لاکھ 7 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ :۔

"ایک رقم جو 42 کروڑ 16 لاکھ 7 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

رانا محمد اقبال خان : جی I oppose it

جناب سپیکر: اس پر دو دوستوں نے تخفیف کی تحریک دی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری اور رانا

محمد اقبال خان ۔ میں رانا اقبال صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں۔

رانا محمد اقبال خان : جناب سپیکر ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ :۔

"42 کروڑ 16 لاکھ 7 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 2 مالیہ اراضی کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ :۔

"42 کروڑ 16 لاکھ 7 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 2 مالیہ اراضی کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

وزیر خزانہ : جی I oppose it.

جناب سپیکر: میں اس تحریک کے محرک جناب پروفیسر غفاری صاحب سے پہلے کہتا ہوں کہ وہ اس پر تقریر فرمائیں ۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری : شکریہ، جناب سپیکر ! بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ Land Revenue کے بارے میں جو اس سال کا ' اس بجٹ کا مطالبہ زر ہے وہ 42 کروڑ 16 لاکھ اور 7 ہزار ہے۔ 96-1995ء کے میزانیہ میں یہ مطالبہ 39 کروڑ 75 لاکھ 87 ہزار اور 5 سو روپے تھا۔ اس طرح اس سال کا اضافہ 2 کروڑ 40 لاکھ 19 ہزار اور 5 سو روپے ہے۔ یہ figure میں آپ کو اس لیے بتا رہا ہوں کہ جب receipts کی بات ہو گی تو آپ اس قدر فرق محسوس کریں گے کہ مطالبہ زر ہر سال بڑھ رہا ہے اور وصولیاں ہر سال کم ہو رہی ہیں۔ 96-1995ء میں ایک ارب 6 کروڑ 11 لاکھ اور 34 ہزار کی وصولی ہوئی جبکہ اس سال یعنی 97-1996ء میں ایک ارب 10 کروڑ ہے اور دونوں کا فرق 3 کروڑ 88 لاکھ اور 66 ہزار ہے۔ جناب سپیکر ! میں یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ یہ عجیب و غریب طرح کا معاملہ ہے کہ ہم لوگ 67 کروڑ 83 لاکھ اور 93 ہزار روپے کی وصولی کے لیے 42 کروڑ روپے خرچ کر رہے ہیں گویا کہ صرف 15 کروڑ روپے اور وصول کرنا چاہتے ہیں جس کی خاطر 42 کروڑ خرچ کریں گے۔ کیا یہ قوم کے ساتھ اور پنجاب کے ساتھ مذاق نہیں ہے ؟ کہ اتنی رقم demand کر لی جائے اس رقم کو خرچ کر کے جو کچھ اس قوم کے لیے حاصل کیا جائے وہ کل 15 کروڑ ہو ۔ اس کے لیے بڑا بجٹ میزانیہ ' افسران کی فوج ظفر موج ' ان کے اللے تللے ' ان کی شاہ خرچیاں یہ وہ الفاظ نہیں ہیں جو کہ ہر سپیکر بولتا ہے۔ یہ دل کے دکھ کی آواز ہے کہ پنجاب اور پنجاب کی غریب عوام کے ساتھ اور خاص طور پر پنجاب کے غریب کسان کے ساتھ

اتنی بڑی زیادتی ہوتی ہے جس بے چارے کی ساری کی ساری فصل حیات لوٹ کر بھی اسے خوشحالی کے لیے کچھ نہیں ملتا ' اس کے کھیتوں کو پانی نہیں ملتا اور افسوس کی بات ہے کہ اس کی زمین سے بھوک اُگتی ہے ۔ اس کی حالت کبھی نہیں بدلے گی جن کی خاطر ٹیکس لیے جاتے ہیں۔ جناب سپیکر ! میں یہ بات اس لیے درد سے کہہ رہا ہوں کہ ایک وقت تھا کہ آپ بھی میری کلاس کے آدمی تھے ' آج دوری ہے کیونکہ آپ بہت آگے چلے گئے ہیں لیکن میں اسی کلاس میں ابھی کھڑا ہوں اور اسی کلاس کی نمائندگی کر رہا ہوں ۔۔۔۔

جناب سپیکر ، میں وہی ہوں ۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری : چلیے we are sailing in the same boat اللہ کرے ہم دونوں کا درد بھی ایک ہی ہو کہ جس پنجاب کے کسان کے درد کے لیے میں بات کر رہا ہوں اللہ کرے میری بات آپ مانیں اور وزیر خزانہ سے کہیں کہ وہ اس کٹوتی کی تحریک کو قبول کر کے اتنی بڑی رقم کو لینے کی بجائے ایک روپیہ کر دیں۔ جناب سپیکر ! میں عرض کر رہا ہوں کہ اس پنجاب کے کسان پر جو ظالمانہ ٹیکس لگائے جا رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ سارے ظالمانہ نہ ہوں لیکن جو طریقہ کار ہے جس طریقے پر وصولی ہوتی ہے جس طرح اس بے چارے پر پولیس کی دھاندلی اور پٹوار کی دھونس ہوتی ہے۔ اس کے سامنے وہ بے چارہ بلبلا کر زندگی کے دن گزارتا ہے۔ وہ اتنا دکھ سہتا ہے اس سے اتنے ٹیکس لیے جاتے ہیں کہ اگر میں آپ کے سامنے گنوں تو شاید آپ کا بہت سارا وقت ضائع ہو گا 23 ٹیکس تو میں نے اپنے ریکارڈ پر لکھے ہوئے ہیں۔ اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں پڑھ کر سنا دوں ـــــ سب سے پہلے اس سے مالیہ لیا جاتا ہے ' آبیانہ ' مالکانہ ' اشتمال کی فیس ' جرمانے اور قرقی ' سرکاری زمینوں کا لگان 'ترنی ایک ٹیکس ہے کہ جہاں پر غریب اپنی بھیڑیں چراتا ہے تو اس سے ٹیکس لیا جاتا ہے ۔ اس کے بعد عشر اور زکوٰۃ' ترقی ٹیکس' لوکل ریٹ ٹیکس' یونین ٹیکس' چوہا ٹیکس' چوکیدارہ' مال ٹیکس' موصول ٹیکس' باغ ٹیکس' دولت ٹیکس' ایکسپورٹ امپورٹ ٹیکس' کیپیٹل ٹیکس' فیس اور جو اس سے رسیدیں لی جاتی ہیں یہ اس کے علاوہ ہیں اور ریکارڈ کی نقول لینے پر اس سے ٹیکس لیا جاتا ہے ۔ اس کے بعد پیشہ ورانہ ٹیکس ہے اور اس کے بعد جب سرکاری افسران کی فوج ظفر موج انسپکشن کے سلسلے میں اس پر چڑھائی کرنے جاتی ہے تو اس وقت اس سے ٹیکس لیا جاتا ہے اس غریب پر 23 طرح کے ٹیکس ہیں جو وہ ہر چھ ماہ کے بعد ادا کرتا ہے۔ جناب والا! میں نے پچھلی تقریر میں کہا تھا اور آپ نے repeat کر کے مجھ سے

پوچھا تھا ان میں 700 فی صد اضافہ ہوا ہے۔ جناب والا! آپ سوچیں کہ اتنے land revenue لینے کے بعد بھی اگر پنجاب کا کسان غریب ہی رہے اور کھیتوں میں ہریالی نہ آئے' اس کو کھاد نہ ملے' اس کے کھیتوں کو پانی نہ ملے اور کوئی feudal lord اٹھ کر اس کے کھیت پر قبضہ کرے اس کا پانی روکے اور اس کی عزت کی حفاظت نہ ہو تو ان حالات میں اس قسم کی ٹیم کو خرچ کرنے کے لیے پیسے دینا اور اس کی ڈیمانڈ پوری کرنا' ان کی نیلی پیلی کاروں کے لیے پیسے دینا یہ پنجاب پر کتنا بڑا ظلم ہو گا! جناب والا! میں اس لیے آپ سے کہتا ہوں کہ اس غریب پر احسان کیجئے۔ آپ رقم لیں میں کہتا ہوں کہ کام چلانے کے لیے رقم لینا پڑے گی حقیقت پسندانہ approach ہونی چاہیے لیکن کم از کم جس مقصد کے لیے رقم لی جائے اس مقصد کو پورا بھی کیا جائے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اتنی بڑی رقوم لینے کے بعد اتنی بڑی فوج ظفر موج بھرتی کرنے کے بعد.....

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی' جنجوعہ صاحب فرمائیے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب والا! میرا نکتہ اعتراض یہ ہے کہ فاضل محرک نے قواعد انضباط کار پنجاب اسمبلی کے دفعہ 116 کے تحت جو تحریک تخفیف زر پیش کی ہے وہ تحریک تخفیف زر برائے استرداد حکمت عملی کے زمرے میں آتی ہے اور فاضل محرک نے تحریک کے نوٹس میں اس حکمت عملی کے جس نکتہ کو زیر بحث لانا چاہا وہ یہ ہے کہ حکومت land revenue کی مؤثر وصولی میں ناکام رہی ہے۔ اس لیے میں اس نکتہ اعتراض کے ذریعے محرک سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی تقریر کو اسی نکتہ تک محدود رکھیں وہ تو یہ بار بار اصرار و تکرار کر رہے ہیں کہ کسان پر ٹیکسز ہی کیوں لگائے گئے ہیں؟ جب کہ وہ discuss یہ کرنا چاہتے ہیں کہ حکومت land revenue کی مؤثر وصولی میں ناکام ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر، دراصل پروفیسر صاحب یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ اس سے صرف یہی land revenue ہی وصول نہیں کیا جاتا بلکہ اس سے اور بھی بہت کچھ وصول کیا جاتا ہے لہذا کم از کم اس میں کچھ رعایت برتی جائے۔ جی ڈاکٹر صاحب آپ فرمائیں۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، شکریہ جناب سپیکر! میں ریاض حشمت صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے میری اصلاح فرمائی ہے۔ غالباً ان کو اس چیز کا علم نہیں ہے کہ میں نے آج تک جتنی

تقریریں کی ہیں ہمیشہ اپنے پوائنٹ پر بولا ہوں۔ اللہ کا احسان ہے کہ کبھی ادھر ادھر کی بات نہیں کی I want to be sincere to my subject only میں تو یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ ایک غریب آدمی پر اتنا بوجھ ڈالا گیا ہے کہ اور additional ٹیکسز بھی ہوں ------

جناب سپیکر، پروفیسر غفاری صاحب ویسے طبقہ ان کا بھی میرا اور آپ والا ہی ہے لیکن اس وقت وہ ذرا ٹیکنیکل سوچ میں مبتلا ہوئے تھے اس لیے انھوں نے بات کی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ اتنے بڑے ٹیکسز اور اتنی بڑی رقوم کی وصولی کے سلسلے کے اندر جو ناکامیاں ہوئی ہیں جس طرح یہ لوگ ان کی collection کے اندر فیل ہوئے ہیں اس کے اندر سب سے بڑا جو پوائنٹ ہے وہ افسران کی نا اہلی ہے کہ ہمارے پاکستان کی economy اور خاص طور پر پنجاب کی economy کو غریب کی economy نہیں کہہ سکتے but rather it is the mus- managed economy. اس کے اندر نا اہل افسران کو بھرتی کرنے کے بعد جتنی رقوم اکٹھی کی جاتی ہیں اس کو وہ ٹھیک طور پر collect نہیں کر سکتے۔ جناب والا! نمبر 2 پر انتظامیہ کی بد دیانتی ہے کہ انھوں نے وہاں پر ٹیکس collect کرنے کے لیے land revenue کی خرابہ کے نام سے ایک شق نکالی ہے۔ خرابہ یہ ہوتا ہے کہ جتنا کوئی بڑا زمیندار ہو گا پٹواری صاحب اس سے کچھ لے کر اس کے سارے کے سارے کھیتوں کو خرابہ میں شمار کریں گے اور خرابہ کی رقم جو ہزاروں لاکھوں روپے حکومت پنجاب کو ملنا ہوتی تھی وہ ان کی اس بد دیانتی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے کہ اس نے اس زمیندار سے کچھ لینا ہوتا ہے اور کچھ لینے کے بعد صرف اس کی خاطر اور صرف اپنی ذات کی خاطر اپنی سفارش اور اپنی رشوت کی خاطر اپنے حرام کھانے کی خاطر وہ پنجاب گورنمنٹ کو لاکھوں روپے کا نقصان دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے آج تک revenue کی collection کے اندر زیادتی ہوئی ہے اور وہ اس میں ناکام ہوئے ہیں۔ جناب والا! اس کے بعد ہماری جو مشینری یا جو structure بنایا گیا ہے اس کے اندر خامیاں یہ ہیں کہ جتنے افسر بھرتی کیے جاتے ہیں چاہے وہ ڈپٹی کمشنر صاحب ہوں، اسسٹنٹ کمشنر صاحب ہوں چاہے وہ تحصیلدار صاحب ہوں اور پٹواری تک ان کو صرف اپنی منتھلیوں، اپنا فصلانہ، اپنا سالانہ سے غرض ہوتی ہے اور انھوں نے اپنا پیٹ بھرنا ہوتا ہے اس کی خاطر پنجاب کہیں جائے، revenue collect ہو نہ ہو لیکن وہ صرف اپنی انا کی خاطر، اپنی گاڑی کی خاطر، اپنے مکان کی خاطر، اپنے بنک بیلنس کی خاطر زیادتی کرتے ہیں اور ٹیکسوں کو ٹھیک طریقے سے collect نہیں کرتے نمبر 3 پر

جناب والا! کہ وہاں پر پٹواری صاحب کی جو ایک حکومت چلتی ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ جب غریب کسان سے collection کرنے جاتے ہیں تو اس کے ساتھ وہ ظلم ہوتا ہے اس کے ساتھ وہ زیادتی ہوتی ہے اس بے چارے سے لیتے کچھ ہیں اور ریکارڈ میں کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ جناب والا! یہ بات کتنے دکھ کی ہے کہ ریاض حشمت جنجوعہ کے پاس تو رہنے کے لیے مکان بھی نہ ہو لیکن پٹواری کی کار اور کوٹھی ہو تو یہ دکھ کی بات نہیں ہے؟ کہ جو دو بار اسمبلی کے ممبر بھی بنے اتنے قابل آدمی بھی ہوں، اچھا بولنے والے بھی ہوں اور کبھی کوئی اور اچھا بول لے تو یہ اس کی اصلاح بھی کرنا شروع کر دیتے ہیں ایسے آدمی کے پاس مکان بھی نہ ہو اور پٹواری کے پاس کروڑوں کا بنک بیلنس ہو، کار اور کوٹھی بھی ہو تو ستم revenue کے ساتھ ہو رہا ہے یا کسی اور کے ساتھ ہو رہا ہے؟ یہ قوم کے ساتھ زیادتی ہے۔ یہ پنجاب کے ساتھ زیادتی ہے۔ یہ جو revenue collect کیا جاتا ہے اس کے ساتھ زیادتی ہے اور ان سب غریبوں کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے کہ ٹیکس بھی لیتے ہیں اور ان کے ٹیکس کو آگے properly طور پر دکھایا نہیں جاتا اور اس کی پوری collection ظاہر نہیں کی جاتی۔ جناب والا! اتنا بڑا ٹیکس collect کرنے کے بعد جو کہ ٹھیک طور پر collect ہوتا نہیں ہے اگر اس کو ٹھیک طور پر collect کیا جائے تو میرے خیال میں پنجاب کی حکومت کے پاس اتنا بڑا سرمایہ آجائے اتنی بڑی رقم آجائے کہ وہ اپنے تمام اخراجات کو صحیح طور پر پورا کر سکتی ہے، افسران کو ٹھیک طور پر تنخواہیں مل سکتی ہیں اور وزیر خزانہ صاحب کو اس کے لیے نئی ڈیمانڈ لانے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ جناب والا! حقیقت میں اور عملاً وہاں پر ہوتا کیا ہے؟ جو بھی ٹیکس collect کیا جاتا ہے وہ سرکار کے خزانے میں نہیں پہنچتا اس میں رشوت ہے، کرپشن ہے، دھاندلی ہے۔ جناب والا! میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ جب ایک structure یا باڈی بناتے ہیں اور اگر وہ ٹیکس collect نہیں کر سکتی تو پھر ان کو اتنی بڑی رقم دینا پنجاب کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ پنجاب کے غریبوں کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ یہ رقم جو 42 کروڑ 16 لاکھ 7 ہزار ڈیمانڈ کی گئی ہے اس کو کم کر کے ایک روپیہ کیا جائے تاکہ پنجاب کے غریبوں کے ساتھ انصاف کر سکیں اپنے ساتھ انصاف کر سکیں اور حکومت کے ساتھ انصاف کر سکیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ رانا محمد اقبال صاحب آپ بھی تقریر کرنا چاہتے ہیں؟

رانا محمد اقبال خان: اگر اجازت ہو تو۔۔۔

جناب سپیکر: ضرور ضرور اگر کرنا چاہتے ہیں تو یہ آپ کا حق ہے لیکن اگر نہ بھی کرنا چاہیں تو آپ

یہ بھی کر سکتے ہیں ۔

رانا محمد اقبال خان : جناب والا! جیسے آپ کی مرضی ۔

جناب سپیکر : نہیں یہ آپ کی خوشی ہے۔ If you have some thing to add , why not?

رانا محمد اقبال خان، جناب سپیکر! مطالبہ زر نمبر 2 جو کہ حکومت نے پیش کیا اور ہم نے مخالفت کی ۔ اس میں ریونیو کی collection کے لیے حکومت کے جو اقدامات ہیں اس کی وجہ اس collection میں دشواری آئی اور آتی رہے گی۔ اس کی بھی وجوہات ہیں پہلے ریونیو وصول کرنے کے لیے محکمہ مال کی طرف سے نمبر دار سسٹم چلتا تھا اور عرصہ دراز سے چلا آ رہا ہے لیکن کافی حد تک وہ غیر مؤثر ہو گیا ہے۔ اس کی بھی وجوہات ہیں ۔ پہلے نمبر دار کو حکومت کے دفتروں میں اور خاص طور پر محکمہ مال میں بہت اہمیت ہوتی تھی اور اس کو ایک مقام دیا جاتا تھا ۔ سابقہ حکومت نے اس کو مزید boost up کرنے کے لیے نمبر داروں کو ساڑھے بارہ ایکڑ دینے کا اعلان کیا تھا لیکن اس پر ابھی تک عمل درآمد نہیں ہوا۔ میں یہ چاہوں گا کہ ایک تو اس اعلان پر عمل درآمد کیا جائے تاکہ مالیاتی collection میں وہ اپنا مؤثر کردار ادا کر سکیں۔ جناب والا! حکومت کی طرف سے اس مطالبہ زر میں رقم کی وصولی کے لیے پہلے انہوں نے 2 لاکھ 25 ہزار کی رقم رکھی تھی اب اس کو بڑھا کر 7 لاکھ 70 ہزار یعنی تین گنا کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! اس میں سب سے اہم مسئلہ record of rights کا ہے۔ جناب والا! اس ریکارڈ کو قائم رکھنے کے لیے اور اس میں کسی ہیرا پھیری سے بچنے کے لیے حکومت کو چاہیے کہ اس سسٹم کو کمپیوٹرائز کر دیا جائے تاکہ ہر کاشت کار کو پتا ہو کہ میری زمین کتنی ہے اور اس میں محکمہ مال کا پٹواری یا کوئی اور ہیرا پھیری نہ کر سکے۔ انتقالات کے سلسلے میں ریونیو افسران جو اپنے دفاتر میں بیٹھ کر انتقالات درج کر دیتے ہیں لیکن ان کا فیصلہ سالہا سال تک نہیں ہو پاتا۔ یہاں تک کہ وراثت کے انتقالات سالہا سال تک کسی وجوہ کی بنیاد پر pending رہتے ہیں اور اس کی تصدیق موقع پر نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے یہ معاملہ مؤخر چلا آ رہا ہے۔ اس سلسلے میں حکومت خصوصی ہدایات جاری کرے کہ جو انتقالات درج ہوں ان کا فیصلہ موقع پر ہی جا کر کیا جائے۔ بندوبست اراضی جو کہ نہایت ضروری ہے عرصہ دراز سے نہیں کیا گیا۔ حکومت کو چاہیے کہ اراضی کا بندوبست بھی کرے تاکہ پتا چل سکے کہ راستے کہاں ہیں اور ندیاں نالے کہاں ہیں؛ اس وقت جو سلسلہ چل رہا ہے اس میں بہت سے لوگ پریشان ہیں ان کو پتا نہیں ہے کہ میرا گاؤں خارجی میں ہے یا داخلی میں ہے۔ داخلی خارجی کی وجہ سے

بھی گاؤں میں کافی حالات خراب ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس رقم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر ، محترم وزیر مال نوابزادہ منصور علی خان صاحب۔

وزیر مال ، جناب والا! فاضل ممبر صاحبان نے تحریک تخفیف کا نوٹس دیا ہے کہ تخمینہ جات برائے سال 97-1996 ، بابت میجر ہیڈ لینڈ ریونیو کی کل رقم مبلغ 42 کروڑ 16 لاکھ 7 ہزار روپے میں سے ایک روپیہ کم کر دیا جائے۔ اس مطالبہ زر کے تخمینہ جات پر بحث مقصود ہے۔

رانا محمد اقبال خان ، پوائنٹ آف آرڈر۔ ریکارڈ کی درستی کے لیے میں گزارش کروں گا کہ وزیر موصوف نے یہ فرما دیا ہے کہ اس مطالبہ زر میں سے ایک روپیہ کم کر دیا جائے یہ ہمارا مطالبہ نہیں ہے بلکہ ہمارا مطالبہ تو یہ ہے کہ اس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر ، جی بجا ہے۔

وزیر مال ، جناب والا! ایک ہی بات ہے ۔ (قہقہے)

جناب سپیکر ، 42 کروڑ میں سے ایک روپیہ کم کرنے کا مطلب صرف 42 کروڑ روپے کا فرق ہے۔

(قہقہے)

وزیر مال ، جناب والا! آپ نے دیکھا کہ انہوں نے جو کٹ موشن پیش کی ہے اس کے مطابق تو دونوں ممبر صاحبان نے تقریر نہیں فرمائی اس کے مطابق ان کی تقریر relevant نہیں ہے۔ یہ ایک ہی بات ہو جاتی ہے ایک روپیہ کر دیا جائے یا صرف ایک روپیہ کم کر دیا جائے ۔

جناب سپیکر ، آپ کا مطلب ہے کہ کم کر دیا جائے ۔ آپ فرمائیں ۔

وزیر مال ، جی ہاں۔ جناب سپیکر! میں اس میں تھوڑا سا یہ عرض کرتا چلوں کہ یہ لینڈ ریونیو کے میجر ہیڈ کے تحت جو مینجمنٹ ہے ۔ اس کی مدوں کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ یہ کس طرح سے ہے۔ سب سے پہلے forest reserve and grazing land ۔ اس مد میں ہم نے 12 لاکھ اور 45 ہزار کا مطالبہ کیا ہے۔ دوسرا سپرنٹنڈنس کے لیے 5 لاکھ 97 ہزار اور لینڈ ریکلیمیشن اینڈ پروٹیکشن کے لیے 14 کروڑ 26 لاکھ۔ سروے سیٹلمنٹ اینڈ ریکارڈ آپریشن اس میں ہم نے کچھ مطالبہ نہیں کیا۔ colonization کے لیے 35 لاکھ 49 ہزار روپے۔ لینڈ ریکارڈ سپرنٹنڈنس کے لیے 1 کروڑ 2 لاکھ 18

ہزار روپے۔ لینڈ ریکارڈ ریونیو اکیڈمی 33 لاکھ 69 ہزار روپے لینڈ ریکارڈ ڈسٹرکٹ چارجز 32 کروڑ 43 لاکھ 41 ہزار روپے۔ consolidation of land holding سپرنٹنڈنٹس 15 لاکھ 16 ہزار روپے۔ consolidation of land holding ڈسٹرکٹ چارجز 6 کروڑ 45 لاکھ 71 ہزار روپے۔ ورکس کے لیے 7 لاکھ 75 ہزار روپے۔ اس کا میزانیہ 42 کروڑ 16 لاکھ 7 ہزار روپے بنتا ہے۔ ان مدوں کے تحت کام کرنے والے عملے کی تفصیلات تو پہلے ہی بجٹ کی کتاب کے صفحہ 5 سے 27 پر درج ہے۔ ان مدوں میں عملے کی تنخواہیں اور دیگر انتظامی امور کے لیے رقم طلب کی جاتی ہے۔ اس رقم میں کسی قسم کا ترقیاتی خرچہ شامل نہیں ہے لہٰذا اس میں کسی قسم کی کٹوتی کی گنجائش نہیں ہے۔ میں جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے اور آپ کی وساطت سے ان مدوں کے حوالے سے اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہاؤس کو اس کی تھوڑی سی تفصیل عرض کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے عرض کیجیے۔

وزیر مال: جناب والا! charges of administration یہ Forest reserve and grazing land۔ یہ سرکاری جنگلات ہیں اپنے معزز ممبران کی اطلاع کے لیے کہ سرکاری جنگلات جسے رکھ کہا جاتا ہے۔ یعنی بے آباد جنگل جہاں پر برسات میں گھاس وغیرہ اگتی ہے۔ وہاں بھیڑ بکریاں اونٹ وغیرہ چرانے کی فیس لی جاتی ہے۔ جسے تربینی کہتے ہیں۔ یہ سرکاری جنگلات ڈیرہ غازی خان اور سرگودھا ڈویژنوں کے اضلاع، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، مظفر گڑھ، لیہ، سرگودھا اور میانوالی میں پائے جاتے ہیں۔ ان جنگلات کی نگہداشت کے لیے سرکاری آمدنی کی وصولی جسے lease money تربینی واجبات اور درختوں کی دیکھ بھال کے لیے موقع پر جاتے ہیں۔ یہ عملہ سرکاری آمدنی کا حساب کتاب بھی رکھتا ہے۔ یعنی اس مد میں یہ کیا کام کرتے ہیں میں چاہتا تھا کہ آپ کی وساطت سے ہاؤس کو بتاتا چلوں۔ اسی طرح دوسری مد سپرنٹنڈنٹس، تحصیل دار بکار خاص ہمراہ اپنے عملہ حسابات مال تشخیص وصولی یعنی مالیہ اراضی فیس، داخلہ خارج اجرت نقول کاغذات مال اور ترقی فنڈ وغیرہ حسابات قرضہ جات تقاوی جو تحصیل و ضلع کی سطح پر مرتب ہوتے ہیں کی پڑتال کرتے ہیں جس سے لاکھوں روپے کی آمدنی وصول ہو کر گورنمنٹ کے خزانے میں جمع ہوتی ہے۔ Land Reclamation and Protection یہ عملہ سیم تھور زمین سے متعلقہ امور سرانجام دیتا ہے۔ رقبہ کی تفصیل بورڈ آف ریونیو پنجاب کو ارسال کرتا ہے پڑتال کے بعد صوبہ کا نقشہ مرتب کر کے حکومت کو ارسال کیا جاتا ہے۔ تاکہ حکومت اس سے سیم تھور زدہ رقبے کی تفصیل

معلوم کرسکے اور تدارک کے لیے ضروری اقدام کرے۔ Colonization اس مد کے تحت عملہ صوبہ پنجاب کے ڈویژنل ضلعی عملہ تمام سرکاری زمین جس میں زرعی اور نزول کی زمینیں شامل ہیں کے متعلقہ تمام امور سرانجام دیتا ہے کالونیز آڈٹ کا عملہ بورڈ آف ریونیو پنجاب کی جانب سے سرکاری واجبات کی وصولی حسابات کی جانچ پڑتال کرتا ہے۔ اور بدعنوانیوں اور بے ضابطگیوں کے لیے سراغ لگاتا ہے۔ اسی طرح Land Record Superintendencs اس میں ایک کروڑ 2 لاکھ 18 ہزار روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ یہ صوبہ بھر پٹواری فارم اور رجسٹر ہائے کی چھپائی کے لیے جو گورنمنٹ پرنٹنگ پریس سے کرائی جاتی ہے۔ پٹواری فارم اور رجسٹر ہائے کی ضرورت میں کئی گنا اضافہ ہوچکا ہے۔ بلکہ گورنمنٹ پرنٹنگ پریس میں طباعت کے نرخ بہت زیادہ بڑھا دیئے گئے ہیں۔ اس لیے رقم میں مطلوبہ فارم و رجسٹر ہائے کی ضرورت پوری کرنے کے لیے شدید مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ اس مسئلہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ پنجاب میں سات مرلہ سکیم کے تحت الاٹمنٹ ہائے کے کاغذات عمل درآمد کے لیے لاکھوں کی تعداد میں مزید فارم انتقالات درکار ہیں۔ جن کے لیے مجوزہ رقم ضروری ہے۔

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ نے کافی مثالیں دے دی ہیں۔ آپ کا مطلب ہے کہ یہ بڑا ضروری خرچہ ہے۔

وزیر مال: جناب والا! ہاؤس کو پتہ چلنا چاہیے۔ پھر ان فاضل ممبران کو بھی پتہ چلنا چاہیے۔

جناب سپیکر: جی ہاں جی ہاں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! آپ انھیں ختم ہونے کی ٹپ نہ دینا۔ جناب انھیں تفصیل بتانے دیں۔

جناب سپیکر: اگر مزید بتانا چاہتے ہیں تو ان کی مرضی ہے۔

وزیر مال: جناب سپیکر! فاضل ممبران نے خاص طور پر بات کی ہے اور وصولی کی مد میں حکومت کی ناکامی کا ذکر کیا ہے۔ جناب والا! اس PDF حکومت کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ اس نے پچھلے 27 سال کے بقایاجات بھی recover کیے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) تو ناکامی کا ہے کی۔ کون سی طرف سے میرے فاضل بھائی کو ناکامی نظر آئی ہے اور میں ریکارڈ کے حوالے سے عرض کرتا چلوں کہ اپریل 1996ء تک ہمیں 28 کروڑ 25 لاکھ روپے کا ہدف ملا تھا۔ اور ہم نے اپریل 1996ء تک ایک سو کروڑ 65 لاکھ روپے کی recovery کی۔ جو اپنے ٹارگٹ سے بھی 114% یعنی سو فیصد کی بجائے ہم نے 114 % وصولی کی ہے۔ اس سے بہتر کارکردگی اور کیا ہوسکتی ہے اور کونسی ایسی جگہ ہے جہاں ہماری

recovery position خراب جا رہی ہے اور اسی حساب سے مارچ کے مہینے میں ایک ارب 6 کروڑ روپے ٹوٹل ڈیمانڈ تھی ہم نے 92 کروڑ 29 لاکھ روپے recover کیے۔propose ٹارگٹ جو تھا وہ 77 کروڑ 25 لاکھ تھا۔ اس میں ہماری % 117 کارکردگی ہے تو اس حساب سے بھی recovery position کافی بہتر ہے۔ میری استدعا یہ ہے کہ اس کٹوتی کی تحریک کو نامنظور کیا جائے کیونکہ یہ قابل پذیرائی نہیں ہے۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

42 کروڑ 16 لاکھ 7 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ 2 مالیہ اراضی کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

ایک رقم جو 42 کروڑ 16 لاکھ 7 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 3

جناب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 3 پیش کریں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

ایک رقم جو 5 کروڑ 96 لاکھ 23 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

ایک رقم جو 5 کروڑ 96 لاکھ 23 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر

اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنے پڑیں گے۔

SAYED ZAFER ALI SHAH: Sir, I oppose it.

جناب سپیکر، اس مطالبہ زر میں تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل ارکان کی طرف سے ہے سید ظفر علی شاہ، میاں عمران مسعود، جناب عبدالرؤف مغل، پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، خواجہ محمد اسلام اور میں سید ظفر علی شاہ صاحب سے کہہ رہا ہوں کہ وہ یہ تحریک پیش کریں۔

SAYED ZAFAR ALI SHAH: I move the disapproval of the policy cut motion that the total of Rs. 5,96,23,000. on account of demand No. 3 Provincial excise be reduced to Re.1

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے پانچ کروڑ چھیانوے لاکھ تئیس ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر تین صوبائی آبکاری کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

MINISTER FOR FINANCE: I oppose it Sir.

جناب سپیکر، اب اس تحریک کے تمام محرکین اگر چاہیں تو باری باری اپنی تحریک کے حق میں تقریر کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلے محترم شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! مہربانی۔ جناب سپیکر! حکومت کی اس ڈیمانڈ نمبر تین جو کہ ٹیکس مینجمنٹ، بورڈ آف ریونیو، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ڈیپارٹمنٹ اور جس میں حکومت کی ڈیمانڈ 5 کروڑ 96 لاکھ 23 ہزار روپے جو تقریباً چھ کروڑ روپے بنتی ہے سے متعلق ہے۔ جناب سپیکر! اس بات کا ہمیں بخوبی علم ہے کہ حکومت یا حکومتیں بغیر اخراجات کے نہیں چلا کرتیں لیکن جناب سپیکر! حکومت پنجاب کا یہ شعبہ محکمہ آبکاری جو کہ اپنے لحاظ سے ایک نہایت ہی اہم ڈیپارٹمنٹ ہے اور اس ڈیپارٹمنٹ کے ذمہ revenue collection اور اس کے علاوہ منشیات کا کنٹرول، پراپرٹی ٹیکس، موٹر وہیکل ٹیکس یہ تمام وہ بڑی بڑی ذمہ داریاں ہیں جو کہ اس محکمے پر عائد ہوتی ہیں۔ جناب سپیکر! disapproval of policy کے حوالے سے بات کروں گا کہ آج آپ ملاحظہ فرمائیں میں ایک ایک بات کر کے جناب سے عرض کروں گا کہ پورے صوبہ پنجاب میں یہ محکمہ اپنی کارکردگی میں اس بری طرح سے flop ہوا ہے جس کی شاید اور محکموں سے مثال نہیں دی جا سکتی۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ : جناب! وزیر آبکاری صاحب مجھے نظر نہیں آ رہے' میری نظر بھی کچھ کمزور ہے۔ جناب! شاید یہ کوئی تابکاری کے اثرات ہیں۔ جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اس ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ڈیپارٹمنٹ کی ذمہ داری' میں سمجھتا ہوں ہر محکمے کی اپنی اپنی جگہ پر ذمہ داری ہے لیکن یہ وہ محکمہ ہے جس کی ذمہ داری ایکسائز کے حوالے سے الگ ہے اور ٹیکسیشن' جس میں پراپرٹی ٹیکس اور موٹر وہیکل ٹیکس کے زمرے میں آتا ہے وہ ایک الگ ہے۔ جناب سپیکر! پہلے میں آبکاری کے لحاظ سے بات کروں کہ آج ہمارا صوبہ پنجاب جو کہ پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور جناب سپیکر! آپ ایک بات اپنے ذہن میں رکھیں کہ ہمارے ملک میں حدود آرڈیننس کا نفاذ بھی موجود ہے ہمارے ملک اور ہمارے صوبے میں منشیات پر مکمل پابندی ہے ہمارے ملک اور ہمارے صوبے میں چرس' افیون' شراب ولایتی یا دیسی پینا' رکھنا' بیچنا' ٹرانسپورٹیشن اسلامی نقطہ نگاہ سے بھی اور تعزیری نقطہ نگاہ سے بھی اپنے طور پہ مکمل ایک جرم ہے۔ جناب سپیکر! آج میرے صوبے کی' آپ کے صوبے کی یہ حالت ہے میں باقی شہروں کی طرف نہیں جاتا میں صرف لاہور اور لاہور کے بارڈر کی بات کروں گا۔ صوبے کے اس دارالخلافہ لاہور میں روزانہ ٹنوں کے حساب سے دیسی شراب جو کہ اپنے صوبے کے اندر بنائی جاتی اور بیچی جاتی ہے وہ ایک طرف اور جو ہندوستان کے بارڈر سے سمگل ہو کر پنجاب کے صوبے میں داخل ہوتی ہے وہ ایک طرف۔ جناب سپیکر! جہاں پر ایک اخلاقی طور پر اس صوبے کے نوجوانوں کو' اس صوبے کے ان لوگوں کو جو اس ملک کا سرمایہ ہیں ان کی جوانیاں تباہ کی جا رہی ہیں۔ سپرٹ اور ہندوستان سے سمگل کی ہوئی دیسی کپی مارکہ شراب آج کسی ہوٹل' کسی ریستوران میں بے شمار ایسے اڈے بنے ہوئے ہیں کہ جہاں پر کاروں اور ٹیکسیوں میں جا کر بیس روپے' پچاس روپے کی کپی آپ خرید سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس دیسی اور ولایتی شراب کا قلع قمع کرنا' اس کی نشاندہی کرنا' اس کو روکنا اس محکمے اور اس محکمے کے اہلکاروں کا کام ہے۔ میں نے شروع میں یہ بات کی ہے کہ بغیر اخراجات کے محکمے نہیں چلتے' اہلکار کام نہیں کر سکتے لیکن جناب سپیکر! بطور ٹیکس payer کے میرا اور میرے صوبے کے شہریوں کا یہ فرض ہے کہ ہم یہ پوچھیں کہ ہم آپ کو چھ کروڑ روپے تو دینے کے لیے تیار ہیں لیکن چھ کروڑ کے بدلے میں آپ کا محکمہ اور آپ کے اس محکمہ حکومت پنجاب کے اہلکار شہریوں کو اس کے بدلے میں کیا دے رہے ہیں۔ جناب

سپیکر! صرف ان واقعات کا اندازہ لگایا جائے جو اخبارات میں آتے ہیں اگر پورے سال کے ایسے واقعات کو جمع کر لیا جائے کہ کتنے ٹنوں کے حساب سے شراب پکڑی گئی ہے۔ آپ اندازہ لگائیں جو کپی اور سپرٹ مارکہ شراب نہیں پکڑی گئی اس کا اندازہ لگائیں کہ اس کی کھپت کہاں ہے؟ اور کن کے ذریعے ہو رہی ہے؟ جناب سپیکر! یہ تو ایک پتھر سے دو شکار کرنے والی بات ہے کہ ایک تو اپنے صوبے کے شہری کی جیب کاٹ لی جائے اس کی جیب سے ٹیکس نکال لیا جائے اور دوسری طرف وہی سرکاری ملازم کی سرپرستی میں' میں سب کی بات نہیں کرتا لیکن ہر محکمے میں جس طرح کالی بھیڑیں ہیں اسی طرح یہ محکمہ تو کرپشن اور لوٹ مار کا ایک سمبل ہے اس میں وہ کالی بھیڑیں پورے صوبے میں تمام طرح سے افیون اور چرس کی protection کرتی ہیں اور جناب سپیکر! آپ کی اطلاع کے لیے حکومت پنجاب نے پچھلے آٹھ نو ماہ سے اس صوبے کے آخری سرے اٹک جو کہ پنجاب میں داخل ہونے کا درہ ہے۔ اور ادھر فرنٹیئر میں داخل ہونے کا درہ ہے۔ ہم اٹک سے سرحد سے پنجاب میں داخل ہوتے ہیں۔ جہاں پر شدید قسم کی منشیات اور اسلحہ کی چیکنگ ہوا کرتی تھی۔ آج وہاں پر جناب سپیکر! کھلی چھٹی ہے۔ ٹنوں اور منوں کے حساب سے ہیروئین ' افیون اور چرس صوبہ سرحد سے اور افغانستان کے علاقے سے سمگل ہو کر پنجاب میں داخل ہو رہی ہے۔ ویسے تو میرے پورے پاکستان کے نوجوان آپ کے لیے اور ہمارے لیے سرمایا ہیں۔ لیکن جس طرح میرے صوبہ پنجاب کے نوجوانوں کو ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت addicted کیا جا رہا ہے۔ اس کو چرس اور دیسی شراب اور افیون کا متوالا کر دیا گیا ہے۔ جگہ جگہ گلی گلی محلے محلے میں اڈے بن گئے ہیں۔ جناب سپیکر! ان کی سرپرستی اسی محکمے کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ سپلائی کرتے ہیں۔ یہ میں اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ practically جرائم کی دنیا کا جہاں پر ٹرائل ہوتا ہے ہمیں وہاں سے پتہ چلتا ہے کہ میرے بہت سے clientز کوں کا کام کرتے ہیں وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ کس کس طریقے سے ہماری سرپرستی کون کرتا ہے۔ کس طرح واہگہ کے بارڈر سے سکھوں کی بچی ہوئی جوٹھی شراب ادھر لاہور میں داخل کر دی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! میں نے کہا تھا کہ یہ بڑا sensitive department ہے۔ ہمیں کارکردگی بتائی جائے کہ کس لیے اس محکمہ کو رکھا گیا ہے۔ اگر وہ اپنی کارکردگی نہیں بتا سکتے ' اگر وہ منشیات کا قلع قمع نہیں کر سکتے ' اگر وہ چرس کو روک نہیں سکتے۔ آج آپ کو لڑکیوں اور لڑکوں کے کالجوں اور سکولوں کے گیٹوں پر کھڑے عورتیں اور مرد پڑیاں بیچتے ہوئے ملیں گے۔ جناب سپیکر! کون سی حکومت اس کا قلع قمع کرے گی۔ کیا حکومت کو اپنی

عیاشیوں سے ہی فرصت نہیں ہے؛ کیا حکومت کا وقت اپنی حکومت کو سنبھالنے میں ہی صرف ہو جاتا ہے؟ جناب سپیکر! یہ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہے۔ اگر آج ہمارے محکمے اور بالخصوص یہ محکمہ efficient ہو جائے یہ نیت باندھ لے اور ہمارے لیڈر آف دی ہاؤس چیف منسٹر اور منسٹر آبکاری توجہ دیں۔ لیکن جناب سپیکر! جب ہم محکمے کے لوگوں سے بات کرتے ہیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ کی کارکردگی ناقص ہے۔ آپ اپنے فرائض سرانجام دینے میں فیل ہو گئے ہیں تو آگے سے جواب ملتا ہے کہ ہم کیا کریں ہمیں تو ماہواریاں اکٹھی کرنی پڑتی ہیں۔ جناب سپیکر! میں حلفاً کہتا ہوں اور میں کوئی جھوٹ نہیں بول رہا اور نہ میں نے کبھی جھوٹ بولنے کی کوشش کی ہے۔ محکمہ آبکاری کے بڑے ذمہ دار لوگ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ شاہ صاحب ہم کیا کریں۔ ہم یہ سرکاری کام کریں۔ ہم پر تو پورا مہینہ خوف رہتا ہے کہ مہینے کے آخر میں ہم نے اتنے لاکھ فلاں فلاں جگہ پر منتھلی دینی ہے۔ جناب سپیکر! میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا کیونکہ مجھے شرم آتی ہے۔ جناب سپیکر! وہ منتھلی کہاں سے آتی ہے ظاہر ہے کہ وہ اس چھ کروڑ میں سے تو نکل نہیں سکتی۔ یہ تو تنخواہیں ہیں اخراجات ہیں اور establishment کا کام ہے۔ وہ کہاں سے آتی ہیں۔ وہ اس غیر قانونی اور جرائم کی دنیا میں سرپرستی کرنے والوں سے اکٹھی کرتے ہیں، وہاں سے یہ منتھلیاں اکٹھی ہوتی ہیں اور پھر مختلف ذمہ دار لوگوں کی جیبوں میں جاتی ہیں۔ جناب سپیکر! یہ دوہرا ظلم ہے یعنی دوسرے لفظوں میں جو criminals منتھلیاں اکٹھی کرتے ہیں۔ جنہیں اپنے صوبے اور ملک کا درد نہیں ہے۔ انہیں اپنی نوجوان نسل سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ وہ اس کی سرپرستی کرتے ہیں اور اس طرح وہ غیر قانونی ریونیو اکٹھا کرنے کے لیے اور متعلقہ جگہوں پر پہنچانے کے لیے وہ اپنی پاور ہے اور جو جو اختیارات ہیں ان کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس لیے کبھی بھی کوئی باشعور ایوان اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا، اس ڈیمانڈ کو accept نہیں کر سکتا جب تک اس کی کارکردگی کو بہتر طور پر نہ دیکھے۔ یہ دوہرا ظلم ہے ایک اخلاقی طور پر تباہ کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف جسمانی طور پر بھی تباہ کیا جا رہا ہے۔ امیر لوگ ہمیں پتہ نہیں بلیک لیبل اور کیا کیا پی کر سو جاتے ہیں۔ لیکن ایسی ناقص قسم کی چڑی مار کہ اور کیی مار کہ شراب غیر قانونی طریقے سے اپنے صوبے کے نوجوانوں کو پلا کر ان کی انتڑیاں، ان کے دل اور جگر کاٹے جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! اوپر سے ہمیں کہتے ہیں کہ ہمیں چھ کروڑ روپیہ اور دے دیا جائے۔ جناب سپیکر! اسی محکمے کا دوسرا ٹیکسیشن کا ہے۔ یہ ایک اور مافیا ہے۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ بہت اہم محکمہ ہے اس میں پراپرٹی ٹیکس آتا

ہے' جس میں موٹر ٹیکس آتا ہے۔ جناب سپیکر! روزانہ اخبارات لکھتے ہیں کہ ہزارہا گاڑیاں بغیر رجسٹریشن کے 'بغیر کسی ریکارڈ کے پورے ملک اور بالخصوص پورے صوبے میں دندناتی پھر رہی ہیں۔ اس مافیا کے بیشمار کاروباری اڈے بنے ہوئے ہیں۔بغیر کسٹم ادا کیے ہوئے گاڑیاں ہمارے ملک میں داخل ہو رہی ہیں جو وفاقی جرم ہے اور پھر وہ بغیر رجسٹریشن کے ہمارے صوبے میں دندناتی پھر رہی ہیں۔ آج ہماری سڑکیں کیوں نہیں بن رہیں' ہماری سڑکیں کیوں ٹوٹی پھوٹی ہوئی ہیں کیوں پل نہیں بن رہے کیوں مواصلاتی نظام درہم برہم ہے۔جناب سپیکر! کوئی ریکارڈ ہماری حکومتوں کے پاس موجود نہیں ہے۔ انھیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہر ضلعے کے ETO کے آفس میں ملی بھگت سے وہاں کرپٹ اہلکار بیٹھے ہوتے ہیں جن کا رابطہ ان لوگوں سے اور گینگ سے رابطہ ہے جو گاڑیاں بغیر کسٹم اور بغیر رجسٹریشن کے چوری کی آتی ہیں۔ وہ انھیں documents بھی مہیا کرتے ہیں اور جعلی نمبر بھی مہیا کرتے ہیں اور انھیں ٹیکنیک بھی بتاتے ہیں اور ان کی سرپرستی بھی کرتے ہیں۔ میں پہلے ہی محکمے کے لوگوں سے معذرت کر چکا ہوں کیونکہ زیادہ تعداد ایماندار لوگوں کی ہے اگر وہ ایماندار نہ ہوں تو آسمان ویسے ہی نیچے آ جائے۔ جناب سپیکر! یہ محکمہ ٹیکسیشن کا ہم سے چھ کروڑ روپے مانگ رہا ہے۔ جناب سپیکر! آپ نے دیکھا ہو گا پھر وہی چوری کی گاڑیوں میں بم بلاسٹنگ ہوتی ہے ' دہشت گردی ہوتی ہے۔ کوئی ایک رونا نہیں ہے یہ ایک کڑی ہے ایک کرائم دوسرے کرائم کو جنم دیتا ہے اور دوسرا تیسرے کو جنم دیتا ہے۔ جناب سپیکر! اگر عوام اور عوامی نمائندے آج ان پر نظر نہ رکھیں تو ایک تباہی کا سمندر نہ پھٹ پڑے۔ جناب سپیکر! یہ محکمہ جو کہ ٹیکس اکٹھا کرنے میں اور پھر وہ کہتے ہیں کہ گاڑیوں کے ٹوکن ٹیکس ڈاکخانوں میں جمع کروا دیں۔ جناب سپیکر! کبھی حکومت پنجاب نے اس پر کوئی کام کیا' کیا حکومت کی طرف سے کوئی پالیسی آئی۔ لیکن حکومت پنجاب کے بڑے بڑے سیاسی زعماء نمبروں کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی دوڑ اس آبکاری کے محکمے میں یہاں تک ہوتی ہے کہ لاہور 1 ' راولپنڈی 1 ' سرگودھا 1 اور ملتان 1 نمبر ہمیں مل جائیں۔ جناب سپیکر! بڑا حیف ہے کہ اگر ہمارا برسراقتدار طبقہ جو ہے وہ محکمہ آبکاری اور رجسٹریشن اور ٹیکسیشن کے محکمے کو صرف نمبروں کی حد تک استعمال کرنا چاہیں۔ جناب سپیکر! یہ بڑی قابل رحم حالت ہے۔ جناب سپیکر! موٹر وہیکل آرڈیننس کا استعمال جس بے رحمی سے یہ محکمہ کر رہا ہے اس کے متعلق میں نے معمولی سا آپ کو بتایا ہے۔جناب سپیکر! اسی محکمے کی sub branch جو ہے وہ پراپرٹی ٹیکسیشن ہے ۔ بیشمار لوگوں کی پراپرٹی

پھیلی ہوئی ہے۔ ہم جیسے لوگوں کے کچے مکان بھی ہیں' آپ جیسے لوگوں کے پکے مکان بھی ہیں۔ اس کا پھر ایک سروے ہوتا ہے۔ قانون کے مطابق اس سروے کا ایک فارمولا بنا ہوا ہے کہ کس جگہ' کس شکل، کس شکل کا مکان ہے اور اس پر ٹیکس کتنا لگے گا۔ پکا ہے' کچا ہے۔ آٹھ کمرے ہیں' چھ کمرے ہیں۔ نیا ہے پرانا ہے۔ بیوہ کا ہے یا کسی جاگیردار کا ہے یا کسی سرمایہ دار کا ہے۔ اس کا سروے ہوتا ہے۔ اس کے سائز کا سروے ہوتا ہے' اس کے کرایے کا سروے ہوتا ہے۔ اس کا یہ سروے ہوتا ہے کہ اس میں مالک رہ رہا ہے یا کرایہ دار۔ جناب سپیکر! اس سروے میں جو دھاندلی ہوتی ہے اور حکومت پنجاب کے exchequer کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اس میں پھر اسی محکمے کے اہل کار نقصان پہنچاتے ہیں۔ ---- جناب سپیکر! یہ باتیں ہو لیں تو میں پھر اس کے بعد بات کر لوں؟ یہ جو گپ شپ ہو رہی ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER. I call the House to order,please

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اس سروے رپورٹ میں' اس tax collection میں آپ اندازہ لگائیں کہ صوبے کی اور ملک کی آبادی کس قدر بڑھ رہی ہے۔ ہر سال کے بعد ایک نیا شہر آباد ہوتا ہے۔ اور جو آباد ہوتا ہے وہ کہیں نہ کہیں رہتا بھی ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں اپنا سر چھپا کر رہتا ہے۔ کسی نہ کسی شہر میں رہتا ہے۔ اب آپ اندازہ لگالیں کہ وہی بد کار لوگ جو اس ملک کے معاشی نظام کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں ان کا مفاد صرف اپنی جیبوں تک ہے۔ وہ کس طریقے سے اس سروے رپورٹ میں جو مکان مثال کے طور پر ایک ہزار روپے ٹیکس دینے والا ہے۔ اس کو وہ اپنے قلم سے ایک سو روپے کر دیتے ہیں۔ میں مثال دے رہا ہوں۔ وہ نو سو روپے نقصان کس کا ہوا؟ وہ آپ کا اور میرا ہوا۔ وہ اس صوبے کے ٹیکس دہندہ کا ہوا کہ ہم نے ٹیکس ادا کر کے کون لوگ پالے ہوئے ہیں؟ وہی جو کہ پھر ہمیں لوٹتے ہیں۔ ہمارے خزانے کو خالی کرتے ہیں۔ ہم نے انھیں خزانے پر بھی بٹھایا ہوا ہے' اختیارات بھی دیے ہوئے ہیں اور وہ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کر رہے ہیں۔ اور اس طرح exchequer کا اربوں روپیہ embezzle کیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! یہ وہ باتیں ہیں جو کہ روزمرہ کی ہیں۔ اس کے علاوہ اسی محکمے کے ذمے سینما کی ٹیکس collection بھی ہے۔ بہت سے ہوٹلوں سے ایکسائز ڈیوٹی collect کرنا' اسی محکمے کی ذمہ داری ہے۔ لیکن عملی اور حقیقی صورت حال کیا ہے کہ وہ کرپٹ اہل کار سینما کے' ریسٹورنٹ کے' ہوٹلوں کے مالکان سے ملے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے گھر بیٹھ

کر ریشو بنایا ہوا ہے کہ بس' آپ روزانہ یا ماہانہ حساب سے اتنے حکومت کے لیے دے دیا کریں اتنے میرے لیے دے دیا کریں۔ اگر حکومت کو دس روپے جاتے ہیں تو اس کرپٹ افسر کی جیب میں ایک سو روپیہ جاتا ہے۔ جناب سپیکر! انھی باتوں پر دل دکھتا ہے کہ آپ اندازہ لگالیں کہ پورے صوبے میں کتنے سینما ہیں۔ اور اس ملک میں غریب کے لیے سب سے بڑی تفریح یہی ہے۔ دس بیس روپے لگا کر وہ سینما پر فلم دیکھ سکتا ہے۔ ہر آدمی کے گھر وی سی آر اور ٹی وی نہیں ہے۔ آپ اندازہ لگائیں آبادی کا اور سینموں کا اور جو سینما بیٹھ جاتے ہیں ان کا اندازہ لگالیں اور ٹیکسیشن کی collection کا اندازہ لگالیں۔ ہوٹلوں کی پیکنگ کا اندازہ لگالیں کہ وہ لوگ' جو بگڑے ہوئے لوگ ہیں' جن کے پاس کالا دھن ہے انھوں نے اپنے گھر کھانا کھانا گناہ سمجھا ہوا ہے۔ آپ کسی چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے ہوٹل میں داخل ہو جائیں آپ کو ایک جلسہ نظر آئے گا۔ آخر ان کی ٹیکسیشن بھی تو ہوتی ہو گی۔ وہ کدھر جاتی ہے؟ آپ سروے کرالیں۔ آپ کو اس کے مقابلے میں ٹیکسیشن زیرو نظر آئے گی۔ جناب سپیکر! یہ وہ باتیں ہیں جن کے لیے ہم آواز اٹھاتے ہیں۔ اگر کل ہماری حکومت ہوتی ہے تو ہمیں بھی انھی مشکلات کا سامنا ہو گا۔ ہم اس لیے نشان دہی کر رہے ہیں تاکہ حکومت کے کانوں آنکھوں تک یہ بات پہنچے۔ وہ اس کا کوئی تدارک کریں۔ اس کا کوئی قلع قمع کریں کہ جو loop holes ہیں' یا جو leakage ہے' جو قومی خزانے کی leakage ہے اور جو ناجائز اختیارات کا استعمال ہے اس کو کس طریقے سے روکا جائے۔ جناب سپیکر! بات پھر وہیں پر آ کر رکتی ہے کہ یہ تبھی باتیں رکیں گی جب ٹاپ پر لوگ ٹھیک ہوں گے۔ اگر نیچے اہل کار کو یہ پتا ہے کہ اوپر بیٹھی ہوئی وزارت' یا حکومت' یا اوپر بیٹھا ہوئے اقتدار اعلیٰ کو تو منتھلی پہنچتی ہے۔ ہمیں کیا فکر ہے۔ جناب سپیکر! جو بڑے ذمہ دار آدمی کے لیے' جو پولیٹیکل پاور کے لیے ایک سو روپے ماہوار کی collection کرے گا وہ یقیناً ایک ہزار روپے کی collection اپنی جیب کے لیے بھی کرے گا۔ یہ سیدھا سا فارمولا ہے۔ جناب سپیکر! اس کے باوجود اگر حکومتیں اس کی طرف توجہ نہیں دیتیں' آج کیوں ہم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں؟ آج کیوں معیشت ہماری collapse کر گئی ہے؟ کیوں ہر آدمی چیخ رہا ہے؟ کیوں پیسے کی value دن بدن کم ہو رہی ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔ آئی ایم ایف کو تو ہم گالیاں دیتے ہیں۔ لیکن آئی ایم ایف کا اپنا interest ہے۔ انھوں نے جو ادھار دیا ہوا ہے انھوں نے اپنے پیسے لینے ہیں۔ لیکن ہمیں بھی کچھ سوچنا چاہیے۔ جناب سپیکر! اگر یہ leakage بند ہو جائے۔ آپ کی پچاس فی صد

leakage بند ہو جائے تو کسی آئی ایم ایف کی کسی قرضے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ ملک بھی خود کفیل ہے۔ بڑا زرخیز ملک ہے۔ بڑا talented ملک ہے اور بالخصوص یہ صوبہ بہت ہی زرخیز اور لوگ بھی talented ہیں۔ جناب سپیکر! اس leakage کو کون بند کرے گا؟ اس leakage کو پولیٹیکل پاور بند کرے گی۔ ہم بند نہیں کر سکتے۔ ہم نشان دہی کر سکتے ہیں اور اگر کوئی ہماری اس بات کو چیلنج کرتا ہے تو وہ ہمارے ساتھ وقت رکھ لے۔ میں عملی طور پر ساری باتیں ثابت کر دوں گا۔ اس لیے انھیں چاہیے کہ یہ اس طرف توجہ دیں۔

جناب سپیکر! ۵ کروڑ ۹۶ لاکھ ۲ ہزار روپے' تقریباً چھ کروڑ روپے بنتے ہیں' اس میں establishment charges ملاحظہ فرمائیں۔ ڈائرکٹوریٹ کے لیے ایک کروڑ ۴۲ لاکھ ۷۹ ہزار۔ یہ صرف ڈائرکٹوریٹ کی ہے۔ ہاتھی باندھے ہوئے ہیں۔ سفید ہاتھی عوام نے باندھ کر رکھے ہوئے ہیں۔ جو انھیں عوام کو اپنے پیروں تلے روندتے رہتے ہیں اور ہم ہر سال انھیں چارہ ڈالتے رہتے ہیں اور اس چارے پر یہ مہریں ہم لگاتے رہتے ہیں۔ جناب سپیکر! معمولی رقم نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں معمولی ہی سہی' لیکن اس کے بارے ہم out put مانگتے ہیں۔ لیکن huge paraphernalia ہے وہاں پر ملازمین اور اہل کاروں کا جو کہ کام وہاں نہیں ہے۔ جیالوں کو بھرتی کرنے کے لیے مدیں نکال لی جاتی ہیں۔ اسی ڈائرکٹوریٹ میں ایک ڈائرکٹر جنرل ہے' اور نیچے دس ڈائرکٹرز ہیں۔ صرف دس ڈائرکٹروں کی تنخواہ ۱۱ لاکھ ۴۵ ہزار روپے۔ جناب سپیکر! جونیئر کلرک ہیں ۳۲۔ اسسٹنٹ ہیں ۳۱۔ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کنسٹیبل ہیں ۳۱۔ یہ صرف ڈائرکٹوریٹ کے ہیں۔ میں ابھی ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن میں نہیں گیا۔ اس کی الگ مدیں ہیں۔ وہ ایک الگ ہے۔ اور پھر جناب سپیکر! چھوٹی چھوٹی مدوں کو چھوڑیں۔ صرف ان کے ہاؤس رینٹ الاؤنسز کے اخراجات پڑھیں تو پتا ایسے لگتا ہے کہ یہ سارا سلسلہ صرف ہاؤس رینٹ پر ہی جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! پچاس سال گزرنے کے بعد ابھی تک ہاؤسنگ کے سلسلے میں بھی ہم ملازمین کو ٹھیک نہیں کر سکے۔ اس میں بے شمار ریونیو اس ہاؤسنگ کے رینٹ میں نکل جاتا ہے۔

جناب سپیکر! وہ تو ڈائریکٹوریٹ کی میں نے بتائی تھی۔ اب دوسری مد سپرنٹنڈنٹس کی آتی ہے۔ اس مد میں ٹوٹل 2 کروڑ 7 لاکھ 39 ہزار روپیہ ہے۔ ڈائرکٹوریٹ الگ ہے' سپرنٹنڈنٹ صاحب کا جو جہاز ہے وہ الگ ہے۔ اس کی ٹوٹل رقم 2 کروڑ 60 لاکھ 39 ہزار روپے بنتی ہے اور ان کا rent allowance, other allowance, regular allowance کے علاوہ جو ہے وہ بھی کروڑوں اور

لاکھوں کے ضمن میں آتا ہے۔

جناب سپیکر! آگے ڈسٹرکٹ ایگزیکٹو اسٹیبلشمنٹ ضلع وائز ہے۔ ایک کروڑ 25 لاکھ 21 ہزار روپیہ۔ یہ میں ڈسٹرکٹ کا بتا رہا ہوں۔ یہ split جو 5 کروڑ 96 لاکھ کا ہے اس کا split اس طرح ہے جس میں ڈائرکٹوریٹ، سپرنٹنڈنٹس اور پھر ضلع وائز کا ہے۔

جناب سپیکر! آگے انھوں نے ایک مد رکھی ہوئی ہے سپروائزری سٹاف فار کیمیکل ورکس۔ اب یہ سپروائزری سٹاف اور کیمیکل ورکس کا کام کیا ہے، ان کی nature of job کیا ہے؟ میں خود layman ہوں۔ مجھے اتنا پتا نہیں ہے لیکن 18 لاکھ 3 ہزار روپیہ اس کوئی خفیہ ٹائپ مد میں انھوں نے رکھے ہوئے ہیں۔ وہ ایڈوائزری کیا ہے اور کیمیکل کیا ہے؟ جو آگے اسی کیمیکل کا ایک ذکر ہے میں وہ بھی ساتھ عرض کر دیتا ہوں۔ آگے ان کی بڑی اہم مد ہے کہ cost of manufacturing opium tablets میں سمجھا کہ سیاسی پاور جو ہے وہ اپنے عوام کو افیون کی گولیاں دیتی ہے کہ ہم آپ کے بڑے مسائل حل کر رہے ہیں اور ملک میں بڑی ترقی ہو رہی ہے۔ لوگ خوشحال ہو رہے ہیں۔ لوگ صبح دوپہر شام عیاشیاں کر رہے ہیں۔ تو یہ یہاں پر اصل افیون کی گولیاں تیار ہو رہی ہیں اور ان کی مالیت جو ہے 7 لاکھ روپے ہے۔ 7 لاکھ روپے کی افیون کی گولیاں صوبہ پنجاب کے لیے تیار کی جا رہی ہیں۔ دی کہاں جا رہی ہیں؟ بیچی کہاں جا رہی ہیں؟ انھیں کھا کون رہا ہے؟ اس کا علم کم از کم مجھے نہیں ہے کیونکہ یہاں پر تفصیل نہیں ہے۔ یہاں پر صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ حکومت پنجاب کا یہ محکمہ آبکاری 7 لاکھ روپے کی افیون کی گولیاں تیار کرتا ہے۔ اس کی قیمت ہم سے مانگ رہے ہیں۔ بھئی! یہ 7 لاکھ کی افیم کی گولیاں جاتی کہاں ہیں؟ کس ہسپتال میں؟ ہسپتال میں تو دوائیاں بھی نہیں ملتیں۔ کون سے وہ مریض ہیں، کون سے وہ addicts ہیں جہاں پر یہ 7 لاکھ روپے کی رقم چلی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! آگے ایکسائز بیورو ایک الگ بنایا ہوا ہے۔ دیکھیں جناب سپیکر! کہ یہ بیورو کریٹک سسٹم بچے کس طرح دیتا ہے۔ یعنی یہ وہی حساب ہے کہ یہ پانچ روپے مرچوں کے اور مرچوں کے پانچ روپے دو لہٰذا دس روپے بن گئے۔ یعنی ڈائرکٹوریٹ سے شروع ہوئے، سپرنٹنڈنٹ سے شروع ہوئے، محکمہ ختم پھر بھی نہیں ہوا، انھوں نے ایک ایکسائز بیورو اور اس کے اسٹیبلشمنٹ کے چارجز الگ دکھائے ہوئے ہیں، لگائے ہوئے ہیں اور ہم سے مانگ رہے ہیں۔ اس کی مالیت 12 لاکھ 39 ہزار روپیہ بنتی ہے۔ یہ وہ split ہے جو کہ تقریباً 5 کروڑ 96 لاکھ روپے کی بنتی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا اور سب سے پہلے منسٹر آف لاء اور جو منسٹر آبکاری ہیں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ آپ خود ہی اس صوبے سے انصاف کریں۔ اپنے محکمے کی کارکردگی پر بھی نظر ڈالیں اور یہ جو آپ کی ڈیمانڈ ہے اس پر بھی نظر ڈالیں اور وہ خود ہی اس کو reduce کریں اور تمام وہ اخراجات جو کہ اہم نہیں ہیں، جو کہ غیر متعلقہ ہیں، جو صرف خورد برد کرنے کے لیے رکھے گئے ہیں، جو صرف exchequer پر بوجھ ڈالنے کے لیے رکھے گئے ہیں، اسی رقم کو بے شمار ہمارے شعبے پڑے ہوئے ہیں ان پر خرچ کریں۔ اسی محکمے کے بے شمار پنشنر حضرات جو ہیں، یہ میں نہیں کہتا کہ اس رقم کو reduce کر کے ہمارے حوالے کر دیں، وہ رقم reduce کریں اور اپنے اسی محکمے کے پنشنر حضرات پر صرف کریں کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ پنشنر چیخیں مار رہے ہیں کہ اس مہنگائی میں ہماری پنشن میں اضافہ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! اگر آج حاضر سروس ملازمین، ہر محکمے کا وزیر، ہر محکمے کا سیکرٹری اور ہر محکمے کی اسٹیبلشمنٹ دیانتداری سے یہ فیصلہ کر لے کہ انھوں نے اپنے موجودہ ملازمین اور جو تیس تیس چالیس چالیس سال سروس کر کے ان کو چھوڑ گئے ہیں ان کے حالات کو بھی ٹھیک کرنا ہے تو وہ اپنے بجٹ کو reshape کریں اور اپنے بجٹ میں اس کو reduce کر کے وہ رقم جو بچے وہ اپنے اپنے محکموں کے جانے والے ملازمین کی پنشنوں میں ان کو دے دیں تاکہ وہ بھی سکھی ہوں اور جو حاضر ملازمین ہیں وہ بھی سکھی ہوں۔

جناب سپیکر! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ میں اس حوالے سے آپ کی وساطت سے ایوان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اس کٹ موشن کو accept کریں اور حکومت پنجاب اور محکمہ آبکاری اپنی پالیسی کو reshape کریں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

MR. DARAYUS PESTONJI: Mr Deputy Speaker,Sir, point of order.

MR DEPUTY SPEAKER: Yes, please explain your point of order

MR. DARAYUS PESTONJI: My honourable colleague has levelled a lot of allegations on the Excise Department regarding illegal sale of local liquor. I would like to inform him that there are three distilleries operating in Pakistan

which have got a legal power and liquor produced by these distilleries is being sold to non-Muslims on permit generating crores of rupees of revenue directly to the Federal Government and to the respective provincial governments. Allegations can be levied but a very typical ..

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں آپ کس پوائنٹ پر بول رہے ہیں؟

MR. DARAYUS PESTONJI: Let me complete my statement.

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات تو سنیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ اپنی سٹیٹمنٹ کو پورا کریں۔ آپ کس بات پر بول رہے ہیں؟

MR. DARAYUS PESTONJI: Its my point of order.

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں ہے۔

MR. DARAYUS PESTONJI: Let me complete it.

MR. DEPUTY SPEAKER: No, point of order, have a seat please. Thank you very much. I am not going to allow you.

اگلے سپیکر ہیں جناب عمران مسعود۔ تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ اگلے سپیکر ہیں جناب عبدالرؤف مغل۔

جناب عبد الرؤف مغل ، جناب سپیکر! میرا مطالبہ نمبر 3 صوبائی آبکاری کے تحت ہے جو 5 کروڑ 96 لاکھ 23 ہزار کی رقم ساتھ اخراجات سے تقریباً 6 کروڑ زائد طلب کی گئی ہے اس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے کیونکہ جن مقاصد کے لیے collection کی جا رہی ہے وہ نہ تو مقاصد حاصل کیے جا رہے ہیں اور نہ ہی ان محاصل کو پورے طور پر ریکارڈ پر لایا جا رہا ہے بلکہ جیسا کہ ابھی شاہ صاحب فرما رہے تھے کہ کئی گنا رقوم collecting agency جو ہے ان کی جیبوں میں جا رہی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے آرٹیکل نمبر 120 کے تقاضا کو پورا کرتے ہوئے قریباً 100 ارب کا جو بجٹ وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے جسے فاضل بجٹ قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے یہاں ٹریژری بنچز سے فاضل رکن حاجی افضل چن صاحب نے کہا بلکہ سپیکر صاحب سے بھی پوچھا کہ کیا یہ بجٹ تیار کرتے وقت کبھی آپ سے بھی کوئی مشورہ کیا گیا ہے؟ اور انھوں نے اعتراف کیا کہ مجھ سے کبھی کوئی رائے نہیں لی گئی۔ میں سمجھتا

ہوں کہ بجٹ مکمل طور پر نوکر شاہی اپنے دفاتر میں بیٹھ کر تیار کرتی ہے انہیں نہ اس بات کا اندازہ ہے کہ لوگ کس حالت میں جی رہے ہیں اور ان کو کس طرح بہتر بنایا جا سکتا ہے نہ انہیں اتنا احساس ہے کہ اس بجٹ کا جو گورکھ دھندا اس اسمبلی میں پیش کرتے ہیں اس سے ہر سال بجٹ کے نام پر مہنگائی کا ایک طوفان بدتمیزی اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو میزانیہ دیا گیا ہے اس سے کوئی بھی طبقہ اپنے لیے خوشی محسوس نہیں کرتا نہ وہ طبقہ جو ملازم ہے نہ وہ طبقہ جو کاروباری ہے نہ وہ طبقہ جو کاشت کاری سے منسلک ہے اور نہ وہ طبقہ جو صنعت سے وابستہ ہے اس سے مسرت محسوس کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی صورتحال میں جب عوام اس بجٹ سے اور سرکاری سوچ سے کچھ توقعات وابستہ نہ کر رہے ہوں تو مایوسیاں اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں۔ Provincial Excise Department جو collection پراپرٹی ٹیکس کے حوالے سے کر رہا ہے اس کی رقم تقریباً بیس کروڑ کے قریب جا رہی ہے لیکن تین مرلہ کے مکان کو بھی اس میں exempt نہیں کیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک غریب مزدور اور مفلوک الحال شخص جس نے تین یا چار مرلے پر ایک ڈربا نما مکان بنایا ہوا ہے اور اپنے چار پانچ افراد خانہ کے ساتھ سر چھپائے بیٹھا ہے کم از کم اس کے لیے relief ملنا چاہیے اور اسے ناروا بوجھ سے چھٹکارا حاصل ہونا چاہیے۔

جناب والا! میں اس میں ایک چیز دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ اس کی اتنی تفصیلات دی ہوئی ہیں [illegible] اور ڈائرکٹر جنرل [illegible] سے لے کر ان کی [illegible] پر مامور چوکیدار تک کی تنخواہ اور ای۔ ٹی۔ او سے لے کر ان کی خدمت میں سرگرم جونیئر کلرک تک اور ان کے ڈرائیوروں کے مشاہرے شامل ہیں۔ اس بجٹ میں صفحہ ۲۹ سے لے کر صفحہ ۴۰ تک پھیلے ہوئے اعداد و شمار میں اور پھر سٹیشنری سے لے کر Hard and cold weather charges بھی شامل ہیں اور سکالرشپ، بونس، اور ایوارڈ کا تذکرہ بھی ہے Repairs and Maintenance کے حوالے سے بھی اخراجات کی بڑی تفصیل دی گئی ہے یہاں تک کہ اس میں P.O.L charges کے عنوان سے aeroplane, helicopter سٹاف کار سے لے کر موٹر سائیکل کے تیل fuel اور مرمت کے اخراجات بھی شامل ہیں اور یہاں تک کہ اعزازیہ and honoraria غرضیکہ ایک ایک چیز کی تفصیل نظر آ رہی ہے۔ لیکن مجھے یہ بات دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی کہ اتنی تفصیلات ہونے کے باوجود جن میں compensatory allowances, national celebration, fairs, exhibition کے

چارجز بھی شامل تھے لیکن یہ سب کچھ ہوتے ہوئے ہر دوسرے تیسرے صفحے پر OTHERS کا ایک Head تھا جس میں تیس چالیس روپیہ دیا گیا ہے اتنی تفصیلات جو تقریباً بیس پچیس صفحات پر مشتمل تھیں ان کے ہوتے ہوئے ہر صفحے پر OTHERS کے Head کے تحت تیس چالیس ہزار کی رقم مختص کی گئی ہے تو جناب والا! کون سی چیز رہ جاتی ہے جسے انہوں نے اس میں arrange کرنا ہے اور جس کے اخراجات انہوں نے اٹھانے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسی مد ہے جو بیوروکریسی کی قطعی صوابدید پر ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اس رقم کو وہ الٹوں تللوں میں ضائع کریں۔ جناب! عوام کا ہم پر حق ہے اور اللہ تعالیٰ سورۃ النسا میں فرماتے ہیں۔ "اور جو زور اور ظلم سے ایسا کرے گا یعنی پرایا مال کھانے کا تو ہم اس کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں جھونک دیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان سی بات ہے"۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان ہوتے ہوئے ہم سب کو اس بات کا عہد کرنا چاہیے کہ یہ عوام کی خون پسینے کی کمائی ہے اس کو ہم صحیح صحیح طور پر مصرف میں لائیں اور اس پر ہم بڑا hard and fast check رکھیں اس پر نظر رکھیں تاکہ دفاتر میں بیٹھے ہوئے ڈائرکٹرز، ڈائرکٹر جنرل لوگوں کو مراعات، سہولیات بہم پہنچانے کی بجائے بے وجہ مصارف پر خرچ کرتے ہیں ان کی روک تھام ہو سکے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس پراپرٹی ٹیکس سے جو کروڑوں روپیہ اکٹھا کیا جا رہا ہے یہ نالیوں، گلیوں، واٹر سپلائی اور نکاسی آب کے بندوبست کے بہترین مصارف ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ اس مد میں کروڑوں روپے موجود ہونے کے باوجود چھ کروڑ روپیہ زائد طلب کیا گیا ہے۔ جناب والا! میں اپنی بات کو مختصر کرتا ہوں اور میں اپنے دوستوں اور اپنے فاضل ممبران اور متعلقہ محکمے کے وزیر سے یہ کہوں گا کہ ایکسائز ڈیپارٹمنٹ پر پورا چیک رکھیں جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ نہ صرف اس سے صوبائی محاصل کا نقصان ہوتا ہے بلکہ بے بہا گاڑیوں کے قافلے کوئٹہ سائڈ سے کراس کر کے پاکستان میں لائے جا رہے ہیں اور مختلف شہروں میں جہاں پر کرپٹ افسر بیٹھے ہوئے ہیں وہ ان کی پسندیدہ جگہیں ہیں جہاں پر گاڑیوں کی رجسٹریشن ہوتی ہے اور وہ جتنی رقم امپورٹ ڈیوٹی، ایکسائز ٹیکسز اور کسٹم کے حوالے سے بچاتے ہیں اس کا ایک چوتھائی اس محکمے کے موٹر وہیکل رجسٹریشن کے لیے ادا کیا جاتا ہے اور باقی وہ لوگ خود کھا جاتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس سے نہ صرف صوبائی محاصل کا نقصان ہے بلکہ وفاقی حکومت اور وفاقی محاصل کا بھی اس میں بہت زیادہ نقصان ہے اس کو چیک

کیا جائے اور ان کی نا اہلیوں کے سبب میں مطالبہ کرتا ہوں کہ یہ جو مطالبہ زر پانچ کروڑ اور ۹۶ لاکھ روپے کا دیا گیا ہے اس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جناب ڈاکٹر نور محمد غفاری۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، شکریہ۔ جناب سپیکر۔

جناب والا! سب سے پہلے میری عرض یہ ہے کہ جب تک ہاؤس in order ہی نہ ہو اس وقت تک بات کرنے کا کیا فائدہ ہو گا۔ ہمارے ٹریژری بنچوں پر جتنے فاضل ممبران بیٹھے ہیں وہ سب اپنی اپنی باتوں میں لگے ہوئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ چودھری فاروق صاحب کی قسمت جاگی کہ آج کل ان کے پاس ایک جمگھٹا ہے اور سارے feel کر رہے ہیں کہ ان کا آئندہ future کیسا ہو گا۔ میری عرض یہ ہے کہ کم از کم ہاؤس کو in order کیا جائے۔ جو کوئی بات کرے اس کی بات کو سنا جائے فیصلہ تو آپ نے NO کر کے کر دینا ہے لیکن ہم جو کچھ کہیں کم از کم اس کو سن تو لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چند فاضل اراکین اسی مقصد کے لیے ہاؤس میں آتے ہیں اور وہ اپنا مقصد جاری رکھتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، چلیے۔ میں آپ کی بات کو مان لیتا ہوں اور میری جو ذمہ داری ہے وہ تو میں پوری کروں گا۔

جناب والا! آپ نے مجھے چانس دیا ہے اور میں صوبائی آبکاری کے حصول پر کچھ عرض کروں گا۔ جناب میں عرض کرتا ہوں کہ ۹۷-۱۹۹۶ء کے لیے جو انہوں نے ڈیمانڈ کی ہے وہ تقریباً چھ کروڑ ہے یعنی ۵ کروڑ ۹۶ لاکھ اور ۲۳ ہزار روپے۔ جب کہ ۹۶-۱۹۹۵ء کے لیے یہ پانچ کروڑ ۲۸ لاکھ اور ۸۹ ہزار روپے تھا اس پر انھوں نے 67 لاکھ 24 ہزار 9 سو روپے زیادہ مانگے ہیں۔ جب کہ اس کے خلاف ان کو جو receipt وصول ہوئی ہیں وہ 97-1996ء متوقع 30 کروڑ روپے کی ہیں۔ جب کہ96-1995ء میں یہ 25 کروڑ 74 لاکھ 96 ہزار 250 روپے تھی اور فرق صرف 4 کروڑ 25 لاکھ 23 ہزار 750 روپے کا ہے۔ ان کی ڈیمانڈ کا trend یہ ظاہر کرتا ہے کہ ڈیمانڈ ان کی بڑھ رہی ہے جبکہ وصولیوں کی شرح کم ہے۔ میں عرض یہ کروں گا کہ اتنی بڑی رقم پہلے ان کو ملتی ہے۔ اس رقم کے ساتھ ان کی اور ڈیمانڈ بھی ہے اور ساتھ جو mal-adjustment ہے یا جو رشوت لی جاتی ہے اس کی شرح اس سے کہیں زیادہ ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان کی وصولیاں کہاں کہاں سے ہوتی ہیں۔ اس کا 90 فیصد شراب الکوحل اور

سپرٹ کے نام پر منشیات سے حاصل کیا جاتا ہے ۔ میں ایک بات آپ سے پوچھوں گا۔ آپ ماشاء اللہ بڑے منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین اور سیاستدان ہیں کہ پاکستان اور پنجاب میں شراب حرام ہے' منشیات حرام ہیں' ممنوع قرار دی گئی ہیں' غیر قانونی ہیں ۔ اس کے باوجود اس کے لیے افسران بھی مقرر ہیں۔ ان کی تنخواہیں بھی ہیں اور ساتھ وہ اور بھی ڈیمانڈ کرتے ہیں۔ آخر اس کا اخلاقی ' مذہبی اور قانونی طور پر کیا جواز ہے۔ اس کے باوجود اگر اس کا اخلاقی جواز ہے تو صرف یہ کہ یہ فوج ظفر موج جو افسران کی ہے جو کہ ایک منہ زور گھوڑا ہے۔ جن کو آپ کنٹرول نہیں کر سکے اور کل حکومتی پارٹی کے ایک آدمی نے شکایت کی تھی کہ دفتر میں جب بھی جائیں سیکرٹری صاحب ہمیشہ میٹنگ میں ہوتے ہیں۔ سیکشن آفیسر ہمیشہ میٹنگ میں ہوتے ہیں۔ جن کو آپ کنٹرول بھی نہیں کر سکتے اور وہ آپ سے تنخواہیں بھی لیتے ہیں۔ لوٹ مار بھی کرتے ہیں اور غالباً ان کا اخلاقی اور قانونی طور پر کام یہ ہے کہ وہ منشیات کی trafficking کو کنٹرول کریں۔ اس پر چیک بٹھائیں اور اس کو روکیں ۔ لیکن روکنے کے باوجود لگتا یہ ہے کہ پاکستان کے اندر منشیات کی ریل پیل ہے ۔ جن ماؤں کے بیٹے منشیات اور ہیروئن سے تباہی کی طرف جا رہے ہیں ' جن بہنوں کے بھائی اپنی زندگیاں تباہ کر رہے ہیں۔ جن عورتوں کے خاوند گھروں میں بیکار مر رہے ہیں ان پر کیا یہ محکمہ آبکاری والوں کا احسان تو نہیں ہے کہ کنٹرول کرنے کی بجائے آپ ان کو باقاعدہ پرمٹ دے رہے ہیں' اس کی فیس لے رہے ہیں۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ پاکستان پاکستان بھی ہے اور اسلام کا قلعہ بھی ہو۔ اسلام کی دعویداری بھی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ پر ٹیکس بھی لیں اس کو آمدنی کا ذریعہ بھی بنائیں' اس سے تنخواہیں بھی لیں اور اس سے سارا کام بھی چلائیں۔ یہ ہمارے دلوں کے اندر تضاد تو نہیں ہے ؟ ہم خود سوچیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اطلاع کے لیے عرض کروں گا کہ سب سے پہلے تو مسلمان ہونے کے ناتے سے اس محکمے کی ضرورت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ نے شراب کے بارے میں آٹھ آدمیوں پر لعنت کی ہے ۔ شراب کا تیار کرنے والا' شراب کو بیچنے والا' شراب کو پینے والا ' شراب پلانے والا اور وہ آدمی جو اس کی trafficking کرتا ہے۔ ان سب پر اللہ کے رسول نے لعنت کی ہے ۔ اللہ کے رسول نے لعنت کی ہے اور پاکستان اسلام کا قلعہ بھی ہو' یہاں پر شراب حرام بھی ہو اور پھر اس پر ہم ٹیکس بھی لگائیں' ٹیکس جمع بھی کریں اور ڈیمانڈ بھی پوری کریں اس کا اخلاقی قانونی اور مذہبی طور پر کوئی جواز نہیں ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ منشیات پر

آبکاری کا ٹیکس ہے اور زکوٰۃ کا collector بھی ٹیکس ہی وصول کرتا ہے۔ لیکن دونوں کی روح میں فرق ہے۔ زکوٰۃ کی collection کے لیے religious sanctity ہے۔ مذہبی طور پر اس کو ایک احترام اور قدوسیت حاصل ہے۔ اس میں یہاں تک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کلکٹر کو ایک آدمی کے پاس بھیجتے ہیں کہ اس کے پاس سے زکوٰۃ لے کر آؤ۔ جب وہ جاتا ہے تو وہ ان کو ایک اونٹنی پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تو منع کیا ہے۔ اس کو تو میں لے ہی نہیں سکتا۔ وہ خود اپنی خوشی کے ساتھ پیش کر رہا ہے۔ بکری کا بچہ پیش کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ حضور نے اس سے منع کیا ہے۔ اس کو میں نہیں لیتا۔ اگر تمہاری اپنی خوشی ہے تو خود حضور کریم کے پاس لے جاؤ۔ وہ اپنی اونٹنی پر اپنی بکری کو لاد کر حضور کے پاس جا کر کہتا ہے کہ میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں۔ آپ نے خوشی سے قبول کر لیا۔ لیکن یہاں پر یہ حال ہے کہ شراب کے نام پر ٹیکس بھی لیا جائے اور اس کے اندر بھی کرپشن کی جائے۔ اس میں رشوت بھی لی جائے۔ اس کا کہاں پہ اخلاقی جواز ہو گا اور کہاں اس کا لیگل سٹیٹس ہو گا۔ اس کے متعلق آپ سوچ سکتے ہیں اور یہ پورا ایوان سوچ سکتا ہے۔

جناب سپیکر! جس بات پر میں زور دے رہا تھا کہ زکوٰۃ کے کلکٹر کی ایک ذہنیت ہے۔ اس کی religious sanctity ہے۔ اس کے ذہن میں عبادت کا تصور ہے۔ لیکن شراب کے ٹیکس کلکٹر کے ذہن میں یہ بات ہے کہ ہے تو حرام ہی اس سے میں بھی پیٹ بھر لوں اور دوسرے بھی پیٹ بھر لیں۔ اس کے لیے جتنی تقرری کر لی جائے۔ اس کے لیے جتنے سائنٹے بنا لیے جائیں۔ حرام کی وصولی والا حرام کاری کرے گا۔ اس کو آپ نہیں روک سکتے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارے دوست شاہ صاحب نے یہ بات فرمائی تھی کہ آبکاری ٹیکس میں 90 فیصد ٹیکس شراب پر ہے۔ اس کے علاوہ باقی اور بھی مدات ہیں۔ مثلاً بنکوں کے چیکوں پر، اشتہارات پر، اور دیگر ذرائع پر بھی ہے۔ بنکوں کے چیکوں پر 5 لاکھ ہے۔ اشتہارات پر ڈیوٹی 12 لاکھ ہے اور دیگر وسائل یعنی سینما وغیرہ پر 50 ہزار ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ گاڑیوں پر جو ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ اس کے اندر جو کرپشن ہو رہی ہے۔ نمبر دو گاڑیوں کی جو پلیٹیں بن رہی ہیں۔ جو نمبر دو گاڑیاں پاکستان میں چل رہی ہیں۔ اس میں محکمہ آبکاری والے کس پر احسان کر رہے ہیں۔ وہی گاڑیاں دہشت گردوں کو ملتی ہیں، وہی گاڑیاں ڈاکوؤں کے پاس ہوتی ہیں اور وہی گاڑیاں ان فیوڈل لارڈز اور وزراء کے عزیزوں کے پاس ہوتی ہیں جو ان گاڑیوں کے نمبر غلط استعمال

کر کے ان کی ڈیوٹی ادا نہ کر کے اور ان کا کسٹم ادا نہ کر کے اس قوم پر ظلم کرتے ہیں، صوبہ پنجاب پر ظلم کرتے ہیں اور اپنی ذات پر ظلم کرتے ہیں۔ جب پکڑے جاتے ہیں تو اس وقت ان کی حالت دیدنی ہوتی ہے کہ وہ کتنا زیادہ ظلم کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ان سب باتوں کے باوجود جو یہ ٹیکس collection ہوتی ہے اس پہ کرپشن، افسران کی نااہلی، ان افسران کے اثاثے اور ان کے ذاتی بنک بیلنس میں اضافے کا جو ذریعہ بنتی ہے۔ اس پہ آپ کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ وہ آپ کا povincial excise tax پورا کریں گے۔ اس کو ٹھیک طور پر خرچ کریں گے اور اس کو ٹھیک طور پر خرچ کر کے آپ کے پنجاب کے عوام کی خوشحالی اور اپنے محکمے کی خوشحالی کے لیے کام کریں گے۔ اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ آپ نے اس کے لیے رقم جو پانچ کروڑ 96 لاکھ روپے 23 ہزار روپے کا مطالبہ کیا ہے اس کو ایوان منظور نہ کرے۔ اس کو کم کرے اور کم کر کے ایک روپیہ کرے۔ اس کا مذہبی طور پر بھی جواز ہے، اخلاقی طور پر بھی جواز ہے اور economic point of view سے بھی جواز ہے کہ اس کو ایک روپیہ کر کے آپ صوبہ پنجاب پر رحم کریں گے، اس پر احسان کریں گے اور ان غریبوں کی خوشحالی کا راستہ کھولیں گے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلے سپیکر ہیں خواجہ محمد اسلام! وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اب اس کے بارے میں وزیر متعلقہ بات کریں گے۔ جی، وزیر قانون۔

خواجہ ریاض محمود، آپ نے متعلقہ وزیر کا نام پکارا ہے۔ اور متعلقہ وزیر تشریف نہیں رکھتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آج آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز نظر آتا ہے۔ لیکن آپ سیٹ پر نہیں ہیں۔ اس لیے میں آج آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ آپ اپنی سیٹ پر جائز بات نہیں کرتے۔ جب اور سیٹ پر ہوتے ہیں پھر آپ صحیح بات کرتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! آپ بہانہ ڈھونڈ رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلے سپیکر خواجہ محمد اسلام صاحب ہیں۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اب اس پر متعلقہ وزیر بات کریں گے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس پر میں بات کروں گا۔۔۔

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! آپ نے اس بارے میں متعلقہ وزیر کو بات کرنے کے لیے کہا ہے جبکہ وہ ہاؤس میں تشریف نہیں رکھتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خواجہ صاحب! آج آپ کا point جائز نظر آتا ہے لیکن آپ اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔ اس لیے میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ آپ اپنی سیٹ پر جائز بات نہیں کرتے جب کسی اور سیٹ پر ہوتے ہیں تو پھر آپ صحیح بات کرتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود: یہ تو آپ بہانہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ میں اپنی سیٹ پر چلا جاتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خواجہ صاحب کا point جائز ہے کہ متعلقہ وزیر کہاں ہیں؟

وزیر قانون: جناب والا! یہ ایک joint responsibility ہے اور میں اس پر جواب دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ مجھے آج لابی میں ملے تو تھے۔ شاید ان کی طبیعت ناساز ہو گئی ہے۔ خواجہ صاحب! آپ کی بات معقول تھی لیکن وزیر متعلقہ موجود نہیں ہیں اس لیے وزیر قانون اس پر بات کریں گے۔

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ وزیر متعلقہ کس طرح یہاں پر آسکتے ہیں۔ یہ پرل کانٹی نینٹل ہوٹل، آواری ہوٹل، فلیٹیز ہوٹل میں رات کو لائنیں لگی ہوتی ہیں، رات کو شراب سرکاری اہلکاروں کی موجودگی میں بکتی ہے۔ وزیر متعلقہ یہاں پر کیا آ کر جواب دیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: خواجہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! تحریک کٹوتی کے ذریعے تجویز کیا گیا ہے کہ صوبائی آب کاری کے بجٹ مبلغ 5 کروڑ 96 لاکھ 23 ہزار روپے کی رقم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے کیونکہ حکومت صوبائی محاصل کو صحیح طور پر وصول کرنے میں ناکام رہی ہے۔ یہ کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے۔ جب کہ اصل صورت حال یہ ہے کہ جیسے ادھر شاہ صاحب نے بھی فرمایا تھا کہ یہ محکمہ ایکسائز نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے اور کسی طریقے سے بھی اس کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس محکمے کی مجموعی کارکردگی پچھلے چند سالوں میں بے حد تسلی بخش رہی ہے۔ بجٹ کے موقع پر متعدد دفعہ اس کی تعریف کی جاتی رہی ہے۔ موجودہ مالی سال اور اگلے مالی سال میں حکومت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ تمام صوبائی محاصل کی مناسب تشخیص اور بروقت وصولی کا نظام مزید بہتر بنایا جا سکے۔ محکمہ ایکسائز اپنے

محاصل کی وصولی کے علاوہ مرکزی حکومت کی طرف سے عائد کردہ Capital value tax اور ایڈوانس انکم ٹیکس بھی وصول کرتا ہے۔ اس وصولی کے علاوہ شہروں اور قصبوں میں محکمہ ایکسائز منشیات کی روک تھام اور دیگر اداروں کا ہاتھ بھی بٹاتا ہے۔ جناب والا! یہاں پر منشیات اور Narcotics کا ذکر کیا گیا ہے یہ ایک لعنت ہمیں ضیاء الحق کے سیاہ دور میں ملی ہے۔ موجودہ حکومت کوشش کر رہی ہے کہ اس سیاہ کاری سے جتنی بھی نجات حاصل کی جاسکتی ہے وہ کی جائے اور اس کے لیے مہمات چلائی جا رہی ہیں۔ جناب والا! international borders or inter provincial borders پر Anti-Narcotics Board کی force کام کرتی ہے، کسٹم والے کام کرتے ہیں، رینجرز والے ڈیوٹی دیتے ہیں اور اس کے علاوہ Coastal Guards بھی ڈیوٹی دیتے ہیں۔ اسی طرح صوبے کے اندر شہروں، دیہاتوں اور قصبوں میں منشیات کو روکنے کے لیے پولیس اور ایکسائز کے محکمے کام کرتے ہیں۔ پچھلے گیارہ مہینوں میں 4 ہزار مقدمات محکمہ ایکسائز نے منشیات کے خلاف درج کیے، اسی طرح 17 ہزار مقدمات پولیس نے منشیات کے خلاف درج کیے۔ اس لیے جہاں تک منشیات کی روک تھام کا تعلق ہے اس میں بھی یہ محکمہ پوری طرح سے کام کر رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اسے مزید effective بنایا جائے گا۔ موجودہ مالی سال کے پہلے گیارہ مہینوں میں محکمے کی کارکردگی پچھلے سال کے مقابلے یہ رہی کہ اس نے 11 کروڑ روپے زائد موصول کیے ہیں یعنی گیارہ ماہ میں اس نے جو محاصل وصول کیے ہیں وہ گزشتہ سال سے 11 کروڑ روپے زیادہ ہیں۔ یہ اس کی کارکردگی ہے جو پچھلے سالوں کی نسبت بہتر ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس سے بھی بہتر تر ہو گی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس لیے یہ جو کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے اسے مسترد کیا جائے اور اس ڈیمانڈ کو منظور کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ،

"5 کروڑ 96 لاکھ 23 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 3 صوبائی آبکاری کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے"۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 5 کروڑ 96 لاکھ 23 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنے پڑیں گے "۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 21

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر خزانہ اب مطالبہ زر نمبر 21 پیش کریں گے۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"ایک رقم جو 15 کروڑ 71 لاکھ 16 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے "۔

جناب ڈپٹی سپیکر یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

"ایک رقم جو 15 کروڑ 71 لاکھ 16 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے "۔

MR. SHAHID RIAZ SATI: I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر : اب شاہد ریاض ستی صاحب اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں گے۔ جی شاہد ریاض ستی صاحب۔

جناب شاہد ریاض ستی : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"15 کروڑ 71 لاکھ 16 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 21 ' امداد باہمی کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے "۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

"15 کروڑ 71 لاکھ 16 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 21 ' امداد باہمی کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے "۔

وزیر خزانہ : جناب I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر : جی شاہد ریاض ستی صاحب ! اب آپ تقریر کریں۔

جناب شاہد ریاض ستی : جناب سپیکر ! میں نے جس تحریک کے سلسلے میں آج تخفیف کی تحریک پیش کی ہے میں اس میں دونوں اطراف کو justify کروں گا کہ Cooperatives کے ادارے نے میرے اس صوبہ پنجاب کے معصوم لوگوں کا خون چوسا ہے اور وہی ادارہ ان کے taxes کی رقم مانگ رہا ہے ' ڈیمانڈ کر رہا ہے ۔جناب والا ! ایسے اداروں سے بہت سے ممالک میں انقلاب آیا ہے اور ترقی ہوئی ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک میں جو ادارہ بنتا ہے وہ اس ادارے کو بھی تباہ کرتا ہے اور عوام کو بھی تباہ کرتا ہے۔ جناب والا ! ہماری عوام نے اس ادارے سے توقعات وابستہ کیں اور اس میں اپنی رقوم امانت کے طور پر دیں تا کہ اس ملک میں بے روزگاری کا مسئلہ ختم ہو اور اس ملک میں ترقی ہو ۔ لیکن جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ اس ادارے کی اور اس ادارے کے کارندوں کی ملی بھگت سے غریب ' نادار ' بیوہ ' پنشنرز کی رقم لوٹ لی گئی ۔جناب والا ! اب جو لوگ موجودہ سرکاری بنچز پر بیٹھے ہیں انھوں نے الیکشن میں اس لوٹی ہوئی رقم کو slogan بنایا کہ جب ہماری حکومت آئے گی تو جو لوگ ہماری support کریں گے ہم انشاء اللہ ان کی لوٹی ہوئی رقم انھیں واپس دلائیں گے لیکن برسر اقتدار آ کر یہ لوگ اس کو بھول گئے ۔آج وہ لوگ ' وہ بیوائیں ' وہ یتیم ' وہ بے سہارا لوگ ' وہ پنشنرز سب ان کے لیے بد دعائیں کر رہے ہیں ۔جناب والا ! وزیر اعظم پاکستان نے ٹیلی ویژن پر یہ وعدہ کیا کہ جو لوٹی ہوئی رقم ہے اس کو مرحلہ وار پروگرام کے تحت متاثرہ لوگوں کو واپس دلائیں گے لیکن آپ کے سامنے ہے کہ آج تک کتنی رقم واپس دلائی گئی ہے؟ جناب والا! اس کے علاوہ وہ جو properties تھیں جو لوگوں کی امانتیں تھیں ان کے ساتھ اس موجودہ حکومت نے جو حشر کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے جس کی زندہ مثال لاہور کا انٹرنیشنل ہوٹل ہے جسے مرکزی حکومت نے عوامی مرکز کے لیے خریدا لیکن آج تک اس کی رقم ان متاثرہ لوگوں کو ادا نہیں کی گئی ۔جناب والا ! کوآپریٹو کو لوٹنے کی جو ابتدا کی گئی ـــــــ

وزیر مواصلات و تعمیرات (سردار سکندر حیات خان)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار سکندر حیات خان پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب سپیکر! میں جناب کی اجازت سے واضح طور پر یہ correction بتانا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی ستی صاحب جو بات کر رہے ہیں وہ سنٹرل کوآپریٹو کی بات کر رہے ہیں۔ ابھی جس کوآپریٹو کی کٹ موشن ہے اس کے تحت یہ subject نہیں آتا۔ جس کوآپریٹو کی وہ بات کر رہے ہیں کہ ان کے پیسے واپس دیے جائیں گے۔تو That is a Central subject.

جناب ڈپٹی سپیکر، ریاض ستی صاحب میں آپ کی رول 116 کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ آپ کی جو کٹ موشن ہے کہ کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے یہ disapproval of the Policy cut ہے رول 116 میں واضح طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ،

> A member giving notice of such a motion shall indicate in precise term the particular of the policy which he proposes to discuss

جو آپ نے وہاں propose کیا ہے آپ اس پر کر سکتے ہیں The discussion shall be confined to the specific point or points mentioned in the notice آپ نے نوٹس میں جو پوائنٹ دیے ہوئے ہیں اس پر discussion کر سکتے ہیں And it shall be opened to Member to advocate an alternative policy. یا آپ alternative پالیسی دے سکتے ہیں لیکن آپ جو بات کر رہے ہیں وہ ایک other matter ہے تو kindly اپنے آپ کو ذرا اس کے اندر رکھیں۔مہربانی

جناب شاہد ریاض ستی، جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی دکھتی ہوئی رگ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ رگ نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ آپ بجٹ پر تقریر کر رہے ہیں۔

جناب شاہد ریاض ستی، جناب والا! میں اسی طرف آ رہا ہوں کہ وزیر موصوف نے بھی اس کو oppose کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ مرکزی معاملہ ہے جو کوآپریٹو تھی وہ سارے صوبے کے لیے تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیں میری بات سن لیں۔ میں چاہتا ہوں کہ کم از کم جو کٹ موشن دی جاتی

ہے فاضل رکن کو اس کے اندر رہنا چاہیے اور اس کے علم میں ہونا چاہیے کہ میں نے اس دائرہ کے اندر رہتے ہوئے بات کرنی ہے۔ یہ کھلا دائرہ نہیں ہے بجٹ پر عام بحث کی طرح آپ کی مرضی نہیں ہے کہ جس طرح چاہیں یہاں پر تقریر کریں۔ مہربانی

جناب شاہد ریاض ستی ، شکریہ۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس کوآپریٹو کو لوٹنے کی شروعات آزاد کشمیر سے شروع کی گئی تھیں آج وہی لوگ پیپلز پارٹی آزاد کشمیر کے صدر ہیں جن کے آباؤ اجداد نے یہ شروعات کی تھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اس کا اس پالیسی سے کیا تعلق ہے ؟

جناب شاہد ریاض ستی ، جناب والا ! میرا جو subject ہے میں اسی طرف آتا ہوں ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کے سامنے تین چار دوستوں نے تقاریر بھی کی ہیں انھوں نے اپنے دائرے کے اندر رہتے ہوئے کٹ موشن پر بات کی ہے۔

جناب شاہد ریاض ستی ، جناب والا ! میں اسی طرف آ رہا ہوں۔ جناب والا ! اگر اس ادارے کے انتظام کو ٹھیک ٹھاک طریقے سے چلایا جاتا کوآپریٹو کی جو properties تھیں اگر ان کو ٹھیک طریقے سے handle کیا جاتا ان کو develop کیا جاتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ متاثرین کو رقم واپس نہ ملتی۔ جناب والا ! لوٹ کھسوٹ کے بعد جو باقی ماندہ properties بچی ہیں اگر آج بھی ان کا ٹھیک انتظام کیا جائے اور ان زمینوں کو اچھے طریقے سے develop کیا جائے اور جو شہروں میں پلاٹس ہیں ان پر پلازے تعمیر کیے جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ متاثرین کو رقم واپس مل سکتی ہے۔ جناب والا ! یہ genuine مسئلہ ہے اس لیے میں اس کی تھوڑی سی تاریخ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس ادارے نے لوگوں کو بہت لوٹا ہے اور لوگوں کا استحصال کیا ہے۔ جناب والا ! وزیر اعظم صاحبہ نے لوگوں سے جو وعدہ کیا تھا امید ہے کہ سرکاری بنچز والے ان کو وہ وعدہ یاد دلائیں گے اور کوشش کریں گے کہ متاثرین کی رقوم ان کو واپس مل سکیں۔ جناب والا ! آج بھی صوبے میں با اثر شخصیات جن کا حکومت سے تعلق ہے وہ کوآپریٹو کی وہی گاڑیاں جن کی رقم متاثرین کو ملنی چاہیے تھی وہ اونے پونے داموں میں خرید کر اس صوبے میں رجسٹرڈ کرا کر چلا رہے ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ ان گاڑیوں کو بھی واپس confiscate کرے اور ان کی نیلامی کرے اور متاثرین کی رقم انھیں واپس کرائے۔ جناب والا! کوآپریٹو کا میرے حلقہ سے بھی بڑا تعلق ہے ہمارے ہاں گزارہ فارسٹ ڈویژن سے جس کو کوآپریٹو

ایکٹ کے تحت جو پرائیویٹ پراپرٹی ہے اور اس کے جنگلات کا انتظام' گندا بیروزہ کا جتنا انتظام تھا اسے خریدنا' بیچنا اور اس کے بجٹ کی تیاری اور جو ترقیاتی اخراجات کیے جاتے تھے یعنی پورا بجٹ عوام کے منتخب نمائندے کرتے تھے لیکن 1993ء کے الیکشن کے بعد اس سارے سسٹم کو تباہ کر دیا گیا اور اس کو ڈپٹی کمشنر کے زیر انتظام چلایا جا رہا ہے اور جو کروڑوں روپے عوام کا right ہے حکومت اسے سلب کیے ہوئے ہے اور اس کا ناجائز استعمال ہو رہا ہے انتظامیہ اس کو اپنی مرضی سے استعمال کر رہی ہے۔ جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ اس سے نہ صرف میرے علاقے کے بلکہ پوری تین تحصیلوں کے لوگوں کے بنیادی rights سلب کیے گئے ہیں۔ ایک مری کی تحصیل ہے کہوٹہ کی تحصیل ہے اور کوٹلی ستیاں کی تحصیل ہے ان میں باقاعدہ ویلج سوسائٹیز بھی کوآپریٹو ایکٹ کے تحت تھیں اور یونین کونسل کی سطح پر نمائندے تھے اور ڈپٹی کمشنر ان کا چیئرمین تھا coordination کے ذریعے تمام بجٹ بنتا تھا اور ان کے ترقیاتی کاموں کے لیے استعمال ہوتا تھا لیکن آج سارا بجٹ انتظامیہ کی عیاشیوں پر صرف ہو رہا ہے۔ جناب والا! اس کو چلانے کے لیے 97-1996ء میں نونل 15 کروڑ' 71 لاکھ' 16 ہزار روپے کی ڈیمانڈ کی گئی ہے۔ جو 96-1995ء میں 14 کروڑ' 42 لاکھ' 31 ہزار ایک سو روپیہ تھی اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اس کو اس قدر کیوں بڑھا دیا گیا ہے؟ جناب والا! ہمیں اس ادارے کی کوئی کارکردگی ایسی نظر نہیں آتی جس کی بنا پر ہم یہ کہیں کہ اس ادارے کو مزید فنڈز دیئے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی اور مختلف مدیں ہیں جس کے لیے حکومت نے ڈیمانڈ کی ہے۔ اس میں direction ہے سپرنٹنڈنٹس ہے' کوآپریٹو ٹریننگ انسٹی ٹیوٹس ہیں' کوآپریٹو ٹریننگ کالج ہے اور ٹریننگ سنٹرز ہیں جن کے لیے انہوں نے رقوم کا مطالبہ کیا ہے۔ اس میں direction کی ایک مد ہے جس کے لیے 18 لاکھ 87 ہزار روپے افسروں کی فوج ظفر موج ہے اس کی تنخواہوں کے لیے مانگا ہے اور باقی مدیں اس کے علاوہ ہیں۔ اسی طرح سٹاف کے لیے انہیں 37 لاکھ 18 ہزار روپے درکار ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ساری رقم زیاں ہے۔ کیونکہ ان کی کارکردگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ہاؤس رینٹ اور الاؤنسز جیسے ڈریس الاؤنس میڈیکل الاؤنس وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ٹریولنگ الاؤنس کی ایک مد میں 3 لاکھ 55 ہزار روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اسی مد میں یوٹیلٹی یعنی بجلی اور دوسرے بل وغیرہ کے لیے ایک لاکھ 92 ہزار روپے کی ڈیمانڈز کی ہیں۔ ایک بات جو انہوں نے بجٹ میں لکھی ہے وہ مجھے سمجھ نہیں آئی others کا ایک لفظ لکھا ہوا ہے لیکن اس کی تفصیل نہیں ہے کہ

یہ پیسہ کہاں پر خرچ ہو گا اس میں جناب والا! انہوں نے 32 ہزار روپے کی ڈیمانڈ کی ہے۔ جناب والا! کوآپریٹو ٹریننگ انسٹی ٹیوٹس اور کالج کے لیے 96-1995ء میں ایک لاکھ 28 ہزار 8 سو روپے انسپکٹروں کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ پہلے انہوں نے چار انسپکٹر رکھے تھے اور اس سال 21 انسپکٹر وہاں پر بھرتی کیے گئے ہیں اور اس کے لیے 7 لاکھ 71 ہزار روپے کی ڈیمانڈ رکھی گئی ہے۔ اسی مد میں نائب قاصد جو کہ اس انسٹیٹیوٹ میں تیرہ تھے اس سال ان کو بڑھا کر تیس کر دیا ہے۔ پچھلے سال ان کی ڈیمانڈ 2 لاکھ 71 ہزار روپے اور اس سال 6 لاکھ 28 ہزار روپے کی خطیر رقم انہوں نے اس سلسلے میں رکھی ہے۔ جناب والا! یہ سب کچھ سیاسی رشوت کے طور پر استعمال ہو رہا ہے اور اس سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔ لہذا میری استدعا ہے کہ اس ادارے نے عوام کے لیے پنجاب کی بہتری کے لیے بھی کوئی کام نہیں کیا اور جس مقصد کے لیے یہ ادارہ بنایا گیا تھا اس مقصد پر کبھی یہ پورا نہیں اترا لہذا اس بجٹ کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ۔ جناب ارشد عمران سہری ۔ جناب عمران مسعود صاحب ' خواجہ محمد اسلام (یہ صاحبان تشریف نہیں رکھتے) اب وزیر متعلقہ اس پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے ۔

مشیر وزیر اعلیٰ (سید حسین جہانیاں گردیزی): جناب سپیکر ! فاضل ممبر نے کٹوتی کی جو تحریک پیش کی ہے۔ محکمہ امداد باہمی کے لیے ڈیمانڈ 15 کروڑ 71 لاکھ اور 16 ہزار روپے کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔ جناب والا! اس سلسلے میں انہوں نے arguments دیے ہیں ان میں سب سے پہلی بات یہ کی ہے کہ کوآپریٹو اداروں نے لوگوں کا خون چوسا۔ میں ریکارڈ کی درستی کے لیے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کوآپریٹو ادارے نے کبھی کسی شکل میں عوام کا خون نہیں چوسا بلکہ کوآپریٹو موومنٹ کو فروغ دینے کے لیے ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ اگر ان کا اشارہ ان کی طرف ہے جن لوگوں نے اس وقت کے حکمرانوں سے ملی بھگت کر کے کوآپریٹو سوسائٹیاں رجسٹرڈ کروائیں اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کے اندر غیر قانونی بنکنگ کرتے رہے اور وہ غیر قانونی بنکنگ میں اس وقت کے حکمرانوں کا intrest شامل تھا اس لیے اس غیر قانونی بنکنگ کو نہ روکا گیا۔ جس کے نتیجے میں ultimately کوآپریٹو scam ہوا scam ہونے کے بعد بھی اس ادارے نے ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ آج بھی recovery جس کی ذمہ داری کوآپریٹو ادارے پر عائد ہے ' جن لوگوں سے وصولی کرنی تھی یہ تقریباً 87 کروڑ روپے تھی جو اس محکمے کے ذمہ لگائی گئی اس میں سے 12 کروڑ روپے محکمہ اب تک recover کر چکا ہے اور باقی ماندہ رقم

کی recovery کے لیے محکمہ اپنی کوشش جاری رکھے ہوئے ہے۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی بتاتا چلوں' ان لوگوں کی بات کرتا چلوں جن کی رقوم لوٹی گئیں جس حکومت میں وہ رقوم لوٹی گئی تھیں اسی حکومت نے یہاں پر کوآپریو بورڈ برائے لیکوڈیشن بنایا تھا جو کہ ایک خود مختار ادارہ ہے اور اس وقت یہ خود مختار ادارہ بھی اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے بنایا گیا۔ جس کو بعد میں اس حکومت نے' پی ڈی ایف کی حکومت نے اس کو independent کرنے کے لیے اس کا چیئرمین ہائی کورٹ کا جج مقرر کیا تاکہ یہ بورڈ آزادانہ طور پر اپنا کام سرانجام دے سکے۔

جناب والا! میرے فاضل دوست نے آزادکشمیر کے بارے میں بھی کچھ بات کی میں ان کو ریکارڈ کی درستی کے لیے یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آزاد کشمیر کا کوآپریو ادارہ اگر اچھا یا برا کوئی بھی کام کرتا ہے اس کے نہ تو اچھے کام کا کریڈیٹ پنجاب کے کوآپریو کے محکمے کو ملے گا اور نہ ہی ان کی کم کار کردگی کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب کوآپریو ڈیپارٹمنٹ کی رقم کی تخفیف کر دی جائے۔ جناب والا! یہاں پر ماضی میں تو یہ بھی ہوتا چلا آیا ہے کہ ایک کوآپریو سوسائٹی' ماڈل ٹاؤن کوآپریو سوسائٹی کی 72 کنال زمین پر با اثر لوگوں نے قبضہ کر لیا جو پی ڈی ایف کی حکومت نے آ کر واگزار کروا کر کوآپریو سوسائٹی کو واپس کروائی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! کوآپریو کا ادارہ اس وقت پنجاب کے غریب کاشت کاروں کو پنجاب کے 12 ایکڑ سے کم اراضی والے زمینداروں کو 4 ارب روپے کا سالانہ قرضہ مہیا کر رہا ہے۔ جب کہ ایگریکلچر سیکٹر کی contribution 25 فیصد سے زیادہ ہے اور ایگریکلچر سیکٹر کے لیے credit allocation جی این پی کی ratio سے اگر کمرشل سیکٹر سے compare کی جائے تو کہیں کم ہے اور یہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے کوآپریو کا ہی ادارہ ہے جو 4 ارب روپے سالانہ آسان قسطوں پر short term loan ان کاشتکاروں کو جو چھوٹی چھوٹی ہولڈنگ والے یا uneconomical holdings والے کاشت کار ہیں ان کو قرضہ دے کر کھاد بیج' ادویات کے حصول کے لیے سہولت مہیا کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے آج ہمارا ایگریکلچر production میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ یہاں کوآپریو ادارہ' کوآپریو movement کی تعلیم اور ٹریننگ لوگوں میں economic democracy کی spirit اجاگر کرنے کے لیے اپنے ایجوکیشن ونگ کے ذریعے ایک نہایت مؤثر کردار ادا کر رہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کوآپریو ادارے کی بدولت مختلف کوآپریو سوسائٹیز جو ہاؤسنگ سوسائٹیز ہیں وہ عوام کو' لوگوں کو سستے مکانات کے حصول کے

لیے سستے پلاٹ develop کر کے مہیا کر رہی ہیں۔ جس سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ اسی کوآپریٹو ادارے کی ہی بدولت جو باقی رول کوآپریٹو movement کے ذمہ ہیں وہ یہ ادا کر رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ڈوبی ہوئی رقوم کی recovery بھی یہی کوآپریٹو ادارہ ہی کر رہا ہے۔ یہاں پر میں یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ یہ رقم، جس میں پچھلے سال سے اضافہ کیا گیا ہے اس کی بنیاد تنخواہوں میں اضافہ ہے۔ میرے فاضل دوست نے اپنی تقریر میں بھی جس کا ذکر کیا ہے کہ تنخواہوں اور الاؤنسز میں یہ اضافہ ہے۔ یہ کسی ایسے کام وجہ سے نہیں کیا گیا جس کو justify نہ کیا جا سکے یا جس کی economic viability کو یہاں پر debate میں لایا جاسکے۔ لہذا میری استدعا ہے کہ اس رقم پر کسی قسم کی کوئی کٹوتی نہ لگائی جائے اور اس رقم کو من و عن منظور کر لیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ اب سوال یہ کہ،

"15 کروڑ 71 لاکھ 16 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 21 امداد باہمی کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

تحریک نامنظور ہوئی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 15 کروڑ 71 لاکھ 16 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے"۔

مطالبہ زر منظور ہوا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 22

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 22 پیش کریں گے۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والی مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ صنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

"ایک رقم جو 14 کروڑ 64 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ صنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے"۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مطالبہ زر نمبر 22 میں تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے ہے جناب حاجی مقصود احمد بٹ ' جناب محمد اسلام ' ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ' سید ظفر علی شاہ ' حاجی سعید احمد انصاری ' جناب ایس اے حمید ' جناب عبدالرؤف مغل ' حاجی غلام صابر انصاری جناب عثمان ابراہیم اور راجہ سلطان عظمت۔ تو حاجی مقصود احمد بٹ تخفیف کی تحریک پیش کریں گے۔ جناب حاجی مقصود احمد تشریف نہیں رکھتے۔ تو پھر اگلے مقرر خواجہ محمد اسلام وہ بھی تشریف نہیں رکھتے تو اگلے ہیں ڈاکٹر محمد شفیق چودھری۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب سپیکر! میں نے جو تحریک پیش کی ہے کہ محکمہ صنعت کے بجٹ کو ایک روپے تک محدود کر دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محکمہ سفید ہاتھی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ نے ابھی یہ اپنی تحریک move کرنی ہے۔ آپ اس کو move کریں گے پھر میں پڑھوں گا پھر آپ اس پر بولیں گے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"مطالبہ نمبر 22 کے تحت 14 کروڑ 64 لاکھ روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 22 برائے صنعتیں کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

"14 کروڑ 64 لاکھ روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 22 صنعتیں کو کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے"۔

وزیر خزانہ: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی اپوز کرتے ہیں۔ اب آپ اس پر اپنا اظہار خیال کریں۔ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! میں نے جو تحریک پیش کی ہے کہ اس مطالبہ زر کو ایک روپے تک محدود کر دیا جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: خاموشی اختیار کیجیے I call the House to order

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: صنعتوں کا محکمہ بے کار محکمہ ہے اس کے ذریعے سے تین عدد parasite وزیر پیدا کیے گئے ہیں اس کے علاوہ ہم نے پنجاب کو کچھ نہیں دیا۔ اور ماشاء اللہ جو وزراء دیے گئے وہ صنعتوں کے حروف ابجد سے بھی نا آشنا ہیں۔ اگر حکومت کے تین وزراء نے اس محکمے کی وزارت کی کوکھ سے جنم لینا ہی تھا تو ان کو پیسے ویسے دے کر بھی فارغ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ پنجاب کے 7 کروڑ عوام پر تین طفیلی وزیروں اور اس کے ساتھ کئی سینکڑوں اور مفت خوروں کی فوج ظفر موج کو موقع دیا جائے۔ جناب والا! صنعتوں کا بنیادی کام یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی ملک کے رہنے والے شہریوں کی ضروریات کو پورا کریں، بے کاری کو ختم کریں اور وہاں پر سرمایہ کاری کے عمل کو تیز کریں۔ لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے وزراء کے job تو پیدا کیے جا رہے ہیں لیکن صنعت کاری کا عمل بالکل بند کر دیا گیا ہے۔ اس وقت ملک میں نئی صنعتیں نہیں لگ رہیں اور اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ حکومت کی صنعتی پالیسی 100 % ناکام ہے۔ میں یہاں اعداد و شمار کے حوالے سے عرض کروں گا کہ 1960ء کی دہائی میں یہاں پر صنعتوں میں 12 فیصد کے حساب سے افزائش ہوئی اور اس کے بعد یہ عمل 8 فیصد 7 فیصد تک رہا۔ لیکن 95-1994ء کے دوران صرف 0.5 فیصد صنعتوں میں اضافہ ہوا۔ اور گزشتہ سال 96-1995ء صرف 1.5 فیصد کا اضافہ ہوا۔ جبکہ ہماری آبادی میں حکومت کے مطابق سالانہ آبادی میں اضافہ 3 فیصد ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ٹوٹل deficit میں جا رہے ہیں۔ جناب والا! جس ملک کے اندر صنعتیں نہیں لگیں گی جہاں پر صنعتی عمل آگے نہیں بڑھے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس ملک کے اندر نہ صرف مہنگائی ہوگی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ایکسپورٹس بھی کم ہوں گی۔ اور جب

ایکسپورٹس کم ہوں گے تو ہمارا تجارتی خسارہ بھی بڑھے گا۔ اور اس کا ثبوت اس وقت موجود ہے۔ اس وقت ہماری ایکسپورٹس آٹھ بلین کے قریب ہیں لیکن امپورٹس 11.5 کے قریب ہیں اور اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہماری صنعتی لاگت بڑھ چکی ہے اور صنعتی لاگت کے بڑھنے کی وجہ سے ہماری ایکسپورٹس نہیں ہو رہیں جس کے اندر سب سے بڑی چیز حضور والا! جو میں عرض کروں گا کہ بجلی کی مہنگائی ہے۔ دو سال پہلے بجلی کا فی یونٹ دو روپے بارہ پیسے تھا اب چار روپے ہے اس کے بعد گیس کے اندر ہم نے پچاس فی صد اضافہ کیا ہے۔ فرنس آئل کے اندر recently ہم نے تینتیس فی صد اضافہ کر دیا ہے ہماری bank borrowing بیس سے بائیس فی صد ہے اور اس کے علاوہ recently جو فیڈرل گورنمنٹ نے نئے تحفے دیے ہیں اس کے تحت کوآپریٹو ایمپلائیز کے تمام الاؤنسز پہ بھی ٹیکس لگا دیا ہے اور ہر روز کی devaluation سے بھی ہماری صنعتیں بری طرح متاثر ہو رہی ہیں۔ جناب والا! ہماری انڈسٹریل پالیسی صرف اور صرف self-oriented ہوتی ہے چند لوگوں کو فائدہ دینے کے لیے ہوتی ہے اور جب حکومت ناراض یا تبدیل ہو جاتی ہے تو اس کو 180 degree پر mould کیا جاتا ہے تو اب یہ ہوا ہے کہ نئے فیڈرل بجٹ کے اندر کیونکہ اس محکمے کا یہاں تو فائدہ ہی نہیں ہے میں تو سرے سے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس کو ایک روپیہ کر دیا جائے کہ ان کے ہاتھ میں ہی کچھ نہیں۔ نہ ہی یہ کچھ sanction کر سکتے ہیں نہ یہ کچھ دے سکتے ہیں نہ یہ کچھ لے سکتے ہیں لیکن جہاں پر کچھ ہونا ہے وہاں ہمیں لڑنا چاہیے۔ یونائیٹڈ سٹیٹ جیسے صف اول کے ملک میں وہاں کی سٹیٹ کے گورنرز چند jobs کے لیے بڑی خوف ناک قسم کے منصوبے بناتے ہیں' لڑتے ہیں کہ وہاں job create ہوں لیکن ہماری یہ بدقسمتی ہے کہ ہمارے وزراء کرام' وزیر اعلیٰ جو بھی مرکز میں جاتے ہیں ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کر سکتے اور ڈویلپمنٹ کے لیے بات نہیں کر سکتے۔ پچھلے سال یہ اعلان ہوا تھا کہ ہمارے تین اضلاع ڈی جی خان' بھکر اور رحیم یار خاں کو سپیشل انڈسٹریل سٹیٹ کا سٹیٹس دیا جائے گا وہاں پہ صنعتیں لگیں گی' incentive دیے جائیں گے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس پالیسی کے تحت ایک بھی صنعت نہیں لگی اور اس طرح سے جو بے کاری بڑھ رہی ہے' بے کاری کے نتیجے میں جرائم بڑھ رہے ہیں اور جرائم کے ذریعے سے امن عامہ متاثر ہو رہا ہے تو یہ تمام چیزیں interlinked ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ جب تک ہم آنکھیں کھول کر صحیح طور پر اپنی پالیسی کو وضع نہیں کریں گے اور اس کے لیے سب سے بنیادی چیز بجلی جس کے ساتھ ہم نے مذاق کیا ہے اور ہم نے "شیر پنجاب" کو وہاں پہ بھیجا اس

کے لڑکے کو یہاں وزیر بنایا کہ تمام رشوتیں بھی ہم نے دیں لیکن جب انھیں کوئی ذاتی کام ہوتا ہے جب انھیں کوئی تکلیف ہوتی ہے جب شیر کی دم پہ کوئی پاؤں رکھتا ہے اس وقت انھیں کالا باغ ڈیم یاد آجاتا ہے اس کے بعد وہ بھول جاتے ہیں اور افسوس کی بات یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے کالا باغ کے سلسلے میں فیڈرل گورنمنٹ سے کوئی بات نہیں کی کیونکہ اس سے براہ راست ہم متاثر ہو رہے ہیں اگر وہاں سے کچھ پانی ملنا ہے اس کا فائدہ ہماری زمینوں کو ہونا ہے اور اس کے ذریعے سے بھی ہم نے بے کاری کو کم کرنا ہے لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم نے بجلی پیدا کر کے اپنی صنعتوں کو بچانا ہے' نئے jobs پیدا کرنے ہیں اور اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ بجلی کی پالیسی کے لیے' بجلی کی پیداوار کے لیے ضروری ہے کہ اگر ہم صنعت کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں تو کالا باغ ڈیم لانا ہو گا نہ کہ یہ تھرمل یونٹ۔ جناب والا! تھرمل یونٹس کا بھی یہ حال ہے کہ ہم نے کوٹ ادو پاور ہاؤس بیچ دیا ہے جس کی پیداواری لاگت صرف ایک روپیہ تیس پیسے یا پچیس پیسے آتی ہے۔ اب وہ برطانوی کمپنی کو بیچنے کے بعد ہمیں اسی کمپنی سے سوا دو اڑھائی روپے کے قریب وہی یونٹ ہمیں واپس خریدنا ہو گا اور اس طرح سے ہم نے وہ پاور ہاؤس کوڑیوں کے بھاؤ ان کو دے دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ ہماری صنعتی پالیسی اس انداز میں بننی چاہیے اور صوبے میں ایسی کمیٹی' ایسا کمیشن بنایا جائے جو کہ بے کاری کو کنٹرول کرنے کے لیے تجاویز دے۔ میں دور کی بات نہیں اپنے پڑوسیوں کی بات کر رہا ہوں کہ ہمیں بھارت' بنگلہ دیش' سری لنکا جیسے ممالک سے تمام statistics منگوانی چاہییں اور وہاں کی قیمتیں' وہاں کی پیداواری لاگت کو اپنی پیداواری لاگت کے ساتھ موازنہ کرنا چاہیے کہ وہاں پہ بجلی کس دام مل رہی ہے؟ وہاں پہ فرنس آئل کیسے دیا جا رہا ہے؟ وہاں سٹیل کے دام کیا ہیں؟ اب صورت حال یہ ہے کہ ہماری سٹیل کی انڈسٹری پورے پنجاب کے اندر اس لیے affect ہو رہی ہے کہ اس کے اوپر ایک ایسے شخص کو بٹھایا گیا ہے جو کہ مرد اول کا نامی بھی ہے اور باقاعدہ تمام سٹیل کے ڈیلرز کی ڈیلر شپ کینسل کر کے پہلے ان سے پیسے لیے گئے کہ نئی ڈیلر شپ دی جائے گی اور اس کے بعد جو بھی منافع ہے اس کا ساٹھ فی صد پہلے کراچی میں وصول کیا جاتا ہے پھر ڈیلوری دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں ہماری ڈھلائی کے کارخانے اور جو نئی لوکل مشینیں بنتی ہیں وہ تمام کی تمام مہنگی ہو چکی ہیں اور ان کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ تحقیقات کرا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ bank borrowing کے لیے ہم نعرے تو لگاتے ہیں لیکن جو تھوڑے بہت قرضے سال

انڈسٹریل کارپوریشن ماشاء اللہ جس کے لیے ہم نے وزیر بھرتی کیا ہوا ہے وہاں پہ رشوت کا یہ عالم ہے کہ دس فی صد سے کم پہ لوگوں کو قرضے نہیں دیے جاتے اور یہ کام وہاں کے مقامی بنک بھی کر سکتے ہیں۔ ہر حلقے کے اندر' ہر جگہ پر دیہات میں banks موجود ہیں کوئی بھی بنک خواہ وہ حبیب بنک ہے' مسلم کمرشل بنک ہے وہ بھی مقامی لوگوں کو پانچ دس لاکھ کے قرضے دے سکتے ہیں اور وہ کارروائی بھی پورے طور پر کر سکتے ہیں تاکہ وہاں پر پیسے نہ ڈوبیں اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہوں گا کہ بیمار صنعتوں کے لیے جو کہ یہاں کچھ بیمار کی گئی ہیں' کچھ قدرتی بیمار ہوتی ہیں' کچھ لوگ لوٹ مار کے چکر میں' over invoicing کے چکر میں کرتے ہیں۔لیکن اس کے اوپر بھی کوئی چیک نہیں ہے۔لیکن پنجاب کے اندر sick units کو دوبارہ چالو کرنے کے لیے' ان کی sickness ختم کرنے کے لیے ہمارے انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ نے کچھ نہیں کیا اور اس کے لیے ان کی contribution نہ ہونے کے برابر ہے۔ جناب والا! اس وقت سب سے بڑا بھوت جس نے پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے وہ مہنگائی ہے اور مہنگائی کو ختم کرنے کے لیے پیداوار کو آگے بڑھانا ہو گا کیونکہ جب تک طلب اور رسد کا تناسب ٹھیک نہیں ہو گا اس وقت تک مہنگائی دور نہیں ہو سکتی اور پیداواری عمل تبھی بڑھے گا جب کارخانے بڑھیں گے جب ان کی پیداوار بڑھے گی اور وہ تبھی ہو گا جب ہم سرمایہ کاروں کو جائز ترغیبات دیں گے۔ ناجائز ترغیبات نہ دیں جس طرح کہ گذشتہ میں دی گئیں لیکن اتنی ترغیبات تو دیں کہ ایک شخص جو فیصل آباد میں کارخانہ لگانے کا جو لاہور میں کارخانہ لگانے کا جو ملتان میں کارخانہ لگانے کا اس کے ٹیکسز اور اس کی تمام ترغیبات وہی ہوں جو بھکر' میانوالی' ڈی جی خان کے برابر ہوں گی تو کون شخص ہے جو کہ دور افتادہ اور پسماندہ اضلاع میں جا کر job create کرے گا اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم صحت مند اور سنجیدہ انداز میں ایسی تجاویز دیں جس کے ذریعے سے سرمایہ کاری عمل میں آئے اور ہمارا عمل آگے بڑھے اس کے ساتھ ساتھ حضور والا! سب سے پہلے میں یہ بات کہوں گا کہ ہمیشہ برف پہاڑوں پہ پگھلتی ہے پھر وہ دریاؤں میں آتی ہے پھر نہروں میں آتی ہے پھر پانی کھالوں کے اندر آتا ہے پھر بوٹے بوٹے کو پانی لگتا ہے۔ خدا کے لیے کوئی ایسا وزیرصنعت دیجیے جس کو کوئی عقل ہو' شعور ہو' علم ہو' تجربہ ہو' جس میں سوچ کا مادہ ہو انھوں نے پالیسی بنانی ہے انھوں نے کام لینا ہے۔ وڈیرے' جاگیر دار' مفت خور اور طفیلی قسم کے وزراء نہ کہ ایک بلکہ تین ہم نے مسلط کر رکھے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور ایک محکمے کو ہم نے تین حصوں میں بانٹ رکھا ہے اس سے بڑا مذاق کیا ہو سکتا ہے تو میں

یہ کہوں گا کہ جب تک ہم اپنے آپ کو صحیح نہیں کریں گے اپنی اصلاح نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات پہ پابندی لگنی چاہیے ہمیں اپنی پنجاب گورنمنٹ' پنجاب اسمبلی کی طرف سے آگے بڑھانا چاہیے کہ جو بھی صوبائی اسمبلی کا ممبر بنے وہ کسی قسم کے کاروبار میں ملوث نہ ہو۔ حکومت کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ تجارتیں کرے' وہ کارخانے لگائے بلکہ حکومت کا یہ کام ہوتا ہے کہ ان کی نگرانی کرے اور ان چیزوں کو آگے بڑھائے تو جناب والا! آخر میں مجھے یہ کہنا ہے کہ جب تک ہم بجلی کے نرخوں کو ٹھیک نہیں کریں گے' فرنس آئل' گیس اور ان چیزوں کو ٹھیک کرتے ہوئے صحیح incentives کی طرف نہیں آئیں گے۔ اپنی bank borrowing کو بہتر نہیں بنائیں گے اس وقت تک ہم اپنے صنعتی عمل کو آگے نہیں بڑھا سکتے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ حکومت پنجاب صحیح طور پہ سات کروڑ عوام کی بے کاری کو دور کرنے کے لیے صحیح معنوں میں پالیسی اپنائے کیونکہ اگر ہم بے کاری کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے پاس زمین ہے یا صنعت ہے۔ زمین میں پانی limiting factor ہے ہم پانی کو نہیں بڑھا سکتے جو اپنا حصہ لے بھی سکتے ہیں وہ لینے کے قابل نہیں ہیں وہ سارے کا سارا نیچے بہا جا رہا ہے اگر ہم بے کاری کو اس حوالے سے ختم نہیں کر سکتے تو کم از کم صنعتوں کی طرف آتے ہیں تو power limiting factor ہے تو اس کے لیے کالا باغ ڈیم بہت ضروری ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے حکومت سے گزارش اور اپیل کروں گا کہ خدا کے لیے پاکستان کے لیے' پنجاب کے لیے' اسلام کے لیے اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے ہمیں کالا باغ ڈیم بنانا ہو گا تا کہ ہم یہاں پہ کارخانے بھی لگا سکیں اور اپنی زمینوں کو بھی آباد کر سکیں اور جب تک ہم نہیں کریں گے اور ایسا نہیں ہو گا اور ان سے قطعاً امید نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اب تک کچھ نہیں کیا تو اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ جو چودہ کروڑ چونسٹھ لاکھ کی جو رقم مانگی گئی ہے اس کو ہاؤس نامنظور کرے تا کہ ان کو ہوش آئے اور یہ اپنی پالیسیاں صحیح بنائیں' شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ! جناب سید ظفر علی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! ڈیمانڈ نمبر 22 کی cut motion جو کہ حزب اختلاف کی طرف سے دی گئی ہے اور جس میں ہمارا main reason disapproval of the policy cut motion یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے انڈسٹری کو ڈویلپمنٹ کے لیے کوئی incentive نہیں دیا۔ جناب سپیکر! اس ملک میں بلکہ پوری دنیا میں یہ ایک open secret ہے کہ ہماری وفاقی حکومت 1993ء میں وجود میں آنے کے

بعد، چونکہ اس وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے پہلے اس ملک میں جو وزیر اعظم تھے جو آج کے اپوزیشن لیڈر میاں نواز شریف صاحب اس ملک کے وزیر اعظم تھے۔ جو خوش قسمتی سے پاکستان کی انڈسٹری کے طبقے سے تعلق رکھنے والے تھے۔ جناب سپیکر! جس طرح بین الاقوامی اور بین الملکی ہاتھ نے سازشی ہاتھ نے پاکستان کے اس سابق وزیر اعظم اور موجودہ لیڈر آف دی اپوزیشن کا انڈسٹری کے لیے اور انڈسٹریل ڈویلپمنٹ کے لیے پاکستان میں ریکارڈ ہے۔ جب وہ وزیر اعظم نہیں تھے اس وقت بھی اور جب وزیر اعظم تھے اس وقت بھی انھوں نے انڈسٹری کو مخصوص قسم کی ڈویلپمنٹ کے راستے اور سڑک پر ڈالا۔ جناب سپیکر! اس بین الاقوامی اور بین الملکی ہاتھ نے جو ہمارے ملک کی انڈسٹری پر ہتھوڑا چلانا چاہتے تھے۔ سوال میاں نواز شریف کی ذات کا نہیں تھا۔ سوال اس ملک کی ترقی کا تھا۔ جناب سپیکر! آج پوری دنیا میں ہر ملک کی economic base انڈسٹری پر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا ملک بنیادی طور پر زرعی ملک ہے۔ مگر اس 50 سال کے دور میں بالخصوص پچھلے 8/10 سال میں اس ملک کی انڈسٹری ترقی کر رہی تھی۔ جس طریقے سے بین الاقوامی منڈی میں ہم مقابلہ کر رہے تھے۔ جناب سپیکر! وہ بین الاقوامی اور بین الملکی ان پاکستان دشمن کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ جناب سپیکر! یہ میں اس لیے عرض کر رہا ہوں کیونکہ یہ بڑا important subject ہے۔ اس کا تعلق ہماری آنے والی نسلوں کی ترقی سے ہے۔ جب ہم انڈسٹری کی بات کرتے ہیں تو اس میں پاکستان کے ایک ایک بچے کی ترقی کا راز شامل ہے۔ آپ 1993ء کے بعد آج تک دیکھ لیں کہ پورے ملک میں ایک سازش کے تحت پوری کی پوری انڈسٹری ٹھپ پڑی ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! تمام بڑے بڑے کارخانوں کی چمنیاں جو ہیں ان میں سے دھواں نظر نہیں آ رہا ہے۔ آج آپ کو ہر جگہ مہنگائی کی آواز آ رہی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کی انڈسٹری پر ضرب کاری لگائی گئی ہے اور میں یہاں کے feudalism کی بات کر رہا ہوں۔ جناب سپیکر! ہر آدمی کے ذہن میں feudalism کا مختلف نقشہ ہوتا ہے۔ میں اپنے ذہن کے نقشے کی بات کر رہا ہوں کہ اس ملک میں جو feudal clique ہے جو کہ political power میں بھی رہنا چاہتا ہے، یہاں کی economic power پر بھی قبضہ رکھنا چاہتا ہے اور یہاں کی انڈسٹری میں بھی اپنے قدم جمانا چاہتا ہے۔ اس کی یہ بھرپور کوشش ہے اور یہ feudalism کی ذہنیت ہے کہ وہ کسی عام آدمی کو، کسی عام شہری کو، کسی کسان کو، کسی کارخانے کے مزدور کو، کسی مزارع کو وہ ترقی یافتہ دیکھنا نہیں چاہتا ہے۔ اسے اس بات کا خوف ہوتا

ہے کہ آج میں جس حلقے کا ایم پی اے ہوں اگر اس حلقے میں، میرے شہر میں، میرے اس ڈویژن میں انڈسٹری نے ترقی کی تو کل یہ شخص اور یہ مزارع کا بچہ میرے لیے خطرہ بنے گا۔ کل یہ میرے لیے صوبائی اسمبلی کے الیکشن میں چیلنج ہوگا، قومی اسمبلی میں چیلنج ہو گا، وزارت میں چیلنج ہوگا اور political power میں میرے لیے چیلنج ہوگا۔ جناب سپیکر! اس تنگ نظر ذہنیت نے آج ملک کو اس دہانے پر پہنچا دیا ہے کہ ہم بالکل مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔ جناب سپیکر! آج اندازہ تو لگائیں کہ پوری دنیا میں competition کیا ہے اور آج آپ اس competition میں کہاں کھڑے ہیں۔ جناب سپیکر! پتہ نہیں اس feudal clique کے ذہن میں کیوں دشمنی ہے۔ نواز شریف سے دشمنی کر لو، نواز شریف کو ٹرائل کر لو، نواز شریف کو الیکشن میں ہروا لو، نواز شریف کو اقتدار سے ہٹا لو۔ اگر اس کی ذات آپ کو اچھی نہیں لگتی تو --------

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب مسئلہ یہ ہے کہ آپ بڑے سمجھدار اور ذہین ہیں۔ بار بار یہ بات یہاں ہوئی ہے کہ جو پارٹیوں کے political leader ہیں ان کے نام نہ لیے جائیں۔ آپ یہ بات کسی اور انداز میں بھی کر سکتے ہیں۔ آپ نے ایک فقرے میں چھ دفعہ ان کا نام لے لیا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ سے میں یہ توقع نہیں کرتا آپ کسی اور انداز میں بھی اپنا مقصد پورا کر سکتے ہیں۔ لاء منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ تقریر cut motion سے متعلقہ نہیں ہے۔ دوسرا اگر ان کا مقصد صرف میاں نواز شریف صاحب کی مداح سرائی ہے تو وہ کرتے رہیں اور اگر وہ نام لے کر یہ کریں گے تو پھر اس کے جواب میں بھی نام لے کر criticize کیا جائے گا۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! یہ کریں۔ میں تو خود دعوت دے رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ایسے نہ کریں اور بات سنیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اب ہمیں یہاں ڈھائی سال ہو گئے ہیں اور یہ تیسرا بجٹ ہے cut motions کو آپ سب بڑی اچھی طرح سے سمجھتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، میں بالکل سمجھتا ہوں اور میرے سامنے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سامنے تو ہے لیکن اس میں elaboration کا مطلب نہیں ہے کہ آپ مقصد پر ہی نہ آئیں اور تمہید میں ہی چلے جائیں۔ دیکھیں میں نے رول 116 پڑھا ہے۔ اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ آپ اپنے آپ کو اس پوائنٹ پر رکھیں یا کوئی متبادل اپنی تجویز دے سکتے ہیں لیکن نہیں

ہے کہ یہاں پر آپ میاں نواز شریف صاحب کے گرد تمام story کو گھمائیں۔ وہ قابل احترام شخصیت ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں جناب کا اعتراض اور objection سمجھ گیا ہوں۔ جناب سپیکر! شاید میں اپنی بات نہیں سمجھا سکا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ بس شروع کریں۔ کیونکہ عقلمند کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ لاء منسٹر صاحب نے ٹھیک بات کی ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! سر آنکھوں پر لاء منسٹر صاحب بھی اور آپ بھی ۔ جناب سپیکر! میں cut motions پر relevant ہوتے ہوئے میں ایک گھنٹہ نہیں ' میں ایک دن نہیں میں ایک سال بول سکتا ہوں۔ مجھے رولز کے مطابق کوئی نہیں روک سکتا۔ لیکن جناب سپیکر! اگر آپ کی سمجھ اور محترم لاء منسٹر کی سمجھ ہے۔ میں کسی کی مداح سرائی نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو انھیں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ ایک انڈسٹریلسٹ کے مخالف ہیں۔ آپ اس کو میری طرف سے جو مرضی کر دیں لیکن انڈسٹری کے فلسفے کی آپ مخالفت نہ کریں۔ انڈسٹری کو آپ کیوں پڑ گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے کہ آپ نے یہاں انڈسٹری لفظ یا ایگریکلچر کے فلسفے کو بیان نہیں کرنا ہے۔ بجٹ اجلاس تھا پانچ دن اس پر بحث تھی ۔ آپ نے بھی تقریر کی تھی ۔ سب کے سامنے ایک کھلا فیلڈ تھا۔ اس میں جو بھی فلسفہ بیان کرنا چاہتے وہ کر سکتے تھے۔ تین قسم کی cut motions ہوتی ہیں۔ آج آپ کی disapproval of the policy cut ہے ۔ برائے مہربانی اس کے اندر رہتے ہوئے کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ یہ بھی آپ کو پتا ہے کہ کل نہیں' پرسوں گلوٹین استعمال ہو گی۔ اگر آپ ایک پر ہی آج بولتے چلے جائیں' کل بھی اسی پر بولتے جائیں تو حکومتی پارٹی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے نہ ان کا نقصان ہے۔ یہ آپ کا ہی اور آپ کے ساتھیوں کا نقصان ہو گا جنھوں نے ایک ایک مد منتخب کی ہے۔ اگر اس طرح سے باقی رہ جائیں گے' یا باقی مدات آخری دن رہ جائیں گی تو یہ آپ کا ہی کام ہے۔ مہربانی' شکریہ۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے عرض کر رہا تھا کہ موجودہ حکومت' موجودہ پولیٹیکل پاور' جس میں فیوڈل clique بڑا واضح ہے وہ میرے ملک میں' میرے صوبے میں انڈسٹری کے خلاف ہے۔ وہ انڈسٹری کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتا۔ ابھی میں بات کر رہا ہوں گا کہ آپ نے چکھ

اڑھائی تین سال کا ذکر کیا ہے کہ پچھلے اڑھائی تین سال میں آٹھ روپے سے لے کر بائیس روپے کلو تک چینی چلی گئی ہے۔ چینی کے کارخانے بند ہیں۔ جناب سپیکر! تو آپ یہ کہیں گے کہ چینی کا کیا تعلق ہے کٹ موشن سے۔ چینی کا بڑا گہرا تعلق ہے کٹ موشن سے۔ اور ہر انڈسٹری کا بڑا گہرا تعلق ہے اس کٹ موشن سے اور اس بجٹ سے۔ اور یہی ہمارا اعتراض ہے کہ موجودہ حکومت نے کوئی incentive نہیں دیا۔ وہ انڈسٹری کو collapse کرنا چاہتی ہے اور انھوں نے کر دیا ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں۔ اور اس طریقے سے نہ صرف انھوں نے انڈسٹری کو نقصان پہنچایا بلکہ زراعت کو بھی نقصان پہنچایا۔ جناب سپیکر! صنعت کا سارا خام مال زراعت سے آتا ہے۔ آپ تو ماشاء اللہ agriculturist بھی ہیں۔ انھوں نے indirect طور پر کسان کو بھی اور زمین دار کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔ ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ موجودہ حکومت اپنے ذاتی grudge میں یہ کر رہی ہیں۔ لاہنسٹر صاحب یہ کہہ رہے تھے کہ میں مدح سرائی کر رہا ہوں۔ میں مدح سرائی کی بات نہیں کر رہا' اپنے سیاسی عزائم' اپنی political victimization کے لیے پورے ملک کو victimization کا شکار مت بنائیں۔ ہم یہ عرض کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! آج آپ کا ہمسایہ ملک صنعت میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں کیا میں بطور شہری یہ نہ پوچھوں کہ آپ ۸۶ ارب کے ٹیکس مجھ پر لگا تو رہے ہیں اور آپ مجھے یہ حق نہیں دے رہے کہ میں اپنی صوبائی یا وفاقی حکومت سے یہ پوچھوں کہ انھوں نے ہمارے لیے کیا کیا ہے۔ ہمارے لیے کوئی سائیکل بھی بنا رہے ہیں؟ اور اگر وہ سائیکل بن رہی ہے تو اس کی قیمت کیا ہے؟ ہمارے ملک میں کتنے کارخانے flourish ہوئے ہیں؟ آج بے روزگاری کیوں ہے؟ ہر چوک میں ہر شہر میں پڑھے لکھے لوگ بیلچے اور کدالیں لے کر مزدوری کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں' اسی روپے دہاڑ لینے کے لیے' اس لیے کہ آپ کی انڈسٹری ٹھپ ہو چکی ہے۔ آپ کی انڈسٹری بند ہو چکی ہے۔ آج آپ کا بنک ایک گلی بن چکا ہے۔ آج آپ کے بنک صرف مجھ جیسے اور آپ جیسے اکاؤنٹس سے چل رہے ہیں جن کے بیس بیس یا دو دو سو یا دو دو ہزار روپے پڑے ہیں۔ بنک خوف زدہ ہیں۔ بنکوں سے ان کے اکاؤنٹ ہولڈر خوف زدہ ہیں اور اکاؤنٹ ہولڈرز سے بنک والے خوف زدہ ہیں۔ بے شمار بنکوں نے چیک honour کرنے چھوڑ دیے ہیں۔ یہ کیوں ہے جناب سپیکر؟ اس لیے کہ انڈسٹری دشمن ذہن پولیٹیکل پاور میں بیٹھا ہوا ہے۔ پولیٹیکل پاور کو تو ہم ووٹ سے ہٹائیں گے' الیکشن میں ہٹائیں گے۔ لیکن ہمارا بطور منتخب نمائندے کے' بطور حزب اختلاف کے' بطور محب وطن شہری کے فرض ہے کہ ہم حکومت کا

دماغ جھنجوڑیں۔ انھیں یہ کہیں۔ جناب سپیکر! وہ تو چلے جائیں گے۔ انھوں نے تو اپنے بوریا بستر کا بندوبست کر لیا ہے۔ میرا اور آپ کا کیا بنے گا؟ میں کہاں سے آٹا کھاؤں گا؟ میں کہاں سے چینی لوں گا؟ میں کہاں سے کپڑے پہنوں گا؟ سو روپے گز کا کپڑا میں نہیں پہن سکتا۔ جناب سپیکر! یہ وہ ساری باتیں ہیں جس کی طرف ہم نے توجہ دینی ہے۔ جناب سپیکر! پنجاب کی انڈسٹری کے لیے یہ 14 کروڑ 64 لاکھ روپے۔ آگے میں نگرز پر بھی آ رہا ہوں۔ اور پنجاب کی سمال انڈسٹری' big industry تو ٹھپ پڑی ہے۔ big industry بالکل flop پڑی ہے جناب سپیکر' یہ open secret ہے۔ کوئی incentive نہیں ہے۔ باہر کا کوئی سرمایہ دار کوئی industrialist یہاں انڈسٹری لگانے کے لیے تیار نہیں ہے' اگرچہ ٹی وی پر تو ہم روزانہ سن لیتے ہیں۔ جی' سوری۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

چودھری بشیر احمد گجر، جناب سپیکر! جو کچھ میرے دوست فرما رہے ہیں' اصل میں اس میں فرق ضرور ہے۔ آج سے چند سال پہلے جب سابقہ حکومت تھی تو اس وقت انڈسٹری کے نام پر تین فی صد loan دیا جا رہا تھا اور انھوں نے انڈسٹری کے نام پر انھوں نے تین فی صد loan لوٹا۔ وہ loan کہاں ہے؟ وہ تین فیصد مفت loan ہے۔ وہ انھوں نے انڈسٹری کے نام پر loan لیے اور وہ بنکوں میں جمع کرائے۔ وہ رقم کہاں گئی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ بیٹھیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر اس وقت بنتا نہیں ہے۔

چودھری بشیر احمد گجر، ضروری تھا کہ کچھ نہ کچھ ان کو کہا جاتا۔ تین فی صد کن لوگوں نے لیا ہے؟ یہ انھوں نے لیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ منسٹر اس بارے میں بیان کریں گے۔ جی۔

سید ظفر علی شاہ، میں فاضل دوست کا مشکور ہوں۔ اور میں ان کی تائید بھی کرتا ہوں۔ میرے فاضل دوست! آپ یہ تو بتائیں کہ وہ تین فی صد لیا ہے تو آپ ان کو پھانسی لگا دیں۔ آپ ان کا open trial کریں۔ بتائیں وہ کون ہیں' کہاں ہیں؟ جب قومی اسمبلی میں لسٹیں آتی ہیں تو اس میں اسی نوے آدمی آپ کے برسر اقتدار طبقے سے تعلق رکھتے ہوتے ہیں اور پانچ یا دس اپوزیشن سے بھی ہیں۔ اپوزیشن سے ہیں یا فیڈرل گورنمنٹ میں ہیں یا جہاں کہیں بھی ہیں' آپ انھیں trial کریں۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ میری انڈسٹری کو تباہ نہ کریں۔ میرے ساتھ تو دشمنی نہ کریں۔ کامن مین کے ساتھ تو دشمنی نہ

کریں۔ آپ کی پورے ملک میں full- fledged حکومت ہے۔ یہ ایک stereotype بات چلی ہے۔ تین فی صد وہ لے گئے۔ جی' وہ لے گئے۔ اور لے گئے ہیں تو پکڑو ناں۔ آپ کے پاس پورے اختیارات ہیں۔ لیکن آپ بدنیت ہیں۔ آپ سے میری مراد آپ کی ذات نہیں ہے جناب سپیکر! یہ سارے کا سارا ایک net ہے جو میرے ملک کی معیشت اور انڈسٹری اور ایگریکلچر کو تباہ کر رہا ہے۔ کبھی آپ نے سنا کہ کسی agriculture based ملک نے باہر سے آلو منگوائے ہوں؟ یہ مثال بھی آپ کو صرف اِدھر ہی ملے گی۔ جناب سپیکر! یہ بات نہیں ہے۔ اگر کسی نے قرضہ لیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ان کو پکڑو۔ ان سے برآمد کرو۔ لیکن جب ہم اس طرف آتے ہیں تو پولیٹکل پاور کے ہوش پھر جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس لیے کامن مین چیختا ہے کیونکہ متاثر وہی ہوتا ہے۔ مہنگی چیز اسی کو ملتی ہے۔ ہر آدھے گھنٹے کے بعد' دیکھیں جناب سپیکر! افسوس ناک بات ہے' میری جیب میں 20 روپے ہوتے ہیں۔ میں بڑا مطمئن ہوتا ہوں کہ میری جیب میں بیس روپے ہیں۔ میں کلو چینی جا کر خرید لوں گا۔ اچانک میں اخبار میں پڑھتا ہوں ----- سوری سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب فنانس منسٹر۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! ہمارے فاضل دوست بڑی اچھی نشان دہی کر رہے ہیں کہ ان کو پکڑنا چاہیے۔ پکڑیں کن کو؟ جنھوں نے تین فی صد لیے تھے' جنھوں نے لگائے تھے' جب تک تین فی صد رائج رہا وہ حکمران رہے اور جب ان کی تجوریاں اور ان کی ملیں بھر گئیں اور انھوں نے اپنے دور حکومت میں ہی وہ تین فی صد کو بند کر کے چھ فی صد کر دیا' پھر نو فی صد۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تقریر جاری رکھیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! یہاں کا شکوہ جواب شکوہ یہ ہے کہ توں سو روپے کھا گیا ایں' توں پنجاہ روپے تیں کھا گیا؟ تردید یہ نہیں آئے گی کہ میں نے سو روپے نہیں کھائے۔ تردید یہ آئے گی کہ توں وی تے کھا گیا ایں۔ انگوٹھے آں۔ جناب سپیکر! یہ سمجھ سے بالا تر بات ہے۔

جناب سپیکر! ۱۴ کروڑ ۶۴ لاکھ روپے پنجاب کے اس انڈسٹری کے ڈیپارٹمنٹ کے لیے۔ یعنی ہم تو اتنے بڑے بڑے سفید ہاتھیوں میں پھنس گئے ہیں جناب۔ یعنی انڈسٹری کی صورت حال تو جناب مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ اور ادھر محکموں کا جو حال ہے۔ یہ میں اس لیے کر رہا ہوں کہ ہم

روپے اس محکمے کے لیے بنیں گے۔ اس محکمے کے ملازمین کی تنخواہوں کے لیے۔ اس محکمے کی ایڈمنسٹریشن کے چلنے کے لیے۔ جناب سپیکر! کارکردگی بھی تو ہم نے پوچھنی ہے۔ ہم نے یہ بھی تو پوچھنا ہے کہ آپ نے انڈسٹری کے desk کے لیے کیا incentive دیا ہے۔ کس شہر میں آپ نے' بڑی انڈسٹری کو چھوڑ دیں۔ وہ تو کہتے ہیں جی تین فی صد لے گئے یا چار فی صد لے گئے ہیں۔ پتا نہیں دینے والے کون ہیں اور لینے والے کون ہیں' ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ لیکن سمال انڈسٹری کی بات کریں۔ جناب سپیکر! سمال انڈسٹری کے لیے کیا incentive ہے۔ اور جناب سپیکر! رقم کا آپ ملاحظہ فرمائیں۔ جناب سپیکر! صرف ایڈمنسٹریشن پر 6 کروڑ 14 لاکھ 9 ہزار اور پھر اسے کوئی خاتون چلا رہی ہیں۔ مجھے نہیں پتا تھا یہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ کوئی خاتون چلا رہی ہیں۔ یعنی ہمارا ہر بڑا سسٹم خاتون ہی چلا رہی ہے۔ ایڈمنسٹریشن پر اتنا heavy اور اتنا huge exchequer ہے اور آگے others کی مد ہے جو کہ 8 کروڑ 32 لاکھ 64 ہزار روپے ہے۔ یہ کوئی معمولی رقم نہیں ہے۔ یہ others میں بتائی گئی ہے اور others میں' میں آگے عرض کروں گا کہ کس کس مد پر' کس کس طریقے سے یہ رقم کو خرچ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ایڈمنسٹریشن میں جو صرف تنخواہیں جاتی ہیں' ڈائرکٹر کے علاوہ ہیڈ کوارٹر پر تین ایڈیشنل ڈائرکٹر' آٹھ ڈپٹی ڈائرکٹر اور چودہ اسسٹنٹ ڈائرکٹر تعینات ہیں۔ مجھے تعداد پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ 35 بھرتی کر لیں' پبلک کا بھلا ہو گا' کوئی کام کرے گا' بے شمار بے روزگار لوگ پھر رہے ہیں۔ اگر تو مقصد صرف بے روزگار کو اندر لا کر یا کسی جیالے کو اندر لا کر اس کو پچاس' سو روپے یا پانچ سو' ہزار روپے ماہوار دینے کی بات ہے' صرف یہاں تک ہے تو میں پھر اس کی مخالفت کروں گا۔ لیکن اگر کسی مقصد کے لیے ہے کہ وہ آ کر کوئی کام کرے' اپنے محکمے میں کوئی fruitful کام کرے اور ملک اور صوبے کے لیے کوئی ترقی کا باعث بنے تو بے شک بھرتی کریں لیکن یہ ہم نے جو سفید ہاتھی اکٹھے کر لیے ہیں اور تمام ٹیکسز لگا کر ہم مخصوص بیورو کریسی کی جیبیں بھریں' ان کی سہولیات' ان کے دفتروں' کمروں اور رہائشوں کے لیے پیسہ خرچ کریں' اگر ہم ایک ایک کی کوٹھی پر چلے جائیں تو وہاں پر پتا چلے گا کہ پندرہ پندرہ آدمی کام کر رہے ہیں۔ ان سے یہ پوچھیں گے کہ بھئی آپ کہاں کے ہیں تو وہ کہیں گے کہ ہم فلاں دفتر کے ہیں۔ پھر دفتر میں آپ کام کیوں نہیں کرتے؟ وہاں کام کوئی نہیں ہم صاحب کی کوٹھی پر ہوتے ہیں۔ اگر اس غریب اور مظلوم عوام نے صاحب کی کوٹھی

پر کام کرنے کے لیے پیسے دیتے ہیں تو وہ اپنے کوٹھے پر یا اپنی کوٹھی یا کوٹھڑی پر کیوں نہ کام کرے۔ یہ ٹوٹل جو ہیڈ کوارٹر کی اسٹیبلشمنٹ ہے' ریجنل نہیں' ڈسٹرکٹ نہیں' جو ہیڈ کوارٹر کی ہے اس کی آپ ملاحظہ فرمائیں کہ 2 کروڑ 66 لاکھ 38 ہزار روپیہ صرف ہیڈ کوارٹر کا ہے اور یہ غالباً یہیں کہیں ہمارے نزدیک ایل۔ڈی۔اے پلازہ میں ان کا دفتر ہے۔ ڈھائی کروڑ سے بھی زیادہ صرف جو ڈائریکٹوریٹ ہیں' جہاں پر ڈائرکٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں اس کی مد ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ریاض حشمت جنجوعہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ ، جناب والا! میری شاہ صاحب سے بڑی پرانی نیازمندی ہے لیکن چونکہ بات ضابطے اور قانون کی ہے اس لیے میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قاعدہ نمبر 116 (الف) کے تحت شاہ صاحب نے اور ان کے دوسرے ساتھیوں نے جو تحریک تخفیف زر پیش کی ہے اس کا حوالہ میں صبح کے اجلاس میں بھی دے چکا ہوں۔ انھوں نے جن نکات کو زیر بحث لانا چاہا ہے وہ ہیں کہ "قابل عمل پالیسی اپنانا اور صنعت کاروں کو ترغیبات مہیا کرنے کے لیے اقدامات کرنے میں حکومت کی ناکامی کو زیر بحث لانا" یہ ان کا مقصد ہے۔ لیکن ان دونوں نکات کے بارے میں شاہ صاحب نے ابھی تک کچھ نہیں فرمایا اور اس وقت جس وقت کہ مجھے یہ نکتہ اعتراض اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے اس وقت وہ عملے کی تنخواہوں اور ایئرکنڈیشنوں وغیرہ کا ذکر کر رہے ہیں جب کہ ان نکات کے ساتھ ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہذا آپ کی وساطت سے شاہ صاحب سے یہ گزارش ہے کہ وہ انہی نکات تک اپنی تقریر کو محدود رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ریاض حشمت جنجوعہ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں نے بھی عملے اس کی نشان دہی کی ہے تو شاہ صاحب کی چونکہ میں عزت کرتا ہوں۔ شاہ صاحب' میرے خیال میں جس طرح سے تقریر کرتے ہیں اگر اسی طرح سے قانون کو سامنے رکھتے ہوئے بات کریں تو بہت مہربانی ہو گی۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں اپنے دوست کا بھی اور آپ کا بھی مشکور ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بس اب آپ تقریر شروع کریں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب! دیکھیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' براہ مہربانی۔ دیکھیں جب سپیکر نے رولنگ دے دی۔ چاہے غلط دے دی' کیسے بھی دے دی' تو آپ اب اپنی تقریر شروع کریں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب! میں اسی پر آ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیں' ابھی عثمان ابراہیم صاحب بیٹھے ہیں۔ پھر آج کے ابھی دو تین آئٹم رہتے ہیں جو آج طے ہوئے تھے۔ پھر اس طرح سے آخری دن پر burden پڑے گا۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں عرض کر رہا ہوں جس طرح فاضل دوست نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت نے کوئی ترغیبات نہیں دیں۔ میں نے ترازو کے مطابق آپ کے سامنے بات کرنی ہے۔ میں نے آپ کو ایک طرف گورنمنٹ کی ڈیمانڈ بتائی ہے اور دوسری طرف میں یہ بتا رہا ہوں کہ ترغیبات کوئی نہیں ہیں۔ انڈسٹری کی کوئی پالیسی نہیں ہے کہ چاہے کوئی مری میں جا کر انڈسٹری لگائے' ڈی۔ جی۔ خان میں لگائے' ملتان میں لگائے' اس کا کیا incentive ہے؟ کچھ نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں ان کی جو صوبہ پنجاب سے ڈیمانڈ ہے وہ تقریباً 18 کروڑ کے برابر بنتی ہے۔

وزیر خزانہ، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں فنانس منسٹر اگر پوائنٹ آف آرڈر نہ کریں تو بہتر ہے کیوں کہ پھر یہ ایک روایت پڑ جائے گی۔

وزیر خزانہ، جناب والا! ایک ڈائریکٹوریٹ آف انڈسٹری کی بات ہو رہی ہے جو انھوں نے پڑھی ہے۔ میں اس میں صرف ایک تصحیح کرنی چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' مسئلہ یہ ہے۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ آپ کا مقام بہت بڑا ہے۔ تو اس لیے یہ روایت پھر بری محسوس ہوتی ہے۔ فاضل وزیر خزانہ' میرے خیال میں محسوس نہیں کریں گے۔ مہربانی' شکریہ۔ جی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! اب میں آپ کی وساطت سے انڈسٹری کے جو منسٹر ہیں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ کم از کم وہ یہ Head اور sub-head ٹھیک کر لیں۔ اگر وہ بیٹھے ہیں۔ کھر صاحب' جناب دا حکم اے ناں؟

ملک عبدالرحمن کھر، نہیں۔

سید ظفر علی شاہ، کس کا ہے؟ ایس دا منسٹر کون اے؟

وزیر زراعت، مخدوم علی رضا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب' No cross talk please۔ آپ تقریر کریں۔ یہ آپ کدھر چلے گئے؟ ان سے پوچھ رہے ہیں۔ (قہقہے)

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! Sorry جناب لا منسٹر صاحب کی خدمت میں عرض ہے۔

ملک عبدالرحمن کھر، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' عبدالرحمن کھر صاحب۔

ملک عبدالرحمن کھر، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے شاہ صاحب کو بتانا چاہتا ہوں۔ ابھی انھوں نے ایل۔ ڈی۔ اے پلازہ کا تھوڑا سا ذکر کیا تھا۔ وہ ڈیپارٹمنٹ ہمارا ہے اور وہاں پر ہمارا سمال انڈسٹری کا ہیڈ آفس ہے۔ پھر یہ جو تنخواہوں کے بارے میں فرما رہے ہیں تو یہ تنخواہیں مینرل ڈویلپمنٹ' انڈسٹریز اینڈ سمال انڈسٹری ان تینوں ڈیپارٹمنٹ کی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ جی میاں عبدالستار پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں، میاں عبدالستار، جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا بھی ایسا ہی پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ انڈسٹریز کے منسٹر کون ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ کو بحیثیت ممبر اپنی کیبنٹ کے ممبران کا پتا ہونا چاہیے۔ جی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے اور پھر لا منسٹر صاحب کی وساطت سے متعلقہ وزیر صاحب سے گذارش ہے جناب لا منسٹر! اپنی ڈیمانڈ کا صفحہ نمبر 847 نکالیں۔ آپ کا other کا Head ہے 6-57900 ۔ اس کے آگے sub-head کی numbering ٹھیک کر لیں وگرنہ گڑبڑ ہو جائے گی۔ آپ بے شک کر لیں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اس میں 001 ہے۔ Government Weaving and Finishing Institute, Shahdara یہ 01 کے لیے ہے۔ آگے 002 ہے۔ Wool Spinning and

Weaving Development-Cum-Training Centre,Jhang. یہ 004 جو ہے یہ غلط ہے یہ جناب 003 ہے اور Demonstration Weaving Factory Shahdara اگلا جو 005 ہے وہ بھی غلط ہے اور وہ Industrial Estate Multan اور Establishment charges 005 کی جگہ 004 ہے۔

جناب سپیکر! ویسے تو میں نے کل بھی عرض کی تھی کہ بھینس کے آگے بین بجانے والی بات ہے بہرحال ہم ان کی منت کرتے ہیں اگر ہماری بات ان کے سمجھ میں نہیں آتی کہ جہاں پر آپ اپنے ذاتی مشاغل اور political powers میں بہت ہی مدہوش ہیں وہاں پر ضرور اتنا وقت نکالیں کہ ملک کو اور بالخصوص صوبہ پنجاب کو کوئی ایسا انڈسٹریل incentive دیں تاکہ کل ہم عالمی منڈی میں انڈسٹری کے فیلڈ میں اپنے ہمسایوں کا مقابلہ کر سکیں۔ میں اپنی اس کٹ موشن کے ذریعے آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ Disapproval of policy کی اس کٹ موشن کو تسلیم کریں اور ہٹ دھرمی اور ضد چھوڑ دیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی جی۔ ------- حاجی سعید احمد انصاری۔

حاجی سعید احمد انصاری: شکریہ' جناب سپیکر!

جناب والا! میں شاہ صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ جناب سپیکر! کسی بھی ملک کی ترقی کا انحصار اس کی صنعتی پالیسیوں پر ہوتا ہے۔ اگر صنعتی پالیسیاں اچھی ہوں گی تو ملک یقیناً ترقی کرے گا اور اس سے بے روزگاری پر قابو پانے میں بھی مدد ملے گی۔

جناب سپیکر! آپ نے دیکھا ہو گا کہ آج سے تین سال پہلے جو ہماری ایکسپورٹ پالیسیاں تھیں وہ کتنی اچھی تھیں اور ایکسپورٹ کے اعداد و شمار آج کے اعداد و شمار سے کتنے کم ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری صنعتی پالیسیاں بالکل ناکام ہیں۔ جناب سپیکر! میں اس کی مثال آپ کو یوں دیتا ہوں کہ بنگلہ دیش آج ہم سے زیادہ ایکسپورٹ کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں پر بجلی کے اخراجات کم ہیں اور ان کی لاگت ہم سے کم آتی ہے۔ ہم انٹرنیشنل مارکیٹ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بھارت بھی انڈسٹری میں ہم سے کافی پیچھے تھا وہ میاں نواز شریف کی پالیسیوں پر عمل کرتے ہوئے آج ہم سے بہت آگے نکل چکا ہے۔ جناب سپیکر! اس وقت میں آپ کو یہ مثال دیتا ہوں کہ ملتان میں ڈائیڈ یارن سے ایک کپڑا تیار ہوتا ہے جو بیرونی دنیا میں بہت مقبول تھا آج سے تین سال پہلے وہ ایکسپورٹ میں نمبر ا تھا

لیکن آج اس مہنگائی اور بجلی کے ریٹ اور بینکوں کے سود نے ان سے وہ مقام چھین لیا ہے۔ جناب سپیکر! اس ملک کی تیس ' چالیس فیصد انڈسٹری تو پہلے ہی بند ہے اور اوپر سے سیلز ٹیکس نے آ کر باقی کا بھی کام تمام کر دیا ہے اگر سیلز ٹیکس کو واپس نہ لیا گیا تو باقی کی یہ رہی سہی انڈسٹری بھی بند ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! اس وقت ملتان میں تقریباً تیس ہزار پاور لومز ہیں جن میں چالیس فی صد بند پڑی ہیں اور کچھ توڑ پھوڑ کر آٹھ ' نو روپے کلو کے حساب سے سکریپ کی شکل میں بیچی جا چکی ہیں اور وہ غریب لوگ جو یہ لومیں بیچ چکے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس مہنگائی میں دوبارہ لگا سکیں۔ جناب سپیکر! میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ جس طرح کاشت کاروں کو بلا سود قرضے دیے جاتے ہیں اسی طرح چھوٹی چھوٹی گھریلو انڈسٹری جن میں بالخصوص پاور لوم انڈسٹری ہے اس کو بھی بلا سود قرضے دیے جائیں تاکہ وہ ملک کی صنعتی ترقی میں مددگار ثابت ہوں۔

جناب سپیکر! اس وقت پچھلے سال کی نسبت جو انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ کے فنڈز رکھے گئے ہیں وہ تقریباً ۹۲ لاکھ روپے کم ہیں.....

چودھری محمد منیر ازہر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! زراعت کے لیے کون سے قرضے ہیں جو بلاسود جاری کیے جاتے ہیں جو یہ صاحب اسی طرح کے بلا سود قرضے لینا چاہتے ہیں کیونکہ بلاسود قرضے کبھی زراعت کو نہیں دیے جاتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کی بات درست ہے۔

حاجی سعید احمد انصاری، جناب والا! میں ایک تجویز پیش کروں گا کہ ۱۲ کروڑ ۶۴ لاکھ جو ۹۷-۱۹۹۶ء کے لیے رکھے گئے ہیں ان کو کم کر ایک روپیہ کر دیا جائے۔۔شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ مہربانی۔

اگلے سپیکر جناب ایس۔اے حمید صاحب ہیں۔ جی حمید صاحب .....

(فاضل ممبر ایوان میں تشریف نہیں رکھتے تھے)

وہ تشریف نہیں رکھتے ۔ جناب عبدالرؤف مغل ..... وہ بھی تشریف نہیں رکھتے ..... جناب غلام صابر انصاری ..... وہ بھی نہیں ہیں۔ میاں عثمان ابراہیم۔ یہ خیال رکھنا کہ مطالبات زر کا تین بجے کا وقت ہے۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم ، جناب سپیکر! وقت extend بھی ہو سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ مہربانی کریں ناں۔ میں تو یہی کہہ سکتا ہوں۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم ، بہت بہت شکریہ' جناب سپیکر۔ میں کوشش کروں گا۔

جناب سپیکر ! کسی ملک کی صنعتی ترقی کے لیے انڈسٹری کا محکمہ بہت اہم محکمہ ہوتا ہے لیکن ہمارے صوبہ پنجاب میں اس محکمے کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی جتنا یہ محکمہ اس کا مستحق تھا۔ جناب سپیکر! یہ مطالبہ زر جو ۱۴ کروڑ ۶۴ لاکھ کا پیش کیا گیا ہے آپ غور سے ذرا اس کی تفصیل دیکھیں کہ اس میں شامل کیا ہے۔ کیا اس میں وہ رقوم شامل ہیں جن سے محکمہ نے کوئی ایسی پالیسی بنائی ہے جس کے تحت industrialist کو کوئی incentive دیا گیا ہے یا کوئی ایسی پالیسی بنانے میں یہ روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے جس سے صوبہ پنجاب میں صنعتوں کا جال پھیلے گا۔ جناب سپیکر! اس محکمہ کی کارکردگی کو صرف چار شعبوں تک محدود کر دیا گیا ہے حقیقت میں سمال انڈسٹری کارپوریشن ایک independent corporation ہے۔ اسے اس محکمہ کے ماتحت کر کے اس کے ساتھ بھی زیادتی کی گئی ہے اور اس محکمے کے رول کے ساتھ بھی زیادتی کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! ایک وقت تھا جب اسی محکمے کے اندر ڈائرکٹر آف انڈسٹریز کا محکمہ بڑا فعال تھا اور صوبہ پنجاب میں صنعتوں کو لگانے میں اس محکمے نے بہت کردار ادا کیا ہے لیکن آج اس محکمہ کی ورکنگ کو زیرو پوائنٹ تک لایا گیا ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت صوبہ پنجاب صنعت کے میدان میں مرکزی مقام حاصل کر چکا ہے کراچی کے سائیڈ کے ایریاز بند ہو جانے کی وجہ سے صنعت کاروں کا رجحان پنجاب کی طرف ہوا۔ اس کے بعد آپ دیکھیں ایک وقت تھا جب کراچی کا ایکسپورٹ میں ایک اعلیٰ اور مرکزی مقام تھا لیکن وہ مقام فیصل آباد حاصل کر چکا ہے لیکن ہمارے صوبہ پنجاب کے محکمہ انڈسٹری نے صنعت کاروں کو incentive دینے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اس کے برعکس آپ دیکھیں کہ صوبہ سرحد کی حکومت نے صنعت کاروں کو incentive دینے کے لیے گھروں امازئی کی ایک اسٹیٹ قائم کی جس میں اتنے incentives دیے گئے کہ پنجاب کے صنعت کاروں نے وہاں جا کر انڈسٹریز قائم کیں لیکن جو پنجاب کے industrialists وہاں گئے اور وہاں پر انہوں نے industries قائم کیں اور وہاں پر جو پیداوار ہوئی وہ ساری کی ساری دوبارہ پنجاب میں آئی۔ جناب سپیکر! اس سے پنجاب کی معیشت کو نقصان پہنچا اور اس کے ساتھ ساتھ پنجاب میں صنعتوں کی بجائے حوصلہ افزائی کے' یہ بات اس کے خلاف گئی۔

جناب والا! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پنجاب میں ایسی پالیسیاں بنائی جاتیں جن سے صنعت کو تقویت پہنچتی۔ ابھی ہمارے دوست فرما رہے تھے کہ انہوں نے تین فیصد پر قرضے دیے۔جناب سپیکر! تین فیصد پر اگر چار ارب قرضے مسلم لیگ کی حکومت نے Self Employment سکیم کے تحت دیے تو نقصان کیا تھا محکمہ کے آفیسر یہاں موجود ہوں گے۔ متعلقہ وزیر کھر صاحب یہاں بیٹھے ہیں ۔ وہ بیشک ان سے تصدیق کرلیں کہ سیلف اسپلائمنٹ سکیم کے تحت جو قرضے دیے گئے تھے ان کا ریکوری ریٹ اس وقت 60 فیصدی تھا۔ میں آج کی بات نہیں کر رہا۔ اور یہ واحد وہ قرضے تھے جن کا ریکوری ریٹ اتنا زیادہ تھا۔ جناب سپیکر! اس محکمہ کے لیے جو 14 کروڑ 64 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے ۔ میں یہی عرض کر رہا تھا کہ ایڈمنسٹریشن پر 6 کروڑ 31 لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا ہے ۔ حالانکہ اس کی کارکردگی صفر ہے اور اس کے علاوہ انڈسٹریل سیٹی پر جو انھوں نے 20 لاکھ روپے خرچ کیے ہیں ۔ یہ سارے ملا کر 6 کروڑ 31 لاکھ روپے بنتے ہیں۔ اس کے بعد جو گرانٹ ان ایڈ پنجاب سمال انڈسٹری کارپوریشن کو دی گئی ہے وہ 5 کروڑ 42 لاکھ روپے ہے۔ اس میں محکمہ انڈسٹری کا اپنا کوئی رول نہیں ہے ۔ محکمہ انڈسٹری کا جو رول ہے وہ 2 کروڑ 90 لاکھ 64 ہزار روپے پر ہے ۔ یہ محکمہ 2 کروڑ 90 لاکھ 64 ہزار روپے خرچ کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے ۔ صرف چار ادارے ہیں جو یہ محکمہ چلا رہا ہے ۔ جس میں ایک ویونگ اینڈ فنشنگ انسٹی ٹیوٹ شاہدرہ میں ہے ' اس کے لیے 29 لاکھ روپے انھوں نے رکھے ہیں۔ اس کے بعد وول سپننگ اینڈ ویونگ ڈیویلپمنٹ سنٹر جھنگ کے لیے ایک کروڑ روپیہ رکھا ہے ۔ اس کے بعد ڈیمونسٹریشن ویونگ فیکٹری شاہدرہ کے لیے 1 کروڑ 35 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اور چوتھی سکیم انڈسٹریل اسٹیٹ ملتان ہے جو یہ محکمہ چلا رہا ہے ۔ جس کے لیے 21 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے ۔ اگر یہ سب اکٹھا کیا جائے تو 2 کروڑ 64 لاکھ 90 ہزار روپیہ بنتا ہے ۔ جناب سپیکر! ایک ایسا محکمہ جس کی ورکنگ 2 کروڑ 64 لاکھ 90 ہزار روپے بنتی ہے۔ اس کی ایڈمنسٹریشن پر 6 کروڑ روپیہ خرچ کرنا بالکل سراسر زیادتی ہے اور کسی بھی لحاظ سے justify نہیں کرتا۔ چاہیے یہ کہ اس محکمہ کی کارکردگی کا دائرہ وسیع کیا جائے ۔ جناب سپیکر! پنجاب میں بڑی بڑی انڈسٹریاں قائم ہیں لیکن ان انڈسٹریوں کا عمل دخل اس محکمہ تک آتا ہی نہیں ہے ۔ اس محکمہ کو پتا ہی نہیں ہے کہ پنجاب میں کتنی بڑی کاٹن کی انڈسٹری ہے۔ اب کاٹن کو لے لیں ۔ کاٹن کے لیے کوئی پالیسی نہیں بنائی گئی ۔ اور کاٹن انڈسٹری ہماری سب سے زیادہ ایکسپورٹ earning انڈسٹری ہے ۔ اور اس کو سٹہ بازوں کے سپرد کر دیا گیا ہے ۔ چاہیے تو یہ

تھا کہ اگر کاٹن کی قیمت بڑھتی ہے تو اس کا فائدہ ہمارے کاشت کار بھائیوں کو پہنچے۔ لیکن اس حکومت کی کوتاہ اندیشانہ انڈسٹریل پالیسی کی وجہ سے سارے کا سارا فائدہ سٹے باز اٹھا گئے ۔ اور نقصان نہ کاشت کاروں کو ہوا ہے۔ ٹیکسٹائل انڈسٹری اس وقت بالکل ڈوب چکی ہے اور 80 فی صد ٹیکسٹائل ملیں بند پڑی ہیں۔ یہ اس حکومت کی انڈسٹریل پالیسی کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔ ایک ایسی انڈسٹری جو ملک کے لیے سب سے زیادہ فارن ایکسچینج کماتی ہے وہ اس وقت 20 فی صد تک چل رہی ہے ۔ ابھی یہاں کہا گیا۔ ہمارے وزیر محترم یہاں موجود نہیں ہیں۔ ایک موقع تھا جب وہ سوال کا جواب دے رہے تھے تو انھوں نے کہا کہ میرا شوگر لیول کم ہو گیا ہے اس لیے میں آج سوالات کے جوابات نہیں دوں گا اس کو مؤخر کر دیں۔ شاید مجھے معلوم نہیں کہ پنجاب میں جو شوگر ہوتی ہے یا تو وہ ساری کی ساری خود کھا گئے ہیں جس کی وجہ سے ان کا شوگر لیول بڑھ گیا ہے یا کم ہو گیا ہے یا وہ شوگر کھاتے نہیں ہیں اور انھیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ شوگر کی پیداوار ہونی چاہیے۔ جناب سپیکر! پنجاب ایک زرعی صوبہ ہے اور کاشت کار ضرورت سے زیادہ گنا کاشت کرتا ہے۔ یہاں ضرورت سے زیادہ شوگر ملیں ہیں۔ لیکن یہ حکومت کی غلط پالیسی کی وجہ سے ہماری شوگر ملیں بند ہیں جس کی وجہ سے شوگر بھی بھارت سے درآمد کرنا پڑ رہی ہے۔ جناب سپیکر! یہ حال ہے ہماری پالیسیوں کا۔ ہمارے اس ہمسائے میں ایک ملک وہ ہے جس نے صرف صنعتوں کو ترقی دے کر سب سے اونچا مقام حاصل کیا ہے ۔ اور آج اگر آپ کوالالمپور جائیں یا کسی اور بڑے شہر میں جائیں تو انھوں نے بڑے بڑے نیون سائن لگائے ہوئے ہیں جن پر لکھا ہے 2020 اور انھوں نے یہ عہد کیا ہے کہ ہم نے انڈسٹری کے میدان میں اتنی ترقی کرنی ہے اور اپنی انڈسٹری کو اتنا اوپر لے جانا ہے کہ 2020 میں ہم دنیا کے کسی بھی ترقی یافتہ ملک کا مقابلہ کریں گے۔ یہ انھوں نے آج عہد کیا ہے ۔ چوبیس سال پہلے انھوں نے اپنا ٹارگٹ مکمل کیا ہے ۔ کہ 2020 ہم انڈسٹریل ڈیولپمنٹ میں ہم امریکہ ' برطانیہ ' فرانس اور جرمنی کے مقابلے میں کھڑے ہوں گے ۔ یہ انھوں نے ٹارگٹ دیا ہوا ہے اور پوری قوم اس ٹارگٹ بشمول اس گورنمنٹ کے بشمول مہاتر محمد کے اس ٹارگٹ پر کام کر رہی ہے کہ ہم نے 2020 میں ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہونا ہے ۔ لیکن آج ہمارا یہ حال ہے ۔ ہمارا نہ کوئی ٹارگٹ ہے نہ کوئی پالیسی ہے ۔ جو ٹارگٹ مسلم لیگ کی حکومت نے فکس کیے تھے وہ بہت پیچھے رہ گئے ۔ ہم نے جو موٹر وے بنایا تھا کہ صرف اور صرف صنعتی میدان میں ترقی حاصل کرنے کے لیے بنایا تھا ۔ جناب سپیکر! اگر آپ مغربی قوم کی صنعتی ترقی

کا مطالعہ کریں تو جب تک انھوں نے ذرائع نقل و حمل میں ترقی نہیں کی انھوں نے انڈسٹری کے میدان میں ترقی نہیں کی - یہ جو موٹر وے بنایا تھا اس پر ہم نے چار انڈسٹریل زون بنانے تھے جو انفراسٹرکچر تھا اس میں باہر کی کمپنیوں نے انڈسٹری لگانی تھی - اور یہ ساری کی ساری انڈسٹری لگنی تھی یہ اسی موٹر وے کے راستے سنٹرل ایشیا تک ایکسپورٹ ہونی تھی اور سنٹرل ایشیا کی مارکیٹ کے لیے جو چیزیں امپورٹ ہونی تھیں وہ اسی موٹر وے سے گزر کر جانی تھیں۔ لیکن اس حکومت نے سب سے پہلے آ کر اس منصوبے کا قتل عام کیا۔ اور موٹروے کو ختم کر کے اپنے طور پر انھوں نے میاں نواز شریف کی ہر اس پالیسی کی مخالفت کی جس سے اس ملک میں ترقی کا عمل جاری رہ سکتا تھا۔ ان کی تمام کی تمام انڈسٹریل پالیسیاں سیاست پر base کر رہی ہیں۔ اور سیاسی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ انڈسٹری کو صرف اس لیے کچل رہے ہیں کہ یہ میاں نواز شریف صاحب کی بنائی ہوئی پالیسیاں ہیں۔ اگر اس پر عمل کیا تو ملک خوش حال ہو گا اور اس کا کریڈٹ میاں نواز شریف صاحب کو ملے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میاں صاحب، کتنا وقت آپ لیں گے؟

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب کی مہربانی ہے - جتنا ٹائم دیں گے میں لے لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ بتائیں تاکہ میں وقت کو اتنا بڑھاؤں۔

وزیر قانون، میاں صاحب بار بار ایک ہی بات دہرا رہے ہیں - کوئی نئی بات تو آ نہیں رہی -

جناب ڈپٹی سپیکر، چونکہ متعلقہ منسٹر نے بھی کچھ کہنا ہے۔ اس لیے دو تین منٹ میں بات مکمل کر لیں۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! بجائے اس کے کہ یہ میری بات کو سراہتے یہ کہہ رہے ہیں کہ میں repetition کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں دس منٹ وقت بڑھاتا ہوں۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، شکریہ جناب سپیکر! میں repetition نہیں کر رہا - میں تو ان کے گوش گزار کر رہا ہوں "کہ شاید کہ ان کے دل میں اتر جائے میری بات"۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات ان کے اوپر سے گزر رہی ہے۔ جناب سپیکر! محکمہ انڈسٹری کی کوئی ورکنگ نہیں ہے، کوئی پالیسی نہیں ہے اور انڈسٹریلسٹ کے لیے کوئی incentive نہیں ہے۔ لیکن ان کے جو اخراجات ہیں ان کی ایک جھلک میں آپ کے سامنے پیش کرنی چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! انھوں نے صفحہ نمبر 856 پر ایک مد

Unforeseen expenditures for disaster preparedness and relief. کے لیے انھوں نے پچاس لاکھ روپے رکھے ہیں۔ مجھے نہیں پتا کہ کہ منسٹر انچارج یہاں بیٹھے ہیں انھیں بھی علم ہو کہ یہ کون سی مد یا جو منسٹر غیر حاضر ہیں انھیں بھی اس کا علم ہو گا۔ یہ صرف محکمہ بتا سکے گا کہ یہ کون سی preparedness یا relief کے لیے اور کون سے disaster کے لیے انھوں نے یہ unforeseen expenditure رکھا ہے۔ کاش یہ کسی انڈسٹری کے لیے پالیسی بناتے تو اس کے لیے پچاس لاکھ رکھتے تو ہم سمجھتے کہ یہ محکمہ justified ہے کہ اس پچاس لاکھ سے صنعتوں کو incentive ملے گا۔ لیکن اس میں ایک ایسی مہمل مد رکھی گئی ہے جس کے سر پیر کا بھی علم نہیں ہے مگر آج ہمارے دوست ابھی اس کے لیے 50 لاکھ کی منظوری دیں گے۔ متعلقہ وزیر یا وزیر قانون صاحب یقیناً اس کا اردو میں ترجمہ کر کے بھی بتائیں گے یہ صفحہ 856 پر لکھا گیا ہے کہ Unforeseen expenditure for Disaster Preparedness & Relief اور اس مد میں 50 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ وزیر صاحب خاص طور پر یہ بتائیں گے کہ یہ کس انڈسٹری کی disaster کو بچانے کے لیے انھوں نے 50 لاکھ روپے کی رقم رکھی ہے۔ جناب والا! میری یہ خواہش ہو گی کہ محکمہ صنعت پنجاب وفاقی حکومت سے پنجاب کے مفاد کے لیے پوری لڑائی کرے۔ اگر میاں نواز شریف صاحب نے چونیاں میں انڈسٹریز کو incentives دینے کے لیے industrial zone قائم کیا تھا تو یہ حکومت کم از کم وہ incentive واپس دلوا دے جو withdraw کیے گئے ہیں۔ یہ اس محکمے کا بہت بڑا کارنامہ ہو گا۔ میاں نواز شریف صاحب نے اس صوبے میں انڈسٹریز کا جال پھیلانے کے لیے جو اقدام اٹھائے تھے کم از کم ان پر ہی عمل کر دیا جائے۔ اگر صوبہ سرحد کا وزیراعلیٰ وفاق سے جھگڑ کر، لڑائی کر کے گدون آمازئی کے لیے مراعات حاصل کرتا ہے تو پنجاب کے وزیر اعلیٰ یا وزیر صنعت کیوں نہیں لڑائی کر کے چونیاں میں industrialists کے لیے یا انڈسٹریز کے لیے جو incentives دیے گئے تھے وہ بحال کرواتے، کیوں وہ مراعات بحال نہیں کروائی جاتیں؟ جناب سپیکر! یہ صوبہ پنجاب کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور محکمہ تو ایک طرف وزیراعلیٰ نے بھی آنکھیں بند کر رکھی ہیں اگر یہی حال رہا تو صوبہ پنجاب میں صنعتیں دم توڑ جائیں گی اور یہ ساری کی ساری صنعتیں یا تو گدون آمازئی میں چلی جائیں گی یا Hub Estate میں چلی جائیں گے یا بلوچستان چلی جائیں گی یا غیر ممالک دوبئی وغیرہ میں چلی جائیں گی۔ جناب والا! چونکہ وزیر اعلیٰ صاحب ایوان میں تشریف لے آئے ہیں اور وہ خود بھی ایک وقت میں وزیر صنعت رہے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ جب میاں نواز شریف صاحب وزیر اعلیٰ تھے تو نکئی صاحب اس وقت صنعتوں کے وزیر تھے اور یقیناً انھیں اس شعبے سے دلچسپی ہو گی ' انھیں اس شعبے کے بارے میں بہت علم ہے اس لیے مجھے امید ہے کہ صوبہ پنجاب میں انڈسٹریز اور industrialists کو incentives دینے کے لیے وہ مرکز سے لڑائی لڑیں گے اور ایسی پالیسیاں بنائیں گے جس سے صوبہ پنجاب میں صنعتوں کا جال بچھ سکے۔ بہت بہت شکریہ۔ اور میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ اس مطالبہ زر کو نامنظور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : بڑی مہربانی۔ اگلے سپیکر سلطان عظمت حیات صاحب ہیں ------ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اب وزیر قانون صاحب اس بارے میں مختصر سا بیان دیں گے۔

وزیر قانون : جناب والا ! ایک بہت ہی پرانا قول ہے کہ "جب تاجر بادشاہ بن جاتا ہے تو اس ملک میں تباہی و بربادی آتی ہے اور بالخصوص اس ملک کی معیشت تباہ ہو جاتی ہے "----

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر! یہ کس جگہ کا قول ہے ' قول کا author کون تھا؟ ذرا وزیر قانون صاحب یہ تو بتا دیں۔ جناب والا ! یہ اپنا self -made قول بتا رہے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! شاہ صاحب میں اتنا صبر اور تہذیب نہیں کہ کچھ دیر بیٹھ کر بھی بات سن لیں ہر وقت یہ اٹھ کر اور غیر پارلیمانی طریقے سے بات کرتے ہیں۔ میں نے جو ایک بات کی ہے اسے میں ثابت بھی کر دوں گا۔ ان کا صرف یہ مقصد ہے کہ میں جو ان کے پول کھولنے لگا ہوں وہ نہ کھول سکوں------

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر ! میں point of self-explanation پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کیجیے لیکن بڑی brief۔

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! میں تو ہمیشہ ہی بڑی brief بات کرتا ہوں معلوم نہیں کیوں وزیر قانون صاحب اس بات سے allergic ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنے علم میں اضافے کے لیے ان سے پوچھا تھا اگر کوئی غلط بات ہے تو جناب میں ان سے معافی مانگتا ہوں ' اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ میں آپ کی وساطت سے دوبارہ ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ میں اپنے علم میں اضافے کے لیے یہ پوچھ رہا ہوں کہ یہ قول کس کا تھا؟ کب کا تھا اور کس تاریخ کے حوالے سے ہے؟ کیا یہ پوچھ کر میں نے کوئی غلطی کی ہے؟ یہ براہ مہربانی میرے علم میں اضافہ کر دیں۔

وزیر قانون : جناب والا ! اس کی زندہ مثال یہ ہے کہ پچھلے دور میں جب میاں نواز شریف صاحب وزیراعظم بنے تو انھوں نے یہ بات بالکل ثابت کر دی ۔ ادھر پنجاب اور پاکستان میں جس طریقے سے بندر بانٹ کی گئی ، جس طریقے سے انڈسٹریز کے نام پر بینکوں کو لوٹا گیا ، بینکوں کو اس حد تک پہنچا دیا گیا کہ وہ انڈسٹریز کو مزید قرضہ نہ دے سکیں ۔ اپنی مرضی کے لوگوں کو قرضے دیے گئے اور یہ سب قرضے انڈسٹریز کے نام پر لیے گئے لیکن انڈسٹریز نہ لگائی گئیں اور وہ پیسے باہر بھیجے گئے ۔ جناب والا ! میں عرض کرتا ہوں کہ جو حال اس دور میں PIDB کا ہوا اس سے شاہ صاحب باخبر ہیں کیونکہ شاہ صاحب بھی اس بارے میں ہونے والی ایک میٹنگ میں میرے ساتھ تھے اور یہ جانتے ہیں کہ جو حال اس وقت میں PIDB کا ہوا ، ہم دونوں اکٹھے تھے ۔ یعنی جس طریقے سے پسرور شوگر مل کو بیچا گیا وہ سب کچھ ریکارڈ میں موجود ہے۔ PIDB نے 25 لاکھ روپے اپنے ہاتھوں سے دیے اور پھر یہ مل ان کے ایک دوست کو دے دی گئی یعنی 22 کروڑ کی مل 50 لاکھ میں دے دی گئی۔ ابھی بھی وہ پیرا پڑا ہوا ہے شاہ صاحب [illegible] میٹنگ میں موجود تھے اور وہ جانتے ہیں ، ان کے علم میں ہے کہ وہ کیا پیرا بنا تھا اور جس نے وہ مل لی وہ پھر arbitration میں چلے گئے اور 25 لاکھ روپے الٹا بورڈ سے لیا۔

[illegible] ظفر علی شاہ [illegible] سکتا [illegible] نام لیا گیا ہے اس لیے میں نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شاہ صاحب ! آپ بھی میری طرح سچ بیان کریں گے ۔

سید ظفر علی شاہ : جی ہاں میں سچ ہی عرض کروں گا ۔ جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب یہ بالکل درست فرما رہے ہیں کہ اس وقت یہ پیرا تھا اور یہی صورت حال تھی لیکن اس میں کسی جگہ پر بھی ، کسی ریکارڈ میں بھی وزیر اعلیٰ ، وزیراعظم یا میاں نواز شریف صاحب کی directly or indirectly involvement نہیں تھی------

جناب ڈپٹی سپیکر : شاہ صاحب ! آپ صرف یہ بتائیں کہ آپ کیا سمجھتے ہیں ؟ کیا وزیر قانون صاحب درست نہیں کہہ رہے ؟

سید ظفر علی شاہ : جناب والا ! میں یہی تو کہہ رہا ہوں کہ وہ درست کہہ رہے ہیں لیکن یہ اس وقت کا bureaucratic clique تھا جو آج بھی موجود ہے ان کا mechanism ہے کہ وہ کس طریقے سے یہ

آگے بڑھیں اور آج بھی وہ لوگ زندہ ہیں ان کو پکڑیں ' trial کریں ' summary trial کریں ہم ان کے ساتھ ہیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ فلاں کے دور میں یہ بات ہوئی ہے' فلاں کے دور میں وہ بات ہوئی ہے اس طرح بات نہیں بنتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی شکریہ۔ میں ہاؤس کا وقت پانچ منٹ اور بڑھاتا ہوں۔ جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ کچھ شوگر ملیں اور کئی دوسری PIDB کی ملیں تو بیچ دی گئیں لیکن دو ملیں بچ گئیں۔ 93-1992ء میں ان کا جو منافع تھا وہ 60 لاکھ تھا اور جب خیر سے ان کی حکومت چلی گئی تو انھی ملوں کا جتنے 94-1993ء میں منافع 10 کروڑ ہوا اور 95-1994ء میں انھی ملوں کا منافع ساڑھے سترہ کروڑ ہوا۔ جناب والا! یہ اس دور کی صنعت ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! یہ ریکارڈ کی باتیں ہیں۔ باتیں کرنا اور چیز ہے۔ جب کہ ان کو ماننا اور سننا دوسری چیز ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ انھوں نے بینکوں کا بیڑہ غرق کیا' انھوں نے privatization میں بندر بانٹ کر کے پیسہ اڑایا اور اس وقت ادھر انڈسٹریز کا بھٹہ بٹھا دیا گیا۔ جب کہ موجودہ دور میں ایک طرف تو یہ قرضہ جات واپس لینے کے لیے اقدام کیے جا رہے ہیں۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ ان defaulters کے سارے cases مختلف عدالتوں میں pending ہیں۔ یہ واضح مثال ہے کہ ایک تاجر حکمران نے یہاں کی معیشت تباہ کی۔ یہاں ہاؤس میں چونیاں کی بات ہوئی وہاں پر جو industrial estate تھی اسے میاں صاحب نے خود ہی cancel کر دیا اور وہ بند ہو گئی۔ جب کہ موجودہ حکومت نے آ کر ادھر industrial zones بنائے اور تین جگہوں پر zones تجویز ہو چکے ہیں ' زمین لی جا چکی ہے اور یہ industrial zones دور دراز اور پسماندہ علاقوں میں بنائے گئے ہیں جیسے صادق آباد' لیہ اور راولپنڈی کے قریب انڈسٹریل زون بنائے جا رہے ہیں اور ان کو incentive دیا جا رہا ہے تا کہ باہر سے جو غیر ملکی investors آ رہے ہیں وہ وہاں پر اپنی انڈسٹری لگا سکیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب والا! ہماری کٹ موشن اس پر ہے کہ کیا کیا incentives دیئے جا رہے ہیں؟ وزیر موصوف ذرا اس بارے میں فرمائیں۔

وزیر قانون : جناب والا! جہاں پر انڈسٹری زون بنائے جاتے ہیں وہاں پر incentives دیئے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : کیا دے رہے ہیں؟ گن کر بتائیں۔

وزیر قانون ، وہ ٹیکس فری زون ہوتے ہیں ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، آپ ایک دو تین کر کے بتائیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی No interruption.

وزیر قانون ، بہر حال یہ ان چند افراد کے لیے incentives نہیں ہیں بلکہ جو باہر کے investors یہاں پر انڈسٹری لگانا چاہیں ان کے لیے یہ incentives ہیں ۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میاں عثمان ابراہیم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم ، جناب سپیکر ! لاء منسٹر بار بار یہ فرما رہے ہیں کہ باہر کے لوگوں کے لیے incentives دے رہے ہیں ۔ جناب سپیکر ، ہماری کٹ موشن پڑھیے ہم تو کہہ رہے ہیں کہ صوبہ پنجاب کے industrialist کو incentives دینے کے لیے آپ کیا پالیسی بنا رہے ہیں؟ لیکن وہ ہمیں بتا رہے ہیں کہ ہم باہر کے لوگوں کو incentives دے رہے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب یہ ان کی مرضی ہے کہ وہ کیسے بتاتے ہیں ۔ جی لاء منسٹر صاحب ۔

وزیر قانون ، باہر کی جو انڈسٹری لگتی ہے وہ ادھر سے collaboration کے ساتھ لگتی ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو پنجاب کا انڈسٹریل ڈیپارٹمنٹ ہے یہ فیڈرل گورنمنٹ کے انڈسٹریل ڈیپارٹمنٹ کی پالیسیز کے ساتھ مل کر چلتا ہے ۔ان کی جو پالیسیز ہوتی ہیں انھیں میں اس کو assist کرتا ہے ----

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، یہ incentives کے نام بتائیں ---

جناب ڈپٹی سپیکر ، No interruption. No cross talk

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، [* * * * *]

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں نہیں ، ایسے کیا بات ہوئی ۔ میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں ۔ میں پندرہ منٹ کے لیے ہاؤس کا اور وقت بڑھاتا ہوں ۔

(اس مرحلے پر ہاؤس کا وقت 15 منٹ کے لیے بڑھا دیا گیا)

چودھری محمد وصی ظفر ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

***(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کیا گیا)

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی - آپ کی سیٹ یہ ہے ؟

چودھری محمد وصی ظفر ، جی یہی ہے - جناب والا ! یہ اس طرح ہو رہا ہے جیسے وقفہ سوالات ہو۔ وہ اٹھ کر سوال کر دیتے ہیں کہ یہ بتائیں ' یہ بتائیں -

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ میں نے روکا ہے اس طرح سے interruption جائز نہیں ہے -

چودھری محمد وصی ظفر ، ان کو پہلے پڑھنے ڈالیں -

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے -جی لاء منسٹر صاحب

وزیر قانون ، جناب والا! مقصد یہ ہے کہ یہ اپنا شیشہ دیکھ کر تھوڑا سا گھبرا گئے ہیں میں اسے wind کرتا ہوں۔ جناب والا! یہاں پر pre-investment studies کروائی جا رہی ہیں لوگوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ کس انڈسٹری میں کتنا فائدہ ہو گا؟ اور اس لحاظ سے کون سی انڈسٹری کہاں پر لگانی چاہیے تو اس طریقے سے یہ incentive ہے کہ پہلے محکمہ انڈسٹری services دیتا ہے اس نے guide کرنا ہوتا ہے -تو انڈسٹری کا محکمہ PIDB اور Minerals بھی انڈسٹری میں ہی آتے ہیں اور اس کے ساتھ سمال انڈسٹریز کی estates ہیں جو کہ اور بھی بنائی جا رہی ہیں تو اس طریقے سے ان کو guide کیا جاتا ہے ان کو ہدایات دی جاتی ہیں اور ان کو بتایا جاتا ہے کہ کہاں پر کیا انڈسٹری کامیاب ہو سکے گی -تو اس طریقے سے جو محکمہ ایک وقت بالکل ڈوب چکا تھا اس کو اب پھر بحال کیا جا رہا ہے اور ان شاء اللہ آپ تھوڑے ہی عرصے میں دیکھیں گے کہ یہ محکمہ پھر سے اس ملک کی ترقی میں اپنا اہم کردار ادا کرنا شروع کر دے گا۔ میں اس کے ساتھ یہ گزارش کروں گا کہ اس کٹوتی کو رد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ - میں نے جب یہ تحریک پڑھی تھی تو میں غلطی سے 64 لاکھ کی بجائے 24 لاکھ کہہ گیا تھا لہٰذا میں اس کی تصحیح کرتا ہوں کہ 64 لاکھ کا لفظ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ،

"14 کروڑ' 64 لاکھ روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 22 صنعتیں کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

(تحریک نا منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 14 کروڑ ' 64 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے ادا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے ایک رولنگ پر فیصلہ دینا تھا لیکن چونکہ سب بے چین ہیں انھوں نے جانا ہے۔ اس لیے میں اس پر کل فیصلہ دوں گا اب اجلاس کل صبح 10.30 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا پینتیسواں اجلاس)

پیر' 24-جون 1996ء

(دو شنبہ' 7-صفر المظفر' 1417ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح ساڑھے دس بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ
رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۝ لِّيُرَوْا
اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ
يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

سورۃ الزلزال، آیات 1 تا 8

جب زمین بھونچال سے ہلا دی جائے گی اور زمین اپنے (اندر کے) بوجھ نکال ڈالے گی اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ اس روز وہ اپنے حالات بیان کر دے گی کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو حکم بھیجا(ہوگا) اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو (ان کے) اعمال دکھا دیے جائیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

وما علینا الا البلاغ

جناب سپیکر، تحاریک استحقاق کا وقت شروع ہوتا ہے ۔ تحریک استحقاق نمبر 16 چودھری عبدالحمید صاحب کی طرف سے ہے ۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ۔ یہ disposed of ہوتی ہے ۔ تحریک استحقاق نمبر 17 حاجی محمد اسمٰعیل صاحب کی طرف سے ہے ۔

حاجی محمد اسمٰعیل، مجھے میری تحریک استحقاق کی کاپی دی جائے ۔ اور میری تحریک استحقاق کل تک مؤخر کر دی جائے ۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر، اچھی بات ہے ۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت شروع ہوتا ہے ۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر ' ایک تحریک التوائے کار میں نے کل پیش کی تھی۔

جناب سپیکر ، ابھی میرے پاس آئی نہیں ۔

سید ظفر علی شاہ، میں نے سیکرٹریٹ سے پتا کیا ہے ۔ انھوں نے بتایا ہے کہ سپیکر چیمبر میں ہے ۔ آپ کہتے ہیں کہ میرے پاس آئی نہیں ۔

جناب سپیکر ، وہ ٹی وی کے متعلق ہے ۔

سید ظفر علی شاہ، جی ہاں ۔

جناب سپیکر ، میں نے ابھی accept کی ہے ۔ وہ سر کولیٹ ہو جائے گی ۔ کل آجائے گی ۔ تحریک التوائے کار نمبر 24 جناب ایس اے حمید صاحب ' جناب ارشد عمران سلہری' میاں معراج الدین صاحب کی طرف سے ہے ۔ معزز ممبر کو کاپی پیش کریں۔

اسمبلی بلڈنگ سے اسمبلی ملازمین کی سائیکلوں' موٹر سائیکلوں اور کاروں کی چوری

جناب ارشد عمران سلہری، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس ایوان میں اکثر و بیشتر کئی مرتبہ ارکان اسمبلی اپنی تقریروں میں ڈاکوؤں ' لٹیروں اور چوروں کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کرتے رہتے ہیں جو چوروں اور ڈاکوؤں کو ناگوار گزرتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی اہمیت جتانے کی خاطر اسمبلی کے غریب ملازمین کو اپنا نشانہ بنا کر ان کی موٹر سائیکلیں' موٹریں اور سائیکلیں چوری کرنی شروع کردی ہیں اب تک ان ملازمین کی اسمبلی حدود کے اندر

سے درجنوں گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں چوری ہوچکی ہیں حالانکہ اسمبلی بلڈنگ کے ارد گرد پولیس کا کڑا پہرہ بھی لگا ہوا ہوتا ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح صوبہ میں سماج دشمن عناصر پولیس کی ملی بھگت سے وارداتیں کرتے ہیں اسی طرح اسمبلی حدود کے اندر سے بھی چوری کی وارداتیں کررہے ہیں غریب ملازمین کے لیے بہت ہی مشکل مرحلہ ہے کہ وہ نئی گاڑیاں خرید سکیں یا سائیکلیں خرید سکیں - یہ واقعات قومی اخبارات میں بھی شائع ہوچکے ہیں اس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم وغصہ پایا جاتا ہے متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے -

جناب سپیکر ، وزیر قانون ! آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون، جناب والا ' ایس ایس پی لاہور کی رپورٹ کے مطابق احاطہ پنجاب اسمبلی لاہور سے مندرجہ ذیل موٹر سائیکلیں اور سائیکل چوری ہوئے - موٹر سائیکل ہونڈا 70 سی ڈی نمبر ایل ایچ وی 7369 موٹر سائیکل یاماہا 100 سی سی ایل ایچ ڈبلیو 972 اور ایک سائیکل - ان چوریوں کے متعلقہ مقدمات درج ہو چکے ہیں- ایک ایف آئی آر 245/96 زیر سیکشن 381 پی پی سی - ایف آئی آر 276/96 زیر سیکشن 381 اور ایف آئی آر 235/96 زیر سیکشن 379 - یہ تین چوریاں ادھر ہوئی تھیں - ان کے مقدمات درج ہوگئے ہیں- اور چوروں کو ڈھونڈنے کی کوشش ہو رہی ہے - مقدمات بھی درج ہوگئے ہیں اور ان کی تفتیش بھی جاری ہے- اور اب کوشش بھی کی جارہی ہے کہ یہاں پر زیادہ حفاظتی اقدامات کیے جائیں اور جلد از جلد مال مسروقہ کو ڈھونڈ نکالا جائے اور چوروں کو بھی پکڑا جائے- آئندہ کے لیے بھی کوشش کی جارہی ہے کہ یہاں پر زیادہ حفاظتی اقدامات کیے جائیں اور جلد سے جلد مال مسروقہ کو ڈھونڈ نکالا جائے اور چوروں کو بھی پکڑا جائے -

جناب سپیکر : حال ہی میں میرے نوٹس میں بھی ایک چوری آئی ہے - ہمارے پریس کے ایک فوٹو گرافر اقبال چودھری صاحب ہیں ان کی موٹر سائیکل چوری ہوگئی ہے تو ازراہ کرم اس کے لیے جو بھی احتیاطی تدابیر ہیں وہ فوری طور پر اختیار کی جائیں اور سختی سے کہا جائے کہ اس معزز ایوان کے حفاظتی انتظامات بہتر سے بہتر طریقے سے ہوں-

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر ! میں اس بارے میں ایک دو باتیں کہنا چاہتا ہوں - جناب والا! گزارش یہ ہے کہ ہماری پنجاب اسمبلی کا احاطہ بہت محدود سا ہے اور اس کے چاروں طرف پولیس

کے ملازمین کی ڈیوٹیاں لگی ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود غریب ملازمین کی کہ جن کی ایک ہزار ' دو ہزار یا تین ہزار روپے تنخواہ ہے اس اسمبلی کے احاطے میں سے دن کی روشنی میں موٹر سائیکلیں ' کاریں اور سائیکلیں چوری ہو رہی ہیں ۔ یہ زمین کا ایک چھوٹا سا قطعہ ہے جس کے اوپر یہ حالات ہیں ۔ یہاں پر پورے پنجاب کے منتخب نمائندگان آتے ہیں ' بیورو کریسی یہاں پر آتی ہے اور اس علاقے کا یہ حال ہے تو پھر اتنے بڑے صوبے کا کیا حال ہو گا؟

جناب سپیکر: ارشد عمران سلہری صاحب! آپ کی بات درست ہے اسی لیے تاکید کی گئی ہے ' اسی لیے اس کو circulate کیا گیا ہے تاکہ حکومت کی توجہ اس طرف مبذول ہو جائے ۔ وزیر قانون نے یقین دہانی کرائی ہے ' پولیس مناسب کارروائی کر رہی ہے مزید تاکید کی گئی ہے کہ اور بھی زیادہ احتیاط کی جائے ۔ اب آپ تشریف رکھیں کیونکہ کافی ہو گیا ہے ۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب والا! آپ کوئی وقت مقرر کر دیں کہ کب یہ برآمدگی ہو جائے گی ؟ یا پھر ان کو compensation دے دیں ۔

جناب سپیکر : نہیں اس طرح نہیں ہو سکتا ۔ برآمدگی کب تک ہو جائے گی ؟ یہ تو ایسے ہے جیسے انھوں نے ہی چوری کی ہوئی ہے اور وہ لے آئیں گے ۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر ! یہ عوام کا حق بنتا ہے کہ وہ پوچھیں کہ اس جگہ جہاں عوام کے نمائندگان بیٹھے ہوئے ہیں ان کی موجودگی میں کیوں چوریاں ہو رہی ہیں ؟ انتظامیہ کیا کرتی ہے ؟ جن کے اوپر آپ اربوں روپے خرچ کرتے ہیں ان کی کیا ڈیوٹی ہے کیا ذمہ داری ہے؟ وہ صرف پاکٹل لیے پھر رہے ہوتے ہیں کوئی بھی اپنے فرض کو اس وقت نہیں نبھا رہا اور یہ پنجاب اسمبلی کے نمائندگان کے اوپر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ یہاں سے کیوں کر چوری ہوتی ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! وزیر قانون نے تو ہاؤس کو assurance دلوا دی لیکن یہاں محکمہ داخلہ کے انچارج وزیر بھی تشریف رکھتے ہیں ان کی طرف سے بھی بیان آنا چاہیے کہ وہ کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ؟ ------

جناب سپیکر : کھوسہ صاحب ! آپ نہایت سینئر پارلیمنٹیرین ہیں اور Law Minister represents the Government اور ان کی طرف سے assurance پوری کابینہ کی طرف سے assurance ہے ' وہ حکومت کی طرف سے assurance ہے ۔ بظاہر تو وزیر قانون کا یہ محکمہ نہیں

ہے لیکن Once an assurance comes from the Law Minister, it should be taken from the Cabinet and the government. اس لیے آپ تشریف رکھیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! میں عرض کروں گا کہ آپ چیئر پر بیٹھے تھے اور وزیر خزانہ نے کہا تھا کہ میں کسی کا نمائندہ نہیں ہوں۔ ----

جناب سپیکر: نہیں انھوں نے یہ کہا تھا کہ میں وزیراعلیٰ کا نمائندہ نہیں ہوں بلکہ میں وزیر ہوں، میں کابینہ کا رکن ہوں۔ ان دو باتوں میں فرق ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! میں وہی بات عرض کر رہا ہوں کہ جب وہ کسی کے نمائندے نہیں ہیں تو نمائندگی کی کیا ضرورت ہے اور جب ہوم منسٹر خود یہاں تشریف رکھتے ہیں تو وہ assurance دے دیں۔ حکومت کے نمائندے کی کیا ضرورت ہے؟

جناب سپیکر: نہیں نہیں اس طرح نہیں ہے۔ کابینہ کا رکن کابینہ کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس لیے آپ تشریف رکھیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: یہ صرف آپ ہمیں آگے چلنے سے روک رہے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ بات آگے چلنے والی ہو گی تو انشاء اللہ اس کو پر لگا دیں گے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! چوریاں تو یہاں ویسے ہی برآمد نہیں ہوتیں لیکن کم از کم وزیر متعلقہ جو یہاں ہاؤس میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ تو ہمیں assurance دیں۔

جناب سپیکر: وزیر قانون نے assurance دی ہے اگر ہوم منسٹر بھی کوئی بات کرنا چاہتے ہیں تو بڑی خوشی سے کر لیں۔

سینئر وزیر (ملک مشتاق احمد اعوان): جناب سپیکر! اس تحریک التوا سے متعلق وزیر قانون صاحب نے اس معزز ایوان کو assurance دلائی ہے ظاہر ہے وہ میرے cabinet colleague ہیں اور محکمہ داخلہ کی طرف سے ہی یہ assurance دلائی گئی ہے تو میں اس سلسلے میں فاضل ممبر اسمبلی اور ہاؤس کے دوسرے ممبران کو بھی یقین دلاتا ہوں کہ احاطہ اسمبلی کے تقدس کا، اس کی security کا، چوری کا ہم پہلے ہی پوری طرح خیال رکھ رہے ہیں اور مختلف جگہوں پر جو points ہیں وہاں پولیس متعین ہے۔ unfortunately چوری کے یہ تین چار واقعات ہوئے ہیں پولیس مستعدی اور محنت سے اس کی

investigation کر رہی ہے اور ہم انشاء اللہ ان کو برآمد کریں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا کوئی واقعہ آئندہ رونما نہ ہو۔

جناب سپیکر : مہربانی شکریہ۔ It is disposed of.

بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ذوالفقار احمد ڈھلوں : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے۔

BIRG (RETD) ZULFIQAR AHMED DHILUN: Sir, my friend Mr Sulehri has referred to the Punjab Assembly as a very small premises but this Hall is even smaller than the premises of the Assembly. We are all aware that colossal public funds are being stolen right in this Hall with a bit difference that this is being done with the help of law and those persons who are lifting all those cycles and motor-cycles they are probably doing it against the law. I would suggest that if you hand over all of us to the police ninety-nine percent thefts and dacoities in this country would be finished

جناب سپیکر یہ اچھا لطیفہ ہے لیکن پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ خواجہ محمد اسلام صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 25 ہے ------ تشریف نہیں رکھتے تو it is disposed of 'چودھری اصغر علی گجر صاحب کی تحریک التوائے کار ہے ------ وہ بھی تشریف نہیں رکھتے ان کی تحریک التوائے کار بھی disposed of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 27 جناب ارشد عمران سلہری' میاں معراج دین' میاں فضل حق صاحب کی طرف سے ہے۔ میاں معراج دین صاحب آپ اسے پیش کیجیے۔

ڈرگ انسپکٹر کی ملی بھگت سے غیر معیاری اور ہسپتالوں سے چوری شدہ ادویات کی سرعام فروخت

میاں معراج دین : شکریہ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج کل سماج دشمن عناصر نے زندگی کے ہر شعبہ میں انسانی جانوں سے کھیلنا

اپنا شعار بنا لیا ہے ۔ اس وقت لاہور میں ضمیر فروش ڈرگ انسپکٹروں کی معاونت اور ملی بھگت سے غیر معیاری اور ہسپتالوں سے چوری شدہ ادویات سر عام فروخت ہو رہی ہیں جس سے مریض شدید پریشانیوں میں مبتلا ہو کر رہ گئے ہیں ۔ لوہاری گیٹ ، ٹمپل روڈ ، اردو بازار اور ہسپتال روڈ پر واقع ادویات کی مارکیٹیں جعلی ، کھٹیا اور چوری شدہ ادویات سے بھری پڑی ہیں ۔ علاوہ ازیں ان مارکیٹوں میں استعمال شدہ سرنجیں بھی فروخت ہو رہی ہیں ۔ ان استعمال شدہ سرنجوں کو شاہ عالم مارکیٹ اور بند روڈ پر گرم پانی سے دھو کر دوبارہ پیکنگ کر کے مارکیٹوں میں فروخت کیا جا رہا ہے ۔ بعض ڈاکٹروں نے بتایا کہ ان سرنجوں کی پیکنگ جب کھولی جاتی ہے تو سرنجوں پر خون کے دھبے پائے گئے ہیں جن کے استعمال سے مریض مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں ۔ اس مکروہ کاروبار میں ملوث افراد اتنے بااثر ہیں کہ جب کسی ایماندار اہلکار نے ان کی دکان سے جعلی ادویات کے نمونے حاصل کیے اور انہیں لیبارٹریوں میں بھیجا تو وہاں پر وہ ملی بھگت کر کے نمونے تبدیل کرا لیتے ہیں ۔ جعلی ادویات کا کاروبار ہیروئن کے کاروبار سے بھی زیادہ گھناؤنا ہے ۔ محکمہ صحت کے ڈرگ انسپکٹر اور دیگر مفاد پرست عملہ اپنی منتھلی وصول کر کے معصوم افراد کی جانوں سے کھیل رہے ہیں ۔ یہ واقعات قومی اخبارات میں بھی شائع ہو چکے ہیں اس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے ۔

جناب سپیکر : وزیر قانون صاحب اس پر آپ کچھ کہیں گے یا متعلقہ وزیر صاحب کچھ فرمائیں گے ؟

وزیر صحت ارین(چودھری بدرالدین) : جی میں عرض کروں گا ۔

جناب سپیکر : جی ارشاد ۔

وزیرصحت: جناب سپیکر! لاہور کے ڈرگ انسپکٹروں نے یکم جون 1996ء سے لے کر آج تک 1762 نمونے ادویات برائے تجزیہ لیے ہیں ۔ جس میں سے 66 نمونے غیر معیاری پائے گئے ہیں ۔ ان کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے ۔ اس کے علاوہ 118 کیس Provincial Quality Control Board کو بھجوائے گئے ہیں جس پر کوالٹی کنٹرول بورڈ نے 21 کیسوں کے چالان ڈرگ کورٹ لاہور میں بھیجے ہیں ۔ اس تحریک التوائے کار کے آنے کے بعد مورخہ 16 جون 1996ء کو چیف ڈرگ انسپکٹر پنجاب نے لاہور میں میو ہسپتال روڈ ، اردو بازار ، لوہاری گیٹ ، ٹمپل روڈ ، چوک مینٹل ہسپتال لاہور سے بھاری مقدار میں وہ ادویات برآمد کی ہیں جو مختلف سرکاری محکموں کی ملکیت تھیں ۔ اس کے علاوہ

فزیشن سیمپلز ' زائد المیعاد اور بغیر کارٹنی ادویات قبضے میں لی گئی ہیں ۔ ملزموں کے خلاف ڈرگ ایکٹ 1976ء کے تحت کارروائی کی جا رہی ہے۔ 24 مختلف کمپنیوں کے 32 نمونہ جات مختلف میڈیکل سٹوروں سے حاصل کر کے برائے تجزیہ Government Analyst Drug, Testing Laboratory, Lahore. کو پہنچا دیے گئے ہیں ۔ تجزیہ رپورٹ کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے ۔ جہاں تک سرنجوں کے دوبارہ استعمال کا تعلق ہے اس بارے میں وفاقی حکومت کو کہا گیا ہے کہ سرنج کو ڈرگ کی تعریف میں لایا جائے چونکہ اس وقت سرنج ڈرگ کی تعریف میں نہیں آتی تو اس لیے اس پر مناسب کارروائی نہیں ہو رہی ۔ تاہم اس بارے میں کیمسٹ ایسوسی ایشن کے عہدیداروں نے رضا کارانہ ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ غلط قسم کی مضر صحت سرنجیں نہ بکیں ۔ نہ صرف وہ سرنجیں جو دوبارہ استعمال ہو رہی ہیں بلکہ جو بھی مضر صحت سرنجیں ہیں وہ دوبارہ استعمال نہ ہو سکیں اس کے علاوہ ہم نے میڈیکل سپرنٹنڈنٹس کو یہ ہدایات بھی دی ہیں کہ جو سرنجیں استعمال ہو جائیں ان کو destroy کر دیا جائے۔ تو میں اس کے ساتھ ہی یہ استدعا کروں گا کہ اس بارے میں محکمہ صحت اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا ہے اور ہم ان کے مشکور ہیں کہ یہ وقتاً فوقتاً ان کی نشاندہی کرتے رہیں تو ہم مؤثر اقدامات اٹھانے کو تیار ہیں ۔ شکریہ۔

جناب سپیکر ، میں سمجھتا ہوں کہ اس وضاحت کے بعد اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ It is disposed of اگلی تحریک التوائے کار نمبر 28 میاں فضل حق ' جناب ارشد عمران سلہری اور میاں معراج دین صاحب کی طرف سے ہے ۔جی سلہری صاحب !

پنجاب یونیورسٹی لاء کالج کے ایل ایل بی کے امتحانات کے انعقاد اور نتائج میں تاخیر

جناب ارشد عمران سلہری، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب یونیورسٹی لاء کالج نے ایل ایل بی پارٹ ون سیشن 94-1993ء کا تعلیمی سال 31 ماہ میں مکمل کیا اور فرسٹ اینول 94ء کے رزلٹ آؤٹ ہونے کے بعد سیکنڈ اینول 94ء کا امتحان لینے کی بجائے سیکنڈ اینول 94ء ' فسٹ اینول 95ء کا امتحان اکٹھا کر دیا اور یونیورسٹی حکام نے متاثرہ طلباء کو یہ یقین دہانی کروائی کہ آپ کا ایک سال ضائع نہیں ہو گا ۔ بلکہ آپ کا باقاعدہ ایل ایل بی پارٹ تھری

سیشن 96-1995ء میں داخلہ ہو جائے گا اور ایل ایل بی پارٹ ون 94-1993ء کے رزلٹ آؤٹ ہونے کے بعد چار سے چھ ہفتوں کے اندر ایل ایل بی پارٹ ٹو سیشن 95-94ء کا سپیشل امتحان لیا جائے گا۔ جبکہ یونیورسٹی کیلنڈر کے مطابق پنجاب یونیورسٹی سال میں دو امتحانات لینے کی پابند ہے جناب سپیکر! اس کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

اب یونیورسٹی حکام ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں نہ تو یونیورسٹی ایل ایل بی پارٹ ٹو سیشن 95-1994ء کا سپیشل امتحان لے رہی ہے اور نہ ہی ایل ایل بی پارٹ تھری سیشن 96-1995ء میں داخلہ کر رہی ہے۔ اس طرح طلباء کا ایک قیمتی سال ضائع ہو رہا ہے۔ یہ تمام صورت حال یونیورسٹی کے بروقت امتحان نہ لینے اور رزلٹ لیٹ نکلنے کے سبب پیدا ہوئی ہے۔ مذکورہ معاملہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر: جناب لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب والا! مذکورہ تحریک میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ ایل ایل بی پارٹ ون 94-1993ء کا تعلیمی سیشن 31 ماہ میں مکمل کیا گیا ہے۔ یہ درست نہیں ہے کیونکہ 94-93ء کا تعلیمی سیشن اکتوبر 93ء میں شروع ہوا اور جون 94ء میں مکمل ہو گیا۔ ایل ایل بی پارٹ ون کا سالانہ امتحان 94ء کا امتحان جون 95ء میں منعقد ہوا۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ ایل ایل بی پارٹ ون سیشن 94-1993ء کے طلباء جنھوں نے اپنا کورس جون 1994ء میں مکمل کر لیا تھا انھیں ایل ایل بی پارٹ-II' 94ء میں داخلہ دے دیا گیا اور ان طلباء نے جون 95ء میں اپنا ایل ایل بی پارٹ II کا کورس مکمل کر لیا۔ ان میں سے وہ طلباء جنھوں نے ایل ایل بی پارٹ ون کا سالانہ امتحان پاس کر لیا تھا ایل ایل بی پارٹ II کے لیکچرز مکمل کر لیے تھے انھیں ایل ایل بی پارٹ III میں مشروط طور پر داخلہ دے دیا گیا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ annual کا نتیجہ نکلنے کے بعد بجائے سیکنڈ annual امتحان کرانے کے یونیورسٹی نے ایل ایل بی پارٹ ون کا دوسرا سالانہ 1994ء اور پہلا سالانہ 95ء کے امتحان کے انعقاد کے اوقات کو اکٹھا منعقد کیا۔ بالکل درست ہے اور یہ اس لیے کیا گیا کہ ایل ایل بی پارٹ ون کے جو طلباء جون 1995ء میں اپنا کورس مکمل کر چکے تھے تقریباً چھ ماہ سے فارغ بیٹھے تھے اگر سپلیمنٹری کے بعد ان کا سالانہ امتحان کروایا جاتا تو یہ جون' جولائی 1996ء سے پہلے ممکن نہ تھا۔ اس طرح ہزاروں طلباء کا بہت زیادہ وقت ضائع ہو جاتا ان طلباء کا مزید وقت ضائع کیے بغیر ان کا

امتحان دسمبر 1995ء میں فیل شدہ امیدواران کے ساتھ کروا دیا گیا جس کا نتیجہ 25 اپریل 1996ء کو شائع کر دیا گیا ہے ۔ایل ایل بی پارٹ ون کا second annual 1995 10 جون 1996ء سے دوبارہ کروا دیا گیا اس طرح نہ صرف یہ کہ ایل ایل بی پارٹ ون والے طلباء کا وقت ضائع ہونے سے بچا لیا گیا بلکہ امتحانی شیڈول کو درست کرنے میں بھی یقیناً مدد ملی۔ یہی صورت حال ایل ایل بی پارٹ II کے امتحان میں بھی ہوئی مگر طلباء نے چھٹے پرچے میں واک آؤٹ کیا جس کا دوبارہ امتحان Board of studies in Law کی سفارش کے مطابق 20 مئی 1996ء کو دوبارہ لیا گیا اور یہ پرچے ابھی تک مارک ہو کر واپس نہیں آئے ۔ اگر طلبہ واک آؤٹ نہ کرتے تو پارٹ II کا نتیجہ بھی اپریل کے آخر میں نکل چکا ہوتا اور اگلا امتحان بھی ہو چکا ہوتا۔ جیسے ہی ممتحن صاحبان پرچے واپس بھیجیں گے تو ایل ایل بی پارٹ II کا رزلٹ شائع کر کے اگلا امتحان چار ' چھ ہفتوں کے بعد کروا دیا جائے گا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یونیورسٹی ایل ایل بی پارٹ II کا امتحان نہیں لے رہی اور نہ ہی ایل ایل بی پارٹ III میں داخلہ دے رہی ہے ۔ اس سلسلہ میں یہ گزارش ہے کہ جیسے اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ابھی تک ایل ایل بی پارٹ II کا رزلٹ نہیں آیا جونہی یہ رزلٹ نکل جائے گا تو اگلا امتحان مناسب وقفہ کے بعد منعقد کروا دیا جائے گا ۔جہاں تک ایل ایل بی پارٹ III میں داخلہ نہ دینے کے بارے میں کہا گیا ہے اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ہر وہ طالب علم جس نے ایل ایل بی پارٹ ون کا امتحان پاس کر لیا ہے اور ایل ایل بی پارٹ II کے لیکچر مکمل کر لیے ہوں اسے ایل ایل بی پارٹ III میں داخلہ دے دیا گیا ہے مگر وہ طالب علم جنھوں نے ایل ایل بی پارٹ ون پاس نہ کیا ہو باوجود اس کے کہ اس نے ایل ایل بی پارٹ II کے لیکچر پورے کیے ہوں ایل ایل بی پارٹ III میں داخلہ نہیں دیا جاتا ۔ جو طلبہ داخلہ نہ دینے کی شکایت کر رہے ہیں در اصل وہ ایل ایل بی پارٹ III میں داخلے کے اہل نہیں ہیں کیونکہ انھوں نے ایل ایل بی پارٹ ون کا امتحان پاس نہیں کیا ۔قواعد کے تحت ایسے طلباء کو ایل ایل بی پارٹ III میں داخلہ نہیں دیا جاتا ۔ اصل میں اس رپورٹ کے ساتھ میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ایل ایل بی کے پرچے معزز وکلاء صاحبان مارک کرتے ہیں وہ اس کے ایگزامینر ہوتے ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ ایسے وکلاء صاحبان کو پرچے دیے جائیں جو کہ اس کے اہل ہوں اور ان کی اپنی مصروفیات ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ میں آپ سے یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ان کو جو معاوضہ دیا جاتا ہے وہ بہت کم ہے ۔

جناب سپیکر، شرمناک حد تک کم ہوتا ہے ۔

وزیر قانون ، اس لیے وہ اس کی طرف پوری توجہ نہیں دیتے تو میں نے آج ہی یہ بات کی ہے اور انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے یہ move کیا جا رہا ہے کہ ان کا معاوضہ بڑھایا جائے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ان کا معاوضہ بڑھایا تو پھر فیس زیادہ ہو گی یہ ایک vicious circle چلے گا تو اس کے متعلق یہ بھی کہ اس کو کہاں تک subsidize کیا جائے کہاں تک فیس بڑھائی جائے لیکن جب تک ان کا معاوضہ نہ بڑھایا گیا تو ہمیں یہ مشکل پیش آتی رہے گی کیونکہ وہ دیر سے پرچے مارک کر کے بھیجتے ہیں اور ہمیشہ اس قسم کی تکلیف رہتی ہے ۔

سید سجاد حیدر کرمانی ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر ، جی فرمائیے

سید سجاد حیدر کرمانی ، جناب سپیکر ! میرے قائد سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ اسی ضمن میں آپ سے یہ گزارش کر چکے ہیں کہ اگر متعلقہ وزیر اس کا جواب دیں تو شاید وہ بہتر ہو گا اور مؤثر ہو گا ۔ اب میرے فاضل بھائی وزیر قانون over burdened ہیں انھوں نے ایک لکھا ہوا اور ارسال کردہ من جانب محکمہ تعلیم یہاں پر پھینک دیا ہے They have dared hurled it at us.-----

جناب سپیکر ، نہیں اس کے بعد زبانی بھی بات کی ہے ۔

سید سجاد حیدر کرمانی ، اور جو کچھ زبانی کہا گیا میں یہ استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ اگر متعلقہ وزیر کرے تو وہ بات زیادہ مؤثر ہو گی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ بالآخر اس مسئلے کو حل بھی انھوں نے کرنا ہے تو میں یہ استدعا کرتا ہوں اور میرا مناسب اور جائز مطالبہ ہے کہ اگر اس کا متعلقہ وزیر جواب دیں تو وہ کہیں بہتر ہو گا یہ تو صدا بصحرا والی بات ہے ----

جناب سپیکر ، محترم کرمانی صاحب آپ seasoned parliamentarian ہیں آپ خود حکومت میں رہے ہیں آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ بیان لاء منسٹری میں تیار نہیں ہوا یہ ایجوکیشن منسٹری میں تیار ہو کر ایجوکیشن منسٹر کی صوابدید کے ساتھ ان تک آیا ہے ' اس میں ان کی رضا مندی ' ان کی صوابدید ان کا غور و فکر شامل ہے ۔ البتہ جو بات آپ کہہ رہے ہیں کہ اگر متعلقہ وزیر ہوتے تو میں ان سے بھی پوچھ لیتا اور اگر انھوں نے کچھ add کرنا ہوتا تو وہ add کر دیتے لیکن

Law Minister is always competent to give answer on behalf of the cabinet ministers.

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا محترم کرمانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ایک بات آپ کے نوٹس میں لاتے ہیں ۔ جناب والا معاملہ یہ ہے کہ یونیورسٹی اپنے امتحانات اپنے ہی کیلنڈر کے مطابق منعقد نہیں کرواتی ۔ اس طرح امتحانات late ہو جاتے ہیں ان کے نتائج بھی late ہو جاتے ہیں ۔ جناب سپیکر ! اس سے پیشتر بھی سابقہ اجلاس میں ' میں نے لاء کالج کے امتحانات کے بارے میں عرض کی تھی اور ایک تحریک التوائے کار دی تھی ۔ اس وقت ہمارے وزیر تعلیم صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ میں اگلے اجلاس میں پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات کا جو طریقہ کار ہے جو لائحہ عمل ہے وہ میں ایوان کے سامنے پیش کروں گا۔

جناب سپیکر ! یہ بہت ہی اچھا ہوتا اگر وزیر تعلیم یہاں اس تحریک کا جواب دیتے اس لیے میں یہ چاہوں گا کہ اس تحریک کو موخر کر دیا جائے ۔ وزیر تعلیم ایک تو ہمیں امتحانات کا شیڈول بتائیں جو انہوں نے اس ہاؤس کے فلور پر commit کیا ہوا ہے ۔ اس وقت لابی میں میرے خیال میں موجود بھی ہوں گے ۔

جناب سپیکر ، چودھری شوکت داؤد صاحب !

چودھری شوکت داؤد ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر ! یہ ہاؤس کی روایت ہے کہ متعلقہ وزیر اپنے محکمے کی نمائندگی کرتا ہے اس کے علاوہ ہم نے پارلیمانی سیکرٹریوں کی فوج ظفر موج بھی رکھی ہوئی ہے ان کا بھی function یہ ہوتا ہے کہ اگر متعلقہ وزیر حاضر نہیں ہے تو پارلیمانی سیکرٹری ہاؤس میں اس کی نمائندگی کرے ۔ جناب والا اس طرح سے وزراء اور پارلیمانی سیکرٹری بھی حاضر رہیں گے اور متعلقہ محکمے کی بہتر نمائندگی بھی ہو سکے گی۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں ۔ ایسا نہیں ہے جہاں تک starred questions کا تعلق ہے متعلقہ وزیر ہی جواب دیتا ہے اور اگر وہ نہیں ہوتا تو پارلیمانی سیکرٹری جواب دیتا ہے لیکن جہاں تک تحاریک التوائے کار اور تحاریک استحقاق کا تعلق ہے وزیر قانون اکثر اس کا جواب دیتے ہیں ۔ البتہ اگر متعلقہ وزیر موجود ہو اور وہ کچھ کہنا چاہے اس میں کچھ add کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے لیکن وزیر قانون کی طرف سے جواب دینا ہی روایت ہے اور وزیر قانون ہی competent سمجھا جاتا ہے ۔ سلہری صاحب!آپ نے یہ کہا ہے کہ اجلاس میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ وزیر تعلیم صاحب امتحانوں کا شیڈول یہاں پر بیان کریں گے ۔ آپ کسی وقت ان کی موجودگی میں یہ سوال اٹھا دیجیے گا میں اس کا جواب

ان سے طلب کر لوں گا لیکن اس وقت اتنی طویل وضاحت کے بعد اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! اس میں یہ کر لیں تاکہ یہ آئندہ کے لیے روایت نہ بنے' یہ دوسرا موقع ہے کہ پنجاب اسمبلی میں تحاریک التوائے کار پیش ہوئیں اس کے بعد نتائج کا اعلان کیا گیا ہے۔ یونیورسٹی کو اپنا فرض سمجھ کر نتائج کا بروقت اعلان کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر، آپ کی بات درست ہے وزیر موصوف سے کہوں گا کہ اس کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ چھٹی کی درخواستیں لے لی جائیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر، اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔ سیکرٹری اسمبلی۔

نواب زادہ مظہر علی خان

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست نواب زادہ مظہر علی خان رکن' صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ،

> I was out of the country for my medical check up and could not attend session from 8th to 16th May, 1996 and due to illness on 20th June, 1996 Leave for the said dates may be granted

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر محمد شفیق چودھری رکن' صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے پیش کی گئی ہے کہ،

میں 16 جون 1996ء ایک ضروری کام کی وجہ سے اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہو

سکا۔ مہربانی فرما کر ایک یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ :

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے "

(تحریک منظور کی گئی)

جناب محمد شفیق

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد شفیق ارائیں رکن، صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ

میں بوجہ ادائیگی فریضہ حج پچھلے دو اجلاسوں میں شرکت نہ کر سکا۔ لہذا استدعا ہے کہ مذکورہ رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ :

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے "

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ایس اے حمید

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس اے حمید رکن، صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ

گزارش ہے کہ میں 19 اور 20 جون 1996ء کو ایک ضروری کام کی وجہ سے اسمبلی کے اجلاس میں شریک نہ ہو سکا۔ لہذا رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے "

(تحریک منظور کی گئی)

جناب غلام حیدر کھچی

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب غلام حیدر کھچی رکن، صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ

I could not attend the session on 16th May, 1996 due to urgent piece of work. Kindly grant me leave for the said date.

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

ڈاکٹر شیلالی چارلس

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر شیلالی چارلس رکن، صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ

As I am not feeling well and could not attend the session. Kindly grant me leave for 22nd June, 1996.

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب بادشاہ میر خان آفریدی

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست بادشاہ میر خان آفریدی بذریعہ راجہ اشفاق سرور خان رکن، صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ

I have been asked by Badshah Mir Khan Afridi to request you on his behalf that he is in the USA for medical treatment due to which he could not attend sessions. Leave may kindly be granted to him for 1st March, 1 April, 8th to 16th May and 14th to 30th June, 1996.

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب محمد اکرم چیلا

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد اکرم چیلار کن، صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ

Kindly excuse my absence from the present Assembly session till the end of the session due to my admission in the Punjab Institute of Cardiology. Lahore.

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

میزانیہ بابت سال 97-1996ء کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر : وزیر قانون اور وزیر پارلیمانی امور اور قائد حزب اختلاف کی باہمی رضامندی سے کیے جانے والے فیصلے کے مطابق آج زیر غور لائے جانے والے مطالبات زر کی ترتیب مندرجہ ذیل ہو گی۔ مطالبہ نمبر 10 ۔ بسلسلہ نظم و نسق عامہ مطالبہ نمبر 16 بسلسلہ خدمات صحت مطالبہ نمبر 9 بسلسلہ آبپاشی و بحالی اراضی مطالبہ نمبر 25 بسلسلہ مواصلات مطالبہ نمبر 11 بسلسلہ عدل گستری مطالبہ نمبر 33 بسلسلہ غلہ و چینی کی سرکاری تجارت ۔

وزیر خزانہ از راہ کرم مطالبہ زر نمبر 10 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر 10

وزیر خزانہ ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

"ایک رقم جو 5 ارب 8 کروڑ 57 لاکھ 26 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو ، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد نظم و نسق عامہ برداشت کرنا پڑیں گے"

جناب سپیکر ، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ :

"ایک رقم جو 5 ارب 8 کروڑ 57 لاکھ 26 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ نظم ونسق عامہ برداشت کرنا پڑیں گے"

(اس مرحلے پر اپوزیشن کے بہت سے معزز اراکین نے مخالفت کی)

جناب سپیکر ، مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے ۔

سید تابش الوری ۔ جناب تاج محمد خانزادہ ۔ سید اختر حسین رضوی ۔ سید ظفر علی شاہ ۔ رانا نورالحسن ۔ جناب ایس اے حمید ۔ جناب احسان الدین قریشی۔ میاں معراج دین ۔ چودھری محمد اقبال ۔ جناب ارشد عمران سلہری ۔ جناب محمد منشاء اللہ بٹ ۔ ملک محمد عباس کھوکھر ۔ میاں عثمان ابراہیم ۔ جناب عبدالرؤف مغل ۔ جناب بادشاہ میر خان آفریدی ' سردار حسن اختر موکل ۔ جناب انعام اللہ خان نیازی ۔ جناب محمد بشارت راجہ ' میاں امتیاز احمد ۔چودھری شوکت داؤد۔ جناب شاہد ریاض ستی۔میاں عمران مسعود۔ حاجی منصور احمد بٹ ۔ میاں محمد ثاقب خورشید ۔ حاجی عبدالرزاق ۔ چودھری احمد یار گوندل ۔ حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ۔ باقی حضرات نے کیا قصور کیا تھا؟

جناب سپیکر، میں سید تابش الوری صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔

SYED TABISH ALWARI: Sir, I move

That the total of Rs. 5,08,57,26,000 on account of Demand No 10-General Administration, be reduced to Re.1.

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

"5 ارب 8 کروڑ 57 لاکھ 26 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 10 نظم ونسق عامہ کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے "

MINISTER FOR FINANCE: I oppose it.

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ آپ آپس میں طے کر لیجئے کہ کتنے لوگ بولیں گے۔ بہرحال سب سے

مسئلے الوری صاحب بسم اللہ کیجئے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر!

وہ شاخ گل پہ زم زموں کی دھن تراشتے رہے
نشیمنوں پہ بجلیوں کا کارواں گزر گیا

جناب سپیکر! پارلیمانی جمہوریتوں میں عوامی احتجاج، ہڑتال اور ریفرنڈم کے نتیجے میں مہذب حساس اور غیرت مند حکومتیں مستعفی ہو جایا کرتی ہیں اور اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن پاکستان کے fascist وفاقی اور صوبائی بجٹوں، مہنگائی اور کرپشن کے خلاف کل پنجاب اور سارے ملک میں ملک گیر تاریخی ہڑتال ہوئی اس کے بعد وفاقی اور صوبائی حکومت کو مستعفی ہوجانا چاہیے تھا کیونکہ ریاستی مشینری کے بدترین جبر اور دباؤ کے باوجود عوام کی اکثریت نے جرأت اور استقامت سے اپنا فیصلہ صادر کر دیا ہے اور حکومت کے خلاف عدم اعتماد کا کھل کر اظہار کر دیا ہے۔ لیکن میں خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر بے حس سنگدل اور جمہوری غیرت سے بے نیاز حکمران مستعفی نہ ہوئے تو پھر عوامی طاقتوں کو ٹیکس دینے سے انکار کرنے کی تحریک چلانے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ میں خبردار کر رہا ہوں کہ اگر حکومت نے نوشتہ دیوار نہ پڑھا تو عوامی طاقتیں مجبور ہوں گی کہ وہ عوام سے اپیل کریں کہ وہ ٹیکس دینے سے انکار کردیں کیونکہ جو حکومت عوام کے جان و مال کا تحفظ اور شہری سہولت فراہم کرنے میں ناکام رہتی ہے اسے ٹیکس لگانے کا کوئی اختیار اور کوئی جواز باقی نہیں رہتا جناب سپیکر! اسی اصول کی بنیاد پر ہم نئے بجٹ میں جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے مجوزہ اخراجات کی منظوری دینے سے انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ صوبائی انتظامیہ آئین کے مطابق امن عامہ برقرار رکھنے اور نظم و نسق بہتر طور پر چلانے اور بنیادی انسانی اور شہری حقوق عوام کو دینے میں قطعی طور پر ناکام ہو گئی۔ جناب سپیکر! وقت کے ساتھ ساتھ نظم ونسق اور امن عامہ کا معیار تیزی سے گر رہا ہے۔ لیکن اخراجات کا گراف برق رفتاری سے اوپر جا رہا ہے۔ کیا آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ مغربی پاکستان میں۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، صاحبزادہ فضل کریم صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم: جناب والا! معافی کا خواستگار ہوں کہ میں نے تابش الوری صاحب کی تقریر میں مداخلت کی۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کا بڑے خوبصورت انداز کے ساتھ تابش

ساتھ کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ملا کر مسکرانا۔ اس کی وجوہ کیا ہیں؟

جناب سپیکر، میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ ہم اپوزیشن کی طرف سے آپ کو مبارک باد دیتے ہیں کہ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔

جناب سپیکر، جی تابش صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر، میری بھی ایک گزارش ہے کہ یہ ایک چھوٹی سی رباعی تین لائنوں کی ہے۔ میں نے یہ کہا ہے کہ (قطع کلامیاں) یہ تابش صاحب کو ذرا متوجہ فرمائیں۔

جناب سپیکر، تابش صاحب ـــــ

چودھری محمد وصی ظفر،

نہ سیاست نہ سروری بس صرف میاں پروری
تابش الوری تابش الوری تابش الوری

(قہقہے ـــــــــ)

جناب سپیکر، جی اسلم صاحب۔

چودھری محمد اسلم، میرے فاضل دوست نے یہ پوچھا ہے کہ میاں کون اور بیوی کون؟ تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آخر میں چھوٹی (ی) اور بڑی (ے) سے آپ اندازہ کرلیں۔ کہ چھوٹی (ی) کو آپ بیوی سمجھ لیں اور بڑی (ے) کو آپ میاں سمجھ لیں۔

جناب سپیکر، آپ نے مسئلہ حل کر دیا۔ جی بسم اللہ۔

سید ظفر علی شاہ، چھوٹی (ی) زرداری صاحب کی ہے۔

سید تابش الوری، اور چھوٹی (ی) نکئی صاحب کی بھی ہے۔ (قطع کلامیاں)

چودھری شوکت داؤد، اس لیے عورتیں ہی ہوسکتی ہیں مرد کوئی نہیں ہوسکتا۔

جناب سپیکر، ہر وقت آپ مرد اول کا ذکر کرتے رہتے ہیں پھر بھی آپ کو مرد نظر نہیں آتا۔ کمال ہے یار۔ چلو آگے چلتے ہیں۔ بسم اللہ الوری صاحب!

سید تابش الوری، جناب سپیکر، محمد [illegible]

اس ایوان میں شاعری کا ذوق بڑھا دیا ہے۔ شاعری ہماری تہذیب کا بہت قیمتی سرمایہ ہے ۔ لیکن میں بڑے دکھ کے ساتھ آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لیے شعر ضرور پڑھیے۔ اور یہ خوشی کی بات ہے کہ سندھو صاحب کے ساتھ نکئی صاحب نے بھی شعر پڑھنے شروع کردیے۔ (قہقہے۔) لیکن میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کم از کم شعر ذرا صحیح پڑھیے۔ کیونکہ جب شعر مجروح کیا جاتا ہے تو اہل ادب کے دل مجروح ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر، جی بسم اللہ آپ ذرا آگے چلیے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں بہت سنجیدہ موازنہ کرنا چاہتا ہوں اور آپ کو پرانے حوالوں سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ زمانہ اپنی فضول خرچ اور اسراف کے باعث چند سالوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ میں اس ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ مغربی پاکستان جو آج کا پورا پاکستان تھا جنرل ایڈمنسٹریشن پر اس کے بجٹ میں سالانہ کیا تخمینہ ہوتا تھا۔ 58-1857ء میں ' (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! میں ہاؤس کی توجہ چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ اسے in order کریں اور وصی ظفر صاحب کو منع کریں کہ مشیر ہونے کے بعد تو کم از کم اس ہاؤس کو disturb کرنا چھوڑ دیں۔

MR. SPEAKER: I call the House to order.

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں بتا رہا تھا کہ 58-1957ء میں پورے مغربی پاکستان کی جنرل ایڈمنسٹریشن کا صرف تین کروڑ ترپن لاکھ تھا جب کہ 66-1965ء میں یہ صرف چھ کروڑ پچاسی لاکھ تک پہنچا۔ ون یونٹ ٹوٹنے کے بعد پنجاب میں پیپلز پارٹی برسراقتدار آئی اور 76-1975ء میں یہ صرف نو کروڑ بہتر لاکھ ہوا۔ 93-92ء میں یہ صرف تین سو پچاسی کروڑ نواسی لاکھ ہوا۔ 94-93ء میں پانچ سو چھ کروڑ چھہتر لاکھ ہو گیا۔ 95-94ء میں آٹھ سو سینتیس کروڑ اکیاسی لاکھ یعنی ایک سال میں تین ارب تیس کروڑ زیادہ ہو گیا۔ 96-95ء میں دس ارب چار سو ستانوے کروڑ کا تخمینہ تھا جو نظر ثانی میں تیرہ ارب ہو گیا اور اب 97-96ء میں جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے گیارہ ارب آٹھ سو چھ کروڑ کا تخمینہ لگایا گیا۔ جناب سپیکر! آپ نے دیکھا کہ بیس سال پہلے اس مد میں صرف نو کروڑ روپیہ صوبے کا خرچ تھا اب گیارہ ارب ہو گیا ہے اور گذشتہ تین سال میں پیپلز پارٹی کی اس کفایت شعار حکومت نے سو فی صد سے زیادہ جنرل ایڈمنسٹریشن پر اخراجات بڑھائے ہیں اس کے مقابلے میں جنرل ایڈمنسٹریشن کی مد موجودہ سال 96-95ء کے لیے آمدنی کا تخمینہ دو سو سولہ کروڑ تھا جب کہ یہ آمدنی گھٹ کر ایک سو انتالیس کروڑ رہ گئی یعنی

ستتر کروڑ کم۔ آپ اندازہ کریں کہ ایڈمنسٹریشن پر اخراجات تو سو فی صد بڑھ گئے ہیں لیکن ان کی کارکردگی یہ ہے کہ ایک سال میں ان کے سالانہ تخمینے سے ستتر کروڑ روپے کم آمدنی ہوئی۔ جناب والا! صرفہ بڑھنے سے اگر جرائم گھٹ جاتے' اگر نظم و نسق بہتر ہو جاتا' اگر انتظامیہ کی چولیں ٹھیک کر دی جاتیں تو شاید پھر بھی یہ غریب قوم صبر و شکر کے ساتھ یہ غیر معمولی مصرفانہ اخراجات کا بوجھ برداشت کر لیتے لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ جوں جوں صرفہ بڑھ رہا ہے جرائم بڑھ رہے ہیں' جوں جوں صرفہ بڑھ رہا ہے قتل و غارت بڑھ رہی ہے' جوں جوں صرفہ بڑھ رہا ہے نااہلی اور سرخ فیتہ بڑھ رہا ہے' جوں جوں صرفہ بڑھ رہا ہے کرپشن بڑھ رہی ہے' جوں جوں صرفہ بڑھ رہا ہے ملک میں بد امنی بڑھ رہی ہے۔

وزیرمنصوبہ بندی، پوائنٹ آف آرڈر۔ میں آپ کی وساطت سے الوری صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شاید وہ کہنا چاہتے ہیں کہ جیسے جیسے اخراجات بڑھ رہے ہیں ہمارے ہاں یہ صرفہ کا لفظ عام طور پہ بچت کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

سید تابش الوری، جناب! پنجابی میں شاید صرفہ کے معنی بچت کے ہوتے ہوں لیکن اردو اور فارسی میں تو صرفہ کا مطلب خرچ ہے اس لیے میں اسے خرچ کہہ دیتا ہوں تا کہ ربانی صاحب زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ جناب والا! میں کہہ رہا تھا کہ صرفہ اور اخراجات بڑھنے سے قتل و غارت بڑھ رہی ہے' عصمت فروشی کے واقعات بڑھ رہے ہیں' اغوا کے واقعات بڑھ رہے ہیں' بنک لٹ رہے ہیں' بازار لٹ رہے ہیں' مارکیٹیں لٹ رہی ہیں' بسیں لٹ رہی ہیں' شاہراہیں لٹ رہی ہیں' گھر لٹ رہے ہیں اور پورا صوبہ ایک دہشت اور خوف سے لرزہ بر اندام ہے۔ جناب والا! پنجاب اس وقت بھی ساڑھے پچاسی ارب روپے کا مقروض ہے پنجاب جو پانی' بجلی' صنعت اور زراعت کے بحران سے دو چار ہے' پنجاب جو مالی طور پر دیوالیہ ہونے کے قریب ہے' پنجاب جہاں عوام کی سہولتیں اور آسائشیں پسماندگی کے آخری نقطے پر پہنچی ہوئی ہیں وہاں نوکر شاہی' وزارت شاہی' مشیر شاہی کے اللے تللوں عیاشیوں اور فضول خرچیوں کو اب مزید برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ عوام اب صبر و تحمل کے آخری نقطے پر پہنچے ہوئے ہیں ان کے صبر کو مزید نہ آزمایئے اور خزانے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والوں کا احتساب کیجیے۔ جناب والا! خدا کا غضب ہے کہ پورا پاکستان یعنی مغربی پاکستان چھ وزراء کی کابینہ سے چلایا جاتا تھا۔ ون یونٹ کی حکومت جو آج کے پاکستان کی حکومت تھی چھ وزراء کی کابینہ سے چلائی جاتی تھی اس وقت اڑسٹھ وزراء' مشیران کرام' خصوصی معاونین اور پارلیمانی سیکرٹریز کی فوج موجود ہے اور اس کے علاوہ کوئی بائیس سٹینڈنگ

کمیٹیوں کے چیئرمین ہیں جنھیں وہی مراعات حاصل ہیں جو ایڈوائزرز اور خصوصی معاونین کو حاصل ہیں۔ اس غریب صوبے میں صرف وزیر اعلیٰ کے پاس پینسٹھ گاڑیوں کا فلیٹ ہے اور اس میں حال ہی میں دو قیمتی مرسڈیز کا اضافہ کیا گیا ہے۔

میاں محمد رفیق ارائیں، جناب! میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان کے اپنے دور میں وزراء کی کتنی تعداد تھی اس وقت انھوں نے چھ سے حکومت کیوں نہیں چلائی۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! ان کا وقت آئے گا تو وہ بتائیں گے کہ کیا تھا؟ میں بتا رہا ہوں کہ آج کیا ہے؟ جناب والا! ہمارے یہاں یہ عادت ہو گئی ہے کہ ہر بات میں اپنے برائیوں پر نظر رکھنے کی بجائے ماضی کی برائیوں پر نظر رکھی جا رہی ہے' ماضی کو برا کہا جا رہا ہے' ماضی کے حوالے سے تنقید ہوتی ہے۔ میں سنتا رہا ہوں ادھر سے جتنے حضرات اٹھے ہیں انھوں نے کوئی مثبت بات نہیں کی سوائے اس کے کہ ماضی کے حوالے سے سابق حکمرانوں کو کوسا ہے۔

جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پر چودھری ظہیر صاحب ہیں۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان، جناب سپیکر! میں ماضی کے حوالے سے بات نہیں کرتا لیکن میں ایک تصحیح کرنا چاہتا ہوں۔ الوری صاحب نے فرمایا ہے کہ چیئرمین سٹینڈنگ کمیٹی کو بھی وہی مراعات حاصل ہیں جو جو کہ مشیروں کو حاصل ہیں۔ مشیروں کو نہ سکواڈ ملتی ہے' نہ وائرلیس ملتی ہے اور نہ جھنڈا لگانے کی اجازت ہے۔ یہ تینوں اجازتیں انھیں حاصل نہیں ہیں۔

نمبر2 یہ ہے کہ 35 گاڑیوں کا fleet وزیر اعلیٰ کے پاس نہیں ہے۔ اور یہ تعداد بھی غلط ہے۔ جناب میں ماضی کی بات نہیں کرتا آج کی کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، ڈار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں اظہر حسن ڈار، جناب الوری صاحب نے جو 65 گاڑیوں کا بتایا ہے۔ ان کے دور میں ہو گا کہ نواز شریف صاحب کے پاس 85 گاڑیاں تھیں۔ اس وقت 40 گاڑیوں سے بھی کم گاڑیاں چیف منسٹر صاحب کے پاس بمعہ سٹاف کے موجود ہیں۔

میاں فضل حق، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، میاں فضل حق پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! یہاں سے بڑی باتیں کر رہے ہیں میں نے تو ایک تحریک التوائے کار دی تھی جسے آٹھ مہینے ہو گیے ہیں کہ جو پلاننگ کیبنٹ کے منسٹر تو نہیں ایڈوائزر اور پارلیمانی سیکرٹری تھے۔ جنھوں نے ابھی تک گاڑیاں واپس نہیں کی ہیں۔ آٹھ مہینے سے وہ گاڑیاں اور پٹرول استعمال کر رہے ہیں۔ اس کا جواب کون دے گا۔ اس خرچے کا کون ذمہ دار ہے۔ چیف منسٹر بیٹھے ہیں ان کو اس کا جواب دینا چاہیے کہ بغیر اجازت کے گاڑیاں کیوں استعمال کی جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر، چودھری محمد اقبال صاحب۔

چودھری محمد اقبال، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ جناب میری بڑی مؤدبانہ استدعا ہے کہ cut motions کے اوپر ایک speaker بات کر رہے ہیں۔ اس پر متعلقہ وزیر نے جواب دینا ہے۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو بات وہ کر رہے ہیں۔ اگر انھیں اعتراض ہے تو وزیر صاحب اس کا جواب دے دیں اور ویسے بھی ہاؤس کی روایات یہی ہیں۔ اگر اس طرح جواب الجواب کا سلسلہ شروع ہو گیا تو پھر یہ ایک بھی cut motion ختم نہیں ہو سکے گی۔

جناب سپیکر، آپ مہربانی سے اپنے آپ کو قابو میں رکھ کر چلیئے تاکہ بحث آگے بڑھے۔ میں ہر speaker سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ بھی اس الزام تراشی کے سلسلے کو کم سے کم کریں اور جو حقائق کی بات ہے اس پر زیادہ توجہ دیں۔

سید تارش الوری، جناب سپیکر! میں آپ کی اس observation پر احتجاج کرتا ہوں کیونکہ میں نے کبھی دستاویزی ثبوت کے بغیر کوئی الزام نہیں لگایا۔ اسی ایوان میں ایک سوال کے جواب میں خود جنرل ایڈمنسٹریشن کی طرف سے کہا گیا تھا کہ اتنی گاڑیاں ہیں اور ان پر اتنا خرچا اور اتنی مرمت ہو رہی ہے۔ جناب والا! میں بتا رہا تھا کہ وزیر اعلیٰ کے پاس 30 کروڑ کے خرچے سے ایک بوئنگ جہاز خریدا گیا ہے۔ جو پنجاب میں تین شہروں کے علاوہ کہیں اتر نہیں سکتا اور اس کے لیے اڈے موجود نہیں ہیں۔ جہاں یہ اتر سکتا ہے وہاں پی آئی اے کے سینکڑوں جہاز چل رہے ہیں۔ اس لیے اس بوئنگ جہاز کی کسی اعتبار سے کوئی ضرورت نہیں تھی۔ 30 کروڑ روپے کے صوبے پر ٹیکس لگائے گئے اور ان ٹیکسوں سے صرف ایک جہاز خریدا گیا۔ ان کے پاس فوکر طیارہ ہے، انکے پاس ہیلی کاپٹر ہیں۔ جبکہ پی پی پی کے وزراء اور عہدیداروں کے پاس بھی سرکاری گاڑیاں موجود ہیں۔ ایک طرف یہ شاہ خرچیاں ہیں۔ صدر، وزیر اعظم سے لے کر صوبائی گورنر، وزیر اعلیٰ، وزراء اور مشیروں کی [illegible]

لیکن اس وقت تو خزانہ خالی نہ ہے ۔ جب اس حکمران مراعات یافتہ طبقے کی مراعات میں اضافے کا سوال ہو تو خزانہ خالی نہیں ہوتا ہے ۔ لیکن اگر کلرکوں ' چپڑاسیوں ' چوکیداروں اور تنخواہ دار طبقے کی تنخواہوں میں اور پنشنروں کی پنشن میں اضافے کا مطالبہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ خزانہ خالی ہے۔ جناب سپیکر! خزانہ خالی ہے یا نہیں لیکن یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب حکمرانوں کی عقل کا خزانہ خالی ہوتا جا رہا ہے ۔ مرکز ریموٹ کنٹرول سے صوبے کو چلا رہا ہے اور ہمارے صوبائی حکمران خودمختاری کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ اصل اقتدار اور اختیار گورنر کے پاس ہے لیکن وزیر اعلیٰ اور نام نہاد سینئر منسٹر با اختیار ہونے کے دعویٰ فرما رہے ہیں۔ پنجاب بدامنی اور دہشت گردی کی زد میں ہے اور حکمران امن و چین کی بنسری بجا رہے ہیں۔ پنجاب اپنے آئینی حقوق سے محروم ہے۔ اور وزیر اعلیٰ زیادہ حقوق اور زیادہ گرانٹ لینے کی خوشخبریاں دے رہے ہیں۔ پرسوں جناب وزیر اعلیٰ نے کہا کہ NFC کی جگہ NEC سے پنجاب کے لیے مالی گرانٹ حاصل کی گئی ۔ جناب والا NEC تو نیشنل اکنامک کونسل کو کہتے ہیں۔ جس کا کام بڑے بڑے منصوبوں پر غور کرنا اور اس کی منظوری دینا ہے اور تجارتی ' مالی اور صنعتی منصوبہ بندی میں مشاورت کرنا ہے۔ اس کا صوبوں کو وفاقی محاصل سے گرانٹ دینے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔جناب وزیر اعلیٰ اور صوبائی حکومت اور صوبائی انتظامیہ 1996ء میں NFC کا نیا ایوارڈ حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ پرانا ایوارڈ 1995ء میں ختم ہو گیا۔ چونکہ NFC کا ایوارڈ پانچ سال کے لیے ہوتا ہے اور آئندہ سال کے لیے اب ایوارڈ مؤخر کر دیا گیا ہے۔ لیکن عوام کو بیوقوف بنانے کے لیے یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم نے پنجاب کے لیے زیادہ گرانٹ حاصل کر لی ہے۔ اگر ان کا دعویٰ مان بھی لیا جائے تو ان کی گرانٹ وہی ہے جو سابقہ NFC ایوارڈ کے مطابق ہر حال میں پنجاب کو ملنی تھی۔ جناب والا! مجھے افسوس ہے۔

جناب سپیکر، تابش صاحب میں بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا سارے دوستوں نے آپ کو اپنا وقت دے دیا ہے۔ اکیلے آپ ہی بولیں گے یا باقی لوگوں نے بھی اس پر بولنا ہے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! یہ کلیدی تقریر ہے ۔ میں کوشش کروں گا کہ چند پوائنٹس کے ساتھ اپنی بات اختصار سے ختم کروں۔جناب والا! وزیر اعلیٰ نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ ہم صوبے کے لیے غیر ملکی قرضے نہیں لے رہے جبکہ کل خود وزیر خزانہ نے اعتراف کیا کہ ہم کروڑوں روپے کے ترقیاتی منصوبے وفاقی اور غیر ملکی قرضوں کے بنیاد پر چلا رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ سے میں درخواست کروں گا کہ وائٹ پیپر اٹھا کر دیکھیں ۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ قرضے لے کر ہی صوبے کی ترقیاتی سرگرمی

عمل میں آ رہی ہے۔ پنجاب 14 ارب روپے سالانہ قرضوں کا سود ادا کر رہا ہے اور وزیر اعلیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم قرضے نہیں لے رہے ۔ میں جناب والا! یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ انھی کے اعداد و شمار کے مطابق یہ بات بھی غلط ہے کہ غیر ملکی قرضوں سے ہم نے اجتناب کیا ہے ۔ وفاق نے نئے مالی سال میں پنجاب کا حصہ غیر ملکی قرضوں کی مد میں بھی کم کیا ہے۔ ساڑھے دس ارب روپے کے غیر ملکی قرضوں میں پنجاب کا حصہ چھ ارب بنتا تھا۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! میں نکتۂ اعتراض کے حوالے سے جناب کی توجہ قواعد انضباطِ کار پنجاب اسمبلی کے قاعدہ ۱۲۶ (الف) کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس کے تحت فاضل محرک نے پالیسی کٹ موشن ایوان میں پیش کی ہے۔ قواعد کے مطابق انھیں حکمت عملی کے خاص نکات جن کا انھوں نے اپنی کٹ موشن میں ذکر کیا ہے ان تک محدود رہنا چاہیے۔ انھوں نے جو کٹ موشن ایوان میں پیش کی ہے اس میں انھوں نے وزراء، معاونین خصوصی، مشیران اور پارلیمانی سیکرٹریوں کی بڑی فوج پر اٹھنے والے غیر ضروری مصرفانہ اخراجات کو زیر بحث لانا ان کا مقصد ہے۔ لیکن جناب والا! وہ کبھی قرضوں کا ذکر کرتے ہیں، کبھی این ایف سی کا ذکر کرتے ہیں، کبھی امن و امان کی صورت حال پر بات کرتے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ وہ قواعد کے مطابق اپنی کٹ موشن تک محدود رہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، آپ کا شکریہ۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں جنجوعہ صاحب کا بہت احترام کرتا ہوں۔ لیکن کچھ دنوں سے وہ صرف مشیر نکتۂ اعتراض ہو کر رہ گئے ہیں۔ جب کوئی سپیکر بولتا ہے تو بولنے سے وہ خود تو محروم ہو گئے، خود ہی، جیرا اپنے آپ کو انھوں نے محروم کر لیا ہے۔

جناب سپیکر، نہیں، نہیں۔ وہ اب بھی بولتے ہیں، اچھا بولتے ہیں اور اس مرتبہ بھی انھوں نے کافی طویل تقریر کی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔

سید تابش الوری، کہاں کی سر؟ اس بجٹ میں تقریر کرنے سے وہ محروم ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں، انھوں نے تقریر کی ہے۔ بڑی لمبی چوڑی تقریر کی ہے۔

وزیر اوقاف، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

وزیر اوقاف، جناب سپیکر! سارا ہاؤس جاندا اے کہ ریاض حشمت جنجوعہ ہمیشہ relevant بات کردے نیں۔ اور مینوں بڑا افسوس اے کہ جیس وقت میں ایتھوں نکھناں تے الوری صاحب دی میں تصویر ویکھناں' as a parliamentarian اور اج ایتھاں ثابت کر دتا کہ میں ایس قابل نئیں۔ تے میں استدعا کردا واں کہ ایتھاں دی تصویر کجھ عرصے واسطے اتار دتی جائے۔

جناب سپیکر، نہیں' نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میری تصویر تو لوگوں کے دلوں میں لگی ہوئی ہے۔ مجھے ان تصویروں سے اتنی زیادہ غرض نہیں۔ لیکن یہ میرے لیے اعزاز ہے اور یہ اعزاز مجھے چیمہ صاحب نے نہیں دیا۔ یہ اعزاز پیپلز پارٹی نے نہیں دیا۔ یہ اعزاز میرے کردار نے' میری کارکردگی نے' گزشتہ پچاس سال کی پارلیمانی کارکردگی کا جائزہ لینے کے بعد جن چار افراد کو منتخب کیا گیا تھا' بیسٹ پارلیمنٹیرین' کہ وہ اس ہاؤس سے خطاب کریں۔ اس میں سے ایک میں تھا (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب سپیکر، الوری صاحب! آپ نے غور نہیں فرمایا۔ آپ کی تصویر چیمہ صاحب کے دل میں بھی لگی ہوئی ہے' اسی لیے انھوں نے اپنا گریبان چاک کیا ہوا ہے تاکہ،

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

سید تابش الوری، بہت شکریہ جناب۔ اگر ایسا ہے۔ تو میں آپ کی دور رس نگاہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، جنجوعہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! میں اپنے نکتۂ اعتراض پر آپ کی رولنگ چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، میری رولنگ یہ ہے کہ آپ نے درست سوال اٹھایا ہے اور میں پہلے بھی مقرر دوستوں سے عرض کر چکا ہوں' دوبارہ کرتا ہوں کہ از راہ کرم اس بات کا خیال کریں' یہ کٹ موشن پر بول رہے ہیں۔ یہ ایک بجٹ تقریر نہیں کر رہے۔ اور نہ یہ عام اجلاس کے ایجنڈے پر جب ایک دن کسی topic پر مقرر کیا جاتا ہے اس میں تقریر کر رہے ہیں۔ ایک خاص کٹ موشن پر تقریر کر رہے ہیں۔ اس کے دائرے میں رہیں' البتہ یہ ہے کہ یہ چونکہ بڑی سی مد ہے' اور اس مد کا نام ہے، جنرل ایڈمنسٹریشن۔ اور

اس میں پانچ ارب روپے کا خرچہ ہے۔ یہ کافی بڑی مد ہے۔ اس لیے تھوڑی سی ان کے پاس گنجائش ہے۔ لیکن پھر بھی وہ relevant رہیں اور اس بات کا خیال کریں کہ اور بھی دوستوں نے بات کرنی ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ ان کے پاس گنجائش نہیں ہے۔ انھوں نے اپنی پالیسی کٹ موشن میں جن نکات کا ذکر کیا ہے' قواعد کے مطابق انھیں اپنی تقریر کو ان نکات تک محدود رکھنا ہے۔

جناب سپیکر، جی ہاں۔ میں آپ کی بات کا اقرار کرتا ہوں۔ یہی پوزیشن ہے۔ لیکن جنرل ایڈمنسٹریشن کی بحث کو بہت زیادہ محدود بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سید تابش الوری، میں جناب جنجوعہ سے آپ کے توسط سے درخواست کروں گا.....

جناب سپیکر، چودھری شوکت داؤد صاحب۔

چودھری شوکت داؤد، جناب والا! میں آپ کے توسط سے جنجوعہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا' جیسے آپ نے کہا کہ جنرل ایڈمنسٹریشن بڑا وسیع فیلڈ ہے۔ اس کے علاوہ یہ اردو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اس میں پہلے ہی لکھا ہے، "مطالبہ میں مضمر حکمت عملی"۔ اس کا مطلب دیکھ لیں۔ اس میں سب کچھ آجائے گا۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ جی' الوری صاحب۔

سید تابش الوری، یہ جو تخفیف زر کی تحریک ہے اس میں ہم نہ صرف پوری جنرل ایڈمنسٹریشن کی حکمت عملی discuss کر سکتے ہیں' بلکہ متبادل حکمت عملی بھی دے سکتے ہیں۔ اور جہاں تک اس خاص نکتے کا تعلق ہے' میں یہی تو کہہ رہا ہوں کہ وزراء اور مشیروں اور معاونین اور دوسرے اعلیٰ محلوں پر جو اخراجات کیے جا رہے ہیں وہ غلط ہیں اور اس کے نتیجے میں ایڈمنسٹریشن ختم ہو گئی ہے۔ صوبے کے حقوق سلب ہو رہے ہیں اور ہم ایک بے اختیاری کے عالم میں ایک ایسی حکومت چلا رہے ہیں جس کا نہ نظم ونسق پر اختیار ہے' نہ امن و امان پر اختیار ہے' نہ حکومت کے اہم اداروں پر اختیار ہے۔ اس لیے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن پر جب بحث ہوتی ہے تو وہ جنرل ڈبیٹ کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ اور آپ جتنی بھی پارلیمانی ڈبیٹس ہیں' ان کو اٹھا کر دیکھ لیں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن پر جتنی بھی تقاریر ہیں وہ بہت طویل' جامع اور وسیع ہیں۔ جناب والا! میں نے پہلے کہا کہ میں آپ کے حکم کی

تعمیل اور اپنے دوستوں کو وقت دینے کے خیال سے مختصر کروں گا۔ میں نے صرف یہ کہا کہ وزیر اعلیٰ نے چونکہ یہ دعویٰ کیا کہ ہم غیر ملکی قرضے نہیں لے رہے' میں انہی کے بجٹ کے حوالے سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مرکز نے ساڑھے دس ارب روپے کے غیر ملکی قرضوں میں سے پنجاب کو صرف ایک ارب ۲۸ کروڑ روپے دیے ہیں' جب کہ اس کا حصہ ۵۷،۸۸ کی بنیاد پر چھ ارب بنتا ہے۔

وزیر خزانہ، ۵۸۔

سید تابش الوری، ۵۸ کی بنیاد پر چھ ارب سے زاید بنتا ہے۔ جب کہ دوسرے صوبوں کو ان کے حق سے زیادہ دیا گیا ہے۔ میں نے پنجاب کی جو حق تلفیاں اور محرومیاں بیان کی ہیں' اگر یہ احسانات ہیں تو یقیناً وزیر اعظم کو اور وفاقی حکومت کو محسن پنجاب کا خطاب دیجیے۔ ورنہ اپنے آپ اور پنجاب سے حقیقی انصاف اور احسان کے لیے میرے ساتھ آواز بلند کیجیے۔ "جاگ پنجابی جاگ" کا نعرہ بلاشبہ نہ لگائیں' لیکن "سو جا' پنجاب سو جا" کی لوری بھی نہ دیجیے۔ پنجاب کے لیے ہماری یہ آواز' یہ مطالبہ' یہ احتجاج کسی عصبیت کی بنیاد پر نہیں' بلکہ آئین' استحقاق اور انصاف کی بنیاد پر ہے۔ دوسرے صوبوں کو ان کا حق' بلکہ حق سے بھی زیادہ دیجیے۔ ہمیں خوشی ہو گی۔ لیکن پنجاب میں حق تلفی اور ناانصافی نہ کیجیے۔ کیونکہ ناانصافی کے نتیجے میں جو آتشیں لاوا پھٹتا ہے وہ سب کچھ بھسم کر کے رکھ دیتا ہے۔

جناب سپیکر، پلیز وائنڈ اپ۔

سید تابش الوری، میں نے وفاق سے جس طرح پنجاب کے لیے انصاف کا مطالبہ کیا ہے اسی طرح پنجاب کے صوبے کے تمام پس ماندہ علاقوں' بالخصوص بہاول پور کے لیے انصاف کا مطالبہ کرتا ہوں۔ جہاں حقیقی تعمیر و ترقی کے خواب ابھی تک تشنہ ہیں۔ جہاں پس ماندگی' جہالت' بیماری اور بےروزگاری کے اندھیرے بدستور گہرے نظر آتے ہیں۔ جہاں صنعت و حرفت اور تجارت و معیشت کی روشنیاں کجلائی ہوئی ہیں۔ جہاں زندگی کے مختلف شعبوں میں محرومی کا احساس شدید سے شدید تر ہو رہا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں وہاں مختلف تحریکیں جنم لے رہی ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ حکومت کی غیر متوازن پالیسیوں کے نتیجے میں بڑے شہر امیر سے امیر تر اور چھوٹے شہر غریب سے غریب تر ہو رہے ہیں۔ وزیر خزانہ بہاولپور ڈویژن سے تعلق رکھتے ہیں۔ سابقہ وزیر خزانہ مرحوم الطاف بھی بہاولپور سے تعلق رکھتے تھے لیکن مجھے افسوس ہے کہ پسماندہ خطوں اور بہاولپور کا کشادہ دامن بدستور خالی کا خالی ہے۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ ان علاقوں کو دوسرے علاقوں کے ہم پلہ لانے کے لیے ترجیحی بنیاد پر گرانٹس دی

جائیں، منصوبے بنائے جائیں تاکہ وہاں احساس محرومی ختم ہو سکے اور وہ دوسرے علاقوں کے ہم پلہ ہو کر ترقی کی نئی منزلیں طے کر سکیں۔

جناب سپیکر، بہت بہت شکریہ۔ الوری صاحب، بہت شکریہ۔ بڑی مہربانی۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! مجھے توقع ہے کہ میں نے جس دردمندی کے ساتھ یہ گزارشات کی ہیں اسی احساس کے ساتھ انھیں سنا گیا ہو گا اور مجھے یقین ہے کہ جناب وزیر خزانہ اس کی روشنی میں اپنے جوابات سے ہمیں نوازیں گے، شکریہ۔

جناب سپیکر، مہربانی۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان، جناب سپیکر! personal explanation۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان، جناب سپیکر! میاں فضل حق صاحب نے ابھی ایک بات کے بعد فرمایا تھا کہ سابقہ پارلیمانی سیکرٹری صاحبان نے ابھی تک اپنی کاریں واپس نہیں کی ہیں۔ انھوں نے پہلے بھی ایک دفعہ نام لیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا ہے۔ ان کے ذہن میں میرا نام ہے۔ تو میں آپ کی وساطت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے گاڑی نمبر ایل او ایکس 8907 واپس کر دی ہوئی ہے جو کہ ان کے علم میں نہیں تھی۔ یہ پھر بھی اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ میں سابقہ پارلیمانی سیکرٹری ضرور تھا لیکن میں نے وہ گاڑی واپس کر دی ہوئی ہے اور میں غالباً واحد پارلیمانی سیکرٹری ہوں۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی، بڑی مہربانی۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! چودھری صاحب ابھی یہاں تشریف لائے تھے اور انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ واقعی گاڑی واپس کر دی ہے لیکن میں نے جس وقت یہ point raise کیا تھا اس وقت چیف منسٹر صاحب یہاں تشریف فرما تھے تو میں چاہتا تھا کہ جن لوگوں نے ابھی تک گاڑیاں واپس نہیں کیں ان کے متعلق وہ کوئی جواب دیتے اور بتاتے کہ واقعی نہیں ہوئیں اور ان کے خلاف کیا ایکشن ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر، کابینہ کے اراکین نے آپ کی یہ بات نوٹ کی ہے اور اپنی بات میں وہ جواب دیں گے۔

میاں فضل حق، اچھا، بہت شکریہ جناب۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے۔ جناب تاج محمد خانزادہ صاحب۔

Mr TAJ MUHAMMMAD KHANZADA. Thank you Mr Speaker Sir. I think there is a limitation on time I will cut my speech to the factual position and make some suggestions for the consideration of this House collectively. Neither I stand on the motto of condemnation of good things nor do I share the views that everything that we say should be destructive. There are a lot of things which are constructive and which need the combined effort of this House to overcome the difficulties as well as corruption and other ailments for which the whole of Pakistan is suffering but especially Punjab Sir. Punjab, being the Premier Province of Pakistan, is the heart of Pakistan. if we make sacrifices for the sake of smaller provinces there is no harm. elder brothers always do that But the sacrifices should be compatible with the resources of this Province so that we do not starve our own population Sir. the factual position about facts and figures has been sufficiently explained by my comrade but where I want to draw the attention of the House is that why the size of Punjab has been reduced to half while the expenses have risen ten times what they were before partition I am not ignorant of the fact of the inflation and many other necessities of life which time has essentially brought on us We make announcements for those but there must be a place where we can draw a line. Sir, my main objection towards the admministration is that those who are in the political corridors of this country they must not for the sake of their self and for the maintenance of their chair sacrifice the resources of the country and try to keep themselves in position at the cost of the exchequers and this disease universally applies to every body irrespective of the party he belongs. Sir. it

serves your purpose that we stand on condemnation of each other. If there have been wrongs in the past, (well), let us put them together, let us put them right. let us get together and say these mistakes have been made. Sir, if we continue the whole time on mutual condemnation of the past and present, I do not know where we are driving the nation too. Sir, negative approaches to the policy of the counrty where the common man is affected by the actions of the legislature will not carry us anywhere neither in this world nor in the hereafter. Sir, why are the administrative expenses gone up so much? They are all reasons. But look at it The one district we use to be administered by half a dozen or a dozen magistrates and by few executives today, we have split up those districts not for administrative reason but for political reasons and we incur the expenditure on each district which has gone ten times what we used to pay before For today the minimum distance of the district used to be anything upto hundred mile Today we are making districts at the distance of 10 miles. 15 miles etc .etc I can quote examples both in Punjab, in Sind and in Frontier. But I will not quote this because I think this is a fact which everybody knows Sir, let us not used the Punjab Assembly or any Assembly today, as an employment exchange The Assemblies, which are sovereign bodies while come with the mandate of the service of the people have been reduced to employment exchanges. Instead of serving the common man, instead of serving the nation, we are all running after self service. We want cars, we want bungalows, we want physicians, we want airconditioners. People take the advantage and they take hundred time more I would not say then. Sir, let us compare our living standard with India and with other countries which are more

advanced and have more money and have more luxurious things to look after. Sir, here once we get the new position, we do start wrong is the public exchequer. We find short cuts how we can do that administratively. This is not the way to govern the country. I would give the example, though it may not be very very likeable for you. But let me quote the neighbour country India They are ten time over sized. Look at their politicians, people of the calibre, Moti Lal, Jawahar Lal, Indra Gandhi, Raj Gopal and many others were millionaires and lived a very luxurious life but when they came in the service of the nation, they gave up their Mercedes, they gave up their big car and reconciled in travelling a Hindustani-10 which is a car, not as good as they had been using few years ago What do we do, Sir I am not standing in condemnation of the present Government or those people in power yesterday This is a legacy which needs a universal condemnation by everybody and it is time the country is going through not only political crisis but also through security crisis Sir, these political troubles may go on But if some harm come to this country We should be sincere not only to this country but to the God Almighty Who gave us this country and created it in the name of Islam. Sir, today, look at India, on its foreign policy the Opposition takes part with the government to defend its country What we do? We have disgraced ourselves by fighting and in fighting like, if I may not use unparliamentary words, vulture and mongrel dogs. This is what we are doing. Sir, may I ask let us get together and fight and reconcile ourselves on principle. It is no use just condemning that you have spent so many millions I agree with you Sir, that why should there be hundreds of cars irrespective of who is a Chief Minister today or his

predecessors. Why should they have a retinue of cars, stop the traffic on the Mall Are they come down from heaven? Does it mean that there must be 20 cars in front and 20 cars behind, hooting about you see, and the Chief Minister sleeping in the back seat. Sir, for God's sake let us come to realities of life. Unless we come to reality in life, we will be no where. Here flattery, sycophancy and spineless character are the top most qualifications of a man to get an office. Sir, is that the qualification that is required May I ask those people who today. strut about in the corridors of power. What they have gained yesterday what we halive gained before partition.

This country has given us something which is the greatest blessing of God and has given us material progress How many peope had industry in this country before? How many people had Bungalow in this country before? How many people had cars before? How many people had air conditioners before? How many people strutting about on the Mall Road? Sir let us not forget like the King Ayyaz who became the King but the labourer's clothees he always used to keep in his bed room and said that I am a big man today but I don't forget that one day I was in these clothes May I ask the people, today in power or have been in power who are trying to show that they are big men Have they ever seen these hard facts that what they are doing. Can't we go about in an ordinary car? Must we have Mercedes 600. Poor people condemn you when they see you in this palatial thing You see this is the reaction. But we forget, we want policemen to be hanging around us. We want big guards, we want guard of honour. Sir, the expenditure of the country administratively can only come down if we come down to ground. Sir, may I ask you how many

of our people go to the villages. You think a people of nothing have better to do than to shoot a minister or to shoot a Parliamentary Secretary or to shoot a leader There are many many ducks to shoot Why Sir, shoot these ducks. What protest do you want? Do you think somebody has gone to shoot somebody else except on the personal matter, otherwise I think they are quite safe Sir. I ask you let the poeple sit together and even discuss this budget. You now stand in condemnation or in praising the budget There are certainly great flaws which affect the life of the common man in the street and if we can avoid that by a mutual agreement there is nothing better But if you refuse to talk to each other I don't know where we are going Sir, the greatest battle of 1914 to 1918, the greatest battle of 1939 to 1945 where millions of people were cut to pieces The decisions at last and decision at first are done on the table Today, on matters of small personal prestige we refuse to talk to each other. May I ask you where are we? We do not go to eat with such and such a fellow, we do not go to meet so and so, we do not go to sharing views Personal in the whole time, nothing but condemnation It is not that we are doing this It is not that I am generally speaking what is happening in our nation at the district level Sir, I ask this Government also to please do a little heart searching Every people in a district who may not have been a part of your party but they are certainly a citizen of your country, you put people over your head who are smugglers who are defeated who have no far sight and you give all the power to them. They do nothing except exploit the whole day and they do nothing except go and put their name on Government projects that I have done this.

Sir, in District Attock, I just give you an example. I do not know what is

happening. The Zila Council has budget of its own. And that budget comes from time immemorial. It was there before the partition when the Englishmen were there and it has been there when any Government is in power. they spent the money for the maintenance and making of roads. Is it necessary that Social Action Board should go and put their name on everthing that the Zila Council does? You think they make it. I don'ts know where are we going. Do you think this false show of things is going to carry you anywhere. Apart from not working for the country even if you are working for your selfishness and you think tomorrow this bloody board will be on your back and go on saying that I made a road I made this. I made this, please vote for me Sir, road making is not the only criteria for getting vote There are certain other principle of honesty, of sympathy, of approaching the people, of coming to their astound difficulty and treating them like equal brothers Today, Sir I tell you especially about Punjab The bureaucracy in the Punjab has come to its stage where if I use a word which is unparliamentary that the conduct of some of the people may be if it is unparliamentary you will set it up It is despicable, it is abominable. it is disgraceful You see the poor man is not a man before them. The man before them who can go and line his pocket. Today, people receive money in the courts. They are not ashamed of themselves. They draw the case. They put ten thousand rupees and have decision. in their favour Oh, for God's sake, is this what the Islam reminded of you. Is this what we work? Is this for what we sacrificed millions of people who came here from Punjab, from U.P. and other countries in the name of Islam to live an honorable life and to live a life where justice is done to the poor irrespective of color and creed

MR. SPEAKER: Thank you Mr. Taj Khanzada. Please wind up your speech. You have made your point very well. I think it's enough.

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Subject to your order, I will just all say this that for God's sake let people take some notice of the point which I have brought up and just not only make this as a part of the record. Thank you, Sir.

MR. SPEAKER: Let's hope that they will. Thank you very much

سید اختر حسین رضوی :

سید اختر حسین رضوی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب سپیکر! میں اپنی بات ایک شعر سے شروع کروں

یا خدا ریت کے صحرا کو سمندر کر دے
یا چھلکتی ہوئی آنکھوں کو بھی پتھر کر دے
تجھ کو دیکھا نہیں محسوس کیا ہے میں نے
میری چادر میرے پیروں کے برابر کر دے ۔

جناب سپیکر! میں نے وزراء معاونین خصوصی ' مشیران اور پارلیمانی سیکرٹریوں کی بڑی فوج کے بارے میں بات کرنی ہے ۔ جناب والا! یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی حکومت اپنی کابینہ کے بغیر نا مکمل ہوتی ہے لیکن کیا ہی اچھا ہوتا کہ جتنے محکمے تھے اتنے ہی وزیر ہوتے لیکن موجودہ حکومت نے ایک ' ایک محکمہ کے چار چار ٹوٹے کر کے رکھ دیے ہیں ۔ محکمہ صحت کا ایک ہی وزیر ہوا کرتا تھا اوقاف کے وزیر کے پاس زکوٰۃ عشر اور بیت المال ہوا کرتا تھا کیا حکومت پنجاب اتنی خود کفیل ہو گئی ہے یا حکومت پنجاب کے پاس اتنا ہی بڑا خزانہ آ گیا ہے کہ اس نے ایک ہی محکمے کے لیے دو ' دو ' تین ' تین وزیر مقرر کر دیے ہیں جناب سپیکر ! میں آپ کی توجہ کا طلبگار ہوں۔ وزراء کی بات تو اپنی جگہ لیکن یہ مشیران اور معاون خصوصی حکومت کو کیا مشورہ دیتے ہیں۔ ان مشیروں کو تو خود ابھی اپنی مشاورت کی ضرورت ہے ۔ آج تک نہ ہی یہ پتا چلا ہے کہ ان مشیروں کے اپنے کیا اختیارات ہیں۔ مجھے ایک بات یاد آ رہی ہے ۔ یہ بات میں پنجابی میں کروں گا ۔ ایک جنرل سٹور سی ۔ اودے تے کافی چیزاں وکدیاں سن۔ اک نکر دے وچ دماغ وی پئے ہوئے سن۔ اک گاہک گیا ۔ اوس نے دکاندار نوں پچھیا کہ ایس دماغ

دی کیہ قیمت اے ۔ اوس نے کہیا دو سو روپیہ ' اوس نے کہیا ایس دماغ دی کیہ قیمت اے ۔ اوس نے کہیا تین سو روپیہ ۔ اک ٹنکر وچ اک دماغ پیا ہویا سی ۔ اوس نے کہیا کہ دس ہزار روپیہ ۔ اوہ پریشان ہو گیا۔ اوہنے کہیا کہ ایہہ کیوں ایڈا مہنگا اے تو اوہ کیوں ایڈے سستے نیں ۔ اوہنے کیا جیہڑا دوسو روپے دا اے اوہ ڈاکٹر دا دماغ اے بڑا استعمال ہویا اے ۔ جیہڑا تین سو دا اے اوہ انجینئر دا دماغ اے ۔ ایہہ وی بڑا استعمال ہویا ہویا اے ۔ ایہہ جیہڑا دس ہزار دا دماغ اے اے مشیر دا دماغ اے ۔ ایہہ بالکل استعمال نہیں ہویا اے ۔

جناب سپیکر ! میں سمجھتا ہوں کہ پورس نے بھی کافی ہاتھی رکھے تھے لیکن انھوں نے اس کی فوج کو ہی روند ڈالا تھا۔ لیکن یہ ہاتھی پنجاب کے غریب عوام کو روند رہے ہیں۔ جناب سپیکر ! جب بھی کوئی چیز رکھی جاتی ہے ----------

ڈاکٹر شیلا بی چارلس، جناب سپیکر! یہاں بیٹھ کر ہمیں تو یہ نہیں سمجھ آ رہی کہ میرے بھائی اردو میں تقریر کر رہے ہیں ' انگلش میں کر رہے ہیں یا ' عربی میں کر رہے ہیں ۔ کیونکہ مجھے اچانک یہ سمجھ نہیں آئی کہ یہ شاید پنجابی میں بغیر اجازت کے بات کر رہے ہیں۔ مہربانی کر کے جب یہ اپنی زبان تبدیل کریں تو آپ سے اجازت لیں۔

جناب سپیکر ، انھوں نے اجازت لی ہے ۔ اور میں نے انھیں اجازت دی ہے ۔ انھوں نے اپنی گزشتہ کئی تقریروں میں اپنا سٹائل سیٹ کیا ہے ۔ وہ دلیل اردو میں دیتے ہیں اور کہانی پنجابی میں سناتے ہیں۔

ایک معزز ممبر ، اور روتے انگریزی میں ہیں۔

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! I am on point of order. جناب والا ! میں آپ کے توسط سے یہ عرض کرنی چاہوں گا ۔ ان کو تو ہماری زبان نہیں سمجھ آتی ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ یہ ممبر ہیں کہ نہیں ۔ کیونکہ آئے دن اخبار میں آتا ہے کہ شیلا بی چارلس کی رکنیت ختم کر دی گئی ہے ۔ پھر آیا ہے بحال کر دی گئی ۔ میرے خیال میں دس بار ہم پڑھ چکے ہیں۔ ہمیں تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ وہ ممبر ہیں کہ نہیں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس ، میرے متعلق بات ہوئی ہے۔

Point of personal explanation, Sir, I shall tell my brother that he should go to

the Court and find out whether my seat is there or not.Thank you.

جناب سپیکر : اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب شیلا بی چارلس بی بی ممبر ہوتی ہیں تو ہاؤس میں آتی ہیں جن دنوں اس میں شبہ پڑ جاتا ہے تو وہ نہیں آتیں۔ اب اس وقت موجود ہیں اس وقت وہ ممبر ہیں۔ جناب رضوی صاحب !

سید اختر حسین رضوی: جناب سپیکر ' محترمہ نے بڑی اچھی بات کی ہے لیکن مجھے بھی اسی بات پہ ایک بات یاد آئی ہے جو میں نے پنجابی میں ضرور سنانی ہے ۔

جناب سپیکر : ضرور سناؤ۔

سید اختر حسین رضوی: محترمہ اب آپ پنجابی سنیں ۔ انشاء اللہ سمجھیں گی ۔ جناب عالی ! اک بی بی سی جیہڑی ہے تے پنجابی سی لیکن اوہنے اپنے آپ نوں انگریزی سمجھدا ہویا سی ۔ اوہ سٹیشن تے کھلوتی ہوئی سی ۔ اودوں تانگے سواریاں والے چلدے سن۔ او بی بی تانگے والے نوں کہن لگی او تانگے والا ادھر آؤ ۔ گڑھی کے شاہو جانے گا۔ حالانکہ اوہ کہہ سکدی سی کہ شاہو دی گڑھی ۔ اوہنے کہیا گڑھی کے شاہو جانے گا ۔ اوس نے کہیا جانے گا میم صاحب ۔ اوس نے کہیا کتنے پیسے لے گا ۔ اوس نے کہیا میم پچھس ۔ اوہنے کہیا دس روپے۔ اوہنے کہیا نٹ پینیاں کل تے اسیں دو آنے دے کے گئے ساں ۔ اوہنے کہیا ایخ بولو نے بھانویں مفت نہ جایا جے ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر : میں مشیروں کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ یہ نہیں پتا چلتا کہ ان کے اختیارات کیا ہیں۔ جناب سپیکر ' جب بھی کوئی چیز رکھی جاتی ہے تو لامحالہ کوئی بندہ پوچھتا ہے کہ اس کے کیا فائدے ہیں اور کیا نقصانات ہیں۔ جو مجھے فائدے اور نقصانات نظر آ رہے ہیں ۔ وہ میں جناب سپیکر ! آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں مشیروں کا فائدہ یہ ہے کہ یہ کورم پورا کرنے کے کام آتے ہیں۔' جب کٹوتی کی تحریک نامنظور کرنی ہوتی ہے تو اونچی آواز میں نہ کہنے کے کام آتے ہیں۔ جب حکومت کی عمارت گرنے لگتی ہے تو ستونوں کا کام دیتے ہیں۔ جب کوئی حکومتی ایم پی اے ناراض ہونے لگتا ہے تو اسے فوری طور پر یہی بنا دیا جاتا ہے کہ اس کے نوٹیفکیشن فارم پہلے سے تیار ہوتا ہے ۔ صرف نام بھرنا ہوتا ہے ۔

جناب والا ! میں نے ان کے فوائد تو بتا دیے ہیں اب نقصانات بھی بتا دیتا ہوں ۔ یہ قومی خزانہ پر بہت بڑا بوجھ ہیں۔ جب یہ لاہور کی کوٹھی سے باہر قدم رکھتے ہیں تو ان کا ئی اے ڈی اے

شروع ہو جاتا ہے جو لاکھوں روپے میں بنتا ہے ۔ ٹیلیفون بل ان کا لاکھوں روپیہ ماہانہ ہوتا ہے ۔ کئی حکومتی گاڑیاں ان کے قبضے میں رہتی ہیں۔ پٹرول پر ہر ماہ لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے ۔ رہائش پر لاکھوں روپے اٹھتے ہیں۔ ہر ایک کے پاس ایک سرکاری گن مین ایک پی اے اور ایک دو کلرک ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر ! پارلیمانی سیکرٹری صاحبان بھی اس بجٹ پر بوجھ کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں۔ لیکن ان کو حکومت نے یہ چھوٹ دے رکھی ہے جو مشیروں کو نہیں ہے ۔ کہ ان کا عہدہ واپس بھی لے لیا جائے تو گاڑیاں ان سے واپس نہیں لی جاتیں۔ جیسا کہ پچھلے روز اخبار میں آیا تھا ۔ یعنی جب کسی کو پارلیمانی سیکرٹری کہہ دیا جائے تو گاڑی ساری زندگی کے لیے اسی کی ہو گئی ۔ جناب سپیکر ! جو مشیر اور وزیر ہیں ان کی بھی دوسرے محکموں کی طرح پرموشن اور ڈی موشن ہوتی رہتی ہے ۔ جو مشیر پاس ہو جاتا ہے اسے وزیر بنا دیا جاتا ہے اور جو وزیر فیل ہو جاتا ہے جیسے کہ لنگڑیال صاحب اور لک صاحب انہیں مشیر بنا دیا جاتا ہے ۔ لیکن کوٹھیاں ان کے پاس ہی رہتی ہیں۔

جناب سپیکر! کیا یہ ہمارا صوبہ اس بات کا متحمل ہے کہ اتنے غیر ضروری اخراجات ہو رہے ہیں۔ کوئی بھی بات اگر حد میں رہے تو وہ خوبصورت بھی ہوتی ہے اور اچھی بھی لگتی ہے ۔

جناب سپیکر ، اب آپ وائنڈ اپ کیجیے ۔

سید اختر حسین رضوی، جناب سپیکر ! وزیر اعلیٰ صاحب بنیادی طور پر ایک وزیر ہی ہیں۔ اور میں یہ عرض کروں گا کہ جتنی رقم انھوں نے اپنی رہائش کی آرائش و زیبائش کے لیے رکھی ہوئی ہے وہ رضاکارانہ طور پر واپس کر دیں ۔ اگر مشیروں ' پارلیمانی سیکرٹریوں ' معاونین خصوصی کی ایک سال کی تنخواہیں اگر روک لی جائیں اور جو ان پر اخراجات آتے ہیں اگر وہ روک لیے جائیں تو میں سمجھتا ہوں صوبہ کے غریب ملازمین کی تنخواہ کم از کم پانچ فیصدی بڑھ سکتی ہے ۔ ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان میں رہ رہے ہیں۔ تنقید کا حق ہمیں ہماری اسلامی تاریخ نے دیا ہے ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ وقت یاد کریں جب مال غنیمت میں سے آپ کو ایک چادر ملی لیکن بھری کچہری میں ایک آدمی نے اٹھ کے کہہ دیا تھا کہ آپ کی قمیض تو دو چادروں سے بنتی ہے آپ کو صرف ایک چادر ملی ہے ۔ آپ نے دوسری چادر کہاں سے لی ۔ تو آپ کے بیٹے نے اٹھ کے کہا تھا کہ مت گمان کرو میرے باپ کی صداقت پر ۔ میں نے اپنے حصے کی چادر اپنے والد محترم کو دی ہے۔ اسی طرح جناب عالی! حضرت علی کرم اللہ وجہ کا وہ دور دیکھ لیجیے کہ جب انھوں نے حاکم بصرہ کو خط لکھا تھا ۔ کہ " باز آ جاؤ اپنی فضول

خرچیوں سے کیونکہ یہ پیسہ حکومت کی امانت ہے " ۔ جناب والا! اسی طرح یہ غریب عوام کی امانت ہے خدارا اسے اس انداز میں مت لٹائیے ۔ شکریہ ۔

جناب سپیکر: مہربانی ۔ سید اختر حسین رضوی صاحب! میرا آپ کو مشورہ ہے کہ آپ اخبار میں کالم لکھنا شروع کر دیں ۔

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : سید ظفر علی شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر ! محترم وزیراعلیٰ صاحب بھی غالباً اسمبلی premises میں اپنے چیمبر میں تشریف رکھتے ہیں ۔ میرے اس پوائنٹ آف آرڈر کو پوائنٹ آف آرڈر کے طور پر اور میں ابھی جناب کی اجازت سے لکھ کر بھی ' تحریک التوائے کار کی شکل میں بھی جناب کے سامنے لا رہا ہوں ۔ کیونکہ میں ایک نہایت ہی سنگین اور اہم واقعہ آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں اور آپ ہی کی وساطت سے وزیراعلیٰ صاحب کے نوٹس میں بھی لانا چاہتا ہوں کیونکہ وہ بہتر طریقے سے بتا سکیں گے۔ جناب والا ' آج صبح وفاقی بجٹ کے خلاف احتجاج کے سلسلے میں اپنا سیاسی ' آئینی حق ادا کرتے ہوئے پاکستان کی ایک سیاسی جماعت ' جماعت اسلامی ' پاکستان مسلم لیگ میاں نواز شریف گروپ اور راولپنڈی شہر کے شہری جب احتجاجاً اسلام آباد کی طرف ' پارلیمنٹ کی طرف جا رہے تھے تو راولپنڈی کے شہر مری روڈ پر میرے اپنے حلقے میں اس procession کو زبردستی روکا گیا ۔ وہاں پر پولیس نے پتھروں سے اور لاٹھیوں سے تشدد کیا ' آنسو گیس پھینکی گئی اور پھر اس کے بعد آتشیں اسلحہ سے نہتے اور بے گناہ شہریوں پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں پانچ کے قریب افراد شدید زخمی ہو گئے اور میری اطلاع کے مطابق اللہ کرے یہ غلط ہو ان میں سے ایک زخمی چل بسا ہے ۔ جناب سپیکر! میری آپ سے استدعا ہو گی ' بے شک آپ ابھی اس کو تحریک التوائے کار کی شکل میں نہ لیں پہلے اس کی وضاحت وزیراعلیٰ صاحب کر دیں چونکہ وہ راولپنڈی شہر سے connected ہیں اس لیے آپ ان کو ہدایت کریں ۔ وزیر قانون یا وزیر خزانہ کو ہدایت کریں کہ وہ latest correct position اس معزز ایوان کو بتا دیں ورنہ حزب اختلاف اسے تحریک التوائے کار کی صورت میں یا جو بھی اس کا حق ہو گا اس طریقے سے ہاؤس میں لائے گی تاکہ اسمبلی کی کارروائی روک کر فوری طور پر اس پر بات کی جا سکے ۔ میں اپنے طور پر بھی راولپنڈی سے مزید تفصیلات اکٹھی کرتا

ہوں ہم مزید تفصیلات کے لیے انتظار کر رہے ہیں ۔ جناب وزیر اعلیٰ صاحب بھی ہاؤس میں تشریف لے آئے ہیں اور چونکہ حکومتی مشینری کے ذریعے سے وہ بہتر طریقے سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں اس لیے میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس کارروائی کو روک کر اس مسئلے کو sort out کر لیا جائے اس سے پیشتر کہ میں باقاعدہ اس کے لیے تحریک التوائے کار پیش کروں ۔ شکریہ۔

وزیراعلیٰ: جناب سپیکر! میں لابی میں بیٹھا ہوا تھا اور فاضل دوست کی بات سن کر میں یہاں آیا ہوں ۔ مجھے ابھی تک جو اطلاعات آئی ہیں ' ابھی کوئی پانچ منٹ پہلے مجھے اطلاعات آئی ہیں کہ وہاں پر ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا جس میں کوئی شخص زخمی ہوا ہو یا کوئی فوت ہوا ہو ا گر کوئی ایسا واقعہ ہے تو میں ابھی اس بارے میں معلومات حاصل کر کے عرض کر دوں گا۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! چونکہ اب وزیراعلیٰ صاحب نے ہاؤس کے فلور پر کہہ دیا ہے تو اب میں اپنے حلقے میں ہونے والے واقعے کے بارے میں اپنی اطلاعات کے مطابق باقاعدہ تحریری تحریک التوائے کار آپ تک پہنچا رہا ہوں ۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر ! جب انھوں نے یہ بات ایوان میں کی ہے تو میں یہاں لابی میں بیٹھا ہوا تھا اور میں اسی وقت ہاؤس میں آ گیا ہوں ۔ پانچ منٹ پہلے میرے پاس جو اطلاعات آئی تھیں اس کے مطابق ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا ۔ ابھی ان کے بتانے کے بعد میں فوری طور پر اس کی انکوائری کرتا ہوں اور ہاؤس میں اس بارے میں آگاہ کروں گا۔

جناب سپیکر: بجا ہے ۔

جناب محمد بشارت راجہ: جناب سپیکر ! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات انتہائی اہم ہے جو شاہ صاحب ابھی جناب کے نوٹس میں لائے ہیں اور یہ بھی اچھی بات ہے کہ وزیراعلیٰ صاحب نے اس کا فوری طور پر نوٹس لیا اور ابھی یہ معلومات فراہم کریں گے لیکن میری گزارش یہ ہے کہ سوا بارہ بجے تک کی رپورٹ جو وزیراعلیٰ صاحب کے پاس موجود ہے کے مطابق کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا ۔ میری استدعا یہ ہے کہ یہ سلسلہ جو راولپنڈی میں ہے وہ صبح آٹھ بجے سے چل رہا ہے اور صبح آٹھ بجے سے ہی مری روڈ مکمل طور پر بلاک ہے اور وہاں پر آنسو گیس بھی چلائی جا رہی ہے ' وہاں پر فائرنگ بھی ہوئی ہے ' وہاں پر پتھراؤ بھی ہوا ہے اور بسوں کے ٹائروں کو آگ بھی لگائی جا رہی ہے ۔ اس لیے میں جناب سے استدعا کر رہا ہوں کہ اس کے لیے کوئی time frame کر دیا جائے کہ ایک گھنٹے میں یا آدھے گھنٹے میں وزیراعلیٰ

صاحب یہاں ہاؤس میں اس بارے میں اپنی statement دیں اور اگر کوئی واقعہ نہیں ہوا تو پھر بہت ہی اچھی بات ہے ۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ خدا نہ کرے کہ کوئی اس قسم کا واقعہ ہوا ہو' بہر حال اس کی رپورٹ کے لیے آپ time frame کر دیں کہ وزیراعلیٰ صاحب کتنی دیر میں یہاں پر بیان فرمائیں گے۔

جناب سید اکبر خان : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے ۔

جناب سید اکبر خان : جناب والا ! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ایک بات اس ہاؤس میں point out ہوئی ۔ وزیراعلیٰ صاحب نے اسے لابی میں سنا اور وہ اس بات کو اہمیت دیتے ہوئے فوری طور پر ہاؤس میں تشریف لائے اور انھوں نے یہ statement دی کہ جناب والا! جس وقت مجھے آخری رپورٹ ملی ہے اس وقت تک وہاں کوئی بندہ زخمی نہیں ہوا تھا اگر کہیں کوئی احتجاج ہوا ہے تو یہ ایک understood بات ہے کہ وہاں احتجاج ہو رہا ہے ۔ وزیراعلیٰ صاحب نے فرمایا ہے کہ میری آخری اطلاعات کے مطابق وہاں اس طرح کا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا لیکن میں ابھی تازہ رپورٹ لے کر ہاؤس کو inform کرتا ہوں ۔ اب اس میں کسی ابہام کی ضرورت نہیں ہے ۔اور نہ ہی ان کی طرف سے کوئی ضد ہے کہ میں ہاؤس کو inform نہیں کرنا چاہتا ۔ انھوں نے رپورٹ منگوائی ہے جیسے ہی انھیں مزید رپورٹ ملے گی وہ ہاؤس کو فراہم کر دیں گے ۔

جناب سپیکر: ضد والی بات تو نہیں ہے ۔ چونکہ آج ہاؤس ساڑھے دس بجے شروع ہوا ہے اور ساڑھے تین بجے تک چلنا ہے تو اس اعتبار سے ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ محترم قائد ایوان ہاؤس کے خاتمے سے پہلے جو بھی latest صورت حال ہو گی اسے کسی بھی وقت جس وقت وہ مناسب سمجھیں ہاؤس کو بتا دیں گے ۔

یعنی آج ساڑھے تین بجے سے پہلے وہ صحیح صورت حال سے ہاؤس کو آگاہ کریں گے ۔ ظفر علی شاہ صاحب ! آپ نے اس تخفیف زر پر بات کرنی تھی تو آپ اس پر بات کر کے پھر باہر جائیے ۔

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! اس تخفیف زر پر میرے ساتھی بات کر لیں گے کیوں کہ میرے لیے اب زیادہ اہم معاملہ میرے حلقے کا ہے لہٰذا میں پہلے اس کی صورت حال سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی ۔ رانا نورالحسن صاحب ۔ ---- جناب ایس اے حمید ----

احسان الدین قریشی صاحب ---- میرا تو خیال ہے کافی تقریریں ہو گئی ہیں اب آگے نہ چلیں ؛ وزیر متعلقہ! آپ اس کٹوتی کی تحریک پر کچھ کہنا چاہتے ہیں ؛

بیرسٹر عثمان ابراہیم : جناب والا ! ابھی ہمارے بہت سے ساتھیوں نے اس پر بات کرنی ہے جیسا کہ ابھی چودھری اقبال صاحب بیٹھے ہیں ' شوکت داؤد صاحب بیٹھے ہیں اور ان کے نام بھی ہیں ۔

جناب سپیکر : میں نے تو نام پکارے ہیں لیکن کوئی جواب نہیں ملا اس لیے میں سمجھا کہ آپ بات نہیں کرنا چاہتے ۔ بہرحال چودھری اقبال صاحب! کیا آپ اس پر بات کرنا چاہتے ہیں ؛

چودھری محمد اقبال : جی میں کچھ گزارشات کروں گا ۔

جناب سپیکر : تو کیجیے ۔

چودھری محمد اقبال : شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا ! میرے دوستوں نے بڑے facts & figures کے ساتھ اس کٹوتی کی تحریک کے بارے میں باتیں کی ہیں ۔ بہت ہی اچھے دلائل ' بڑی شعر و شاعری اور مزید بہت باتیں کی ہیں ۔ میں اس میں کوئی خاص اضافہ تو نہیں کرنا چاہتا صرف اتنی گزارش پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا اعتراض اس پر نہیں ہے کہ اتنے مشیر کیوں بنا دیے گئے ہیں ' اتنے معاون خصوصی کیوں بنا دیے گئے ہیں ' اتنے پارلیمانی سیکرٹریز کیوں بنا دیے گئے ہیں؛ ہمیں اعتراض صرف اتنا ہے کہ جو صاحب اس کٹوتی کی تحریک پر بولیں ' جواب دیں وہ ذرا ان کی کارکردگی پر بھی روشنی ڈالیں اور ہمیں بتایا جائے ' اس پورے معزز ایوان کو inform کیا جائے کہ یہ صاحبان آخر کار پنجاب حکومت کی کیا مدد کر رہے ہیں' کون سی معاونت کر رہے ہیں ؛ ہم اس بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! عوام الناس جنھوں نے ہمیں اور ان کو اور دوسری مختلف سیاسی پارٹیوں کو ووٹ دیے ہیں ان کی حالت بہتر کرنے کے لیے اس ٹیم نے کون سا کارنامہ سر انجام دیا ہے ۔ ہمارا سوال صرف اتنا ہے ۔ کیا کسی کسان کو بغیر رشوت دینے کے اس وقت محکمہ مال میں سے ان کے اثر و رسوخ سے فرد مل رہی ہے ؛ کیا ان کے حلقے میں' ان کے ضلعے میں یا ان کے ڈویژن میں نہری پانی بحفاظت تمام ٹیلوں پر ان کی کارکردگی سے پہنچ رہا ہے؟ جناب والا ! جو کسی حکومت کی سب سے پہلی ترجیح ہوتی ہے وہ جان و مال کی حفاظت کرنا ہوتی ہے۔ کیا ان کے ذریعے سے صوبہ پنجاب میں عوام الناس کی جان و مال کی حفاظت ہو رہی ہے ؛ ہم یہ جاننا چاہیں گے ۔جناب والا! میں ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک گاؤں جو ضلع شیخوپورہ اور ضلع گوجرانوالہ کے بارڈر پر واقع ہے وہاں پر ایک مسافر وز ،

سے بھری ہوئی بس جا رہی تھی وہاں پر ڈاکوؤں نے اس بس کو روک کر ساری بس کو لوٹا اور نہ صرف اس کو لوٹا بلکہ اس بس سے ایک لڑکی کو نکال کر کھیتوں میں لے گئے اور اس کی بے عزتی کی گئی' بے حرمتی کی گئی اور اس کی عزت لوٹی گئی۔ کیا ایسے واقعات کنٹرول کرنے کے لیے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی ٹیم نے صوبہ پنجاب میں کوئی کارکردگی دکھائی ہے؟ ہم اس کو جاننا چاہیں گے۔جناب سپیکر ! کیا اس ساری ٹیم جس کا پنجاب کے exchequer کے اوپر بوجھ ہے اس کی کار کردگی کیا ہے ؟ کیا باقی فیلڈوں میں لوگوں کو سستا انصاف مہیا ہو رہا ہے؟ کیا جب لوگ کچہری میں پھر رہے ہوتے ہیں' در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہوتے ہیں انھوں نے ان کو اپنے اضلاع میں اپنی ڈویژن میں یا اپنے صوبے میں کوئی relief دلوایا ہے ؟ اگر انھوں نے کوئی relief دلوایا ہے تو پھر ہماری کٹ موشن بے جا ہے اور ہم نے بجا طور پر ان پر اعتراض نہیں کیا۔ جناب والا ! ہمارا یہ حق ہے اور ہم ان سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن میں کون سی بہتری ہوئی ہے ؟ جو وزیر صاحب اس کٹ موشن کا جواب دیں ہمیں بھی ذرا اطلاع فراہم کریں کہ ان کے اوپر جو خرچہ ہو رہا ہے اس کی نسبت سے انھوں نے صوبہ پنجاب میں فلاں فلاں کام کیے ہیں۔ جناب والا ! آپ دیکھیں کہ اس وقت عوام کی یہ حالت ہے کہ کوئی آدمی جب اپنے گھر میں بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ٹیلی ویژن دیکھ رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو محفوظ محسوس نہیں کرتا۔ جناب سپیکر ! Secretary level کے لوگ اپنے گھروں میں گھبرائے ہوئے بیٹھے ہوتے ہیں کہ کوئی آ کر ہمیں لوٹ نہ لے' ہماری جان و مال خطرے میں ہے۔ جناب والا ! اس ساری صورت حال کے اندر کیا ہو رہا ہے ؟ ڈکیتی' چوری اور پنجاب میں جو سلسلہ بھی ہو رہا ہے اس کے لیے ماشاء اللہ اتنی بڑی ٹیم ہے جناب والا! ان کو ایک ایک ضلع ہی دلوا دیں اور وہاں کی بہتری کا سامان پیدا کر دیں تا کہ عوام الناس کو کچھ تھوڑی بہت بہتری ملے اور پتا چلے کہ پنجاب حکومت کام کر رہی ہے۔ جناب سپیکر ! آپ دیکھیں کہ اگر pesticides لے لیں تو وہاں ملاوٹ ہو رہی ہے وہی بند کروا دیں۔ جو ہماری کاشت کاری ہو رہی ہے اس میں ہمیں کھاد دلوا دیں۔ جب کبھی بیجائی کا موسم ہوتا ہے تو ہمیں کھاد مل جائے تو ہمیں پتا چل جائے کہ ہمارے ایڈوائزر صاحبان اور ہمارے سپیشل اسسٹنٹ صاحبان اور ہماری انتظامیہ کوئی کام کر رہی ہے؟ جناب والا ! آخری بات ——— میں relevant رہوں گا اور اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔جناب والا ! صوبہ پنجاب میں رشوت تھوڑی بہت کم کرا دیں تا کہ پتا چلے کہ ہماری ٹیم نے فلاں ضلع میں رشوت کم کرا دی ہے۔

جناب والا ! میں نے آپ کی وساطت سے اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب کو ایک request کی تھی کہ اس میں کون سی مشکل بات ہے کہ آپ ایک ضلع میں ایک ڈی سی اور ایک ایس پی کیا اتنا قحط الرجال ہو گیا ہے کہ صوبے میں ایسے افسر نہیں رہے کوئی دو دیانت دار افسر چن کر لگا دیں تاکہ لوگوں کو relief ملنا شروع ہو جائے اور جو ٹیم نیچے ہے اسے خوف ہو' ڈر ہو ۔ جناب والا! اتنا ہی کام کروا دیں۔ میں نے بہت دفعہ آپ سے درمندی کے ساتھ اپیل کی کہ کچھ نہ کچھ تو بہتری کروا دیں ۔ اگر عوام نے اسی routine سے چلنا ہے تو پھر اتنی بڑی ٹیم کی کیا ضرورت ہے ؟ اور ان پر اخراجات اٹھانے کی کیا ضرورت ہے ؟جناب والا! میں اسی بات پر اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ ہماری کٹ موشن کو منظور کیا جائے اور ان اخراجات سے اس صوبہ پنجاب کو بچایا جائے۔

جناب سپیکر ، بہت مہربانی ۔میاں عثمان ابراہیم صاحب!

بیرسٹر عثمان ابراہیم ، شکریہ' جناب سپیکر ! قومی خزانہ ایک trust کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا بے جا اسراف خیانت کے زمرے میں آتا ہے لیکن ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہر سال بجٹ میں اخراجات کے تخمینہ جات بڑھائے جاتے ہیں لیکن اس کے برعکس محکمہ کی جو کارکردگی ہے وہ اس وقت زوال پذیر ہے۔ جناب سپیکر! ہماری سمجھ میں یہ بالکل نہیں آ رہا کہ جو اہم شعبہ جات ہیں جن میں اخراجات کو بڑھانا چاہیے جہاں زیادہ فنڈز کی ضرورت ہے وہاں تو اخراجات کو کم کر دیا جاتا ہے لیکن جہاں کفایت شعاری کرنا چاہیے' وہاں اسراف نظر آتا ہے ۔جناب والا ! یہ مثال اوپر سے نیچے آتی ہے۔ جناب وزیر خزانہ یہاں تشریف فرما ہیں انھوں نے اپنی تقریر میں بار بار کفایت شعاری کا ذکر کیا تھا لیکن کفایت شعاری گورنر ہاؤس سے شروع ہونی چاہیے پھر وزیر اعلیٰ تک آنی چاہیے اور ان کے بعد وزراء اور مشیر وغیرہ ہوتے ہیں ۔ جناب سپیکر ! باتیں تو ساری ہو چکی ہیں' میں ویسے چند figures دے رہا ہوں جو ہمارے لیے food for thought ہے ہم یہ figures دیتے ہیں لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آئندہ سال کے بجٹ میں ہی ان پر عمل در آمد کر لیا جائے ۔ جناب سپیکر ! اس حکومت نے یہ وتیرہ بنا لیا ہے کہ بجٹ میں figures کچھ دیتے ہیں اور جب اگلے سال کا بجٹ آتا ہے تو ہمیں اس بجٹ سے پتا چلتا ہے کہ وہ figures جو انھوں نے ایوان میں پیش کیے تھے وہ تو revise ہو چکے ہیں اور revise بھی ایسے ہوئے ہیں کہ دگنا تگنا ہو جاتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ 96-1995 ء میں ہمارے سامنے گورنر ہاؤس کے لیے جو figures پیش کیے گئے وہ صرف ایک کروڑ ' 29 لاکھ '75 ہزار' 950 روپے کے تھے۔ ہم

اس پر بھی تنقید کرتے رہے کہ یہ اخراجات زیادہ ہیں ان کو کم کیا جائے لیکن جب 97-1996ء کا بجٹ آیا ہے تو جو ہم نے revised اخراجات پڑھے ہیں تو وہ 2 کروڑ 71 لاکھ کے ہو گئے ہیں۔جناب والا! یہ بجٹ کی رقم سے دگنے اخراجات ہو گئے ہیں اور 97-1996ء میں پھر گورنر ہاؤس کے لیے ایک کروڑ، 37 لاکھ ہے ہم صرف یہی استدعا کریں گے کہ گورنر ہاؤس میں ایک کروڑ ، 37 لاکھ اور 30 ہزار روپیہ ہی خرچ کریں اس سے زیادہ نہ کریں اگر یہی کر لیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بھی حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہو گا کہ جو یہ تخمینہ جات لگاتے ہیں اگر اس کے دائرہ کار میں ہی رہیں تو یہ بھی ان کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہو گا۔حالانکہ جو تخمینہ جات ہیں وہ بھی فضول خرچی کے زمرے میں آتے ہیں۔ گورنر ہاؤس کے سیکرٹریٹ میں 96-1995ء کا جو بجٹ ملا اس میں صرف 59 لاکھ کے اخراجات ظاہر کیے گئے لیکن حقیقت میں وہ 88 لاکھ خرچ ہوئے اور اب انھوں نے 82 لاکھ کا تخمینہ لگایا ہے تو میری گزارش ہو گی کہ گورنر ہاؤس کے تخمینہ جات میں 82 لاکھ خرچ کریں، 83 لاکھ خرچ نہ کریں۔ جناب سپیکر! ایک اور بڑی اہم بات عرض کرتا ہوں کہ ہمیں پچھلے سال بتایا گیا کہ VIP flight maintenance and operation cell کے لیے ہمیں صرف 95 لاکھ، 41 ہزار 400 روپے کی ضرورت ہے تو وہ اس ہاؤس نے منظور کر دیے اور آج جب ہمیں یہ بجٹ ملا ہے تو اس میں اس کے جو revised تخمینہ جات ہیں وہ 4 کروڑ ، 69 لاکھ ، 96 ہزار ، 900 روپے ہو گئے ہیں ۔ جناب والا! آپ اندازہ کریں کہ 95 لاکھ سے 4 کروڑ 69 لاکھ کے تخمینہ جات revise ہوئے ہیں ۔یہ رقم تقریباً پانچ چھ گنا بن جاتی ہے تو حکومت کا جو یہ طریقہ کار ہے، اسراف اپنی جگہ، کفایت شعاری اپنی جگہ لیکن ہمارے سامنے جو بجٹ پیش کیا جاتا ہے، جس کی منظوری لی جاتی ہے، کم از کم یہ اپنے آپ کو اتنی رقم تک تو محدود کیا کریں ۔ ہم تو یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ یہ اسراف میں آتا ہے اس لیے ان کو نصیحتیں کرتے رہتے ہیں کہ بیوروکریسی کو کہیں کہ وہ اپنے اخراجات کم کرے لیکن جب actual خرچ کرنے کا وقت آتا ہے تو اخراجات کچھ اور ہوتے ہیں ۔جناب والا! اخراجات کم کرنے کے لیے میں کچھ تجاویز دینا چاہتا ہوں جو بڑی simple اور بڑی بے ضرر ہیں جن پر عمل کر کے کفایت شعاری کے اصول کو بڑی جلدی اپنایا جا سکتا ہے ۔جناب والا! صفحہ 221 پر entertainment and gifts کا آئٹم ہے جس میں وزیر اعلیٰ کے 33 لاکھ روپے entertainment اور gifts کے لیے رکھے ہیں ۔ جناب والا! اس میں کفایت شعاری کرنی چاہیے اگر انھوں نے gift دینا ہے تو سادہ gift دیں اگر entertainment کرنی ہے تو بڑی سادگی کے اصول کو

اپنائیں ۔مجھے یقیناً خوشی ہو گی کہ آئندہ کے بجٹ میں جب یہ figures آئیں تو revised figures میں 33 لاکھ کی جگہ 3 لاکھ کا ذکر ہو پھر تو ہم سمجھیں گے کہ واقعی ہم نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل در آمد بھی شروع ہوا ہے ۔ پھر وزیر اعلیٰ کی discretionary grant 3 کروڑ روپے ہے یقیناً انھیں اس کی emergency کے لیے ضرورت پڑتی رہتی ہے لیکن اس میں بھی وہ اسے ایک قومی خزانہ سمجھتے ہوئے یہ سمجھتے ہوئے کہ میرے پاس 3 کروڑ روپے کی رقم trust کی شکل میں ہے اس میں بڑی کفایت شعاری سے کام لیتے ہوئے خرچ کریں اور مجھے امید ہے کہ جب آئندہ بجٹ ہمارے سامنے پیش کیا جائے گا تو جو revised figures ہوں گی وہ 3 کروڑ کی بجائے لاکھوں میں ہوگی کروڑوں میں نہیں ہو گی۔ جناب سپیکر! یہ ایک lumpsum رقم رکھی گئی ہے اور یہ clearence of outstanding liabilities of electricity جو 1995-96ء میں اعداد وشمار دیے گئے تھے وہ 20 کروڑ روپے کی تھی لیکن یہ figures revise ہو کر 3 ارب اور 32 کروڑ روپے کے ہو گئے ہیں ۔ اس میں 3 ارب اور 12 کروڑ روپے کا اضافہ ہوا ہے ۔ جناب والا! جس وقت یہ بجٹ بنایا گیا تھا اس وقت بجٹ بنانے والوں کو پتا نہیں تھا کہ آئندہ سال کیا ہونے والا ہے ؟ جناب سپیکر! اتنی بڑی رقم کو revise کرنا میں سمجھتا ہوں پنجاب اسمبلی کی توہین ہے ۔ یا تو یہ جان بوجھ کر کیا گیا ہے اور اگر جان بوجھ کر نہیں کیا گیا تو پھر بجٹ بنانے والوں کی کوتاہ اندیشی ہے کہ وہ آنے والے وقت کے اخراجات کا اندازہ نہیں لگا سکے ۔ جس طرح انہوں نے اس دفعہ اسی مدمیں 2 ارب 50 کروڑ روپے رکھے ہیں ۔ یہ ایک سال میں 20 کروڑ سے پہلے 3 ارب اور 32 کروڑ روپے خرچ ہوئے اور اب آئندہ سال میں 2 ارب اور 50 کروڑ روپے کا خرچ ہو رہا ہے ۔ جناب سپیکر! اخراجات میں جو تخمینہ جات آ رہے ہیں وہ علیحدہ ہیں ۔ بجلی کے جو متعلقہ محکموں کے بل ہیں وہ اپنی جگہ پر ہیں' یہ صرف ایک lumpsum provision رکھی ہے ۔ پتا نہیں کب ضرورت پڑ جائے اور اس کے لیے انہوں نے اڑھائی ارب روپے رکھ دیے ہیں ۔ اس لیے میری جناب سپیکر! یہ گزارش ہے کہ یہ بجٹ کے figures تک اپنے آپ کو محدود رکھیں lumpsum کی جو provision ہے بڑی tempting ہے ۔ اگر اس کی ضرورت نہ بھی پڑے تو دل کرتا ہے کہ اس کا کوئی مصرف نکالا جائے ۔ لہٰذا اس قسم کی provision سے احتراز کیا جائے اور جو بھی پروویژن ہو اس کی بجٹ میں تفصیل دیں ۔ جب آپ بجٹ پاس کروا سکتے ہیں تو اس قسم کی پروویژن کیوں رکھی جاتی ہیں ؟ جناب والا! بہت بہت شکریہ ۔

جناب سپیکر ، مہربانی ۔ چودھری شوکت داؤد صاحب! آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔ ضروری تو نہیں ہے کہ بات کی جائے ۔ سلہری صاحب! آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔

جناب ارشد عمران سلہری، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! یہ ڈیمانڈ نمبر 10 جنرل ایڈمنسٹریشن کے متعلق ہے اور ہمارے فاضل ممبران نے تفصیل سے روشنی بھی ڈالی ہے ۔ جناب سپیکر! اس کے حوالے سے میں چند گزارشات ہاؤس کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں ۔ یہ بجٹ جو پیش ہوا ہے' جب بن رہا تھا اس سے پہلے پنجاب حکومت نے خصوصی طور پر صوبہ کے چیف ایگزیکٹو نے یہ کہا تھا اور وزیر خزانہ صاحب کی تقریر کے اندر بھی واضح طور پر ان الفاظ کا ذکر ہے کہ ہم صوبے کے اندر اپنی حکومت کو کفایت شعاری کے ساتھ چلا رہے ہیں اور ہم نے جو اخراجات رکھے ہیں اس کے اندر محدود ہو کر خرچ کر رہے ہیں ۔

جناب سپیکر ! میں یہاں پر کچھ figures آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے سال 1995-96ء میں 10 ارب 19 کروڑ روپے اس مد کے لیے مختص کیے گئے ۔ لیکن جناب سپیکر! انہوں نے اس حد کو پھلانگتے ہوئے 13 ارب 68 کروڑ روپے اس پر خرچ کیا ۔ جناب سپیکر! جو حد مقرر کی گئی' اس سے 3 ارب 6 کروڑ روپے زائد خرچ کیے گئے ۔ جناب والا! صوبے کے اندر امن وامان کی جو صورت حال ہے وہ آپ کے اور ہم سب کے سامنے ہے' جس کے لیے صوبے کے چیف ایگزیکٹو بھی یہ بات کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں جو کہ آئین اور قانون کے پابند ہیں 'اور اس وقت صوبے میں چوری ڈکیتی اور لا اینڈ آرڈر کے حوالے سے جو حالات ہیں' وہ آپ کے سامنے ہیں ۔ جس طرح سے چوروں اور ڈاکوؤں کو یا ملزم کو عدالت میں لے جانے سے پہلے پولیس کو اس بات کا اختیار دے رکھا ہے کہ جہاں چاہو اور جس وقت چاہو اس شخص کو گولی سے پولیس مقابلہ ڈال کر اڑا دیں۔جناب والا! جناب چیف ایگزیکٹو نے اس کو درست تسلیم کیا ہے ۔ جناب والا! یہ تو اس محکمے کی حالت ہے ۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اخبار میں یہ اشتہار پڑھا جو ایک خاندان سے متعلق تھا جس کے گھر کے نو یا دس افراد قتل ہوئے اور انہوں نے اس انتظامیہ سے مایوس ہو کر آرمی چیف کو اپیل کی کہ ہمارے اوپر ترس کھایا جائے ۔ جناب والا! یہ تو ملک اور صوبے کے حالات ہیں اور ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ۔ جناب سپیکر ! یہ اس محکمے کے حالات ہیں جنھوں نے اپنے اخراجات کو حدود سے پھلانگتے ہوئے صوبے کے غریب عوام کا 3 ارب روپیہ زیادہ خرچ کیا ۔

جناب سپیکر! جنرل ایڈمنسٹریشن کی آمدن کا جو target ہے جو ان کے ذمہ وصولیات لگائی گئیں میں اس کا ذکر بھی کرنا چاہوں گا 96-1995ء کے بجٹ میں وصولیات کے لیے .....

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ہاؤس کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ہاؤس in order نہیں ہے۔

MR. SPEAKER: I call the house to order.

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! جنرل ایڈمنسٹریشن کے حوالے سے ان کی آمدن کا جو target تھا وہ 2 ارب 16 کروڑ روپے رکھا گیا ۔ جناب سپیکر! اس کو انھوں نے کم کر کے ، یعنی جہاں پر انہیں اپنی کارکردگی دکھانی چاہیے تھی' وہاں پر یہ target 2 ارب 16 کروڑ روپے سے کم کرکے ایک ارب 39 کروڑ کر دیا۔ جناب سپیکر! 77 کروڑ روپیہ آمدن جو اس صوبے کو آنی تھی' وہ حاصل نہ کر سکے اور اپنے اخراجات 3 ارب زائد کیے ۔

جناب سپیکر ! اسی طرح گورنر سیکرٹریٹ کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا کہ اس کے لیے ایک کروڑ 90 لاکھ روپے رکھے گئے تھے جناب سپیکر! ضمنی بجٹ میں جب اس کو revise کیا گیا تو یہ اخراجات 3 کروڑ 60 لاکھ روپے ہوئے۔جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان سے' وزراء سے اور وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ گورنر صاحب نے کون سا ایسا تیر مارا ہے کہ جس کے اوپر 3 کروڑ 60 لاکھ روپے گورنر سیکرٹریٹ پر خرچ ہوئے ۔ صوبے کے عوام کو انھوں نے کیا دے دیا ہے کہ جس وجہ سے ان کو اتنا خرچہ کرنے کی اجازت دے دی گئی ۔

جناب سپیکر! اسی طرح وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لیے 5 کروڑ 87 لاکھ روپے رکھے گئے تھے ۔جناب والا! اس کے متعلق ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب یہ کہتے ہیں کہ میں صوبے کی ایک ایک پائی خرچ کرتا ہوں تو میری ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں ۔ جناب سپیکر! یہاں انھوں نے 7 کروڑ 45 لاکھ روپے خرچ کیا۔ 2 کروڑ روپے اس مد میں زیادہ خرچ کیا۔

جناب والا! امن عامہ کی مد میں سال 96-1995ء میں 18 کروڑ روپے رکھے گئے اور جناب سپیکر! افسوس کی بات ہے کہ اس مد میں 30 کروڑ روپے خرچ کر دیے یعنی 12 کروڑ روپے زائد خرچ کر دیے ۔ جناب سپیکر! یہاں پر ہم جو ممبران بیٹھے ہیں جو اس وقت اقتدار میں ہیں اور خاص طور پر وزراء صاحبان کو اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے اور ان کو ہوش آ جانی چاہیے کہ صوبے کی غریب عوام کا پیسہ کس طرح سے ضائع کیا جا رہا ہے اور جب ہم اپنے حلقے کی بات کرتے ہیں کہ وہاں پر گلیاں ٹوٹی ہوئی

ہیں' پینے کا پانی تک میسر نہیں ہے اور یہاں ان کی شہ خرچیاں یہ ہیں کہ ایک ایک مد میں 12 کروڑ روپے زائد خرچ کر رہے ہیں۔ جناب والا! اسی طرح ہمارے وزراء صاحبان کی فوج ظفر موج ہے' جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی' بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں ایک اور مشیر کا اس میں اضافہ ہوا ہے اس سے پہلے میرے دوست وصی ظفر صاحب جو کہ وزیر بننا چاہتے تھے' ان کو مشیر پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ اب ہمیں اس کے اوپر کہیں بریک لگا دینی چاہیے کہ ہمارے صوبے کے عوام جو روٹی کپڑے اور مکان کے لیے ترستے ہیں' جو صاف ستھرے ماحول کو ترستے ہیں' ہمیں وزراء کی فوج کے ذریعے ان کے اوپر اتنا بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے۔

جناب سپیکر ، سلہری صاحب! بڑی مہربانی۔ سلہری صاحب! اب آپ wind up کیجیے ۔ اس موضوع پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے سے بات ہو رہی ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! آپ درست فرما رہے ہیں ہم یہاں پر جو بات کہہ کر جاتے ہیں' یہاں پر ہم جو باتیں کہتے ہیں' وہ حقائق پر کہتے ہیں۔ تنقید برائے تنقید کے حوالے سے نہیں کہتے۔ ہم صوبہ پنجاب کے عوام کی آنکھوں کو کھولنا چاہتے ہیں۔ کہ اس وقت یہ حکومت ان کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہاں پر ہم جو کچھ بولتے ہیں اس پر اثر کوئی نہیں ہونا۔ پچھلے بجٹ پر بھی ہم نے باتیں کی تھیں اور اب بھی کر رہے ہیں ۔ بیورو کریسی نے جو بجٹ بنا کر بھیج دینا ہے آپ نے یہاں پر اسے ہی پاس کرنا ہے۔ جناب سپیکر ! میں یہاں پر محکمہ اطلاعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جس کے لیے 55 لاکھ روپیہ رکھا گیا تھا اور اس کے اوپر 4 کروڑ 90 لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا یہ مشتاق اعوان سے لے کر وزیر اعظم صاحبہ تک' اخبارات میں تصاویر والے اشتہارات آتے ہیں' یہ پیسہ ان پر خرچ ہوا ہے ؟ اس صوبہ پنجاب کے عوام کا حق بنتا ہے کہ وہ پوچھیں کہ ٹیکس کی ایک ایک پائی آپ کی مراعات یا ہماری مراعات کے لیے حکومت کے خزانے میں جمع نہیں کرواتے۔ وہ یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں کہ بجٹ میں صوبہ پنجاب کے غریب عوام کے لیے کون سے ایسے منصوبے رکھے ہیں' جن سے ان کو ترقی اور فلاح مل سکے۔ جناب والا! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ امن عامہ پر بہت سے باتیں ہوسکتی ہیں اور میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی۔ عاکوانی صاحب! آپ کا نام بھی اس میں ہے' اگر آپ اجازت دیں تو ہم آگے بڑھیں۔ آپ کسی اور موضوع پر بولیں گے یا اسی پر بولنا چاہتے ہیں ؟

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! میں صرف دو منٹ لوں گا۔

جناب سپیکر، بسم اللہ کیجئے۔ آپ اس کے آخری سپیکر ہیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم۔ محترم جناب بابا جی وزیر اعلیٰ پنجاب ' السلام علیکم۔

جناب سپیکر، نہیں' یہ آپ اس طرح سے براہ راست خطاب نہیں کرسکتے۔ آپ سپیکر صاحب سے بات کرسکتے ہیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! میں آپ سے ہی مخاطب ہوں۔ میں آپ کو یہ ایک خط سنا رہا ہوں۔ جو پنجاب کے ایک عام آدمی نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں بوجہ بیماری جلد نہیں آ سکا مجھے کچھ تکلیف تھی۔ میرا نام بھی اس میں شامل ہے مجھے بھی آپ موقع عنایت فرمائیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف نہیں رکھتے تھے اور اب آخری مقرر آ گیا ہے۔ آپ کسی اور موقع پر بات کرلیجیے گا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، السلام علیکم ! میں خیریت سے نہیں ہوں۔ مگر آپ کی خیریت نیک چاہتا ہوں۔ بابا جی ! میں آپ کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ آپ کی انتظامیہ نہایت نالائق ہے اور اس کی تازہ مثال یہ ہے کہ کل ملتان میں سو فی صد ہڑتال تھی۔ مگر انھوں نے آپ کو یہ اطلاع دی کہ ہڑتال صرف 20 فی صد ہے۔

جناب سپیکر، دیکھئے خاکوانی صاحب! اس بحث کا تخفیف زر سے کیا تعلق ہے؟

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! میں ایڈمنسٹریشن کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ آپ سنیں تو سہی۔

جناب سپیکر، بہرحال آپ نے دو منٹ مانگے ہیں۔ اگر دو منٹ ہوگئے تو اس کے بعد آگے بڑھ جائیں گے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، ٹھیک ہے جناب ! اب یہ آواز اٹھے گی کہ وزیر اعلیٰ کی خدانخواستہ آنکھیں خراب ہیں اور سرکاری خرچ پر اس کا علاج ہونا چاہیے۔ پھر آپ کو بیرون ملک سرکاری خرچ پر

علاج کے لیے بھیجا جائے گا۔ اور پھر آپ کی غیر موجودگی میں گہری سازش کرکے سینئر وزیر آپ کی جگہ سنبھالنے کی کوشش کریں گے۔ آپ بابا جی ہوشیار رہیں۔ سرکاری ملازمین کو رضا کارانہ ریٹائرمنٹ کے سلسلے میں کہا گیا۔ اور افواہ یہ اڑ گئی تھی کہ ان کی گریجوئٹی کی رقم ختم کر دی گئی ہے اور حکومت خرچ کر گئی ہے۔ جس پر حکومت نے یقین دہانی کروائی کہ ایسی بات نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ آرڈر کر دیا کہ جنھوں نے اس خدشے کے پیش نظر ریٹائرمنٹ لی ہے' وہ اپنی ریٹائرمنٹ واپس لے سکتے ہیں۔ جناب والا! وفاقی حکومت کے ملازمین نے اس سہولت سے فائدہ اٹھا لیا۔ مگر صوبائی حکومت کے ملازمین ہنوز آسمان میں اٹکے ہوئے ہیں۔ نہ وہ ملازم ہیں اور نہ ہی وہ ریٹائر تصور ہو رہے ہیں۔ بابا جی! پنجاب ٹرانسپورٹ اتھارٹی کو Golden shake hand کے ذریعے 70 کروڑ روپے درکار تھے۔ مگر وہ 70 کروڑ روپے ادا نہ کیے گئے اور گزشتہ تین سالوں میں 60 کروڑ روپے ان کو تنخواہ کی شکل میں ادا کر دیئے گئے۔ اب الاؤنسز میں اضافے کی وجہ سے وہ رقم ایک ارب 20 کروڑ روپے تک پہنچ چکی ہے۔ مگر ابھی تک وہ ملازمین اپنی اس پوزیشن پر موجود ہیں۔ اور وہ 70 کروڑ روپے خرچ کرکے ان کو Golden shake hand کے ذریعے ملازمت سے فارغ کر دیا جاتا' وہ 60 کروڑ روپے ادا کرنے کے باوجود بھی اسی طرح چار پانچ ہزار ملازمین بدستور موجود ہیں۔ جناب سپیکر! ایک نشان دہی کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال بجٹ کے موقع پر ایک 5 فی صد اقراء سرچارج لگایا گیا تھا۔ لیکن فنانس ڈیپارٹمنٹ کے ایک ڈپٹی سیکرٹری نے ایک circular جاری کیا کہ جتنے بھی محصول چونگی کے ٹھیکے دار ہیں وہ جو original bid ہے اس پر 5 فی صد اقراء سرچارج حکومت کے خزانے میں جمع کروائیں۔ میں آپ کی وساطت سے جناب غلام عباس صاحب کو بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ذرا غور فرمائیں کہ پچھلے سال بجٹ کے موقع پر ایک بل پیش ہوا تھا کہ آج سے اقراء سرچارج کے طور پر 5 فی صدی وصول کیا جائے گا۔ اور محصول چونگی کے جو ٹھیکے دار ہیں وہ وصول کرکے حکومت کے خزانے میں جمع کروائیں گے۔ جناب سپیکر! آپ کو بھی علم ہوگا کہ محصول کی رقم جو حکومت کے خزانے میں جمع کروائی جاتی ہے وہ تقریباً 50 فی صد ہوتی ہے۔ اس رقم کا جو وہ وصول کرتے ہیں' باقی پچاس فی صد ان کے اپنے اخراجات' ملازمین کی تنخواہیں' دفاتر کے خرچے لیکن ایک ڈپٹی سیکرٹری فنانس نے ایک circular جاری کیا۔ غالباً بلکہ حقیقتاً وہ ٹھیکے داروں کی ملی بھگت سے انھوں نے وہ circular جاری کیا کہ وہ جو original bid ہے اس پر وہ 5 فی صد حکومت کے خزانے میں جمع کروائیں۔ اور باقی ماندہ 50 فی صد رقم پر جو مفت کا اقراء سرچارج 5 فی صد وصول کر رہے ہیں اسے وہ خود کھائیں۔ جناب والا! یہ اتنی کھلی دھاندلی اور اتنا بڑا فراڈ ہو رہا ہے۔ آپ

اس کا نوٹس لیں۔ اور انتظامیہ کا آپ اندازہ لگا لیں کہ کیا کر رہی ہے۔ اس لیے میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اس مد میں اتنی نا اہل انتظامیہ کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے وہ واپس لی جائے۔

جناب سپیکر، مہربانی۔ اس تحریک پر کوئی وزیر صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر اینٹی کرپشن(جناب غلام عباس)، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔

وزیر اینٹی کرپشن، جناب والا! انھوں نے مجھے مخاطب کیا تھا۔ جناب سپیکر! عاکوانی صاحب نے بہت اچھی بات کی ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں' وہ جیسے بھی میری رہنمائی فرمائیں گے میں ضرور کروں گا۔ مگر میں ایک اور سلسلے میں ان کی رہ نمائی کا منتظر ہوں۔ کہ جب یہ ضلع کونسل نواز لیگ کے ایک ایم این اے صاحب کے پاس تھی تو یہ لاہور کا ساڑھے سات کروڑ روپیہ سالانہ جمع کرواتے تھے۔ اب 68 کروڑ روپیہ جمع ہو رہا ہے۔ اب یہ جو 61 کروڑ روپے کا جو short-fall ہے اس کا کون ذمے دار ہے؟ جو ان کے دور حکومت میں رہا ہے۔ جتنی دیر تک آپ کی حکومت رہی ہے 61 کروڑ روپے کا short - fall رہا ہے اس کے اوپر بھی ایک انکوائری کریں اور آپ کا جو فیصلہ ہو گا وہ ہمیں قبول ہو گا۔

جناب سپیکر، چلیے مہربانی۔ تشریف رکھیں۔ اب لا منسٹر !

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔

چودھری شوکت داؤد، جناب والا! یہ وزیر اینٹی کرپشن ہمیشہ بڑے ہی زور دار بیانات دیتے ہیں۔ یہ پہلے اپنا نوٹیفکیشن تو جاری کروالیں۔ پچھلے دنوں یہ President سے مل رہے تھے کہ میرا نوٹیفکیشن جاری نہیں ہوا۔ یہ نوٹیفکیشن جاری کروائیں۔ اور جو گھپلے ہو رہے ہیں اور موجودہ حکومت کرپشن کر رہی ہے' اس کے متعلق بھی کچھ کریں۔

جناب سپیکر، جی بہت اچھا۔ لا منسٹر !

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! آپ کی اجازت سے گزارش کروں گا کہ [illegible]

بھی فرمایا۔ اِدھر کے دوستوں کی بھی خواہش ہے اور اُدھر کے دوستوں کی بھی خواہش ہے۔ غلام عباس صاحب کم از کم میری نگاہ میں ایسے آدمی ہیں جو کام کرنا جانتے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے گورنمنٹ سے اپیل کرتا ہوں کہ ان کا نوٹیفکیشن کریں اور ہم اس بات کی favour کرتے ہیں ۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ کام کرکے دکھائیں گے۔

جناب سپیکر، بہت اچھا۔ آپ کی خواہش Cabinet کے وزراء صاحبان نے سنی۔ چیف منسٹر صاحب بھی میرا خیال ہے کہ یہ ساری کارروائی سن رہے ہیں۔ امید ہے وہ توجہ فرمائیں گے۔ لاء منسٹر۔

وزیر قانون، جناب والا! مذکورہ بالا رقم برائے مطالبہ جی۔ 10 مبلغ پانچ ارب آٹھ کروڑ ستاون لاکھ چھبیس ہزار روپے کا تعلق پنجاب کے تمام محکمہ جات کے افسران اور ملازمین کی تنخواہوں سے ہے دیگر الاؤنسز متفرق اخراجات سے ہے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! جنرل ایڈمنسٹریشن پر کٹ موشن کا جواب ہے۔ وزیر قانون کا جنرل ایڈمنسٹریشن سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب سپیکر، یہ فیصلہ میں بار بار دے چکا ہوں۔

سید تابش الوری، جناب! آپ یہ تو اجازت دے چکے ہیں۔ نہیں' تحاریک التواء ہوں' تحاریک استحقاق ہوں تو وزیر قانون دوسروں کی طرف سے' گورنمنٹ کی طرف سے' کابینہ کی طرف سے ٹھیک ہے کہ اس کام پر مامور ہیں لیکن یہاں تو وزیر موجود ہیں' خود وزیر اعلیٰ موجود ہیں' سینئر وزیر موجود ہیں' جن کے پاس جنرل ایڈمنسٹریشن ہے۔ انھوں نے پالیسی matter پر باتیں کرنی ہیں۔

جناب سپیکر، اچھی بات ہے' آپ تشریف رکھیے' اس وقت وہ موجود نہیں ہیں۔ جی' میں آپ کو اجازت دیتا ہوں آپ بات کیجیے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! آپ زبانی اجازت دے سکتے ہیں؟

جناب سپیکر، جی ہاں' دے سکتا ہوں۔ I can speak

وزیر قانون، جس محکمے میں امور و انتظامی امور سے متعلقہ تخمینہ مبلغ چونتیس کروڑ پانچ لاکھ ترپن ہزار چھ سو چھتیس روپے ہے۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ question put کر رہے ہیں اس لیے یہ نہیں ہو سکتا' آپ کو یہ بھی نہیں پتا؟

میاں عبدالستار، ابھی question put نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے کریں۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! شکریہ' میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جب بھی کوئی مشکل کام آتا ہے اور جب بھی کوئی پیپلز پارٹی اور پی ڈی ایف کی حکومت کے بارے میں کوئی مشکل بات آتی ہے تو محترم حنیف رامے صاحب سیٹ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور آپ کو بٹھا جاتے ہیں۔ انھیں آپ کے ساتھ کوئی دشمنی تو نہیں ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' ایسی بات نہیں ہے۔ تقریباً اڑھائی گھنٹے وہ بیٹھتے ہیں' اڑھائی گھنٹے میں بیٹھتا ہوں! اگر میں صبح آجاؤں تو میں اڑھائی گھنٹے بھگتاتا ہوں۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! ابھی ایک adjournment motion آئی ہے وہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور آپ کو بٹھا دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ Order please, I call the House to order جی' شاہ صاحب!

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! ہاؤس in order کر لیں تو میں عرض کرتا ہوں۔

MR DEPUTY SPEAKER: I call the House to order please.

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! آپ کی صدارت سے پہلے محترم سپیکر صاحب جب صدارت فرما رہے تھے تو اس وقت پوائنٹ آف آرڈر پہ میں ان کی توجہ اور ان کی وساطت سے اس معزز ایوان کی توجہ ایک سنگین واقعہ کی طرف دلائی تھی اور جس پر پوائنٹ آف آرڈر کا نوٹس لیتے ہوئے جناب سپیکر نے لیڈر آف دی ہاؤس جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی اس کے بارے میں پوچھا تھا جس کے بارے میں انھوں نے اس وقت لاعلمی کا اظہار کیا تھا اور پھر میں نے جناب سپیکر کی اجازت سے اور انھیں اطلاع کرتے ہوئے میں نے یہ عرض کی تھی کہ ابھی باقاعدہ طور پہ پھر اس واقعہ کا adjournment motion میں

اس معزز ایوان میں لانا چاہتا ہوں۔ میں نے سیکرٹریٹ میں جو تحریک التوا، داخل کر دی ہے اس کا نوٹس متعلقہ وزیر صاحب کو چلا گیا ہے۔ جناب سپیکر! اب یہ معاملہ زیادہ سنگین اس لیے ہو گیا ہے کہ لیڈر آف دی ہاؤس جناب وزیر اعلیٰ صاحب کو ان کے اس statement کے بعد جو کہ انھوں نے بارہ بج کر پچیس منٹ پر دی تھا کہ ان کی اطلاع کے مطابق راولپنڈی شہر میں سرے سے کوئی ایسا واقعہ ہی نہیں ہوا۔ ان کو اگر ان کی بیوروکریسی یا ان کی مشینری کوئی اطلاع نہیں دے رہی یا دے رہی ہے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! ایک منٹ۔ مسئلہ یہ ہے کہ آپ کی تحریک التوائے کار ابھی آئی ہے تو وہ رامے صاحب ساتھ لے گئے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اس کی admissibility کے بارے میں یا کوئی اور بات ہو گی تو اب اس وقت تحریک التوائے کار کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! بہت سنگین مسئلہ ہے۔ سپیکر صاحب کہاں لے گئے ہیں؟ یا کہاں نہیں لے گئے؟ This is not my duty کہ وہ کہاں لے گئے ہیں؟ کہاں نہیں لے گئے۔ میں نے بر وقت پوائنٹ آف آرڈر پر وہ بات اٹھائی۔ اس کے بعد اب تحریری طور پر رولز کے مطابق adjournment motion اور اس کا فلسفہ ہی یہی ہے کہ ایک گھنٹے کے نوٹس کے اندر اندر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ کب ہوتا ہے؟ التوائے کار کا نوٹس اور اس کا کب ہوتا ہے؟

سید ظفر علی شاہ، نہ نہ میں اس کی بات نہیں کر رہا جو آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کو آپ ایجنڈے پر نہ لائیں ڈسکس نہیں ہو سکتا۔ جناب سپیکر! میرے شہر میں تین آدمی شہید کر دیے گئے ساٹھ ستر سے زیادہ زخمی ہو گئے ہیں۔ جناب سپیکر! کیا بات ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ سپیکر کے ساتھ جو انداز اختیار کرتے ہیں؟ میں آپ کو بتاتا ہوں آپ 66 نکالیں۔ میں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر رول آؤٹ کرتا ہوں۔ (اپوزیشن اراکین احتجاجاً اپنی اپنی سیٹوں پر کھڑے ہو گئے اور احتجاج شروع کر دیا)۔ چلیں آپ اپنی کارروائی شروع کریں' آپ اپنا question put کریں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کٹوتی کی جو تحریک پیش کی گئی ہے اس کا سارے محکمہ جات کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کا پانچ ارب آٹھ کروڑ ستاون لاکھ چھبیس ہزار روپے کا تعلق

پنجاب کے تمام محکمہ جات کے افسران اور ملازمین کی تنخواہوں سے ہے' دیگر الاؤنسز اور متفرق اخراجات سے ہے۔ اس میں محکمہ امور ملازمت و انتظامی امور سے متعلقہ تخمینہ' اس رقم کو محکمہ کے افسران اور تمام عملے کی تنخواہوں' الاؤنسز' سرکاری ٹیلی فون' بجلی گیس کے علاوہ دیگر متفرق اخراجات پر صرف کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس رقم کا کچھ حصہ وزرائے کرام' مشیران کرام' معاونین خصوصی' پارلیمانی سیکرٹری صاحبان کے بلوں کی ادائیگی اور متفرق اخراجات پر بھی صرف ہوتا ہے۔ مطالبہ کٹوتی نمبر جی۔ 10 اے جو مبلغ پانچ ارب آٹھ کروڑ ستاون لاکھ چھبیس ہزار روپے ہے رواں مالی سال کا تخمینہ مبلغ پانچ ارب تیرہ کروڑ ستائیس ہزار تین سو نوے روپے کے مقابلے میں کم ہے اور یہ کمی اخراجات کو نا ممکنہ حد تک کم کرکے غیر ضروری اخراجات کو ختم کر کے حاصل کی گئی ہے۔ تخمینہ جات بابت سال 97-1996ء انتہائی احتیاط سے مرتب کیے گئے ہیں تحریک کٹوتی کے مطابق تخمینہ بابت مالی سال 97-1996ء کو ایک روپیہ کی حد تک کم کرنے سے انتظامی امور کی بہتری اور ادائیگی میں غیر ضروری رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش ہے لہٰذا یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ تحریک کٹوتی کو مسترد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

"5 ارب 8 کروڑ 57 لاکھ 26 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 10 نظم ونسق عامہ کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم 5 ارب 8 کروڑ 57 لاکھ 26 ہزار روپے سے تجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کیا جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد نظم و نسق عامہ برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے کہ میں ہاؤس میں آیا شاہ صاحب نے ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا۔ بات تحریک التوائے کار کی تھی۔ میں نے سیکرٹری صاحب سے دریافت کیا کیوں کہ مجھے علم نہیں تھا کہ کیا کارروائی ہو رہی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ تحریک التوائے کار رامے صاحب ساتھ لے گئے ہیں۔ انھوں

نے بھی کہا کہ میں نے ابھی پیش کی ہے اور admit ہوئی ہے ۔ بہر حال تحریک التوائے کار کا ایک وقت ہوتا ہے ۔ وہ وقت پہلے تھا۔ اب بجٹ پر آپ کی cut motions شروع تھیں۔ جیسا کہ آپ کو پتا تھا کہ question put ہونے والا تھا اور تحریک پر تمام حضرات بول چکے تھے۔فیصلہ ہونا تھا۔ شاہ صاحب نے ایک پوائنٹ آف آرڈر پر بات شروع کی ۔ میں نے اس کو rule out کیا۔ تحریک التواء کی انھوں نے بات کی تو میں نے اس کی بھی اجازت نہیں دی۔ اب اس کے بارے میں اس قدر شور و غوغا کرنا۔ جب کہ آپ خود بھی کہتے ہیں۔ میں دیانت داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ انصاف کے ساتھ بات کی ہے' چاہے میری پارٹی کے خلاف ہی بات جاتی ہو۔ لیکن یہ کہہ دینا کہ ہماری ہی بات مانی جائے ' ہماری بات ہی سنی جائے۔ آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں کہ یہ ہاؤس ایک طریقہ کار کے مطابق چلتا ہے۔ میں اس کے مطابق چلاتا ہوں۔اب شاہ صاحب کا جو انداز ہے یہ سپیکر کو ہمیشہ سلب کرتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ان کا انداز مخاطب کچھ اس طرح کا ہے کہ یہ اس طرح سے بات کرتے ہیں کہ سپیکر کو educate کر رہے ہیں' آنکھوں سے گھورتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ براہ مہربانی یہ انداز اختیار نہ کیا کریں۔ یہ میرے محترم دوست ہیں ۔ ہم ایک ہی جماعت میں رہے ہیں۔ میرے پرانے ساتھی ہیں۔ میں نے انھیں پہلے بھی علیحدہ کہا ہے کہ شاہ صاحب! آپ بڑے learned آدمی ہیں۔ آپ کا بڑا ٹھیک علم ہے لیکن جو آپ کا انداز ہے وہ پارلیمانی روایات کے مطابق نہیں ہے۔

شاہ صاحب personal explanation پر ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کہ آپ نے میری کسی خامی کو میرا نام لے کر پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔ جناب سپیکر! میں بارہا اس فلور پر کہہ چکا ہوں کہ پارلیمانی روایات کا ' اس معزز ایوان کا ' معزز سپیکر کا' کوئی بھی ہو جو اس سیٹ پر بیٹھا ہوا ہو' میں بہت زیادہ احترام کرتا ہوں ۔ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں ' قسم ہے مجھے پارلیمانی نظام کی کہ جتنا میں اس سسٹم کی اور اس سسٹم میں آنے والے پرزوں کا احترام کرتا ہوں' اتنا احترام آپ کی رولنگ پارٹی یا لیڈر آف دی ہاؤسز بڑے ایوان میں یا چھوٹے ایوان میں with due respect to you اور شاید اس کرسی پر بیٹھنے والے بھی نہیں کرتے۔جناب سپیکر! آج کا مسئلہ یہ نہیں تھا۔ آپ ہنگامے اور شور و غوغا کی فضا خود پیدا کر دیتے ہیں۔جس میں آپ کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ کون کیا کہہ رہا ہے۔جناب سپیکر! میں بغیر کسی بحث میں جائے ہوئے برملا کہتا ہوں کہ اگر میرے کسی انداز سے یا میری کسی ادا سے آپ کو (اس

کرسی) کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔جناب سپیکر! یہ بات نہیں ہے ۔ آپ کو کیا پتا کہ ہم نے بطور سیاسی ورکر اس نظام کے لیے کتنی کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور کتنی کتنی تکلیفیں اٹھا رہے ہیں اور کتنی کتنی تکلیفیں ہم نے اٹھائی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آپ سے زیادہ تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ میں زیادہ شاہی قلعے اور جیل میں رہا ہوں۔

سید ظفر علی شاہ، اسی لیے تو میں آپ کو کہہ رہا ہوں۔ میرا انداز ممکن ہے آپ کو اچھا نہ لگتا ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب کی personal explanation.. ہو گئی ہے۔ اور آپ اس کا یہ کہہ سکتے ہیں کہ میرے دل میں یا میرے ذہن میں یہ بات نہیں ہوتی لیکن میرا طریقہ یا انداز مخاطب ہی یہ ہے۔ جی کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ کے اس کرسئ صدارت پر بیٹھنے سے پہلے جناب سپیکر سے سید ظفر علی شاہ صاحب کی بات ہوئی تھی کہ راولپنڈی میں جو حادثہ ہوا ہے۔ اس کے بارے میں یہ طے ہوا تھا اور خود لیڈر آف دی ہاؤس نے سٹیٹمنٹ دی تھی کہ میری معلومات کے مطابق ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا اور نہ کوئی قتل ہوا ہے۔ ان کی معلومات غالباً 12 بجکر 20 یا 25 منٹ پہ تھیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ پانچ منٹ پہلے تک کچھ نہیں ہوا۔ جناب سپیکر! نے خود یہ فیصلہ کیا کہ آپ باقاعدہ تحریک لائیں اور اتنے میں لیڈر آف دی ہاؤس نے بھی ایوان میں تسلیم کیا اور catagorical سٹیٹمنٹ دی کہ میں ہاؤس میں واپس آ کر صحیح معلومات فراہم کروں گا۔ جناب سپیکر! ہم ٹیلیفون پر رابطہ کیے ہوئے ہیں اور ہماری معلومات کے مطابق تین انسانی جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ تصادم صبح آٹھ بجے سے جاری ہے۔ لاٹھی چارج ہوا، ٹیئر گیس چلی اور بلآخر پولیس نے گولی چلائی۔ ہماری معلومات کے مطابق تو پولیس کے بھی تین آدمی ہلاک ہو چکے ہیں۔ خدا کرے یہ باتیں غلط ہوں۔ لیکن اسے زیر بحث لانے کے لیے سپیکر صاحب خود یہ منظوری دے چکے تھے ۔ اس لیے شاہ صاحب نے آپ کی خدمت میں یہ بات کی تھی۔ جناب سپیکر! سید ظفر علی شاہ صاحب نے اگر تھوڑا سا تلخی کا لہجہ استعمال کیا تو آپ محسوس نہ کریں۔ کیوں کہ ان کا حلقہ انتخاب ہے وہ directly اس علاقے کے رہنے والے ہیں۔ تین جانیں ضائع ہو جانا کسی کے لیے بھی مذاق کی بات نہیں ہے اور یہ بہت بڑا صدمہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے آپ کا پوائنٹ آف آرڈر سن لیا ہے ۔ اس سے پہلے کہ میں ادھر سے

جواب لوں ۔ یہ بات آپ کی جائز ہے کہ اگر وہاں پر ایسی صورت حال ہوئی ہے ۔ لیکن اس ہاؤس کو چلانے کا ایک طریقہ کار ہے ۔ بجٹ سازی اور قانون سازی ہمارے دو اہم مسئلے ہیں۔ یہاں پر ہم بجٹ سازی کر رہے ہیں۔ آپ کی cut motions ہیں ۔ چار گھنٹے کی دیر بھی ہو سکتی ہے اور کل بھی یہ تحریک التواء زیر بحث آ سکتی ہے ۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ بجٹ سازی کے مسئلے کو پس پشت ڈالیں اور اس بات کو ہم اتنا لے لیں کہ یہ تمام کارروائی بند کر دیں اور تحریک التوائے کار کو لے لیتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ لازمی امر تھا کہ جس طرح سے یہ بات یہاں کی گئی کہ بجٹ کے سلسلے میں بھی کہ ملک میں ہم ہڑتال کرتے ہیں' یہ کرتے ہیں' وہ کرتے ہیں۔ یہ بھی آپ خود فیصلہ کریں کہ بجٹ کے لیے اسمبلیاں بنی ہوئی ہیں۔ یہاں بات کی جاتی ہے۔ یہاں متبادل پالیسی دی جاتی ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

یہاں بتایا جاتا ہے کہ ہم یہ تبدیلی چاہتے ہیں نہ کہ عوام کو سڑکوں پر لایا جاتا ہے۔ چلو' ٹھیک ہے۔ یہ آپ کی ایک سیاسی بات ہے۔ وہ آپ نے کر لیا۔ یہ رد عمل بھی تو ہوتا ہے ہر جگہ پر' کسی نہ کسی جگہ پر۔ اگر ہم بجٹ کو ختم کر کے اس پر دو گھنٹے بات کریں تو یہ ٹھیک تو نہیں۔ اگر یہ شاہ صاحب کا حلقہ ہے تو وہاں ضرور بات ہو۔ اگر اور کسی کے حلقے میں بات ہو تو وہ بات نہ کر پائے تو میں اس چیز کا حامل ہوں۔ وہ تحریک سپیکر صاحب لے گئے ہیں۔ اگر قائد ایوان نے کوئی بات کہہ بھی دی ہے کہ ابھی تک تو نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب وہ آ گئے ہیں' یا اب وہ نہیں ہیں' یا سپیکر صاحب چلے گئے ہیں' وہ کہہ گئے ہیں' اس لیے اب ہم اس کو چلائیں گے۔ میں نے اس ہاؤس کو رولز کے مطابق چلانا ہے۔ کم از کم میں یہاں بجٹ سازی کے وقت تحریک التواء کی اجازت نہیں دیتا۔ I rule it out.

(نعرہ ہائے تحسین)

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: سر' میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ' کھوسہ صاحب۔ مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ سپیکر صاحب اس پر consider کر رہے ہیں۔ وہ شاید ابھی ہاؤس میں آئیں گے تو وہ اس پر فیصلہ کر دیں گے۔ مہربانی۔ اب میرا خیال ہے کہ ہم آگے چلیں۔

سید تابش الوری: میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے جنجوعہ صاحب!

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب والا! میرا نکتۂ اعتراض آئین پاکستان کے حوالے سے ہے۔ جس وقت ہم بحیثیت رکن اسمبلی اس ایوان میں داخل ہوتے ہیں تو ہم ایک حلف اٹھاتے ہیں۔ اس حلف میں جہاں ہم اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم نظریۂ پاکستان کی حفاظت کریں گے' اس ملک کے آئین کی حفاظت کریں گے' اس ملک کی فلاح و بہبود کے لیے ہم کام کریں گے وہاں ہمارے حلف کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ ہم اسمبلی کے اندر اپنے فرائض اسمبلی کے رولز کے مطابق ادا کریں گے۔ جناب والا! میں اپنے فاضل دوست جن کے ساتھ میں نے جیل میں تین چار مہینے گزارے ہیں اور ان کی جو علمی استطاعت ہے اس کا بھی میں قائل ہوں کہ وہ ایڈووکیٹ ہیں۔ لیکن ایک ایسے وقت پر ان کا یہ مطالبہ کہ ان کی تحریک التواء کو زیر بحث لایا جائے اسمبلی کی معمول کی کارروائی کو روک کر' میں سمجھتا ہوں کہ یہ آئین کے خلاف ہے' ہمارے حلف کے خلاف ہے' اسمبلی کے رولز کے خلاف ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی۔ خان زادہ صاحب' ایک منٹ۔ شاہ صاحب' ایک منٹ۔ میں آپ کو اجازت دوں گا۔ خان زادہ صاحب! میں آپ کو اجازت دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ بزرگ سیاست دان ہیں۔ مجھے اچھی بات نہیں لگتی آپ کھڑے ہوں۔ بیٹھ جائیں' پھر میں آپ کو اجازت دوں گا۔

ریاض حشمت جنجوعہ کا جو پوائنٹ آف آرڈر ہے' بالکل رولز کے مطابق ہے۔ لیکن میں ایک اور بات ایوان کو بتانا چاہتا ہوں۔ انھوں نے جو بات کی ہے اس کو آگے بڑھاتے ہوئے۔ تحریک التوائے کار جو ہوتی ہے وہ اسی دن discuss نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے کیا ہوتا ہے؟ admission کے بعد اس کے لیے تین دن کے اندر کوئی نہ کوئی دو گھنٹے کا ٹائم منتخب کیا جاتا ہے کہ آپ اس پر سیر حاصل بحث کر لیں۔ یہ ایک طریقہ کار ہے تحریک التواء کی admission کے بعد۔ وہ اگر admit بھی ہو جائے تو۔ ابھی وہ admit نہیں ہوئی' ابھی بات نہیں ہوئی۔ نہیں' اب ہم آگے چلتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، محترم دوست نے میرے بارے میں ایک بات کی' آپ نے تائید کر دی۔ یک طرفہ بات ہو گئی اور باقی کو آپ نہ سنیں!

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' یہی تو طریقہ ہے کہ یہ سپیکر کی will ہے۔ آپ مجھے replace کر دیں۔ اگر میں ڈپٹی سپیکر یا یہاں سپیکر آؤں گا میں رولز کے مطابق کام کروں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین) آپ مجھ سے زیادہ دکھی ہیں تو آپ no confidence motion میرے خلاف لے آئیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! خدا کے لیے۔ آپ ماشاء اللہ بالکل رولز کے مطابق [illegible]

مطابق چلنا چاہیے۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ نے جس طرح ہڑتال کی کال دی' اسی طرح آپ بجٹ سازی میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا مقصد اور مدعا یہی ہے کہ حکومت کو تنگ کریں' اس کی کوئی بات بھی ہم جمہوریت کے اندر اور رولز کے مطابق نہ کریں۔ یہ وہی رکاوٹ آپ پیدا کر رہے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، آپ حکومت کے ایجنٹ ہیں یا آپ سپیکر ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، میں سپیکر ہوں' لیکن ۔۔۔۔۔

سید ظفر علی شاہ، جب آپ سپیکر ہیں تو اگر رولز کے مطابق بات کریں گے تو ہم آپ کو سپورٹ کریں گے۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پھر میرے پاس یہی طریقہ ہے کہ میں آپ کو باہر نکال دوں۔ میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے (قطع کلامیاں) ۔ میں آپ کو آخری وارننگ دے رہا ہوں کہ آپ بجٹ سازی کرنے دیں۔ میں آپ کی کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔

سید ظفر علی شاہ، اسمبلی کو تھانہ چونہ منڈی کی طرح آپ نے چلانا ہے تو ہم سارے خود باہر نکل جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب وزیر خزانہ مطالبہ نمبر ۱۶ پیش کریں گے۔(مداخلت) جی' میں اجازت نہیں دیتا' کیونکہ میں مقصد سمجھ رہا ہوں۔ کہ کیا مقصد ہے۔ شاہ صاحب! میں اجازت نہیں دیتا۔ جی' مطالبہ نمبر ۱۶ (قطع کلامیاں)

مطالبہ زر نمبر 16

وزیر خزانہ، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"ایک رقم جو ۵ ارب ۷۰ کروڑ ۱۳ لاکھ ۶۶ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(اس مرحلے پر معزز اراکین حزب اختلاف واک آؤٹ کر گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

"ایک رقم جو ۵ ارب ۷۰ کروڑ ۱۲ لاکھ ۶۶ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

اپوز نہیں ہوا۔ خان زادہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! یہ تحریک کسی طرف سے اپوز نہیں ہوئی' اس لیے اس تحریک کو پاس تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں' ٹھیک ہے۔ میں question put کر کے آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔

جناب تاج محمد خان زادہ، جناب والا! واک آؤٹ کرنے سے پہلے کم از کم سب سے بڑی عمر کا اور ایک بوڑھا ہونے کی حیثیت سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اس ہاؤس میں جو قانون ہے وہ ضرور چلے گا۔ قانون لوگوں کے لیے بنا ہے۔ لوگوں کی حفاظت کے لیے بنا ہے۔ لیکن اگر ملک میں ایسے واقعات ہو جائیں' جہاں کہ لوگوں کی زندگیاں تباہ ہو رہی ہیں تو آپ کا ہم سے پہلے فرض بنتا ہے' خاص طور پر ہمارے چیف منسٹر کا کہ وہ سارے ہاؤس کو نہیں۔ سب پنجاب کو اعتماد میں لیں۔ کہ یہ جو کچھ ہوا' میں اس کا سدباب کروں گا' ایکشن کروں گا' کچھ چیز چھپاؤں گا نہیں۔ آپ یہاں ڈائرمت بنیں۔ جلیاں والا باغ میں۔ اب انگریزوں کا دور چلا گیا۔ آپ ڈائر کا رول ادا کر رہے ہیں۔ آپ ہمارے چیف منسٹر ہیں جن پر سب کو اعتماد ہے۔ وہ ایک سٹیٹمنٹ دیں کہ یہ چیز اگر ہوئی بھی ہے تو بدنما ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے نوجوان مر رہے ہیں۔ ہم جا کر اس چیز کا فیصلہ کریں گے کہ ایسی چیز نہ ہو کہ ہمارے نوجوانوں اور ہمارے ملک کے لوگوں پر گولیاں چلیں اور وہ مریں۔ اس میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن اگر آپ یہاں پر انگریزوں کے نمائندے بن کے ڈائر بن کے ہمیں بات نہیں کرنے دیں گے۔ آدمی مر رہے ہیں۔ یہ میں ان کو ہی سناتا ہوں۔ آپ کا بجٹ پاس ہو گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خان زادہ صاحب! آپ میری بات سنیں۔۔۔

جناب تاج محمد خان زادہ، آپ کا بجٹ پاس ہو گیا۔ آپ سب جو مرضی کریں۔

وزیر اعلیٰ، خان زادہ صاحب! آپ میری بات سنیں' پلیز۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' قائد ایوان آپ کی بات پر بات کرتے ہیں۔ جناب قائد ایوان !

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! جس وقت انھوں نے یہ point raise کیا تھا اس وقت میں لابی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے point raise کرنے پر میں فوراً ہاؤس کے اندر آیا اور سپیکر صاحب نے یہاں پر فیصلہ کیا کہ اجلاس ختم ہونے سے پہلے' ساڑھے تین بجے اجلاس ختم ہونے سے پہلے جو واقعات ہوئے ہیں میں وہ ہاؤس میں بیان کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک۔

وزیر اعلیٰ: تو اس کے لیے انتظار کریں' میرے پاس رپورٹیں آ رہی ہیں۔ off hand, raw hand میں ہاؤس میں کیسے بیان دے دوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' مہربانی۔ آپ کا مؤقف بھی جائز ہے۔ آپ نے جواب دینا ہے' لیکن آپ ابھی تصدیق کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اصل بات ہے۔

وزیر اعلیٰ: میں آپ کی وساطت سے اپوزیشن سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ہاؤس میں تشریف لائیں اور کارروائی میں حصہ لیں۔ جہاں تک میری سٹیٹمنٹ کا تعلق ہے جو میں نے یہاں ایوان میں دینی ہے' ساڑھے تین بجے سے پہلے پہلے میں سٹیٹمنٹ دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' مہربانی۔ تو میرے خیال میں ہم جمہوری روایات کے قائل ہیں۔ میں طارق بشیر چیمہ اور رانا اکرام ربانی کو یہ کہوں گا کہ وہ ہمارے روٹھے ہوئے دوستوں کو واپس لائیں تاکہ وہ ایوان کی کارروائی میں حصہ لیں۔ آپ جائیں کیونکہ وہ جذبات میں آ گئے ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب طارق بشیر چیمہ اور رانا اکرام ربانی معزز ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

اب مندرجہ ذیل اراکین نے مطالبہ زر نمبر 16 میں تخفیف کی تحریک پیش کی ہے۔

۱۔ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری۔

۲۔ جناب ایس۔ اے۔ حمید۔

۳۔ سید ظفر علی شاہ۔

۴۔ جناب ارشد عمران سلہری۔

۵۔ میاں محمد ثاقب خورشید۔

۶۔ چودھری تنویر خان۔

۷۔ چودھری محمد حنیف خان۔

۸۔ راجہ سلطان عظمت حیات خان۔

۹۔ جناب شاہد ریاض ستی۔

۱۰۔ جناب محمد منشاء اللہ بٹ۔

۱۱۔ میاں عمران مسعود۔

۱۲۔ جناب غلام احمد خان۔

۱۳۔ میاں معراج دین۔

۱۴۔ میاں عثمان ابراہیم۔

۱۵۔ راجہ جاوید اخلاص۔

۱۶۔ سید تابش الوری۔

اب ڈاکٹر محمد شفیق چودھری اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہاؤس میں نہیں ہیں۔ ان فاضل اراکین میں سے کوئی بھی اگر ہاؤس میں ہے تو وہ اس کو پیش کریں۔ کوئی بھی نہیں ہے۔

جناب سعید اکبر خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، سعید اکبر خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! آپ نے ابھی دو منسٹر صاحبان کو یہ فرمایا ہے اور ان کو بھیجا ہے۔ تو میری یہ خواہش ہو گی کہ ان کے آنے تک انتظار کر لیا جائے۔ وہ آ جائیں۔ اگر وہ ہاؤس میں آ سکتے ہیں۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! یہ جمہوری روایات کے مطابق ہے۔ جب آپ نے منسٹرز کو بھیجا ہے تو آپ کو ان کا انتظار کرنا چاہیے۔ ان کی بات سننی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بات جائز ہے۔ میں دو منٹ تک انتظار کرتا ہوں۔ بات ان کی ٹھیک ہے، جائز ہے۔ تو دو منٹ تک انتظار کرتے ہیں۔ اگر وہ تشریف لے آتے ہیں تو ہم ان سے شروع کریں گے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ جن وزراء کو آپ نے اپوزیشن کو

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں' اس وقت تک ہی ہے۔۔۔۔ وزراء صاحبان جو ان کو منانے کے لیے گئے تھے وہ ہاؤس میں تشریف لا کر رپورٹ دیں کہ کیا صورت حال ہے؟ کیونکہ دو منٹ سے زیادہ کارروائی کو میں بند نہیں کر سکتا۔ جو فاضل وزراء اپوزیشن کو منانے کے لیے گئے تھے وہ واپس تشریف لے آئیں اور ہاؤس کو رپورٹ کریں کہ کیا صورت حال ہے؟

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! راولپنڈی میں جو واقعہ ہوا ہے اس کی رپورٹ میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں اسے ابھی پیش کر دوں یا اپوزیشن کے آنے کے بعد پیش کروں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، ابھی نہیں۔ ابھی کوئی چار منٹ انتظار کر لیں شاید وہ تشریف لے آئیں۔ تو یہ مناسب ہو گا کہ ان کی موجودگی میں آپ اسے پیش کریں۔

(اس مرحلہ پر جناب طارق بشیر چیمہ اور رانا اکرام ربانی معزز ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جی رانا اکرام ربانی صاحب' کیا رپورٹ ہے؟

رانا اکرام ربانی، جناب سپیکر! آپ کے حکم کی تعمیل میں ہم اپوزیشن کے معزز دوستوں کے پاس حاضر ہوئے تھے۔ وہ اس وقت پریس کانفرنس میں مصروف ہیں۔ انھوں نے یہ کہا ہے کہ ہم پریس کانفرنس کے بعد لابی میں آتے ہیں تو پھر ہم آپ سے اس سلسلے میں بات کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو لاء منسٹر بتائیں یا منسٹر پارلیمانی امور کہ میں تو ان کا انتظار کر رہا تھا۔ اب ہم آگے چلیں یا آپ کی کیا رائے ہے؟

وزیر پارلیمانی امور، جناب سپیکر! اب اتنی دیر تو انتظار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے لیے اچھا یہی تھی اور مناسب بھی یہی تھا کہ جب جناب کے حکم پر ہمارے دو وزراء کرام تشریف لے گئے تو اخلاقی تقاضا بھی یہی تھا کہ پہلے یہاں آتے اور پھر بعد میں پریس کانفرنس کرتے رہتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو جنھوں نے کٹ موشنز دی ہیں ان میں سے کوئی بھی فاضل رکن یہاں ہاؤس میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ

"5 ارب 70 کروڑ 13 لاکھ 66 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 16۔۔۔"

نہیں' یہ تو اب کٹ موشن ہی نہیں ہے کیونکہ کسی نے پیش ہی نہیں کی۔ لہٰذا یہ dispose of ہو گی۔ یہ نامنظور ہوتی ہے کیونکہ پیش کسی نے نہیں کی۔

اب سوال یہ ہے کہ :

"ایک رقم جو 5 ارب 70 کروڑ 13 لاکھ 66 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 9

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 9 پیش کریں گے۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

"ایک رقم جو 4 ارب 57 کروڑ 13 لاکھ 95 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ

"ایک رقم جو 4 ارب 57 کروڑ 13 لاکھ 95 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

اس کو کسی نے oppose نہیں کیا ہے تو جو مطالبہ زر نمبر 9 ہے اس میں تحریک تخفیف مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے آئی ہے۔

چودھری محمد اقبال

جناب ارشد عمران سلہری

سید محمد عارف حسین بخاری

میاں امتیاز احمد

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد عطاری

ملک محمد عباس کھوکھر

رانا محمد اقبال خان

میاں عبدالحمید

سید سجاد حیدر کرمانی

جناب محمد افضل ساہی

میاں محمد ثاقب خورشید

چودھری محمد حنیف خان

ان میں سے کوئی فاضل رکن ہاؤس میں موجود نہیں ہے اس لیے یہ نامنظور ہوئی کیونکہ کسی نے پیش نہیں کی۔

اب سوال یہ ہے کہ

" ایک رقم جو ۳ ارب ۵۷ کروڑ ۱۳ لاکھ ۹۵ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 25

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر ۲۵ پیش کریں گے۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

" ایک رقم جو ایک ارب ۷۴ کروڑ ۱۳ لاکھ ۳۱ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر

اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے ۔ "

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ :

" ایک رقم جو ایک ارب ۴۷ کروڑ ۱۳ لاکھ ۳۱ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ما سوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے ۔ "

کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی ۔

مطالبہ زر نمبر ۲۵ میں تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے آئی ہے ۔

جناب غلام احمد خان

میاں عثمان ابراہیم

جناب انعام اللہ خان نیازی

رانا محمد اقبال خان

میاں معراج دین

جناب شاہد ریاض ستی

راجہ جاوید اخلاص

جناب غلام احمد خان اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں ۔

(فاضل رکن ایوان میں تشریف نہیں رکھتے تھے)

فاضل رکن ایوان میں تشریف نہیں رکھتے ۔ جن فاضل اراکین جن کے میں نے نام پڑھے ہیں ان میں سے کوئی بھی ہاؤس میں موجود نہیں ہے جو اپنی تخفیف کی تحریک پیش کرے لہٰذا یہ disposed of تصور ہو گی ۔

اب ہم آگے چلتے ہیں ---------اب سوال یہ ہے کہ :

" ایک رقم جو ایک ارب ۴۷ کروڑ ۱۳ لاکھ ۳۱ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ما سوا، دیگر

اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے ۔ "

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 11

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 11 پیش کریں ۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

" ایک رقم جو ۳۹ کروڑ ۶ لاکھ ۴۶ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے ۔ "

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ :

" ایک رقم جو ۳۹ کروڑ ۶ لاکھ ۴۶ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے ۔ "

اس تحریک میں کسی نے مخالفت نہیں کی ۔ مطالبہ زر نمبر 11 میں تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے کی گئی ہے ۔

جناب ایس اے حمید

بریگیڈئر (ریٹائرڈ) ذوالفقار احمد ڈھلوں

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری

میاں عثمان ابراہیم

جناب انعام اللہ خان نیازی

راجہ سلطان عظمت حیات خان

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی

چودھری محمد اقبال

چودھری شوکت داؤد

خواجہ محمد اسلام

رانا محمد اقبال خان

جناب عبدالرؤف مغل

جناب ایس ۔ اے حمید اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں ۔

(فاضل رکن ایوان میں تشریف نہیں رکھتے تھے)

فاضل رکن ایوان میں تشریف نہیں رکھتے ۔ ان میں سے کوئی اگر ایوان میں تشریف رکھتے ہیں تو وہ اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں ۔

(ایوان میں مندرجہ بالا اراکین میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا۔)

کوئی بھی موجود نہیں ہے لہٰذا یہ disposed of تصور ہو گی ۔

اب سوال یہ ہے کہ :

" ایک رقم جو ۲۹ کروڑ ۶ لاکھ ۴۶ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے ۔ "

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 33

جناب ڈپٹی سپیکر : وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر ۳۳ پیش کریں ۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ :

" ایک رقم جو ۱۳ ارب ۹۷ کروڑ ۶۸ لاکھ ۸۳ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے و چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے ۔ "

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

"ایک رقم جو ۱۳ ارب ۹۷ کروڑ ۶۸ لاکھ ۸۳ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے و چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

کسی نے اس کو oppose نہیں کیا۔

مطالبہ زر نمبر ۲۳ میں تخفیف کی تحریک سید محمد عارف حسین بخاری صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ اسے پیش کریں۔

(فاضل رکن ایوان میں موجود نہ تھے)

فاضل رکن ہاؤس میں تشریف نہیں رکھتے ہیں اس لیے یہ dispose of تصور ہو گی۔

اب سوال یہ ہے کہ

"ایک رقم جو ۱۳ ارب ۹۷ کروڑ ۶۸ لاکھ ۸۳ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے و چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 26

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر ۲۶ پیش کریں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

"ایک رقم جو ۱۰ کروڑ ۲۰ لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے

طور پر بسلسلہ مد تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنے پڑیں گے ۔ "

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ :

" ایک رقم جو ۱۰ کروڑ ۲۰ لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنے پڑیں گے ۔ "

اس کو بھی کسی نے oppose نہیں کیا ۔ اس میں تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے ہے

سید ظفر علی شاہ

میاں عبدالستار

میاں محمد ثاقب خورشید

جناب محمد افضل ساہی

حاجی مقصود احمد بٹ

چودھری محمد حنیف خان

میاں عمران مسعود

میاں عثمان ابراہیم

سید ظفر علی شاہ اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں۔

(فاضل رکن ایوان میں تشریف نہیں رکھتے تھے)

فاضل رکن ایوان میں تشریف نہیں رکھتے ۔ اگر مندرجہ بالا اراکین میں سے کوئی رکن موجود ہو وہ اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں۔

(کوئی بھی فاضل رکن ایوان میں موجود نہ تھا)

چونکہ فاضل اراکین ایوان میں تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ disposed of تصور ہو گی ۔

اب سوال یہ ہے کہ :

" ایک رقم جو ۱۰ کروڑ ۲۰ لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات

کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 5

جناب ڈپٹی سپیکر، مطالبہ زر نمبر 5' وزیر خزانہ پیش کریں گے۔

وزیر خزانہ، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"ایک رقم جو 42 کروڑ 64 لاکھ 82 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997 ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

"ایک رقم جو 42 کروڑ 64 لاکھ 82 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997 ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

اس کو کسی نے oppose نہیں کیا۔ مطالبہ زر میں تخفیف مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے ہے۔ ملک محمد عباس کھوکھر ' میاں عمران مسعود ' رانا محمد اقبال خان ' راجہ جاوید اخلاص ' رانا سلطان عظمت حیات خاں ۔ ملک محمد عباس کھوکھر اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ۔ فاضل اراکین جنھوں نے تخفیف کی تحریک پیش کی ہے ۔ اگر کوئی موجود ہیں تو وہ پیش کریں۔ ------ کوئی بھی موجود نہیں ہے ۔ اس لیے یہ disposed of تصور ہو گی۔

اب سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 42 کروڑ 64 لاکھ 82 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1997 ء کو ختم

ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا،
دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ جو واقعہ راولپنڈی میں ہوا ہے آج ہاؤس میں اس کی رپورٹ پیش کروں گا۔ میں نے انتظار کیا کہ اپوزیشن اگر ہاؤس میں تشریف لے آئی تو اس کے سامنے میں یہ رپورٹ پیش کرتا۔ لیکن وہ تشریف نہیں لائے تو میں ان کی عدم موجودگی میں ہی رپورٹ پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیجیے۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! انتظامیہ راولپنڈی کی رپورٹ کے مطابق آج مورخہ 24-6-1996 کو جماعت اسلامی نے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق بجٹ پر بطور احتجاج پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد کے گھیراؤ کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ اس سلسلہ میں آج صبح راولپنڈی شہر میں مختلف جگہوں پر جلوس نکالے گئے۔ جماعت اسلامی کے کچھ جلوس شہر کے گرد و نواح سے آ کر ویٹر پل کے نزدیک بڑے جلوس میں شامل ہوئے۔ ان جلوسوں میں کافی تعداد مسلح افراد کی تھی جو مختلف جگہوں پر فائرنگ کرتے رہے۔ جس میں الاکرم بلڈنگ جو مری روڈ پر واقع ہے بھی قابل ذکر ہے۔ جہاں سے جماعت اسلامی کے کمانڈوز نے فائرنگ کی۔ اس سلسلہ میں ایک جلوس جو چالیس سے پچاس بسوں پر مشتمل تھا سوان پل پر برائے چیکنگ روکا گیا۔ بسوں میں سوار مسلح افراد نزدیکی پہاڑی پر چڑھ گئے اور فائرنگ شروع کر دی۔ جس کے بعد یہ بسیں پولیس رکاوٹ توڑتے ہوئے راولپنڈی شہر میں داخل ہو گئیں۔ مختلف اطراف سے آتے ہوئے شرکاء جلوس ویٹر پل پر اکٹھے ہو کر اسلام آباد روانہ ہوئے۔ جلوس میں شامل افراد نے اندھا دھند بے دریغ فائرنگ کی جس کے نتیجہ میں دو افراد سلیم ساکن علی پور چٹھہ، عبدالصمد ساکن ہری پور ہزارہ ہلاک ہوئے اور دس پولیس والے شدید زخمی ہوئے۔ پولیس کو سختی سے ہدایت کی گئی تھی کہ پولیس نے فائرنگ نہیں کرنی لہٰذا پولیس نے فائرنگ نہیں کی۔ بلکہ جلوس کو کنٹرول کرنے کے لیے صرف آنسو گیس کا استعمال کیا۔ اور اس کے بعد جب پوزیشن زیادہ خراب ہو رہی تھی سنٹرل گورنمنٹ نے فوج کو طلب کر لیا اور وہاں پر فوج نے تمام پوزیشنیں سنبھال لی ہیں۔ یہ ہے اب تک کی رپورٹ جو مجھے انتظامیہ کی طرف سے دی گئی ہے۔ اس میں میں نے خودکشی سے لے کر

انھوں نے کہا ہے کہ پولیس نے ایک راؤنڈ بھی فائر نہیں کیا۔ اور جو فائرنگ ہوئی ہے وہ ان کی طرف سے ہوئی ہے۔ اور جس کی وجہ سے دس پولیس والے بھی شدید زخمی ہیں اور جن میں دو آدمی ان کی گولیاں لگنے سے ہلاک ہوئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جو ایجنڈا تھا وہ ختم ہو گیا ہے۔ کل والا جو باقی ماندہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ اب کل والا موجود ہے۔

وزیر اینٹی کرپشن، میں پنڈی والے مسئلے پر ہی بات کرنا چاہتا تھا۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چونکہ آج کا ایجنڈا ختم ہو گیا ہے۔ کوئی اور بزنس نہیں ہے۔ لہٰذا میں ہاؤس کو کل صبح ساڑھے دس بجے تک کے لیے ملتوی کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی کل مورخہ 25 جون صبح 10-30 تک کے لیے ملتوی کر دی گئی)